



اشارات

۱۔ قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی مدظلہ

۲۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ

قریباً  
حضرت مولانا محمد عبد القادر قادری

کتب خانہ محمد علی بیگ

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً

(اردو)

# تشریحات بخاری

جلد ششم

افادات

قطب العالم مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ

مرتبہ

استاذ العلماء مولانا محمد عبد القادر قاسمی فاضل دیوبند

ناشر

کتب خانہ مجیدیہ بیرون پور گٹ ملتان



# جُمْلَةُ حُقُوقٍ بِحَقِّ نَاسِئِ مَحْفُوظَاتِ هَکِی

## طبع اول سنہ ۱۹۹۹ء

تشرکات بخاری (جز ہشتم)	نام کتاب
حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی	افادات
حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی	
حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی	
حضرت مولانا محمد عبدالقادر قاسمی	
" " " " " "	ترتیب و تالیف
محمد عبدالسلام قاسمی	کتابت
محمد ابوبکر قاسمی	نظر ثانی
کتب خانہ مجیدیہ ملتان	ناشر
ایک ہزار	تعداد
۸۰۶	صفحات
	قیمت مجلد

## عرضِ ناشر

آج کے پُر فتن دور میں جہاں مادی اقدار کی غلامی اور مغربی طرزِ فکر سے وابستگی نے مسلم ائمہ کو تربیتِ نبویہ سے بے بہرہ کر دیا ہے وہاں پیغمبرِ علیہ السلام کی تعلیمات سے روگردانی و نادانِ فقیہیت کے نتیجے میں نئی نسلِ اسلامی تہذیب و تمدن سے ہٹ کر ایک ایسے غلط راستے کی طرف اپنا رُفتِ سفر باندھ چکی ہے جو اخلاقی قدروں کی تباہی اور معاشی و معاشرتی بربادی کے دہانے پر ختم ہوتا ہے۔ نتائج کے اعتبار سے آج کی نئی نسل یہ نہیں جانتی کہ انسانی عقل اور زندگی پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات کیا ہیں۔ منہاج و مزاجِ نبوت کیا ہے۔ اسلامی تہذیب و تمدن اپنانے سے ہمیں کیا مفادات حاصل ہو سکتے ہیں اور مغربی طرزِ فکر پر عمل پیرا ہونے سے ہمیں (نئی نسل کو) کیا قیمت چکانا پڑ رہی ہے اور ہم کتنی بار آخرتِ خرابی و عذاب سے گزر چکے ہیں یا گزر رہے ہیں۔ مادیت کے حصاریں بند رہ کر ہمیں کتنے خساروں سے دوچار ہونا پڑا۔ جب کہ اخروی احتساب اس کے علاوہ ہے۔ چنانچہ ضرورت محسوس ہوئی کہ نئی نسل کو اسلام کی نئی روح اور نیا شعور دینے کے لئے ایسی کتاب شائع کی جائے جس سے نئی نسل کے تمام مادی و روحانی تقاضے پورے کئے جاسکیں۔ صحیح بخاری شریف اپنے مقام و مرتبے کے اعتبار سے علمی حلقوں میں ایک گراں قدر سرمایے کی حیثیت رکھتی ہے۔ لہذا ایک اچھوتے اور جدید انداز میں شائع کرنے کے لئے یہی کتاب ہماری نظر انتخاب کا مسکن قرار پائی۔ چنانچہ از خود مؤلف نے ”تشریحات بخاری“ کے نام سے متذکرہ کتاب کو از سر نو مرتب کر کے ہمیں جستجو کی اذیت سے بچالیا۔ تشریحات بخاری کے مؤلف شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبدالقادر قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے تدریس و تقریر اور تحریر کے حوالے سے بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا۔

مؤلف و ناشر کی مشترکہ کادشوں سے تشریحات بخاری کی پانچ جلدوں کی اشاعت علمی حلقوں سے خراجِ تحسین حاصل کر چکی ہے۔ افسوس کہ آج مؤلف ”تشریحات بخاری“ استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبدالقادر قاسمی دارِ فانی سے کوچ کر گئے ہیں اگرچہ تشریحات بخاری



کا قلمی مسودہ حضرت قاسمی صاحب اپنی زندگی میں مکمل کر گئے تھے۔ لیکن دیگر مراحل طے کرنا ابھی باقی ہیں۔ جنہیں مولف موصوفیؒ کے صاحبزادگان مُحَمَّدُ عَبْدُ السَّلَامِ قَاسِمِی اور مُحَمَّدُ أَبُوبَکْرٍ قَاسِمِی نے بتوفیق اللہ تعالیٰ پایہ تکمیل تک پہنچانے کا بیڑہ اٹھایا ہے۔

آپ کا خیر اندیش

بلال احمد شاہ

مالک مکتبہ مجیدیہ بیرون بوٹہ گیٹ

ملتان شہر



## عرضِ احوال

منجانب :- صاحبزادگان مؤلف

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پر مشتمل بہت سی کتب موجود ہیں۔ ان کا شمار کرنا دشوار ہے۔ ان تمام کتب احادیث میں اہل علم کے نزدیک سب سے زیادہ مقام صحیح بخاری کو حاصل ہے اکابرین دیوبند نے صحیح بخاری پر بہت کچھ لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے کہ اس نے تشریحات بخاری کے مؤلف استاذ العلم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبدالقادر قاسمی کو ایک عجیب مگر اچھوتے اسلوب میں شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی قطب العالم علامہ رشید احمد گنگوہی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہم اللہ کی تشریحات پر مبنی ”تشریحات بخاری“ تالیف کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخلاقیات و عقائد اور کردار میں یگانہ ہیں۔ بعینہ اسی طرح گفتار میں بھی یگانہ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی گفتار امت مسلمہ میں احادیث کے عنوان سے معروف ہے۔ جہاں محدثین کرام و دیگر اکابرین امت نے احادیث نبویہ کو نہ صرف مختلف پیرایوں میں پیش کیا۔ بلکہ انتہائی مشقتیں برداشت کر کے ان کی حفاظت بھی کی۔ وہاں روایت و درایت حدیث کے حوالے سے میدانِ علم کی خاک چھان ماری۔ چنانچہ علم کے اسی میدان کی خاک کے چند ذرے اللہ تبارک و تعالیٰ نے تشریحات بخاری کے مؤلف کو بھی ودیعت فرمائے۔ چونکہ تشریحات بخاری کے مؤلف حضرت مولانا محمد عبدالقادر قاسمی کا انتقال پُر ملال ہو چکا ہے۔ جب کہ تشریحات بخاری کی مزید تین یا چار جلدوں کی اشاعت تاحال باقی ہے۔ جنہیں مؤلف موصوف کے صاحبزادگان (محمد عبدالسلام قاسمی محمد ابوبکر قاسمی) نے کتب خانہ مجیدیہ کے مالک اور تشریحات بخاری کے ناشر کے ساتھ مشترکہ کاوشوں کے نتیجے میں شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ ہم دعا گو ہیں کہ اللہ رب العزت ہمیں حضرت والدِ محترم شیخ الحدیث مولانا محمد عبدالقادر قاسمی کے نقش قدم پر چلنے اور ان کی مزید دینی مساعی کو بروئے کار لانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

از طرف :- صاحبزادگان مؤلف

محمد عبدالسلام قاسمی۔ محمد ابوبکر قاسمی

۲۹۴۔ بی۔ شاہ رکن عالم کالونی ملتان





# فهرست مضامین تشریحات بخاری

صفحه	مضمون	صفحه	مضمون
۱۴۱	باب ليس لك من الامر شيء اذ يتوب عليهم	۱	باب غزوة العشيرة او العسيرة قال ابن اسحق
۱۴۳	باب ذكر اكرم سليط	۲	باب ذكر النبي صلى الله عليه وسلم من يقتل بغيره
۱۴۵	باب قتل حمزة رضي الله عنه	۱۳	باب قصه غزوة بدر
۱۸۲	باب ما اصاب النبي صلى الله عليه وسلم من الجراح يوم احد	۱۵	باب قول الله تعالى اذ تستغيثون ربكم فاستجاب لكم
"	باب الذين استجابوا لله والرسول	۲۱	باب عدة اصحاب بدر
۱۸۵	باب من قتل من المسلمين يوم احد منهم	۲۴	باب دعاء النبي صلى الله عليه وسلم على كفار قريش
۱۸۶	باب احد يحينا قاله عباس بن سحيل عن ابي حميد	۲۶	باب قتل ابي جهل
۱۹۱	عن النبي صلى الله عليه وسلم	۵۲	باب فضل من شهد بدرًا
"	باب غزوة الربيع درعل وذكوان وبترا معونة	۷۸	باب شهود الملائكة بدرًا
۱۹۴	باب غزوة الخندق وهي الاحزاب قال موسى بن عقبة	۱۰۹	باب تسمية من سمى من اهل بدر في الجامع
۲۱۴	باب مرجع النبي صلى الله عليه وسلم من الاحزاب	۱۱۱	باب حديث بنى النضير ومخرج رسول الله صلى الله عليه وسلم
۲۳۴	باب غزوة ذات الرقاع	"	باب قتل كعب بن الاشرف
۲۴۵	باب غزوة بني المصطلق	۱۲۵	باب قتل ابي رافع عبد الله بن ابي الحقيق
۲۵۴	باب غزوة انمار	۱۳۰	باب غزوة احد
۲۵۷	باب حديث الافك	۱۳۹	باب اذ هممت طافتان منكم ان تفشلا
۲۵۸	باب غزوة الحديبية	۱۵۶	باب قول الله تعالى ان الذين تولوا منكم
۲۸۲	باب قصه عكل وعرينة	۱۶۵	باب اذ تصعدون ولا تكونوا على احد
۳۱۷	باب غزوة ذات القرد	۱۶۸	باب قوله ثم انزل عليكم من بعد الغم امنة ناعسا
۳۲۱		۱۷۰	

صفحة	مضمون	صفحة	مضمون
۴۶۵	باب بعث ابی موسیٰ و معاذ الی الیمن قبل	۳۲۳	باب غزوة خیبر
"	حجة الوداع	۳۴۹	باب استعجال النبی صلی الله علیه وسلم علی اهل خیبر
۴۷۷	باب بعث علی بن ابی طالب و خالد بن الولید	۳۷۰	باب محاطة النبی صلی الله علیه وسلم اهل خیبر
"	الی الیمن قبل حجة الوداع	۳۷۱	باب شاة التي سمت للنبی صلی الله علیه وسلم
۴۸۰	باب غزوة ذی الخلصة	۳۷۲	باب غزوة زید بن حارثة رضی الله عنه
۴۸۳	باب غزوة ذات السلاسل	۳۷۳	باب عمرة القضاة
۴۸۵	باب ذهاب جریر الی الیمن	۳۸۲	باب غزوة موتة من ارض الشام
۴۸۷	باب غزوة سیف البحر	۳۸۸	باب بعثت النبی صلی الله علیه وسلم اسامه بن زید
۴۹۲	باب حج ابی بکر بالناس فی سنة تسع	۳۹۱	باب غزوة الفتح و ما بعث حاطب بن ابی بلتعنة
۴۹۴	باب وفد بنی تمیم	۳۹۵	باب غزوة الفتح فی رمضان
۴۹۴	باب قال بن اسحق غزوة عینہ	۳۹۹	باب این رکز النبی صلی الله علیه وسلم الی یوم الفتح
۴۹۶	باب وفد عبد القیس	۴۰۸	باب دخول النبی صلی الله علیه وسلم من اعلی امكة
۵۰۲	باب وفد بنی حنیفة و حدیث ثمامة بن اثال	۴۱۱	باب منزل النبی صلی الله علیه وسلم یوم الفتح
۵۰۸	باب قصة الاسود العنسی	۴۱۵	باب مقام النبی صلی الله علیه وسلم بمكة زمن الفتح
۵۱۰	باب قصة اهل نجران	۴۱۷	باب وقال الیث
۵۱۲	باب قصة عمان و البحرین	۴۲۶	باب قول الله تعالی و یوم حین اذا عجبکم کثرکم
۵۱۴	باب قدوم الاشعریین	۴۳۸	باب غزاة او طاس
۵۲۲	باب قصة دوس و الطفیل بن عمرو الدوسی	۴۴۲	باب غزوة الطائف فی شوال سنة ثمان
۵۲۳	باب قصة وفد طی و حدیث عدی بن حاتم	۴۶۲	باب سریرة التي قبل نجد
۵۲۶	باب حجة الوداع	۴۶۳	باب بعث النبی صلی الله علیه وسلم خالد بن الولید
۵۵۲	باب غزوة تبوک و هی غزوة العسرة	"	الی بنی حزیمة
۵۵۷	حدیث کعب بن مالک	۴۶۴	باب سریرة عبد الله بن حذافة السهمی



مضمون	صفحة	مضمون	صفحة
باب نزول النبي صلى الله عليه وسلم الحجر	٥٤٩	باب قوله تعالى وكذا لك جعلكم امتة وسطا لتكونوا	٦٣٦
باب كتاب النبي صلى الله عليه وسلم الى كسرى قيس	٥٤٩	باب قوله وما جعلنا القبلة التي كنت عليها	٦٣٩
باب مرض النبي صلى الله عليه وسلم	٥٨١	باب قوله قد نرى قلبك وجهك في السماء	٦٣٩
باب اخراكم النبي صلى الله عليه وسلم	٦٠٤	باب قوله ولئن اتيت الذين ادوا الكتب بكل آية	٦٣٩
باب وفات النبي صلى الله عليه وسلم	٦٠٤	باب قوله الذين اتينهم الكتب يعرفونه	٦٤٠
باب بعث النبي صلى الله عليه وسلم اسامة بن زيد	٦٠٨	باب قوله ولكل وجهة هو موليها	٦٤٢
باب كم غزا النبي صلى الله عليه وسلم	٦١٠	باب قوله ومن حيث خرجت فول وجهك	٦٤٢
كتاب التفسير		باب قوله ومن حيث خرجت فول وجهك	٦٤٣
باب ما جاء في فاتحة الكتاب	٦١٢	باب قوله ان الصفا والمروة من شعائر الله	٦٤٣
باب غير المغضوب عليهم ولا الضالين	٦٢٠	باب قوله ومن الناس من يتخذ من دون الله	٦٤٤
سورة البقرة - باب قوله وعلم آدم الاسماء كلها	٦٢٢	باب قوله يا ايها الذين امنوا كتب عليكم القصص	٦٤٨
باب قال مجاهد الى شيئا طعنهم اصحابهم مرض		باب قوله يا ايها الذين امنوا كتب عليكم العتائم	٦٥٠
المناقضتين -		باب قوله ايا ما معدودات فمن كان منكم	٦٥٢
باب قوله فلا تجعلوا لله اندادا وانتم تعلمون	٦٢٦	باب قوله من شهد منكم الشهر فليصمه	٦٥٦
باب قوله تعالى وظللنا عليكم الغمام	٦٢٦	باب قوله اعل لكم ليلة الصيام الرفث	٦٥٤
باب قوله واذقنا ادخلوا هذه القرية	٦٢٤	باب قوله وكلاوا ثم لبوا حتى يتبين لكم الخط الابيض	٦٥٩
باب قوله من كان عدو الجبريل	٦٢٨	باب قوله ليس البر ان تولوا وجوهكم	٦٦١
باب قوله ما ننسخ من آية او ننسخها	٦٣٠	باب قوله وقاتلوهم حتى لا تكون فتنة	٦٦١
باب قوله وقالوا اتخذ الله ولدا سبحانه	٦٣١	باب قوله والفقوا في سبيل الله ولا تلقوا بايديكم	
باب قوله تعالى واذ يرفع ابراهيم القواعد	٦٣٥	الى التهلكة	٦٦٥
باب قوله تعالى قولوا امنا بالله وما انزل الينا	٦٣٦	باب قوله فمن كان منكم مريضا او به اذى	٦٦٦
باب قوله تعالى ليقول السفهاء من الناس	٦٣٤	باب قوله فمن تمتع بالعمرة الى الحج	٦٦٩

صفحة	مضمون	صفحة	مضمون
٤٠٢	سورة آل عمران	٦٤٠	باب قوله ليس عليكم جناح ان تبتغوا فضلا من ربكم
٤٠٥	باب منه آيت تحكىمت وقال مجاهد الحلال	٦٤١	باب قوله ثم افيضوا من حيث افاض الناس
٤٠٤	باب قوله ان الذين يشتركون بعهد الله واما نهم	٦٤٣	باب قوله ومنهم من يقول ربنا انما في الدنيا حسنة
٤٠٩	باب قل يا اهل الكتاب تعالوا الى كلمة سواء	٦٤٣	باب قوله وهو الاله الخدام
٤١٥	باب لن تناولوا بر حتى تتفقوا مما تحبون	٦٤٣	باب قوله ام حسبكم ان تدخلوا الجنة
٤١٦	باب قوله قل فاتوا بالتوراة فاتلوها ان كنتم صدقين	٦٤٤	باب قوله تعالى نساءكم حيث كنتم فاتوا بكم
٤١٨	باب قوله كنتم خيرا مرة اخر جبت للناس	٦٨٠	باب قوله واذا اطلقتم النساء فبعن اهلن
٤١٨	باب قوله اذ صممت طائفتان	٦٨١	باب قوله والذين يتوفون منكم ويذرون
٤١٩	باب قوله ليس لك من الامر شئ	٦٨٩	باب قوله حافظوا على الصلوة والصلوة الوسطى
٤٢٠	باب قوله والرسول يدعوكم في اخركم	٦٨٩	باب قوله وقوموا لله ثانتين مطيعين
٤٢٥	باب قوله امنة نعا ساء	٦٩٠	باب قول الله عز وجل فان خفتم فربلا او ركبا
٤٢٥	باب قوله الذين استجابوا لله والرسول	٦٩٣	باب قوله والذين يتوفون منكم ويذرون اذواجا
٤٢٦	باب ان الناس قد جمعوا لكم	٦٩٣	باب قوله تعالى واذا قال ابراهيم رب انى
٤٢٦	باب قوله ولا يحسن الذين يتخولون بما انعم الله	٦٩٥	باب قوله تعالى ايوذا احدكم ان يكون له جنة
٤٢٤	باب قوله ولتسمعن من الذين اوتوا الكتاب من قبلكم	٦٩٤	باب قوله لا يسألون الناس الحافا
٤٣٠	باب قوله لا يحسن الذين يفرحون	٦٩٨	باب قول الله تعالى واحل الله البيع وحرم الربوا
٤٣٣	باب قوله ان في خلق السموات والارض	٦٩٨	باب قوله تعالى يحق الله الربوا يذنبه
٤٣٢	باب قوله الذين يذكرون الله قياما وقعودا	٦٩٩	باب قوله فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من الله ورسوله
٤٣٥	باب قوله ربنا اتك من تدخل النار فقد انزيت	٦٩٩	باب قوله ان كان ذو عسرة فنظرة الى ميسرة
٤٣٦	باب قوله ربنا اننا سمعنا مناديا ينادى للايمان	٤٠٠	باب قوله واتقوا يوما ترجعون فيه الى الله
	سورة النساء	٤٠١	باب قوله ان تبدوا ما في انفسكم او تخفوه
٤٣٩	باب دان خفتم ان لا تقسطوا في اليتامى	٤٠٣	باب قوله امن الرسول بما انزل اليه من ربه



صفحة	مضمون	صفحة	مضمون
٤٢٢	باب قوله واذا جاءهم امر من الامن او الخوف	٤٢٢	باب من كان فقيراً فليأكل بالمعروف
٤٢٣	باب قوله ومن يقتل مؤمناً متعمداً فجزاءه جهنم	٤٢٣	باب قوله واذا حضر القسمة اولو القربى واليتامى
٤٢٤	باب قوله ولا تقولوا لمن اتقى اليكم السلام سكتاً	٤٢٤	باب قوله يوصيكم الله في اولادكم
٤٢٥	باب قوله لا يستوى القاعدون من المؤمنين والمجاهدين	٤٢٥	باب قوله ولكم نصف ما ترك ازواجكم
٤٢٦	باب قوله ان الذين توفاهم المملكة ظالمى انفسهم	٤٢٦	باب قوله لا يحل لكم ان ترثوا النساء كرها
٤٢٧	باب قوله الا المستضعفين من الرجال والنساء	٤٢٧	باب قوله ولكل جعلنا موالى مما ترك الوالدان
٤٢٨	باب قوله فحسب الله ان يعفو عنهم	٤٢٨	باب قوله ان الله لا يظلم مثقال ذرة
٤٢٩	باب قوله ولا جناح عليكم ان كان اذى من مطر	٤٢٩	باب قوله اذا جئنا من كل امة بشهيد
٤٣٠	باب قوله وليستفتوك فى النساء	٤٣٠	باب قوله وان كنتم مرضى او على سفر
٤٣١	باب قوله وان امرأة خافت من بعلها نشوزا	٤٣١	باب قوله ادلى الامر بكم
٤٣٢	باب قوله ان المنافقين فى الدرك الاسفل من النار	٤٣٢	باب قوله فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك
٤٣٣	باب قوله انا اوحينا اليك الى قوله ويونس	٤٣٣	باب قوله فاولئك الذين انعم الله
٤٣٤	باب قوله يستفتوك فى الكلاله	٤٣٤	باب قوله وما لكم لا تقفون فى سبيل الله
٤٣٥	باب قوله يستفتوك فى الكلاله	٤٣٥	باب قوله فما لكم فى المنافقين فئتين والله اركسهم



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



مؤلف تشریحات بخاری شیخ الحدیث استاذ العلماء  
حضرت مولانا محمد عبدالقادر قاسمی نور اللہ مرقدہ  
کے مختصر

# حالات زندگی

ترتیب و تحریر: محمد البکر قاسمی



**پیدائش** | استاذ العلماء و شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبدالقادر قاسمی  
(تقریباً) یکم جنوری ۱۹۲۲ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم کا نام ملک محمد حمزہ تھا۔  
انہیں برادری سے ان کا تعلق تھا۔ پانچ سال کی عمر میں آپ کے والد محترم ملک محمد حمزہ کی وفات ہو گئی تھی۔  
پنچانچہ آپ کے نانا جان اور دادا جان نے مشترکہ طور پر پرورش کی۔

**آبائی گاؤں** | استاذ العلماء حضرت مولانا محمد عبدالقادر قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کا آبائی گاؤں  
بستی باغ والہ موضع سہو تحصیل جتوئی ضلع مظفر گڑھ تھا۔ بعد ازاں تدریسی و سیاسی مشاغل کی بنا پر  
محکمہ ٹی شیرخان پرانا برف خانہ عقب کچہری روڈ ملتان میں مستقل طور پر تادم حیات (ملتان میں) سکونت پزیر ہو گئے۔  
**ابتدائی تعلیم** | حضرت قاسمی صاحب کے نانا جان نے دکانداری کا پیشہ ترک کر کے بستی  
عبدالوالا موضع سہو تحصیل جتوئی ضلع مظفر گڑھ میں امدادی پرائمری سکول شروع کیا۔ ان دنوں میں  
حکومت کی طرف سے گورنمنٹ کی طرف سے دس روپے ماہوار مشاہرہ ملتا تھا۔

نافرہ قرآن مجید اور تین جماعتیں اسی پرائمری سکول میں پڑھیں۔ پھر جماعت چہارم کے لئے  
جتوئی (ضلع مظفر گڑھ) میں داخلہ لیا۔ (روزانہ اڑھائی میل پیدل سفر کر کے سکول جانا ہوتا تھا۔)  
پانچویں جماعت کے سالانہ امتحان میں اول پوزیشن حاصل کی۔ اور دیگر تمام مضامین میں انعام حاصل  
کیا۔ کمرہ امتحان میں سب سے آخر میں داخل ہوتے تھے اور سب سے پہلے سوالات کے صحیح جوابات

پر مبنی تمام پیپر چل کرتے تھے۔ اپنے ماموں ماسٹر جان محمد صاحب (مرحوم) کے اصرار پر لوئر مڈل سکول بستی سبائے والہ میں داخلہ لیا۔ ایک سال اسی سکول میں (چھ میل پیدل سفر طے کر کے) تعلیم حاصل کی۔ واضح باد کہ سکول ہذا میں انگلش کی سبائے فارسی زبان میں امتحان دیا۔ بعد ازاں دوبارہ مڈل سکول جتوئی (ضلع مظفر گڑھ) میں داخلہ لیا۔ چھ ماہ بعد مڈل سکول جتوئی کے ہیڈ ماسٹر (مذہباً شیعہ تھے) نے غلط فہمی کی بنیاد پر سخت سزا دی جو کہ سکول چھوڑنے کا باعث ہوئی۔ سکول چھوڑنے کے بعد کانڈھ والہ کے (دینی) مدرسہ میں داخلہ لیا۔ اور فارسی کی کتب کا آغاز کیا۔ جب کہ قصبہ محمد پور دیوان (ضلع ڈیرہ غازی خان) کے قریبی گاؤں بستی بوہڑ والہ میں فارسی کی تعلیم مکمل کی۔ دیں اثنا اپنے آبائی گاؤں (رشتہ داروں سے ملنے کے لئے) آئے تو ماسٹر غلام حیدر تبسم نے اردو تعلیم مکمل کرنے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ جماعت ہفتم و ہشتم (ساتویں، آٹھویں) کا امتحان اول پوزیشن میں پاس کیا۔

اپریل ۱۹۳۲ء میں فقیر محمد بخش المعروف بہ (راشد والہ) (جھنگی والہ جتوئی) کے مشورے پر محترم استاذ گامی صاحب کے پاس فارسی کی لقیہ نصائی کتب مکمل کیں۔ بعد ازاں بستی بوہڑ والہ محمد پور دیوان (ضلع ڈیرہ غازی خان) میں دوسری مرتبہ تشریف لے گئے۔ اور حضرت مولانا محمد حیات صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس صرف و نحو پڑھی۔ فی زمانہ خان پور (کٹورہ) ضلع رحیم یار خان میں ایک عظیم الشان اجتماع منعقد ہوا۔ جس میں شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ۔ امیر شریعت سید عطار اللہ شاہ بخاریؒ ایسے بلند پایہ علماء کرام نے شرکت کی۔ سندھ اور پنجاب کے گدی نشین حضرات بھی شریک ہوئے۔ چنانچہ اس اجتماع میں شرکت کرنے کے لئے مولانا محمد حیات صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگردوں کے ہمراہ مسلسل تین دن پیدل سفر کیا۔ نہ صرف اس سہ روزہ اجتماع میں شرکت کی بلکہ اکابر علماء کے ساتھ ساتھ حضرت مولانا غلام محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ دین پوری کی زیارت سے شرف یابی ہوئی۔ متذکرہ سفر کے دوران نوشہرہ غربی داخل ایسے قصبات (جو کہ علوم صرف کے حوالے سے شہرت رکھتے تھے) دیکھنے کا شرف حاصل ہوا۔

۱۹۳۵ء میں مدرسہ عربیہ ڈیرہ غازی خان میں داخلہ لیا۔ مدرسہ ہذا کے صدر مدرس حضرت مولانا غلام صدیق رحمۃ اللہ علیہ فاضل دارالعلوم دیوبند تھے۔ اور ان کے شاگرد مولانا غلام محمد صاحب (حاجی پور) مسجد پیارے والی میں تدریسی فرائض سرانجام دیتے تھے۔ استاذ العلماء و شیخ الحدیث

حضرت مولانا محمد عبدالقادر صاحب قاسمیؒ نے اکثر و بیشتر اسباق حضرت مولانا غلام محمد صاحبؒ سے پڑھے۔ جب کہ حضرت مولانا غلام صدیق صاحبؒ جو کہ مسجد اخوند والی میں خطیب تھے اور اسی مسجد میں ہی مدرس تھے۔ ان سے ہدایتہ الخو پڑھی۔ حضرت قاسمی صاحب کی رہائش بھی اسی مسجد میں تھی۔ اسی مسجد اخوند والی میں حضرت مولانا خواجہ غلام حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ گئے سواگ (جن کے ہاتھ پر چھ ہزار غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا) کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور حضرت گئے سواگ نے حضرت قاسمی صاحب کو تکمیل علم کی دعا دی۔ بعد ازاں وہاں سے جامعہ عباسیہ بہاول پور میں داخلہ لیا۔ حضرت مولانا غلام محمد صاحب گھوٹوی صدر مدرس تھے۔ حضرت کے صاحبزادے مولانا عبدالحمید مرحوم ثالثہ عالم رابعہ عالم اور اولیٰ فاضل کی ڈگری کے حامل تھے۔ حضرت قاسمی صاحب کے کلاس فیلو تھے۔

۱۹۳۶ء میں مدرسہ نعمانیہ ملتان میں داخلہ لیا۔ حضرت مولانا خان محمد صاحب صدر مدرس تھے۔ یہاں پر قطبی، ہدایہ اولین، جلالین کا درس حاصل کیا۔ اس دور میں سالانہ امتحان کے پرچہ جات کی جانچ پڑتال (جید علمائے کرام کی زیر نگرانی) اجمیر شریف میں ہوتی تھی۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبدالقادر قاسمی نور اللہ مرقدہ نے جہاں ان کتب رقبی، ہدایہ اولین، جلالین وغیرہ میں اول پوزیشن حاصل کی۔ وہاں نقد رقم (چار روپے) کی صورت میں انعام بھی ملا۔ اسی انعامی رقم سے دیوبند ضلع سہارنپور کا سفر کیا۔ ایشیا رکی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی دارالعلوم دیوبند میں ۱۹۳۹ء میں داخلہ لیا۔ جلالین، مخقر المعانی، سلم العلوم، مقامات حریری و دیگر مختلف فنون پر مشتمل کتب کا آغاز کیا۔ حضرت قاسمی صاحب نے تقریباً تین سال کا عرصہ دارالعلوم دیوبند میں اکابر علمائے کرام کے زیر سایہ علمی و سیاسی تربیت حاصل کی۔ ۱۹۴۱ء بمطابق ۱۳۶۰ھ میں دورہ حدیث کا امتحان پاس کیا۔ واضح رہے کہ دینی مدارس میں صحاح ستہ کی کتب احادیث (صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابوداؤد، سنن نسائی اور ابن ماجہ) کی تعلیم کو دورہ حدیث کہا جاتا ہے۔

صحاح ستہ کی تمام کتب میں (سوائے صحیح مسلم کے) باون باون نمبر حاصل کئے جب کہ کل نمبر پچاس تھے۔ البتہ صحیح مسلم میں اکتالیس نمبر حاصل کئے۔ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے عصلتے خاص کے ساتھ ساتھ اجازت حدیث کی سند خاص بھی عطا کی۔ ظاہری علوم کی تحصیل کے بعد باطنی علوم کی طرف توجہ کرتے ہوئے حضرت قاسمی نے مولانا حسین احمد مدنیؒ



کے ہاتھ پر چاروں سلاسل (چشتیہ - قادریہ - سہروردیہ - نقشبندیہ) میں بیعت کی۔ حضرت قاسمی نے حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے سلسلہ چشتیہ کے دو اسباق سلوک طے کئے۔ جب کہ بعد ازاں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے پاس سلوک کے بقیہ اسباق طے اور مکمل کئے۔

**تبلیغی و علمی خدمات** | دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کرنے کے بعد حضرت مولانا خدابخش

ملتانؒ (جو کہ حضرت شیخ العرب والنجم مولانا حسین احمد مدنیؒ کے خاص مرید اور منظور نظر تھے) کی کوششوں سے مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کے مدرسہ جامعہ محمودیہ سراہاں مسجد حسین آگاہی ملتان۔ اسی اخبار میں ملتان سے بٹالہ - قادیان - امرتسر جانا ہوا۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے خلیفہ مولانا مفتی محمد حسن صاحب سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے ملتان کی بجائے نارودوال ضلع سیالکوٹ میں ایک محلہ کی مسجد میں بطور امام و خطیب تقرر کر دیا۔ لیکن باطل فرقوں (بالخصوص شیعیت) کے خلاف سخت تقاریر کرنے کی وجہ سے برخواست ہونا پڑا۔ وہاں سے دیوبند چلے گئے۔ اور دارالعلوم دیوبند سے اپنی درس نظامی کی سند حاصل کی۔ واپسی پر ریل گاڑی کی جس بوگی میں سوار تھے بالاتفاق اسی بوگی میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ (بانی انجمن خدام الدین لاہور) سوار تھے۔ جو کہ جمعیت علمائے ہند کی مجلس عاملہ کے اجلاس میں شمولیت کے بعد دہلی سے لاہور تشریف لارہے تھے۔ (قاسمی صاحب سے) دریافت کرنے پر حضرت لاہوریؒ نے فرمایا کہ آپ نارودوال ہی میں قیام کریں۔ ساتھ ہی یہ فرمایا کہ "قاسمی صاحب تمہاری تبلیغ سننے اور قبول کرنے کے لئے آسمانی فرشتے نہیں اتریں گے۔ انہی لوگوں میں رہ کر تدریس و تبلیغ کرو۔ ہم تمہاری خبر گیری کرتے رہیں گے۔ چنانچہ شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ کے فرمان و دعا اور برکت سے قاسمی صاحب کو انجمن اسلامیہ نارودوال کے نوجوانوں نے جامع مسجد خراسیان نارودوال میں امام و خطیب اور مدرس مقرر کر دیا۔ واضح باد کہ لکھنؤ (بھارت) کے بعد نارودوال (پاکستان) اہل تشیع کا دوسرا بڑا مرکز ہے۔ یہاں (نارودوال) کی سیاست و تجارت پر اہل تشیع قابض تھے اور یہی چونکہ نارودوال بھارت کی سرحد پر واقع ہے۔ اس لئے ملک دشمن عناصر کی سرگرمیاں (بھارت کے حق میں) سر کرنے کے لئے نارودوال کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ نیز یہ کہ پیر جماعت علی شاہ صاحب علی پوری کا قریبی علاقہ ہونے کے باعث سارا علاقہ رفض و بدعات کا مرکز بن چکا تھا۔ چنانچہ حضرت قاسمی صاحب رفض و بدعات کے خوگر افراد سے علمی و سیاسی میدان میں برسر پیکار رہتے تھے۔ جب کہ

مولانا محمد شفیع صاحب آف سن کھترہ اور مولانا بشیر احمد سپردی معاون خاص تھے۔ مولانا بشیر احمد سپردی نے قاسمی صاحب کو اعزاز کی کلباڑی عنایت کی تھی۔

ناگزیر وجوہات کی بنا پر آپ کو نارودال سے مظفر گڑھ آنا پڑا۔ مظفر گڑھ میں کچھ عرصہ سٹیشنری کی دکان پر کام کرتے رہے (دکان ذاتی تھی) بعد ازاں قاسمی صاحب کے استاذ محترم مولانا غلام حسین صاحب فاضل دیوبند نے لیٹہ میں قاسم العلوم کے نام سے مدرسہ قائم کیا۔ چنانچہ انہوں نے قاسمی صاحب کو تدریس و تبلیغ کے لئے اپنے مدرسہ قاسم العلوم لیٹہ میں روانہ کیا۔ وہاں ۱۳۸۷ھ سے ۱۹۲۶ء تک تدریس و تبلیغی فرائض سرانجام دیئے۔

ملتان میں جمعیت العلماء ہر سال تبلیغی جلسہ منعقد کرتی تھی۔ جس میں ہندوستان کے جید علمائے کرام تشریف لاتے تھے۔ چنانچہ اس موقع پر شیخ العرب والعم حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اور مولانا معظم علی شاہ صاحب ملتان تشریف لاتے۔ مولانا قاسمی صاحب اور مدرسہ نعمانیہ قدیر آباد ملتان کے طلباء رضا کارانہ حیثیت سے علماء کرام کی خدمت پر مقرر تھے۔ اس موقع پر جمعیت العلماء ملتان نے فیصلہ کیا کہ ملتان میں ایک ایسا دینی مدرسہ قائم کیا جائے جو آزاد ہو۔ کسی زمیندار یا خانقاہ یا سہارے دار تاجر یا رٹی کے زیر تسلط و اثر نہ ہو۔

چنانچہ اکتوبر ۱۹۲۶ء میں جمعیت العلماء ملتان کے زیر اہتمام کچہری روڈ پر جمعیت علمائے ہند کی کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ مذکورہ کانفرنس کے انعقاد میں مفتی محمد شفیع ملتانؒ، مولانا خدابخش ملتانؒ، مولانا غلام رسول صاحب ڈیرہ دی نے امتیازی حیثیت سے کام کیا۔ ہندوستان سے تشریف لانے والے علماء کرام کو خاکسار تحریک کے رضا کاروں نے اپنے مخصوص انداز میں سلامی دی۔ جمعیت العلماء ہند کے روح رواں عالم دین حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کی شخصیت مذکورہ کانفرنس میں نمایاں تھی۔ چنانچہ شیخ العرب والعم حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے جمعیت علمائے ہند کانفرنس کے موقع پر مدرسہ قاسم العلوم کچہری روڈ ملتان کی بنیاد رکھی۔ واضح رہے کہ مدرسہ قاسم العلوم کچہری روڈ ملتان کے اولین بانی رکن حافظ محمد رفیع ملتانؒ تھے۔ جنہوں نے اہل محلہ کی طعن و تشنیع اور آج جہاں مدرسہ قائم ہے۔ اس جگہ کے حصول کے لئے عدالتی کارروائی ابتدائی تدریس وغیرہ ایسے مراحل سے گزرنا صرف حافظ محمد رفیع ملتانؒ کا ہی کام تھا۔

مدرسہ قاسم العلوم کے اصل بانی کارکنان۔ حافظ محمد رفیع ملتان، مفتی محمد شفیع ملتان، اور ان کے خاندان کے دیگر حضرات) مولانا خدابخش ملتان، مولانا غلام رسول صاحب ڈیرہ دی۔ مولانا عبد الرشید طاووت، مولانا محمد عبد القادر قاسمی رحیم اللہ تعالیٰ تھے۔ مدرسہ قاسم العلوم کی رسم افتتاح کے بعد حضرت مولانا حسین احمد مدنی نے مولانا محمود اختر صاحب کو مہتمم اور حضرت مولانا عبد القادر قاسمی کو نائب مہتمم مقرر کیا۔ جب کہ مولانا قاسمی صاحب جمعیت العلماء کے ناظم اعلیٰ بھی تھے۔ مولانا محمد عبد القادر قاسمی مدرسہ قاسم العلوم کے بیک وقت مدرس، مبلغ، نائب مہتمم اور سفیر کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ ساتھ ہی جمعیت کے ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے سیاسی پلیٹ فارم پر بھی نمایاں کام کیا۔ مسلک دیوبند کو فروغ دینے کے لئے جمعیت علمائے احناف کے پلیٹ فارم پر امتیازی حیثیت سے تبلیغی و علمی فرائض سرانجام دیئے۔ بعد ازاں سجاد ملی والی گھنٹہ گھر ملتان میں واقع مدرسہ سلیمہ (جس میں مفتی محمد شفیع ملتان مدرس و مفتی تھے) کو مدرسہ قاسم العلوم کچہری روڈ ملتان میں ضم کر دیا گیا۔ اور مفتی محمد شفیع ملتان کو مہتمم بنادیا گیا۔ مولانا محمد عبد القادر قاسمی نائب مہتمم، مدرس مبلغ کی مسند پر بدستور قائم رہے۔

۱۹۵۲ء میں مفتی محمد شفیع ملتان فریضہ حج ادا کرنے کے لئے مکہ مکرمہ چلے گئے۔ تو ان کی مسند تدریس پر بحیثیت مدرس مفتی محمود صاحب (جو کہ عیسیٰ خیل کے ایک دینی مدرسہ میں تدریسی فرائض سرانجام دیتے تھے) کو ڈیرہ اسماعیل خان سے لایا گیا۔ اس وقت مدرسہ قاسم العلوم کو قائم ہوتے سات برس گزر چکے تھے۔ مولانا محمد عبد القادر قاسمی صاحب نے پچاس سال پڑھایا۔ مدرسہ قاسم العلوم کچہری روڈ ملتان میں تقریباً پینتیس سال تک تدریسی و تبلیغی خدمات سرانجام دیں۔ بقیہ پندرہ برس جامعہ خیر المدارس ملتان، مدرسہ حرث الآخرہ ملتان، سراج العلوم کبیرہ والہ ملتان، مدرسہ تعلیم القرآن میلسی (ملتان) مخزن العلوم خان پور (ضلع رحیم یار خان) اشرف المدارس فیصل آباد جامعہ مدنیہ لاہور۔ ایسے بلند پایہ مدارس میں تبلیغی و علمی خدمات سرانجام دیں۔

**سیاسی خدمات** | چونکہ پاکستان میں دینی بنیاد پر اہل اسلام کا سیاسی پلیٹ فارم

جمعیت علماء اسلام کی صورت میں موجود تھا۔ جس پر علمائے کرام مسلمانان پاکستان کو نہ صرف حکمران طبقہ کی غلط پالیسیوں پر تنقید و تنبیہ کرتے تھے بلکہ سیاست کے حوالے سے اسلام کے اصلی چہرے

سے روشناس بھی کرتے تھے۔ چنانچہ پاکستان کی سیاست میں مولانا عبدالقادر قاسمی کا نمایاں اور اہم کردار رہا ہے۔ مولانا عبدالقادر قاسمی نے جمیعت علمائے اسلام کے جنرل سیکرٹری کی حیثیت سے ملکی سطح پر نمایاں طور پر سیاسی خدمات سرانجام دیں۔ ملتان کی سیاست میں مولانا عبدالقادر قاسمی اپنے وقت میں ایک قدآور ممتاز شخصیت تھے۔ یہ مولانا عبدالقادر قاسمی ہی تھے جنہوں نے مفتی محمود صاحب کو مختلف سیاسی موضوعات پر اردو میں تقاریر لکھ کر اور یاد کر کے پبلک سٹیج پر متعارف کرایا تھا۔

۱۹۴۱ء سے ۱۹۴۶ء تک پاکستان کے مختلف علاقوں میں علمی و سیاسی خدمات، جمیعت العلماء اور جمیعت علمائے احناف اور جمیعت علمائے ہند کے پلیٹ فارم پر (مشرکہ طور پر) پیش کیں۔ ۱۹۴۶ء میں مدرسہ قاسم العلوم کچہری روڈ ملتان کے قیام کے بعد تادم حیات ملتان ڈویژن کی سطح پر جمیعت علماء اسلام کے پلیٹ فارم پر نمایاں حیثیت سے سیاسی خدمات سرانجام دیں۔ اہل فتنہ بریلویت کی سرکوبی کے لئے خاص طور پر جمیعت علمائے احناف کے اسٹیج پر کام کیا۔ جب کہ جمیعت علمائے اسلام کے سیاسی پلیٹ فارم کے ساتھ ساتھ ۱۹۵۳ء کی ستمبر تک ختم ہوتے میں بھرپور حصہ لیا۔ جس کی پاداش میں تین ماہ کے لئے ڈسٹرکٹ جیل ملتان میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں۔ اسی جیل میں شیخ الغنیہ حضرت مولانا احمد علی لاہوری بھی قید تھے۔ انہیں زہر دیا گیا۔ حضرت لاہوریؒ کو زہر دینے کے حوالے سپرنٹنڈنٹ جیل انکاری تھا۔ حضرت مولانا محمد عبدالقادر صاحب قاسمی ددیگر احباب نے جیل میں مظاہرہ کرتے ہوئے پر زور مطالبہ کیا کہ شیخ الغنیہ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کو ہمارے سامنے لایا جائے۔ تاکہ ہمیں ملکی طور پر یقین ہو جائے۔ چنانچہ ان کا مطالبہ تسلیم کر کے حضرت لاہوریؒ رحمۃ اللہ علیہ کو سامنے لایا گیا جس سے معلوم ہوا کہ وہ (حضرت لاہوریؒ) رو بصحت ہیں۔ جب کہ قبل ازیں استاذ العلماء و شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبدالقادر قاسمیؒ کو فتنہ بریلویت پر کارسی ضرب لگانے کی پاداش میں متعدد بار جیل جانا پڑا۔ واضح ہے کہ اس وقت ڈاکٹر خان کا عہد وزارت تھا۔ اس دور میں ڈسٹرکٹ جیل کا سپرنٹنڈنٹ خوش مزاج آدمی تھا۔ وہ از روئے مزاح و طنز کہتا رہتا تھا کہ دیوبندی نہرو کے اور بریلوی چرچل کے پیر و کاریں۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ اور دیگر علمائے کرام کی کوششوں سے جیل سے رہائی کا پردانہ ملا۔ اسی اشار میں مولانا عبدالقادر قاسمیؒ سمیت تمام گرفتار شدگان علماء نے جیل سے رہا ہونے سے انکار کر دیا تا و تک کہ مولانا احمد سعید کاظمیؒ جیل میں تشریف نہ لائیں۔ چنانچہ مولانا احمد سعید کاظمیؒ وفد کے ہمراہ جیل میں تشریف

لائے۔ مولانا قاسمی و دیگر گرفتار شدگان علمائے کرام نے کاظمی صاحب کو جیل کی سیر کرائی اور جلوس کی شکل میں جیل سے تھانہ کُپ پہنچے۔ مارشل لا رجحام کے خلاف سخت تقریر کرنے کی وجہ سے مارشل لا رجحام نے مولانا محمد عبدالقادر قاسمی کی گرفتاری کے لئے مختلف مقامات پر چھاپے مارے۔ لیکن گرفتار نہ کر سکے۔ بعد ازاں اجاب کے مشورے سے غوث صاحب ضلع سرگودھا میں از خود (مولانا قاسمی نے) گرفتاری پیش کر دی چنانچہ مقدمہ کی سماعت کے لئے فوج کا ایک ٹریبونل بھیجا۔ اس ٹریبونل میں ایک مجسٹریٹ بھی شامل تھا۔ جمعہ کے دن مقدمہ کی سماعت ہوئی۔ اور انہوں نے مولانا محمد عبدالقادر قاسمی کو بری کر دیا۔ واضح رہے اسی مقدمے کے فیصلہ سے قبل جناب شیخ محمد یعقوب صاحب مولانا مفتی محمود صاحب کے فرستادہ کی حیثیت سے جیل میں ملاقات کرنے کے لئے آتے تھے۔ دریں اثناء صدر محمد ایوب خان نے سرکاری ملازمین کی ترقی کے لئے ان کی نس بندی کا آرڈر جاری کیا۔ جس پر مولانا محمد عبدالقادر قاسمی نے اپنی ایک تقریر میں کہا۔ کہ پہلے نس بندی صدر ایوب خان کی ہونی چاہیے کیونکہ بقول مولانا غلام غوث ہزاروی ایوب خان بین الاقوامی سائنڈھ ہے۔ میں تو (مولانا قاسمی) کہوں گا۔ کہ کسی ملک کا بادشاہ یا وزیر اپنے ساتھ ہیں، بیٹی، بیوی اپنے ساتھ نہ لائے۔ کیونکہ انٹرنیشنل سائنڈھ (ایوب خان) سے خطرہ ہے۔ چنانچہ شہنشاہ ایران کی بیگم فرح پہلوی جب کراچی کے دورے پر آئی۔ تو (بین الاقوامی سائنڈھ سے ملاقات کے نتیجے میں) اس کا پاؤں بھاری ہو گیا۔ اسی جرم (بے باکی) میں ڈیڑھ ماہ جیل میں قید رہنا پڑا۔

۱۹۶۸ء میں احمد پور شرقیہ میں مولانا قاسمی نے دوران تقریر کہا کہ ہمارے ملک میں زنا کی دو قسمیں ہیں۔ جو طوائف لائسنس یافتہ ہو اور اپنی کھائی میں سے حکومت کو حصہ دے دے۔ تو وہ (طوائف) سرکاری زنا کرنے کے لئے چکے میں بیٹھ سکتی ہے۔ البتہ بغیر لائسنس کے غیر سرکاری زنا کرنا جرم ہو گا۔ چنانچہ مشرقی پاکستان میں بتیس ہزار لائسنس یافتہ طوائفیں سرکاری زنا کرنے کے اپنی کھائی کا حصہ حکومت کو ادا کرتی تھیں۔ اتنی ہی تعداد (طوائفیں) مغربی پاکستان میں پائی جاتی تھیں۔ اگر وہ صبح دشام ایک ایک سرکاری زنا کر میں تو ان کا ثواب (طنزیہ) خواجہ ناظم الدین سے لے کر فیروز خان نوٹ تک جتنے وزراء اعظم گزر چکے ہیں ان کی اراج کو پہنچتا رہے گا۔ اگر یہ لوگ چاہتے تو زنا بند کر سکتے تھے۔ لیکن انہوں نے زنا کاری کو فروغ دیا ہے۔ کراچی پولیس کی رپورٹ کے مطابق

پولیس روزانہ گندی نالیوں سے ڈیڑھ سو حرامی بچے اٹھاتی تھی۔ اللہ آباد (بھارت) کی عدالت نے دونوں قسم کے (سرکاری وغیرہ سرکاری) زنا پر پابندی لگا دی۔ لیکن فیروز خان نون نے (سرکاری) زنا کی اجازت دے دی۔ بقول مولانا غلام غوث ہزارویؒ نون والقلم وما یسطرون الذی یتبدل فی الکوت والپستلون (یہاں نون سے مراد فیروز خان نون ہے) چنانچہ مولانا قاسمیؒ گرفتار ہوئے۔ ڈیڑھ غازی خان جیل میں بی کلاس میں ڈیڑھ ماہ قید رہے۔ جب کہ بہادر پور جیل میں دو ماہ تک نظر بند رہے۔ مولانا قاسمیؒ نے ۱۹۶۲ء میں بی۔ ڈی الیکشن میں ملتان سے حصہ لیا۔ بھاری اکثریت سے کامیاب ہو کر بی۔ ڈی ممبر منتخب ہوئے۔ (جب کہ ایک مرتبہ مولانا محمود اختر صاحب بھی کونسلر شپ میں الیکشن جیت کر ممبر منتخب ہوئے تھے)۔ کوٹ ادو اور لیہ میں صوبائی اسمبلی کا الیکشن لڑا۔ ان (مولانا عبدالقادر قاسمیؒ) کے مقابلے میں بہرام خان اور محمد حسین جھکڑ جیسے جاگیردار تھے۔ کامیابی ناممکن تھی۔ لیکن پولیس والے یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ تقریروں کے اعتبار سے مولوی صاحب (مولانا عبدالقادر قاسمیؒ) کی کامیابی یقینی ہے۔ خواہ تم لوگ ووٹ دیا نہ دو۔ چنانچہ مولانا عبدالقادر قاسمیؒ کوٹ ادو اور لیہ سے صوبائی اسمبلی کا الیکشن نہ جیت سکے۔

جمعیت علمائے اسلام کے ہر جلسہ میں مولانا احمد علی لاہوریؒ اپنی تقریر سے پہلے تقریباً آدھا گھنٹہ استاذ العلماء مولانا محمد عبدالقادر قاسمیؒ کو جمعیت کی پالیسی اور حکومت کی پالیسی بیان کرنے کا موقع دیتے تھے۔ اور مولانا قاسمیؒ صاحب کی تقریر کے بعد فرمایا کرتے تھے۔ کہ اس فقیر (مولانا قاسمیؒ) نے حکومت کے خلاف جو کچھ کہلے۔ میں (احمد علی لاہوریؒ) اس کی حرف بحرف تائید کرتا ہوں۔ میرے پور خاص میں علمائے کرام کی ایک میٹنگ ہوئی۔ جس میں مولانا محمد عبدالقادر قاسمیؒ نے اپنی تقریریں کہا۔ کہ مودودی حضرات کہتے ہیں۔ کہ علماء کی ایک آنکھ ہے۔ دنیا کی آنکھ نہیں ہے۔ ہم (مودودی حضرات) دونوں آنکھیں رکھتے ہیں۔ (اس پر مولانا قاسمیؒ نے کہا کہ) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے لے کر حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ تک تاریخ بیان کر کے حاضرین کو بتایا۔ کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اسلام کی پامالی پر احمد شاہ ابدالی کو بلا کر نظام اسلام کے نفاذ پر آمادہ کیا۔ مرہٹوں نے اذانیں بند کرادی تھیں۔ مسجدوں میں داخل نہیں ہونے دیتے تھے۔ اس پر پانی پت میں مرہٹوں سے دوبارہ لڑائی ہوئی۔ یہ علماء کی دوسری آنکھ ہے۔ شیخ الغفر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ نے ایک موقع پر ملتان سے لاہور آنے کی دعوت دیتے

ہوئے فرمایا۔ کہ تدریس بھی دین کی خدمت ہے۔ لیکن اسلامی قانون نافذ کرنے کے لئے کوشش کرنا بھی اہم فریضہ ہے۔ چنانچہ ان کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے مولانا قاسمی لاہور چلے گئے۔ اور حضرت لاہوری نے اپنے خصوصی کمرے میں رہائش دے کر بہت بڑا اعزاز بخشا۔ صبح ناشتے کے بعد جمیعت العلماء اسلام کے دفتر (شاہ غوث محمیریوں دہلی دروازہ لاہور) بھیج دیا کرتے تھے۔ ہفتہ میں دو دن (منگل اور بدھ) خدام الدین میں مضامین لکھنے پر مامور کیا ہوا تھا۔ بعد ازاں مرکز میں جمیعت کا ناظم مقرر کر دیا۔ سول نافرمانی۔ بھٹو استعفیٰ دو۔ معتمدہ جمہوری محاذ اور قومی اتحاد کی تحریکوں میں قافلے کے ایک مسافر کی حیثیت سے حصہ لیا۔ یوں استاذ العلماء و شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبدالقادر قاسمی صاحب کا سیاسی سفر ختم ہو گیا۔

**اساتذہ کرام** | استاذ العلماء حضرت مولانا محمد عبدالقادر قاسمی نے دنیوی تعلیم ڈل تک حاصل کی تھی۔ جب کہ دس سال کے عرصہ میں مختلف اساتذہ کرام سے دینی علوم حاصل کئے۔ جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبدالقادر قاسمی نے دینی علوم پر مشتمل اکثر کتب حضرت مولانا غلام محمد صاحب (جو کہ مسجد پیارے والی ڈی جی خان میں مدرس تھے) سے پڑھیں۔ بعد ازاں دوسری کتب دیگر اساتذہ سے پڑھیں۔

- ۲۔ حضرت مولانا خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فاضل دیوبند \_\_\_\_\_ (ہدایہ اولین)
- ۳۔ حضرت مولانا عطاء محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فاضل دیوبند \_\_\_\_\_ (قطبی)
- ۴۔ حضرت مولانا غلام حسین صاحب مظفر گڑھی رحمۃ اللہ علیہ فاضل دیوبند \_\_\_\_\_ (جلالین)
- ۵۔ حضرت مولانا غلام محمد صاحب گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ \_\_\_\_\_ (شرح تہذیب)

**دارالعلوم دیوبند میں جن اساتذہ کرام سے اسباق پڑھے۔ ان کے اسمائے گرامی**

- ۶۔ حضرت مولانا عبدالسمیع صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ \_\_\_\_\_ (مختصر المعانی۔ سلم العلوم)
- ۷۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی (کراچی) رحمۃ اللہ علیہ \_\_\_\_\_ (مقامات حریری)
- ۸۔ حضرت مولانا عبدالجلیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ \_\_\_\_\_ (جلالین)
- ۹۔ حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ \_\_\_\_\_ (دورۃ تفسیر)
- ۱۰۔ شیخ الادب والفقہ حضرت مولانا اعجاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ \_\_\_\_\_ (ہدایہ اخیرین۔ مقبلی۔ حماسہ۔ ابوداؤد)



۱۱- شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ (بنجاری - ترمذی)

۱۲- حضرت علامہ مولانا محمد ابراہیم بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ (مسلم شریف)

جن اساتذہ کرام سے باطنی علوم حاصل کیا۔ ان کے اسمائے گرامی

۱۳- خواجہ غلام حسین گرے سواگ رحمۃ اللہ علیہ (ان کے ہاتھ پر چھ ہزار غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا تھا)

۱۴- شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (چاروں سلسلوں کے سلوک طے کئے)

۱۵- شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ (سلسلہ چشتیہ کے دو

اسباق سلوک طے کئے)

**تلامذہ** | دیے تو استاذ العلماء حضرت مولانا محمد عبدالقادر قاسمی کے شاگردان گرامی دنیائے

ہر خط میں کہیں نہ کہیں علم کی شمع روشنی کئے ہوئے ہیں۔ لیکن ان میں مشاہیر تلامذہ کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

۱- حضرت مولانا محمد موسیٰ خان ردحانی باری (جن کا حال ہی میں جامعہ اشرفیہ لاہور میں انتقال پمٹال ہوا)

۲- حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب (رد جہان) اسلام آباد (جنہیں حال ہی میں لال مسجد اسلام آباد میں شہید کر دیا گیا)

۳- حضرت مولانا محمد جہان صاحب (مدرسہ مطلع العلوم کوٹہ)

۴- حضرت مولانا حبیب الرحمن ڈیرہ دی (امیر تبلیغی جماعت)

۵- حضرت مولانا مفتی محمد انور شاہ صاحب (سابق ناظم وفاق المدارس العربیہ پاکستان)

۶- حضرت مولانا محمد اکبر صاحب (شیخ الحدیث جامعہ قاسم العلوم ملتان)

۷- حضرت مولانا عبد البر محمد قاسم صاحب (مہتمم جامعہ قاسم العلوم ملتان)

۸- حضرت مولانا عبد القادر آزاد صاحب (سابق خطیب شاہی مسجد لاہور)

۹- حضرت مولانا ضیاء القاسمی صاحب (فیصل آباد)

۱۰- حضرت مولانا قاری محمد حنیف ملتان (نابینا) (ملتان)

۱۱- حضرت مولانا مفتی منظور احمد تونسوی (مفتی جامعہ قاسم العلوم ملتان)

۱۲- حضرت مولانا مفتی عبد القادر صاحب (جامعہ عبیدیہ قدیر آباد ملتان)

۱۳- حضرت مولانا مفتی عبد القوی صاحب (جامعہ عبیدیہ قدیر آباد ملتان)

۱۴- حضرت مولانا عبد الرحمن فخر صاحب

(وزیر بلوچستان)

۱۵۔ حضرت مولانا نیازا احمد صاحب

(استاذ حدیث)

۱۶۔ حضرت مولانا محمد حسین صاحب

تالیفات و تصانیف

۱۔ بریلوی مذہب

۲۔ قندنامہ ترجمہ پندنامہ

۳۔ تقریر ترمذی (اس کی مقبولیت کا عالم یہ ہے کہ اسے ہندوستان و بنگلہ دیش کے ملکیتوں نے بھی شائع کیا ہے)

۴۔ قرآنی جواہر پارے (علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی نایاب اور غیر مطبوعہ نسخہ کی تحریر)

۵۔ مکثیر نسل بجواب تحدید نسل (بعد میں اس کا نام تبدیل کیا گیا۔ یعنی نسل بڑھاد۔ رکھا گیا۔

۶۔ تشریحات بخاری (اس کتاب میں حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا محمد زکریا صاحب

اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے افادات کو یکجا کر دیا گیا ہے۔ نیز ایہ کہ اس کی تالیف

۱۹۸۵ء میں شروع ہوئی۔ اس کی پانچ ضخیم جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ چھٹی جلد آپ کے ہاتھوں

میں ہے۔ جب کہ مزید تین جلدوں کا شائع ہونا ابھی باقی ہے)

وفات

استاذ العلماء و شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبد القادر قاسمی رحمۃ اللہ علیہ

۱۳ ربیع الاول ۱۴۱۸ھ بمطابق ۸ جولائی ۱۹۹۸ء بروز بدھ بوقت ساڑھے بارہ بجے دوپہر نشتر ہسپتال

ملتان میں داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

نوٹ

استاذ العلماء و شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبد القادر قاسمیؒ نے اپنے حالات زندگی

خود اپنے مایہ ناز شاگرد قاری عبد الرحمن ہوشیار پوری (نریڈ بلاک نیو ملتان) کو قلمبند

کرائے تھے۔ جنہیں ان کے فرزند محمد ابو بکر قاسمی نے مرتب کیا جو کہ نذر قارئین ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## سولکھواں پارہ

### کتاب المغازی

#### بَابُ غَزْوَةِ الْعُسَيْرَةِ أَوِ الْعُسَيْرَةِ وَقَالَ ابْنُ إِسْحَقَ

أَوَّلُ مَا غَزَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَبْوَاءَ ثُمَّ بَوَاطُ ثُمَّ الْعُسَيْرَةَ .

ترجمہ: غزوہ عسیرہ یا عسیرہ ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ پہلی لڑائی جس میں آپ نے شمولیت فرمائی

وہ ابواء ثم بواط پھر عسیرہ ہے۔

حدیث نمبر ۳۵۵۸ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ كُنْتُ

إِلَى جَنْبِ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ فَقِيلَ لَهُ كَمْ غَزَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ

غَزْوَةٍ قَالَ تِسْعَ عَشْرَةٍ قِيلَ كَمْ غَنِمْتَ أَنْتَ مَعَهُ قَالَ سَبْعَ عَشْرَةٍ قُلْتُ

فَأَيُّهُمُ كَانَتْ أَوَّلَ قَالَ الْعُسَيْرَةُ أَوِ الْعُسَيْرَةُ فَذَكَرْتُ لِقَتَادَةَ فَقَالَ

الْعُسَيْرَةُ .

ترجمہ: ابواسحاق سے مروی ہے کہ میں حضرت زید بن ارقم کے پہلو میں بیٹھا تھا کہ ان سے

پوچھا گیا جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی لڑائیوں میں شمولیت فرمائی۔ کہا انیس میں۔

پھر ان سے پوچھا گیا کہ آپ کے ہمراہ تم نے کتنی لڑائیوں میں حصہ لیا۔ انہوں نے کہا سترہ میں۔

میں نے ان سے پوچھا کہ پہلا غزوہ کون سا تھا۔ انہوں نے کہا عسیرہ یا عسیرہ۔ میں نے حضرت قتادہ

سے ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا عشرۃ ۔

**تشریح از شیخ مدنیؒ** مغازی جمع مغزی کی ہے جو مصدر می ہے اور غزوہ کے معنی میں ہے۔ غزوہ کے معنی قصد کرنا، مغزی ان اسفار کو کہا جاتا ہے۔ جس میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار وغیرہ کے مساکن کا قصد کیا ہو۔ باعتبار اصل کے اس میں محل دشمن معتبر ہے۔ مگر کبھی اس میں اتساع کرتے ہوئے مطلق کسی محل یا کسی شخص کی طرف قصد کرنے کو کہا جانے لگا۔ یہاں اسفار کا ذکر ہے۔ جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قصد کیا ہو۔ خواہ وہ دشمنوں کے مواضع ہوں یا کسی اور کے۔ چنانچہ ان میں حجۃ الوداع کا ذکر بھی آگیا ہے۔ ایسے غزوہ اُحد جو دشمنوں کا وطن نہیں تھا۔ مگر ان کے حلول اور نزول کی جگہ تھی۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر جب چالیس برس کی ہوئی۔ تو آپ کو نبوت سے نوازا گیا۔ اس کے عرصہ تین سال کے بعد حکم ہوتا ہے وانذر عشیرتک الاقربین آپ تبلیغ کرتے ہیں جو لوگوں کے مسموعات کے بالکل خلاف تھی۔ چنانچہ وہ ہذا شیئی عجاب سے تعبیر کرتے ہیں۔ وہ مشارالیه توحید ہے۔ آلہ باطلہ کی بے بی بیان فرمائی۔ تو اس وقت سے مخالفت شروع ہو گئی۔ آپ دلائل وغیرہ سے ان کا مقابلہ کرتے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اُسی سے زائد آیات ہیں کہ جن میں حکم ہے کہ آپ نے حکمت کے ذریعہ لوگوں کو توحید کی دعوت دی۔ تیرہ برس تک آپ عدم تشدد کی پالیسی اختیار کئے ہیں۔ اور لوگوں کی تکالیف اور مصائب کو برداشت کرتے رہے۔ اور ایسے ہی سال بھر تک مدینہ منورہ میں عدم تشدد پر عمل ہوتا رہا۔ اور ایسی تکالیف برداشت کیں۔ جن کی نظیر انبیاء سابقین میں نہیں ملتی۔ وجہ یہ ہے کہ بسا اوقات بظاہر تکلیف کم معلوم ہوتی ہے۔ لیکن دل پر اثر کا گہرا اثر پڑتا ہے۔ بالخصوص ذوی القربی کی ایذا رسانی بہت ہی شاق گزرتی ہے۔ بیٹے کے ناشائستہ الفاظ کہنے سے باپ کے دل پر اتنا اثر پڑتا ہے کہ اجنبی کی مار پیٹ سے محسوس نہیں ہوتا۔ اسی طرح آپ کے قلب اطہر میں مخلوقات کی محبت پھر قریش کی محبت اور اس سے زیادہ اقربا کی محبت تھی۔ وجہ یہ ہے کہ تربیت کا دار و مدار محبت پر ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ کافۃ الناس الخلق کی طرف مبعوث ہیں۔ خواہ انسان ہوں یا جنات یا کوئی اور مخلوق اس لئے سب کے لئے رحمت آپ کے قلب میں ڈالی گئی۔ بنا بریں ان کی ایذا رسانی سے آپ کو

زیادہ تکلیف ہوتی۔ صدہ پر صدہ کی وجہ سے باری تعالیٰ نے طرح طرح سے تسلی دی۔ صبر کی تلقین فرمائی۔ بہر حال چودہ سال تک صبر و تحمل کے مامور رہے۔ اس کا ایک فائدہ یہ بھی تھا کہ کہ جب آدمی میں صبر و تحمل کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ تو وہ کافی شجاعت کا مالک بن جاتا ہے گوئے اگرچہ قوی الجثہ ہوتے ہیں۔ لیکن ان کے قلوب کمزور ہوتے ہیں۔ میدان میں عمل نہیں کر سکتے اس لئے قوت قلب کے لئے انہیں شراب پلائی جاتی ہے۔ تلوار سے ہمیشہ مسلمان ہی لڑا کرتے تھے چونکہ انگریزوں میں یہ قوت راسخ نہ تھی۔ بنا بریں وہ گولہ بارود سے کام لینے لگے۔

الحاصل مسلمانوں کے جس قدر حملے ہوئے ہیں۔ سوائے حنین کے باقی سب میں مسلمانوں کی تعداد کم تھی۔ اور جو لڑائیاں غیر عرب سے لڑی گئی ہیں ان میں دشمن دگنے تگنے ہوتے تھے۔ یہ تحمل کی عادت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈالی ہے۔ اس کی بہت سی حکمتیں ہیں۔ ایک تو جو اس کا برقرار رہنا ہے۔ جو کہ شجاعت کا باعث بنتا ہے۔ چاہئے تھا کہ صبر و تحمل پر دشمن غور کرتا اپنے آپ کو سمجھاتا اور ایذا رسانی سے باز آ جاتا۔ مگر انہوں نے انصاف سے کام نہ لیا۔ ایذا رسانی کے درپے رہے۔ آپ کے متبعین کی تعداد بڑھتی گئی۔ چنانچہ جب مدینہ کے اوسٹ غزوہ سے آپ کا تعلق قائم ہوا ہے۔ تو کفار قریش کو فکر پڑ گئی میٹنگوں میں آپ کے قتل کی سازشیں کرتے رہے۔ اگرچہ بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب کے کچھ لوگ آپ پر ایمان نہ لائے تھے۔ پھر بھی وہ آپ کی امداد کرنے سے دستکش نہ ہوئے۔ جس پر قریش مکہ کو غصہ آیا۔ انہوں نے بنو ہاشم سے ترک موالات کر دی۔ کہ جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے سپرد نہیں کر دے گے تمہارے ساتھ قطع تعلق (بائییکاٹ) رہے گا۔ آخر آپ ان کی جھاؤں سے تنگ آ کر مدینہ پہنچے۔ یہاں بھی یارانِ طریقت نے پیچھا نہ چھوڑا۔ اگرچہ بظاہر دشمنی کی اور کوئی وجہ نہیں تھی۔ سوائے اس کے آپ لوگوں کو توحید کی دعوت دیتے تھے۔ لیکن مکہ میں میٹنگ ہوتی ہے۔ جس میں اہل مدینہ کو خط لکھنا تجویز ہوتا ہے۔ کہ جب تک تم لوگ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے سپرد نہیں کر دے گے ہم تمہیں اپنا دشمن سمجھتے رہیں گے۔ تمام عرب میں قریش مکہ پر زائد شمار ہوتے تھے۔ بہادری۔ شجاعت۔ فصاحت و بلاغت میں بے نظیر تھے۔ مناسک حج ادا کرنے کے لئے لوگ ان کے پاس آتے تھے۔ اس لئے تمام عرب ان سے ڈرتا تھا۔ جب ان کا خط

مدینہ والوں کے یہاں پہنچا۔ تو مدینہ میں جو لوگ مسلمان تھے۔ وہ تو کہنے لگے کہ جب تک ہمارے بدن میں جان ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بال بیکا نہیں ہونے دیں گے اور غیر مسلموں کی رائے تھی کہ آپ کو واپس کر دیا جائے۔ لیکن اوس و خزرج کے شتر آدمی جو بیعتہ العقبہ کر آئے تھے وہ قریش کی دھمکی سے مرعوب نہ ہوئے۔ جس پر قبیلہ میں جنگ و جدل شروع ہو گیا۔ لوگ تلواریں نکال کر کھڑے ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی۔ تو ان کو نصیحت فرمائی کہ کیا تم اپنے ہاتھوں سے اپنے بھائیوں کو قتل کرنا چاہتے ہو۔ بالآخر جنگ نہ ہوئی۔ قریش کو عدم سپردگی کا خط لکھ دیا گیا۔ جس پر قریش کی میٹنگ ہوتی ہے۔ چندہ جمع کیا جاتا ہے اور سامان حرب شام سے منگایا جاتا ہے۔ اس وقت جہاد کی پہلی آیت نازل ہوتی ہے۔ اِذْ نَالِ الْاُذُنَ يُقَاتِلُوْنَ بِاَنْفُسِهِمْ ظِلْمُوْا الْاٰیۃ۔ یہ جنگ و قتال کا پہلا حکم ہے جو ہجرت کے ایک سال بعد ماہ صفر میں جہاد فرض ہوتا ہے۔ جس کے بعد آپ جہاد کے لئے نکلتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے ڈاکہ زنی نہیں کی۔ اور نہ ہی ابتداً تشدد کیا۔ چودہ سال صبر و تحمل کے ساتھ گزارنے کے بعد بمصداق تنگ آمد جنگ آمد تلوار اٹھائی ہے۔ جب کہ کوئی چارہ کار نہ رہا۔ کیا ایسا دشمن جو سامان جنگ مہیا کر کے جنگ کرنے کے لئے آمادہ ہو چکا ہے۔ ایسے دشمن کو نہ روکا جائے۔ آج تو دُول متحاربہ کے سامان جنگ کو روکنا ضروریات جنگ میں سے شمار کیا جاتا ہے۔ بہر حال آپ نے چار مرتبہ ان کا قصد کیا۔ ماہ صفر میں۔ ماہ ربیع الاول میں۔ جمادی الاول میں۔ اور رمضان المبارک میں۔ نو برس میں اڑسٹھ غزوات واقع ہوئے ہیں۔ ان میں سے بعض روایات کے مطابق چوبیس<sup>۱</sup> اور بعض کے مطابق ستائیس<sup>۲</sup> یا اٹھائیس<sup>۳</sup> غزوات ہیں جن میں آپ بنفس نفیس شامل ہوئے ہیں اور باقی سرایا ہیں۔ ان ستائیس<sup>۲</sup> اور اٹھائیس<sup>۳</sup> میں سے نو غزوات ایسے ہیں جن میں قتل و قتال کی نوبت آئی۔ اور ان میں طرفین کے مقتولین کی تعداد دس ہزار تک نہیں پہنچی۔ آج تہذیب و تمدن کے دعویدار ایک گھنٹے میں کئی لاکھ جانیں برباد کر رہے ہیں۔ بایں ہمہ اعتراض ہے کہ مذہبی جنون میں لوگوں کو برباد کیا گیا۔ حالانکہ اس نئی تہذیب میں بچے۔ عورتیں غیر محارب وغیرہ سب لوگ مارے جاتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی تہذیب میں یہ باتیں نہیں تھیں۔ بلکہ شدت سے منع کر دیا گیا۔ محض ان جوانوں کو قتل کرنے کا

حکم تھا۔ جو لڑائی میں حصہ لیں یا نقصان پہنچائیں۔ بلکہ کبھی تو قاتل کو بھی چھوڑ دیا جاتا تھا۔ ابوار۔ بواط۔  
 عشرہ یہ تینوں سرایا ایسے ہیں جن میں آپ شامل نہیں ہوئے۔ ابوار صفر میں۔ بواط ربیع الاول میں  
 اور عشرہ جمادی الاول میں اور اس کے بعد رمضان المبارک میں غزوہ بدر واقع ہوا ہے۔  
 روایت باب سے معلوم ہوتا ہے کہ انیس غزوات ہیں۔ جن میں آپ نے شمولیت فرمائی۔ حالانکہ  
 ستائیس یا اٹھائیس غزوات ایسے ہیں جن میں آپ نے شمولیت فرمائی ہے۔ تو حقیقت یہ ہے  
 کہ بعض غزوات ایسے ہیں جو ایک ہی مہینہ میں اور ایک ہی سفر میں واقع ہوئے ہیں۔ جیسے  
 فتح مکہ کے بعد حنین، طائف اور ادطاس واقع ہوئے۔ غزوہ احزاب کے بعد غزوہ بنو قریظہ  
 بعض نے پہلے ایک کہہ دیا۔ غزوہ خندق کے بعد غزوہ بنو قریظہ واقع ہوا تو ان دونوں کو ایک  
 شمار کیا گیا۔ بنو قریظہ نے عہد نامہ کی خلاف ورزی کی تھی۔ قریش سے تعاون کیا تھا۔ آپ  
 غزوہ احزاب سے فراغت کے بعد غسل کا ارادہ فرما رہے تھے۔ کہ جبائیلؑ نے آکر کہا کہ آپ  
 تو ہتھیار اتار کر غسل فرما رہے ہیں۔ اور فرشتوں نے ابھی تک ہتھیار نہیں اتارے۔ جنگ کے لئے  
 چلے۔ آپ نے پوچھا کہاں! فرمایا بنو قریظہ کی طرف کوچ کرنا ہے۔

### تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۵۶۳ غزوہ کی تعریف یہ ہے کہ جہاد کی غرض سے کوچ کیا

جائے۔ خواہ اس میں لڑائی ہو یا نہ ہو۔ اور جس لڑائی میں آپ نے خود شمولیت فرمائی ہو۔ وہ  
 غزوہ کہلاتا ہے۔ اور جس میں تجہیز کی ہو خود نہ گئے ہوں وہ سر یہ ہے۔ سب سے پہلے غزوہ کے بارے  
 میں اختلاف ہے۔ امام بخاریؒ کی رائے یہ ہے کہ وہ غزوہ عشرہ ہے جس کی تائید انہوں نے قنادہ  
 کے قول سے کر دی۔ ابن اسحاق کا بھی ان کے نزدیک وقیع تھا اس لئے اس کو بھی ذکر کر دیا۔  
 کیونکہ امام بخاریؒ کی یہ عادت کہ اختلاف کے وقت وہ غیر معتمد علیہ مقالات کی پرواہ نہیں کرتے۔  
 اس طرح عدد غزوات میں بھی اختلاف ہے۔ دراصل اس اختلاف کا منشاء راویوں کے  
 اعتبارات ہیں۔ بہت سے راوی مدینہ سے شروع ہونے والے ایک سفر کو ایک ہی غزوہ شمار کرتے  
 ہیں۔ اگرچہ اس سفر میں کئی غزوات وقوع پذیر ہو جائیں۔ چنانچہ اس کی رائے کے مطابق فتح  
 طائف۔ حنین اور ادطاس ایک غزوہ ہیں اس میں کچھ حرج نہیں۔ دوسرے راوی کی رائے کے مطابق  
 جس میں لڑائی کی نوبت آئے خواہ وہ تھوڑی دیر کے لئے کیوں نہ ہو تو وہ غزوہ شمار ہوگا۔ نیز اٹھ



لوگوں کے نزدیک عدد کے مفہوم کا اعتبار نہیں ہوتا۔

**تشریح از شیخ زکریا** | امام بخاریؒ غزوہ اور سریرہ میں کوئی فرق نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے کتاب المغازی میں سرایا اور بعوث کا ذکر بھی کیا ہے۔ اس لئے حافظ فرماتے ہیں۔ اس جگہ مغازی سے مراد وہ اسفار ہیں جن میں آپؐ نے کفار کا قصد کیا ہو۔ خواہ بنفس نفیس یا لشکر کے ذریعہ قصد کیا ہو۔ ان کے شہروں میں گئے ہوں یا ان مکانات کا قصد کیا ہو جن پر کفار کا غلبہ تھا۔ جیسے اُحد اور خندق خواہ ان مقامات پر لڑائی ہو یا نہ ہو۔ چنانچہ ان تینوں غزوات میں لڑائی نہیں ہوئی۔ ابن جوزیؒ نے ستائیس غزوات شمار کئے ہیں۔ ان میں سے صرف نو غزوات میں لڑائی ہوئی ہے۔ عام طور پر محدثین اور اہل سیر غزوہ اور سریرہ میں فرق بیان کرتے ہیں۔ اور وہی مشہور و معروف ہے۔ امام بخاریؒ نے کتاب المغازی کی ابتداء غزوۃ العثیرہ سے کی ہے۔ اور اس میں حضرت زید بن ارقم کی روایت کو لائے ہیں۔ لیکن اہل سیر کے نزدیک مشہور وہی ہے۔ جو ابن اسحاق کہہ رہے ہیں کہ عشرہ سے پہلے تین غزوات اور ہو چکے ہیں۔ بارہ صفر کو غزوہ ابوار ہے۔ پھر ربیع الاول میں غزوہ ابواط ہے۔ اور جمادی الاول میں غزوہ عثیرہ ہے۔ اور صاحب مواب نے کہا ہے کہ اول المغازی غزوہ ابوار ہے۔ ابن اسحاقؒ کی تائید سب اہل سیر کرتے ہیں۔ تو پھر زید بن ارقمؓ کے قول کی توجیہ یہ ہوگی کہ زید بن ارقمؓ ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ وہ پہلے مسلمان ہو کر غزوہ عثیرہ میں شریک ہوئے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ چھوٹے چھوٹے غزوات تھے۔ اس لئے صحابہ کرام نے اعظم غزوات کو شمار کیا۔ چھوٹے چھوٹے شمار میں نہیں آئے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ وہ اپنے علم کے مطابق بتلا رہے ہیں۔ پہلے غزوات کا انہیں علم نہیں ہو سکا۔ چنانچہ ان غزوات سے پہلے سرایا بھی واقع ہو چکے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ تشریف لانے سے سات ماہ پہلے سریرہ حمزہ بن عبد المطلب پھر سریرہ عبیدہ بن الحارث شہمی۔ پھر سریرہ سعد بن ابی وقاص ہے۔ پھر غزوہ ابوار ہے۔ بنا بریں میرے نزدیک بہتر توجیہ یہ ہے کہ امام بخاریؒ کی غرض اول المغازی کو بیان کرنا نہیں ہے بلکہ غزوہ عثیرہ کا خاص طور پر ذکر اس لئے کیا۔ کہ وہ غزوہ بدر کے لئے بطور توطیہ اور تہمید کے ہے۔ اس لئے ابن اسحاق کے قول سے اول المغازی کے وہم کو دفع کیا۔ اصل مقصد بدر کبریٰ کے غزوہ کا

ترجمہ: حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان لوگوں کا ذکر کرنا جو بد رکھی لڑائی میں قتل کئے گئے۔

حدیث نمبر ۳۵۵۹ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُمَانَ السَّمْعِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ

عَنْ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ أَنَّهُ قَالَ كَانَ صَدِيقًا لِأُمِّيَّةَ بْنِ خُلَافٍ وَكَانَ أُمِّيَّةُ إِذَا مَرَّ بِالْمَدِينَةِ نَزَلَ عَلَى سَعْدٍ وَكَانَ سَعْدٌ إِذَا مَرَّ بِمَكَّةَ نَزَلَ عَلَى أُمِّيَّةَ فَلَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ انْطَلَقَ سَعْدٌ مُعْتَمِرًا فَنَزَلَ عَلَى أُمِّيَّةَ بِمَكَّةَ فَقَالَ لِأُمِّيَّةَ انْظُرِي لِي سَاعَةَ خُلُوةٍ لَعَلِّي أَنْ أَطُوفَ بِالْبَيْتِ فَخَرَجَ بِهِ قَرِيبًا مِمَّنْ يَصِفُ النَّهَارَ فَلَقِيَ مَا أَبُوجْهَلٍ فَقَالَ يَا أَبَا صَفْوَانَ مَنْ هَذَا

مَعَكَ فَقَالَ هَذَا سَعْدٌ فَقَالَ لَهُ أَبُو جَهْلٍ أَلَا أَرَاكَ تَطُوفُ بِمَكَّةَ أَمِنًا وَقَدْ  
 أَوَيْتُمُ الصُّبَاةَ وَزَعَمْتُمْ أَنَّكُمْ تَنْصُرُونَهُمْ وَتُعِينُونَهُمْ أَمَا وَاللَّهِ لَوْلَا أَنَّكَ  
 مَعَ أَبِي صَفْوَانَ مَارَجَعْتَ إِلَى أَهْلِكَ سَالِمًا فَقَالَ لَهُ سَعْدٌ وَرَفَعَ صَوْتَهُ عَلَيْهِ  
 أَمَا وَاللَّهِ لَئِنْ مَتَّعْتَنِي هَذَا لَا مَنَعَتِكَ مَا هُوَ أَشَدُّ عَلَيْكَ مِنْهُ طَرِيقُكَ عَلَى الْمَدِينَةِ  
 فَقَالَ لَهُ أُمَيَّةٌ لَا تَرْفَعْ صَوْتَكَ يَا سَعْدُ عَلَى أَبِي الْحَكَمِ سَيِّدِ أَهْلِ الْوَادِي فَقَالَ  
 سَعْدٌ دَعْنَا عَنْكَ يَا أُمَيَّةُ فَوَاللَّهِ لَقَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 يَقُولُ إِنَّهُمْ قَاتِلُوكَ قَالَ بِمَكَّةَ قَالَ لَا أَدْرِى فَقَزَعَ لِذَلِكَ أُمَيَّةٌ فَزَعَا  
 شَدِيدًا فَلَمَّا رَجَعَ أُمَيَّةٌ إِلَى أَهْلِهِ قَالَ يَا أُمَّ صَفْوَانَ أَلَمْ تَرَى مَا قَالَ لِي  
 سَعْدٌ قَالَتْ وَمَا قَالَ لَكَ قَالَ زَعَمَ أَنَّ مُحَمَّدًا أَخْبَرَهُمْ أَنَّهُمْ قَاتِلِي  
 فَقُلْتُ لَهُ بِمَكَّةَ قَالَ لَا أَدْرِى فَقَالَ أُمَيَّةٌ وَاللَّهِ لَا أَخْرُجُ مِنْ مَكَّةَ فَلَمَّا  
 كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ اسْتَنْفَرَ أَبُو جَهْلٍ النَّاسَ قَالَ أَدْرِكُوا عِيرَكُمْ فَكِرَهُ  
 أُمَيَّةٌ أَنْ يُخْرِجَ فَاتَاهُ أَبُو جَهْلٍ فَقَالَ يَا أَبَا صَفْوَانَ إِنَّكَ مَتَى مَا يَرَاكَ النَّاسُ  
 قَدْ تَخَلَّفْتَ وَأَنْتَ سَيِّدُ أَهْلِ الْوَادِي تَخَلَّفُوا مَعَكَ فَلَمْ يَزَلْ بِهِ أَبُو جَهْلٍ  
 حَتَّى قَالَ أَمَّا إِذَا غَلَبَتْنِي فَوَاللَّهِ لَا شَتْرَيْنِ أَحْجُودُ بَعِيرٍ بِمَكَّةَ ثُمَّ قَالَ  
 أُمَيَّةٌ يَا أُمَّ صَفْوَانَ جَهْزِيْنِي فَقَالَتْ لَهُ يَا أَبَا صَفْوَانَ وَقَدْ نَسِيتَ مَا قَالَ  
 لَكَ أَخُوكَ الْيَثْرِبِيُّ قَالَ لَا مَا أُرِيدُ أَنْ أَجُوزَ مَعَهُمْ إِلَّا قَرِيبًا فَلَمَّا خَرَجَ  
 أُمَيَّةٌ أَخَذَ لَا يَنْزِلُ مَنْزِلًا إِلَّا أَعْقَلَ بَعِيرَهُ فَلَمْ يَزَلْ بِذَلِكَ حَتَّى قَتَلَهُ  
 اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ بِبَدْرٍ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت سعد بن معاذؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے  
 فرمایا کہ وہ اُمیہ بن خلف کے دوست تھے۔ اُمیہ جب مدینہ سے گزرتا تو وہ حضرت سعدؓ کا ہمان  
 ہوتا اور جب حضرت سعدؓ کا مکہ میں آنا ہوتا تو وہ اُمیہ کے یہاں قیام کرتا جب جناب رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے۔ تو حضرت سعدؓ عمرہ ادا کرنے کے لئے مکہ گئے۔ اور اُمیہ  
 کے ہاں قیام کیا۔ اور اُمیہ سے کہا کہ کوئی غالی وقت دیکھ لو تاکہ میں بیت اللہ کا طواف کر لوں۔

چنانچہ وہ ان کو لے کر دوپہر کے قریب روانہ ہوئے۔ تو دونوں سے ابو جہل کی ملاقات ہو گئی۔ اس نے پوچھا اے ابو صفوان یہ تمہارے ساتھ کون ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت سعدؓ ہیں۔ تو ابو جہل نے کہا۔ کہ میں نہیں دیکھنا چاہتا کہ تم امن کے ساتھ بیت اللہ کا طواف کرو۔ جب کہ دین سے پھر جانے والوں کو تم نے ٹھکانا دیا ہے۔ اور تم یہ بھی کہتے ہو۔ کہ ہم ان کی مدد کریں گے۔ اور ان سے تعاون کریں گے۔ اللہ کی قسم! اگر تم ابو صفوان کے ساتھ نہ ہوتے تو سالم بچ کر اپنے گھر والوں کے پاس نہ پہنچ سکتے تو حضرت سعدؓ نے اپنی آواز کو بلند کرتے ہوئے کہا۔ کہ اگر تو نے ہم کو اس طواف سے روکا تو ہم تم کو اس سے گراں چیز سے روکیں گے۔ وہ تمہارا مدینہ والوں سے گذر کر شام کا راستہ ہے۔ امیہ بولا۔ اے سعد! وادی والوں کے سردار ابوالحکم پر اونچی آواز سے بات نہ کرو۔ حضرت سعدؓ نے فرمایا۔ اے امیہ! چھوڑ دو ہمارے ساتھ باتیں مت بناؤ۔ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ وہ لوگ مدینہ والے تجھے قتل کرنے والے ہیں۔ انہوں نے کہا مکہ میں حضرت سعدؓ بولے یہ میں نہیں جانتا۔ تو اس خبر سے امیہ بہت گھبرایا۔ جب گھر واپس آیا تو اپنی بیوی سے کہنے لگا۔ کہ ام صفوان! تمہیں معلوم نہیں ہے کہ مجھے سعدؓ نے کیا کہا وہ بولی وہ کیا کہہ گئے ہیں۔ بولا وہ کہہ رہا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خبر دی ہے کہ وہ مدینہ والے مجھے قتل کرنے والے ہیں۔ میں نے پوچھا مکہ میں۔ اس نے کہا۔ یہ میں نہیں جانتا۔ تو امیہ نے قسم کھالی۔ کہ اب میں مکہ سے باہر نہیں نکلوں گا۔ جب بدر کی لڑائی کا دن آیا۔ تو ابو جہل لوگوں کو لڑائی کے لئے نکال رہا تھا۔ کہ اپنے قافلہ کی مدد کے لئے پہنچو تو امیہ مکہ سے نکلنا پسند نہیں کرتا تھا۔ ابو جہل اس کے پاس آکر کہنے لگا۔ کہ ابو صفوان! تو وادی والوں کا سردار ہے۔ جب لوگ تجھے دیکھیں گے کہ تو پیچھے رہ گیا ہے۔ اور لڑائی میں شامل نہیں ہو رہا۔ تو دوسرے لوگ بھی تیرے ساتھ پیچھے رہ جائیں گے۔ پس برابر ابو جہل اس کو اکساتا رہا۔ تو امیہ کہنے لگا اے ابوالحکم جب تو مجھ پر غالب آ گیا ہے۔ تو میں مکہ میں ایک عمدہ اونٹ خرید کر لوں گا تاکہ راستہ سے جلدی واپس آ جاؤں۔ تو اس نے بیوی سے آکر کہا۔ کہ اے ام صفوان! میرے لئے سامان تیار کرو۔ وہ بولی اے ابو صفوان۔ کیا تمہیں اپنے یثربی بھائی سعدؓ کی بات بھول گئی ہے۔ اس نے کہا بھولی تو نہیں۔ میرا ارادہ یہ ہے کہ میں ان کے قریش کے لشکر کے ہمراہ تھوڑی سی دور ایک دن دو دن کے لئے جا کر پھر واپس آ جاؤں گا۔

پناہ دے دیا تو کسی منزل پر پڑا تو نہیں کرتا تھا۔ مگر یہ کہ اپنے ادنیٰ کے گھٹنے رستے سے باندھ لیتا تاکہ بھگنے میں دیر نہ ہو۔ ایسے کرتے کرتے وہ بدر میں پہنچ گیا۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے اس کو قتل کر دیا۔

**تشریح از شیخ مدنی** امیہ بن خلف صنادید قریش میں سے ہے۔ بہت بڑا تاجر اور مالدار

حضرت بلالؓ کا آقا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جو لوگ پہلے پہلے ایمان لائے۔ ان میں حضرت بلالؓ بھی تھے۔ ان کی ایمان لانے کی اطلاع جب امیہ کو ہوئی تو اس نے حضرت بلالؓ کو اسلام لانے سے روکا۔ ان کے انکار پر اس نے ان کو ستانا شروع کیا۔ سخت ایذا میں برداشت کرنے کے باوجود حضرت بلالؓ نے توحید کو نہ چھوڑا۔ احد احد کا نعرہ لگاتے رہتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی مکہ کے بڑے تاجر تھے۔ ان کا ایک رومی غلام تھا۔ حضرت صدیق اکبرؓ سے حضرت بلالؓ کی تکالیف نہ دیکھی جاتیں تھیں۔ امیہ کو نصیحت کی جو کارگر ثابت نہ ہوئی۔ آخر اپنا رومی غلام دے کر حضرت بلالؓ کو اس سے لے لیا۔ جب قریش اور مسلمانوں میں اعلان جنگ ہو گیا۔ نہ امیہ بن خلف مدینہ آسکتا تھا اور نہ ہی ان کے دوست حضرت سعدؓ مکہ آسکتے تھے۔ حضرت سعدؓ نے ان کو خط لکھا۔ کہ میں مدینہ میں تیرے مملوکات کی حفاظت کروں گا۔ اور تم مکہ میں میرے مملوکات کی حفاظت کرو۔ لڑائی کے ختم ہونے پر جب یہ پکڑا گیا۔ ان کو قتل کر دینے کا حکم تھا۔ چونکہ امیہ سے حضرت سعدؓ کا عہد تھا۔ اس لئے وہ راتوں رات اسے لے کر چلے۔ حضرت بلالؓ نے امیہ کو دیکھ لیا۔ تو نعرہ لگایا۔ لاخوت ان نبا امیہ بن خلف۔ کہ اگر امیہ بچ کر نکل گیا تو میری زندگی نہیں ہے۔ حضرت سعدؓ امیہ پر گر پڑے۔ لیکن حضرت بلالؓ نے انصار کے ایک گروہ کے ساتھ تلواروں سے چونک چونک کر اسے مار دیا۔ غزوہ بدر سے پہلے حضرت سعدؓ عمرہ کے ارادہ سے مکہ معظمہ امیہ کے پاس اترے تو یہ واقعہ پیش آیا۔

صباۃ جمع صابی کی جو شخص ایک دین سے پھر کر دوسرا دین اختیار کرے۔ ابو جہل کا نام عمرو بن ہشام ہے۔ اسلام سے پہلے اس کی کنیت ابو الجحکم تھی۔ فیصلے کرنے والا۔ اسلام میں اسے ابو جہل کے نام سے پکارا جانے لگا۔

انھم قاتلوک میں ہم ضحیرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اتباع کی طرف راجع ہے۔ یہ توجیہ مشہور ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ابو جہل اور اس کے اتباع کی طرف راجع ہے۔

ففرع لذلك فزعاشدیدا اگر وہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے تھے۔ لیکن آپ کے متعلق ان کا یقین تھا کہ آپ کبھی جھوٹی بات نہیں کہتے۔ جو کچھ آپ فرماتے ضرور ہو کر رہے گا۔ چنانچہ بعض روایات میں ہے۔ ماکذب محمد اور ہی ابو جہل نے تنہائی میں کہا تھا۔ کہ آپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اس لئے ایمان نہ لایا کہ یہ بات نفس سرکش کی مرضی کے خلاف تھی۔ سرداری کی انانے جھگڑنے نہیں دیا۔ اور غزوہ بدر کی نوبت اس لئے پیش آئی کہ کفار مکہ نے ابوسفیان کو قافلہ کا سردار بنا کر سامان جنگ لینے کے لئے شام بھیجا جس نے جنگی سامان کے ایک ہزار اونٹ لاد لئے۔ جب یہ قافلہ سامان لئے ہوئے مکہ کو روانہ ہوا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جاسوسوں نے اس غیر قافلہ کی آمد کی اطلاع دی۔ صحابہ کرام اس قافلہ کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ تاکہ اس کا جنگی سامان چھین لیا جائے۔ ابوسفیان نے ساحلی راستہ اختیار کر کے قافلہ کو بچا کر لے جانے میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن قبل ازیں اس نے ضمضم بن عمرو انصاری کے ذریعہ قریش کو اطلاع کر دی کہ قافلہ کی حفاظت کے لئے پہنچو۔ چنانچہ وہ الغوث الغوث پکارتا ہوا مکہ پہنچا ابو جہل نے ایک ہزار کا لشکر تیار کیا۔ امیہ بن خلف اس میں جانے کے لئے تیار نہیں تھا۔ لیکن ابو جہل نے ایک انگلیٹھی میں دھونی رکھ کر اس کو غیرت دلائی کہ عورتوں کی طرح چھپ کر بیٹھ گئے ہو۔

آخر وہ نکلا اور بدر میں قتل ہوا۔  
**تشریح از شیخ گنگوہی** ۵۶۳ طریقیک الی الشام مارا علی اهل المدينة دعا برا

علیہم یعنی میں تیرا وہ راستہ روک دوں گا جو تو اہل مدینہ سے گزر کر شام کو جاتا ہے۔ اور ان پر سے عبور کر جاتا ہے۔ اب عبور نہیں کرنے دیا جائے گا۔

۵۶۳ الباعقل لعیرہ اونٹ کا باندھنا دلالت کرتا ہے۔ کہ واپس آنا نہیں چاہتا تھا۔ اگر اس کا واپسی کا ارادہ ہوتا تو اسے نہ باندھتا۔ بلکہ جب بھی موقع ملتا واپس آ جاتا۔

الحاصل وہ ہر پڑاؤ پر واپس آنے کا پروگرام بنانا کہ کل جاؤں گا یا پرسوں جاؤں گا۔ یہاں تک کہ اپنے مقتل بدر کے میدان میں پہنچ گیا۔

**تشریح از شیخ زکریا** حافظ فرماتے ہیں کہ طریقیک منصوب ہے جو لا منعک کا

معمول ہے۔ اور ماہواشد علیک سے بدل واقع ہو رہا ہے اور اسرائیل کی روایت میں

متحرک الی الشام ہے۔ یعنی شام کی طرف جو تیری تجارت کا راستہ ہے لوٹ مار کی جائے گی۔  
 عقل بعیدہ جو توجیہ حضرت گنگوہیؒ نے بیان فرمائی ہے۔ وہ لفظ حدیث کے زیادہ قریب ہے۔  
 چنانچہ مولانا محمد حسنؒ مکی کی تقریر میں بھی ایسا ہے۔ عقل بعیدہ بارادۃ ان ینہب منزلاً آخرہ لو اراد  
 الرجوع لم یعقل بعیدۃ یعنی وہ اونٹ کو اس ارادہ سے باندھتا تھا کہ اگلی منزل پر پہنچ کر  
 واپس آجائے گا۔ اگر واپسی کا ارادہ ہوتا تو اپنے اونٹ کو نہ باندھتا۔ اور فوراً واپس آجاتا۔  
 اور صاحب فیض فرماتے ہیں کہ یہ امیہ کا حیلہ تھا کہ اونٹ کو اپنے پاس باندھتا تھا تاکہ موقع  
 پا کر واپس بھاگ جائے۔

## بَابُ قِصَّةِ غَزْوَةِ بَدْرٍ

وَقَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللَّهَ  
 لَعَلَّكُمْ تُشْكُرُونَ إِذْ يَقُولُ الْمُؤْمِنِينَ أَلَنْ يَكْفِيَكُمْ أَنْ يُعِدَّكُمْ  
 رَبُّكُمْ بِثَلَاثَةِ آفٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُنْزَلِينَ بَلَىٰ إِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا  
 وَيَأْتُوكُم مِّنْ فُورِهِمْ هَذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ آفٍ مِنَ  
 الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوبُكُمْ  
 بِهِ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ  
 الَّذِينَ كَفَرُوا أَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوا خَائِبِينَ وَقَالَ وَخَشَىٰ قَتْلَ  
 حَمْزَةَ طُعَيْمَةَ بْنِ عَدِيٍّ بْنِ الْخِيَارِ يَوْمَ بَدْرٍ وَقَوْلُهُ تَعَالَىٰ وَإِذْ  
 يُعِدُّكُمْ اللَّهُ إِحْدَ الطَّائِفَتَيْنِ أَنْهَالَكُمْ الْآيَةَ۔

ترجمہ۔ غزوہ بدر کا واقعہ۔ اللہ تعالیٰ اپنی ان آیات میں بیان فرماتے ہیں کہ جب تم لوگ  
 ذیل شمار کئے جاتے تھے کہ نہ سامان حرب تھا نہ فوجی نفری تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے بدر میں تمہاری مدد  
 فرمائی۔ پس اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ شاید کہ تم شکر ادا کرتے رہو۔ جب کہ آپؐ مومنین سے  
 فرما رہے تھے کہ کیا تمہیں یہ کافی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ تین ہزار اتارے ہوئے فرشتوں سے  
 تمہاری امداد کرے ہاں کیوں نہیں۔ اگر تم صبر کرو گے اور گناہوں سے بچتے رہو گے تو ایسے فوری امداد



پہنچتی رہے گی۔ یہ لو تمہارا رب پانچ ہزار علامت زدہ فرشتوں سے تمہاری امداد فرما رہا ہے۔ یہ فرشتوں کی امداد تو تمہاری خوشخبری کے لئے ہے۔ تاکہ تمہارے دل تسلی کر جائیں۔ ورنہ درحقیقت امداد و نصرت تو اس اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔ جو غالب اور حکمت والا ہے۔ اور یہ امداد اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کی ایک جماعت کا صفایا کرنا چاہتے ہیں یا انہیں ذلیل کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ وہ نامراد ہو کر واپس لوٹیں۔ وحشی بن حرب جعفی فرماتے ہیں کہ حضرت حمزہؓ نے طعیمہ بن عدی بن الحیار کو بدر کے دن قتل کیا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول بھی بدر کے بارے میں ہے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے وعدہ کیا کہ ان غیر یا نفیر میں سے ایک تمہارے لئے ہوگا۔

**تشریح از شیخ مدنیؒ** جہاد کے فرض ہونے کے بعد یہ چوتھا غزوہ ہے جو بدر میں واقع ہوا۔ بدر ایک کنوئیں کا نام ہے جو اپنے مالک کے نام بدر سے مشہور ہوا۔ جو اس کنوئیں کو کھودنے والا یا اس کی من بنانے والا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کا پانی بہت صاف تھا۔ اور چاند کی طرح چمکتا تھا۔ اور بعض نے کہا گول ہونے کی وجہ سے بدر کہلایا۔ لیکن پہلی توجیہ زیادہ مشہور ہے۔ واقعہ کا مفصل بیان ہو چکا ہے۔ کہ کوئی شخص اگر اپنے دشمن سے اسلحہ وغیرہ چھین لے تو یہ عظیمندی کے خلاف نہیں ہے۔ بلکہ اس کے برخلاف کرنا سیاسی غلطی ہوگی۔ اسی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنوں کا اسلحہ چھیننے کی کارروائی کی اگر ایسا نہ کرتے تو سیاسی غلطی سمجھی جاتی۔ ہنوز دلی دور است والا معاملہ ہوگا۔

دقول اللہ تعالیٰ فیہ آیت کریمہ غزوہ اُحد کے موقعہ پر نازل ہوئی۔ جس میں غزوہ بدر کا واقعہ مسلمانوں کی تسلی کے لئے بیان کیا گیا۔ جب مسلمان بدر کے قریب پہنچے اور حواریس نے اطلاع دی۔ کہ غیر تو نکل گیا۔ اب نفیر کا سامنا ہے۔ تو مسلمانوں کے پاؤں تلے کی زمین نکل گئی۔ کیونکہ تعداد بھی تھوڑی تھی اور ہتھیار بھی نہیں تھے۔ تو مسلمان اَغْنُنَا اَغْنُنَا یا رب کہنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد کے لئے ایک ہزار فرشتہ نازل کیا۔ جب دشمن کا ساز و سامان اور تعداد زیادہ سمجھی تو اس سے گھبراہٹ بڑھ گئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے تین ہزار فرشتوں سے امداد فرمائی۔ جب خبر آئی کہ سردارِ کربن جابر کی کمک پہنچ رہی ہے تو رہا سہا اطمینان بھی جا تا رہا۔ تو باری تعالیٰ نے پانچ ہزار فرشتے اتارنے کا وعدہ فرمایا۔ لیکن ان کی آمد مشروط تھی۔ اس لئے پانچ ہزار فرشتے نہ اترے۔

اگر شبہ ہو کہ فرشتہ تو اپنی ملکی صورت میں ایک ہی کافی تھا۔ تو جواب یہ ہے کہ بشری صورت میں ابتلا اور امتحان کے لئے بھیجا گیا۔ کہتے ہیں کہ ان فرشتوں کے سر پر سفید عملے تھے۔

**قال وحشی** حضرت وحشیؓ طعیہ بن عدی کے بھائی کے غلام تھے۔ طعیہ کو حضرت حمزہؓ نے قتل کیا تو اس کے بھائی نے حضرت حمزہؓ کو قتل کے بدلے میں قتل کرنے پر ان کو آزادی دینے کا وعدہ کیا۔ تو اس امید پر یہ غزوہٴ احد میں ایک پتھر کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گئے۔ جب حضرت امیر حمزہؓ ایک آدمی کو قتل کر کے واپس آرہے تھے۔ تو انہوں نے پتھر کی اداس سے نکل کر چھوٹے نیزے سے دار کر کے انہیں شہید کر دیا۔ ابن الخیار راوی کا دہم ہے۔ صحیح ابن نوفل ہے۔

**حدیث نمبر ۳۵۶** حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ اِسْمَعِيلُ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ يَقُولُ لَمَّا تَخَلَّفَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةٍ غَزَاهَا اِلَّا فِي غَزْوَةٍ تَبُوكَ غَيْرَ اَنِّي تَخَلَّفْتُ عَنْ غَزْوَةٍ بَدْرٍ وَلَمْ يُعَاتَبْ اَحَدٌ تَخَلَّفَ عَنْهَا اِلَّا مَا خَدَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَ عَيْرِ قُرَيْشٍ حَتَّى جَمَعَ اللّٰهُ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ عَدُوِّهِمْ عَلٰى غَيْرِ مِيعَادٍ۔

ترجمہ۔ حضرت کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جس قدر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کئے ہیں۔ میں ان میں سے کسی کے اندر پیچھے نہیں رہا۔ سوائے غزوہٴ تبوک کے جس کی مجھے مزا ملی۔ ہاں غزوہٴ بدر میں بھی میں پیچھے رہ گیا۔ لیکن یہ وہ لڑائی تھی جس میں پیچھے رہ جانے پر کوئی عتاب نازل نہیں ہوا۔ کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لڑائی کے ارادے سے تو نکلے نہیں وہ محض قافلہ قریش کو لوٹنے کا ارادہ تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اور آپؐ کے دشمنوں کو بغیر کسی مدت مقرر کئے کے جمع کر دیا تھا۔ اور قافلہ قریش تیس چالیس آدمیوں پر مشتمل تھا جس میں ایک ہزار اونٹ پر سامان عرب لدا ہوا تھا۔ جو پچاس ہزار دینار کی مالیت کا تھا۔

**تشریح از شیخ مدنی** حضرت کعب بن مالکؓ کا عجیب واقعہ ہے۔ جو بعد میں آرہا ہے۔ تین آدمی مخلص سلمان غزوہٴ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے۔ جن پر عتاب نازل ہوا کہ پچاس دن تک سلام و کلام بند رہا۔ پھر علی التلاشۃ الذین خلفوا آیت نازل ہوئی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ امروز فردا کرتے رہے۔ کہ آج جاتے ہیں کل جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ خبر پہنچی آپؐ واپس تشریف لایے ہیں۔

قسمت کی بات کہ یہ لوگ جہاد میں جان سکے۔ جس پر اہل مدینہ نے ان سے بانیکاٹ کیا۔ اور غزوہ بدر میں اس نے پیچھے رہ گئے کہ یہ کہیں باہر گئے ہوئے تھے۔ جس کی بنا پر عتاب نہیں ہوا۔

**بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُمْ بِأَلْفٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُرَدِّينَ وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ وَلِتَطْمَئِنَّ بِهِ قُلُوبُكُمْ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ إِذْ يَفْشِيكُمُ النَّعَاسُ أَمْتَةً مِّنْهُ وَيُنْزِلُ عَلَيْكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَ كُفْرًا بِهِ وَيُذْهِبَ عَنْكُمُ رِجْسَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبَّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا سَأَلْتَنِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَأَضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَأَضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَمَنْ يُشَاقِقِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ۔**

ترجمہ۔ وہ وقت یاد کرو جب کہ تم رب سے مدد مانگ رہے تھے۔ تو اس نے تمہاری دعا قبول کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ بے شک میں تمہاری پے در پے آنے والے ایک ہزار فرشتوں سے امداد کرنے والا ہوں اور یہ امداد تمہارے خوش کرنے کے لئے ہے تاکہ تمہارے دل مطمئن ہو جائیں۔ کیونکہ مدد اصلی تو اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔ جو بے شک اللہ تعالیٰ غلبہ والے اور حکمت والے ہیں۔ جب کہ تم کو امن کے طور پر اللہ کی طرف سے ادگھ نے ڈھانپ لیا اور تمہارے اوپر آسمان سے پانی اتارا۔ تاکہ تم اس سے طہارت حاصل کرو۔ تاکہ شیطانی وساوس بھی تم سے دور کرے۔ اور تمہارے دلوں کو مضبوط کر دے۔ تاکہ تمہارے قدم پھسلنے سے محفوظ ہو جائیں۔ یاد رکھو جب کہ تیرے رب نے فرشتوں کو حکم بھیجا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مسلمانوں کے قدم جماؤ۔ میں عنقریب کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا۔ پس تم ان کی گردنوں پر تلوار زنی کرو۔ اور ان میں سے ہر ایک کے پورے کاٹ دو۔ یہ حکم اس لئے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے سخت عذاب دینے والے ہیں۔

**تشریح از شیخ مدنی** یہ آیات سورہ انفال کی ہیں۔ پہلی آیات سورہ آل عمران کی تھیں۔ امام بخاریؒ ان دونوں آیات کو جمع کرنا چاہتا ہے۔ کہ ان دو آیات میں غزوہ بدر کا ذکر

کیا گیا ہے۔ پہلے ایک ہزار کا وعدہ تھا پھر تین ہزار کا وعدہ ہوا جب کہ گھبراہٹ لاحق ہوئی پانچ ہزار کا وعدہ اس شرط کے ساتھ مشروط تھا کہ اگر کرز بن جابر کی دو ہزار فوج آجاتی تو اللہ تعالیٰ پانچ ہزار فرستے بھیجتے وہ نہیں آئے تو پانچ ہزار کی مدد بھی نہیں پہنچی۔

يَغْشَاهُمْ فَعْلٌ لَّا زَمَ هُوَ تَغْشِيَكُمْ فَعْلٌ مُتَعَدٍ - نَحَاسَ كَيْ مَعْنَى اَدْنٰكُھ كے ہيں۔ اَمْنَةُ مَفْعُولٌ ہے۔ مَسْلَمَانِ جَبْ بَدْرِ مَيں دِيرِ سَے پَنچے كُوفَارِ مِيٹھے چشموں پَر قَبْضَہ كِر كچكے تھے۔ اَدْر سَهْلِ زَمِيْنِ بھي اُن كے قَبْضَہ مَيں اچكِي تھي۔ بَعْضُ صَحَابَہ كَرَامِ جَنْبِيْ ہوئے۔ پَانِي تھَا نَهِيں۔ تَيْمَمُ كَا حَكْمُ ابھي نَا ذَلِ نَهِيں ہوا تھَا۔ اِس پَر شَيْطَانِ نَے طَرَحِ طَرَحِ كَے دُوسو سَے دَلِ مَيں ڈالے۔ كہ اگَر تَمَّ حَقِّ پَر ہوتے تُو تَمَّہِيں اُن مَصَائِبِ وَ كَلِيفِ كَا سَا مَنَانہ كَر نَا پڑتا۔ تُو اللہ تَعَالٰی نَے بَارِشِ نَا ذَلِ فَرَا تِي۔ جِس سَے طَهَارَتِ كَا اَنْتَظَامُ بھي ہو گيا۔ رِيْتِي زَمِيْنِ جَم گئی۔ اُن كِي زَمِيْنِ بھِسلن سَے مَحْفُوظِ ہوئی۔ اُن اَنْعَامَاتِ كَا اللہ تَعَالٰی اُن آيَاتِ مَيں ذَكْرُ فرما رہے ہيں۔

حدیث نمبر ۳۵۶۱ حَدَّثَنَا أَبُو ثَعْلَبَةَ السَّعْدِيُّ بْنُ مَسْعُودٍ يَقُولُ شَهِدْتُ مِنَ الْعَقْدِ ابْنَ الْأَسْوَدِ مُشْهِدًا لَّأَنَّا كُنَّا صَاحِبَهُ أَحَبُّ إِلَيْنَا وَمَعَ أَدِلِّ بِهِ آتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَدْعُو عَلَى الْمُشْرِكِينَ فَقَالَ لَا نَقُولُ كَمَا قَالَ قَوْمُ مُوسَى إِذْ هَبَّ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا وَلَكِنَّا نَقَاتِلُ عَنْ يَمِينِكَ وَعَنْ شِمَالِكَ وَبَيْنَ يَدَيْكَ وَخَلْفَكَ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْرَقَ وَجْهُهُ وَسَرَّهُ يَعْنِي قَوْلَهُ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ میں حضرت مقداد بن اسود کے جنگی مقام میں حاضر ہوا تاکہ میں ان کا ساتھ دے سکوں۔ یہ بات مجھے ان سب چیزوں سے زیادہ پسند تھی جو اس کے مقابل ہو سکتی ہیں۔ بہر حال وہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ جب کہ آپ مشرکین کی طرف لوگوں کو بددعا کر رہے تھے۔ جس پر حضرت مقداد نے کہا: ہم اس طرح نہیں کہیں گے۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہا تھا کہ موسیٰ تو اور تیرا رب جا کر لڑے۔ ہم تو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ لیکن ہم لوگ تو آپ کی دائیں طرف بائیں طرف سمنے پیچھے غرضیکہ ہر طرف سے لڑیں گے۔ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اس کا

چہرہ انور چمک اٹھا۔ اور اس بات نے آپ کو خوش کر دیا۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | یہ عوا علیٰ المشرکین یعنی آپ کے دل میں تردید دکھا۔ کہ

خدا جانے انصار کیا معاملہ کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ پہلی لڑائی تھی اور انصار سے معاہدہ نصرت اور تحفظ کا تھا۔ یہ نہیں کہ آپ کے دشمنوں سے قتال بھی کریں گے۔ اس لئے آپ نے انصار کو مشرکین کے خلاف لڑنے کی دعوت دی۔ جب حضرت مقداد ابن اسودؓ کے مقالہ سے واضح ہو گیا۔ کہ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! کیا ہم آپ کو نہیں چھوڑ دیں گے۔ اور آپ کے ساتھ مل کر دشمنوں سے قتال نہیں کریں گے۔ تب آپ کو تسلی ہوئی۔

**تشریح از شیخ زکریا** | اصل میں لفظ انی ہے۔ لیکن بخاری کے جمیع نسخوں میں

خواہ وہ ہندی ہوں یا مصری لفظ علی موجود ہے۔ شراح میں سے کسی نے اس کی طرف توجہ نہیں فرمائی۔ شیخ گنگوہی نے اس کو ذکر فرمایا۔ اور لفظ حدیث کی تشریح و تفسیر فرمائی کہ آپ لوگوں کو قتال مشرکین کی ترغیب دے رہے تھے۔ اور انہیں جنگ پر آمادہ کر رہے تھے۔ یہی معنی صاحب تیسیر نے بھی بیان کئے ہیں۔ کہ آمد پیغمبر خدا را د حال آنکہ آنحضرت نے خواند مردم را بر جنگ مشرکان الخ وجہ یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر ملی کہ ابوسفیان تو اپنے قافلہ کے ہمراہ نجات پا کے نکل چکا ہے۔ اور قریش نے بدر کا قصد کیا ہے تو آپ نے لوگوں سے مشورہ کیا۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے یکے بعد دیگرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین دلایا۔ اسی طرح حضرت مقداد بن الاسودؓ نے بھی یہاں تک کہہ دیا۔ کہ اگر آپ ہمیں بدر کے الغماذ تک بھی لے جائیں تو آپ کے ساتھ مل کر جہاد کریں گے۔ جب کہ انہوں نے آپ سے پوچھا کہ کیا آپ کا اشارہ ہم انصار کی طرف ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مہاجرین تو میرے ساتھ گھر بار چھوڑ کر آگئے ہیں۔ ان کو جہاں لے جاؤں وہ تو انکار نہیں کریں گے انصار نے صرف نصرت و حفاظت پر بیعت کی تھی۔ یہ نہیں کہ آپ کے دشمنوں کے ساتھ لڑائی میں بھی حصہ لیں گے۔ بنا بریں حضرت مقدادؓ کے جواب سے آپ کو اطمینان ہو گیا۔

**حدیث نمبر ۳۵۶۲** حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ

قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ اللَّهُمَّ أَشَدُّكَ عَهْدَكَ

وَوَعْدَكَ اللَّهُ إِنْ شِئْتَ لَمُتَّعِدًا فَآخِذَ أَبُو بَكْرٍ بِيَدِهِ فَقَالَ حَسْبُكَ  
فَخَرَجَ وَهُوَ يَقُولُ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُولُونِ الدُّبُرَ .

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ بناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کی لڑائی کے موقع پر یہ دعا مانگی۔ کہ اے اللہ! کہ میں تیرے سے وفاء عہد کی اور دشمنوں پر غلبہ کے وعدہ کے پورا کرنے کی درخواست کرتا ہوں۔ اے اللہ! چونکہ میں آخری نبی ہوں۔ اگر آپ چاہیں۔ تو میری اور میری امت کی ہلاکت کے بعد تیری عبادت نہ کی جائے۔ اس لئے کہ پھر ایمان کی طرف دعوت دینے والا کون ہوگا۔ جس پر حضرت ابو بکرؓ نے آپؐ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ بس یہی کافی ہے۔ اللہ آپ کی ضرورت کو دے گا۔ چنانچہ آپؐ وہاں سے نکلے تو زبان پر یہ کلمات جاری تھے۔ ترجمہ آیت۔ عنقریب یہ جماعت مشرکین شکست کھا جائے گی بلکہ پیٹھ دے کر بھاگیں گے۔

**تشریح از شیخ مدنی** | جب آپ میدان بدر میں پہنچے تو مسلمانوں کو وعدہ اور عہد یعنی تعداد اور ہتھیاروں میں کمزور دیکھا۔ کہ غلبہ کے اسباب مسلمانوں میں مفقود ہیں اور کفار میں موجود ہیں۔ آپ کے لئے پھونس کا ایک عریش جھونپڑا بنایا گیا تھا۔ جس میں آپ نے نہایت تفرع اور زاری سے دعا مانگی۔ عہد و وعدہ تو امر مستقبل کو پورا کرنے کا ہوتا ہے۔ اور عہد میں تاکید ہی کلمات لاتے جاتے ہیں تو وہ وعدہ سے بڑھ جاتا ہے۔ اور خواہاں عہد یعنی عہد کو پورا کرنے کا حکم قرآن مجید اور احادیث میں وارد ہے۔

انشاد کے معنی پڑھنے اور طلب کرنے کے آتے ہیں۔ اسی سے انشاد شعر سے شعر پڑھنے کے معنی ہیں۔ اور انشاد ضالۃ میں گمشدہ چیز کو طلب کرنا ہے۔ اس جگہ انشاد سے طلب مراد ہے۔ یعنی اللہم اطلب عہدک و وعدک یا انشاد کے معنی تذکیر اور یاد دہانی کے ہیں۔

ای اذکرک عہدک و وعدک کہ آپ کو اپنا عہد و وعدہ یاد دلاتا ہوں۔ ان شئت ای اھلاک ہذہ العصا لم تعبد کے معنی ہیں۔ یعنی اگر ہم سب کے سب مقتول ہو گئے۔ تو اللہ تعالیٰ کا نام لیوا کوئی نہیں رہے گا۔ اگر بالفرض سب مقتول نہ ہوئے۔ تو مغلوب ہونے کی صورت میں بھی ان میں مقابلہ کی ہمت نہ ہوگی۔ اور نہ ہی کوئی دین اسلام کی طرف رغبت کرے گا۔ اور آپ کے بعد کسی نبی نے آنا نہیں تو عبادت الہی نہ ہوگی۔ یہ کلام زور دار تھا۔

جب آپ ان کلمات تک پہنچے تو حضرت ابوبکرؓ نے کوئی بھری۔ اور کہا حسبک ای حسبک فشا دنک اگر اشکال ہو کہ جب باری تعالیٰ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ ہے۔

جاء ہم نصرتنا الخ تو جس قدر آپ کو وعدہ پر یقین کرنا چاہیے۔ وہ اور کسی کے لائق نہیں پھر ان زور دار الفاظ کے ساتھ مناشدہ یعنی اللہ تعالیٰ سے امداد طلب کرنا عجیب بات ہے۔

دوسرے یہ کہ آپ تو مناشدہ کے ذریعہ بے اطمینانی کا اظہار کر رہے ہیں۔ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ اطمینان اور تسلی دلا رہے ہیں۔ حالانکہ معاملہ برعکس ہونا چاہیے تھا۔ جیسے لا محزن

ان اللہ معنا میں آپ نے اطمینان کا اظہار فرمایا تھا۔ تو اس کا ایک تو مشہور جواب ہے۔ کہ آپ کا مناشدہ سیاست تھا۔ جس سے صحابہ کرام کو اطمینان اور تسلی دینا تھا۔ کیونکہ آپ

کا مستجاب الدعوات ہونا صحابہ کرام کے نزدیک مسلم تھا۔ تو جب وہ آپ کو گڑگڑاتا دیکھیں گے تو ان کو اطمینان حاصل ہوگا۔ کہ اب نصرت ایزدی ضرور ہماری دستگیری کرے گی تو گویا

اپنے اطمینان حاصل کرنے کے لئے آہ وزاری نہیں تھی۔ بلکہ سیاسی طور پر صحابہ کرام کو اطمینان دلانا تھا۔ اور حضرت صدیق اکبرؓ کے قول سے آپ کو یقین ہو گیا۔ کہ صحابہ کرام مطمئن ہیں۔

لیکن اس سے عمدہ جواب اہل تصوف اور محققین نے دیا ہے۔ کہ اگرچہ باری تعالیٰ نے آپ سے غلبہ علی الکفار کا وعدہ کیا تھا۔ مگر وہ وعدہ مجمل تھا۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام سے وعدے کئے جاتے

ہیں۔ جن میں امتحانات ہوتے ہیں۔ بالآخر نصرت باری نصیب ہوتی ہے۔ حَتَّىٰ اِذَا اسْتَيْسَرَ الرُّسُلُ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِّبُوا جَاءَهُمْ نَصْرُنَا فَرَجَّهُ۔ یہاں تک کہ جب انبیاء رد

رسل مایوس ہو گئے اور انہیں گمان ہوا کہ کہیں ان کو بھوٹانہ کہا جائے۔ تو پھر ہماری مدد ان کو پہنچتی ہے۔ یہاں بھی اطمینان نہیں کہ اس جنگ میں غلبہ ہوگا یا نہیں۔ کیونکہ وقت کی کوئی تعیین نہیں تھی۔

بنابریں آپ پریشان تھے۔ جس پر آپ نے تفرع وزاری کا اظہار فرمایا۔ یہاں تک کہ آپ کے کندھے سے چادر بھی گر پڑی تیسرا جواب اس سے زیادہ قوی ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی نگاہ باری تعالیٰ کی شان بے نیازی پر ہے۔ اور یہ سالک کا کمال درجہ ہے کیونکہ باری تعالیٰ وعدہ پورا کرنے پر مجبور نہیں ہیں۔ اَللّٰهُ الصَّمَدُ اللہ بے نیاز ہے اور آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم معرفت میں کامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ

یعنی جب تک آپ کی ذات ان میں موجود ہے اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دینے والے نہیں ہیں۔  
 بایں ہمہ جب بادل چڑھ آتا۔ آندھی آجاتی۔ تو حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ کا حال قابل دیدہ ہوتا۔  
 کبھی اندر آتے کبھی باہر جاتے۔ حضرت عائشہؓ کے پوچھنے پر آپ نے فرمایا کہ بادل کی صورت  
 میں قوم عاد پر عذاب نازل ہوا۔ مجھے کیا خبر ہے کہ اس بادل میں رحمت ہے یا عذاب ہے۔  
 یہاں بھی یہی اشکال ہوتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کا  
 خلاف نہیں کرتے۔ پھر بھی آپ پریشان نظر آتے ہیں۔ تو جواب یہی ہے کہ باری تعالیٰ کی عظمت  
 اور شان بے نیازی ملحوظ خاطر ہے۔ شانِ جلالت کا غلبہ ہے۔ کہ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ  
 کے تحت اگر خلاف کر دیں تو انہیں کون روک سکتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ وزیر اعظم شہنشاہ سے  
 زیادہ ڈرا کرتا ہے۔ نزدیکانِ رابیش بود حیرانی۔ اور کبھی کم علم والے کو کسی چیز کا احساس ہو  
 جاتا ہے۔ جیسے گھوڑے کو عذابِ قبر کا احساس ہو جاتا ہے جن و بشر کو نہیں ہوتا۔ یہ جواب محققین  
 صوفیاء کا ہے کہ آپ مقامِ خوف پر نگاہ رکھتے تھے۔ اور صدیق اکبرؓ پر مقامِ رجاء کا غلبہ تھا۔  
 احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں۔ اگر اس پر اشکال ہو کہ پھر تو وعدہ خلا فی ہوئی۔ جو شانِ  
 ربوبیت کے لائق نہیں ہے۔ تو کہا جائے گا کہ کیا وعدہ کے بعد وہ چیز قدرت سے نکل جائے گی۔  
 بات یہ ہے کہ جو اشیاء امتناع بالغیر رکھتی ہیں۔ وہ قدرت میں داخل ہیں۔ اور جو تمتنع بالذات  
 ہیں وہ قدرت میں داخل نہیں۔ یہی معاملہ حشر میں پیش آئے گا کہ انبیاء معصوم ہیں۔ جو خلاف  
 شانِ امور سرزد ہوئے۔ وہ معاف کر دیئے گئے۔ اس کے باوجود وہ شانِ جلالت کی وجہ سے  
 خائف ہوں گے۔ نفسی نفسی پکارتے ہوں گے۔ اسی کو امکانِ کذب کہتے ہیں جس کو بریلوی حضرات  
 سمجھ نہ سکے۔ اور علماء دیوبند پر اعتراض چڑھ دیا۔ کہ ان کا خدا جھوٹ بولتا ہے۔ الیاذ باللہ۔

**حدیث نمبر ۳۵۶۳ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوسٰى عَنْ اَبِيْ عَبَّاسٍ**

**اَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُوْلُ لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَنْ بَدْرِ وَالْخَارِجُوْنَ**  
**اِلَى بَدْرِ۔**

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ اُنہیں قاعدین عن بدر اور  
 خارجوں الی بدر مراد ہیں۔ کہ بدر کی لڑائی میں حصہ لینے والے اور اس سے پیچھے رہ کر حصہ نہ لینے والے



برابر نہیں ہو سکتے۔

**تشریح از شیخ مدنی** | اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ جو لوگ جہاد بالمال والنفس کر رہے ہیں وہ قاعدین عن الجہاد سے افضل ہیں۔ نیز! اس آیت سے اصحاب بدر کی بزرگی اور فضیلت بیان کی گئی۔ کہ ان کے رتبے کو کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ جیسے کہ آگے آرہا ہے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی۔ تو حضرت عبداللہ بن جحشؓ اور عبداللہ بن ام مکتومؓ (نابینا) حاضر ہوئے۔ عرض کی۔ یا رسول اللہ ہم تو معذور ہیں۔ اہل لٹا رخصتہ کیا ہمارے لئے جہاد سے رک جانے کی اجازت ہے تو پھر غیر اہل الضربہ کے الفاظ نازل ہوئے۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | الاستوی القاعدون من بدر یعنی قاعدین کا خارجین کے برابر نہ ہونے کا حکم عام ہے۔ جو بدر والوں کو بھی شامل ہے۔

**تشریح از شیخ زکریا** | حضرت گنگوہیؒ کی توجیہ اس پر مبنی ہے۔ کہ آیت کا نزول غزوہ بدر کے بارے میں نہ ہو۔ اس سے زیادہ صراحت کو کب درسی میں ہے۔ کہ اس کے یہ معنی نہیں کہ آیت صرف اہل بدر کے بارے میں نازل ہوئی۔ بلکہ یہ ایک کلیہ ہے جو اہل بدر کو بھی شامل ہے۔ جیسے دوسرے جزئیات کو شامل ہے۔ کیونکہ واقعہ بدر اچانک پیش آیا کسی کو اس کی خبر نہ ہو سکی۔ چہ جائیکہ ابن ام مکتومؓ تک نوبت پہنچ جائے۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ نے کسی متخلف عن بدر پر عتاب نہیں فرمایا۔ اس کی تائید علامہ عینیؒ اور صاحب بحر محیط نے کی ہے۔ اور میرے نزدیک ابن عباسؓ کی مراد من قولہ عن بدر سے یہ ہے کہ یہ آیت غزوہ بدر میں نازل ہوئی جس کی طرف امام بخاریؒ نے بھی اشارہ کیا ہے کہ اس باب کو غزوہ بدر میں ذکر فرمادیا۔

## بَابُ عِدَّةِ أَصْحَابِ بَدْرٍ

ترجمہ۔ اصحاب بدر کی تعداد کیا تھی۔

**حدیث نمبر ۳۵۶۴** حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ عَنْ الْبَرَاءِ قَالَ اسْتَصْفَرْتُ أَنَا وَابْنُ عُمَرَ يَوْمَ بَدْرٍ وَكَانَ الْمُهَاجِرُونَ يَوْمَ بَدْرٍ نِيفًا عَلَى سِتِّينَ وَالْأَنْصَارُ نِيفًا وَارْبَعِينَ وَمِائَتَيْنِ۔

ترجمہ۔ حضرت برادر فرماتے ہیں کہ مجھے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو چھوٹا سمجھ کر جنگ بدر میں شریک نہیں کیا گیا۔ ایسے بدر کی لڑائی میں مہاجرین کی تعداد ساٹھ سے کچھ زائد تھی۔ اور انصار کی تعداد دو سو چالیس سے کچھ زائد تھی۔

**تشریح از شیخ مدنی** | حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی عمر غزوہ بدر کے موقع پر تیرہ سال کی تھی۔ جہاد کی خواہش رکھتے ہیں۔ لیکن انہیں اور حضرت برادرؓ کو اجازت نہیں ملتی۔ غزوہ خندق میں ان کو اجازت مل گئی۔ اسے صغیرت ای اعدادت صغیرا یعنی مجھے چھوٹا شمار کیا گیا۔ نیف ان اعداد کو کہتے ہیں۔ جو بین العقدین یعنی جو دو دہائیوں کے درمیان ہوتے ہیں۔

**حدیث نمبر ۳۵۶۵ حَدَّثَنَا عُمَرُو بْنُ خَالِدٍ السَّعْمِيُّ الْبَرَاءُ يَقُولُ**  
حَدَّثَنِي أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا أَنَّهُمْ كَانُوا عِدَّةَ أَصْحَابِ طَالُوتَ الَّذِينَ جَاؤُوا مَعَهُ التَّهْرَ بَضْعَةَ عَشَرَ وَ ثَلَاثَ مِائَةٍ قَالَ الْبَرَاءُ لَا وَاللَّهِ مَا جَاؤُوا مَعَهُ التَّهْرَ إِلَّا مُؤْمِنٌ

ترجمہ۔ حضرت برادر فرماتے ہیں کہ جو لوگ بدر میں حاضر ہوئے ان میں اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حدیث بیان کی کہ ان کی تعداد اصحاب طالوت کے برابر تھی۔ جنہوں نے ان کے ہمراہ نہر کو عبور کیا تھا۔ وہ تین سو دس سے کچھ اوپر تھے۔ حضرت برادرؓ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے۔ اللہ کی قسم! ان کے ساتھ نہر کو عبور کرنے والے مؤمن ہی تھے۔

**تشریح از شیخ مدنی** | طالوت بنو اسرائیل کے جوہیل تھے۔ جب بنی اسرائیل نے سرکشی کی۔ تو ان پر ایک کافر قوم مسلط کر دی گئی۔ شمعون علیہ السلام کے پاس شکایت لے کر آئے۔ اور مطالبہ کیا کہ ہم پر کوئی بادشاہ مقرر کرو۔ جس کی قیادت میں ہم دشمنوں سے قتال کریں۔ طالوت بادشاہ مقرر ہوا تو ان پر طرح طرح کے اعتراض کرنے لگے۔ حالانکہ بنیامین کے نسب میں سے تھے۔ پہلے ان کے خاندان میں بادشاہت نہیں تھی۔ بلکہ شمعون علیہ السلام کے خاندان میں تھی۔ طالوت دباغ تھا اور قد آور اور ذی علم تھا۔ فنون حربیہ سے خوب واقف تھا۔ اعتراضات کے جواب میں شمعون علیہ السلام نے ان کو معجزات دکھلائے۔ تب طالوت فوجیں لے کر نکلے۔ راستہ میں نہرا درون پڑتی تھی۔ امتحان کے طور پر ان سے کہا گیا کہ میرے موہ کر یا فی نہ پینا چلو بھر پانی پر اکتفا کر لینا۔

لیکن اکثر لوگوں نے خوب پیٹ بھر کر پانی پیا۔ وہ بزدل ہو کر بیٹھ گئے صرف تین سو تیرہ نے چلو بھر پانی پر گزارہ کیا یہی نہر عبور کر کے گئے۔ اور جالوت بادشاہ جس کے پاس ہزاروں کی تعداد میں فوج تھی اس کے مقابلہ میں ڈٹ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک لڑکے کے ذریعہ جو گویا چلاتا تھا جالوت کو قتل کر دیا۔ وہ لڑکے داؤد علیہ السلام تھے۔ جن کو تین پتھروں نے ہمکلام ہو کر کہا آپ ہمیں اٹھا لیں۔ ہم جالوت کو قتل کر دیں گے۔ چنانچہ ایسا ہوا۔

قال البراء لا والله یہ جملہ مجمل ہے دراصل یہ اس اعتراض کا جواب ہے کہ کیا طاوت کے ہمراہ کسی غیر مؤمنین نے بھی ساتھ دیا۔ انہوں نے کہا اللہ کی قسم! نہیں۔ بلکہ ان کے ساتھ صرف مؤمن لوگوں نے دیا۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** لم یجاوز معہ الامؤمن ۵۶۴ مقصد اس حدیث کا یہ ہے۔

کہ جیسے اصحاب طاوت مؤمن تھے۔ ایسے اصحاب بدر بھی سب کے سب مؤمن تھے۔ اس کا یہ مطلب نہیں جو بدر میں حاضر نہیں ہوئے وہ مؤمن ہی نہیں۔ العیاذ باللہ۔ کیونکہ یہ تو ایک ہنگامی جنگ تھی۔

**تشریح از شیخ زکریا** اصحاب بدر اصحاب طاوت کے موافق تھے۔ تعداد میں بھی

اور صفت ایمان میں بھی کیونکہ ان کے بارے میں فرمایا گیا۔ فمن شرب منه فليس مني تو معلوم ہوا پینے والا مؤمن نہیں ہے اور بقول صاحب جلالین و صاحب جمل کہ وہ تین سو تیرہ نفر تھے۔ غزوہ بدر رمضان شریف کی سترہ تاریخ کو واقع ہوا۔ مسلمانوں کے پاس ستر اونٹ اور دو گھوڑے چھ زریں اور آٹھ تلواریں تھیں اور مہاجرین میں سے ستر اور انصار میں سے دو سو پچھتیس حضرات تھے کفار و مشرکین نو سو پچاس لڑاکے نوجوان تھے۔ اور ایک سو گھوڑے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح کی دعا مانگی۔ صدیق اکبرؓ ہمراہ تھے۔ وحی کے ذریعہ غلبہ کی بشارت سنائی گئی۔ کفار میں سے ستر مارے گئے۔ ستر قیدی بنائے گئے۔ انصار میں سے آٹھ اور مہاجرین میں سے پانچ شہید ہوئے۔ آپؐ نے غنائم بدر کو تقسیم فرمایا۔ ذوالفقار تلوار اپنے لئے مخصوص کر لی۔ ابو جہل کا اونٹ بھی مال غنیمت میں شامل کیا۔ ابولہب بدر کی لڑائی میں شامل نہیں ہوا۔ وہ سات دن کے بعد عدسہ میں مر گیا۔

فائدہ۔ مشائخ حدیث بیان فرماتے ہیں کہ اصحاب بدر کے ذکر کے وقت جو دعا مانگی جائے

مستجاب ہوگی مجرب ہے۔

**حدیث نمبر ۳۵۶۶** حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَجَاءٍ الْخَزَّازِيُّ قَالَ كُنَّا  
أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَتَحَدَّثُ أَنَّ عِدَّةَ أَصْحَابِ بَدْرٍ عَلَى  
عِدَّةِ أَصْحَابِ طَالُوتَ الَّذِينَ جَاوَزُوا مَعَهُ النُّهْرَ وَلَمْ يُجَاوِزْ مَعَهُ إِلَّا  
مُؤْمِنٌ بِضْعَةَ عَشَرَ وَثَلَاثُ مِائَةٍ -

ترجمہ۔ حضرت براہ فرماتے ہیں کہ ہم حدیث بیان کیا کرتے تھے کہ اصحاب بدر تین سو تیرہ تھے۔  
اصحاب طالوت کی تعداد کے مطابق جنہوں نے ان کے ہمراہ نہر اردن کو عبور کیا تھا اور نہر  
عبور والے ان کے ہمراہ مؤمن ہی تھے۔

**تشریح از قاسمی** [۲] اٹھ آدمی غزوہ بدر سے بوجہ کسی عذر کے پیچھے رہ گئے۔ آپ  
نے ان کا حصہ غنیمت میں مقرر فرمایا۔ ان میں حضرت عثمان بن عفان بھی ہیں جو نبی رقیہ کی  
تیمارداری کے لئے رہ گئے تھے۔ طلحہ بن عبید اللہ اور سعید بن زید کو آپ نے قافلے کے حالات  
معلوم کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ ابولبابہ کو مدینہ والوں کے لئے اور ہاشم بن عبدی کو اہل العالیہ  
کے لئے حارث بن حاطب کو ردحار سے بنو عمرو بن عوف کے لئے واپس بھیجا اور حارث بن حمزہ  
ردحار میں گر پڑے تھے جن کی ہڈی ٹوٹ گئی آپ نے ان کو مدینہ واپس بھیج دیا اور غوث بن حیر  
کے ساتھ بھی یہی کچھ ہوا۔

**بَابُ دُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى**

**كُفَّارِ قُرَيْشٍ شَيْبَةَ وَعُتْبَةَ وَالْوَلِيدَ وَأَبِي جَهْلٍ بَنِي هِشَامٍ وَهَلَاكِهِمْ -**  
ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کفار قریش پر بددعا کرنا خصوصاً شیبہ  
عتبہ ولید اور ابو جہل بن ہشام اور ان سب کا ہلاک ہو جانا۔

**حدیث نمبر ۳۵۶۷** حَدَّثَنَا عُمَرُو بْنُ خَالِدٍ الْخَزَّازِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ  
مَسْعُودٍ قَالَ اسْتَقْبَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكُعْبَةَ فَدَعَا عَلَى  
نَفَرٍ مِنْ قُرَيْشٍ عَلَى شَيْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ وَعُتْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ وَالْوَلِيدِ بْنِ عُتْبَةَ

وَأَبِي جَهْلٍ بْنُ هِشَامٍ فَأَشْهَدُ بِاللَّهِ لَقَدْ رَأَيْتُهُمْ صَرَخُوا قَدْ غَيَّرْتُمْهُمُ الشَّمْسُ  
وَكَانَ يَوْمًا حَارًّا۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کی طرف  
تشریف لائے اور قریش کی ایک جماعت پر بد دعا کی۔ جو آپ پر کھل کھلا کر منس رہے تھے۔  
وہ شیبہ بن ربیعہ، عقبہ بن ربیعہ، ولید بن عقبہ اور ابو جہل بن ہشام ہیں۔ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا  
ہوں کہ میں نے بدر کی لڑائی میں زمین پر پتھر اٹھا دیکھا کہ دھوپ نے ان کی شکلیں بدل دی  
تھیں اور وہ دن بڑا سخت گرم تھا۔

**تشریح از شیخ مدنی** یہاں یہ حدیث مختصر ہے۔ دوسری جگہ مفصل حدیث آ  
چکی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کے قریب نماز پڑھ رہے تھے کہ سرداران  
قریش کی جماعت کچھ دور بیٹھی تھی۔ جو کہنے لگے کہ اس ریاکار کو دیکھو کہ یہاں آکر عبادت کر رہا  
ہے۔ مشورہ کے بعد عقبہ ابن ابی معیط ذبح شدہ اونٹ کی ادھیری گندگی سمیت سجدہ کی  
حالت میں آپ کی پیٹھ پر رکھ دیتا ہے۔ اس کا بوجھ اتنا تھا کہ آپ اس کی وجہ سے اٹھ نہیں  
سکے۔ اور آپس میں کہہ رہے تھے کہ تو نے رکھا دوسرا کہتا یہ اس نے رکھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود  
یہ واقعہ دیکھ رہے تھے۔ مگر قریش میں سے نہ ہونے کی وجہ سے کچھ کہہ نہیں سکتے تھے اور نہ ہی کچھ  
کر سکتے تھے۔ روتے ہوئے آپ کے مکان پر پہنچ کر حضرت فاطمہؓ کو یہ واقعہ سنایا تو ان قریش کو  
گالیاں دیتی ہوئی آئیں اور آپ کی پیٹھ سے اس بوجھ کو ہٹایا چونکہ حضرت فاطمہؓ شرفائیں سے  
تھیں۔ اس لئے انہوں نے جرات سے کام لے کر یہ کام کر دیا۔ تو قریش نے بھی کچھ نہ کہا۔ جس  
کے بعد آپ نے یہ بد دعا کی۔ اور قریش کا یہ عقیدہ تھا کہ جو دعا خانہ کعبہ کے قریب مانگی جائے۔  
اور وہ مظلوم کی بد دعا ہو۔ تو اس کا اثر ضرور ظاہر ہو کر رہتا ہے۔ لیکن انہوں نے اس کی  
پرواہ نہ کی۔ خدا کا کرنا یہ ہوا کہ یہ سب کے سب غزوہ بدر میں مقتول ہوئے۔ اور آپ کی  
بد دعا اس بنا پر تھی۔ جیسے ڈاکٹر عضو فاسد کو کاٹ دیتا ہے۔ چنانچہ آپ کا ارشاد ہے۔  
الشفاء فی الثلاث۔ والعسل والحجامة۔ والکی من النان شہد۔ کچھنے لگوانا اور  
آگ سے داغ دینا۔ کیونکہ ان تینوں سے مادہ فاسد نکل جاتا ہے۔ ہمیشہ طبیب حاذق مرض

کے زہریلے مادہ کا علاج کرتا ہے۔ اگر مادہ فاسد کو نہ نکالا جائے تو وہ اور بگاڑ کرتا ہے۔ شفا اور تندرستی مشکل ہو جاتی ہے۔ تو اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے لئے جو مبتلا فساد تھے۔ بد دعا فرمائی۔ تو یہ لوگ دہل کی طرح مادہ فاسد تھے۔ ان کو صفحہ ہستی سے ہٹایا گیا۔ ساری قوم کے لئے بد دعا آپ سے کہیں ثابت نہیں ہے۔ البتہ نوحؑ اور موسیٰؑ سے جو اپنی ساری قوم کے لئے بد دعا ثابت ہے وہ ان کی شانِ جلالی کا مظہر تھا۔ جس پر قیامت کے دن وہ تاسف کا اظہار کریں گے۔

## بَابُ قَتْلِ ابْنِ جَهْلٍ

ترجمہ۔ ابو جہل کا قتل ہونا۔

حدیث نمبر ۳۵۶۸ حَدَّثَنَا ابْنُ مَيْمُونٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ آتَى أَبَا جَهْلٍ دَيْلَهُ رَمَقٌ يَوْمَ بَدْرٍ فَقَالَ أَبُو جَهْلٍ هَلْ أَعْمَدُ مِنْ رَجُلٍ قَتَلْتُمُوهُ؟

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بدر کی لڑائی میں ابو جہل کے پاس پہنچے تو ابھی تک اس میں زندگی کے کچھ سانس باقی تھے۔ تو ابو جہل کہنے لگا کہ کیا میرے سے زیادہ عجیب یا غضب آدمی تم نے قتل کیا ہے۔ یعنی نہ تمہارے لئے فخر ہے اور نہ میرے لئے عار ہے۔ یہ ایسے ہے جیسے کسی قوم نے اپنے سردار کو قتل کیا ہو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ [صورت یہ پیش آئی کہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں میدان بدر میں کھڑا تھا۔ اپنے دائیں بائیں دیکھا تو دو نوجوان کھڑے تھے۔ نوجوانوں میں جوش تو ہوتا ہے لیکن تجمل نہیں ہوتا۔ بے سمجھی میں کچھ کا کچھ کہہ گزرتے ہیں۔ ان کو افسوس ہوا کہنے لگے کہ کاش آج کوئی تجربہ کار میرے ساتھ ہوتا تو جنگ کا نقشہ بدل دیتے۔ حقوڑی دیر گزری کہ ایک نے کہا چچا! یہ بتلاؤ کہ ابو جہل کہاں ہے۔ کیونکہ وہ نوجوان انصاری تھے اور یہ مہاجر تھے۔ جو قریش کے ہر ہر فرد کو اچھی طرح جانتے تھے۔ تو انہوں نے پوچھا اسے دیکھ کر کیا کر دے۔ اس نے کہا سنا ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت و دشمنی رکھتا ہے۔ اور

میں نے قسم کھائی ہے کہ اگر میں نے اسے دیکھ لیا تو جب تک اسے قتل نہ کر لوں اپنا بدن اس سے جدا نہیں ہوگا۔ اس طرح دوسری طرف کے نوجوان نے بھی کہا۔ حضرت عبدالرحمنؓ کو بہت خوشی ہوئی کہ ایسے فدائی موجود ہیں۔ فرمایا اچھا میں بتلا دوں گا۔ غرضیکہ یہ دونوں ابو جہل کو قتل کر کے آپ کو بشارت دیتے ہیں۔ یہ دونوں معاذ اور معوذ ابنا عفر تھے۔ جن کی ماں ایک تھی۔ باپ الگ الگ تھے۔ یعنی یہ ایخانی بھائی تھے۔ تو آپ نے عبداللہ بن مسعودؓ کو ابو جہل کا حال دریافت کرنے کے لئے بھیجا کہ سچ مچ ان نوجوانوں نے ابو جہل کو قتل کیا ہے یا کسی اور کو۔ یہ اس لئے کہ یہ انصاری تھے۔ قریش کو نہیں پہچانتے تھے۔ یا یہ دیکھنا تھا کہ اس کی جان نکلی ہے یا ابھی زندہ ہے۔ تو انہوں نے ابو جہل کو دیکھا زمین پر پڑا ہوا ہے۔ جسے زخم کاری لگا ہوا ہے۔ بچنے کی امید نہیں تو انہوں نے اس کی داڑھی کو جھٹکا دے کر کہا۔ اخراک اللہ یا عد اللہ اے اللہ کے دشمن اللہ نے تجھے رسوا کیا۔ جس پر ابو جہل نے کہا۔ ہل اعمد بمعنی اھلک۔ یہ اسم تفضیل ہے اور بعض نے اعمد بمعنی اعجب کے لیا ہے۔ یہ بطور تسلی کے کہا اور بعض نے اعمد بمعنی غضب کے کہا ہے۔ اور اشرف و ازید کے معنی بھی آتے ہیں۔ مگر یہ لازمی معنی ہیں۔ بہر حال اپنے نفس کو تسلی دیتا ہے اور ان سے کہتا ہے کہ ابھی تو ایک کو قتل کیا ہے۔ قوم موجود ہے بدلہ لے گی۔

**حدیث نمبر ۳۵۶۹** حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَنْظُرُ مَا صَنَعَ أَبُو جَهْلٍ فَإِن طَلَّقَ ابْنُ مَسْعُودٍ فَوَجَدَهُ قَدْ ضَرَبَهُ ابْنُ عَفْرَاءَ حَتَّى بَرَدَ قَالَ أَنْتَ أَبُو جَهْلٍ قَالَ فَآخَذَ بِلِحِيَّتِهِ قَالَ وَهَلْ فَوْقَ رَجُلٍ قَتَلْتُمُوهُ أَوْ رَجُلٍ قَتَلَهُ قَوْمُهُ قَالَ أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ أَنْتَ أَبُو جَهْلٍ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی ہے جو ابو جہل کے ساتھ جو کچھ ہوا ہے وہ دیکھ کر آئے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ گئے تو اس کو اس حال میں پایا کہ عفر آ کے دو بیٹوں نے اسے گھاتل کر لیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ قریب از مرگ ہو گیا۔ تو اس کی داڑھی کو پکڑ کر کہا کہ کیا تو ابو جہل ہے۔ کہا کہ اس آدمی سے بھی بلند کوئی آدمی پایا جس کو

اس کی قوم نے قتل کر دیا۔ یا کہا کہ تم نے اس کو قتل کیا ہو۔

**تشریح از شیخ مدنی** | برد بمعنی مات اور برد قریب الموت کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔

یہاں بھی دوسرے معنی مراد ہیں۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | برد ای سکن کہ پھر کھنکھ سے سکون کر گیا۔ اور حرارت کا جوش

مٹنا پڑ گیا۔ اور یہ کیفیت موت کے قریب ہوتی ہے۔ جب کہ روح کے نکلنے کا وقت قریب ہوتا ہے۔

**تشریح از شیخ زکریا** | قطب گنگوہی نے تشریح کے قول کی عمدہ تائید کی ہے۔ کیونکہ

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ برد بمعنی مات کے ہے۔ اور قسطانی بھی یہی فرما رہے ہیں۔ کہ برد بمعنی مات

اور مرے ہوئے کی حالت میں ہو گیا کہ جیسے مذبح کی صرف حرکت باقی رہ جاتی ہے ایسا ہی حال

تھا۔ اور حافظ بھی یہی فرما رہے ہیں کہ برد بمعنی مات لیکن قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ مسلم کی روایت

میں حتی تبرک آیا ہے۔ بمعنی کہ وہ گر پڑا اس کی تائید اس سے ہوتی ہے۔ کہ حضرت ابن مسعود

اس سے ہم کلام ہوئے ہیں۔ اگر مر چکا تھا تو پھر کلام کیسے ہوتا۔

**حدیث نمبر ۳۵۷۰** حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعُتْبَىٰ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ

النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ مَنْ يَنْظُرُ مَا فَعَلَ أَبُو جَهْلٍ فَإِنِ انْطَلَقَ

بُنُ مَسْعُودٍ فَوَجَدَ قَدْ ضَرَبَهُ ابْنُ عَفْرَاءَ حَتَّىٰ بَرَدَ فَأَخَذَ بِلِحْيَتِهِ فَقَالَ

أَنْتَ أَبَا جَهْلٍ قَالَ وَهَلْ فَوْقَ رَجُلٍ قَتَلَهُ قَوْمُهُ أَوْ قَالَ قَتَلْتُمُوهُ۔

ترجمہ۔ حضرت انس فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن فرمایا۔

کہ کوئی شخص جا کر ابو جہل کا حال دیکھ آئے کہ اس پر کیا گزری۔ پس ابن مسعود گئے۔ جس نے

اس کو اس حال میں پایا۔ کہ عفرہ کے دونوں بیٹے مجاذ اور معوذ نے اس کو تلوار کے وار سے

زخمی کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ قریب از مرگ ہو گیا۔ تو ابن مسعود نے اس کی داڑھی سے پکڑ کر

کہا کہ تو ابو جہل ہے۔ اور ایک روایت میں ابو جہل ہے۔ یعنی داؤ کے بدلے الف ہے۔ یہ

نصب علی التنازیر یا ان لوگوں کے مسلک کے مطابق ہے جو اسمائے مکبرہ کے الف کو ہر حال باقی

رکھتے ہیں۔ پس ابو جہل نے کہا کہ اس آدمی سے بلند کوئی ہے جس کو اس کی قوم نے قتل کیا ہو۔

یا کہا کہ تم نے اسے قتل کیا ہو۔ پھر حضرت عبداللہ بن مسعود نے اس کا سر قلم کر دیا۔ دو سجدوں



کے ساتھ اس طرح روایت نقل کی ہے۔

حدیث نمبر ۳۵۷۷ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الرَّقَاشِيُّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ أَنَا أَوَّلُ مَنْ يُجْشُوا بَيْنَ يَدَيِ الرَّحْمَنِ لِلْخُصُومَةِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَقَالَ قَيْسُ بْنُ عُبَادٍ وَفِيهِمْ أَنُزِلَتْ هَذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمَا قَالَ هُمَا الَّذِينَ تَبَارَزُوا يَوْمَ بَدْرٍ حَنْزَلَةُ وَعَلِيٌّ وَعُبَيْدَةُ أَوْ أَبُو عُبَيْدَةَ ابْنُ الْحَارِثِ وَشَيْبَةُ بْنُ رَبِيعَةَ وَعُتْبَةُ وَالْوَلِيدُ بْنُ عُتْبَةَ۔

ترجمہ: حضرت علی بن ابی طالبؓ فرماتے ہیں کہ میں پہلا شخص ہوں گا جو قیامت کے دن رحمن کے سامنے گھٹنوں کے بل جھکے کے لئے بیٹھوں گا۔ قیس بن عباد فرماتے ہیں کہ انہی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی کہ یہ دو فریق ہیں جو اپنے رب کے دین کے بارے میں جھگڑا کیا۔ فرمایا وہی لوگ ہیں جو بدر کی لڑائی میں لڑائی میں نکلے۔ حضرت حمزہؓ، علیؓ، عبیدہ یا ابو عبیدہ بن الحارث، شیبہ بن ربیعہ، عتبہ اور ولید بن عتبہ ہیں۔

**تشریح از شیخ مدنی** | انت ابا جھل کی دو صورتیں ہیں۔ انت مبتدا اور مقول و مفعول خبر مخذوف ہے۔ اور ابا جھل مناد ہی ہے۔ یا یہ کہ اسماء ستہ مکبرہ میں سے ہے جس کا اعراب مقدر پڑھا جائے گا۔ ابن مالک نے اقیہ میں اسے نقل کیا ہے کہ تینوں حرکات ایک ہی صورت میں ہوں گی۔ تو ایسے ابا جھل میں ضمہ بالالف مقدرہ ہے۔ دوسری حدیث کی تشریح یہ ہے کہ اولاً باقاعدہ جنگ بدر میں ہوئی۔ قاعدہ یہ تھا کہ ایک آدمی نکلتا اور ہل من مبارز کہہ کر میدان میں آتا۔ وہی اپنے مقابل سے لڑتا۔ باقی صفیں تماشا دیکھتی رہتی تھیں۔ کبھی تو اسی پر فیصلہ ہو جاتا۔ اور کبھی ہلہ بول دیتے تھے۔ قریش مکہ نے بھی ایسا ہی کیا۔ حضرت حمزہؓ کے مقابل میں شیبہ۔ علیؓ کے مقابلہ میں ولید بن عتبہ اور عبیدہ کے مقابل میں عتبہ۔ سب سے سن رسیدہ عتبہ بن ربیعہ تھا۔ حضرت حمزہؓ اور علیؓ نے اپنے مقابل کو سنبھلنے کا موقعہ ہی نہ دیا۔ کہ پہلے دار میں ان کو قتل کر دیا۔ عبیدہ اور عتبہ میں تلوار چل رہی تھی کہ حضرت حمزہؓ اور علیؓ نے حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ علیؓ اور ولید تو نوجوان تھے اور باقی چاروں شیخ تھے۔ حضرت عبیدہ کے گھٹنے میں تلوار کا

زخم لگا جس سے وہ شفا یاب نہ ہو سکے۔ واپسی پر صفر میں وفات پا گئے۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** انا اولک من یحبوا الہ ۵۶۵ کفار قریش صحابہ کرام

پر دعویٰ کریں گے کہ انہوں نے ان کو ظلماً قتل کیا ہے اور صحابہ کرام کہیں گے کہ ہم نے حق کی حمایت میں ان سے لڑائی کی ہے۔

**تشریح از شیخ زکریا** ہو فائدہ قطب گنگوہی نے بیان فرمایا ہے وہ الفاظ آیت کے

زیادہ قریب ہے۔ کیونکہ مخاصمہ تو فریقین کے درمیان ہوتا ہے۔ اور ابن عباسؓ کی تفسیر بھی اسی کے قریب قریب ہے۔ لیکن شراح بخاری نے اس بارے میں کچھ نہیں کہا۔ چنانچہ جلالین میں ہے۔

هَذَا اِنْ خَصَّ عَمَّا اَيُّ الْمُؤْمِنُونَ خَصَمَ وَالْكَفَّارِ خَصَمَ اَخْتَصَمُوا فِي رِبْهَمَا اَيُّ

فِي دِينِهِ صَاحِبِ جَمَلٍ فَرَمَاتے ہیں۔ ہذا خصمان اصحاب بدر کے بارے میں نازل ہوئی۔ جنہوں نے

مبارزہ و مقابلہ کیا تھا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت مسلمانوں اور اہل کتاب کے بارے میں نازل

ہوئی۔ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں مؤمن اور کافر کی مثال بیان کی گئی ہے۔ جو بعثت

کے بارے میں جھگڑتے رہے۔ تو یہ تفسیر سب اقوال کو شامل ہوگی۔ قصہ بدر وغیرہ بھی اس میں آجائے

گا۔ مولانا محمد حسن مکیؒ فرماتے ہیں کہ اولک من یحبوا الہ اس لئے فرمایا کہ قیامت کے دن لوگ

جھگڑیں گے تو میں پہلا مخاصم ہوں گا۔

**حدیث نمبر ۳۵۷۲** حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ الْإِمِّيُّ ذَرَّ قَالَ نَزَلَتْ هَذَانِ

خَصْمَانِ اَخْتَصَمُوا فِي رِبْهَمُ فِي سِتَّةٍ مِّنْ قُرَيْشٍ عَلِيٌّ وَحَمْزَةُ وَعُبَيْدَةُ

بْنُ الْحَارِثِ وَشَيْبَةُ بْنُ رَبِيعَةَ وَعُثْبَةُ بْنُ رَبِيعَةَ وَالْوَلِيدُ بْنُ عُثْبَةَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ذرؓ فرماتے ہیں کہ ہذان خصمان الایۃ۔ یہ قریش کے چھ آدمیوں کے بارے

میں نازل ہوئی۔ حضرت علیؓ۔ حضرت حمزہؓ۔ حضرت عبیدہ بن الحارثؓ۔ شیبہ۔ عتبہ۔ اور ولید بن عتبہ۔

**حدیث نمبر ۳۵۷۳** حَدَّثَنَا اسْحَقُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ الْإِمِّيُّ عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ

قَالَ قَالَ عَلِيٌّ فِينَا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ هَذَانِ خَصْمَانِ اَخْتَصَمُوا فِي رِبْهَمُ۔

ترجمہ۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ہذان خصمان الایۃ۔ یہ آیت کریمہ ہمارے بارے میں نازل ہوئی۔

**حدیث نمبر ۳۵۷۴** حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ جَعْفَرٍ الْإِمِّيُّ عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ

سَمِعْتُ أَبَا ذَرٍّ يَقْسِمُ لَنَزَلَتْ هَؤُلَاءِ الْآيَاتُ فِي هَؤُلَاءِ الرَّهْطِ السِّتَةِ يَوْمَ  
بَدْرٍ نَحْوَهُ۔

ترجمہ۔ حضرت قیس بن عباد سے مروی ہے کہ میں نے حضرت ابو ذرؓ سے سنا۔ قسم کھا کر فرماتے  
تھے۔ کہ یہ آیات ان چھ آدمیوں کے بارے میں نازل ہوئیں جو بدر کی لڑائی میں مقابل ہوئے۔

**حدیث نمبر ۳۵۷۰** حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْأَعْمِيُّ عَنْ قَيْسِ قَالَ  
سَمِعْتُ أَبَا ذَرٍّ يَقْسِمُ قَسَمًا أَنَّ هَذِهِ الْآيَةَ هَذَا خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي  
رَبِّهِمْ نَزَلَتْ فِي الَّذِينَ بَرَزُوا يَوْمَ بَدْرٍ حَمْزَةُ وَعَلِيٌّ وَعَبِيدَةُ بْنُ الْحَارِثِ  
وَعُتْبَةُ وَشَيْبَةُ ابْنُ رَيْبِيعَةَ وَالْوَلِيدُ بْنُ عُتْبَةَ۔

ترجمہ۔ حضرت قیسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ذرؓ سے سنا جو خوب قسم کھا کر فرماتے تھے  
کہ یہ آیت ہذا ان خصمانہ ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو بدر کی لڑائی میں ایک دوسرے  
کے مقابل میں آئے۔ حضرت حمزہؓ، علیؓ، عبیدہ بن الحارثؓ، عتبہ اور شیبہ جو ربیعہ کے بیٹے ہیں۔ اور  
ولید بن عتبہ کے بارے میں۔

**حدیث نمبر ۳۵۷۱** حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْإِسْهَاقِيُّ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ  
رَجُلٌ الْبَرَاءُ وَأَنَا أَسْمَعُ قَالَ أَشْهَدُ عَلَيَّ بَدْرًا قَالَ بَدْرًا قَالَ  
بَارَزُوا ظَاهِرًا حَقًّا۔

ترجمہ۔ ابو اسحاقؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت برادرؓ سے پوچھا۔ جب کہ میں سن رہا تھا۔  
کہ کیا حضرت علیؓ بدر کی لڑائی میں حاضر تھے۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ انہوں نے خوب مقابلہ کیا۔  
اور حق کی امداد و نصرت فرمائی کہ یہ کہ انہوں نے دوہری زرہ پہن رکھی تھی۔

**تشریح از شیخ مدنیؒ** | ظاہر بمعنی ایک زرہ کو دوسری زرہ پر پہننا یہ شدت قوت  
پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ زرہ لوہے کی ہوتی ہے۔ اور بوجھل ہوتی ہے۔ دوہری زرہ اٹھانے  
کے لئے سخت قوت کی ضرورت ہے۔ اور ظاہر کے معنی اعان و نصرت کے بھی آتے ہیں۔

**حدیث نمبر ۳۵۷۲** حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْإِسْهَاقِيُّ عَنْ جَدِّهِ  
عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ كَاتَبْتُ أُمِّيَّةَ بْنَ خَلْفٍ فَلَمَّا كَانَ يَوْمَ بَدْرٍ فَذَكَرَ

قَتَلَهُ وَقَتَلَ ابْنَهُ فَقَالَ بِلَالٌ لَا نَجَوْتُ إِنْ نَجَا أُمِّيَّةٌ -

ترجمہ۔ حضرت عبدالرحمنؓ فرماتے ہیں کہ میں نے امیہ بن خلف سے معاہدہ کر رکھا تھا۔ کہ ایک دوسرے کی امداد کریں گے۔ جب بدر کی لڑائی شروع ہوئی۔ تو حضرت عبدالرحمنؓ کو امیہ کے قتل اور ان کے بیٹے کے قتل کرنے کا ذکر ہوا۔ تو حضرت بلالؓ نے کہا۔ میں نہیں بچ سکوں گا۔ اگر امیہ بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ چنانچہ انصار کی مدد سے اسے قتل کر دیا گیا۔

**حدیث نمبر ۳۵۷۰** حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُثْمَانَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَرَأَ وَالتَّجْوِ فَسَجَدَ بِهَا وَسَجَدَ مَنْ مَعَهُ غَيْرَ أَنْ شَيْخًا أَخَذَ كَفَّاقَيْنِ تُرَابٍ قَرَفَعَهُ إِلَى جَهَنَّمَ فَقَالَ يَكْفِيَنِي هَذَا قَالَ عَبْدُ اللَّهِ فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ بَعْدُ قُتِلَ كَافِرًا -

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ النجم کی تلاوت کی۔ تو آیت سجدہ پر آپؐ نے بھی سجدہ تلاوت کیا اور جو لوگ آپؐ کے ساتھ تھے سب نے سجدہ کیا۔ سوائے ایک بوڑھے امیہ بن خلف کے۔ جس نے مٹی کی ایک مٹھی اٹھائی اور اسے اپنی پیشانی تک اٹھا کر کہا کہ مجھے تو یہ کافی ہے۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ بعد میں جنگ بدر کے اندر اسے دیکھا کہ وہ کفر کی حالت میں قتل کیا گیا۔

**تشریح از قاسمی** | امیہ بن خلف نے حضرت بلالؓ کو سخت تکالیف پہنچائی تھیں۔ اس

لئے انہوں نے اس کے قتل کی ٹھان لی تھی۔ حضرت عبدالرحمنؓ آڑے آئے۔ لیکن وہ انصار کی مدد سے اس کو قتل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ چونکہ وہ بدر میں مارا گیا۔ اس لئے ترجمہ الباب سے مطابقت ہو گئی کہ غزوہ بدر کا ذکر ہو رہا ہے۔

**حدیث نمبر ۳۵۷۱** أَخْبَرَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى عَنْ عُرْوَةَ قَالَ كَانَ فِي الزُّبَيْرِ ثَلَاثُ ضَرْبَاتٍ بِالسَّيْفِ أَحَدُهُنَّ فِي عَاتِقِهِ قَالَ إِنْ كُنْتُ لَأَدْخُلُ أَصَابِعِي فِيهَا قَالَ ضُرِبَ ثَلَاثِينَ يَوْمَ بَدْرٍ وَوَاحِدَةً يَوْمَ الْيَرْمُوكِ قَالَ عُرْوَةُ وَقَالَ لِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَرْوَانَ حِينَ قُتِلَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الزُّبَيْرِ يَا عُرْوَةُ هَلْ تَعْرِفُ سَيْفَ الزُّبَيْرِ قُلْتُ

نَحْمَقَالَ فَمَا فِيهِ قُلْتُ فِيهِ فَلَئِنْ فَلَهَا يَوْمَ بَدْرٍ قَالَ صَدَقْتُ - ه  
 بِهِنَّ فَلَوْلُ مِنْ قِبَاعِ الْكُتَّابِ - ثُمَّ رَدَّهٗ عَلَى عُرْوَةَ - قَالَ هِشَامُ فَأَقْبَاهُ  
 بَيْنَنَا ثَلَاثَةَ آلَافٍ وَأَخَذَهُ بَعْضُنَا وَلَوْدُ دُتْ أَرَى كُنْتُ أَخَذْتُهٗ حَدَّثَنَا  
 فَرَوَهُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ سَيْفُ الزُّبَيْرِ مُحَلًى بِفِضَّةٍ قَالَ  
 هِشَامٌ وَكَانَ سَيْفُ عُرْوَةَ مُحَلًى بِفِضَّةٍ -

ترجمہ۔ حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ میرے باپ زبیرؓ کے بدن پر تلوار کے تین زخم تھے۔ ان میں  
 سے ایک ان کے کندھے پر لگا تھا۔ بچپن میں میں ان مندل زخموں میں اپنی انگلیاں داخل کر کے  
 کھینکتا تھا۔ اور تلوار کے دو زخم انہیں بدر کی لڑائی میں لگے تھے۔ اور ایک یرموک کی لڑائی میں لگا۔  
 عروہؓ فرماتے ہیں کہ مجھ سے خلیفہ عبدالملک بن مروان نے حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کی شہادت کے بعد  
 پوچھا کہ کیا تم حضرت زبیرؓ کی تلوار کو پہچانتے ہو۔ میں نے کہا ہاں پہچانتا ہوں۔ فرمایا اس کی کیا نشانی  
 ہے۔ میں نے کہا اس میں دندلے پڑے ہوئے ہیں۔ اور وہ دندلے اسے بدر کی لڑائی میں  
 پڑے تھے۔ (یہ جملہ محل ترجمہ ہے) اس نے کہا تو نے سچ کہا۔ شاعر کہتا ہے۔ کہ ان کی تلواروں  
 میں دندلے اس لئے پڑ گئے کہ لشکروں کی تلواروں سے کھٹ کھٹاؤ ہوا۔ پھر وہ تلوار حضرت عروہؓ  
 کو واپس کر دی۔ ہشام راوی کہتے ہیں۔ کہ نیلامی میں ہم نے اس تلوار کی قیمت تین ہزار طے کی۔  
 جس کو بعض دربار نے لے لیا۔ میری خواہش تھی کہ میں ہی اسے خرید کر لیتا۔ اور عروہؓ فرماتے ہیں۔  
 کہ حضرت زبیرؓ کی تلوار چاندی سے مزین تھی اور ہشام کہتے ہیں کہ عروہؓ کی تلوار چاندی سے صریح تھی۔

**تشریح از شیخ مدنی** | ضربتہ کے بعد بالسیف کہنا بطور تاکید ہے جو ضربتہ سے

مفہوم ہے کہ اس کے معنی تلوار مارنے کے ہیں۔ اور جو زخم تلوار لگنے سے ہوا اسے ضربتہ کہتے ہیں۔  
 عاتق موندھے اور گردن کے بیچ کی جگہ کو کہا جاتا ہے یرموک شام کے علاقہ میں ایک مقام ہے۔  
 جو دمشق کے قریب ہے۔ اس مقام پر رومیوں سے لڑائی ہوئی تھی۔ جس میں انہوں نے  
 چاروں طرف سے اپنی فوجی قوت جمع کر کے مقابلہ کیا تھا۔ فوج کی تعداد تین لاکھ تھی۔ اور  
 مسلمانوں کی کل تعداد چار لاکھ تھی۔ جس میں بوڑھے بچے اور عورتیں بھی شامل ہیں۔ یہ ۳۱ھ  
 کا واقعہ ہے۔ مسلمانوں کی طرف سے جو لوگ میدان جنگ میں آئے ان کی تعداد ایک لاکھ سے

بھی کم تھی۔ جب اس کی اطلاع حضرت فاروق اعظمؓ کو ملی۔ تو انہوں نے تمام فوجوں کو یرموک میں جمع ہونے کا حکم دیا۔ چنانچہ جب مسلمان جنگی حکمت عملی کی وجہ سے مقبوضہ علاقوں سے آنے لگے۔ تو علاقہ کے غیر مسلم باشندے جو رومیوں کے مظالم سے تنگ آچکے تھے۔ اور مسلمانوں کی مدارات دیکھ چکے تھے۔ تو وہ دلگیر ہو کر روئے لگے۔ اس لڑائی میں ستر ہزار رومیوں نے اپنے آپ کو زنجیروں سے باندھا تھا۔ تاکہ کوئی بھاگ نہ سکے۔ اہل بدر میں سے اس لڑائی میں ستوا آدمی اور دیگر چار ہزار لوگ شہید ہوئے۔ رومیوں میں سے ایک لاکھ پانچ ہزار قتل ہوئے۔ اور چالیس ہزار قیدی بنائے گئے۔ باقی بھاگ گئے۔ اس جنگ میں حضرت زبیرؓ کو حملہ کرنے کے لئے کہا گیا اور نصرت و تعاون کا وعدہ کیا گیا۔ چنانچہ یہ حملہ آور ہوئے۔ تمام صفوف کو چیرتے ہوئے اکیلے دوسرے کنارے تک پہنچ گئے۔ واپسی پر رومیوں نے تین زخم پہنچائے۔ بایں ہمہ وہ مسلمانوں میں واپس پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ اس لڑائی کے موقع پر صرف بارہ برس کی عمر کے تھے۔ طبیعت میں شجاعت تھی۔ ان کے والد نے انہیں اور ان کے گھوڑے کو ایک صحابی کے سپرد کر دیا۔ کہ کہیں یہ حملہ نہ کر دیں۔ جب یہ بڑے ہوئے تو یزید بن معاویہؓ کی بیعت سے انکار کر دیا۔ یزید کی وفات کے بعد مروان بن الحکم کی حکومت چھ ماہ رہی۔ تو لوگوں نے حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ مروان کے بعد عبدالملک بن مروان تخت نشین ہوا۔ جس نے حجاج بن یوسف کو حضرت ابن الزبیرؓ کے مقابلہ کے لئے مکہ معظمہ پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ جس میں وہ کامیاب رہا۔ اس نے عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت کے بعد ان کا مال و متاع عبدالملک بن مروان کے پاس بھیج دیا۔ جس میں ان کے دوسرے بھائیوں کی چیزیں بھی تھیں۔ ان میں سے حضرت زبیرؓ کی تلوار بھی تھی جو حضرت عروہؓ کے حصہ میں آئی تھی۔ جس کا واپسی کا انہوں نے عبدالملک سے مطالبہ کیا جو انہیں واپس کر دی گئی۔

بھون فلولؓ یہ مصرعہ نابغہ زیبائی کا ہے جو اپنے ممدومین کی تعریف کہتا ہے۔ کہ ان میں اور تو کوئی عیب نہیں ہے۔ البتہ پلٹنوں کو قتل کرنے کی وجہ سے ان کی تلواروں میں دندانے بڑھ گئے ہیں۔ مندرج بصورت ذمہ ہے۔ یہ بھی مدح کا خاص طریقہ ہے۔ چونکہ ایک تلوار کو تین آدمیوں میں تقسیم نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اس لئے تلوار زبیرؓ کو نیلام کیا گیا۔ جس کی نیلامی تین ہزار درہم پر ختم ہوئی۔ تبرک کی وجہ سے قیمت میں اضافہ ہوتا گیا۔ حضرت عروہؓ کو لینے کی نوبت نہ آئی۔ ان کے کسی رشتہ دار نے لے لی جن کی ان کو

حسرت رہی۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت زبیرؓ غزوہ بدر میں شریک تھے۔ اس سے ترجمہ ثابت ہوا۔  
**کَانَ سَيْفُ الزَّبِيرِ مَحْلِيًّا بِفَضَّةٍ**۔ قاعدہ ہے جس چیز سے کسی کو محبت ہوتی ہے۔ وہ اسے  
 خوب صورت بناتا ہے۔ عرب کے لوگ تلوار کے دھنی تھے۔ اس لئے آپنے آلات جنگ کو خوب صورت بناتے  
 تھے۔ اور انہیں مرصع آلات کو مکانات کی زینت بنایا کرتے تھے۔ تلوار میں جو جگہ بکڑنے کی نہیں ہوتی۔  
 اس کے اوپر چاندی جڑی جاتی تھی۔ اس سے ایک تو رعب ڈالنا مقصود ہوتا تھا۔ دوسرے کہ یہ  
 آلات ہمیشہ اس شخص کے پاس رہتے ہیں جنہیں آلاتِ حرب سے دلچسپی دیتی ہے۔ ہمارے لئے جیسے  
 اَقِمُوا الصَّلَاةَ کا حکم ہے۔ ایسے اعداء الہم کا حکم بھی ہے۔ کہ دشمنوں کے خلاف جس قدر ہو سکے مسلح  
 ہو کر رہو۔ آج ہمارے اندر کسی قسم کی تیاری نہیں۔ ۱۸۵۶ء سے پہلے شرفار ان جنگی آلات کی تربیت  
 حاصل کرتے تھے۔ آج اسے مکررہ اور خلافِ شان سمجھا جاتا ہے۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | ضربِ تشنیں یوم بدر ۱۱ ص ۵۶۶ اس عبارت کا یہ مقصد  
 نہیں ہے کہ حضرت زبیرؓ کو جنگ یرموک میں صرف ایک تلوار کا زخم آیا۔ بلکہ جیسا آرہا ہے۔ ضربِ  
 یوم الیرموک ضربِ تبین بلکہ مقصد یہ ہے کہ یوم یرموک میں ان کو ایک زخم بدر کے دوزخموں کے  
 درمیان لگا۔ اور دوسری ضرب جو تھی وہ ان مینوں ضربات سے الگ ایک جانب تھی۔ خلاصہ یہ ہے۔  
 کہ دونوں لڑائیوں میں انہیں تلوار کے چار زخم لگے۔ ہر ہر لڑائی میں دوزخم تھے۔ لیکن جو دوزخم  
 یرموک کی لڑائی میں لگے۔ ان میں سے ایک بدر کی لڑائی کے دوزخموں کے درمیان تھا۔ اور  
 دوسری ضرب یوم بدر کے ضربات سے ایک جانب الگ تھی۔ جس کی صورت یہ ہوتی۔

۱۲۰ یرموک۔ اس صورت کے بعد روایات میں اختلاف نہیں رہے گا۔ پس جو راوی  
 یرموک کی ایک ضربہ نقل کرتا ہے اس کی مراد بدر کی دو ضربات کے درمیان دالی ضربہ ہے۔ مطلق  
 نہیں ہے۔ اگر مطلق مراد ہو تو پھر مفہوم عدد غیر معتبر ہوگا۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

یا عمروة هل تعرف عبد الملك بن مروان نے ان سے سوال اس لئے نہیں کیا کہ اسے  
 اولادِ زبیرؓ سے مخالفت تھی۔ درندہ تلوار واپس نہ کرتا۔ اس کی مخالفت تو صرف عبداللہ بن زبیرؓ  
 سے تھی۔ جس نے خلافت کا دعویٰ کیا۔ اور سات سال تک برسرِ پیکار رہے۔ ثلثہ آلف  
 دراہم تھے۔

**تشریح از شیخ زکریا** | قطب گنگوہی نے جو صورت جمع بین الروایات کی بیان فرمائی

ہے۔ اس کی تائید دوسری روایات سے بھی ہوتی ہے۔ راوی جب آپ کی شجاعت فی البدہہ کا بیان کرتا تو دو ضربات بدر کے اور ایک ضربہ یرموک کا بیان کرتا۔ جب شجاعت فی الیرموک کا بیان ہوتا تو دو ضربہ یرموک کے اور ایک ضربہ بدر کا ذکر کر دیتا۔ دراصل چار ضربات ہے۔ ہر ہر لڑائی میں دو دو زخم آتے تھے۔ اور کرمائی۔ قسطلانی بیان فرماتے ہیں کہ عدد کے مفہوم مخالف کا اعتبار نہیں ہوتا۔ باقی سیف عروہ بایں معنی کہا گیا۔ کہ حضرت عروہ بھی مال کے ساتھ شام گئے تھے۔ عبدالملک نے ان سے تلوار کی علامت پوچھی۔ وہ تلوار ان کو مل تو گئی۔ لیکن وہ دوسرے بھائیوں کا بھی حصہ تھا اس لئے اسے نیلام کیا گیا۔ حضرت عروہ کی بولی کم تھی اس لئے ان کو نہ مل سکی۔ یرموک کی لڑائی میں

امیر عسکر المسلمین حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ تھے اور ہر قتل بادشاہ روم کی طرف سے باہان امیر عسکر تھا۔  
**حدیث نمبر ۳۵۸۰** حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ الزُّبَيْرِ أَنَّ أَصْحَابَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا لِلزُّبَيْرِ يَوْمَ الْيَرْمُوكِ أَلَا تَشُدُّ فَتَشُدُّ مَعَكَ فَقَالَ إِنِّي إِنْ شَدَدْتُ كَذَبْتُمْ فَقَالُوا لَا نَفْعَلُ فَحَمَلَ عَلَيْهِمْ حَتَّى شَقَّ صُفُوفَهُمْ فَجَاوَزَهُمْ وَمَامَعَهُ أَحَدٌ ثُمَّ رَجَعَ مُقْبِلًا فَأَخَذُوا بِإِلْجَامِهِ فَضَرَبُوهُ ضَرْبَتَيْنِ عَلَى عَاتِقِهِ بَيْنَهُمَا ضَرْبٌ ضَرَبَهَا يَوْمَ بَدْرٍ قَالَ عُرْوَةُ كُنْتُ أَدْخِلُ أَصَابِعِي فِي تِلْكَ الضَّرَبَاتِ أَلْعَبُ وَأَنَا صَغِيرٌ قَالَ عُرْوَةُ وَكَانَ مَعَهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الزُّبَيْرِ يَوْمَئِذٍ وَهُوَ ابْنُ عَشْرِ سِنِينَ فَحَمَلَهُ عَلَى فَرَسٍ وَوَكَّلَ بِهِ رَجُلًا۔

ترجمہ۔ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیرؓ سے یرموک کی لڑائی میں کہا۔ کیا آپ دشمنوں پر حملہ نہیں کرتے۔ تاکہ ہم بھی آپ کے ساتھ حملہ آور ہوں۔ انہوں نے کہا کہ اگر میں نے حملہ کیا تو تم جھٹلاؤ گے ساتھ نہیں دو گے۔ انہوں نے کہا ہم ایسا نہیں کریں گے۔ چنانچہ انہوں نے تو دشمن پر حملہ کر دیا۔ یہاں تک کہ ان کی صفوں کو چیرتے ہوئے ان سے آگے بڑھ گئے۔ جب کہ ان کے ساتھ کوئی بھی نہیں تھا۔ جب واپس ہو کر لوٹے تو دشمنوں نے ان کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی۔ اور ان کے کندھے پر دو تلوار کے زخم لگائے کہ ان دونوں کے درمیان وہ



زخم بھی تھا جو انہیں بدر کی لڑائی میں لگا تھا۔ حضرت عروہؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں ان زخموں میں اپنی انگلیاں داخل کر دیتا۔ کیونکہ میں چھوٹا بچہ تھا ان سے کھیلتا تھا۔ حضرت عروہؓ فرماتے ہیں۔ کہ ان دنوں ان کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ بھی تھے۔ جو دس برس کی عمر کے تھے۔ آپ نے ان کو گھوڑے پر سوار کیا اور انہیں ایک صحابی کے سپرد کیا۔

**تشریح از شیخ منی** [کذبتم] اور حقیقت تکذیب قول کی طرف راجع ہوتی ہے۔ مگر کبھی فعل کی طرف بھی تکذیب کی نسبت کر دی جاتی ہے جو فعل قول کے مطابق نہ ہو۔ اس کو تکذیب سے تعبیر کرتے ہیں۔

دھوا بن عشر سنین یہاں پر عشر کا لفظ بالقار الکسر ہے۔ دراصل اثنا عشر کے معنی میں ہے۔ پہلی روایت میں کہا گیا تھا کہ ایک ضربہ تو عاتق (کندھے) میں تھا۔ دو ضربہ بدر میں اور ایک یرموک میں تھا۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ ایک ضربہ یوم بدر میں اور یوم یرموک میں دو ضربہ تھے۔ تعارض رفع کرنے کی صورت بیان ہو چکی ہے کہ روایات دونوں صحیح ہیں مگر حجت میں برابر نہیں۔ بات یہ ہے کہ ہشام بن عروہ کے ایک تلمیذ عبداللہ بن المبارک ہیں۔ جو ضبط اور اتقان کی حیثیت سے معمر جو کہ ہشام کے دوسرے شاگرد ہیں۔ ان سے بڑھے ہوئے ہیں۔ لہذا دوسری روایت کو ترجیح ہوگی۔ اور فقہ کی رو سے جواب یہ ہے کہ عدد کا مفہوم مخالف نہیں ہوتا۔ اور عدد کا مفہوم یہ ہے کہ اس کا مدلول ضرور بالضرور حاصل ہوگا۔ اس کا زائد ثابت ہوگا یا نہ ہوگا۔ اس سے وہ ساکت ہوتا ہے۔ اور یہ اصولیوں کا مسئلہ مسئلہ ہے۔ کہ عدد ملحل عدد کثیر کی نفی نہیں کرتا۔ ایسے اس جگہ ایک عدد کا ذکر دوسرے عدد کی نفی نہیں کرتا۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ جو ضربہ یوم بدر میں دو تھے انہیں ان کو دوسری جگہ ایک کہا گیا۔ تو دونوں بالسیف نہیں ہوں گے۔ بلکہ ایک بالسیف ہوگا۔ دوسرا بالرمح ہوگا۔ پہلی روایت میں تو بالسیف کا لفظ تھا۔ دوسری میں یہ نہیں ہے۔ دراصل چار ضربات تھیں۔ تین بالسیف اور ایک بالرمح اس طرح دو ضرب بالسیف بدر میں ہوئے اور ایک یرموک میں ہوا۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ عاتق کے اندر تین ضربات ہیں۔ غیر عاتق میں ضربات ہیں یا نہیں تو احتمال ہے کہ یوم بدر میں ایک ضربہ عاتق میں اور ایک غیر عاتق میں ہو۔ اور یرموک میں دو ضربہ عاتق میں تھے۔ یوم بدر میں کے نشتین ضربتین

میں تصریح نہیں ہے کہ وہ عاتق میں تھے۔ اس طرح چار ضربات میں سے دو جو بدر میں تھے۔ وہ تو دونوں عاتق میں تھے۔ اور یوم یرموک میں جو دو تھے۔ ان میں سے ایک عاتق میں تھا اور دوسرا غیر عاتق میں تھا۔

احد لہما فی عاتقہ میں ایک کی تصریح ہے۔ باقی سے سکوت ہے جس کو دوسری روایت میں بیان کر دیا گیا۔ اس طرح عاتق میں تین ضربات ہوئے۔ اور پہلی روایت میں تصریح آئی۔ کہ تینتین دو بدر میں تھے۔ اور ایک یرموک میں تھا۔ تو بدر میں دو ضربے ایک عاتق میں اور ایک غیر عاتق میں۔ اس طرح دو روایات میں تطبیق ہو جائے گی۔

**حدیث نمبر ۳۵۸۱** حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ ذَكَرَ لَنَا أَنَّهُ سَمِعَ مَالِكًا عَنْ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ يَوْمَ بَدْرٍ بِأَرْبَعَةِ وَعِشْرِينَ رَجُلًا مِنْ صَنَادِيدِ قُرَيْشٍ تَقْذِفُوا فِي طَوَيْتِ مِثْ أَطْوَاءِ بَدْرٍ خَبِيثٌ مُخْبِثٌ وَكَانَ إِذَا ظَهَرَ عَلَى قَوْمٍ أَقَامَ بِالْعَرَصَةِ ثَلَاثَ لَيَالٍ فَلَمَّا كَانَ يَبْدُرُ الْيَوْمَ الثَّالِثَ أَمَرَ بِدِرَاجِلَتِهِ نَشْدُ عَلَيْهِمَا رَحْلَاهَا ثُمَّ مَشَى وَاتَّبَعَهُ أَصْحَابُهُ وَقَالُوا مَا نَرَى يَنْطَلِقُ إِلَّا لِبَعْضِ حَاجَتِهِ حَتَّى قَامَ عَلَى شَفَةِ الرَّكِيِّ فَجَعَلَ يُنَادِيهِمْ بِأَسْمَائِهِمْ وَأَسْمَاءِ آبَائِهِمْ يَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ وَيَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ أَيْسَرَكُمُ أَنْتَ كُمْ أَطَعْتُمُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّا قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدْنَا رَبَّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا قَالَ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا تَكْلِمُهُمْ مِنْ أَجْسَادٍ لَا أَرْوَاحَ لَهَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ لِمَا أَقُولُ مِنْهُمْ قَالَ قَتَادَةُ أَحْيَاهُمُ اللَّهُ حَتَّى أَسْمَعَهُمْ قَوْلَهُ تَوْبِيخًا وَتَصْغِيرًا وَنِقْمَةً وَحَسْرَةً وَنَدَمًا

ترجمہ حضرت ابو طلحہ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے چوبیس مرداروں کے متعلق حکم دیا کہ ان کو بدر کے خبیث انجٹ کنوؤں میں سے کسی ایک کنویں میں انہیں پھینک دیا جائے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ جب کسی قوم

پر غلبہ حاصل کرتے تھے۔ تو اس میدان میں تین رات تک قیام فرماتے تھے۔ پس جب بدر میں تیسرا دن ہوا۔ تو آپ نے حکم دیا کہ آپ کی اونٹنی پر کجاوہ کسا جائے۔ تعمیل ہوئی تو آپ چلے جب کہ آپ کے اصحاب بھی آپ کے پیچھے چل رہے تھے۔ اور انہوں نے دل میں کہا کہ ہم سمجھتے تھے کہ کسی ضروری کام کے لئے آپ جا رہے ہیں۔ یہاں تک کہ آپ بے من کے کنویں کے کنارے پر آکر کھڑے ہو گئے۔ اور ان کے اور ان کے باپ دادا کے نام لے کر پکارنے لگے۔ اے فلاں بیٹا فلاں کا اے فلاں بیٹا فلاں کا۔ کہ اب تمہیں یہ بات خوش لگتی ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ کیونکہ ہمیں تو ہمارے رب نے جس چیز کا وعدہ کیا اس کو ہم نے سچ پایا۔ کیا تم نے بھی اس کو سچ پایا۔ جس کا تمہارے رب نے تم سے وعدہ کیا تھا۔ ابو طلحہ فرماتے ہیں۔ حضرت عمرؓ بول پڑے یا رسول اللہ! آپ ان اجسام سے کیا بات کرتے ہیں۔ جن میں روہیں نہیں ہیں۔ جس پر آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے۔ جو میں ان سے کہہ رہا ہوں۔ تم اس کو زیادہ سننے والے نہیں ہو۔ حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر دیا تاکہ اپنے نبی کی بات ان کو سنائے۔ یہ ڈانٹنے کے لئے ذلیل کرنے اور عذاب دینے کے لئے اور افسوس دہشیمانی کے لئے تھا۔

**تشریح از شیخ مدنی** طوسیؒ وہ کنواں جس کی من پتھر یا پکی اینٹوں سے بنائی گئی ہو۔ جیسے ذوطویت آتا ہے۔ اس کو خبیث اس لئے کہا جاتا تھا کہ اس کا پانی اچھا نہ تھا اور مخبیث اس لئے کہ اس میں خبیث لوگ ڈالے گئے یا اس کا پانی پہلے نجس تھا۔ پھر خبیث لوگ ڈالے گئے اور مخبیث بکسر الباء بھی پڑھا گیا ہے۔ جو اپنے اصحاب کو خبیث بنادے۔ اور آپ کی عادت تھی کہ جب کسی علاقہ پر کامیابی حاصل کرتے۔ تو تین دن تک وہاں ٹھہر جایا کرتے تھے۔ تاکہ شہداء کی قبریں کھود کر ان کو دفن کیا جائے۔ دوسرے کفار کو گڑھے کھود کر ڈالا جائے۔ تیسرے یہ کہ زخمیوں کی مرہم پٹی کی جائے۔ چوتھے یہ کہ مفتوحہ علاقہ کا انتظام کیا جائے۔ پانچواں یہ کہ جو مٹی وغیرہ خراب ہو گئی ہے اسے ٹھیک کیا جائے۔ اگر کی وہ کنواں جس کی ابھی تک من نہ بنائی گئی ہو۔ یہاں اس کنواں کو کرکی کہا گیا۔ پہلے اسے طوسی کہا گیا تھا۔ حالانکہ کنواں ایک ہی تھا۔ تو کہا جائے گا کہ حقیقہ کنواں من والا تھا۔ پھر اس کی من نہ رہی۔ تو طوسی ماضی کے اعتبار سے ہے اور کرکی بحالت موجودہ ہے یا مجازاً اسے کرکی کہا گیا۔

جیسے منکر نکیر کو جواب دینے کے لئے مردہ کو زندہ کیا جاتا ہے۔ ایسے ان کو بھی زندہ کیا گیا تاکہ عبرت حاصل کریں۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | قَالَ قَتَادَةُ اَمَّا هُمْ اَللّٰهُ ۝۶۶۶ ان کو اس تاویل کرنے

کی ضرورت اس لئے پیش آئی۔ کہ حضرت عائشہؓ کے مسک کی طرح ان کا بھی یہ مسک تھا کہ مردے نہیں سنتے۔ اور ممکن ہے یہ تاویل بھی کی جائے کہ فرشتوں نے آپؐ کا مقابلہ ان کو پہنچایا۔

**تشریح از شیخ زکریا** | مولانا محمد حسنؒ مکیؒ کی تقریر میں بھی یہی ہے کہ قتادہ کا مذہب بھی حضرت

عائشہؓ کے مذہب کی طرح تھا کہ وہ سماع موتی کے قائل نہیں تھے۔ اس لئے ان کو تاویل کی ضرورت لاحق ہوئی۔ حافظؒ اور ان کے موافقین کہتے ہیں کہ قتادہ کی تاویل پیش کر کے امام بخاریؒ ان لوگوں پر رد کرنا چاہتے ہیں۔ جو سماع موتی کے قائل ہیں۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ قتادہ حضرت عائشہؓ کے مسک کے خلاف ہیں۔ اس لئے رد کی ضرورت پڑی۔ حالانکہ ظاہر کلام یہ ہے کہ قتادہ عدم سماع میں حضرت عائشہؓ کے موافق ہیں۔ اس لئے انہوں نے وہ تاویل کی جو حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ انھم یعلمون ما اقول لھم باقی سماع موتی کی بحث کتاب الجنائز میں گذر چکی ہے۔

**حدیث نمبر ۳۵۸۲** حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ اَلَّذِيْنَ بَدَّلُوْا

نِعْمَةَ اللّٰهِ كُفْرًا قَالَ هُمْ وَاللّٰهُ كُفَّارٌ قُرَيْشٌ قَالَ عَمْرُوٌّ وَهِيَ قُرَيْشٌ وَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَةُ اللّٰهِ وَ اَحَلُّوْا قَوْمَهُ دَارَ الْبَوَارِ قَالَ النَّارِ يَوْمَ بَدْرٍ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ ترجمہ آیت۔ کہ جن لوگوں نے اللہ کی نعمت کو ناشکری میں بدلا۔ وہ فرماتے ہیں۔ اللہ کی قسم! اس سے کفار قریش مراد ہیں۔ اور عمرو بن دینار فرماتے ہیں کہ وہ قریش ہیں۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی نعمت ہیں۔ ترجمہ۔ جنہوں نے اپنی قوم کو ہلاکت کی جگہ میں اتارا۔ فرمایا وہ آگ ہے جس میں وہ بدر کے دن داخل ہوئے۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | النار یوم بدر ۝۶۶۶ از مولانا زکریاؒ۔ مولانا محمد حسنؒ مکیؒ کی

تقریر میں ہے۔ النار یعنی کفار نے اپنی قوم کو بدر کے دن نارِ جہنم میں پہنچایا۔ النار یوم بدر یہ دارِ بوار کی تفسیر ہے۔

**حدیث نمبر ۲۵۸۳** حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ أَبِيهِ عُمَرُو قَالَ  
ذَكَرَ عِنْدَ عَائِشَةَ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَفَعَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ الْمَيِّتَ  
يُعَذَّبُ فِي قَبْرِهِ بِكَلَامِ أَهْلِهِ فَقَالَتْ إِنَّمَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ لَيُعَذَّبُ بِخَطِيئَتِهِ وَذَنْبِهِ وَإِنْ أَهْلُهُ لَيَبْكُونَ عَلَيْهِ  
الآن قَالَتْ وَذَلِكَ مِثْلُ قَوْلِهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ  
عَلَى الْقَلِيبِ وَفِيهِ قَتْلَى بَدْرٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَقَالَ لَهُمْ مَا قَالَ إِنْهُمْ  
لَيَسْمَعُونَ مَا أَقُولُ إِنَّمَا قَالَ إِنْهُمْ لَيَعْلَمُونَ أَنَّ مَا كُنْتُ أَقُولُ  
لَهُمْ حَقٌّ شَقَرَاتُ إِيَّاكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَى وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي  
الْقُبُورِ تَقُولُ حِينَ تَبْوؤُ وَامْقَاعَهُ هُمْ مِنَ النَّارِ

ترجمہ۔ حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کے پاس ذکر کیا گیا کہ حضرت ابن عمرؓ جناب  
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک اس حدیث کا رفع کرتے ہیں کہ بے شک میت کو اپنے اہل و عیال  
کے رونے کی وجہ سے اسے اپنی قبر میں عذاب دیا جاتا ہے جس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ  
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ میت تو اپنے خطاؤں اور  
گناہوں کی وجہ سے عذاب دیا جائے گا اور اس کے اہل و عیال اب اس پر رو رہے ہیں اور  
یہ بات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی طرح ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے قلیب بدر پر کھڑے ہو کر فرمایا جس میں مشرکین کے مقتولین بدر پر پڑے ہوئے تھے  
ابن عمرؓ جو فرماتے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ جو کچھ میں ان سے کہہ رہا ہوں وہ سنتے ہیں  
بلکہ مقصد یہ تھا کہ میں جو کچھ ان سے کہا کرتا تھا وہ اب اس کو خوب جانتے ہیں کہ وہ حق تھا پھر  
انہوں نے یہ آیت پڑھی ترجمہ۔ بے شک آپ مردوں کو سننے والے نہیں ہیں اور نہ ہی آپ  
ان لوگوں کو سننے والے ہیں جو قبروں کے اندر ہیں۔

**تشریح از شیخ مدنی** اِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ فِي قَبْرِهِ حضرت عائشہؓ کا منشا  
یہ ہے کہ آپ کا یہ ارشاد ہر میت کے بارے میں نہیں ہے بلکہ ایک خاص میت کے لئے فرمایا  
تھا۔ مَا قَالَ اَنْهُمْ لَيَسْمَعُونَ یعنی آپ نے یہ نہیں فرمایا بلکہ ابن عمرؓ کو بیان ہوا ہے۔

اصل یوں تھا۔ اُنھم اِلان لیعلمون اُن تو جیسے یوم بدر کے واقعہ میں ان سے غلطی اور نسیان واقع ہوا۔ ایسے یہاں بھی ان اہلیت لیعذب اُن میں ان سے نسیان ہو گیا ہے۔ کیونکہ یہ ایک خاص شخص کے بارے میں تھا۔ حکم کلی نہیں تھا۔ فقال لھم میں حضرت عائشہؓ نے ابن عمرؓ کی روایت کو مختصر کر دیا۔ وہ یا فلان بن فلان اُن تھا۔ اس مختصر میں سے ایک جملے کی نفی کرتی ہیں۔

بکاء علی اہلیت اگر بالصوت ہو تو حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میت معذب نہیں ہوتا۔ ابن عمرؓ نے نسیاناً اسے کلیہ بیان کر دیا۔ نیز لا تنذر واذرة وذر اخری دالی آیت بھی موجود ہے۔ کہ کوئی گناہ کار کسی دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ کرے کوئی بھرے کوئی۔ دوسرا مسئلہ سماع موثی کا ہے۔ حضرت عائشہؓ اس کی نفی کرتی ہیں اور قلیب بدر کے واقعہ کو نقل کرنے والوں کے الفاظ اُنھم لیسمعون کی بھی نفی کرتی ہیں۔ اور فرماتی ہیں کہ اُنھم لیعلمون کے الفاظ ہیں۔ لیسمعون کے نہیں ہیں۔ اس لئے کہ علم موثی تو بالاتفاق ہے۔ کیونکہ روح سے علم جدا نہیں ہوتا۔ ان کا استدلال اُنک لا تسمع الموتی اُن دالی آیت سے ہے۔ رہا موثی کو سلام کرنا یہ سمع کو مستلزم نہیں۔ جیسے بھرے کو سلام کیا جاتا ہے مُردے بھی ایسے ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ آپ ان کو سنا ہی نہیں سکتے۔ کیونکہ کفار نے تو دوزخ میں جانا ہی ہے۔ اور سماع فرع ہے اسماع کی۔ جب اسماع نہیں تو سماع بھی نہیں ہو سکتا۔ دوسرا استدلال ان کا آیت لا تنذر واذرة وذر اخری سے ہے۔ کہ درنے والے کا گناہ میت پر نہ ڈالا جائے گا۔ لہذا قول ابن عمرؓ قابل تسلیم نہیں ہے۔ بہر حال دو مسئلے ہوئے (۱) کیا میت کو دوسرے لوگوں کے گناہ کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے یا نہیں۔ (۲) سماع موثی۔ پہلا مسئلہ امام بخاریؒ نے کتاب الجنائز میں ذکر کیا ہے۔ جس سے بی بی عائشہ صدیقہؓ کا اعتراض حل ہو جائے گا۔ کیونکہ بکار بالعين۔ ۲۔ بالقلب۔ ۳۔ بالصوت۔ ۴۔ بالید۔ ان یتوجع القلب۔ کہ دل غمناک ہو۔

وان یتوجع العین ولسیل اُنکھ غمناک ہو کر آنسو بہائے۔ یہ دونوں معاف ہیں ان پر کوئی گرفت نہیں۔ البتہ بکار بالصوت وبالید باعث عذاب ہے۔ اس کے لئے مصنف بخاری جلد اول ص ۱ پر باب باندھتا ہے۔ بعض کے لفظ کو موضع ترجمہ قرار دے کر بین الصحابہ فیصلہ کرتا ہے کہ اگرچہ اس جگہ مطلق بکار کا ذکر ہے۔ لیکن ابن عمرؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم جزئی ہے۔

یعنی ببعض بکاء اہلہ علیہ اذا کان النوح من سنتہ کہا کہ جب کہ نوحہ کرنا اس کے عادت ہو۔ تاکہ مطابقت اور جمع کی صورت پیدا ہو جائے۔ کیونکہ رائے رائے کا استدلال مطلق منع کو تھا ضا کرتا ہے۔ لیعذب ببکاء اہلہ اس کے معارض ہے۔ تو جمع کی صورت یہ ہوتی کہ ہر میت کو عذاب نہیں ہوتا۔ بلکہ جس میت کی عادت بکار نوحہ کی تھی اس کو عذاب ہوگا۔ کیونکہ آپ کا ارشاد ہے۔ من سن سنتہ سیئۃ فلہ اجرہا واجد من عمل بہا وارد ہوا ہے کہ جس نے کوئی بڑا طریقہ چا لویا۔ لہذا وہ مغذّب ہوگا اور ایسے من عمل بہا اور کلکم راجع کے تحت یہ شخص مسکول ہے۔ جب کہ اس نے یہ بدعت جاری کی تو اب وہ ذمہ دار ہوگا۔ البتہ اگر نوحہ اس کی عادت نہ ہو تو پھر مغذّب نہ ہوگا۔

**حدیث نمبر ۳۵۸۲** حَدَّثَنِي عُثْمَانُ بْنُ عَمَرَ قَالَ وَقَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى قَلِيبٍ بَذِرَ فَقَالَ هَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ثُمَّ قَالَ إِنَّهُمْ الْأَنْ سَمِعُونَ مَا أَقُولُ خَذُوا لِعَائِشَةَ فَقَالَتْ إِنَّمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُمْ الْأَنْ لَيَعْلَمُونَ أَتِ الَّذِي كُنْتُ أَقُولُ لَهُمْ هُوَ الْحَقُّ ثُمَّ قَرَأَتْ إِنَّكَ لَا تَسْمَعُ الْمَوْتَى حَتَّى قَرَأَتْ آيَةَ-

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قلیب بدر پر آکر ٹھہرے فرمایا جو کچھ تمہارے رب نے تم سے وعدہ کیا تھا کیا تم نے اس کو برحق پایا پھر فرمایا کہ اب وہ لوگ جو کچھ میں ان سے کہہ رہا ہوں وہ سن رہے ہیں۔ حضرت عائشہؓ کے سامنے ابن عمرؓ کا قول ذکر کیا گیا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ تھا کہ جو کچھ میں ان سے کہا کرتا تھا۔ اب یہ لوگ جانتے ہیں کہ وہ حق تھا۔ پھر تائید میں انک لا تسمع الموتی آیت پڑھی۔

**تشریح از شیخ مدنیؒ** | بخاری جلد اول کتاب الجنائز میں ہے۔ دزر اخری اسی

ذنب اخری۔ لاجمل اول کی تاکید ہے۔ معلوم ہوا نوحہ کے بغیر ممانعت رونے کی نہیں ہے۔ اب نظیر من غیر الجنس سے واضح کرنا چاہتے ہیں۔

لا تقتل ظلماً کہ اب کوئی نفس بھی قتل ہو تو قابل پر کچھ نہ کچھ عذاب ضرور پڑے گا۔ کیونکہ

وہ شیخ قتل ہے۔ الحاصل امام بخاریؒ نے بحث کرتے ہوئے یہ ثابت کر دیا کہ ابن عمرؓ کی روایت بھی صحیح ہے۔ جو حضرت عائشہؓ کی روایت کے معارض ہے تو رفع تعارض کی کمی توجیہات ہیں۔ (۱) میت کو مطلقاً عذاب دیا جائے گا خواہ سنت فوج ہو یا نہ ہو۔ اور میت مومن ہو یا کافر۔ گویا میت میں الف و لام استغراق کا ہے۔ اور عذاب سے عذاب آخر چرہا ہے۔ اور بار سببہ کا ہے اور بکار سے بکار صوت مراد ہے۔ حضرت عمرؓ اور حضرت ابن عمرؓ اور بعض صحابہ کی یہی رائے ہے۔

دوسری توجیہ یہ ہے کہ آیت لا تزدوا ذرۃً اپنے عموم پر باقی ہے۔ اور احادیث اس کے ساتھ معارض ہونے کی وجہ سے متروک ہیں۔ میت کو بکار کی وجہ سے بالکل معذب نہ ہوگا۔ یہ حضرت ابو ہریرہؓ اور ان کے موافقین کی رائے ہے۔ چنانچہ جب حضرت ابو ہریرہؓ سے پوچھا گیا کہ اگر شہید کی بیوی بچے روئیں تو کیا وہ بھی معذب ہوگا۔ انہوں نے نعم میں جواب دیا۔ ان دونوں اقوال میں پوری مخالفت ہے۔ جمہور کا مسلک بین بین ہے۔ جمع بین الایات والاحادیث کی توجیہات حضرت عائشہؓ سے تین منقول ہیں۔

(۱) میت میں الف و لام عہد خارجی کا ہے۔ میت سے مراد یہودیہ ہے۔ جس پر اس کے اہل رورہے تھے تو حدیث اس کے ساتھ خاص ہوئی۔ لام بیان نوع کے لئے ہوا اور بار وقت کے مبنی ہوئے۔ اسی فی وقت بکاہم یا بار موقعہ حال میں ہے۔ اسی حال تعذیبہا۔

(۲) میت سے مراد کافر ہے۔ اور یعذب بمعنی یزداد عذاباً کا ہے۔ جیسے فذوقوا ظنن نذیبکم الا عذاباً کے ہے۔ تو جدید عذاب نہ ہوا۔ اس صورت میں بار سببہ کے لئے ہوگا۔

(۳) یہ کہ وہ بالکل عذاب کا انکار کرتی ہیں۔ صرف لا تزدوا ذرۃً کو تسلیم کرتی ہیں۔ امام بخاریؒ کا پہلا قول یہی ہے کہ عذاب ضرور ہوگا۔ خواہ سنت ہو یا نہ ہو۔ تو لام استغراق کا ہوا۔ دوسرا قول امام بخاریؒ کا یہ ہے کہ میت سے مراد خاص سنت والا آدمی ہے۔ اور لا تزدوا ذرۃً الخ والی آیت اسی کے ساتھ خاص ہے۔ اس لئے کہ من سن سنۃ سنیۃ فسلہ وذرہا وذر من عمل بہا اور دوسرے کا وزر نہیں بلکہ یہ تو خود اس فعل کا موجد ہے۔ وذرۃ میں تخصیص نہ ہوئی۔ تیسرا قول امام بخاریؒ کا یہ ہے کہ یعذب من ادعی بذلک کہ جو نوئم



کی وصیت کر کے مرا ہے۔ یہ اس کے لئے مختص ہے۔ جیسے شاعر کہتا ہے اذاعت فالینینی بما  
اننا اهلہ یعنی جب میں مر جاؤں تو میری موت کی خبر اس طرح دینا جس کا میں مستحق ہوں یعنی  
اگر میت کی وصیت پر نوحہ کیا جائے تو اس کو عذاب ہوگا۔

چوتھا قول یہ ہے اذا کان الرجل اهل نہیہ من البکاء یعنی جس نے نوحہ کرنے  
سے منع نہیں کیا۔ حالت حیات میں اس پر عذاب ہوگا۔ اب المیت کی توجیہات ختم ہوئیں۔  
پانچواں قول یہ ہے کہ بیکار اہلہ میں تاویل کی جائے۔ کہ ان المیت لیعذب بمثل  
مائیک علیہ ای الافعال عرب کی عادت تھی کہ متوفی کے افعال مدحیہ جو درحقیقت افعال  
قبیحہ تھے۔ جیسے شرب خمر۔ قتل و غارت وغیرہ۔ تو بیکار میں ان کا تذکرہ کیا جاتا تھا۔ تو ان پر عذاب  
ہوگا۔ چھٹا قول یہ ہے کہ ان المیت لیعذب بعین مائیک علیہ۔ تو اس صورت میں  
لا تذروا ذرۃ الا کا خلاف بھی نہ ہوگا۔

ساتواں قول یہ ہے کہ لیعذب میں تاویل کی جائے۔ کہ لیعذب بمعنی یوتخ کہ اسے ڈانٹا  
ڈپٹا جائے گا۔ عذاب النار مراد نہیں جو آخرت میں ہوگا۔

بلکہ عذاب ملائکہ مراد ہے۔ چنانچہ صحاح میں موجود ہے کہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اکی بہن یا دباہ  
یا ببلہ کہہ کر ردتی تھی تو فرشتے ان کو طعنہ دیتے تھے۔ کہ صاحب کیا تم پہاڑ ہو۔ تو دوزخ کا عذاب  
نہ ہوا۔ بلکہ طعنہ زنی مراد ہوئی۔

آٹھواں قول یہ ہے کہ یعذب بمعنی ینالہ کے ہے۔ کہ بیکار غیر سے میت کو تکلیف ہوتی ہے۔  
کیونکہ اس کی روح تو زندہ ہے۔ اس کو ایسی بے چینی حاصل ہوتی ہے۔ جیسے محبوب کے رونے  
سے محب کو تکلیف ہوتی ہے۔

نانواں قول یہ ہے کہ عالم تین ہیں۔ عالم دنیا۔ عالم شہادت۔ عالم آخرت یہ عالم غیب  
ہے۔ تیسرا عالم ان کے بین بین ہے۔ جسے عالم برزخ کہتے ہیں۔ بعض لوگوں کو جہنم سے دنیا  
میں دوسرے کو پکڑ لیا جاتا ہے۔ جیسے طاعون اور زلزلہ میں مجرم اور بے گناہ سب پکڑے جاتے  
ہیں۔ جیسے ارشاد ہے۔ فبظلم من الذین ہادوا احدنا تو لا تذروا ذرۃ یہ عالم دنیا  
کے اعتبار سے نہیں بلکہ عالم آخرت کے اعتبار سے ہے۔ چونکہ عالم برزخ دونوں عالموں کے

مشابہ ہے۔ جس میں مادیت نہ مغلوب غالب ہوتی ہے۔ بلکہ روحانیت غالب ہوتی ہے۔ تو جس طرح دنیا میں بعض کو بعض کے افعال کی وجہ سے پکڑا جاتا ہے۔ ایسے عالم برزخ میں پکڑا جائے گا۔ تو یہ عذاب عالم برزخ کے اعتبار سے ہوا۔ اس کو حافظ ابن حجرؒ نے اختیار کیا۔

(ب) حکم آیت آخرت کے اعتبار سے ہے۔ دوزخ میں ایسا نہ ہوگا۔ بلکہ روح کو عذاب ہوگا۔

پھر تعذیب روح میں بھی اختلاف ہے۔ یہ مسئلہ ختم ہوا۔ دو سرا مسئلہ سماع موٹی کا ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپؐ نے علم کے متعلق فرمایا ہے کہ میت کو علم ہوتا ہے۔ سماع کے متعلق کچھ نہیں فرمایا۔ لیکن ابن عمرؓ لفظ سماع نقل کرتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ ان کا تخطیہ کرتی ہیں۔ مگر اس کا صحیح جواب یہ تھا کہ آپؐ نے کافر میت کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

الغرض سماع موٹی کے بارے میں اخاف ایک فقہی مسئلہ میں فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے کہا۔ میں فلاں سے کلام نہیں کر دوں گا۔ تو کیا موت کے بعد کلام کرنے سے حائث ہو گا یا نہیں۔ تو اخافؒ فرماتے ہیں کہ عرف میں کلام کرنا اس کو کہتے ہیں کہ جس میں تفہیم ہو چونکہ میت نہ سنتا ہے نہ سمجھتا ہے۔ لہذا مکمل حائث نہ ہوگا۔ کیونکہ ایمان یعنی قسموں کا اعتبار دنیا میں ہے۔ البتہ اگر تفہیم بالقوت ہے تو پھر حائث ہوگا۔ ابن ہمامؒ نے یہی نقل کیا ہے کہ اکثر حنفیہؒ اور حنابلہؒ سماع موٹی کے قائل نہیں ہیں شوافع اور مالکیہ بالاجماع سماع موٹی کے قائل ہیں۔ شوافع کا استدلال قلیب بدر کے واقعہ سے ہے۔ اور زیارت قبور کے وقت آپؐ السلام علیکم یا اهل القبور یہ مخاطبت ہے۔ کسی پتھر کو کوئی خطاب نہیں کرتا۔ آپؐ کی تعلیم کا تقاضا ہے۔ کہ مُردے سنتے ہیں۔ اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مُردے قبر کے پاس سے گزرنے والے کو پہچانتے بھی ہیں۔ اور بخاریؒ میں روایت ہے۔ کہ اموات قرع نعال جوتے کی آواز کو سنتے ہیں۔ سماع قرع نعال پر امام بخاریؒ نے باب باندھا ہے۔ اور شہدار اُحد پر جا کر آپؐ نے مخاطبت کی ہے۔ اخافؒ اور حنابلہؒ فرماتے ہیں۔ کہ طربان موت سے قوی جسمانیہ سب کے سب محفل ہو جاتے ہیں۔ اب نہ قوت لامسہ ہے نہ قوت باصرہ ہے نہ قوت سامعہ ہے۔ تو سماع کیے ثابت ہوگا۔ رہا قلیب بدر کا واقعہ وہ اگرچہ سنداً ثابت ہے۔ لیکن معنی ثابت نہیں۔ کیونکہ حضرت عائشہؓ انکار کر رہی ہیں اور آیات سے ان کا استدلال کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس نص کے اندر کوئی علقہ قادمہ ضرور موجود ہے۔ جیسے روایت کی

صحیح میں راوی کے حفظ اور عدالت کو دخل ہے۔ ایسے روایت کے عدم ثبوت کے اور بھی کئی اسباب ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ خبر واحد کسی نص قطعی کے خلاف ہو۔ چاہے وہ کتنی ہی قوی الشد ہو۔ اس کا کوئی اعتبار نہیں کیا جاتا۔ بہر حال خبر واحد تو ثابت نہ ہوگی۔ البتہ خبر متواتر کو ظاہر پر محمول نہ کیا جائے گا۔ تو یہ روایت صحابی جس کا صحابہ کے دور میں شد و مد سے انکار کیا جاتا ہے۔ بلکہ اس کے خلاف دلائل بھی پیش کئے جاتے ہیں۔ لہذا روایت میں بحسب المعنی کچھ کلام ہوگا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ تسلیم کر لیا ابن عمرؓ جو کچھ فرماتے ہیں وہ صحیح ہے۔ مگر یہ اس واسطے نہیں کہ مردے سنیں۔ بلکہ زندوں کی عبرت اور نصیحت کے لئے ہے استدلال تو تب صحیح تھا جب سماع کو حقیقی معنی پر محمول کیا جاتا۔ ہم دیکھتے ہیں کلام کسی سے ہوتا ہے سنا نا کسی دوسرے کو مقصود ہوتا ہے۔ جیسے لٹن اشکرک لیحبطن عملک میں خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور مراد امت ہے۔ کیونکہ نبی سے شرک کا صدور مشتبی بالغیر ہے۔ اس سے مقصد امت کو تنبیہ کرنا ہے۔ تو ایسے یہ خطاب بھی دوسروں کو تنبیہ کرنے کے لئے ہو۔ وہ اجار ہیں۔ اگرچہ وہ مسلمان ہیں۔ مگر ممکن ہے کہ ان میں کئی لوگ منافق ہوں اور جائز ہے کہ مخلص ہوں۔ تو اس مخاطب سے آپ کا مقصد اجار کو تنبیہ کرنا ہے۔ جیسے حضرت علیؓ نے اہل قبور کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ ان اموالکم قد قسمت وازواجکم قد نکحت و دیارکم قد سکنت یعنی تمہارا مال تقسیم ہو چکا۔ تمہاری بیویوں سے نکاح ہو چکا تمہارے مکانات میں سکونت اختیار کر لی گئی۔ تو اس خطاب سے سوائے اس کے اور کوئی مقصد نہیں کہ کبھی انسان اپنے مال اور ازوج اور مکانات کے شغل میں آخرت سے غافل ہو جاتا ہے۔ تو ان کو نصیحت کی گئی کہ جیسے یہ لوگ ساتھ نہیں لے گئے تم بھی نہیں لے جاؤ گے۔

تیسری توجیہ یہ ہے کہ ابن عمرؓ کے الفاظ نقل کردہ صحیح ہیں۔ مگر یہ آپ کی خصوصیت تھی۔ تو یہ خوارق عادات میں سے ہوا۔ ہمیں اس سے بحث نہیں ہم تو عادت مشہورہ پر کلام کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ نے اہل قلب بد کو آپ کا کلام سنا دیا۔ تاکہ ان کو ندامت ہو۔ ان کے عذاب میں زیادتی ہو۔ چوتھا جواب یہ ہے۔ جو حضرت قتادہؓ فرما رہے ہیں۔ کہ یہ کلام تو بیخ اور ذج کے لئے سنایا گیا۔ تنبیہ کرنے کے لئے زندہ کیا گیا۔ جیسے منکر نکیر کے سوال جواب کے لئے مردہ کو زندہ کیا جاتا ہے تو یہ سماع

مادہ متحقق ہوا خوارق عادت میں سے نہ ہوا۔ اور زندگی کے مختلف شعبے ہیں۔ ضروری نہیں کہ وہ اٹھ بیٹھ۔ جیسے لولا۔ لنگڑا۔ گونگا بہرہ زندہ تو ہے۔ دیگر صفات ضروری نہیں۔

پانچواں جواب یہ ہے۔ کہ حضرت عائشہ یقیناً دماغ موجود نہیں تھیں۔ قلب بدر والوں سے گفتگو کرتی جب کہ مہاجرین و انصار میں سے کوئی عورت دماغ موجود نہ تھی۔ اصولی قاعدہ ہے کہ جب نفی اثبات میں تعارض ہو۔ تو مثبت کو ترجیح دی جاتی ہے۔ جیسے بیت اللہ کے اندر نماز پڑھنے کی خبر حضرت بلالؓ دیتے ہیں۔ بعض انکار کرتے ہیں۔ تو حضرت بلالؓ کی روایت کو ترجیح دی جاتی ہے۔ کہ وہ مثبت ہے۔ ایسے یہاں بھی ابن عمرؓ کی روایت کو ترجیح ہوگی کہ وہ مثبت ہے۔ بلکہ حضرت طلحہؓ بھی ان کے ساتھ ہیں۔ حضرت عائشہؓ انکار کر رہی ہیں۔ تو مثبت کو ترجیح ہوگی۔ اخافؓ اس کا جواب دیتے ہیں۔ کہ ابن عمرؓ بھی دماغ موجود نہیں تھے۔ صغیر سن ہونے کی وجہ سے انہیں ساتھ نہیں لے جایا گیا۔ تو عدم حضور میں دونوں برابر ہوئے۔ ضرور انہوں نے کسی دوسرے سے سنا ہوگا۔ مراسیل صحابہ قابل قبول ہیں۔ لیکن حضرت عائشہؓ کے مسموع کو ابن عمرؓ کے مسموع پر اس لئے ترجیح دی جاتی ہے کہ وہ ان سے کسی مسائل میں نسیان ہو گیا۔ ان الحیث لیعذب اللہ بھی ایسا ہوا۔ البتہ حضرت طلحہؓ حاضر تھے۔ اس کے متعلق حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ انہوں نے سماع کا لفظ یاد رکھا۔ حالانکہ آپؐ نے علم کا لفظ فرمایا تھا۔ اس پر پھیلی فرماتے ہیں۔ کہ جب موٹی کے لئے علم ہے تو سماع کیسے محال ہوگا۔ ممکن ہے دونوں ہوں۔ اگر علم خرق عادت کے طور پر ہے تو سماع بھی ایسے ہوگا۔ یا جیسے علم کے لئے اجبار ہوا ایسے سماع کے لئے بھی اجبار ہوا ہوگا۔ مگر کہا جائے گا کہ علم کا تعلق تو روح سے ہے۔ جو موجود ہے اور سماع آلہ روح ہے۔ روح کے زندہ ہونے میں تو کوئی کلام نہیں۔ اس کے علوم یقینی اور باقی ہیں۔ بحث تو سماع کے متعلق ہے۔ آیا یہ بھی آلہ روح سے حاصل ہوتا ہے یا نہیں۔

چھٹا جواب حضرت عروہؓ نے دیا ہے۔ جو کہ حضرت عائشہؓ کے تلمیذ میں اور بھانجے ہیں۔ کہ عدم سماع اس وقت ہے جب کہ وہ لوگ نارہنہم میں داخل کئے گئے ہوں۔ جب تک بہنہم میں داخل نہیں ہوتے تو سماع کا تحقق ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ روایات سے ثابت ہے۔ کہ میت لوگوں کے رونے پیچھے چلانے کی آواز سنتا ہے۔ مگر وہ مقعد یعنی قبر میں داخل ہونے سے پہلے ہے۔

ساتواں جواب یہ ہے کہ خطاب السلام علیکم مقصود نہیں بلکہ احیار کو تنبیہ کرنا ہے۔ کیونکہ مخاطبت کے لئے ضروری نہیں کہ مخاطب کو سنانا ہے۔ اور مخاطب ہی اسے سن رہا ہو۔ بلکہ کبھی غفلت کی وجہ سے عبرت دلانا تو ہے۔ جیسے السلام علیکم ایھا النبی۔ نہ مخاطب ہے اور نہ ہی حقیقی سماع ہے۔ نیز قرع لعال کی آواز سنانا۔ یہ دفن کرنے کے بعد جب اسے سوال و جواب کے لئے زندہ کیا جاتا ہے۔ تو اس وقت سماع ہوتا ہے۔ ہر وقت نہیں۔ روایات سے ایسے ہی ثابت ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ مجاز پر محمول ہے۔ جس سے بعد کی مقدار بتلانا ہے۔ کہ اتنی دیر کے بعد منکر نکیر آجاتے ہیں۔ تو قرب مسافت سے کنایہ ہوگا۔ اور انک لا تسمع الموتیٰ اسے استدلال صحیح نہیں اس لئے کہ اس میں تشبیہ بلیغ ہے۔ کہ موٹی سے موٹی کفار مراد ہیں۔ کہ جن کے قوا بالکل معطل ہو گئے ہوں۔ موٹی مشبہ بہ اور کفار مشبہ اور مثل اداة تشبیہ محذوف ہے۔ تو موٹی محذوف ہے۔ تو موٹی سے حقیقی معنی مراد نہ ہوئے۔ بلکہ کفار مراد ہوئے۔ جن کو موٹی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ احناف اس کا جواب دیتے ہیں کہ جو حکم مشبہ بہ کے لئے ہوتا ہے وہی مشبہ کے لئے ثابت کیا جاتا ہے۔ کفار کے لئے عدم سماع علی طریق تشبیہ بلیغ تر ثابت ہو سکتا ہے۔ جب کہ موٹی کے لئے بھی عدم سماع ثابت ہو۔ یہاں ایسا نہیں بلکہ موٹی کے لئے سماع ثابت ہے۔ نیز ایہ بھی اعتراض کیا جاتا ہے کہ بحث تو سماع موٹی میں ہے۔ اسماع موٹی میں نہیں پھر استدلال عائشہؓ کیسے صحیح ہوگا تو کہا جائے گا۔ کہ استدلال دو طرح پر صحیح ہے۔ اس لئے کہ یا تو آپ میں قوت اسماع نہیں۔ یا میت میں قوت سماع نہیں۔ اگر آپ میں قوت اسماع نہیں تو پھر آپ کی بعثت کس کے لئے ہوئی۔ حالانکہ آپ کو تبلیغ کے لئے بھیجا گیا ہے۔ تو جب آپ کے لئے اسماع ثابت ہوا۔ تو موتی میں قوت سماع کا سلب ماننا پڑے گا۔ اور یہ بھی اعتراض کیا جاتا ہے کہ لا تسمع الصم الدعاء اور انک لا تسمع الموتیٰ میں نفس سمع کی نفی نہیں بلکہ نفع کی نفی ہے۔ اس کا جواب بھی وہی ہے کہ معنی حقیقی مراد ہیں۔ مجازی معنی مراد نہیں۔

الحاصل محققین کا قول فیصل یہ ہے کہ وہ سماع جو دنیا میں تھا۔ اس کو تو شوافع بھی نہیں مانتے۔ اور مجرد سماع کو حنفیہ بھی رد نہیں کرتے۔ بلکہ میں بین فی الجملہ سماع ہے۔ جسمانی سماع تو ہے نہیں۔ اس لئے کہ یہ ردم جسم کا آلہ تھا۔ اور اس میں سمع۔ بھر وغیرہ کی طاقت تھی۔ آلات تب نافع

ہوتے ہیں۔ جب ذوالآلہ میں طاقت ہو۔ تو سمع و بصر وغیرہ تب نافع ہوتے جب کہ ذوالآلہ روح میں طاقت ہوتی۔ روح کا سننا ہمارے لئے اس طرح ہے۔ جیسے ان کانوں کے لئے تھا۔ اس لئے کہ ان کے لئے ہوا کا تموج وغیرہ مختلف اسباب سے تھا۔ ممکن ہے کہ روح کے سننے کے لئے اور اسباب ہوں جن کا ہمیں علم نہ ہو۔ جن چیزوں کے لئے سماع کا درود ہے۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ نے وہاں پر کوئی اور انتظام کیا ہو۔ جیسے یا اہل القبور میں۔ اور جہاں درود نہیں ہے۔ اس میں ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ شوافع سماع سے سماع روحانی ثابت کرتے ہیں۔ اور احناف سماع جسمانی کی نفی کرتے ہیں۔ اس طرح نزاع لفظی ہوا۔ احناف بھی اس کے قائل ہیں۔ کہ قبرستان والوں کے سماع کے متعلق جو چیز ثابت ہے وہ صحیح ہے۔ یہ بین بین قول ہے۔

شیخ شہاب الدین سہروردی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شیخ ابن برجان دہلوی نے فرمایا کہ جسم میں تین روحیں ہیں۔ روح ہوائی جو ان اغذیہ کے ذریعہ بنتی ہے۔ جسے روح حیوانی اور نسیم بھی کہا جاتا ہے۔ اور یہ اغذیہ کی بھاپ ہے۔ طبعی کاروائیاں اسی میں چلتی ہیں۔ اور ایک روح مرکب روح انسانی ہے جو کہ خون کی بھاپ ہے۔ اور یہ جسم کا خلاصہ ہے۔ جس قسم کی غذائیں کھائی جائیں ویسے یہ روح بنے گی۔ یہ روح انسانی عالم علوی کی چیز ہے اور روح حیوانی عالم سفلی کی ہے روح انسانی دو روحوں سے مرکب ہے۔ نفس ناطقہ اور دو سکے روح ملکوتی۔ نفس ناطقہ روح عالم کا جو رہا ہے۔ دوسری روح ملکوتی ہے جو عالم امر سے آتی ہے۔ ان دونوں کا مجموعہ روح انسانی ہے۔ تو ابن برجان فرماتے ہیں کہ روح حیوانی کا مرکز بین السماء والارض ہے۔ اور روح انسانی کا مرکز آسمان میں۔ مرنے کے بعد اس جسم کا سماع بالکل منقطع ہے۔ البتہ روح انسانی کا سماع ممکن ہے۔ جس کا مستقر آسمانوں تک ہے۔ بہر حال یہاں پر جو بھی توجیہ کی جائے آپ نے قلیب بدر والوں سے خطاب فرمایا ہے۔ اور خرق عادت کے طور پر ان کو سنایا گیا۔ جس کا مقصد احیاء کے لئے

عبرت اور نصیحت ہے۔  
**تشریح از شیخ گنگوہی** انہ لیعذب بجمیئۃ صیۃ اس سے ظاہر ہے کہ حضرت عائشہؓ

نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ الفاظ نہیں سنے جو حضرت عمرؓ اور ان کے بیٹے نے سنے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت عائشہؓ نے بھی ان الفاظ نبوی کو سنا۔ مگر انہوں نے اس کی وہ تاویل

کی۔ جس کے معنی یہ ہوتے کہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قول لسانی مراد نہیں بلکہ اس سے مراد قصد و ارادہ ہے۔ اور بیکار اہلہ میں بآسبیت کے لئے نہیں بلکہ استصحاب کے لئے ہے۔ تو معنی یہ ہوں گے کہ میت کو عذاب ہو رہا ہے۔ اور اس کے گھر والے اس پر درپے ہیں یہ نہیں کہ بیکار اہل اس کے عذاب کا سبب بن گیا۔ اس توجیہ پر آپ کی گفتگو کا مقصد قریش کو عار دلانا اور ان کو ذلیل کرنا ہے جب انہیں یہ بات پہنچے گی کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مُردوں کو ان کلمات کے ساتھ خطاب فرمایا۔ نیز افرشتوں نے بھی ان کو آپ کا یہ پیغام پہنچا دیا۔ تو دودہری ذلت ہوئی۔

یقول عین تبوؤا مقاعدہم۔ الان کی تفسیر کرنا مقصود ہے۔ اس وقت یقول کی ضمیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف عائد ہوگی۔ اور تبوؤا مقاعدہ من النار سے مراد ان کا عذاب قبر اور مصائب برزخ میں مبتلا ہونا ہے۔ یہ بعض راویوں کی تفسیر ہے۔ اس وقت یقول کے معنی یعنی کے ہوں گے۔

**تشریح از شیخ زکریا** | حدیث عائشہؓ میں انما قال رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم انه لیعذب بخطیئۃ یہ الفاظ دال ہیں کہ انہوں نے وہ حدیث سنی ہے جو حضرت عمرؓ اور ان کے بیٹے ابن عمرؓ نے سنی۔ لیکن انہوں نے تاویل کر دی۔ کہ عذاب اس کو کسی گناہ پر ہوگا۔ تو ابن عمرؓ کی تکذیب اس طرح ہوئی کہ ابن عمرؓ نے اس حدیث کو حقیقت پر محمول کیا ہے۔ اور ابن عمرؓ نے مجاز پر محمول کیا۔ اور ابن عمرؓ کے قول میں حضرت عائشہؓ والی تاویل اس لئے نہیں چل سکتی۔ کہ آیت کریمہ کے معنی ان کے نزدیک یہ ہوں کہ انک لا تسمع لکن اللہ ہو

اسمع آپ تو نہیں سنا سکتے اللہ تعالیٰ سننے والے ہیں۔ نیز دوسرے حضرات موٹی سے کفار مراد لیتے ہیں۔ کہ اگرچہ ان کی صورتیں زندہ والوں کی ہیں۔ لیکن ان کے دل مردہ ہیں۔ اور ما انت بعسمع من فی القبور کے معنی ہوں گے کہ ان کا حال مقبورین دفن کئے ہوئے لوگوں جیسا ہے۔

علیٰ ہذا فائدہ مقالۃ یعنی جب عدم سماع اہل قلیب بدر اور بآ استصحاب کے لئے ہو تو پھر آپ کے ارشاد کا فائدہ یہ ہے۔ کہ اس کلام سے آپ قریش کو عار دلانا چاہتے ہیں۔ اور ان کو ذلیل کرنا مقصود ہے۔

تَبَوُّنَ الْاِلٰہِ لَیَعْلَمُوْنَ سے مراد یہ ہے کہ جب وہ لوگ قلیب بدر میں ہیں اور بزرگ عاب  
ان پر ہو رہا ہے۔ اب وہ جان رہے ہیں۔

ان المیت لیعذب بکاء اہلہ علیہ حافظ فرماتے ہیں۔ یقول میں تبوا الہ کا قائل حضرت عروہ  
ہے۔ اور وہ حضرت عائشہ کی مراد کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ انک لا تسمع الموتی ایہ ان کے  
استقرار فی النار کے ساتھ مقید ہے۔ اس صورت میں انکار عائشہ اور اثبات ابن عمر میں کوئی معارضہ  
نہیں ہوگا۔ لیکن مابعد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت عائشہ مطلقاً عذاب کی منکرہ ہیں۔  
کیونکہ ان کے الفاظ میں ہے انھم لیعلمون اور ابن عمر کے الفاظ ہیں انھم لیسمعون گویا کہ ان  
دونوں حضرات کے نزدیک تاحال عذاب کا تحقق نہیں ہوا۔ لیکن قطب گنگوہی نے جو الان کی تفسیر  
کی ہے وہ زیادہ وقیع ہے یعنی جب ان کو قلیب بدر میں پھینکا گیا اور عذاب قبر میں مبتلا ہوئے۔  
اس وقت آپ کا ارشاد ہے۔

## بَابُ فَضْلِ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا

ترجمہ۔ جو لوگ بدر کی لڑائی میں حاضر ہوئے ان کی فضیلت کے بارے میں

حدیث نمبر ۳۵۸۵ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ السَّيِّدُ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ  
يَقْدُولٍ أَصِيبَ حَارِثَةَ يَوْمَ بَدْرٍ وَهُوَ غُلَامٌ فَجَاءَتْ أُمُّهُ إِلَى النَّبِيِّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَدْ عَرَفْتُ مَنَزِلَةَ حَارِثَةَ  
مِثِّي فَإِنْ يَكُنْ فِي الْجَنَّةِ أَصِيرُ وَأَحْتَسِبُ وَإِنْ تَكُ الْأُخْرَى تَرَى مَا أَصْنَعُ  
فَقَالَ وَيْحَكَ أَوْ هِلْتِ أَوْ جَنَّتِ وَاحِدَةٌ هِيَ إِيَّهَا جَنَّاتُ كَثِيرَةٌ وَإِنَّهُ فِي  
جَنَّةِ الْفِرْدَوْسِ۔

ترجمہ۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ حضرت حارثہ بن سراقہ انصاری بدر کی لڑائی میں شہید ہو گئے۔  
وہ نوجوان لڑکے تھے۔ ان کی والدہ حضرت انس کی بھوپھی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت  
میں حاضر ہو کر کہنے لگیں۔ یا رسول اللہ! آپ خوب جانتے ہیں کہ حارثہ مجھے کس قدر پیارا تھا۔ اگر وہ  
جنت میں ہے تو میں صبر کروں اور ثواب لی امید رکھوں اگر کوئی دوسری حالت ہے۔ تو پھر آپ



دیکھیں گے کہ میں کیا کرتی ہوں۔ آپ نے فرمایا تیرے لئے افسوس ہے یا تیرا بچہ گم ہو جائے کیا جنت ایک ہے۔ وہ تو بہت ساری جنتیں ہیں۔ وہ تیرا بیٹا تو جنت الفردوس میں ہے۔

**تشریح از شیخ مدنی** حضرت حارثہ بن سراقہؓ بدر کے میدان میں ایک حوض سے پانی پنی رہے تھے کہ ایک کافر نے ان کے تیر مارا جس سے وہ شہید ہو گئے۔ چونکہ یہ قتل معرکہ بدر میں واقع نہیں ہوا تھا۔ اس لئے ان کی والدہ سن کر بہت رنجیدہ ہوئیں کہ میرا لڑکا مارا بھی گیا اور صفِ قتال میں اس کی شہادت نہ ہوئی۔ لہذا بنی جہنم کہ تو پاگل ہو گئی۔ وہ تو جنت الفردوس میں ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص معرکہ کارزار سے باہر مارا جائے جب وہ جنت میں ہے۔ تو جو صفِ قتال میں مارا گیا وہ تو بطریق اولیٰ جنت میں داخل ہوگا۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** ادھبلیت ص ۵۶۱ ہبل کے معنی عقل گم ہونے کے ہیں معنی ہوئے کہ تو پاگل ہو گئی کہ بیٹے کے جنتی اور غیر جنتی ہونے کا سوال کرتی ہے۔ یقین سے کیوں نہیں کہتی کہ میرا بیٹا جنت میں ہے۔ تو یہ کون سی جنت میں ہے۔ سوال یہ کہ ناچاہیئے تھا۔

**تشریح از شیخ زکریا** علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ لفظ ادھبلیت واو عاطفہ اور ہمزہ استفہام کا ہے۔ معنی ہیں او فقدت عقلک یا ثکلان سے ثکلان عقل مراد ہے۔ کتاب الجہاد میں گزر چکا ہے کہ من اتاہ سھم غربا آگے اس میں ہے کہ اجتھدت فی البکاء کہ میں رونے میں اپنی کوشش صرف کر دیتی۔

**حدیث نمبر ۳۵۸۶** حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا مَرْثَدَةَ وَالزُّبَيْرَ وَكُنَّا فَارِسًا قَالَ انْطَلِقُوا حَتَّى تَأْتُوا رَوْضَةَ خَاجٍ فَإِنَّ بِهَا امْرَأَةً مِّنَ الْمُشْرِكِينَ مَعَهَا كِتَابٌ مِّنْ حَاطِبِ بْنِ أَبِي بَلْتَعَةَ إِلَى الْمُشْرِكِينَ فَأَدْرَكْنَاهَا تَسِيرًا عَلَى بَعِيرٍ لَهَا حَيْثُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا الْكِتَابُ فَقَالَتْ مَا مَعَنَا كِتَابٌ فَأَنخَنَاهَا فَالْتَمَسْنَا فَلَمْ نَرَ كِتَابًا فَقُلْنَا مَا كَذَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتُخْرِجُنَّ الْكِتَابَ أَوْ لَنُجْزِدَنَّكَ فَلَمَّا رَأَتْ الْجِدَّ أَهْوَتْ إِلَى حُجْزَتِهَا وَهِيَ مُحْتَجِزَةٌ بِكِسَاءٍ فَأَخْرَجَتْهُ فَانْطَلَقْنَا

بِهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَدْ خَانَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنِينَ فَدَعْنِي فَلَا ضَرْبَ عُنُقَةٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا صَنَعْتَ قَالَ حَاطِبٌ وَاللَّهِ مَا بِي أَنْ لَا أَكُونَ مُؤْمِنًا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَدْتُ أَنْ يَكُونَ لِي عِنْدَ الْقَوْمِ يَدٌ يَدْفَعُ اللَّهُ بِهَا عَنْ أَهْلِي وَمَالِي وَلَيْسَ أَحَدٌ مِّنْ أَصْحَابِكَ إِلَّا لَهُ هُنَاكَ مِنْ عَشِيرَتِهِ مَنْ يَدْفَعُ اللَّهُ بِهِ عَنْ أَهْلِهِ وَمَالِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ وَلَا تَقُولُوا لَهُ الْآخِرَ فَقَالَ عُمَرُ إِنَّهُ قَدْ خَانَ اللَّهُ وَرَسُولَهُ وَالْمُؤْمِنِينَ فَدَعْنِي فَلَا ضَرْبَ عُنُقَةٍ فَقَالَ أَلَيْسَ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ لَعَلَّ اللَّهَ أَطَّلَعَ إِلَى أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اأَعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ وَجِبَتْ لَكُمْ الْجَنَّةُ أَوْ فَقَدْ غُفِرَتْ لَكُمْ فَدَمَعَتْ عَيْنَا عُمَرَ وَقَالَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ۔

ترجمہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ مجھے اور ابو مرثدہ اور حضرت زبیرؓ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا۔ ہم میں سے ہر ایک شہسوار تھا۔ آپؐ نے فرمایا۔ چلے چلو یہاں تک کہ جب تم لوگ خلاخ کے باغ تک پہنچو۔ تو وہاں مشرکین کی ایک عورت ہے جس کے پاس حاطب بن ابی لیقعہ کا خط ہے جو انہوں نے مشرکین مکہ کی طرف لکھا ہے۔ پس ہم نے اس عورت کو پالیا جو اپنے اونٹ پر سوار چل رہی تھی۔ جس جگہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ پس ہم نے اس سے کہا خط نکالو۔ وہ کہنے لگی ہمارے پاس تو کوئی خط نہیں ہے۔ تو ہم نے اس کی اونٹنی کو مٹھلا دیا۔ اور اس کی تلاشی لی۔ لیکن ہمیں خط نظر نہ آیا۔ ہم نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی جھوٹ نہیں کہہ سکتے۔ تم خط نکالو۔ ورنہ ہم تمہیں ننگا کر دیں گے۔ پس جب اس نے چارہ کار نہ دیکھا تو اس نے اپنے کمر بند کا قہد کیا اور اس نے ایک ادنی چادر سے اپنی کمر کو کسا ہوا تھا۔ جس سے اس نے خط نکال کر دے دیا۔ ہم اس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا یا رسول اللہ! اس نے اللہ اور اس کے رسول اور مؤمنین کی خیانت کی ہے۔ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن اڑا دوں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حاطب سے

پوچھا۔ تجھے اس کام پر کس نے آمادہ کیا۔ حاطبؓ فرمانے لگے۔ اللہ کی قسم! یہ نہیں کہ میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ رکھنے کی وجہ سے ایسا کیا ہے بلکہ میرا مقصد یہ تھا کہ قوم قریش پر میرا اس طرح احسان ہو جائے گا جس کے طفیل شاید اللہ تعالیٰ میرے اہل اور مال کی حفاظت فرمائے۔ آپ کے اصحاب میں کوئی شخص ایسا نہیں جس کے قبیلہ کا آدمی دہاں موجود نہ ہو۔ جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اس کے اہل اور مال کی حفاظت فرمائیں گے۔ جس پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے سچ بولا۔ لہذا سوائے خیر کے اس سے اور کوئی بات نہ کہو۔ پھر بھی حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ کہ حضرت! یہ شخص اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کی خیانت کر چکا ہے۔ پس مجھے اس کی گردن اڑا دینے کی اجازت مرحمت فرمائیے۔ آپ نے پوچھا۔ کیا یہ اہل بدر میں سے نہیں ہے۔ جب ہے تو شاید اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کی طرف بھاٹک کر فرمایا ہو کہ جو کچھ تمہاری مرضی آئے عمل کرو تمہارے لئے جنت واجب ہو گئی۔ یا میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔ جس پر خوشی کی وجہ سے حضرت عمرؓ کی دونوں آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ فرمانے لگے اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں ہمیں ان روز کا علم نہیں

**تشریح از شیخ مدنی** یہ واقعہ غزوہ فتح مکہ کا ہے۔ صلح حدیبیہ میں قریش سے معاہدہ ہوا تھا۔ کہ عرصہ دس سال تک نہ تو قریش آپ سے لڑائی لڑیں گے اور نہ ان کے حلفاء آپ سے اور آپ کے حلفاء سے جنگ کریں گے اور ایسی ہی مسلمان اور ان کے حلفاء نہ قریش سے اور نہ ان کے حلفاء سے نبرد آزما ہوں گے۔ بنو بکر قریش کے حلیف تھے۔ اور بنو خزاعہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیف تھے۔ بنو بکر اور بنو خزاعہ کی اس سے پہلے چپقلش چلی آرہی تھی۔ ظہور اسلام کے بعد ان کی آپس کی لڑائی بند ہو گئی۔ وہ قریش کی حمایت میں اسلام کی مخالفت میں کھڑے ہوں گے۔ صلح حدیبیہ کے بعد مسلمانوں سے لڑائی بند ہو گئی تو پھر آپس میں لڑائی شروع کر دی۔ کہ نوفل نے خزاعہ کے چند لوگوں پر شب خون مارا۔ خزاعہ کے آدمیوں نے نوفل کا تعاقب کیا تو وہ حرم میں جا کر پناہ گزیں ہو گیا۔ اس غدر کی اطلاع بذریعہ وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی۔ تو آپ نے مکہ پر چڑھائی کرنے کا حکم دے دیا۔ حاطبؓ بن ابی بلتعہ ہجرت کر کے آئے تھے۔ لیکن ان کا سب مال و عیال مکہ میں رہ گیا تھا۔ تو انہوں نے اس خیال سے کہ میں قریش کو حملہ کی اطلاع دے کر ان پر احسان کروں۔ شاید وہ میرے اہل و عیال اور مال کی حفاظت کریں اور اسے نقصان نہ پہنچائیں۔

اللہ تعالیٰ نے تو آپ کو فتح دینی ہی دینی ہے۔ تو انہوں نے ایک عورت کو خط لکھ کر دیا جس کی بذریعہ وحی آپ کو اطلاع کر دی گئی۔ تو آپ نے مکہ جانے کے تمام راستے بند کر دائے۔ ایسی صورت میں مکہ والے پریشان ہو کر نکلے ہیں۔ اس روایت سے حضرت علیؑ ابو مرثدؓ اور حضرت زبیرؓ کے بھیجے جانے کا علم ہوتا ہے۔ دوسری روایت میں حضرت مقدادؓ کا نام بھی ہے تو اس میں منافات نہیں۔ ممکن ہے راوی نے اختصاراً ذکر نہ کیا ہو یا نسیاناً رہ گیا ہو۔

الکتاب اسی آخری کتاب اس عورت کو دس دینار اجرت کے دیئے گئے تھے۔  
انافۃ لفظ نخ کا استعمال کرنا۔ اونٹ بٹھلاتے وقت نخ یا بخ کہا جاتا ہے۔ حجرہ وہ جگہ جہاں پر پاجامہ کے ازار بند کو باندھا جاتا ہے۔ یا جہاں پر لنگی اور تہبند باندھا جاتا ہے۔  
اھوت اسی اھوت بیدھا یعنی مائل کیا۔ دھبی محتجۃ بکساء۔ قدما رکھ لیتے تھے کہ وہ چستی پیدا کرنے کے لئے کمر میں ٹپکا باندھتے تھے۔ جس سے تھکا دٹ نہیں ہوتی تھی اسے استجاز کہتے ہیں۔  
فاخر مجتہد دوسری روایت میں ہے کہ آخر مجتہد من عقاصھا وہ مینڈھیاں جن کا سر کے اوپر جھوڑا بنایا جاتا ہے۔ اگر خطوط متعدد ہوں پھر تو کوئی اشکال نہیں۔ ایک کو عقاص سے اور دوسرے کو حجرہ سے نکالا۔ اگر ایک خط ہو۔ تو پھر اس کو دو جگہ سے نکالنے کی صورت ہوگی۔ کہ جب اس عورت نے ان حضرات کی کوشش کو دیکھا تو حجرہ سے چلنے سے نکال کر عقاص میں رکھ دیا۔ لیکن سخت جدوجہد کی بنا پر عقاص سے نکال کر دیا۔

قد خان اللہ اس میں تقدیم و تاخیر ہے۔ کہ ما حملک علی ما حسنت۔ یہ کلام مقدم تھا۔ اس کو مؤخر کر دیا۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ دشمن کی کسی طرح سے امداد کرنا اگر دن زنی کا باعث ہے۔ لا تتخذوا عمدی وعدکم اولیاء الخ والی آیت بعد میں نازل ہوئی ہے۔ پہلے اس کی ممانعت نہ تھی۔ اب اس روایت میں کسی اشکالات ہیں۔

۱۱۔ کہ آپ تصدیق فرما رہے ہیں کہ صدق اس نے سچ کہا۔ یعنی عدم ایمان کی وجہ سے خط نہیں لکھا۔ محض ایک احسان جملانے کے لئے بھیجا تھا۔ تو کفر نہ پایا گیا تو پھر قتل کے ستم کیسے ہو گئے۔ نیز اس کے بعد آپ نے لا تقولوا الا خیر ابھی فرما دیا۔ تو ان حالات میں حضرت عمرؓ لا ضرب عنقہ کیوں فرما رہے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمرؓ دینی امور میں مغلوب الغضب تھے۔

اللہ ہم فی امر اللہ عمرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں حضرت عمرؓ بڑے سخت ہیں۔ ایسا آدمی جب کوئی بات اپنے عقیدہ کے خلاف دیکھتا ہے تو وہ مغلوب العقل ہو جاتا ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ ہے کہ سامری نے سونے کا بچہ تیار کر کے اس کی عبادت شروع کرادی تھی۔ حالانکہ حضرت ہارون علیہ السلام بھی موجود تھے۔ تو اس حالت کو دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام طور عقل سے نکل گئے۔ غصہ میں آکر کتاب اللہ کو زمیں پر پھینک دیا۔ اور بڑے بھائی کی دارھی پکڑ کر اسے زمیں پر پٹخ دیا۔ اس میں ایک پیغمبر کی اور کتاب اللہ کی امانت پائی گئی۔ دونوں کفر ہیں۔ اور لطف کی بات یہ ہے کہ قیامت کے دن جب اپنی لغزشوں کا ذکر کریں گے تو قبلی کے قتل کا خوف طاری ہوگا۔ لیکن ان کا کوئی خوف نہیں۔ تو اس کا جواب بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی تعظیم سے اس قدر مغلوب ہو گئے۔ کہ اس کے خلاف کونہ دیکھ سکے۔ اور طور عقل سے نکل گئے۔ تو جو مجنون اور دیوانہ ہو جائے اس پر کون گرفت کرتا ہے۔ اور جو جنون اور دیوانگی فی سبیل اللہ ہو۔ اس میں تو کوئی گرفت نہ ہوگی۔ یہی معاملہ حضرت عمرؓ کا ہے۔ جن کے حق میں اشداء علی الکفار رحماء بینہم فرمایا گیا تو غصے کی حالت میں انسان اپنے سامنے کی چیز کو بھی نہیں دیکھتا اور بسا اوقات اپنے افعال کو بھی نہیں سمجھتا۔ کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ تو ایسے حضرت عمرؓ نے لا تقولوا لہ الا خیراً آپ کا ارشاد بھی نہ سنا فرماتے ہیں وہ منافق ہے۔ مجھے اس کی گردن اڑانے کی اجازت دیجئے۔ شدت غیض و غضب میں آپ کا ارشاد نہ سن سکے۔ اس جواب میں کوئی زیادہ تکلف نہیں ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی منافق سے نرمی کا برتاؤ کرتے۔ یا کسی وجہ سے نرمی کا برتاؤ کرتے۔ تو حضرت عمرؓ اس پر متواخذہ کرتے تھے۔ کہ ایسی تالیف قلوب نہ ہونی چاہیے۔ اس سے نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ چنانچہ عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین جس نے طرح طرح سے آپ کو اذیتیں پہنچائیں۔ حضرت صدیقؓ پر تہمت لگانے اور اس کا پروپیگنڈہ کرنے میں پیش پیش رہا۔ اس کی وفات پر ان کا صاحبزادہ مخلص صحابی حضرت عبداللہؓ آکر آپ سے کفن کے لئے کمرہ لے جاتا ہے اور ان کی درخواست پر آپ اس منافق کا جنازہ پڑھنے کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جس پر حضرت عمرؓ آپ کا دامن پکڑ کر کہتے ہیں۔ اور اس کی اذیتیں

یاد دلاتے ہیں۔ آپ زور سے دامن جھٹک کر فرماتے ہیں کہ مجھے ستر دفعہ استغفار کرنے سے روکا گیا ہے۔ بالکل منع نہیں کیا گیا۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ اس سے زیادہ استغفار کرنا اس کے لئے سودمند ثابت ہوگا۔ تو میں ضرور استغفار کروں گا۔ دیکھئے احترام نبویؐ کا کوئی لحاظ نہیں کیا۔ حالانکہ الترفعوا اصواتکم فوق صوت النبیؐ کا حکم ہے۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے جی اپنی آواز ادنیٰ نہ کرو۔ مگر اپنے غضب و وجہ اللہ کی بنا پر تالیف قلب سے آپ کو روکتے ہیں۔ صدق اور لا تقولوا لہ الا خیر کو سننے اور سمجھنے کے بعد پھر بھی فرماتے ہیں کہ یہ نرمی کا موقع نہیں ہے۔ اس کی گردن اڑا دینی چاہیئے۔ تو یہ مشورہ ہوا۔ کہ یہ تالیف قلب کا موقع نہیں ہے۔

دوسرا اشکال یہ ہے کہ تالیف قلب کے معنی تو یہ ہیں کہ حقیقی واقعہ کے خلاف کیا جائے۔ لیکن اس جگہ تو آپ فرماتے ہیں لعل اللہ اطلع علی اہل بدر لعل حرف شک نہیں بلکہ حرف ترجیحی ہے۔ اطلاع بمعنی گردن اٹھا کر کسی چیز کو دیکھتا۔ جھانکنا یہاں صرف توجہ الہی مراد ہے۔ لعل کے لفظ سے اشکال نہ ہو۔ کیونکہ محاورات میں تو لعل مشکوک چیز کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ لیکن کلام باری تعالیٰ میں ایسے نہیں ہوتا۔ چنانچہ مفسرین حضرات لکھتے ہیں کہ لعل ہمارے کلام میں تو ترجیحی کے لئے وارد ہوتا ہے۔ لیکن کلام باری تعالیٰ میں تحقیق کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ نیز حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں لعل کی بجائے ان اللہ اطلع کے الفاظ ہیں۔ تو راوی نے روایت بالمعنی کر دی۔ یا اس کی تفسیر اس روایت ابو ہریرہؓ سے کر دی گئی۔ دوسرا تحقیقی جواب یہ ہے کہ لعل حرف ترجیحی شک کے لئے نہیں۔ فارسی اور اردو میں تو شک اور ترجیحی کے لئے الفاظ الگ الگ نہیں ہیں۔ مگر عربی زبان میں ان کے درمیان فرق موجود ہے۔ ترجیحی رجاء سے ماخوذ ہے۔ مستقبل میں طمع تین طرح سے ہوتی ہے۔ ایک رجاء بالنتیجہ کہ جب تمام موقوف علیہا انجام دے دیئے جائیں تو نتیجہ کی امید کی جائے۔ اسے ترجیحی کہتے ہیں۔ اور اگر بعض موقوف علیہا انجام دیئے جائیں تو اسے تمئی کہتے ہیں۔ اور ہوا مرستقبل ایسا ہو کہ اس کے موقوف علیہ میں سے کسی کو انجام نہ دیا جائے۔ اسے غرر کہتے ہیں۔ جیسے نہ کوئی ہل چلائے اور نہ بیج بوئے اور غلہ اگنے کی امید رکھے یہ غرر ہے۔ اگر کچھ کام انجام دے۔ مثلاً ہل چلایا۔ بیج ڈالا۔ لیکن حفاظت نہیں کی پھر امید رکھے تو یہ تمئی کہلاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمئی کا تعلق ممکن اور غیر ممکن دونوں سے ہوتا ہے۔

مگر ترقی کا تعلق ممکن الوقوع سے ہوتا ہے۔ جب کہ تمام موقوف علیہ انجام دے دیتے جائیں تو لعل کے معنی ترقی کے ہوئے۔ کئی اور اُن کے معنی مراد لینا اس کو اپنے محل سے نکالنا ہے۔ شاید کے معنی کبھی استحقاق کے بھی آتے ہیں۔ شاید کہ از بہر کرم سوتے غریباں بگرمی مگر عموماً ہم لوگ شاید کے معنی شک کے کرتے ہیں۔ حالانکہ لغت عرب میں ترقی ممکن الوقوع کے لئے ہوتی ہے۔ اب اشکال نہ رہا۔

اعملوا ما شئتم اعمالوا صیغہ امر کا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان اہل بدر کے لئے تمام اشیاء کو مباح قرار دے رہے ہیں۔ حالانکہ یہ تشریع کے بالکل خلاف ہے۔ کیونکہ تشریع میں بعض امور کی ممانعت اور بعض کا امر ہوتا ہے۔ ایک جماعت صوفیاء کرام کی اس کی قائل ہے۔ کہ جب نفوس مہذب ہو جاتے ہیں تو ان سے امور شرعیہ کی پابندی اٹھ جاتی ہے۔ مگر محققین صوفیاء اس کے خلاف ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تکلیف امور شرعیہ اٹھالی جاتی۔ کیونکہ آپ سے زیادہ مہذب اور کون ہو سکتا ہے۔ بہر حال اس جگہ اعمالوا اگرچہ امر کا صیغہ ہے۔ اور وہ طلب العقل جزء ماعلی الاستعطار کے لئے ہوتا ہے۔ مگر وہ کبھی اباحت کے لئے بھی ہوتا ہے۔ جیسے اجلس الحسن وابن سیرین اور کبھی امر تہدید کے لئے ہوتا ہے۔ من شاء فليؤمن ومن شاء فليکفر اور کبھی تسخیر کے لئے آتا ہے۔ کو نو اقر دة غاسیین اور کبھی تمتی کے لئے جیسے الایا ایما اللیل الطویل الا انجلی اور کبھی دعا کے لئے اللھم اغفر لی تو اس جگہ اعمالوا امر کا صیغہ اباحت معاصی کے لئے نہیں۔ بلکہ کنایہ ہے۔ تشریف اور تکریم سے یعنی شرافت ظاہر کرنے کے لئے جیسے کوئی بادشاہ کسی مجرم سے کہہ دے۔ جاہم نے تیرے انگی پھلی سب تقصیرات معاف کر دیں جو چاہے کرتے رہو۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ بغاوت بھی کرتے پھر و غیرہ۔

دوسری توجہ یہ ہے کہ اس امر کو بیان کرنا ہے۔ کہ ان لوگوں کی حالت ایسی صالح ہو گئی ہے۔ کہ اب ان سے گناہ سرزد نہ ہوں گے اگر ہو بھی جائیں تو اب وہ اس قابل ہیں کہ ان پر مؤاخذہ نہ کیا جائے۔ ان الحسنات یدھبن السيئات کہ نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں۔ تو بعض حضرات نے اسے اخبار قرار دیا ہے۔ کہ اب حضرات سے اعمال سیئہ کا صدور بھی نہیں ہوگا۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔

کیونکہ حضرت قدامہ نے شراب پی۔ حضرت عمرؓ نے ان کے کوڑے لگائے۔ پھر ان کی آپس میں تراضی کرادی گئی۔ تو جب اس صحابی کے حسن عمل کا اظہار ہوا۔ تو حضرت عمرؓ کے آنسو بہہ پڑے۔ کیونکہ فاروق اعظمؓ بھی اہل بدر میں سے تھے۔ ان انعامات کو سن کر خوشی سے آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ جیسے حضرت ابی بن کعبؓ سید القرار کو آپؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آپؓ کو لم یکن الذین کفروا القرآن سنانے کا حکم دیا ہے۔ تو انہوں نے پوچھا کہ کیا باری تعالیٰ نے میرا نام لے کر فرمایا۔ آپؓ نے جواب میں فرمایا ہاں نام لے کر فرمایا۔ تو خوشی سے ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ ایسے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ابی بن کعبؓ سے قرآن سننے کا حکم ہوا۔ تو وہ فرمانے لگے کہ اقرأ علیک وعلیک انزل کہ کیا میں آپؓ پر قرآن پڑھوں حالانکہ وہ آپؓ پر اتنا اگیا ہے۔ آپؓ نے فرمایا مجھے یہ پسند ہے کہ میں دوسرے سے قرآن مجید سنوں۔ تو انہوں نے سورہ نسا پڑھنی شروع کی۔ تھوڑی دیر کے بعد آپؓ نے فرمایا حسبک اب رک جاؤ۔ دیکھا تو آپؓ رو رہے تھے۔ ووجئنا بک علی ہؤلاء شہیدا کہ ہم آپؓ کو ان لوگوں پر گواہ بنا کر لاتیں گے۔ تو یہاں ہی جواب دیا جاتا ہے کہ مسرت و فرحت کا ردنا تھا۔

دوسرا جواب روایت کا یہ بھی ہے کہ یہ حضرت عمرؓ کا ردنا رنج و غم کی بنا پر تھا۔ کہ حضرت عمرؓ کو شرمندگی اور رنج لاحق ہوا کہ میں نے ایسے مقبول باری تعالیٰ کے بارے میں ایسے سخت الفاظ کیوں استعمال کئے اور رنج کے آنسو گرم ہوتے ہیں۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** [والا تقولوا لا الاخیرا ص ۵۶] حضرت عمرؓ کو تنبیہ کرنا تھا۔ کہ ایسے شخص کی طرف کفر و نفاق کی نسبت نہیں کرنی چاہیے۔ اگرچہ اس سے کچھ نہ کچھ خیانت مرزد ہوئی ہے۔ لیکن وہ کفر و نفاق کی حد تک نہیں پہنچتی۔ صدق اور لا تقولوا لا الاخیرا سننے کے بعد کہ وہ مؤمن ہے پھر بھی قتل کی اجازت مانگنا یہ سیاست تقریر کے لئے تھا تا کہ آئندہ کسی کو ایسی جرأت نہ ہو۔ تو اب محشیؒ کا اشکال لازم نہ آئے گا۔

**تشریح از شیخ زکریا** علامہ قسطلانیؒ نے اشکال کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ یہ اقدام قتل حضرت عمرؓ کی عادت کے مطابق ہے۔ کہ وہ دین کے معاملہ میں بڑے سخت تھے اور منافقین ان کا بغض رکھنا مشہور ہے۔ تو انہوں نے گمان کیا کہ اس کا یہ فعل جرم بموجب قتل ہے۔ لیکن



یقین نہیں تھا۔ تبھی تو آپؐ سے اجازت طلب کی اور اس پر لفاق کا اطلاق اس لئے کیا کہ وہ ظاہر کے خلاف تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے معذور قرار دیا۔ کیونکہ وہ اس فعل کی تائید کرتا تھا۔ اور علامہ سندھیؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو حضرت عمرؓ نے تالیف قلب پر محمول کیا اور مشورہ دیا۔ ایسے موقعہ پر تالیف لائق نہیں۔ بلکہ اس کے حق میں تادیب مناسب ہے اور کوکب درمی میں قطب گنگوہیؒ نے لکھا ہے کہ جرم ثابت ہو جانے کے باوجود جب آپؐ نے اسے معاف کر دیا۔ تو حضرت عمرؓ نے مشورہ دیا کہ ایسی جنابات میں تعزیر مناسب ہے معافی مناسب نہیں ہے۔ یہ فوجی غلطی ہے کورٹ مارشل ہونا چاہیے اور لفاق کا اطلاق لفاق عمل کے طور پر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ نے اس پر منع نہیں فرمایا۔ نیز محشیؒ نے بھی وہی قطلانیؒ کا سوال و جواب نقل کیا ہے۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کی غرض اس حدیث کے لئے یہ ہے۔ کہ اس سے اہل بدر کی فضیلت پر استدلال کرنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بشارت عظیمہ سنائی۔ قد غفرت لکم اور وجب لکم الجنة اور لعل اللہ اطلع کے الفاظ اس مدعا پر دال ہیں۔ اور اعملوا ما شئتم کے متعلق جواب یہ ہے کہ یہ اباحت معاصی کے نہیں جو خلاف شرع ہے بلکہ یہ اخبار عن الماضي کہ زمانہ گذشتہ میں جو گناہ تم سے سرزد ہوئے میں نے ان سب کو معاف کر دیا ہے۔ فعل ماضی کا لفظ اختیار کیا گیا سا غفرہ لکم نہیں فرمایا۔ لیکن یہ جواب صحیح نہیں۔ اس لئے کہ یہ واقعہ حاطب بدر کے چھ سال بعد کا ہے تو مستقبل ہی مراد ہوگا۔ اور بعض نے تشریف اور تکریم کے لئے بتلایا ہے کہ اعمال صادرہ پر مواخذہ نہیں ہوگا۔ یا یہ کہ اب ان سے اعمال سیئہ سرزد نہیں ہوں گے۔ لیکن یہ جواب بھی صحیح نہیں اس لئے حضرت قدامہ بدری صحابی ہیں۔ انہوں نے شراب پی۔ حضرت عمرؓ نے ان پر شرعی حد قائم کی۔ جس کے سبب وہ ہجرت کر کے چلے گئے۔ حضرت عمرؓ نے خواب میں دیکھا کہ انہیں ان سے مصالحت کا حکم دیا جا رہا ہے۔ چنانچہ ان کی باہمی رضامندی ہو گئی۔ تو معلوم ہوا کہ بشارت کا تعلق احکام آخرت سے ہے۔ احکام دنیا سے نہیں ہے۔ حدود وغیرہ ان پر قائم ہوں گے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | فدمعت عینا عمرہ ۵۶۷ شدت فرح اور سرور کی وجہ سے ردنا آیا۔ کہ یہ ایسی بشارت عظیمہ تھی جو حضرت عمرؓ اور دیگر حضرات کو بھی شامل تھی۔ اور یہ بھی ممکن ہے۔

کہ روئارنج و غم کی وجہ سے ہو کہ میں خواہ مخواہ حضرت حاطب کو منافق کہا۔ اگرچہ وہ نفاق عملی تھا۔ لیکن جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام سے واضح ہو گیا۔ کہ ان کی شان اس نفاق عملی سے بھی بلند اور ارفع ہے۔

**تشریح از شیخ زکریا** سرور اور غم کے دونوں احتمال قطب گنگوہی نے ذکر کر کے خوب توجیہ بیان فرمائی۔ شرح میں سے کسی نے اس طرف توجہ نہیں فرمائی۔

**باب حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ حَدِيثَ نَمِرٍ ۳۵۸ عَنْ أَبِي أُسَيْدٍ قَالَ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ إِذَا الْكُتُبُ كُمَ فَارْمُوهُمُ وَاسْتَبِقُوا بَنِيكُمْ**

ترجمہ حضرت ابی اسید فرماتے ہیں کہ بدر کی لڑائی میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فرمایا کہ جب وہ کفار تمہارے نزدیک آجائیں تو تب ان پر تیر اندازی کرو۔ اپنے تیروں کو بچاؤ۔ دور پھینک کر ضائع نہ کرو۔

**تشریح از شیخ مدنی** [الکتوبکم ایہ] قاربو کم اس لئے کہ اگر تیر دور سے پھینک گئے۔ تو بسا اوقات وہ نہیں لگتے ضائع ہو جاتے ہیں۔ اس لئے آپ نے فرمایا تیر چالنے میں جلد بازی سے کام نہ لو۔ تاکہ تمہارے تیر غارت نہ جائیں۔

وَاسْتَبِقُوا بَنِيكُمْ اگر صورتہ ارموا پر عطف ہے۔ لیکن معنی عطف نہیں ہے۔ اس لئے کہ جب تیر اندازی ہوگی تو تیر ضرور خرچ ہوں گے تو بعض حضرات نے توجیہ کی ہے کہ فارموہم بالجماعة فاستبقوا بانیکم معنی ہیں کہ پہلے پتھر پھینکو اور تیروں کو باقی رکھو۔ لیکن یہ معنی بعید ہیں۔ کیونکہ پتھر تو دور نہیں جائے گا وہ تو قریب ہی جا کر پڑے گا۔ بخلاف تیر کے کہ وہ دور جاتا ہے۔ تو معنی ہوئے کہ دور سے تیر نہ مارو۔ بلکہ اس طرح پھینکو کہ پھر ان کو اٹھا بھی سکو۔

**تشریح از شیخ زکریا** [یوم بدر سے بدر کبریٰ مراد ہے اور مولانا محمد حسن مکی کے قول کے مطابق ترجمہ سے مناسبت اس طرح ہے کہ بدر کبریٰ کے بعد غزوہ اُحد واقع ہوا اس کے بعد بدر صغریٰ کا وقوع ہوا۔ اور ان دونوں میں مسلمانوں کو بہت سے انعامات سے نوازا گیا ہے۔ یا کلمہ بعد مقطوع الاضافة ہے اسی بعد هذه القصة اور یوم اتانا کا مفعول ہو۔ تو اس وقت بدر صغریٰ

مراد ہوگا۔ لیکن اس صورت میں ترجمہ سے مطابقت نہیں ہوگی۔ کیونکہ ترجمہ میں بدر کبریٰ کا ذکر ہے۔ اور بدر صغریٰ تو اُحد کے بعد واقع ہوا ہے۔ محشی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث علامات نبوت کی حدیث کا اختصار ہے۔ کہ آپؐ نے خواب دیکھا تھا۔ کہ گائے ذبح کی گئی اور پھر خیر واقع ہوئی۔ آپؐ نے فرمایا کہ مسلمانوں کو اُحد میں شکست کا سامنا ہوا بعد ازاں فتح نصیب ہوگی۔ چنانچہ بدر صغریٰ اس کامیابی کا نشان ہے۔ بعض نے کہا کہ مقتولین کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ نے سلوک کیا وہ ان کے لئے بہتر ہے۔ یا بعد ثانیہ کے بعد جو ثابت قدمی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو نصیب فرمائی وہ مراد ہے کہ کفار کی ملک سے مسلمانوں کو ڈرایا گیا تھا۔ بہر حال کشب کے معنی قرب کے ہیں۔ اور نبل غیر تراشیدہ تیر کو کہا جاتا ہے۔

**حدیث نمبر ۳۵۸۸** حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ الْعَنَابِيُّ أَسِيدُ قَالَ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ إِذَا أَكْبَبُوا لَكُمْ يُعْنِي كَثْرَتُكُمْ فَارْمُوهُمْ وَاسْتَبِقُوا تَبْلُكُمُ

ترجمہ۔ حضرت ابواسیدؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بدر کی لڑائی فرمایا۔ کہ جب یہ لوگ تم پر ہجوم کر کے آئیں تو ان کی طرف تیر پھینکو اور تیروں کو باقی رکھو۔

**تشریح از شیخ مدنی** | اکثبوکم اسی قاربوکم اور ابوداؤد میں غشوکم کے الفاظ ہیں کہ جب وہ تمہارا گھیراؤ کر لیں۔ اس جگہ کثروکم کے معنی کئے گئے ہیں۔ حالانکہ لغت میں یہ معنی نہیں ہیں۔ تو بعض شراح نے فرمایا کہ یہ راوی کی غلطی ہے۔ اور بعض نے کہا کہ معنی تو قاربوکم کے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ ایسی متحاربت ہو۔ کہ جس میں ان کا ہجوم بھی ہو جائے۔ تو نہایت احتیاط سے تیر اندازی کرو۔ زمین اور سمندر میں تیر پھینک کر ضائع نہ کرو۔ کہ اس سے دشمن کو کوئی تکلیف نہ پہنچی۔

**حدیث نمبر ۳۵۸۹** حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ خَالِدٍ السِّمَعْتِيُّ بَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ قَالَ جَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الثَّمَاةِ يَوْمَ أُحُدٍ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جُبَيْرٍ فَأَصَابُوا مِائَتًا سَبْعِينَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ أَصَابُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ يَوْمَ بَدْرٍ أَرْبَعِينَ وَمِائَةً سَبْعِينَ أَسِيرًا وَسَبْعِينَ قَتِيلًا قَالَ أَبُو سُفْيَانَ يَوْمَ يَوْمٍ بَدْرٍ وَالْحَرْبُ سَجَالٌ

ابو جبرہ حضرت برادر بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ اُحد کی لڑائی میں تیرا اندازوں پر حضرت عبداللہ بن جبرہ کو امیر مقرر کیا تھا تو مشرکوں نے اس دن ہمارے شتر آدمی شہید کر دیئے۔ اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ بدر کی لڑائی میں ایک سو چالیس آدمیوں کو قتل کیا۔ اس طرح کہ شتر تو ان کے قیدی تھے اور شتر قتل ہوئے تھے۔ ابوسفیانؓ نے کہا تھا کہ آج اُحد کا دن بدر کے دن کے بدلے ہے۔ اور لڑائی تو ڈول کی طرح ہے۔ کبھی بھرا ہوا آتا ہے اور کبھی خالی آتا ہے۔

**تشریح از شیخ مدنی** | مسلمانوں کو اُحد کی لڑائی میں جو ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا۔ وہ ان کی ایک نافرمانی کی وجہ سے تھا۔ ہوا یوں کہ کفار مکہ مدینہ سے دو تین میل کے فاصلہ پر آکر ٹھہرے ہیں۔ آپؐ نے مسلمانوں سے مشورہ کیا بعض نے کہا کہ جہاں پر کفار پڑے ہیں۔ ہمیں دباں جا کر ان سے لڑنا چاہیے۔ اکثر نوجوان مہاجرین اور انصار کی یہی رائے تھی۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر حضرات فرماتے ہیں کہ مدینہ کی ناکہ بندی کر کے کفار کی مدافعت مدینہ کے اندر کی جائے۔ یہی رائے عبداللہ بن ابی ریس المنافقین کی بھی ہے۔ کیونکہ وہ کہتا ہے کہ ہمارا سابقہ تجربہ یہ ہے کہ ہم نے جب تک شہر کے اندر رہ کر مقابلہ کیا ہے۔ غالب رہے ہیں۔ دشمنوں کو مار بھگا لیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خواب دیکھا تھا کہ میں ایک زرہ مضبوط میں ملبوس ہوں۔ جس کی تعبیر آپؐ نے یہ بیان فرمائی کہ مدینہ زرہ حصینہ مضبوط کی مانند ہے۔ اور آپؐ نے یہ بھی دیکھا کہ ایک گائے ذبح کی گئی جس کی تعبیر آپؐ نے یہ فرمائی کہ کچھ مسلمان شہید ہوں گے۔ اور یہ بھی دیکھا کہ میری تلوار ٹوٹ گئی۔ یہ مسلمانوں کے نقصان کی طرف اشارہ تھا۔ اور یہ بھی دیکھا کہ ایک شخص واللہ خیر کہہ رہا ہے۔ بہر حال آپؐ کی منشأ مدینہ میں رہ کر دشمن کا مقابلہ کرنے کی تھی۔ لیکن کثرت رائے پر فیصلہ کرتے ہوئے آپؐ نے مدینہ سے خروج کا حکم دیا اور خود جنگی لباس پہننے کے لئے اندر گھر میں تشریف لے گئے۔ دریں اثنا رائے دہندگان کو تنبیہ ہوا کہ شاید مدینہ سے نکلنا ہمارے لئے مفید نہ ہو۔ لہذا آپؐ کو اپنی رائے پر چھوڑ دیا جائے۔ ہمیں اپنی تجویز سے رجوع کر لینا چاہیے۔ لیکن آپؐ نے فرمایا پیغمبر خدا جب ہتھیار لگا لیتا ہے۔ تو جب تک لڑائی ختم نہ ہو وہ ہتھیار نہیں اتارا کرتا۔ اب پرچہ باد آباد دیکھا جائے گا۔

الحاصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ مہاجرین اور انصار کے ہمراہ مدینہ سے روانہ ہوتے ہیں۔ ایک یا دو میل کے فاصلہ پر عبداللہ بن ابی بکرؓ اپنے ساتھیوں کے الگ ہو جاتے ہیں۔ کہ

ہم جان بوجھ کر موت کے منہ میں نہیں جاتے۔ ایک تو ہمارے تجربہ کے خلاف ہے۔ دوسرے ہم تھوڑے آدمی ہیں۔ یہ تو اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال رہے ہیں۔ آخر کار اپنے تین سو آدمی لے کر واپس سے چلا آیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باقی سات سو آدمیوں کو لے کر میدان احد میں پہنچ گئے۔ آپ نے مورچہ بندی اس طرح کی کہ جبل احد کو پیٹھ کے پیچھے رکھا۔ آگے جبل رومہ تھا۔ اور سامنے کفار کا لشکر تھا۔ فوج کے کمانڈر کو جنگ میں اہم کام فوج کی ترتیب اور مورچہ بندی کا ہوتا ہے۔ اگر تم اونچی جگہ پر ہو اور دشمن نیچی جگہ پر ہو تو تمہیں فتح نصیب ہوگی اس کے برعکس میں نتیجہ برعکس ہوگا۔ اگر ایسی جگہ مورچہ بندی کی جہاں زور کی ہوا پہنچتی ہے تو بھی شکست کا سامنا ہوگا۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں لوگوں کو عالم، زاہد، قاضی اور صوفی بنایا وہاں ان کو حربی فنون کی تعلیم بھی دی۔ چنانچہ اذیتبوء المؤمنین مقاعد للقتال کہ آپ مومنوں کو قتال کی جگہوں پر ٹھہرا رہے تھے۔ پشت پر جبل احد کو رکھا تاکہ پشت محفوظ ہو۔ کیونکہ اگر دشمن پیچھے سے ٹوٹ پڑے تو بڑی مشکل پیش آئے گی۔ پہاڑ کی زمین اونچی نیچی ہوتی ہے۔ دشمن کی فوج پھلی زمین میں پڑی ہوتی ہے۔ آپ نے ایک پہاڑی درہ پر سپاس تیر اندازوں کو بٹھلایا تاکہ دشمن یہاں سے مسلمانوں پر حملہ نہ کر دے۔ حضرت عبداللہ بن جبریرؓ کو ان کا امیر مقرر فرمایا۔ اب مسلمان تین ہزار کفار پر حملہ کرتے ہیں۔ کفار حملہ کی تاب نہ لا کر بھاگنے لگے۔ اور مشہور ہے کہ بھاگتے وقت اپنے جسم کے کپڑے بھی بوجھ بن جلتے ہیں۔ وہ اپنا مال و اسباب پھینکتے جا رہے تھے۔ مسلمانوں کو فکر لاحق ہوئی کہ کسی طرح ان کے مال و متاع کو چھین لیا جائے۔ چنانچہ تعاقب کرتے اور مال و اسباب جمع کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ جو لوگ پہاڑی پر تھے۔ انہوں نے سوچا۔ اب ہماری فتح ہوگئی۔ لہذا ہمیں مال غنیمت جمع کرنا چاہیے۔ حضرت عبداللہ بن جبریر امیرِ مہمہ نے انہیں روکا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اسی جگہ پر ثابت قدم رہنے کا حکم فرما دیا تھا۔ خواہ کچھ بھی ہو جائے تم نے یہاں سے ہٹنا نہیں۔ وہ کہنے لگے۔ یہ حکم جنگ کے دوران تھا اب لڑائی ختم ہوگئی دشمن بھاگ رہا ہے۔ اس لئے وہ نہ رکے۔ صرف دس آدمی پہاڑی پر باقی رہ گئے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ کافروں کے ایک دستہ کے سالار تھے۔ ایک دو مرتبہ اس پہاڑی درے کے راستہ سے آنا چاہا۔ مگر تیر اندازوں نے تیر برساکر ان کو مار بھگایا۔ جب انہوں نے درہ پر صرف دس آدمی دیکھے تو اپنے دوستو آدمی لے کر حملہ کر دیا۔

حضرت عبداللہ بن جبیرؓ نے مع اپنے ہمراہوں کے خوب مقابلہ کیا۔ مگر دس آدمی کیا تاب لا سکتے تھے سب کے سب شہید کر دیئے گئے۔ جس سے مسلمان بہت گھبرائے۔ شیطان وہاں زور سے پکارا۔ کہ اللہ کے بندو! پیچھے مڑ کر دیکھو۔ دیکھا تو خالد بن ولید اور اس کے ساتھی مسلمانوں کو قتل کر رہے ہیں۔ شیطان کی آواز پر تو بھاگتے ہوئے آدمیوں نے مل کر ادھر سے حملہ کر دیا۔ اب مسلمان درمیان میں گاجر مولیٰ کی طرح کٹنے لگے۔ دریں اثنا مسلمانوں کے تین فریق ہو گئے۔ ایک تو مدینہ کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ دوسرا پریشان ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آگیا اور تیسرا اگر وہ ہمت ہار کر کنارے پر بیٹھ گیا۔ اس لڑائی میں ستر مسلمان شہید ہو گئے۔ شیطان نے وسوس اور خطرات سے ان کو حیرت زدہ کر دیا۔ تو قریبا اسی آیات قرآنیہ میں ان کے دساوس دور کرتے ہوئے تسلی کا سامان مہیا کیا گیا۔

حتیٰ اذا فسلتم و تنازعتم کہ تمہاری شکست کا سبب تمہارا جھگڑا تھا جس کا نتیجہ بربادی ہی بربادی ہوتا ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک شرک سب سے بڑا گناہ ہے۔ اور اہل دنیا کے نزدیک بغاوت بڑا جرم ہے۔ مگر ہاروں علیہ السلام نے تفرقہ جیسی بُری چیز کو پسند نہ کیا اور شرک کو باقی رہنے دیا۔ آج دنیا بھر کے مسلمانوں کو بالعموم اور ہندو پاکستان کے مسلمانوں کو بالخصوص جس چیز نے برباد کیا ہے۔ وہ یہی فرقہ پرستی اور انتشار ہے اور حکومت برطانیہ کا اصل الاصول ہے۔ کہ تفرقہ ڈالو۔ اور حکومت کرو۔ الغرض مسلمانوں کو اس غزوہ اُحد میں سخت تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ یوم اُحد عبداللہ بن جبیرؓ اس کے بعد کلام مخفی ہو گیا۔ تنازعوا۔ غزوہ بدر میں کفار کے ایک سو چالیس افراد کو فنا کر دیا گیا۔ ستر قتل ہوئے اور ستر قیدی بنے۔ اور غزوہ اُحد میں مسلمانوں کے صرف ستر آدمی شہید ہوئے۔ ان کا ڈبل نقصان ہوا۔ اور یہ مسلمان کا نقصان بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حکم عدولی کی وجہ سے ہوا۔

دوسرا واقعہ یہ پیش آیا جس نے مسلمانوں کے رہے سہے اوسان خطا کر دیئے کہ شیطان نے یہ آواز دی ان محمدؐ اقد قتل کہ جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم قتل کئے جا چکے ہیں۔ واقعی شدید جنگ میں اس آواز نے بجلی کا کام کیا۔ حضرت جبرائیلؑ میکائیلؑ اور کچھ صحابہ کرام آپؐ کے گرد جمع ہو گئے۔ دریں اثنا کسی نے آپؐ کے پتھر مارا جس سے آپؐ کے دانت مبارک شہید ہو گئے۔ البوسفیان نے جب

مسلمانوں کو جمع ہونے دیکھا۔ تو کہنے لگا کہیں ان کے جمع ہونے سے ہمیں شکست نہ ہو جائے۔ اس نے جنگ کے ختم ہونے کا اعلان کر دیا۔ اور کہا۔ اليوم بيوم بدر الحرب سجال اب آئندہ سال بدر کے میدان میں پھر لڑائی ہوگی۔ موعدکم البدر من عامہ مقبل اس سے قبل اس نے پوچھا تھا۔ افیکم محمد کیا تمہارے اندر محمد صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ چپ رہو۔ پھر اس نے پوچھا۔ افیکم ابو بکر کیا تمہارے اندر ابو بکرؓ ہے۔ اس پر بھی آپ نے فرمایا۔ چپ رہو۔ پھر اس نے پوچھا افیکم عمر کیا تمہارے اندر عمرؓ موجود ہے۔ آپ نے فرمایا۔ چپ رہو۔ لیکن حضرت عمرؓ سے۔ چپ نہ رہا گیا۔ بولے اے عدو اللہ! ہم سب زندہ موجود ہیں۔ اس کے بعد وہ چلا گیا۔ راستے میں خیال آیا کہ مسلمانوں میں افراتفری ہے۔ مدینہ خالی ہے۔ خوب لوٹ مار کرتے واپس لوٹ رہا تھا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ستر آدمی ان کے تعاقب میں بھیجے جو اسیس نے اس کو اس کی اطلاع کی۔ وہ مرعوب ہو کر مکہ کو واپس چلا گیا۔

**حدیث نمبر ۳۵۹** حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِي مُوسَى أَرَاهُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَإِذَا الْخَيْدُ مَا جَاءَ اللَّهُ بِهِ مِنَ الْخَيْدِ بَعْدُ وَثَوَابُ الصَّدَقِ الَّذِي آتَانَا بَعْدَ يَوْمِ بَدْرٍ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ خیر وہ ہے جو اللہ تعالیٰ اس کے بعد لائے۔ اور وہ سچا بدلہ ہے۔ جس کو بدر کے بعد اللہ تعالیٰ ہمارے لئے لائے۔

**تشریح از شیخ مدنی** | اذ انخیر یہ اس خواب کا واقعہ ہے کہ آپ نے دیکھا کہ گائے

ذبح کی گئی ہے تو مسلمانوں کی ہزیمت کی طرف اشارہ تھا اور اذ الرجل یقول واللہ خیر کہ اس کے بعد آدمی کہہ رہا تھا کہ واللہ خیر ہی خیر ہے۔

و اتواب الصدق مرفوع بھی پڑھا گیا ہے اور مجرور بھی۔ جبر کی حالت میں اس کا عطف الخیر پر ہوگا۔ اور اذ الخیر یا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقولہ ہے۔ البقرة منج واللہ الخیر اور بعض کہتے ہیں کہ یہ آپ کے خواب کا حصہ نہیں ہے۔ الگ ہو کر مبتدا خبر ہوں گے جس جگہ باب بلا ترجمہ ہو۔ وہ بمنزلہ فصل کے ہوتا ہے یہاں بھی باب بمنزلہ فصل کے ہے جس میں خاص متعلقات بدر کو بیان

کیا گیا ہے۔

**حدیث نمبر ۳۵۹۱** حَدَّثَنَا يَحْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ  
عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ إِنِّي لَفِي الصَّفِّ يَوْمَ بَدْرٍ إِذِ التَفْتُ فَإِذَا عَنِ يَمِينِي وَ  
عَنِ يَسَارِي فِتْنَاتٍ حَدِيثِ السَّنِّ فَكَأَنِّي لَمَأْمَنُ بِمَكَانِهِمَا إِذْ قَالَ لِي  
أَحَدُهُمَا سِرَّائِنُ صَاحِبِهِ يَا عِمْرَارُ فَنِي أَبَا جَهْلٍ فَقُلْتُ يَا ابْنَ أَخِي وَمَا  
تَصْنَعُ بِهِ قَالَ عَاهَدْتُ اللَّهَ إِنْ رَأَيْتُهُ أَنْ أَقْتُلَهُ أَوْ أَمُوتَ دُونَهُ فَقَالَ  
لِي الْآخَرُ سِرَّائِنُ صَاحِبِهِ مِثْلَهُ قَالَ فَعَاسَرْتَنِي أَنِّي بَيْنَ رَجُلَيْنِ  
مَكَانَهُمَا فَاسْتَرْتُ لَهَا إِلَيْهِ فَشَدَّ عَلَيْهِ مِثْلَ الصَّقَرَيْنِ حَتَّى ضَرَبَاهُ  
وَهُمَا ابْنَا عَفْرَاءَ.

ترجمہ۔ حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ فرماتے ہیں کہ بدر کی لڑائی میں ایک قطار کے اندر کھڑا ہوا تھا۔  
میں نے ادھر ادھر جھانک کر دیکھا۔ تو میرے دائیں اور بائیں دونوں جوان کھڑے تھے گویا کہ ان کے  
ہونے کی وجہ سے میں بے خوف نہیں تھا۔ کہ اچانک ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے چھپتے  
ہوئے آہستہ سے مجھ سے کہا کہ اے چچا جان! مجھے ابو جہل تو دکھلاؤ۔ میں نے پوچھا بھتیجے تمہارا اس  
سے کیا کام ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا ہے کہ اگر میں نے اس کو دیکھ لیا۔  
تو میں اسے قتل کر دوں گا یا خود موت کے منہ میں چلا جاؤں گا۔ دوسرے نے بھی اپنے ساتھی سے  
چھپتے ہوئے آہستہ سے اسی طرح گفتگو کی۔ پس اب تو مجھے ان کی بجائے کسی دو آدمیوں کے  
درمیان کھڑے ہونے کی تمنا نہ رہی۔ ابو جہل گھومتا پھر تاجب سامنے آیا تو میں نے اس کی طرف  
ان دونوں کو اشارہ کیا۔ پس وہ دونوں دوبارہ دونوں کی طرح اس پر بھیسے یہاں تک کہ تلوار کے  
فار کے اسے نیچے گرادیا۔ وہ دونوں عفرار کے بیٹے معاذ اور معوذ تھے۔

**تشریح از شیخ مدنی** | ذکا کی طرف سے بھانپنے کی توجیہ بعض حضرات نے یہ فرمائی ہے۔

کہ مجھے اطمینان نہ ہوا کہ آیا دونوں نوجوان دشمن ہیں یا ہمارے آدمی ہیں۔ لیکن یہ توجیہ صحیح معلوم  
نہیں ہوتی۔ دشمن ایسے کھڑا نہیں ہو سکتا۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ نونیز نو عمر ہونے کی وجہ سے ان کو  
تردد نہ ہوا کہ اگر کہیں یہ بھاگ کھڑے ہوئے تو میں اکیلا رہ جاؤں گا۔



عاهدت اللہ کہ جسے خالص بغض فی اللہ ثابت ہوتا ہے۔ یہاں واقعہ قتل ابو جہل کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

**حدیث نمبر ۳۵۹۲** حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَةَ عَيْنًا وَأَمَرَ عَلَيْهِمْ عَاصِمُ بْنُ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيُّ جَدَّ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ حَتَّى إِذَا كَانُوا بِالْهَدَّةِ بَيْنَ عُسْفَانَ وَمَكَّةَ ذُكِرُوا الْحِجِّي مِنْ هَذَا يَلُفُّ لَهُمْ بَنُو لَحْيَانَ فَنَفَرُوا وَاللَّهُمَّ بِقَرِيبٍ مِنْ مِائَةِ رَجُلٍ رَامَ فَاقتَصَوْا أَثَارَهُمْ حَتَّى وَجَدُوا مَا كَلَهُمُ الثَّمَرُ فِي مَنْزِلٍ تَزَلُّوهُ فَقَالُوا تَمَرٌ يَثْرِبَ فَاتَّبَعُوا أَثَارَهُمْ فَلَمَّا حَسَّ بِهِمْ عَاصِمٌ وَأَصْحَابُهُ لَجُّوا إِلَى مَوْضِعٍ فَأَحَاطَ بِهِمُ الْقَوْمُ فَقَالُوا اللَّهُمَّ أَنْزِلُوا فَاغْطُوا بِأَيْدِيكُمْ وَلَكُمْ الْعَهْدُ وَالْعِثَاقُ أَنْ لَا تَقْتُلَ مِنْكُمْ أَحَدًا فَقَالَ عَاصِمُ بْنُ ثَابِتٍ أَيُّهَا الْقَوْمُ أَمَا أَنَا فَلَا أَنْزِلُ فِي ذِمَّةٍ كَافِرٍ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ أَخْبِرْ عَنَّا نَبِيَّكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَمَوْهُمُ بِالنَّبْلِ فَقتَلُوا عَاصِمًا وَنَزَلَ إِلَيْهِمْ ثَلَاثَةٌ نَفَرُوا عَلَى الْعَهْدِ وَالْعِثَاقِ مِنْهُمْ خُبَيْبٌ وَزَيْدُ بْنُ الدِّثْنَةِ وَرَجُلٌ آخَرٌ فَلَمَّا اسْتَمَكَنُوا مِنْهُمْ أَطْلَقُوا أَوْ تَارَقَتِ بِهِمْ فَرَبَطُوهُمْ بِهَا قَالَ الرَّجُلُ الثَّلَاثُ هَذَا أَوَّلُ الْخَذَرِ وَاللَّهُ لَا أَصْبِحُكُمْ إِنْ لِي بِهِمْ إِلَّا أَسْوَةٌ يَرِيدُ الْقَتْلُ فَنَجَّرُوهُ وَعَالَجُوهُ فَأَبَى أَنْ يَصْحَبَهُمْ فَانْطَلَقَ بِخُبَيْبٍ وَزَيْدِ بْنِ الدِّثْنَةِ حَتَّى بَاعُوهُمَا بَعْدَ وَقْعَةٍ بِدَرْ فَاتَّبَعَ بَنُو الْحَارِثِ بْنِ عَامِرِ ابْنَ ثَوَلٍ خُبَيْبًا وَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ قَتَلَ الْحَارِثَ بْنِ عَامِرٍ يَوْمَ بَدْرٍ فَلَبِثَ خُبَيْبٌ عِنْدَهُمْ أَسِيرًا حَتَّى أَجْمَعُوا قَتْلَهُ فَاسْتَعَارَ مِنْ بَعْضِ بَنَاتِ الْحَارِثِ مُوسَى يَسْتَعِدُّ بِهَا فَأَعَارَتْهُ فَدَرَجَ بَنِي لَهَا وَهِيَ غَافِلَةٌ حَتَّى آتَاهُ فَوَجَدَتْهُ مُجْلِسَةً عَلَى فَخِذِهِ وَالْمُوسَى بِيَدِهِ قَالَتْ فَفَزَعْتُ فَنَزَعْتُ عَرَفَهَا خُبَيْبٌ فَقَالَ أَتَخْشَيْنَ أَنْ أَقْتُلَهُ مَا كُنْتُ لِأَفْعَلَ ذَلِكَ قَالَتْ وَاللَّهِ مَا رَأَيْتُ أَسِيرًا

قَطُّ خَيْرًا مِّنْ خُبَيْبٍ وَاللّٰهُ لَقَدْ وَجَدَتْهُ يَوْمَآيَا كُلِّ قِطْفًا مِّنْ عَنَبٍ  
فِي يَدِهِ وَإِنَّهُ لَمَوْثِقٌ بِالْحَدِيدِ وَمَا بَعَثَ مِنْ ثَمَرَةٍ وَكَأَنْتَ  
تَقُولُ إِنَّهُ لِرِزْقٍ رَزَقَهُ اللّٰهُ خُبَيْبًا فَلَمَّا خَرَجُوا بِهِ مِنَ الْحَرَمِ لِيَقْتُلُوهُ  
فِي الْجِدْلِ قَالَ لَهُمْ خُبَيْبٌ دَعُونِي أَصْلِي رَكْعَتَيْنِ فَلَمَّ كَوَّهَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ  
فَقَالَ وَاللّٰهِ لَوْ لَا أَن تَحْسِبُوا أَنَّ مَا بِي جَزَعٌ لَزِدْتُ شَرًّا قَالَ اللّٰهُمَّ احْصِهِمْ  
عَدَدًا أَوْ اقْتُلْهُمْ بَدَدًا وَلَا تَبْقُ مِنْهُمْ أَحَدًا ثُمَّ أَشَاءَ يَقُولُ -

فَلَسْتُ أَبَا بِي حِينَ أَقْتُلُ مُسْلِمًا عَلَى آتِي جَنْبٍ كَانَ لِلّٰهِ مَصْرَعِي  
وَذَلِكَ فِي ذَاتِ الْإِلَهِ وَإِنْ أَشَاءَ بِيَارِكْ عَلَى أَوْصَالِ شِلْوَمِ مَرْعِي  
ثُمَّ قَامَ إِلَيْهِ أَبُو سُرُوعَةَ عُقَيْبَةُ بْنُ الْحَارِثِ فَقَتَلَهُ وَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَسًا  
لِكُلِّ مُسْلِمٍ قَبْلَ صَبْرِ الصَّلَاةِ وَأَخْبَرَ أَصْحَابَهُ يَوْمَ أُصِيبُوا وَبَعَثَ  
نَاسٌ مِّنْ قُرَيْشٍ إِلَى عَاصِمِ بْنِ ثَابِتٍ حِينَ حَدَّثُوا أَنَّهُ قُتِلَ أَنْ يُؤْكُوا  
بِشَيْءٍ مِنْهُ يُعْرِفُ وَكَانَ قَتَلَ رَجُلًا عَظِيمًا مِّنْ عَظَمَاءِهِمْ فَبَعَثَ اللّٰهُ  
لِعَاصِمٍ قَتْلَ الظَّلَمَةِ مِنَ الدُّبْرِ فَحَمَلَتْهُ مِنْ رَّسُلِهِمْ فَلَمْ يَقْدِرُوا  
أَنْ يَقْطَعُوا مِنْهُ شَيْئًا وَقَالَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ ذَكَرُوا مُرَارَةَ بَنِ الرَّبِيعِ الْعَمَرِيِّ  
وَهَلَالَ ابْنِ أُمَيَّةَ الْوَاقِفِيَّ رَجُلَيْنِ صَالِحَيْنِ قَدْ شَهِدَا بَدْرًا -

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس آدمی جاسوس  
بنائے اور ان پر امیر حضرت عاصم بن ثابت انصاریؓ کو مقرر فرمایا۔ جو حضرت عاصم بن عمر بن الخطابؓ  
کے نانا لگتے تھے۔ جن کی ماں کا نام جمیلہ تھا۔ چلتے چلتے یہ لوگ جب ہمدہ کے مقام پر پہنچے جو عسفان  
اور مکہ کے درمیان واقع ہے اور عسفان سے سات میل کے فاصلہ پر ہے۔ تو ہمدہ کے ایک قبیلے  
جس کو بنو لیحان کہا جاتا ہے۔ ان کے سامنے ان جاسوسوں کا ذکر ہوا۔ تو تنہا کے قریب تیر اندازان سے  
لڑنے کے لئے نکلے۔ پس وہ ان کے نشانات قدم پر چلتے رہے۔ یہاں تک کہ ایک پڑاؤ جہاں وہ  
اترے تھے۔ ان کے کھانے کی جگہ پر کھجور کو پایا۔ تو کہنے لگے کہ یہ کھجور تو شیرب کا ہے۔ اور یہ شیربی  
لوگ ہیں۔ تو ان کے نشانات قدم دیکھتے ہوئے پیچھے چل پڑے۔ جب حضرت عاصمؓ اور ان کے

ساتھیوں کو ان دشمنوں کے پیچھا کرنے کا احساس ہوا تو وہ ایک جگہ میں گھس گئے۔ جن کا قوم نے گھراؤ کر لیا۔ تو یہ لوگ ان صحابہ کرام سے کہنے لگے کہ اتر آؤ اور اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دو۔ تمہارے لئے عہدِ دہیمان ہے کہ ہم تم میں سے کسی کو قتل نہیں کریں گے تو حضرت عاصم بن ثابتؓ نے فرمایا کہ اے قوم! میں تو ایک کافر کی ذمہ داری میں اترنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ پھر دعا مانگی کہ اے اللہ! ہماری طرف سے اپنے نبی کو اطلاع دے دے۔ تو دشمنوں نے ان لوگوں کو اپنے تیروں کا نشانہ بنایا۔ اور حضرت عاصمؓ کو قتل کر دیا۔ اور تین آدمی ان کے عہدِ دہیمان پر اعتبار کرتے ہوئے ان کے پاس اتر آئے۔ ان میں حضرت خبیثؓ اور زید بن الدثنہؓ اور ایک دوسرا آدمی تھا۔ وہ عبد اللہ بن طارقؓ تھے۔ جب ان دشمنوں نے ان حضرات کو پوری طرح قابو میں لے لیا۔ تو اپنی کمائوں کے تانت (زہ) کھول کر ان سے ان حضرات کو باندھ دیا۔ جس پر تیسرے آدمی حضرت عبد اللہؓ نے فرمایا کہ یہ پہلا دھوکہ ہے۔ اللہ کی قسم! میں تو تمہارے ساتھ نہیں چلوں گا۔ میرے لئے تو ان مقتولین کا نمونہ ہے۔ چنانچہ انہوں نے اسے کھینچا اور طرح طرح سے اسے ستایا۔ لیکن اس نے ان کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ آخر وہ قتل ہوئے۔ حضرت خبیثؓ اور زید بن الدثنہؓ کو لے جایا گیا۔ یہاں تک کہ ان دونوں کو واقعہ بدر کے بعد جا کر پہنچ دیا۔ حضرت خبیثؓ کو حارث بن عامر بن نوفل نے خرید کر لیا۔ ان حضرت خبیثؓ نے حارث بن عامر کو بدر کی لڑائی میں قتل کر دیا تھا۔ تو حضرت خبیثؓ ان کے ہاں قیدی بن کر رہے۔ یہاں تک کہ انہوں نے ان کے قتل کرنے کا پکا ارادہ کر لیا۔ پس حضرت خبیثؓ نے پاکی حاصل کرنے کے لئے حارث کی کسی بیٹی سے استرا مانگا جس نے انہیں استرا عاریۃً دے دیا۔ اس عورت کا ایک چھوٹا بچہ تھا جو چلتے چلتے حضرت خبیثؓ کے پاس پہنچ گیا۔ جس کو انہوں نے اپنی ران پر بٹھا رکھا تھا۔ اور استرا حضرت خبیثؓ کے ہاتھ میں تھا۔ وہ عورت کہتی ہے کہ میں سخت گھبرا گئی۔ میری گھبراہٹ کو حضرت خبیثؓ نے بھی محسوس کر لیا۔ فرمانے لگے کیا تیرا گمان ہے کہ میں اسے قتل کر دوں گا۔ میں ایسا نہیں کر دوں گا وہ کہتی ہے کہ اللہ کی قسم! میں نے حضرت خبیثؓ سے بہتر قیدی آج تک نہیں دیکھا۔ واللہ! میں نے اسے ایک دن دیکھا کہ انگور کا خوشہ ان کے ہاتھ میں ہے جس سے وہ کھا رہے ہیں۔ جب کہ وہ زنجیروں سے جکڑے ہوئے تھے۔ حال یہ ہے کہ مکہ میں ان دنوں کوئی پھل نہیں تھا وہ کہتی تھی یہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا رزق تھا جس کو حضرت خبیثؓ کھا رہے تھے پس جب وہ لوگ حضرت خبیثؓ

کو حرم سے نکال کر لے گئے۔ تاکہ اسے حل میں قتل کریں۔ یعنی حرم سے باہر قتل کریں تو حضرت خبیثؓ نے ان سے کہا کہ مجھے دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت دو۔ جس پر ان لوگوں نے انہیں چھوڑ دیا تو آپ نے دو رکعت نماز نفل پڑھ لی اور فرمانے لگے۔ اللہ کی قسم! اگر تم لوگ میرے ساتھ گھبراہٹ کا گمان نہ کرتے تو میں اور زیادہ نماز پڑھتا پھر دعا مانگی۔ اے اللہ! ان دشمنانِ خدا و رسول کو گنہگار نہ کہہ دے۔ اور ان میں سے کسی کو بھی باقی نہ رہنے دے۔ چنانچہ ان کی دعا قبول ہوئی۔ ایسے ہی یہ لوگ کافر ہو کر قتل ہوئے۔ ان کی جڑ و نسل باقی نہ رہی۔ پھر حضرت خبیثؓ نے یہ اشعار پڑھنے شروع کئے۔ ترجمہ۔ جب میں مسلمان ہو کر قتل کیا جا رہا ہوں۔ تو مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے۔ کہ اللہ کے راستہ میں کون سے پہلو پر میرا قتل ہو گا۔ اور یہ قربانی اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے لئے ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو میرے ٹکڑے ٹکڑے ہوئے بدن کے ہر جوڑے میں برکت عطا فرما دے۔ پھر ابو سروع عقبہ بن الحارث اٹھا جس نے حضرت خبیثؓ کو قتل کر دیا۔ اور حضرت خبیثؓ نے ہر مظلوم مسلمان شخص کے لئے یہ طریقہ جاری کر دیا کہ مقتول ہونے سے پہلے وہ دو رکعت نماز ادا کرے۔ جس دن ان حضرات کو قتل کیا گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو اس کی اطلاع دے دی۔ قریش کو جب یہ معلوم ہوا کہ حضرت عاصم بن ثابتؓ کو قتل کر دیا گیا ہے تو ان کے کچھ آدمی اس مقصد کے لئے بھیجے کہ حضرت عاصمؓ کے بدن کا کچھ حصہ لایا جائے۔ جس سے وہ پہچانا جائے۔ کیونکہ انہوں نے قریش کے ایک بڑے سردار کو قتل کیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے شہد کی نرمکیوں کا ایک حصہ حضرت عاصمؓ کے لئے بھیجا جو چھاتے کی طرح چھا گئے جنہوں نے قریش کے قاصدوں سے ان کی نعش کو محفوظ کر لیا۔ کہ وہ لوگ ان کی نعش میں سے کچھ بھی نہ کاٹ سکے۔ اور حضرت کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام نے ذکر فرمایا کہ مرارہ بن الربیع الحمیری اور ہلال بن امیہ واقعی نیک سخت آدمی یہ دونوں بدر میں حاضر تھے۔

**تشریح از شیخ مدنی** عیناً جاسوس کو کہتے ہیں۔ اصلی معنی عین کے آنکھ کے ہیں۔

کیونکہ جاسوس اپنے فرائض کی ادائیگی میں آنکھ سے کام لیتا ہے۔ اس لئے اسے عین کہا جاتا ہے۔ جیسے کان لگانے والے کو اذن کہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اذن کہا گیا۔ قل اذن خیر لکم۔

نفرو افوج کو قتال کے لئے نکالنا۔ جیسے انفروا خفاوا و ثقلوا لفظ نفرو اور نفیر اس جماعت کو کہتے ہیں۔ جو جہاد کے لئے نکالی جائے۔ اور کبھی غیر جہاد پر بھی اطلاق ہوتا ہے۔

حتی وجہ و اذا کلھم المتحرۃ پہلے زمانہ میں ایک تینو تین قسم کی کھجوریں ہوا کرتی تھیں۔ آج بھی ساٹھ ستر قسم کی کھجور پائی جاتی ہے۔ اس لئے سارے عرب میں بیزرب کی کھجور مشہور تھی۔

اما اننا فلا انزلنا حضرت عائشہؓ نے عہد کیا تھا اور نذر مانی تھی کہ میرا جسم کسی کافر کے جسم سے نہ چھوئے گا اور نہ ہی میں کسی کافر کی ذمہ داری میں آؤں گا۔ دوسرے غیرت اسلامی بھی اس کا قافض نہیں کرتی۔ چنانچہ مقابلہ ہوا۔ سات مسلمان شہید ہوئے تین بچ گئے۔

لما استمكنوا القاعدہ یہ تھا کہ جب کوئی اسیر ہو جاتا تو اسے اپنے حال پر رہنے دیا جاتا۔ اس سے خدمت لی جاتی اسے قتل نہیں کرتے تھے۔ تو استمكنوا کے معنی ہوئے پورا قابو پالیا۔

وتر اس پٹھے کو کہتے ہیں۔ جو کمان کے دونوں سروں سے بندھا ہوتا ہے۔ جب تیر غلیل پھینکتے ہیں۔ تو اس تانت کو چڑھا لیا جاتا ہے اسے بندھا ہوا نہیں چھوڑتے۔ ورنہ اس کی قوت کم ہو جاتی ہے۔

بعد وقعتہ بدر کا تعلق باعوہا سے نہیں ہے بلکہ مقدر ہے۔ وقع ہذا بعد وقعتہ بدر فلیت غلیبت عندھم کیونکہ یہ زمانہ اشہر الحرام کا ہے۔ فدرج ای ذہب ساعۃ۔

ما كنت للافعل دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے فرمایا ہمیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں اور عورتوں کے قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔ یہ اسلامی تہذیب تھی کہ وحشی اس قدر سدھر گئے تھے۔ ورنہ عام دستور یہ تھا کہ دشمن کو جس قدر تکلیف پہنچائی جاسکتی ہے پہنچائی جائے۔

یا کلاک قطفاً من عنب اس واقعہ میں بہت سی کرامات کا ظہور ہوا۔ ایک یہ بھی ہے کہ مکہ میں کوئی پھل فروٹ نہیں تھا۔ مگر یہ انگور کے خوشے سے انگور کھا رہے تھے۔ وہاں تو

حضرت بی بی مریم کو بے موسم کا رزق دیا گیا۔ یہاں پر آپ کے غلاموں کو بغیر موسم کے پھل مل رہے ہیں۔ اھصم عددا یعنی گن گن کر ان کو ہلاک کر دے اور ایک ایک کر کے قتل کرنے میں ذلت

ہوتی ہے۔ بدد بمعنی اکیلا۔ اوصال بمعنی اعضا۔ شلو بمعنی جسد۔ مخزع بمعنی منقطع۔

مثل الظلۃ من الدبر شہد کی مکھیاں جو نہ ہوں۔ یہ گھٹنوں کا جھقہ بادل کی طرح حضرت عائشہؓ پر چھا گیا۔ یہ اللہ تعالیٰ نے ان کی قسم کو پورا کر دکھایا۔ لیکن وہ قاصد چھپ کر بیٹھ گئے کہ رات کے

وقت یہ مکھیاں چلی جائیں گی تو ہم سر کاٹ کر لے جائیں گے۔ لیکن رات کو اتنی موسلا دھار بارش آئی۔ جو حضرت عاصمؓ کے جسد خاکی کو بہا کر لے گئی۔ جس کا ان کو پتہ نہ چل سکا۔

قال کعب بن مالکؓ علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ اس قال کعب بن مالکؓ سے ان لوگوں کا رد کرنا چاہتے ہیں کہ مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہؓ کا کسی نے بدری صحابی میں ذکر نہیں کیا اور فتح الباری میں ہے کہ بعض لوگ ان دونوں حضرات کے بدری ہونے کا انکار کرتے تھے۔ اور وہم کی نسبت امام زہریؒ کی طرف کرتے تھے۔ مصنفؒ نے اس کا رد کرتے ہوئے اس کی نسبت حضرت کعب بن مالکؓ کی طرف کی جو تمام مشاہد میں حاضر تھے۔ غزوہ تبوک میں شامل نہیں ہو سکے تھے جن سے پچاس دن تک بانیکاٹ رہا۔ اور یہ سیاق حدیث سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ حدیث انہی سے لی گئی ہے۔

**تشریح از شیخ گنگوہیؒ** | قال کعب بن مالکؓ ۵۶۹ یہ ایک دوسری حدیث کا ٹکڑا ہے۔

جس کو امام بخاریؒ اس لئے لائے ہیں کہ دلیل بیان کر فی ہے کہ حضرت مرارہؓ اور ہلالؓ دونوں بدری صحابی ہیں۔ ویسے ایک حدیث حضرت خبیثؓ کی روایت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

**تشریح از شیخ زکریاؒ** | چونکہ امام بخاریؒ کا مقصود شہداءِ بدر کے فضائل بیان کرنا ہے۔

اور یہ دونوں حضرات بدری صحابی تھے۔ اس لئے ان کے بارے میں رحلین صالحین قد شہد ابدا کہہ کر ان کی مدح اور منقبت بیان فرمائی۔ اور حافظؒ فرماتے ہیں کہ قال کعب یہ اس لمبی حدیث کا ایک ٹکڑا ہے جو حضرت کعب بن مالکؓ اپنی توبہ کے بارے میں روایت کرتے ہیں۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ میں نے کافی تتبع اور تلاش کے بعد معلوم کر لیا کہ پہلے پہل ان کے بدری ہونے کا کس نے انکار کیا۔ تو حضرت امام احمدؒ کے ایک شاگرد ہیں اثرم جس کا نام احمد بن محمد بن مانی ہے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ ان ابواب مذکورہ کا تعلق غزوہ بدر سے تھا اور ان میں پہلا ترجمہ عدۃ اصحاب بدر تھا۔ اس لئے اس حدیث سے امام بخاریؒ نے ثابت کر دیا کہ مرارہ اور ہلال دونوں بدری صحابہ میں شمار ہیں۔ دوسرے مثبت نافی سے اولیٰ ہوتا ہے۔

**حدیث نمبر ۳۵۹۳** حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ مَرْثُومٍ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ ذَكَرَ لَهُ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ زَيْدٍ بْنَ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ وَكَانَ بِدَرْيَا قَرِصَ فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ

فَرَكِبَ إِلَيْهِ بَعْدَ أَنْ تَعَالَى النَّهَارُ وَاقْتَرَبَتِ الْجُمُعَةُ وَتَرَكَ الْجُمُعَةَ وَ  
قَالَ الْكَيْثُ ۝

**حدیث نمبر ۳۵۶۴** حَدَّثَنَا أَنَّ أَبَاهُ كَتَبَ إِلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْأَرْقَمِ  
الزُّهْرِيِّ يَأْمُرُهُ أَنْ يَدْخُلَ عَلَى سَبْعَةِ بَنَاتِ الْحَارِثِ الْأَسْلَمِيَّةِ فَيَسْأَلَهَا  
عَنْ حَدِيثِهَا وَعَنْ مَا قَالَتْ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ اسْتَفْتَتْهُ  
فَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْأَرْقَمِ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَةَ يُخْبِرُهُ أَنَّ سَبْعَةَ  
بَنَاتِ الْحَارِثِ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا كَانَتْ تَحْتَ سَعْدِ بْنِ خَوْلَةَ وَهُوَ مِنْ بَنِي  
عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ وَكَانَ مَعَهُ شَهِدٌ يَدْرَأُ فِتْنَتِي عَنْهَا فِي حَاجَةِ الْوَدَاعِ وَهِيَ  
حَامِلٌ فَلَمْ تَنْشُبْ أَنْ وَضَعَتْ حَمْلَهَا بَعْدَ وَفَاتِهِ فَلَمَّا تَعَلَّتْ مِنْ نَفْسِهَا  
تَجَعَّلَتْ لِلْخُطَّابِ فَدَخَلَ عَلَيْهَا أَبُو السَّنَابِلِ بْنُ بَعْلَكٍ رَجُلٌ مِّنْ بَنِي عَبْدِ  
الدَّارِ فَقَالَ لَهَا مَا لِيَ أَرَاكِ تَجَعَّلَتِ لِلْخُطَّابِ تُرْجِيَنِ الْبُكَاجَ فَإِنَّكَ وَاللَّهِ  
مَا أَنْتِ بِبُكَاجٍ حَتَّى تَعْرِفِي عَلَيَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا قَالَتْ سَبْعَةٌ فَلَمَّا قَالَ  
لِيَ ذَلِكَ جَمَعْتُ عَلَى ثِيَابِي حِينَ أَمْسَيْتُ وَأَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذَلِكَ فَأَقْتَنِي بِأَنِّي قَدْ حَلَلْتُ حَيْثُ وَضَعْتُ حَمْلِي  
وَأَمَرَنِي بِالزَّوْجِ إِنْ بَدَأَ إِلَيَّ تَابِعُهُ أَصْبَحُ ۝ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ إِيَّاسَ بْنَ الْبُكَيرِ  
وَكَانَ أَبُوهُ شَهِدٌ يَدْرَأُ أَخْبَرَهُ -

ترجمہ: حضرت نافع سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے اس کا ذکر ہوا کہ حضرت سعید بن  
زید بن عمرو بن نفیل جو بدری صحابی تھے جمعہ کے دن بیمار ہو گئے۔ دن چڑھ آنے کے بعد جب کہ جمعہ  
کا وقت قریب آگیا تھا ان کی بیماری پر سی کے لئے سوار ہو کر گئے اور جمعہ چھوڑ دیا۔

ترجمہ حدیث نمبر ۳۵۹۴: حضرت عبید اللہ فرماتے ہیں کہ ان کے باپ عبد اللہ بن عتبہ نے حضرت  
عمر بن عبد اللہ بن الارقمؓ نے زہری کی طرف لکھا۔ وہ انہیں حکم دیتے تھے کہ حضرت سبیعہ بنت الحارث  
اسلمیہ کے پاس جائیں اور ان سے ان کی بات چیت اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
جو ان کو جواب دیا۔ جب کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ پوچھا تھا دریافت کر کے

آئیں۔ عمر بن عبد اللہ نے عبد اللہ بن عتبہ کی طرف لکھا جو ان کو خبر دیتے تھے کہ حضرت سبیعہ بنت الحارث انہیں خبر دیتی ہیں کہ وہ حضرت سعد بن خواہد تو ان کے نکاح میں تھیں جو بنو عامر بن لوئی کے قبیلہ میں سے تھے اور ان لوگوں میں ان کا شمار تھا جو بدر کی لڑائی میں حاضر تھے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر ان کی وفات ہو گئی۔ جب کہ حضرت سبیعہ حاملہ تھیں۔ بس ان کی وفات کے بعد تھوڑا عرصہ ٹھہری ہوں گی کہ انہیں وضع حمل ہو گیا۔ جب وہ نفاس کے خون سے پاک ہو گئیں۔ تو خطبہ کرنے والوں کے لئے وہ بن سنور کر بیٹھ گئیں۔ حضرت ابوالسائب بن بعلک جو قبیلہ بنو عبد الدار کے ایک آدمی تھے۔ جنہوں نے اس سے کہا کہ تمہیں کیا ہو گیا کہ تم خطبہ کرنے والوں کے لئے بن ٹھن کر بیٹھ گئیں کیا نکاح کرنے کی امید رکھتی ہیں۔ اللہ کی قسم! تو اس وقت تک نکاح نہیں کر سکتی جب تک تجھ پر عدت متونی عنہا زوجھا کے چار مہینہ اور دس دن نہ گزر جائیں۔ حضرت سبیعہ فرماتی ہیں جب اس نے میرے سے یہ بات کہی تو میں نے شام کے وقت اپنے کپڑے سمیٹ کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے بارے میں دریافت کیا۔ جس پر آپ نے مجھے حکم دیا کہ وضع حمل کے بعد تم حلال ہو گئی ہو عدت ختم ہو گئی۔ اگر تم ضرورت محسوس کرتی ہو تو نکاح کر سکتی ہو۔ اصنع نے بھی اس کی متابعت کی ہے۔ اپنی سند بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ محمد بن ایاس بن بکیہ خبر دیتے ہیں کہ ان کے باپ بدر میں حاضر ہوئے تھے۔

**تشریح از شیخ مدنی** حضرت سعید بن زید حضرت عمر بن الخطابؓ کے چچا زاد بھائی ہیں۔ اور ان کے بہنوئی بھی ہیں۔ یہ غزوہ بدر میں شریک تو نہیں ہو سکے لیکن انہیں بدری کہا جاتا ہے اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اور حضرت طلحہؓ کو تجسس کے لئے کہیں بھیجا تھا۔ غزوہ بدر کے بعد واپس آئے۔ آپ نے ان دونوں حضرات کے لئے غنیمت کا سہم مقرر فرمایا۔ تو حکماً ان کو بدری کہا جانے لگا۔ بنا بریں اس حدیث میں انہیں بدری کہا گیا ہے۔

**ترک الجمعۃ** حضرت ابن عمرؓ نے جمعہ ترک کر دیا۔ کیونکہ ان کو عذر تھا کہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ قریب المرگ تھے۔ شوافعؒ تو فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن طلوع شمس کے بعد سفر کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ مگر احنافؒ فرماتے ہیں کہ زوال کے بعد سفر پر نہیں جانا چاہیے۔ یہ روایت مسلک احنافؒ کی مؤید ہے۔ لیکن شوافعؒ فرماتے ہیں کہ یہ اضطراری حالت تھی۔ حضرت سعید قریب الموت تھے۔ ورنہ حکم



وہی ہے جو بیان ہوا۔

تشریح حدیث نمبر ۳۵۹۲۔ لما وضعت علیہما قرآن مجید کی دو آیتوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے۔

الذین یتوفون منکم الآية۔ یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر و عشرۃ اور اولات الاحمال اربعۃ ان یرضعن علیھن۔ پہلی آیت سے متوفی عنہا زوجہا کی عدت چار ماہ اور دس دن اور دوسری آیت سے وضع حمل عدت معلوم ہوتی ہے۔ تو ایک جماعت نے تو کہہ دیا کہ البعد الا جلیس یعنی ان دو مدتوں میں جو بھی بعید ہو دس مدت عدت ہوگی۔ مگر حضرت ابوالسنا بل بن بعلک کا واقعہ اس پر دلالت کرتا ہے۔ کہ البعد الا جلیس یا چار مہینے دس دن کا انتظار کرنا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ وضع حمل کافی ہے۔ تو یہ حدیث ان حضرات کی دلیل ہوگی جو وضع حمل کو عدت قرار دیتے ہیں۔

کانت تحت سعید بن خولہ اس سے ان کا بدری ہونا ثابت کرنا ہے۔

جمعہ علی شیبانی یعنی اپنے گھر کے اندر رہنے والے کپڑے اتار لئے اور باہر نکلنے والے کپڑے پہن لئے۔ جو جلباب کی صورت میں لئے جاتے تھے۔ بہر حال اس روایت سے معلوم ہوا کہ البعد الا جلیس کا فتویٰ دینا غلط ہے۔ بلکہ حاملہ وفات زوج والی کی عدت وضع حمل ہے۔ جہورائے کا یہی مسلک ہے۔ امام شافعیؒ کا پہلا قول یہی تھا۔ مگر انہوں نے بعد میں رجوع کر لیا۔ تو اب آیات میں تعارض نہ رہا۔ کیونکہ الذین یتوفون ان کو سورہ نسا طوئی میں ہے اور اولات الاحمال ان کو سورہ نسا طوئی میں ہے جو بعد میں نازل ہوئی۔ لہذا اولات الاحمال والی روایت ان کے لئے ناسخ ہوگی۔ فقہاء کرام کے مابین (تم) کو بھی نسخ سے تعبیر کرتے ہیں۔ پہلی عدت غیر حاملات کے لئے اور دوسری آیت حاملات کے لئے ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے اس کو بیان فرمایا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | واقتریت الجمعۃ ص ۵۶۹ اس روایت سے ثابت ہوا۔ کہ

قبل از زوال جمعہ کے دن سفر کرنا جائز ہے۔ البتہ بعد از زوال مناسب نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | مولانا محمد حسن مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ اقتریت الجمعۃ سے معلوم

ہوا کہ ابھی جمعہ کا وقت داخل نہیں ہوا تھا۔ اس لئے خروج جائز ہے اگرچہ ادنیٰ ترک ہے۔ لیکن بعد دخول وقت الجمعہ خروج برائے سفر بالکل جائز نہیں ہے۔ یہی احناف کا مسلک ہے۔ شیخ گنگوہیؒ نے کوکب میں تصریح کی ہے کہ قبل از زوال تو سفر کرنا جائز ہے۔ اصح یہی ہے۔ البتہ

بعد از زوال اس لئے جائز نہیں کہ سبب وجوب جمعہ جو وقت ہے وہ آگیا۔ ابن عابدین نے اس صورت سے اور بھی مستثنیٰ کی ہے کہ اگر اس نے جمعہ پڑھنا شروع کر دیا تو رفتار سفر سے بچھڑ جائے گا اور اس کے لئے اکیلا چلنا مشکل ہو جائے گا۔ تو اس صورت میں بھی جمعہ پھوڑ دے۔ ابن القیم نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ دخول وقت جمعہ کے بعد لازم الجمعہ کے لئے سفر جائز نہیں۔ قبل از زوال میں علماء کے تین اقوال ہیں۔ امام احمد صرف جہاد کے لئے اجازت دیتے ہیں۔ جیسے عبد اللہ بن رواحہ کی روایت سے ثابت ہے۔ جو ایک سر یہ میں جمعہ کی صبح کو جہاد کے لئے تیار ہوئے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز جمعہ پڑھنے آگئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اگر تو روئے زمین کے خزانے فی سبیل اللہ خرچ کر دے تو جہاد کی روانگی کا ثواب حاصل نہیں کر سکتا۔ دوسرا قول امام شافعی کا ہے کہ بعد از زوال ان کے نزدیک سفر کرنا بالکل حرام ہے۔ البتہ قبل از زوال میں ان کے دو قول ہیں۔ جواز در عدم جواز کا۔ تیسرا قول امام مالک اور امام ابو حنیفہ کا ہے کہ بعد از زوال سفر نہ کرے قبل از زوال سفر کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔ حضرت عمرؓ کا قول ہے۔ الجمعة لا تجس مسافراً جمعہ مسافر کو نہیں روکتا۔ اور ایک روایت میں ہے۔

ما لم يحضر وقتها کہ جب تک اس کا وقت نہ آجائے حدیث باب کو یہ حضرات اضطراب پر محمول کرتے ہیں۔ حضرت سعیدؓ قریب المہلاک تھے اور حضرت عمرؓ کے چچا زاد بھائی اور بہنوئی تھے۔

## بَابُ شَهَادَةِ الْمَلَائِكَةِ بِدَرَا

ترجمہ۔ بدر کی لڑائی میں فرشتوں کا حاضر ہونا۔

حدیث نمبر ۳۵۹۵ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِيهِ رَفَاعَةَ بْنِ رَافِعِ الزُّرَقِيِّ وَكَانَ أَبُوهُ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ قَالَ جَاءَ جَبْرِيلُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا تَعْدُونَ أَهْلَ بَدْرٍ فَيُكْفَرُ قَالَ مَنْ أَفْضَلُ الْمُسْلِمِينَ أَوْ كَلِمَةً تَحْوِيهَا قَالَ وَكَذَلِكَ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا هُنَّ الْمَلَائِكَةُ

ترجمہ۔ حضرت معاذ بن رفاعہ بن رافع اپنے باپ رفاعہ سے روایت کرتے ہیں اور ان کے باپ اہل بدر میں سے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ جبرائیلؑ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

میں حاضر ہوئے۔ اور پوچھا کہ آپ حضرات اہل بدر کو اپنے نزدیک کیا مقام دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تمام مسلمانوں میں سے افضل ہیں یا اس کے مثل کوئی کلمہ فرمایا۔ تو انہوں نے فرمایا اسی طرح فرشتے بھی جو بدر میں حاضر ہوئے وہ افضل الملائکہ ہیں۔

**تشریح از شیخ مدنی** | اللہ تبارک و تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی فرشتے بھیج کر مدد فرمائی۔ اولاً ایک ہزار فرشتے کی بشارت دی۔ پھر تین ہزار کی جب گھبراہٹ زیادہ ہوئی اور جب مشرکین کو ملک پہنچنے کی خبر پہنچی تو پانچ ہزار کی بشارت دی گئی۔ اگرچہ ایک فرشتہ کی طاقت بے پناہ ہے اور اس عالم دنیا میں فرق عادت کے خلاف امداد کرنا حکمت الہی کے خلاف ہے۔ اس لئے باری تعالیٰ نے انسانی شکل میں فرشتوں کو بھیج کر امداد فرمائی۔ چنانچہ ان کے ہاتھوں سے جو آدمی قتل ہوتے تھے وہ ممتاز ہوتے تھے کہ ان کی گردن پر داغ ہوتا تھا۔ اور وہ جو زوروں پر مارتے تھے۔ چنانچہ حضرت جبر بن مطعمؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آسمان سے ایک پر تلہ اترتے دیکھا جس میں چھوٹی چھوٹی چوینٹیاں معلوم ہوتی تھیں۔ جس سے مسلمانوں میں تقویت پیدا ہو گئی اور بعض روایات میں ہے کہ پہلے آندھی آئی۔ آپ نے فرمایا جبرائیلؑ اترے پھر میکائیلؑ آئے۔ اور بعض روایات میں ہے کہ صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ ہم اگر کسی کے قتل کرنے کے لئے جاتے تو ہمارے تلوار مارنے پہلے کافر کی گردن تن سے جدا ہوتی تھی۔

**حدیث نمبر ۳۵۹۶** حَدَّثَنَا سَلِيمَانُ بْنُ مُعَاذٍ عَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ كَانَ رَافِعٌ مِنْ أَهْلِ الْعُقْبَةِ فَكَانَ يَقُولُ لِإِبْنِهِ مَا يَسْتُرُنِي أَتَى شَهْدْتُ بَدْرًا بِالْعُقْبَةِ قَالَ سَأَلَ جَبْرِئِيلُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا۔

ترجمہ۔ حضرت معاذ بن رفاعہ سے مروی ہے کہ ان کے باپ رفاعہ اہل بدر میں سے تھے۔ اور ان کے دادا رافعؓ بیعت عقبہ والوں میں سے تھے جو اپنے بیٹے رفاعہ سے فرمایا کرتے تھے کہ بیعت عقبہ کی حاضری کے بدلہ مجھے بدر کی حاضری خوش نہیں کرتی۔ اس کے بارے میں جبرائیلؑ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔

**تشریح از شیخ مدنی** | حضرت رفاعہ بن رافعؓ غزوہ بدر میں شریک تھے۔ لیکن ان کے

باپ رافع کہیں باہر گئے ہوئے تھے۔ اس لئے وہ شریک نہ ہو سکے۔ جب اہل بدر کے فضائل کی شہرت ہوئی۔ تو بعض اوقات باپ بیٹے میں مباحثہ ہو جاتا۔ تو رافعؓ فرماتے کہ میں افضل المسلمین میں سے ہوں۔ اور حضرت رافعؓ فرماتے کہ میں افضل المسلمین میں سے ہوں، واقعہ یہ ہے کہ ابو طالب کی وفات کے بعد قریش مکہ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ جب لوگوں سے یوں کہتے کہ کیا آپ اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچانے میں میری مدد کرو گے۔ لوگ کہتے کہ ہاں ضرور کریں گے لیکن قریش سے ڈر لگتا ہے۔ اس اور ضرر و راج قبائل مدینہ یہود مدینہ سے تنگ آ چکے تھے۔ وہ انہیں دھکیاں دیتے کہ ہم نبی آخر الزمان کے ساتھ مل کر لڑائی کریں گے اور تمہیں زبردستی بردہ کر دیں گے۔ اس اور ضرر و راج نے جو چاہا کہ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہی نبی ہوں۔ جن کے متعلق یہود کہا کرتے تھے۔ اس لئے انہوں نے پیش قدمی کرتے ہوئے آپؐ سے بیعت کر لی۔ یہ ہجرت سے تین سال پہلے کا واقعہ ہے۔ پہلے چھ آدمیوں نے آپؐ سے بیعت کر لی۔ جسے بیعت عقبیٰ اولیٰ کہا جاتا ہے۔ پھر بارہ آدمیوں نے دوسرے سال بیعت کی۔ یہ بیعت عقبیٰ ثانیہ کہلاتی ہے۔ پھر ستر آدمیوں نے تیسرے سال بیعت کی۔ اور آپؐ کو مدینہ چلنے کی دعوت دی۔ یہی بیعت عقبہ ہجرت کا باعث بنی اور ہجرت سے ہی اسلام کو عروج ملا۔ بنا بریں حضرت رافعؓ کا یہ خیال تھا کہ چونکہ بیعت عقبہ کی شیوع اسلام کا اصل ہے۔ اس لئے افضلیت ان لوگوں کو حاصل ہے۔ اور حضرت رافعؓ اپنے آپ کو اس بنا پر افضل کہتے تھے کہ اگرچہ غزوہ بدر ہجرت کی فرع ہے۔ مگر کبھی فرع اصل سے بڑھ جاتی ہے۔ شاگرد استاد سے بڑھ جاتا ہے۔ اس جگہ عقبہ سے عقبہ ثانیہ مراد ہے۔ بہر حال باپ بیٹے میں مباحثہ جاری تھا۔ کہ جبرائیلؑ نے اس بارے میں آپؐ سے دریافت فرمایا۔

سؤال جبرائیل پر اشکال یہ ہے کہ حضرت معاذ تابعی ہیں۔ انہیں کیسے معلوم ہوا کہ جبرائیلؑ نے آپؐ سے سوال کیا۔ تو حدیث مرسل ہوئی۔ تو کہا جائے گا کہ مولف اس روایت کو اذلابیان کر چکے ہیں۔ دلائل مرسل نہیں بلکہ متصل ہے۔ لہذا یہاں بھی متصل ہوگی۔ البتہ سند میں تغیر آگیا۔ معاذ بن رافع کے بعد سند ایک ہے۔

عقبہ بمعنی گھاٹی۔ جہاں جبرات ہیں۔ جمرہ عقبہ جسے آج کل بڑا شیطان کہتے ہیں۔ وہ

ایک گھاٹی کے قریب ہے۔ اور منیٰ سے ایک کنارے پر ہے۔ جہاں پر آپؐ نے ان لوگوں سے بیعت لی تھی۔ العقبة میں الف و لام عہد کا ہے۔ مگر کبھی تعین بالعلم ہوتی ہے کبھی بالحضور کبھی بالذکر اور کبھی بالفہم ہوتی ہے۔

**حدیث نمبر ۳۵۹۰** حَدَّثَنَا اسْحَقُ بْنُ مَنْصُورٍ اَخْبَرَنَا يَحْيَى سَمِعَ مُعَاذَ بْنَ رِفَاعَةَ اَنْ مَلِكًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ يَحْيَى اَنْ يَزِيدَ بْنَ الْهَادِ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ كَانَ مَعَهُ يَوْمَ حَدَّثَهُ مُعَاذٌ هَذَا الْحَدِيثَ فَقَالَ يَزِيدُ فَقَالَ مُعَاذٌ اِنَّ السَّائِلَ هُوَ جُبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ ترجمہ۔ یحییٰ خبر دیتے ہیں کہ انہوں نے معاذ بن رفاعہ سے سنا کہ ایک فرشتہ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ اور یحییٰ سے مروی ہے کہ یزید بن الہاد نے انہیں خبر دی کہ جس دن معاذ انہیں یہ حدیث بیان کر رہے تھے وہ یحییٰ یزید بن الہاد کے ہمراہ تھے۔ یزید نے کہا کہ معاذ فرماتے تھے کہ وہ سائل جبرائیلؑ تھے۔ اس ابہام کو دوسری روایت سے بسند آخر زائل کر دیا۔

**تشریح از شیخ گنگوہیؒ** [۵۶۹] عن یحییٰ ان یزید بن الہاد خلاصہ یہ ہے کہ یزید بن الہاد یحییٰ کو خبر دیتے ہیں کہ جس دن معاذ نے تمہیں یہ حدیث بیان کی تھی۔ اس دن میں تمہارے ساتھ تھا۔ نیز یزید نے یہ بھی ذکر کیا کہ معاذ نے تو سائل کا نام لیا تھا لیکن یحییٰ بھول گئے انہیں یاد نہیں رہا۔ اب سوال کس بارے میں ہے۔ شاید وہی جسے مؤلف ابھی ذکر کر آئے ہیں۔ مالتعدون اهل بدر فیکم تو جبرائیلؑ بھی افضل الملائکہ ہوئے۔ کیونکہ وہ بدر میں حاضر تھے۔

**تشریح از شیخ زکریا** عن معاذ بن رفاعہ کے بارے میں حافظ فرماتے ہیں کہ یہ روایت تین طرق سے وارد ہے۔ جریر کی روایت میں معاذ عن ابیہ ہے یہ تو متصل ہو گئی۔ اور حماد کی روایت میں معاذ بن رفاعہ دکان رفاعہ من اهل بدر یہ صورت مرسل ہے۔ تامل سے واضح ہو جائے گا کہ معاذ بن رفاعہ عن ابیہ عن جدہ تو یہ بھی متصل ہوئی۔ تیسرا طریق یزید بن ہارون کا ہے۔ جس میں ہے قال معاذ ان ملکاً سأل التوہ ظاہر الارسال ہے۔ چونکہ جریر کی روایت میں نام آچکا ہے۔ لہذا یحییٰ کی روایت میں تسمیہ اور ارجا ہو جائے گا۔ مولانا مکیؒ فرماتے ہیں۔ کہ

یزید بن الحاد اور ہے اور یحییٰ کا شاگرد یزید بن ابراہیم ہے اگر سوال ہو کہ مشہود بہ کیا ہوگا۔ تو کہ مانی فرماتے ہیں وہ مشہود بدر ہے اور افضلیت عقبہ بھی ہو سکتا ہے۔

**حدیث نمبر ۳۵۹۷** حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوسَىٰ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ بَدْرٍ هَذَا جِبْرِئِيلُ اخَذَ بِرَأْسِ قَرْسِهِ عَلَيْهِ اَدَاةُ الْحَدَبِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کی لڑائی میں فرمایا یہ جبرائیل ہے جو اپنے گھوڑے کے سر کو تھامے ہوئے ہے جو جنگی ہتھیار اپنے ہوتے ہے۔  
**باب حدیث نمبر ۳۵۹۸** حَدَّثَنَا خَلِيفَةُ عَنْ اَنَسٍ قَالَ مَاتَ اَبُو زَيْدٍ وَلَمْ يَتْرُكْ عَقْبًا وَكَانَ بَدْرِيًّا۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو زیدؓ وفات پا گئے جنہوں نے اپنے پیچھے کوئی ولد یا ولد الولد نہ چھوڑا اور وہ بدری صحابی تھے۔

**تشریح از شیخ مدنی** حضرت ابو زید بنو البخاری میں سے حضرت انسؓ کے چچاؤں میں

سے ہیں اور ان چار افراد میں شامل ہیں جن سے قرآن مجید لینے کا آپؐ نے حکم دیا تھا وہ جامع قرآن ہیں۔ انصار سے تعلق ہے۔ حدیث میں اختصار ہے۔ صرف کان بدر یا کہہ دیا دوسری جگہ آجائے گی۔

**حدیث نمبر ۳۵۹۹** حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ ابْنِ خُبَّابٍ اَنَّ اَبَا سَعِيْدٍ بِنَ مَالِكٍ الْخُدْرِيَّ قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ فَقَدَّمَ اِلَيْهِ اَهْلُهُ لِحَمَائِمٍ لِّحُومٍ الْاَضْحَى فَقَالَ مَا اَنَا بِاَحِلِّهِ حَتَّى اَسْأَلَ فَاَنْطَلَقَ اِلَى اَخِيهِ لِامِّهِ وَكَانَ بَدْرِيًّا قَتَادَةَ بْنِ النُّعْمَانِ فَسَالَهَ فَقَالَ اِنَّهُ حَدَّثَ بِعَدِّكَ اَمْرًا لَّقِصُّ لِمَا كَانُوا يَفْعَلُوْنَ عَنْهُ مِنْ اَكْلِ لِّحُومِ الْاَضْحَى بَعْدَ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ایک باغات کو پانی پلانے والا شخص گھر واپس آیا تو گھر والوں نے اس کے سامنے قربانی کا گوشت پیش کیا۔ اس نے کہا کہ میں اس کو نہیں کھاؤں گا۔ جب تک اس کے متعلق پوچھ نہ لوں۔ چنانچہ وہ اپنے ماں جلتے بھائی قتادہ بن نعمان کے پاس گئے جو بدری صحابی تھے۔ ان سے مسئلہ پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ تمہارے جلنے کے بعد

ایک ایسا حکم آگیا۔ جس نے اس حکم کو توڑ دیا۔ جو لوگ کہتے تھے کہ تین دن کے بعد قربانیوں کے گوشت کھانے سے منع کیا گیا ہے وہ حکم منسوخ ہے۔

**تشریح از شیخ مدنی** فقر و فاقہ کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن کے بعد قربانی کا گوشت رکھنے کی ممانعت کر دی تھی۔ جب فراہی ہوئی تو ممانعت نہ رہی ان کو علم نہیں تھا اس لئے حضرت قتادہ بدری صحابی سے پوچھنے آئے جنہوں نے اس حکم کی منسوخی کی اطلاع دی۔

**تشریح از قاسمی** حضرت قتادہ بن نعمان عقبی اور بدری صحابی ہیں۔ فضلاء صحابہ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ اُحد کی لڑائی میں ان کی آنکھ کا ڈھیلا بہہ کر چہرے پر آ رہا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے کہ یا رسول اللہ! میری ایک بیوی ہے جس سے میں محبت کرتا ہوں۔ اگر اس نے میری یہ حالت دیکھ لی تو میرا گمان ہے کہ نفرت کرنے لگے گی۔ آپ نے ان کی آنکھ کے ڈھیلے کو لیا اور اسے اپنی جگہ پر رکھ دیا اور ایسی جگہ گئی کہ دونوں آنکھوں میں خوب صورت بھی رہی تھی اور چمکدار اور روشن بھی رہی تھی۔

**حدیث نمبر ۳۶۰۰** حَدَّثَنِي عَبْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ أَبِيهِ عُرْوَةَ قَالَ  
الرَّبِيرُ لَقِيتُ يَوْمَ بَدْرٍ عُبَيْدَةَ بْنَ سَعِيدٍ بْنِ الْعَاصِ هُوَ مَدَجَجٌ لَا يَرَى  
مِنْهُ إِلَّا عَيْنَاهُ وَهُوَ يَكْنِي أَبُودَاتٍ الْكَرْشِ فَقَالَ أَنَا أَبُودَاتٍ الْكَرْشِ  
فَحَمَلْتُ عَلَيْهِ بِالْعَنْزَةِ فَطَعَنْتُهُ فِي عَيْنِهِ فَمَاتَ قَالَ هِشَامُ فَأَخْبَرْتُ  
أَنَّ الرَّبِيرَ قَالَ لَقَدْ وَضَعْتُ رَجُلِي عَلَيْهِ ثُمَّ تَمَطَّاتُ فَكَانَ الْجَهْدُ أَنْ  
تَزْعُمَهَا وَقَدْ ائْتَنِي طَرَفَاهَا قَالَ عُرْوَةُ فَسَأَلَهُ إِيَّاهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْطَاهُ فَلَمَّا قَبِضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَهَا  
ثُمَّ طَلَبَهَا أَبُو بَكْرٍ فَأَعْطَاهُ فَلَمَّا قَبِضَ أَبُو بَكْرٍ سَأَلَهَا إِيَّاهُ عُمَرُ فَأَعْطَاهُ  
إِيَّاهَا فَلَمَّا قَبِضَ عُمَرُ أَخَذَهَا ثُمَّ طَلَبَهَا عُثْمَانُ مِنْهُ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهَا فَلَمَّا  
قَتَلَ عُثْمَانُ وَقَعَتْ عِنْدَ آلِ عَلِيٍّ فَطَلَبَهَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الرَّبِيرِ فَكَانَتْ  
عِنْدَهُ حَتَّى قُتِلَ۔

ترجمہ۔ حضرت زبیرؓ نے فرمایا کہ بدر کی لڑائی میں میرا مقابلہ عبیدہ بن سعید بن العاص سے ہوا۔ جو زہرہ اور خود سے ڈھکا ہوا تھا۔ سوائے اس کی دو آنکھوں کے اور کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ جس کی کیفیت ابو ذات الکرش تھی کہ سخت قوت و طاقت کا مالک ہے۔ تو اس نے کہا میں بڑا طاقتور ابو ذات الکرش ہوں۔ چھوٹے نیزے سے میں نے اس پر حملہ کیا اور اس کی آنکھوں میں ایسا تانک کر نیزہ مارا کہ وہ اس کی تاب نہ لا کر مر گیا۔ ہشام فرماتے ہیں کہ مجھے بتلایا گیا کہ حضرت زبیرؓ نے فرمایا کہ میں نے اپنا پاؤں اس پر رکھ کر انگڑائی لی۔ میری کوشش یہ تھی کہ میں اس نیزے کو کھینچ لوں۔ جب کہ اس کے دونوں کنارے ٹیڑھے ہو چکے تھے۔ حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ وہ نیزہ ان سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگا جو انہوں نے آپؐ کو دے دیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی۔ تو انہوں نے وہ نیزہ واپس لے لیا۔ پھر ابو بکر صدیقؓ نے مانگا تو انہوں نے ان کو دے دیا۔ جب ابو بکرؓ کی وفات ہو گئی تو حضرت عمرؓ نے ان سے مانگ لیا جو انہوں نے دے دیا۔ جب حضرت عمرؓ کی وفات ہو گئی تو انہوں نے اسے واپس لے لیا۔ تو حضرت عثمانؓ نے ان سے مانگا جو انہوں نے اسے دے دیا۔ جب حضرت عثمانؓ شہید ہو گئے تو وہ حضرت علیؓ کے خاندان کے ہتھے چڑھ گیا۔ تو حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ نے ان سے واپس لے کر اپنے پاس رکھا جو ان کی شہادت تک ان کے پاس رہا۔

**تشریح از شیخ مدنی** مدح مخطی یعنی تمام بدن کو زہرہ اور خود سے ڈھک لیا تھا۔

کہ شرک دراصل چوپایوں کے معدہ کو کہتے ہیں اور کرش جماعت کو بھی کہتے ہیں تو طاقتور ہونے کی وجہ سے یا یہ کہ اس میں ایک جماعت کی طاقت ہے۔ اس کو ابو ذات الکرش کہا جاتا تھا۔

تم غلات چلتے وقت دونوں ہاتھوں کو اوپر اٹھا لینا جسے انگڑائی لینا کہتے ہیں۔ انشئی طرفہ اس کی آنکھوں کی ہڈی اس قدر قوی تھی کہ نیزہ ٹیڑھا ہو گیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت زبیرؓ نے اتنے زور سے نیزہ مارا کہ اس کی آنکھ کی سخت ہڈی سے آگے گزر گیا۔ جس کو لات رکھ کر اس کے بدن سے کھینچا۔ بالآخر وہ مر گیا۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** وضعت رجلی علیہ منہ پاؤں اس لئے رکھا۔ تاکہ نیزہ

کا کھینچنا آسان ہو جائے اور نیزہ کھینچنے سے کہیں مقتول نہ کچھا جائے۔ اور نیزے کا ٹیڑھا ہونا اس



بات کی دلیل ہے کہ وہ بہت عمدہ تھا۔ اگر عمدہ نہ ہوتا تو نہ ٹوٹتا۔ اور اس نیزے کو گھمانے کی ضرورت اس لئے لاحق ہوتی۔ جس کے نتیجہ میں وہ ٹیڑھا ہوا۔ کیونکہ نیزہ جب زمین وغیرہ میں دھنس جاتا ہے۔ تو جب تک وہ سیدھا ہے اس کا کھینچنا آسان نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ خوب جم جاتا ہے۔ جب تک اسے ہلایا نہ جائے تو جس قدر کھینچنے میں قوت اور زور آزمائی کی جائے وہ سب بیکار ہوتا ہے۔ جیسے میخیں جب زمین اور دیوار میں کڑ جاتی ہیں تو ان کا نکالنا بڑا مشکل ہو جاتا ہے۔

**تشریح از شیخ زکریا** | مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ نیزے کے دونوں کنارے سخت کھینچنے کی وجہ سے ہاتھ کے پکڑنے کی طرف مڑ گئے۔ مدح معطی السلاخ اسم فاعل اور اسم مفعول دونوں طرح سے پڑھا جاتا ہے۔ اور ذات الکرش کے معنی پیٹو کے لکھے ہیں۔

**حدیث نمبر ۳۶۰۱** حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَنَّ عَبْدَ بْنَ الصَّامِتِ وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا يَهُودِيّ

ترجمہ۔ حضرت عبادہ بن الصامتؓ جو بدر میں حاضر تھے۔ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے سے بیعت کرو۔ شہد بدرؓ محل ترجمہ ہے۔ حدیث کتاب الایمان گذر چکی ہے۔

**حدیث نمبر ۳۶۰۲** حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بَكْرٍ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ أَبَا حُدَيْفَةَ وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبَّتْ سَالِمًا وَأَنْكَحَهُ بِنْتَ أَخِيهِ هُنْدَ بِنْتَ الْوَلِيدِ بْنِ عُتْبَةَ وَهُوَ مَوْلَى لَامْرَأَةٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ كَمَا تَبَّتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْدًا وَكَانَ مِّنْ تَبَّتْ رَجُلًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ دَعَاهُ النَّاسُ إِلَيْهِ وَوَرِثَ مِنْ مِّيرَاثِهِ حَتَّى أَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى أَدْعُوهُمْ لِأَبَائِهِمْ فَجَاءَتْ سَهْلَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ حضرت ابو حذیفہؓ جو ان لوگوں میں سے تھے جو بدر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حاضر ہوئے تھے۔ انہوں نے حضرت سالمؓ کو اپنا لے پا لک قرار دیا۔ اور ان سے اپنی بھتیجی ہند بنت الولید بن عتبہ کا نکاح کر دیا۔ جو انصار کی ایک عورت کے غلام تھے۔ جس طرح کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضرت زید بن عارضہؓ کو اپنا منہ بولا بیٹا بنایا تھا۔ اور زمانہ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ لوگ متبنیٰ اس شخص کی طرف منسوب کر کے پکارتے تھے اور وہ اس کی ممتد کہ جائداد کا وارث قرار پاتا تھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ترجمہ آیت۔ کہ ان کو اپنے باپ کا نام لے کر پکارو۔ تو حضرت سہلہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ پھر بقیہ حدیث کو ذکر فرمایا۔

**تشریح از شیخ مدنی** حضرت سالمؓ حضرت ابو حذیفہؓ کی بیوی کے شبینہ کے غلام تھے۔

جنہوں نے اپنا غلام اپنے خاوند حضرت ابو حذیفہؓ کو ہبہ کر دیا۔ جنہوں نے اسے اپنا لے پالک بنالیا۔ اور جاہلیت کے دور میں لے پالک کا حکم بیٹے جیسا ہوتا تھا۔ لوگ ان کو سالم بن ابی حذیفہ کہہ کر پکارتے تھے۔ سالم بن محفل کوئی نہیں کہتا تھا۔ اولاً حضرت ابو حذیفہؓ کی شادی شبینہ نامی عورت سے تھی۔ پھر حضرت سہلہؓ سے ہوئی۔ حضرت سالمؓ بالغ ہو چکے تھے۔ گھر میں آتے جاتے تھے۔ جس کی وجہ سے حضرت ابو حذیفہؓ کا چہرہ متغیر ہو جاتا۔ جس کی شکایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ کہ تم اسے دودھ پلا دو۔ سہلہؓ نے دودھ پلا دیا۔ جس سے حضرت ابو حذیفہؓ کا شک و شبہ جاتا رہا۔

**تشریح از قاسمی** ہند بنت الولید انصاریہ کسی صحابیہ کا نام نہیں ہے سوائے بخاری کے

اور حضرات نے فاطمہ بنت الولید بن عتبہ نقل کیا ہے۔ بہر حال شبینہ انصاریہ تھی اور سہلہ قرشیہ تھی۔

**حدیث نمبر ۳۹۰۳** حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الرَّبِيعِ بَنْتِ مَعُوذٍ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةَ بَنِي عَلِيٍّ فَجَلَسَ عَلَيَّ فِرَاشِي كَمَا جَلَسَ مِنِّي وَجُورِيَاتُ يَضْرِبْنَ بِالْذِفِّ يَنْدُبْنَ مَنْ قَتَلَ مِنْ آبَائِهِنَّ يَوْمَ بَدْرٍ حَتَّى قَالَتْ جَارِيَةٌ - وَفِينَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُولِي هَكَذَا وَقُولِي مَا كُنْتُ تَقُولِينَ

ترجمہ۔ حضرت ربیع بنت معوذؓ فرماتی ہیں۔ میری شب زفاف کی صبح کو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے ان کی شادی ایاس بن بکر سے ہوئی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے بستر پر اس طرح آکے بیٹھ گئے جیسے اے خالد بن ذکوان تم میرے قریب بیٹھو۔ اور کچھ لڑکیاں دف بجا کر اپنے ان آہار کے محاسن ذکر کر رہی تھیں جو بدر میں شہید ہو گئے تھے۔ ایک تو ان کا باپ معوذ تھا اور دوسرا ان کا چچا عوف تھا جن کو بدر کی لڑائی میں عکرمہ بن ابو جہل نے قتل کیا تھا یہاں تک

کہ ایک لڑکی نے یہاں تک کہہ دیا کہ ہمارے اندر ایک ایسا نبی موجود ہے جو کچھ کل ہونے والا ہے۔ وہ اسے بھی جانتے ہیں۔ جس پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس طرح نہ کہو وہی کہو جو کہہ رہی تھیں۔

**تشریح الشیخ مدنی** جو ہر بات جو ہر یہ کی جمع ہے۔ بہت چھوٹی بچی کو جو ہر یہ کہتے ہیں۔

دف وہ آلہ مزار جس کے ایک طرف جھلی چڑھی ہوتی ہے (دفترہ) اس سے ثابت ہوا کہ بیاہ و شادی کے موقع پر گانا بجانا جائز ہے۔ جس پر لوگ کہتے ہیں کہ قوالی جائز ہے۔ کہ جو ہر بات چھوٹی بچیاں ہیں کوئی مشتقات عورتیں نہیں ہیں اور مضمون بھی ایسا نہیں جس سے خواہشات میں تہتیج پیدا ہو۔ بہادروں کی شجاعت کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔ جس سے بہادری اور جذبہ جہاد پیدا ہوتا ہے شوق شہادت موجزن ہوتا ہے۔

**لا تقویٰ لہذا** غالی لوگ کہتے ہیں کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم غیب ہونے کا منکر ہے وہ کافر ہے۔ حالانکہ آپ اسے منع کر رہے ہیں۔ یعلم ما فی غد والی بات مت کہو۔ شجاعت کی بات کہو۔ اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعد آپ سے زیادہ اعلم کوئی نہیں ہے۔ جو علوم کمالیہ آپ کی شان کے مناسب ہیں ان میں آپ سب سے بالاتر ہیں۔ اس جگہ دجائیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ کیا آپ تمام مغیبات پر حاوی ہیں یا نہیں۔ اس کو تو بدعتی بھی مانتے ہیں کہ جمیع مغیبات کو آپ کا علم حاوی نہیں۔ البتہ کونیات تمامی کا آپ کو علم ہے کوئی ذرہ آپ سے غائب نہیں۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ بدعتی لوگ کہتے ہیں۔ جس قدر آپ کو علم ہے اس پر علم غیب کا اطلاق کیا جائے۔ مگر کہا جائے گا۔ کہ کونیات میں سے شعر۔ نجوم۔ کھانت وغیرہ وہ علوم ہیں جن سے آپ کا دامن بالکل پاک ہے۔ وما علیناہ الشعر وما ینبغی لہ تو تمام کونیات کا احاطہ کرنا بھی صحیح نہ ہوا۔ رہا عالم الغیب کا اطلاق۔ تو ہم پوچھتے ہیں کہ وہ کس حیثیت سے کیا جاتا ہے۔ قرآن و حدیث تو اس سے انکار کرتے ہیں۔ آپ تو مغیبات پر اطلاع پا کر ہمیں خبر دیتے ہیں۔ اگر بعض غیر معین کی وجہ سے اطلاق ہو۔ تو یہ سب کو حاصل ہے۔ کسی کو تصور کسی کو بہت۔ اگر بعض معین کے لئے اطلاق ہو۔ تو اس کے لئے دلیل چاہیئے۔ اور کل مغیبات پر تم بھی نہیں مانتے۔ اور عقائد کے لئے نص قطعی کی ضرورت ہے۔ اخبار آحاد سے عقائد ثابت نہیں ہو سکتے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بغیر واسطہ

کے خود بخود جمیع اشیا سے واقف ہیں۔ جیسے باری تعالیٰ کلیات اور جزئیات سب کے علم ہیں۔ تو ایسا شخص مشرک ہوگا۔ ان کے علاوہ چیزوں کا قائل اس پر ایسے الفاظ کا اطلاق کرنا قابل احتیاط ہے۔ الغرض یہ خرافات ہیں۔ اصل چیز کی طرف توجہ نہیں کی جاتی بلکہ حکومت کے فارمولے "تفرقہ ڈالو اور حکومت کرو" کا تختہ مشق بنتے ہیں۔ دراصل یہ مسئلہ اس طرح شروع ہوا کہ بعض بدعتی کہنے لگے یا شیخ عبدالقادر شیعہ اللہ امداد و حمایت تب ہو سکتی ہے۔ جب کہ کسی چیز کا علم ہو۔ اس سے لازم آتا تھا کہ شیخ عبدالقادر جیلانی کو جمیع اشیا کا علم ہو۔ اس پر کسی نے اعتراض کر دیا۔ کہ جمیع اشیا کا علم تو نبی کو بھی نہیں ہے۔ ایک پیر یا پیران پر کسے کیسے ثابت ہوگا تو یہ طریقہ اختیار کیا گیا کہ اولاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت کیا وہ عالم ماکان و دیون ہیں۔ تو اس سے پیران پر بھی عالم الغیب ہو جائے گا۔ حالانکہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلی توہین ہے۔ قرآن و حدیث کے علاوہ ایک اجماعی مسئلہ کا خلاف ہے۔ کیونکہ اس پر اجماع امت ہے کہ مخلوقات میں سے جو کوئی بھی کسی کو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ادسع علما مانے وہ مشرک ہے۔ نوٹ: حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی سبق شروع کرنے سے پہلے یہ خطبہ پڑھا کرتے تھے۔

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيدنا ومولانا  
محمد وآله واصحابه اجمعين اما بعد فان اصدق الحديث  
كتاب الله وخير المهدى هدى سيدنا ومولانا محمد صلي الله  
عليه وسلم وشرا الامور محدثاتها وكل محدثة بدعة وكل  
بدعة ضلالة وكل ضلالة في النار وبالسند المتصل الى الامام  
الحافظ الحجة امير المؤمنين في الحديث ابى عبد الله محمد بن  
اسماعيل بن ابراهيم بن مغيرة ابن بردريه الجعفي البخاري  
نفعنا الله بعلمه امين برحمتك يا ارحم الراحمين -

حدیث نمبر ۳۶۰۴ حَدَّثَنِي اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوسَى اَنَّ اِبْنَ عَبَّاسٍ  
قَالَ اَخْبَرَنِي اَبُو طَلْحَةَ صَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّي اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ قَدْ  
شَهِدَ بَدْءَ رَافِعِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّي اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ لَا تَدْخُلُ الْمَلِكَةُ

بَيِّنَاتٍ فِيهِ كَلْبٌ وَلَا صُورَةٌ يُرِيدُ التَّمَثِيلَ الَّتِي فِيهَا الْأَرْوَاحُ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابو طلحہؓ جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بدر کی لڑائی میں حاضر تھے خبر دیتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی رحمت کے فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے۔ جس میں پالتو کتا ہو یا تصویر ہو۔ اس سے مراد ان مورتیوں کی تصویر ہے جن میں روہیں ہیں۔ یا تصویر ذی روح مراد ہے۔

**تشریح از شیخ مدنی** فیہ کلب بظاہر اس سے تعمیم ثابت ہوتی ہے۔ لیکن ایک جماعت تخصیص کرتی ہے۔ کہ کلاب حمس۔ ماشیہ۔ زروع و صید یعنی نگرانی کا کتا۔ کھیتی اور جانوروں کی حفاظت کرنے والا اور شکاری کتا رکھنے کی اجازت ہے۔ اسی طرح ان تصویروں کے رکھنے کی اجازت ہے۔ جو غیر ذی روح کی ہوں یا ردندی جاتی ہوں۔ جیسے قالین وغیرہ پر ہوتی ہیں۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اگرچہ ان کی اجازت ہے۔ مگر دخول ملائکہ نہیں ہوگا۔ مصنفؒ کا مسلک تخصیص کا معلوم ہوتا ہے۔ اور یہی ابن عباسؓ کی تخصیص تفسیر کا مقصد ہے۔

**حدیث نمبر ۳۶۰۵** حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ حُسَيْنَ بْنِ عَلِيٍّ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِيًّا قَالَ كَانَتْ لِي شَارِفٌ مِّنْ ثَوْبِيٍّ مِّنَ الْمَغْنَمِ يَوْمَ بَدْرٍ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَانِي مِمَّا آفَاءَ اللَّهُ عَلَيْهِ مِنَ الْخُمْسِ يَوْمَئِذٍ فَلَمَّا أَرَدْتُ أَنْ أَبْتَنِي بِقَاطِمَةَ بِنْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَدْتُ رَجُلًا صَوَاغًا فِي بَنِي قَيْنُقَاعَ أَنْ يُرْتَحِلَ مَعِيَ فَنَاقِي بِإِذْ خَيْرٍ فَأَرَدْتُ أَنْ أَبِيعَهُ مِنَ الصَّوَاغِينَ فَتَسَوَّيْنِ بِهِ فِي وَلِيْمَةِ عُرْسِي فَبَيْنَا أَنَا أَجْمَعُ لِشَارِفِي مِنَ الْأَقْتَابِ وَالْغَرَائِرِ وَالْجِبَالِ وَشَارَفَايَ مُنَاخَانَ إِلَى جَنْبِ حُجْرَةٍ رَجُلٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ حَتَّى جَمَعْتُ مَا جَمَعْتُ فَرَأَى أَنَا بِشَارِفِي قَدْ أُجِبْتُ أَسْمَهُمَا وَبُقِرْتُ خَوَاصِرُهُمَا وَأَخَذَ مِنِّي أَكْبَادَهُمَا فَلَمَّا أَمْلِكُ عَيْنِي حِينَ رَأَيْتُ الْمَنْظَرَ قُلْتُ مَنْ فَعَلَ هَذَا قَالَ لَوْ أَنْفَعَلَهُ حِمْرَةٌ بَنُ عَبْدِ الْمَطْلِبِ وَهُوَ فِي هَذَا الْبَيْتِ فِي شَرْبٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ عِنْدَهُ قَيْنَةٌ وَأَصْحَابُهُ فَقَالَتْ

فِي غَنَائِهَا. هَـ أَلَا يَا حَمْزُ لِلشُّرْفِ التَّوَّاءِ ۖ فَوُشِبَ حَمْزَةٌ إِلَى السَّيْفِ فَاجْتَبَ  
 أَسْمِعْتَهُمَا وَبَقَرَ خَوَاصِرَهُمَا وَأَخَذَ مِنْ أَكْبَادِهِمَا قَالِ عَلِيُّ فَأَنْطَلَقْتُ  
 حَتَّى أَدْخُلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ  
 وَعَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي لَقِيتُ فَقَالَ مَا لَكَ قُلْتُ يَا  
 رَسُولَ اللَّهِ مَا رَأَيْتُكَ الْيَوْمَ غَدًا حَمْزَةٌ عَلَى نَاقَتِي فَاجْتَبَ أَسْمِعْتَهُمَا  
 وَبَقَرَ خَوَاصِرَهُمَا وَهَاهُوَذَا فِي بَيْتٍ مَعَهُ شَرِبْتُ فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
 وَسَلَّمَ بِرِدَائِهِ فَارْتَدَى ثُمَّ أَنْطَلَقَ يَمْشِي وَأَتْبَعْتُهُ أَنَا وَزَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ  
 حَتَّى جَاءَ الْبَيْتَ الَّذِي فِيهِ حَمْزَةٌ فَاسْتَاذَنَ عَلَيْهِ فَأِذْنُ لَهُ فَطَفِقَ النَّبِيُّ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلُومُ حَمْزَةَ فِيمَا فَعَلَ فَإِذَا حَمْزَةٌ تَعْمَلُ مُحَمَّرَةً  
 عَيْنَاهُ فَتَنْظُرُ حَمْزَةٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَعَدَ النَّظْرُ فَتَنْظُرُ  
 إِلَى رُكْبَتِهِ ثُمَّ صَعَدَ النَّظْرُ فَتَنْظُرُ إِلَى وَجْهِهِ ثُمَّ قَالَ حَمْزَةٌ وَهَلْ أَنْتُمْ إِلَّا  
 هُبَيْدٌ لِأَنِّي فَعَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ تَعْمَلُ فَتَنْكُصُ رَسُولَ اللَّهِ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى عَقْبَيْهِ الْقَهْقَرَى فَخَرَجَ وَخَرَجْنَا مَعَهُ -

ترجمہ: حضرت حسین بن علیؑ خبر دیتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ بدر کی لڑائی کی غنیمت کے میرے  
 حصہ کی ایک اونٹنی تھی۔ اور دوسری اونٹنی مجھے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فتح کے  
 مال میں سے اپنے خمس میں سے اس دن عطا فرمائی تھی۔ پس جب میرا ارادہ ہوا کہ میں فاطمہ الزہراءؑ  
 بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رخصتی کرا کے لے آؤں۔ تو میں نے بنو قینقاع کے ایک زرگر سے  
 معاہدہ کیا کہ وہ میرے ساتھ چلے تاکہ ہم اذخر کوٹی لاد کر لے آئیں۔ تاکہ میں اس کو زرگروں کے پاس  
 بیچ کر اس سے اپنی شادی کے ولیمہ میں مدد حاصل کر دوں۔ پس ابھی میں اپنی اونٹنیوں کے لئے پالان  
 تھیلیاں اور رسیاں جمع کر رہا تھا۔ اور میری اونٹنیاں انصار کے ایک آدمی کے حجرہ کے پاس بیٹھی ہوئی  
 تھیں۔ یہاں تک کہ میں نے جو کچھ جمع کرنا تھا جمع کر لیا۔ تو اپنی اونٹنیوں کے پاس آکر کیا دیکھتا ہوں۔  
 کہ ان کی کوہانیں کاٹ دی گئی ہیں۔ ان کی کوکھیں چیر کر اس سے ان کے جگر نکال لئے گئے ہیں۔ جب  
 میں نے یہ منظر دیکھا تو آنکھوں پر مجھے قابو نہ رہا۔ بے اختیار رونے لگا۔ میں نے پوچھا ایسا کس نے

کیلئے۔ لوگوں نے بتایا کہ حمزہ بن عبد المطلب نے کیل ہے اور وہ اس نزدیکی گھر میں انصار کے کچھ شراہیوں کے ساتھ موجود ہے جس کے پاس ایک گانے والی اور اس کے سازندے ہیں جنہوں نے اپنے گلنے میں یہ کہا۔ کہ اے حمزہ! ان موٹی تازی اونٹنیوں کا گوشت کھانا چاہیے۔ حضرت حمزہ اپنی تلوار کی طرف کودے۔ ان کی کوبائیں کاٹ ڈالیں۔ کوکھیں چیر کر ان کے اندر سے جگر نکال لیا۔ حضرت علیؓ فرطے ہیں کہ میں چل پڑا۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب کہ آپ کے پاس حضرت زید بن حارثہؓ بھی موجود تھے۔ جو تکلیف مجھے پہنچی تھی۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو محسوس کر لیا۔ پوچھا اے علی! تجھے کیا ہو گیا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! آج جیسا دن میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ حضرت حمزہ نے میری اونٹنیوں پر ظلم کیل ہے کہ ان کی کوبائیں کاٹ لیں اور ان کی کوکھیں چیر ڈالیں۔ اور وہ شراہیوں کے جھرمٹ میں ایک گھر کے اندر موجود ہے۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر منگوائی اسے زیب تن کیا۔ پھر پیدل چل پڑے۔ میں اور حضرت زید بن حارثہؓ آپ کے پیچھے چل رہے تھے۔ یہاں تک کہ اس گھر تک پہنچ گئے۔ جس میں حضرت حمزہؓ تھے۔ آپ نے داخلہ کی اجازت مانگی جو دے دی گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حمزہ کو ان کی کارگزاری پر ملامت کرنے لگے۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت حمزہ تو نشے میں ہیں۔ اور ان کی دونوں آنکھیں سرخ ہو رہی ہیں۔ حضرت حمزہ نے ایک نظر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا پھر نظر کو اونچا کر کے آپ کے گھٹنے کی طرف نگاہ ڈالی۔ پھر نظر گھا کر آپ کے چہرہ انور کو دیکھا۔ پھر حضرت حمزہؓ گویا ہوتے۔ کہ تم لوگ تو میرے باپ کے غلام ہو۔ جس سے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر واضح ہو گیا۔ کہ ابھی وہ نشے کی حالت میں ہے۔ تو آپ اٹے پاؤں واپس لوٹے۔ آپ بھی دہان سے نکلے اور ہم لوگ بھی آپ کے ہمراہ نکل آئے۔

**تشریح از شیخ مدنی** | شارف شرف سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی بلندی کے ہیں۔

شارف اس اونٹنی کو کہتے تھے جس کی کوبان بلند ہو۔ اونٹ کا موٹا پا کوبان سے معلوم ہوتا ہے اور دنبے کا اس کی چکی سے۔ تو شارف موٹے تازے اونٹ کو کہتے تھے۔ حضرت فاطمہؓ کی رخصتی غزوہ بدر کے بعد ہوئی ہے۔ حضرت علیؓ ولیمہ کے لئے اذخر بوٹی کو جنگل سے کاٹ کر لائے تھے۔ جس کی آگ نہایت قوی ہوتی ہے۔ سنار اور لومار اسے استعمال کرتے تھے۔

آفتاب جمع قتب کی۔ ادنٹ کا زین۔ گھوڑے کے زین کو سرچ اور گدھے کے زین کو اکاف کہتے ہیں۔ غرائر وہ جھولا جو گھاس وغیرہ کے جمع کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ اس جھولے میں لکڑی وغیرہ ہوتی ہے۔ جس سے دو جھولے بن جاتے ہیں۔ جس سے لادنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔ مجرہ وہ صحن جو چاروں طرف دیوار سے گھرا ہوا ہو۔ اجبت ای قطع۔ اسختھا اسنام کی جمع بمعنی کوٹان۔ بقرت خواصر ہا خواصر جمع خواصرہ کی۔ بمعنی کوکھ۔ اور بقر بمعنی چیر دینا۔ شرب جمع شارب۔ شرابی جیسے شرف جمع شارف کی بمعنی ادنیٰ کوٹان والی ادنٹنی۔ نوی جمع نادیہ کی بمعنی موٹا تازہ۔

جعل انتهم الاعبید لابی اگر اشکال ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ تو مسلمان تھے۔ اور حضرت حمزہؓ بھی مسلمان ہو چکے تھے۔ پھر عبید کی کیوں کہہ رہے ہیں۔ تو کہا جائے گا کہ عرب میں پوتے کو غلام کہا جاتا تھا۔ اور حضرت حمزہؓ نشہ شراب میں چکنا چور اور بدست تھے۔ اسی لئے یہ الفاظ استعمال کئے۔ ثعل بمعنی نشہ دار۔ قہقرا بمعنی ایڑی کے بل لوٹنا۔ نشہ کی حالت میں الفاظ کی درستی کہاں ہوتی ہے۔ اور قہقرا چلنا اس بنا پر تھا۔ کہ کہیں پیچھے سے حملہ نہ کر دیا جائے۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | عبید لابی ص ۱۱۵ شرح نے اس کلام کی صحت کے لئے توجیہات میں تکلف کیا ہے۔ حالانکہ یہ نشہ میں بدست آدمی کا کلام ہے۔ جس میں عقل ٹھکلنے نہیں رہتی۔

**تشریح از شیخ زکریا** | حضرت شیخ گنگوہی کی غرض یہ ہے کہ حضرت حمزہؓ کا کلام ایک مخمور اور نشہ دار کا کلام ہے۔ جس کی توجیہ کی ضرورت نہیں۔ اور شرح نے جو توجیہات کی ہیں وہ بعید ہیں۔ اس لئے کہ حافظ فرماتے ہیں۔ کہ حمزہ کے باپ عبدالمطلب تھے۔ جو حضرت نبی اکرمؐ اور حضرت علیؓ دونوں کے دادا تھے۔ اور دادا کو سردار پکارا جاتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ تم پوتے ہو۔ میں بیٹا ہوں۔ مجھے تم پر اقرب ہونے کی وجہ سے فخر ہے۔ صاحب التیسیر بھی یہی فرماتے ہیں۔ کہ ایں گفتار او از مستی و ہذیان بودہ توجیہ حاجت نیست۔ اور یہ واقعہ تحریم فخر سے پہلے کہ ہے۔

حدیث نمبر ۳۶۰۶ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ السَّيِّدِيُّ عَنْ ابْنِ مَعْقِلٍ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي سَهْلٍ قَالَ إِنَّهُ شَهِدَ بَدْرًا۔



ترجمہ۔ ابن معقل فرماتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے سہل بن حنیفؓ کے جنازے پر پانچ تکبیریں کہیں اور فرمایا کہ وہ بدر میں حاضر تھے۔

**تشریح از شیخ مدنی** | کبر علیؑ یہ حدیث مختصر ہے۔ طویل روایت میں ہے کہ حضرت علیؑ نے پانچ تکبیرات کہیں۔ اور فرمایا کہ یہ ان کے بدری ہونے کی وجہ سے ہے۔ جنازے کی تکبیرات بعض جگہ پانچ بعض جگہ سات اور بعض جگہ نو ہیں مگر نجاشی اور صاحبزادہ ابراہیم کے جنازے پر جو آخری جنازہ ہے اس میں آپؑ نے چار تکبیریں کہیں۔

حدیث نمبر ۳۶۰ **حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ السَّمْعِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ يُحَدِّثُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ حِينَ تَأْتِمَتْ حَفْصَةُ بِنْتُ عُمَرَ مِنْ خُنَيْسِ بْنِ حِذَافَةَ السَّهْمِيِّ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ شَهِدَ بِدْرًا تَوَفَّى بِالْمَدِينَةِ قَالَ عُمَرُ فَلَقَيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَفْصَةَ فَقُلْتُ إِنَّ شَيْئًا أَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتُ عُمَرَ قَالَ سَأَنْظُرُ فِي أَمْرِي فَلَبِثْتُ لِيَالِي فَقَالَ قَدْ بَدَأَ إِلَيَّ أَنْ لَا أَتَزَوَّجَ يَوْمِي هَذَا قَالَ عُمَرُ فَلَقَيْتُ أَبَا بَكْرٍ فَقُلْتُ إِنَّ شَيْئًا أَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتُ عُمَرَ فَصَمَتَ أَبُو بَكْرٍ فَلَمْ يَرْجِعْ إِلَيَّ شَيْئًا فَكُنْتُ عَلَيْهِ أَوْجَدَ مِنِّي عَلَى عُثْمَانَ فَلَبِثْتُ لِيَالِي ثُمَّ خَطَبَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنْكَحَهَا إِيَّاهُ فَلَقَيْتُ أَبَا بَكْرٍ فَقَالَ لَعَلَّكَ وَجَدْتَ عَلِيًّا حِينَ عَرَضْتَ عَلَيَّ حَفْصَةَ فَلَمْ أَرْجِعْ إِلَيْكَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَإِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْني أَنْ أَرْجِعْ إِلَيْكَ فِيمَا عَرَضْتُ إِلَّا أَنِّي قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ ذَكَرَهَا فَلَمْ أَكُنْ لِأَفْشَى سِرًّا رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْ تَرَكَهَا لَقِيلَتْهَا۔**

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطابؓ کی صاحبزادی حضرت حفصہؓ جب حضرت خنیس بن خذافہؓ سہمی سے بیوہ ہوئیں۔ جو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے تھے اور بدر میں حاضر تھے۔ ان کی مدینہ میں وفات ہو گئی تھی۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ حضرت عثمان بن عفانؓ سے میری ملاقات ہوئی۔ میں نے حضرت حفصہؓ کا معاملہ ان کے سامنے

پیش کیا اور کہا کہ اگر آپ چاہیں تو حضرت حفصہ بنت عمرؓ کا تمہارے سے نکاح کر دوں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں اپنے معاملہ میں ذرا غور کر لوں۔ پس کچھ عرصہ ٹھہرے رہے۔ پھر فرمایا کہ میری رائے یہ بنی ہے کہ میں آج کے دن یعنی اس وقت شادی نہ کر دوں۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میری ملاقات حضرت ابوبکرؓ سے ہوئی۔ ان سے بھی میں نے یہی کہا کہ اگر آپ چاہیں تو حضرت حفصہؓ کا آپ سے نکاح کر دوں۔ حضرت ابوبکرؓ چپ رہے کوئی جواب مجھے نہ دیا۔ تو میں ان پر حضرت عثمانؓ سے بھی زیادہ ناراض ہوا۔ کیونکہ انہوں نے کھل کر جواب دیا یہ خاموشی ہی ہو گئے۔ کچھ عرصہ ٹھہرا رہا۔ تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منگنی کا پیغام دیا۔ جس پر میں نے اس کا آپ سے نکاح کر دیا۔ بعد ازاں حضرت ابوبکرؓ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے فرمایا کہ جب آپ نے حضرت حفصہؓ کا معاملہ نکاح میرے سامنے پیش کیا۔ تو میں نے آپ کو کوئی جواب نہ دیا۔ تو شاید آپ مجھ پر ناراض ہو گئے ہوں گے۔ میں نے کہا ہاں ناراضگی تو ضرور ہوئی۔ انہوں نے فرمایا آپ کی پیشکش کا میں نے اس لئے جواب نہ دیا۔ کہ مجھے معلوم ہو چکا تھا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کا ذکر فرما رہے تھے۔ میں آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کو ظاہر کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اگر آپ یہ خیال ترک کر دیتے تو میں ضرور قبول کر لیتا۔

**حدیث نمبر ۳۶۰۸** حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدَ سَمِعَ أَبَا مَسْعُودٍ الْبَدْرِيَّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَفَقْتُ الرَّجُلَ عَلَى أَهْلِهِ صَدَقَةً۔

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن یزیدؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت ابو مسعود بدریؓ سے سنا جو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے تھے۔ کہ آپ نے فرمایا کہ آدمی کا اپنے گھر والوں پر خرچ کرنا بھی صدقہ و خیرات ہے۔

**حدیث نمبر ۳۶۰۹** حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الْأَسَمَعِيُّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ فِي إِمَارَتِهِ أَخْبَرَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ الْعَصْرِيُّ هُوَ أَمِيرُ الْكُوفَةِ فَقَدْ خَلَّ أَبُو مَسْعُودٍ عَقِبَةَ بَنِي عَمْرِو الْأَنْصَارِيِّ جَدِّ زَيْدِ بْنِ حَسَنٍ شَهْدَ بَدْرٍ فَقَالَ لَقَدْ عَلِمْتُ نَزَلَ جَابِرٌ يَلُفُّ فُصْلِي فَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسَ صَلَوَاتٍ ثُمَّ قَالَ هَكَذَا أُمِرْتُ كَذَلِكَ كَانَ  
بِشْرِ بْنِ أَبِي مَسْعُودٍ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ -

ترجمہ: حضرت عروہ بن الزبیرؓ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کو ان کی گورنری کے زمانہ میں یہ حدیث بیان کرتے  
تھے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے ایک دن عصر کی نماز کو دیر کر دی۔ جب کہ وہ کوفہ کے گورنر تھے۔ تو حضرت  
ابو مسعود جن کا نام عقبہ بن عمر انصاری تھا۔ جو حضرت زید بن حسن کے دادا تھے۔ اور بدر کی لڑائی میں حاضر تھے۔  
ان کے پاس حاضر ہو کر فرمانے لگے۔ کہ میں خوب جانتا ہوں کہ جبرائیلؑ نے نازل ہو کر پانچ نمازیں جناب نبی اکرم  
صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھائیں۔ پھر فرمایا آپ کو یا مجھے اس طرح نماز ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ بشر بن  
مسعود بھی اپنے باپ سے اسی طرح حدیث بیان کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۳۶۱۱ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ أَبِي مَسْعُودٍ الْبَدْرِيُّ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْإِيتَانِ مِنْ أَخْبِرْ سُورَةَ الْبَقَرَةِ مَنْ قَرَأَهُمَا فِي لَيْلَةٍ  
كَفَّتَاهُ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ فَلَقِيتُ أَبَا مَسْعُودٍ وَهُوَ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ فَسَأَلْتُهُ  
فَحَدَّثَنِيهِ -

ترجمہ: حضرت ابو مسعودؓ بدری فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورہ بقرہ  
کے آخری دو آیات ہیں جس نے ان کو رات کے وقت تہجد میں پڑھا تو وہ آیات مصائب دنیائے اس کی  
کفایت کریں گی۔ عبد الرحمنؓ فرماتے ہیں کہ جب ابو مسعودؓ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے تو میں نے ان سے  
اس کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے مجھے یہ حدیث بیان کی۔

تشریح از شیخ مدنی | ایتان سے آمن الرسولؐ اور لا یكلف الله امرادین۔ لیلۃ

ای فی صلوة التہجد اور کفناہ مصائب لیل سے پناہ دینے میں کافی ہو جائیں گی یا دخول جنت یا  
قیام اللیل یا زوال الآثام کے لئے کافی ہو جائیں گی۔

حدیث نمبر ۳۶۱۱ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الرَّبِيعِ  
أَنَّ عَثْبَانَ بْنَ مَالِكٍ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّنْ  
شَهِدَ بَدْرًا مِنَ الْأَنْصَارِ أَنَّهُ أَقْبَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

ح وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ سَأَلْتُ الْحَصِينَ بْنَ مُحَمَّدٍ وَهُوَ أَحَدُ بَنِي سَالِمٍ

وَهُوَ مِنْ سَرَاتِيمٍ عَنْ حَدِيثِ مُحَمَّدِ بْنِ الرَّبِيعِ عَنْ عَتَبَانَ بْنِ مَالِكٍ فَصَدَّقَهُ.

ترجمہ۔ حضرت محمد بن الربیع خبر دیتے ہیں کہ حضرت عتبان بن مالکؓ جو اصحاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں سے تھے۔ جوان انصار کے لوگوں میں سے تھے جو بدر میں حاضر ہوئے تھے۔ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور دوسری سند میں ہے کہ حصین بن محمد جو قبیلہ بنو سالم کے ایک آدمی تھے۔ اور ان کے سرداروں میں سے تھے۔ محمد بن الربیع کی روایت جو عتبانؓ بن مالک سے ہے۔ اس بارے میں سوال کیا تو انہوں نے اس کی تصدیق کر دی۔

**تشریح از شیخ مدنیؒ** | حضرت عتبان بن مالکؓ نابینا صحابی تھے۔ ان کے گھر کے آگے وادی تھی۔ جو بارش کے وقت بھر جاتی تھی۔ جس سے گزرنا ان کے لئے مشکل ہوتا تھا۔ اس لئے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے گھر میں نماز پڑھوائی اور اسے اپنی جائے نماز بنالیا۔

فَصَدَّقَهُ اس حدیث میں ہے کہ آپؐ کے سامنے مالک بن دغش کا واقعہ پیش ہوا۔ وہ منافق ہے۔ لایحی اللہ در سولہ آپؐ نے اس پر انکار فرمایا کہ وہ کلمہ پڑھتا ہے مخلص مسلمان ہے۔ ابن شہاب نے بعض حضرات کے سامنے اس روایت کو پیش کیا۔ تو ان کے انکار پر یہ مدینہ منورہ گئے۔ تو بنو سالم کے سردار سے اس کی تصدیق کرائی۔ یہاں تک عبارت رہ گئی تھی۔ جسے پورا کر دیا گیا ہے۔

**حدیث نمبر ۳۶۱۲** حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَامِرٍ بْنُ رَبِيعَةَ وَكَانَ مِنْ أَكْبَرِ بَنِي عَدِيٍّ وَكَانَ أَبُوهُ شَهِيدًا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ عُمَرَ اسْتَحْمَلَ قَدَامَةَ بْنِ مَطْعُونٍ عَلَى الْبَحْرَيْنِ وَكَانَ شَهِيدًا بِدَرَاوَهُوَ خَالَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ وَحَفْصَةَ.

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ جو بنی عدی کے بڑے آدمی تھے۔ جن کا باپ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بدر میں حاضر تھا۔ تو فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے قدامہ بن مطعونؓ کو بحرین کا حاکم بنایا۔ جو بدر میں حاضر ہوئے تھے۔ اور وہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اور حضرت حفصہؓ کے ماموں لگتے تھے۔

**حدیث نمبر ۳۶۱۳** حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ أَسْمَاءَ أَنَّ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ أَخْبَرَهُ قَالَ أَخْبَرَنَا رَافِعُ بْنُ خَدِيجٍ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ أَنَّ عَمْرًا وَكَانَا شَهِدَا بَدْرًا أَخْبَرَاهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ كِرَاءِ الْمَزَارِعِ

قُلْتُ لَسَالِمٍ فَتَكْرِهَهَا أَنْتَ قَالَ لَعَمْرُاِنْ رَافِعًا أَكْثَرَ عَلَى نَفْسِهِ -

ترجمہ۔ حضرت رافع بن خدیجؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو خبر دیتے ہیں کہ ان کے دونوں چچا ظہیر اور مظہر دونوں بدر میں حاضر تھے۔ وہ دونوں اسے خبر دیتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قابل کا سخت زمین کو کرایہ پر دینے سے منع فرمایا تھا۔ امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سالم سے کہا کہ آپ تو زمین کو کرایہ پر دیتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا ہاں۔ البتہ حضرت رافعؓ اپنے نفس پر سختی کرتے تھے۔

**تشریح از شیخ مدنی** [ابھی محاصلِ جہاد سے اور کبھی ثمرات سے اور کبھی نقدی سے۔

بہر حال اس کی کئی صورتیں ہیں۔ جن میں منازعت اور جھگڑا ہو تو اس کی ممانعت ہے یا جن میں جزئیاتِ مخصوصہ کی قید لگائی جائے وہ بھی ممنوع ہے۔ اگر جزر شائع اور مشترک مقرر کیا جائے تو امام شافعیؒ اور امام ابو حنیفہؒ اس کو بھی منع کرتے ہیں۔ صاحبین اور بعض شوافع اس کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں۔ فتویٰ بھی اسی پر ہے۔ دراصل کوار المزارع میں روایات مختلف ہیں۔ بعض میں ہے کہ مزارعت بالکل ممنوع ہے۔ خواہ نقد ہو۔ جہاد ہو۔ شمار ہوں۔ اس لئے اس روایت کو مضطرب قرار دیا گیا۔

اکثر علویٰ نفسہ کہ انہوں نے اپنے نفس پر تشدد کیا۔ کہ روایت کو موضوعہ قرار دیا۔ یا ناخود منسوخ کا علم نہ ہو سکا۔ یا جہاد و نقد میں فرق نہیں کیا۔ اس لئے ہم اسے قابلِ عمل قرار نہیں دیتے۔ کیونکہ ماخرج من الارض وما لا يخرج میں فرق نہیں کیا۔ حالانکہ نقد کے ساتھ مزارعت جائز ہے۔ نہی کا حکم جزئیاتِ مخصوصہ پر ہے۔

**حدیث نمبر ۳۶۱۴** حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ اللَّيْثِيَّ قَالَ رَأَيْتُ رِفَاعَةَ بْنَ رَافِعٍ الْأَنْصَارِيَّ وَكَانَ شَهِيدًا بَدْرًا -

ترجمہ۔ عبداللہ بن شدادؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت رافع بن رافعؓ انصاری کو دیکھا ہے۔ ان کی زیارت کی وہ بدر کی لڑائی میں حاضر تھے۔

**حدیث نمبر ۳۶۱۵** حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ اللَّيْثِيَّ قَالَ رَأَيْتُ رِفَاعَةَ بْنَ رَافِعٍ الْأَنْصَارِيَّ وَكَانَ شَهِيدًا بَدْرًا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ إِلَى الْبَحْرَيْنِ يَأْتِي بِجَزِيرَتَيْهَا وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

هُوَ صَالِحُ أَهْلِ الْبَحْرَيْنِ وَأَمَرَ عَلَيْهِ الْعَلَاءُ بْنُ الْحَضَرَمِيِّ فَقَدِمَ أَبُو عُبَيْدَةَ بِمَالٍ  
مِنَ الْبَحْرَيْنِ فَسَمِعَتْ الْأَنْصَارُ بِقَدُومِ أَبِي عُبَيْدَةَ فَأَوَافُوا صَلَاةَ الْفَجْرِ مَعَ  
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا انْصَرَفَ تَعَرَّضُوا لَهُ فَنَبَسَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ رَأَاهُمْ ثُمَّ قَالَ أَظُنُّكُمْ سَمِعْتُمْ أَنَّ أَبَا عُبَيْدَةَ  
قَدِمَ بِشَيْءٍ قَالُوا أَجَلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ فَأَبْشِرُوا وَأَقْلُوا مَا يُسْتُرُكُمْ  
فَوَاللَّهِ مَا الْفَقْرَ أَخْشَى أَنْ تُبْسَطَ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا كَمَا بُسِطَتْ عَلَى مَنْ قَبْلَكُمْ  
فَتَنَافَسُوهَا كَمَا تَنَافَسُوهَا وَتُهْلِكَكُمْ كَمَا أَهْلَكَتْهُمْ.

ترجمہ: حضرت مسور بن مخزومہ خبر دیتے ہیں کہ حضرت عمرو بن عوف جو بنی عامر بن لوی کے علیف تھے۔  
اور بدر کی لڑائی میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حاضر تھے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح کو بکھون کی طرف بھیجا تاکہ وہاں سے جزیہ کا مال لے آئیں۔  
اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحرین والوں سے ۹۰۰ میں صلح کر لی تھی۔ اور ان پر حاکم  
حضرت علاء بن حضرمی کو مقرر فرمایا تھا۔ تو حضرت ابو عبیدہؓ بحرین سے مال لے کر آئے۔ تو انصار نے حضرت  
ابو عبیدہؓ کے آنے کی خبر سنی تو سب صبح کی نماز میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جمع ہو  
گئے۔ پس جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے پھر کر بیٹھے۔ تو اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ  
علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا۔ تو آپ ان کو دیکھ کر مسکرا دیئے۔ فرمایا کہ تمہارے متعلق میرا گمان یہ ہے۔  
کہ تم نے سنا ہو گا کہ حضرت ابو عبیدہؓ کچھ مال لائے ہوں گے۔ وہ بولے ہاں یا رسول اللہ! فرمایا کہ تم  
خوش ہو جاؤ۔ اور جو چیز تمہیں خوش کرے اس کی امید لگاؤ۔ پس اللہ کی قسم! مجھے تم پر افلاس کا  
خطرہ نہیں ہے۔ لیکن اگر مجھے کوئی خطرہ ہے تو اس بات کا کہ کہیں دنیا تم پر اس طرح نہ پھیلا دی  
جائے جس طرح تم سے پہلوں پر پھیلا دی گئی۔ پس تم اسی طرح اس میں رغبت کرنے لگو گے۔ جس  
طرح انہوں نے رغبت کی اور تمہیں بھی ایسے ہلاکت پہنچائیں گی جس طرح ان کو ہلاک کر دیا۔

تشریح از شیخ مدنی آپ نے اہل بحرین سے صلح کر لی تھی۔ یہاں پر بدل صلح کو جزیہ سے

تعبیر کیا گیا ہے۔ جزیہ کی وصولی کے لئے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو مقرر فرمایا تھا۔

ما الفقر أخشى عليكم فقر کا خطرہ نہیں ہے اور جس قدر ضرر غنی میں ہوتا ہے فقر میں نہیں ہوتا۔

بلکہ فقر میں تو خدا یاد آتا ہے۔ یا مقصد یہ ہے کہ باری تعالیٰ کی طرف سے تمہیں خبر دیتا ہوں کہ تم خلیفہ بنو گے۔ ارشاد باری ہے۔ لَيْسَتْ خَلِيفَتُكُمْ الْاَيَةُ۔ تو ان بشارتوں کی وجہ سے آپ کو فقر کا خوف نہیں تھا۔ لیکن دنیا کے چھا جانے کا خوف تھا۔ کہ لڑنے بھگڑنے غیبت وغیرہ سے ہلاکت کی نوبت آجائے گی۔

سادہ نوشیدین و ہوشیار نشستن سہل است

گر بدولت برسی مست نہ گردی مردی

حدیث نمبر ۳۶۱۶ حَدَّثَنَا أَبُو النَّعْمَانِ الْإِمْلِيُّ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَقْتُلُ الْحَيَّاتِ كُلَّهَا حَتَّى حَدَّثَهُ أَبُو لُبَابَةَ الْبَدْرِيُّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ قَتْلِ جَنَّاتِ الْيُؤُوبَ فَأَمْسَكَ عَنْهَا۔

ترجمہ۔ حضرت نافعؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ تمام قسم کے سانپوں کو مار ڈالتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت ابولبابہ بدریؓ نے انہیں حدیث بیان کی کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھروں میں چھپتے پھرتے سانپوں کے قتل کرنے سے منع فرمایا ہے تو پھر وہ ان کے قتل کرنے سے رک گئے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | جنان جمع جان کی وہ سانپ جو سفید اور پتلا ہوتا ہے۔ وہ زہریلا

نہیں ہوتا۔ عموماً جنات ان کی شکلوں میں آتے ہیں۔ اس لئے آپؐ نے ان کے قتل کرنے سے منع فرما دیا۔ کیونکہ مدینہ کے قریب جنات رہتے تھے۔ جنان کی اشکال میں آتے تھے۔ لوگوں کو تکلیف نہیں پہنچاتے تھے۔ ایسے واقعات پیش آتے ہیں۔ چنانچہ ایک صحابی غزوہ خندق میں گئے ہوئے تھے واپس آئے۔ تو دیکھا کہ ان کی دلہن گھر کے دروازے پر کھڑی ہے۔ وجہ یہ تھی کہ اندر فرش پر سانپ لیٹا ہوا تھا۔

حملہ کرنے پر دونوں مر گئے۔ جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنان کو قتل نہ کیا کرو۔ اور بعض روایات میں ہے کہ پہلے ان پر تین دن کی تفسیق کرو۔ تین دن کے بعد اگر رہ جائیں تو پھر مار ڈالو۔

حدیث نمبر ۳۶۱۷ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا الْأَسَدُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ اسْتَأْذَنُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا ائْذَنْ لَنَا فَلَئِنْ دُرِكَ لِابْنِ أَخْتِنَا عَبَّاسٍ فِدَاءُهَا قَالَ وَاللَّهِ لَا تَذَرُونَهَا مِنْهُ دُرْهَمًا۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ انصار کے کچھ آدمیوں نے آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کی۔ اگر کہنے لگے کہ ہمیں اپنے بھانجے حضرت عباسؓ کے فدیہ بدر چھوڑ دینے کی اجازت مرحمت فرمائیے۔ آپؐ نے فرمایا واللہ! اس کے فدیہ سے ایک درہم بھی نہ چھوڑ دو۔

**تشریح از شیخ مدنی** [قد تدرؤن انیہ] اس لئے فرمایا کہ دین میں قرابت کا کوئی لحاظ

نہیں کیا جاتا۔ ہ۔ برابر باپ بیٹا کوئی ہو جب دشمن دین ہے

تو اس کی پاسداری سر بسر توہین آئین ہے

**حدیث نمبر ۳۶۱۸** حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ أَنَّ عُبَيْدَ اللَّهِ بْنَ عَدِيٍّ بْنِ الْخِيَارِ أَخْبَرَهُ أَنَّ الْعَقْدَ بْنَ عَمْرِوَالْحَنْدَثِيَّ وَكَانَ حَلِيفًا لِبَنِي زُهْرَةَ وَكَانَ مَعْنٍ شَهِيدًا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ قَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَأَيْتَ إِنْ لَقِيتُ رَجُلًا مِنَ الْكُفَّارِ فَأَقْتُلْنَا فَضْرَبَ أَحَدِي يَدَيَّ بِالسَّيْفِ فَقَطَعَهَا ثُمَّ لَاقَيْتُنِي بِشَجَرَةٍ فَقَالَ أَسْلَمْتُ لِلَّهِ أَقْتُلْهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ بَعْدَ أَنْ قَالَهَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقْتُلْهُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُ قَطَعَ أَحَدِي يَدَيَّ ثُمَّ قَالَ ذَلِكَ بَعْدَ مَا قَطَعَهَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقْتُلْهُ فَإِنْ قَتَلْتَهُ فَبِأَنَّهُ بِمَنْزِلَتِكَ قَبْلَ أَنْ تَقْتُلَهُ وَإِنَّكَ بِمَنْزِلَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ كَلِمَتُهُ الَّتِي قَالَ.

ترجمہ: حضرت مقداد بن الاسود اور دوسری سند میں مقداد بن عمر کنندی ہے جو بنو زھرہ کے

حلیف تھے۔ اور ان لوگوں میں سے تھے۔ جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بدر میں حاضر تھے۔ وہ خبر دیتے ہیں کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ مجھے بتلایئے اگر کافروں کے کسی آدمی سے میری مٹھ بیٹھ ہو جائے۔ پس ہم نے لڑنا شروع کر دیا۔ اس نے میرے ایک ہاتھ پر تلوار کا دار کر کے اسے کاٹ ڈالا۔ پھر وہ میرے سے بھاگ کر ایک درخت کی اوٹ میں چلا گیا۔ پھر کہنے لگا۔ میں تو اللہ کے لئے اسلام لے آیا۔ تو کیا اس کلمہ کے کہنے کے بعد یا رسول اللہ میں اسے قتل کر سکتا ہوں۔ جس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس کو قتل مت کرو۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! اس نے تو میرا ہاتھ کاٹ دیا ہے۔ اور ہاتھ کاٹ ڈالنے کے بعد محض بچاؤ کے لئے



اس نے یہ کلمہ کہا ہے۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پھر بھی تم اسے قتل نہ کرو۔ اگر تم نے اسے قتل کر دیا۔ تو تیرے قتل کرنے سے پہلے وہ تیرے مقام پر ہوگا۔ اور تو اس کے اس کلمہ کہنے سے پہلے اس کے مقام پر ہوگا۔

**تشریح از قاسمی** | حدیث نمبر ۳۶۱۸ ابن اغثناعباس واقعہ یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے دادا ہاشم جو عبد المطلب کے باپ تھے تجارت کی غرض سے شام گئے۔ واپسی پر مدینہ میں عمرو بن زرجی بخاری کے ہاں مہمان ہوئے۔ جو اپنی قوم کا سردار تھا۔ اسے اس کی لڑکی سلمیٰ پسند آگئی خطبہ کیا۔ شادی ہو گئی۔ اس شرط پر کہ لڑکی مدینہ میں اس کے پاس رہے۔ یہاں سے انصار کا رشتہ بنو ہاشم سے قائم ہوا۔ حضرت عباسؓ والد تھے بدر میں قیدی بنے۔ انصار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اکرام اور قربت داری کی وجہ سے فدیہ چھوڑ دینے کی درخواست کی جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رد کر دیا۔ کیونکہ عباس اس وقت مشرک تھے۔ اس حدیث کو باب سے مناسبت اس طرح ہوئی۔ کہ عباس بدر میں قیدی ہوئے اور سفارشی انصار بدری تھے لہذا باب سے مناسبت واضح ہو گئی۔

**تشریح از شیخ مدنی** | حدیث نمبر ۳۶۱۸ لا تقتلہ وجہ یہ ہے کہ کلمہ توحید کا اقرار کرنے سے

پہلے وہ معصوم الدم نہیں تھا۔ کلمہ پڑھنے کے بعد معصوم الدم ہو گیا۔ اگر تم نے اب اسے قتل کر دیا۔ تو تم محفوظ الدم نہ رہو گے۔ کہ قصاصاً قتل کئے جاؤ گے۔ اس قتل کرنے سے مسلمان نہ تو کافر ہو جاتا ہے اور نہ ہی اس کے لئے ہمیشہ جہنم میں رہنا ہے۔ قتل کی سزا بھگت کر پھر جنت میں آجائے گا۔ یہی اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے۔ اس جگہ انک بمنزلتہ کہنا اس بنا پر ہے کہ اب تمہارا خون محفوظ نہیں رہا۔ قصاص لیا جائے گا۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ وہ اس کلمہ کہنے سے پہلے کافر تھا۔ کلمہ کہنے سے مسلمان ہوا۔ اور تم قتل کرنے سے پہلے مسلمان تھے۔ اب اس کو مستحل الدم کہ اس کے خون کو حلال سمجھنے کی وجہ سے کافر ہو جاؤ گے۔ اگر حلال جان کر نہیں کیا تو قریب کفر کے تو ہو جاؤ گے آپ کا ارشاد وقالاہ کفر اور قریب الشیء کو نفس الشیء کا حکم دیا جاتا ہے۔ اگرچہ احتمال ہے کہ اس نے خوف کی وجہ سے کلمہ پڑھا ہو۔ لیکن شبہ کی بنا پر قتل نہیں کیا جاسکتا۔ فان الحمد ودد القصاص تنذر بالشبهات کہ حدود و قصاص شبہ سے دفع ہو جاتے ہیں۔ لیکن پہلی توجیہ بے تکلف ہے۔ کیونکہ اس تاویل پر استحلال موجب کفر نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۳۶۱۹ حَدَّثَنِي يَعْقُوبُ بْنُ أَبِي هَرِمٍ حَدَّثَنَا أَنَسُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ مَنْ يَنْظُرُ مَا صَنَعَ أَبُو جَهْلٍ فَأَنْطَلَقَ ابْنُ مَسْعُودٍ فَوَجَدَهُ قَدْ ضَرَبَهُ ابْنُ عَمْرٍو حَتَّى بَرَدَ فَقَالَ أَنْتَ أَبَا جَهْلٍ قَالَ ابْنُ عَلِيَّةَ قَالَ سُلَيْمَانُ هَكَذَا قَالَهَا أَنَسُ قَالَ أَنْتَ أَبَا جَهْلٍ قَالَ وَهَلْ فَوْقَ رَجُلٍ قَتَلْتُمُوهُ قَالَ سُلَيْمَانُ أَوْ قَالَ قَتَلَهُ قَوْمُهُ قَالَ وَقَالَ أَبُو جَهْلٍ قَالَ أَبُو جَهْلٍ فَلَوْ غَيْرُ أَكَّارٍ قَتَلَنِي۔

ترجمہ۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کی لڑائی میں فرمایا کہ ابو جہل کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ کون دیکھ کر آتا ہے۔ جس پر حضرت ابن مسعود چلے گئے۔ جس نے ابو جہل کو اس حال میں پایا کہ عفرار کے دو بیٹوں نے تلوار کے دار کر کے اسے گھائل کر لیا ہے تو انہوں نے کہا کہ تو ابو جہل ہے۔ اس نے جواب دیا کہ اس سے اوپے کسی آدمی کو تم نے قتل کیا ہے یا اس کو اس کی قوم نے قتل کیا ہو۔ ابو جہل کہتے ہیں کہ ابو جہل نے یہ بھی کہا کہ کاش مجھے کسان کے سوا کوئی اور قتل کرتا۔

تشریح از شیخ گفگوہی | اھذا قالھا انسؓ ۵۴۳ھ اس عبارت سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ یہ کسی راوی کا دہم نہیں ہے بلکہ حضرت انسؓ نے اسی طرح کہا ہے۔

تشریح از شیخ زکریا | یعنی قواعد کا مقتضی یہ تھا کہ ابو جہل کہا جاتا ہے جیسا کہ بعض روایات میں انت ابو جہل وارد ہوا ہے۔ لیکن انت ابا جہل بھی حضرت انسؓ سے وارد ہے۔ جس کو ان لوگوں کی لغت پر محمول کیا جائے گا۔ جو اسمائے مکبرہ میں الف کو ہر حالت میں باقی رکھتے ہیں اور قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں۔ منادی ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ انت المحقول الذلیل ابا جہل یہ تو بیخ کی بنا پر ہو گا۔ حضرت انسؓ اگرچہ بدری نہیں ہیں۔ لیکن یہ روایت مراسیل صحابہ میں سے ہوگی۔ عبد اللہ بن مسعودؓ تو بدری ہیں۔ جن سے ابو جہل نے کہا تھ یا ردیع الغصہ ارتقیث مرتقا صعبا کہ اے بکریوں کے چرواہے تو ایک سخت چوٹی پر چڑھا ہے۔

حدیث نمبر ۳۶۲ حَدَّثَنَا مُوسَى حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ عَنْ عُمَرَ لَمَّا تَوَفَّى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ لِأَبِي بَكْرٍ أَنْطَلِقْ بِنَا إِلَى إِخْوَانِنَا مِنَ الْأَنْصَارِ فَلَقِينَا مِنْهُمْ رَجُلَانِ صَالِحَانِ شَهِدَا بَدْرًا فَحَدَّثَتَا عِدْوَةَ

ابْنُ الزُّبَيْرِ فَقَالَ هُمَا عَوِيْمُ بْنُ سَاعِدَةَ وَمَعْنُ بْنُ عَدِيٍّ.

ترجمہ۔ حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ جب جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو میں نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ ہمیں اپنے انصار بھائیوں کی طرف چلنا چاہیے۔ کہ ان میں سے ہمیں دو آدمی ملے تھے جو نہایت نیک و بخت تھے جو دونوں بدر میں حاضر تھے۔ میں نے جب حضرت عروہ بن الزبیرؓ کو یہ حدیث بیان کی تو انہوں نے فرمایا وہ دونوں حضرت عویم بن ساعدہ اور معن بن عدی تھے۔

حدیث نمبر ۳۶۲۱ حَدَّثَنَا اسْحَقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْاَعْنَنُ قَيْسُ كَانَ عَطَاءُ الْبَدْرِ يَتِيْنُ خَمْسَةَ اَلَا فِي خَمْسَةِ اَلَا فِي وَقَالَ عُمَرُ لَا فَضْلَ لَكُمْ عَلٰی مَنْ بَعْدَهُمْ۔  
ترجمہ۔ حضرت قیس سے مروی ہے کہ بدری صحابہ کا وظیفہ پانچ پانچ ہزار تھا۔ حضرت عمرؓ فرماتے تھے کہ میں ان کو بعد میں آنے والوں پر ضرور بالفور فضیلت دوں گا۔

تشریح از قاسمی فتح الباری میں ہے کہ مالک بن اوس کی حدیث میں ہے کہ حضرت عمرؓ مہاجرین کو پانچ پانچ ہزار اور انصار کو چار چار ہزار اور ازواج مطہرات میں سے ہر ایک کو بارہ ہزار وظیفہ دیتے تھے۔

حدیث نمبر ۳۶۲۲ حَدَّثَنِي اسْحَقُ بْنُ مَنْصُورٍ الْاَعْنَنُ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّورِ وَذَلِكَ اَوَّلُ مَا وَقَرَا لِاِيْمَانٍ فِي قَلْبِي وَعَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي اَسَارِيْ بَدْرٍ لَوْ كَانَ الْمُطْعَمُ بْنُ عَدِيٍّ حَيًّا شَقَّ كَلْبِيْ فِيْ هَؤُلَاءِ الثَّنِيْ لَدَرَكْتُهُمْ لَهُ وَقَالَ اللَّيْثُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ الْاُولٰٓئِ يَعْنِيْ مَقْتَلُ عُثْمَانَ فَلَمْ يُتَّبَقْ مِنْ اَصْحَابِ بَدْرٍ اَحَدًا شَقَّ وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ الثَّانِيَّةُ يَعْنِي الْحَرَّةَ فَلَمْ يُتَّبَقْ مِنْ اَصْحَابِ الْحُدَيْبِيَّةِ اَحَدًا شَقَّ وَقَعَتِ الثَّالِثَةُ فَلَمْ تَرْتَفَعْ وَلِلنَّاسِ طَبَاحٌ۔

ترجمہ۔ حضرت جبیرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا۔ آپ مغرب کی نماز میں سورہ طور پڑھ رہے تھے۔ اور یہ پہلی مرتبہ تھی کہ ایمان نے میرے دل میں قرار پکڑا۔ اور امام زہریؒ اپنی سند سے بیان کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے قیدیوں

کے بارے میں فرمایا کہ اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا پھر وہ ان بدبودار لوگوں کے بارے میں سفارش کرتا جو قلیب بدر میں پڑے ہیں۔ تو میں اس کی وجہ سے ان کو چھوڑ دیتا۔ لیث اپنی سند سے حضرت سعید بن مسیب سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: پہلا جب واقع ہوا یعنی حضرت عثمانؓ کا ناحق قتل ہونا۔ تو اس نے اصحاب بدر میں سے کسی کو باقی نہ رکھا۔ پھر جب دوسرا فتنہ یعنی حمزہؓ کا واقعہ پیش آیا تو اس نے اصحاب حدیبیہ میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑا۔ پھر تیسرا فتنہ ازارقہ کا عراق میں واقع ہوا۔ تو اس نے کسی صحابی کو باقی نہ رکھا کہ لوگوں میں عقل اور خیر نہ رہی۔

**تشریح از شیخ مدنی** | حضرت جبیرؓ نے بدر کا زمانہ پایا ہے۔ لیکن اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے۔ یہ فدیہ دینے کے لئے آئے تھے۔ اور مغرب کی نماز میں آپؐ سے قرآن مجید سنا۔ تو اس وقت سے ایمان سے دلچسپی پیدا ہوئی۔ اساری بدر کے بارے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے تھے کہ ان سے فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا: کہ ہم میں سے ہر ایک اپنے اپنے قریبی رشتہ کو قتل کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبرؓ سے فرمایا کہ تمہارے اندر شان ابراہیمیؑ اور عیسویؑ جلوہ گر ہے۔ جو کہ مظہر جمال تھے۔ جن کی تربیت صفت رحمت نے کی تھی۔ حضرت فاروق اعظمؓ کے متعلق فرمایا کہ تم حضرت نوحؑ اور حضرت موسیٰؑ کی طرح ہو۔ جو مظہر جلال تھے اور ان کی تربیت باری تعالیٰ کی صفت غضب اور قہاریت نے کی تھی۔ بنا بریں آپؐ پر درود کے الفاظ میں **اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ** آپؐ نے حضرت صدیقؓ کی رائے کو پسند فرمایا۔ اگر عند اللہ پسندیدہ ان ائمہ کفر کا قتل تھا۔ تاکہ صنادید قریش اور کفار کے سرغٹوں کی بیخ کنی ہو جاتی۔ لیکن مسبقاً رحمتی علی غضبی کے مطابق ان قیدیوں سے فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا۔ مطعم بن عدی قریش میں بڑے پائے کے سردار تھے۔ بلکہ صنادید قریش میں ان کا شمار تھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنو ہاشم کو مع ابوطالب کے نبیؐ بنی کنانہ میں نظر بند کیا گیا۔ تو اولاً قریش نے ابوطالب سے مطالبہ کیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے حوالہ کر دو۔ ورنہ بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب سے ترک موالات یعنی مقاطعہ بائیکاٹ کریں گے۔ اس عہد نامہ کو ان دو خاندان کے علاوہ باقی سب قریش نے جمع ہو کر بیت اللہ کے دروازہ پر لٹکایا تھا۔ یہ معاہدہ اور اپنی میٹنگ میں قریش نے آپؐ کو تین چیزوں کی پیش کش کی تھی۔ رقم۔ بادشاہی اور شادی

جس پر آپؐ نے فرمایا تھا کہ میں کسی صورت میں توحید باری تعالیٰ کو خیر باد نہیں کہہ سکتا۔ جس کے بعد خیف بنی کنانہ کا واقعہ پیش آیا۔ جس سے آپؐ کو ہذا شتم اور بنو عبد المطلب کو سخت تکلیف پہنچی۔ مطعم بن عدی نے اس معاہدہ کو توڑنے کی سہ توڑ کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ آخر عرصہ تین سال کے بعد جب آپؐ نے عہد نامہ کو دیمک لگ جانے کی خبر دی۔ جس کی کسی کو توقع نہیں تھی۔ تو ابوطالب کے خبر سننے پر قریش ڈھیلے ہوئے۔ کہ واقعی آپؐ حق پر ہیں تب عہد نامہ ٹوٹا۔ آپؐ اور آپ کے خاندان کو نجات و آزادی ملی۔ اس مشرک کے احسان کا بدلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چکانا چاہتے تھے۔ دوسری وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے۔ کہ ابوطالب کی وفات کے بعد جب قریش نے آپؐ کی ایذا رسانی میں اضافہ کر دیا۔ تو آپؐ تبلیغ کے لئے طائف کے سرداروں کے پاس تشریف لے گئے۔ وہ بڑے شہر پر لوگ تھے۔ انہوں نے اوباش اور لوفر لوگوں سے آپؐ کی پند لیاں لہو لہان کر لیں۔ آپؐ واپس مکہ تشریف لائے۔ مطعم بن عدی کو آپؐ کی اس تکلیف کی اطلاع پہنچی تو اس نے اپنے چاروں بیٹوں سے کہا کہ تلواریں لے کر بیت اللہ کے ارد گرد کھڑے ہو جاؤ۔ جو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ستائے۔ اسے اڑا دو۔ جس پر قریش ٹھنڈے پڑ گئے۔

تیسرا واقعہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب آپؐ ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے تو مطعم بن عدی نے قریش سے کہا کہ جب تم نے آپؐ کو مکہ سے نکال دیا ہے تو اب ستمنا چھوڑ دو۔ لیکن وہ باز نہ آئے۔ مطعم بن عدی حضرت فاروق اعظمؓ کے ماموں تھے۔ حضرت عمرؓ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سر قلم کرنے کے ارادے سے گھر سے نکلے۔ بہن اور بھائی کے مسلمان ہونے کی خبر سن کر ان کی پٹائی کی۔ بالآخر مسلمان ہو گئے۔ ان کے مسلمان ہونے کی خبر جب سارے مکہ میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ تو لوگوں نے چاروں طرف سے ان کے گھر کا گھیراؤ کیا کہ ہم انہیں قتل کر دیں گے۔ قریب تھا کہ دروازے توڑ دیتے۔ کہ مطعم بن عدی آگے بڑھے اور لوگوں کو واپس کر کے ان کی جان چھڑائی۔

الغرض ان احسانات کے بدلے میں آپؐ مطعم بن عدی کی سفارش قبول کرنا چاہتے تھے۔ نقتنی جمع نقتن کی جس کے معنی بد بودار کے ہیں۔ کفار کی تحقیر کے لئے ان کو نقتنی کہا اور کسی محسن کے احسان کا بدلہ اتارنے کے لئے آپؐ ان کو چھوڑ دینے پر تیار ہو گئے تھے۔ دوسرے یہ بھی بتانا تھا کہ ہمارے ہاں مال و دولت کی کوئی عزت نہیں۔ جیسے بادشاہِ روم کو مسلمانوں نے نہیں خرید ایک کتے کو خریدنا چاہا۔

جس سے ان کی تذلیل و تحقیر مقصود تھی۔ یا اس جگہ حضرت جبیر بن مطعم کی تالیف قلب منظور ہے۔ کہ آپ ان کے باپ کی اس قدر عزت کرتے ہیں۔ شاید وہ اسلام کی طرف راغب ہو جائیں۔ چنانچہ اس کا اچھا اثر ہوا۔

سب سے پہلا فتنہ حضرت عثمانؓ کا قتل ہے۔ یہ بلا گناہ شہادت تھی۔ جس میں انہوں نے مخالفین کا مقابلہ نہیں کیا۔ وجہ نزاع حضرت محمد بن ابی بکرؓ کا معاملہ بنا۔ جن کو دالی مصر کے پاس خط لکھ کر بھیجا گیا۔ اور ایک سازش کے تحت حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا گیا۔ جو آخر تک عدم تشدد کی پالیسی پر کامزن رہے۔ تلوار نہیں اٹھائی۔ اس مظلوم کی شہادت کے بعد اللہ تعالیٰ نے انتقام لیا۔ تو جنگ جمل۔ صفین اور نہروان میں ہزار ہا مسلمان مارے گئے۔

اور ۶۳ء میں دوسرا واقعہ حرہ پیش آیا۔ کہ حضرت امیر معاویہؓ کے بعد حضرت امام حسنؓ نے خلیفہ بننا تھا۔ لیکن حضرت امیر معاویہؓ کی زندگی میں ہی ان کی وفات ہو گئی۔ یزید نے دعویٰ خلافت کیا۔ تو اہل مدینہ مخالف ہو گئے۔ حاکم مدینہ کو نکال دیا گیا۔ یزید نے مدینہ والوں کے مقابلہ کے لئے فوج بھیجی۔ مقام حرہ میں لڑائی ہوئی۔ حرہ وہ پہاڑ جو زیادہ اونچے نہ ہوں۔ اور اس کے پتھر کالے کالے ہوں۔ مدینہ منورہ کی جنوبی۔ شرقی اور کچھ غربی حصہ حرہ ہے جسے لابلہ بھی کہتے ہیں۔

وقعت الثالثہ اس کے بارے میں اقوال مختلفہ ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ ازارقہ کا فتنہ ہے۔ جو عراق میں برپا ہوا۔ اور بیس برس تک رہا۔ اور بعض فتنہ بنو امیہؓ مراد لیتے ہیں اور بعض کے نزدیک فتنہ حجاج مراد ہے۔ لیکن وہ بہت بعد کا واقعہ ہے۔

واللناس طبلخ وہ فتنہ اٹھ نہیں سکا کہ خیر الناس باقی نہ رہے۔ طباخ کے اصلی معنی قوت کے ہیں۔ عقل مراد ہے۔ کہ اس فتنہ کے وقت مسلمانوں میں کوئی قوت اور عقل نہ رہی۔ بدریں میں سے آخر بدری حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی وفات ہے۔ واقعہ حرہ میں صحابہ اور تابعین کی بڑی جماعت کام آئی۔ اور فتنہ البوحمزہ خارجی کا ۳۱ء میں پیش آیا۔

حدیث نمبر ۳۶۲۳ حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ أَسَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ قَالَ سَمِعْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ وَسَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ وَعَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاصٍ وَعُبَيْدَ اللَّهِ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ حَدِيثِ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ حَدَّثَنِي

مَا كُنْتُ مِنَ الْحَدِيثِ قَالَتْ فَأَقْبَلْتُ أَنَا وَأُمُّ مُسْطَحٍ فَعَثَرْتُ أُمَّ مُسْطَحٍ فِي مِرْطَهِهَا  
فَقَالَتْ تَعِسَ مُسْطَحٌ فَقُلْتُ بِئْسَ مَا قُلْتَ تَسْبِيْنُ رَجُلًا شَهِدَ بَدْراً أَذْكَرَ  
حَدِيثَ الْإِنْفَكِ -

ترجمہ: امام نہ ہرئی فرماتے ہیں کہ میں عروہ بن الزبیر، سعید بن المسیب، علقمہ بن وقاص اور عبید اللہ بن جعد اللہ سے حضرت عائشہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنی۔ جن میں سے ہر ایک نے اس کا ایک حصہ بیان کیا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں اور ام مسطحؓ مناصب سے واپس آ رہی تھیں کہ حضرت ام مسطحؓ اپنی گرم چادر کے اڑ جانے کی وجہ سے گر پڑیں۔ تو کہنے لگیں مسطح ہلاک ہو۔ میں نے کہا آپ نے بڑا کیا کہ ایک ایسے شخص کو گالی دیتی ہیں جو بدر میں حاضر ہوا۔ پھر انک کا واقعہ ذکر کیا۔

**تشریح از شیخ مدنیؒ** | ام مسطحؓ حضرت عائشہؓ کی بھوپھی لگتی تھیں۔ بیابا ہو گئیں تو کمزوری کی وجہ سے چادر کے اٹکنے پر گر گئیں۔ یہ حدیث انک کا ایک ٹکڑا ہے۔ تعس مسطحؓ جملہ دعائیں ہے کہ اکثراً لو جھ کے معنی ہیں کہ خدا کرے کہ مسطحؓ منہ کے بل اوندھا کرے یہ بد دعا کے لئے ہے۔

**تشریح از شیخ گنگوہیؒ** | جبیر بن مطعمؓ کا مدینہ میں آنا۔ اساری بدر کے فدیہ ادا کرنے کے بارے میں ہوا۔ اس لئے اس جگہ اس کا لانا صحیح ہوا۔ اور لوکان مطعم بن عدی۔ یہ جبیر کی تالیف قلب کے لئے ہے۔ یہ ان کے ایمان لانے کا دوسرا سبب ہے۔ وہ فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے ہیں۔ اور ان کے احسانات بیان ہو چکے ہیں۔

وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ الْاُولَى حضرت عمرؓ کی شہادت کو فتنہ اس لئے نہیں کہا گیا کہ وہ ایک مسلمان کا قتل تھا۔ اور فتنہ وہ ہوتا ہے جس کا معاملہ مسلمانوں پر مل جل جائے۔ کوئی بات واضح نہ ہو سکے۔ لم یبق من اصحاب بدر احدؓ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ سب صحابہ اسی فتنہ کا شکار ہوئے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ اس فتنہ سے ان کی ہلاکت شروع ہو گئی۔ یہاں تک بہت جلد ختم ہو گئے۔ اور یہی حال دوسرے دو فتنوں کا ہے۔

**تشریح از شیخ زکریاؒ** | چنانچہ حافظ بھی فرماتے ہیں کہ مقتل عثمانؓ سے شروع ہو کر واقعہ حمرہؓ تک بدری صحابہ فنا ہو گئے۔ کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ واقعہ حمرہؓ سے چند سال پہلے وفات پا گئے۔ چنانچہ مولانا محمد حسن مکیؒ فرماتے ہیں۔ لم یبق کا مطلب ہے۔ تو اتر کر قتل البدریین بعدہ الخ اور





حدیث نمبر ۳۶۲۵ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوسَى النَّعْنِ التُّبَيْسِيُّ قَالَ ضَرَبَتْ يَوْمَ بَدْرٍ لِّلْمُهَاجِرِيْنَ بِمِائَةِ سَهْمٍ۔

ترجمہ حضرت زبیر فرماتے ہیں کہ بدر کی لڑائی میں مہاجرین کے لئے ستواہتے بنائے گئے۔  
تشریح از شیخ گنگوہی | دھو یلقیہم ۵۳ یا مضارع افعال یا تفعیل سے ہے۔ جیسے

قرآن مجید میں سَنَلْقٰی فِی قُلُوْبٍ۔

قَتَلْتِیْ اَدَمُ حَافِظُ نے بھی دونوں باب کا ذکر کیا ہے۔ تشدید سے باب تفعیل ہے اور تخفیف

سکون سے باب افعال ہے۔

یَمْنُ ضَرْبَ لَهٗ بِسَهْمٍ اَحَدٌ وَثَمَاضُوْنَ ۵۴ یہ تعداد ماضی کے مخالف

ہیں۔ کیونکہ ۵۶ پر ہے کہ مہاجرین ساٹھ کے کچھ اوپر تھے۔ جس کا تقاضا ہے کہ شتر سے کم تھے ورنہ نیف کا لفظ صحیح نہ ہوگا۔ تو جواب یہ ہے۔ حاضرین حصہ لینے والوں کی تعداد ساٹھ سے اوپر تھی۔ لیکن بعض حضرات ایسے تھے جن کو آپ نے کسی کام کے لئے بھیجا تھا اور بعض کو مدینہ میں نگرانی و امامت کے لئے چھوڑ آئے تھے۔ تو دونوں کے حصے ستوا تک پہنچ گئے۔

تشریح از شیخ زکریا | حافِظ نے بھی دونوں حدیثوں کو جمع کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ کہ پہلی

حدیث حاضرین حسا کا ذکر تھا۔ حدیث باب میں حاضرین حسا و حکماء دونوں کا ذکر ہے اور یہ بھی احتمال ہے۔ کہ پہلی حدیث سے مہاجرین اصرار مراد ہوں اور حدیث سے احرار عبید وغیرہم سب کو شمار کیا گیا۔

## بَابُ تَسْمِیَةِ مَنْ سَمِیَ مِنْ اَهْلِ بَدْرٍ فِی الْجَامِعِ

ترجمہ۔ جامع بخاری کے اندر جن جن بدریوں کا نام لیا گیا ہے ان کے ناموں کا بیان کرنا۔

حدیث نمبر ۳۶۲۶ حَدَّثَنَا اَلْبَتَّیُّ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْهَاشِمِیُّ صَلٰی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

(۲) اِیَّاسُ بْنُ الْبُکَیْرِ (۳) بِلَالُ بْنُ رَاجٍ مَوْلٰی اَبِیْ بَكْرٍ الْقُرَشِیُّ۔ حَفْظَةُ بْنُ عَبْدِ الْمَطْلِبِ

الْهَاشِمِیُّ۔ حَاطِبُ بْنُ اَبِیْ بَلْتَعَةَ حَلِیْفُ لِقُرَیْشٍ۔ اَبُو حَذِیْفَةَ بْنُ عَتَبَةَ بْنِ رَبِیْعَةَ الْقُرَشِیُّ

حَارِثَةُ بْنُ التَّرْبِیْعِ الْاَنْصَارِیُّ۔ قُتَيْلُ بْنُ بَدْرٍ وَهُوَ حَارِثَةُ بْنُ سُرَاقَةَ كَانَ

فِی النَّظَارَةِ خَبِیْبُ بْنُ عَدِیٍّ الْاَنْصَارِیُّ۔ خُنِیْسُ بْنُ حَذَافَةَ السَّهْمِیُّ رَفَاعَةُ بْنُ رَافِعٍ

الْأَنْصَارِيُّ - رِفَاعَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُنْذِرِ أَبُو لُبَابَةَ الْأَنْصَارِيُّ - الزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ  
 الْقُرَشِيُّ - زَيْدُ بْنُ سَهْلٍ أَبُو طَلْحَةَ الْأَنْصَارِيُّ - أَبُو زَيْدٍ الْأَنْصَارِيُّ - سَعْدُ بْنُ  
 مَالِكٍ الزُّهْرِيُّ - سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ الْقُرَشِيُّ - سَعِيدُ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ الْقُرَشِيُّ  
 سَهْلُ بْنُ حَنِيفٍ الْأَنْصَارِيُّ - ظَهْرُ بْنُ رَافِعٍ الْأَنْصَارِيُّ وَأَخُوهُ - عَبْدِ اللَّهِ بْنُ عُمَانَ  
 أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ الْقُرَشِيُّ - عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ الْهَذَلِيُّ - عَقَبَةُ بْنُ مَسْعُودٍ الْهَذَلِيُّ  
 عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ الزُّهْرِيُّ - عُبَيْدَةُ بْنُ الْحَارِثِ الْقُرَشِيُّ - عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ  
 الْأَنْصَارِيُّ - عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ الْعَدَوِيُّ - عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانٍ الْقُرَشِيُّ خَلْفَةُ النَّبِيِّ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى ابْنَتِهِ وَضُرِبَ لَهُ بِسَهْمِهِ - عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ الْهَاشِمِيُّ  
 عَمْرُو بْنُ عَوْفٍ حَلِيفُ بَنِي عَامِرٍ بْنِ لُؤَيٍّ - عَقَبَةُ بْنُ عَمْرِو الْأَنْصَارِيُّ  
 عَامِرُ بْنُ رَبِيعَةَ الْعَنْزِيُّ - عَاصِمُ بْنُ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيُّ - عَوَيْمُ بْنُ سَاعِدَةَ  
 الْأَنْصَارِيُّ - عِتْبَانُ بْنُ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيُّ - قُدَامَةُ بْنُ مَطْعُونٍ - قَتَادَةُ بْنُ  
 النُّعْمَانَ الْأَنْصَارِيُّ - مُعَاذُ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْجُمُوحِ - مُعَاذُ بْنُ عَفْصَاءَ وَأَخُوهُ  
 مَالِكُ بْنُ رَبِيعَةَ أَبُو أَسِيدٍ الْأَنْصَارِيُّ - مُرَارَةُ بْنُ التَّبَيْعِ الْأَنْصَارِيُّ  
 مَعْنُ بْنُ عَدِيٍّ الْأَنْصَارِيُّ - مُسَطِّحُ بْنُ أَثَاثَةَ بْنِ عَبَّادِ بْنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ  
 مِقْدَادُ بْنُ عَمْرِو الْكِنْدِيُّ حَلِيفُ بَنِي زُهْرَةَ - هَلَالُ بْنُ أُمَيَّةَ الْأَنْصَارِيُّ  
 رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ -

تشریح از شیخ مدنی | دیت تو جنگ بدر میں تین سو تیرہ صحابہ کرام حاضر تھے۔ امام بخاری  
 کو اپنی شرط کے مطابق جو نام مل سکے ان کو ذکر کر دیا باقی کو چھوڑ دیا۔

تشریح از شیخ گنلوہی | دکانے فی النظر دیکھ بھال کے لئے نکلے تھے حرب اور  
 لڑائی کے لئے نہیں یہ وہی ہیں جن کی والدہ آپ سے سوال کرنے آئی تھی۔ کما تقدّم قریباً۔

تشریح از شیخ زکریا | حافظ نے حماد بن سلمہ کی روایت سے نقل کیا ہے۔ انہ خرج  
 نظارہ اور اذافہ خرج للقتال کہ دشمن کے حالات کی خبر گیری کے لئے نکلے تھے کہ اچانک ان کے تیر لگا  
 اور شہید ہو گئے۔ لڑکے تھے اونچے مکان پر چڑھ کر دشمن کے حالات بتاتے تھے۔

تقدم قریبانی اول باب فضل من شهد بدراً میں۔

**تشریح از قاسمی** جامع سے یہ صحیح بخاری مراد ہے۔ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

اقوال، افعال، احوال اور غزوات کا بیان ہے۔ اس کتاب میں اجمالاً اصحاب بدر کا ذکر ہوا۔ ورنہ بہت سے حضرات ایسے ہیں جن کا بدری ہونا مشہور ہے۔ جس میں کسی کا اختلاف نہیں ان کا ذکر نہیں کیا۔ جیسے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح اور بہت سے مذکورین ایسے ہیں جن سے کوئی روایت نہیں جیسے حارثہ وغیرہ۔ معلوم رہے کہ امام بخاری نے حروف تہجی کے اعتبار سے اسماء بدریین ذکر فرماتے ہیں۔ مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء اربعہ کہ ان حضرات کو غیر پر مقدم کیا اور بعض نسخوں میں صرف جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر پہلے ہے اور باقی کا ترتیب سے ہے۔ جیسے اس مہندی نسخہ میں ہے۔ ان کے ذکر کرنے کا فائدہ ایک تو ان کی فضیلت و سبقت کی بیان کرنا ہے۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے علی التبعین ان کے لئے رضامندی کا اظہار فرمایا ہے۔ اور لمعات میں ہے۔ جو شخص ان اسماء مذکورین فی البخاری کا ذکر کرے دعا کرے گا اس کی دعا قبول ہوگی۔ تجربہ ہے۔

**بَابُ حَدِيثِ بَنِي النَّضِيرِ وَمَخْرَجَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِمْ فِي دِيَةِ الرَّجُلَيْنِ وَمَا أَرَادُوا مِنْ الْغَدْرِ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الزُّهْرِيُّ عَنْ عُرْوَةَ كَانَتْ عَلَى رَأْسِ سِتَّةِ أَشْهُرٍ مِنْ وَقْعَةِ بَذْرِ قَبْلِ أَحَدٍ وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ وَجَعَلَهُ ابْنُ إِسْحَاقَ بَعْدَ بَيِّنٍ مَعُونَةٍ وَأَحَدٍ۔**

ترجمہ۔ باب بنو النضیر کے واقعہ کا بیان اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دو آدمیوں کی دیتہ کے بارے میں ان کے پاس جانا اور ان کا آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غدیر کا ارادہ کرنا۔ امام زہری فرماتے ہیں۔ عروہ سے روایت ہے کہ عروہ بنو النضیر واقعہ بدر کے چھ ماہ کے اختتام پر عروہ احد سے پہلے واقع ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ تو وہ ذات ہے جس نے اہل کتاب کے کافروں کو ان سے نکالا جزیرۃ العرب سے۔ یہ پہلی

جلاد طنی تھی۔ اور ابن اسحاق نے قتال بنو نضیر کو بزم معونہ اور احد کے واقعہ کے بعد بیان کیا ہے۔  
**حدیث نمبر ۳۶۲۰** حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرِ بْنِ عُمَرَ قَالَ  
 حَارَبَتِ النَّضِيرُ وَقَرِيطَةُ فَأَجَلَى بَنِي النَّضِيرِ وَأَقْرَقُ رِيطَةَ وَمَنْ عَلَيْهِمْ  
 حَتَّى حَارَبَتْ قَرِيطَةَ فَقَتَلَ رَجَالَهُمْ وَقَسَمَ نِسَاءَهُمْ وَأَوْلَادَهُمْ وَ  
 أَمْوَالَهُمْ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ إِلَّا بَعْضَهُمْ لِحَقْوَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
 وَسَلَّمَ فَأَمَنَهُمْ وَأَسْلَمُوا وَأَجَلَى يَهُودَ الْمَدِينَةِ كُلَّهُمْ بَنِي قَيْنَقَاقَ  
 وَهُمْ رَهْطُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ وَيَهُودَ بَنِي حَارِثَةَ وَكُلَّ يَهُودٍ  
 بِالْمَدِينَةِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ بنو نضیر اور بنو قریطہ نے مسلمانوں کے خلاف لڑائی میں  
 حصہ لیا۔ تو آپ نے بنو نضیر کو جلا وطن کر دیا۔ کہ وہ شام کی طرف چلے گئے۔ اور بنو قریطہ پر احسان کرتے  
 ہوئے انہیں برقرار رکھا۔ یہاں تک کہ انہوں نے بھی قریش کی امداد میں لڑائی کے اندر حصہ لیا۔ تو  
 آپ نے ان کے مردوں کو قتل کر دیا۔ ان کی عورتیں بچے اور مال و اسباب مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔  
 مگر ان کے بعض لوگوں نے آپ کے پاس آکر پناہ لی۔ جن کو آپ نے امن دے دیا۔ اور وہ مسلمان  
 ہو گئے۔ باقی مدینہ کے تمام یہودیوں کو جلا وطن کر دیا۔ بنو قینقاع جو حضرت عبداللہ بن سلام کا  
 خاندان ہے۔ اور یہود بنو حارثہ غرضیکہ تمام یہود مدینہ کو اس سے نکال دیا گیا۔ بچے کچھ حضرت عمرؓ  
 کے زمانہ میں جلا وطن کئے گئے۔

**تشریح از شیخ مدنی** | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد کفار کی تین

جماعتیں ہو گئی تھیں۔ ایک تو وہ جنہوں نے اعلان جنگ کر رکھا تھا۔ وہ قریش تھے۔ جنہوں نے  
 آپ کے قتل کا مشورہ کر رکھا تھا۔ اور اس کی صورت اختیار کی تھی کہ ہجرت والی رات تمام  
 سرداران قریش یک لخت مل کر حملہ کریں۔ تاکہ بنو ہاشم قصاص نہ لے سکیں۔ جسے اللہ رکھے اُسے  
 کون چکھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مع ابی بکرؓ ہجرت کر کے نچ کر مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ قریش  
 مکہ نے عبداللہ بن ابی کی طرف تھادیہی خط لکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے سپرد  
 کر دو۔ ورنہ ہم سب مل کر تم پر حملہ کر دیں گے۔ آپ نے اہل مدینہ کو سمجھایا جس پر وہ متفرق ہو گئے۔ اس

کے بعد غزوہ بدر واقع ہوتا ہے۔ قریش کی کمر ٹوٹ جاتی ہے۔ وہ اور زیادہ مشتعل ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ بنو النضیر یہود مدینہ کو خط لکھتے ہیں۔ مدینہ میں چار بڑے خاندان تھے۔ بنو النضیر۔ بنو قریظہ۔ اوس اور خزرج سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح کر لی تھی کہ ہر قبیلہ اپنے اپنے مذہب پر قائم رہنے کے ساتھ ساتھ ملکی مصالح میں ساتھ رہیں گے۔ اور جنگی مصارف بھی اکٹھے برداشت کریں گے۔ عرب کے باقی قبائل انتظار میں تھے کہ آپ کا اپنے خاندان قریش سے کیا فیصلہ ہوتا ہے اس کے بعد ہم اپنا راستہ متعین کریں گے۔ غرضیکہ جب غزوہ بدر کے بعد مسلمانوں کی شوکت اور دبدبہ قائم ہو گیا۔ تو قریش نے بنو النضیر کو بھڑکایا۔ بنو قریظہ نے تو عہد توڑ دیا۔ بنو النضیر لڑائی پر آمادہ ہو گئے۔ عبد اللہ بن ابی خزرج کا سردار تھا۔ جس کو آپ کی آمد سے پہلے وہ لوگ مذہبی پیشوا بننے کا پرہیز کر رہے تھے۔ وہ بھی اندر اندر آگ سلگا رہا تھا۔ بالآخر بنو النضیر آمادہ پیکار ہو گئے۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ واقعہ بنو النضیر بہر معونہ کے بعد برپا ہوا ہے۔ بعض کہتے ہیں اس سے پہلے کہ ہے۔ امام بخاری اسی کو ترجیح دے رہے ہیں۔ جو بعد میں کہتے ہیں۔ ان کے مطابق بیان کیا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر قرآن بنو عامر کی طرف بھیجے۔ راستہ میں کفار نے انہیں قتل کر دیا۔ صرف عمر بن امیہ ضمری اور ایک لنگڑا آدمی بچ گیا۔ جب واپس آ رہے تھے۔ تو بنو عامر کے دو آدمی جو آپ سے عہد کر کے آئے تھے۔ ان کے عہد کا عمر بن امیہ ضمری کو علم نہیں۔ اس نے ان دونوں کو قتل کر دیا۔ جس پر آپ نے دیت دینے کا اعلان کر دیا۔ روپیہ جمع ہونے لگا۔ حسب معاہدہ آپ بنو النضیر کے پاس رقم لینے کے لئے گئے۔ کیونکہ وہ بنو عامر کے حلیف تھے۔ آپ اور آپ کے ساتھیوں کو بٹھلایا کھانا کھلایا۔ لیکن حسب مشورہ ایک آدمی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھاری پتھر پھینکنے پر آمادہ کر لیا۔ آپ کو بذریعہ وحی اطلاع ہوئی۔ آپ دہان سے بچ کر واپس آئے تو اپنے مجاہدین کو ساتھ لے کر بنو النضیر کا محاصرہ کر لیا۔ یہ سلسلہ کا واقعہ ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور سند قوی سے اسے بیان کرتے ہیں۔ اور بعض فرماتے ہیں کہ بنو النضیر نے مناظرہ کا پرہیز کر لیا۔ کہ تین عالم آپ کے اور تین ہمارے۔ مناظرے میں ہمارے علماء نے آپ کے دین کو سچا سمجھ لیا۔ تو ہم بھی مسلمان ہو جائیں گے۔ لیکن اندرون خانہ یہ مشورہ تھا کہ ہمارے تین آدمی خنجر چھپا کر لے جائیں گے اور تین مسلمان عالم کو قتل کر دیں گے۔ اس سازش کی اطلاع ایک عورت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کو کمرہ دی۔ جس پر آپؐ نے پہلے تو ان کو خط لکھا۔ کہ دونوں واقعات میں تمہارے قتل کرنے کا پورا کمرہ بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں محفوظ رکھا۔ اب تمہیں دس دن کی مہلت ہے۔ اس کے اندر اندر جزیرۃ العرب سے نکل جاؤ۔ ورنہ ہم تم سے لڑائی کریں گے۔ عبد اللہ بن ابی نے بنو النضیر کو مشورہ دیا۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تم کہلا بھیجو ہم نہیں نکلتے۔ آپؐ جو کچھ ہمارے ساتھ سلوک کرتے ہیں کر گزریں اور آپؐ کے والاناہ کے جواب میں ہی لکھ دیا۔ جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانانِ مدینہ کو ان کے خلاف خروج کا حکم دیا۔ جنہوں نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ منافقین مرعوب ہو گئے۔ وہ حسب وعدہ امداد کے لئے نہ نکلے۔ بنو النضیر چھ دن تک محاصرہ میں رہے۔ بالآخر آپؐ سے صلح کر لی۔ کہ ہم جلا وطن ہو جائیں گے۔ آپؐ نے اس شرط پر صلح منظور کر لی۔ کہ سونا۔ چاندی اور ہتھیار ہمراہ نہ لے جاؤ۔ باقی جو اسباب اپنے اونٹوں پر لاد سکتے ہو وہ لے جاؤ۔ اب خط بھیجنا دونوں روایتوں میں ہے۔ امام بخاریؒ مشہور قول پر حمل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ غزوہ بدر کے بعد بزمِ معونہ کے واقعہ سے قبل بنو النضیر کا واقعہ پیش آیا ہے۔

**اول الحشر** حشر بمعنی ہلکانا۔ ایک حشران کا خیبر کی طرف ہوا۔ پھر شام کی طرف اور تیسرا قیامت میں ہوگا۔ پہلا حشر یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خیبر کی طرف ہنکایا۔ دوسرا حضرت عمرؓ نے ان کو شام کی طرف ہنکایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو النضیر بنو قینقاع اور بنو حارثہ قریباً سب کے سب یہود کو جلا وطن کر دیا۔ بنو قریظہ رہ گئے۔ ان کی شہزادہ پر ان سب کے آدمیوں کو قتل کر دیا گیا۔ عورتیں بچے اور مال تقسیم ہو گیا۔

**تشریح از شیخ زکریا** حدیث بنو النضیر ص ۵۵ مولانا محمد حسن علیؒ کی تقریر میں ہے کہ امام بخاریؒ نے اپنے مذہب کے مطابق ترتیبِ مغازی میں اس کو غزوہٴ اُحد اور بزمِ معونہ سے پہلے ذکر فرمایا ہے۔ جو حضرت عروہؓ کی روایت کے مطابق ہے۔ لیکن عامۃ المورخین کے خلاف ہے۔ اور یہ اشکال اس وقت قوی ہو جاتا ہے جب کہ دیرتہ کا قصہ بالاتفاق محدثین اور مورخین بزمِ معونہ کے بعد کہلے چنانچہ نزد قافی نے شرح مواہب میں لکھا ہے۔ بعد سر یہ بزمِ معونہ غزوہ بنو النضیر ہے جو ربیع الاول ۳ھ میں پیش آیا۔ اور ابن اسحاق جو امام اہل المغازی ہے اس نے بھی بزمِ معونہ کے بعد بتلایا ہے۔ جس کو امام بخاریؒ خود اپنی صحیح میں نقل کر رہے ہیں۔ بہر حال غزوہ بنی النضیر کے سبب میں اختلاف ہے۔ اگر مناظرہ والا قصہ صحیح ثابت ہو جائے تو پھر امام بخاریؒ اسے بعد واقعہ بدر ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

لیکن قصہ دیت میں اشکال باقی رہے گا۔ توجہ کی صورت یہ ہے کہ آپ کا جہاں الیہود تو کسی اور سبب کی بنا پر ہو۔ اور غزوہ بنی النضیر لقصہ عہد اور دیت کی وصولی کے لئے ہو جس میں انہوں نے آپ کو اچانک قتل کرنے کا پروگرام بنایا۔ جس پر آپ نے سترہ بیع الاول میں محاصرہ کے بعد ان کو جلا وطن کر دیا۔

اول حشر مولانا مکی فرماتے ہیں۔ اخراج من المدینہ ہے اور حشر آخر من نصیر الی الشام ہے۔  
**حدیث نمبر ۶۲۸۳** حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُذَرِّبٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ سُورَةُ الْحَشْرِ قَالَ قُلْ سُورَةُ النَّضِيرِ تَابِعَهُ هُشَيْمٌ عَنْ أَبِي بَشِيرٍ

ترجمہ۔ حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس سے کہا۔ یہ سورۃ الحشر ہے انہوں نے فرمایا اسے سورۃ النضیر کہو۔ ہشیم نے اس کی متابعت کی ہے۔

**تشریح از شیخ مدنی** حضرت ابن عباسؓ سورۃ حشر کہتے گریز کرتے تھے۔ کیونکہ مسلمانوں میں حشر سے حشر آخرت قیامت مشہور ہے۔ اور لا اقل الحشر سے حشر نفیر مراد ہے۔ اس لئے انہوں نے اسے سورۃ نفیر کہنا پسند کیا۔ دوسرے یہ کہ اصل قصہ کی طرف اشارہ ہو جاتا ہے۔ لہذا یہی مناسب ہے۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** قل سورۃ النضیر ص ۵۵ سورۃ نفیر کہنے کی وجہ یہ ہے۔ کہ

سورۃ حشر میں تو ابہام رہتا کہ شاید اس میں بحث بعد الموت النشور کے احوال ہوں گے۔ لیکن جمیع قرار نے اس سورۃ کا یہی نام تجویز کیا ہے۔ کیونکہ اس نام کی بھی شہرت ہے۔ جیسے ذکر ہو چکا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اعلام میں یعنی نام رکھنے میں لغوی معنی کا لحاظ نہیں کیا جاتا۔

**تشریح از شیخ زکریا** داؤدی فرماتے ہیں کہ دو وجہ سے حضرت ابن عباسؓ نے اس

سورۃ حشر کے نام کو ناپسند کیا ایک تو اس وجہ سے ہے۔ کہ حشر سے یوم القیامت کا گمان نہ کیا جائے۔ دوسرے وہ محمل ہے۔ اس لئے غیر معلوم کی طرف نسبت کو ناپسند فرمایا۔ اور ایک تیسری وجہ بھی ابی مردویہ نے ذکر فرمائی ہے۔ کہ سورۃ حشر بنو نفیر کے بارے میں نازل ہوئی۔ اور اس میں ان لوگوں کا ذکر ہے جن پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا۔ بہر حال اس سے مراد اخراج بنی النضیر ہے۔

اور شہرت کے علاوہ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ سورۃ کے اسماء تو صیفیہ میں اور خود ابن عباسؓ نے دوسری جگہ اسے سورۃ حشر سے تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ بیہقیؒ نے نقل کیا کہ ابن عباسؓ نے فرمایا سورۃ حشر مدینہ میں نازل ہوئی۔ وغیرہ اہل روایات۔

**حدیث نمبر ۳۶۲۹** حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ السَّجَمِيُّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّخْلَافَ حَتَّى افْتَتَحَ قُرَيْظَةَ وَالتَّظْلِيلَ فَكَانَ بَعْدَ ذَلِكَ يَرُدُّ عَلَيْهِمْ۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ انصار کے آدمی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھجور بطور ہدیہ کے آپ کو دیتے تھے۔ یہاں تک کہ جب بنو قریظہ اور بنو نضیر کو آپ نے فتح کیا۔ تو ان کے بعد وہ کھجور کے درخت آپ نے ان کو واپس کر دیئے۔ بلکہ مہاجرین پر ہدیہ کردہ کھجور بھی واپس کر دی گئیں۔

**حدیث نمبر ۳۶۳۰** حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِمْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَخْلَ بَنِي النَّضِيرِ وَقَطَعَ وَهِيَ الْبُوَيْرَةُ فَانْزَلَتْ مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لَبَنٍ أَوْ تَرَكَتُمْوهَا قَائِمَةً عَلَى أَصُولِهَا فَبِإِذْنِ اللَّهِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بنو النضیر کی کھجوروں کو جلانے اور ان کو کھٹنے کا حکم دیا۔ جو بویہ کے مقام پر تھی۔ تو لوگوں کے طعن پر اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی کہ جو کچھ تم نے کھجوروں کے درخت کاٹے یا ان کو اپنے تنوں پر باقی رہنے دیا۔ تو یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا۔

**حدیث نمبر ۳۶۳۱** حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا نَخْلَ بَنِي النَّضِيرِ قَالَ وَلَهَا يَقُولُ حَسَانُ بْنُ ثَابِتٍ۔ وَهَانَ عَلَى سَرَادِ بَنِي لُؤَيٍّ حَرِيقٌ بِالْبُوَيْرَةِ مُسْتَطِيرٌّ قَالَ فَاجَابَهُ أَبُو سُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ۔

وَحَرَّقَ فِي نَوَاجِيهَا السَّعِيرُ  
وَقَعْلُهُمْ آيُنَا مِنْهَا يَنْزُو  
وَقَعْلُهُمْ آيُنَا مِنْهَا يَنْزُو  
وَقَعْلُهُمْ آيُنَا مِنْهَا يَنْزُو



ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو النضیر کی کھجور کو جلانے کا حکم دیا۔ تو اس بارے میں حضرت حسان بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ بنو لوی کے سرداروں پر بویہ مقام میں پھیلتی ہوئی آگ لگانا آسان ہو گیا۔ کہ کوئی ان کی مدد کو نہ پہنچا۔ تو ابو سفیان بن الحارث نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ کہ اللہ تعالیٰ یہ کام ہمیشہ رکھے کہ یہ بھڑکتی آگ بویہ کے اطراف یعنی مدینہ میں پہنچے جہاں مسلمانوں کے گھر ہیں۔ اور عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ہم میں سے کون اس آگ سے بچتا ہے اور تمہیں معلوم ہو گا کہ ہمارے کون سی زمین کو نقصان پہنچتا ہے۔

**تشریح از شیخ مدنی** ہاں بمعنی سہل۔ سمرۃ جمع سمری کی بمعنی سردار قوم۔ حریق بمعنی احتراق مصدر کے یا محروق کے معنی ہیں۔ مستطیر بمعنی منتشر ہونے والی۔ پھیلنے والی۔ نذر بمعنی دور۔ بنو لوی قریش کو کہتے ہیں۔

**تشریح از شیخ زکریا** مولانا مکیؒ نے لکھا ہے کہ سمرۃ قریش اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ اس میں قریش مکہ کو اشارہ دیا گیا کہ تم عنقریب مغلوب ہو گے۔ اس لئے ابو سفیان نے جواب دیا۔ کیونکہ قریش اور بنو النضیر معاہدے تھے۔ تو حضرت حسانؓ نے کفار قریش کو عار دلائی کہ وہ اپنے بنو النضیر کی کوئی مدد نہ کر سکے۔ مسلمانوں پر ان کے کھجور جلانا آسان ہو گیا۔ کوئی مقابلہ نہیں ہوا۔ اور ابو سفیان کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ آگ کا پھیلنا ہمیں تو کوئی نقصان نہیں دے گا۔ کیونکہ ہماری ارض مکہ تو بہت دور ہے۔ اگر بالفرض وہ آگ بھڑکی تو وہ مدینہ پہنچ کر تمہارے گھروں کو جلائے گی ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ غرض یہ ہے کہ ہماری دعا بھی یہی ہے کہ یہ آگ لگی رہے تاکہ بویہ کے نواحی مدینہ تک پہنچ جائے جہاں تمہارے گھر ہیں۔ جو اس آگ سے جلیں گے۔ ہمارے گھر تو مکہ میں دور ہیں وہاں کیسے پہنچے گی۔

حدیث نمبر ۳۶۳۲ **حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَوْسٍ بْنُ الْحَدَّاقِ أَنَّ النَّصْرِيَّ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ دَعَاهُ إِذْ جَاءَهُ حَاجِبُهُ يَرْفَأُ فَقَالَ هَذَا لَكَ فِي عُثْمَانَ وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ وَالزُّبَيْرِ وَسَعْدُ يُسْتَأْذِنُونَ فَقَالَ نَعَمْ فَأَدْخَلَهُمْ فَلَبِثَ قَلِيلًا ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ هَذَا لَكَ فِي عَبَّاسٍ وَعَلِيٍّ يُسْتَأْذِنَانِ قَالَ نَعَمْ فَلَمَّا دَخَلَ قَالَ عَبَّاسُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ اقْضِ بَيْنِي وَبَيْنَ هَذَا وَهَٰذَا خُتُمَانِ**

فِي الَّذِي آفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَنِي النَّضِيرِ فَاسْتَبَ  
 عَلِيٌّ وَعَبَّاسٌ فَقَالَ الرَّهْطِيُّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ اقْضِ بَيْنَهُمَا وَارْحَ أَحَدَهُمَا  
 مِنَ الْآخِرِ فَقَالَ عُمَرُ اتَّبِعْهُمَا أَتَشُدُّكُمْ بِاللَّهِ الَّذِي يَأْذِينُ تَقْوَمُ السَّمَاءُ  
 وَالْأَرْضُ هَلْ تَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُورَثُ  
 مَا تَرَكَنَا صَدَقَةٌ يُرِيدُ بِذَلِكَ نَفْسَهُ قَالَوَاذْ قَالَ ذَلِكَ عُمَرُ عَلَى  
 عَبَّاسٍ وَعَلِيٍّ فَقَالَ أَتَشُدُّكُمْ بِاللَّهِ هَلْ تَعْلَمَانِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
 وَسَلَّمَ قَالَ ذَلِكَ قَالَا نَعَمْ قَالَ فَإِنِّي أَحَدُكُمْ عَنْ هَذَا الْأَمْرِ  
 إِنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ كَانَ خَصَّ رَسُولَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَا  
 الْفِي بَشَى لَمْ يُعْطِهِ أَحَدًا غَيْرَهُ فَقَالَ جَلَّ ذِكْرُهُ وَمَا آفَاءَ اللَّهُ عَلَى  
 رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ إِلَى قَوْلِهِ  
 تَدِيرُ فَكَانَتْ هَذِهِ خَالِصَةً لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 شَعْرًا وَاللَّهُ مَا اخْتَارَ هَادُونَكُمْ وَلَا اسْتَأْشَرَهَا عَلَيْكُمْ لَقَدْ أَعْطَاكُمْ مَرْمَا  
 وَقَسَمَهَا فِيكُمْ حَتَّى بَقِيَ هَذَا الْمَالُ مِنْهَا فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
 وَسَلَّمَ يُنْفِقُ عَلَى أَهْلِهِ نَفَقَةً سَنَتَيْنِ مِنْ هَذَا الْمَالِ شُرَيْخًا خَذُمًا بَقِيَ  
 فَيَجْعَلُهُ مَجْعَلُ مَالِ اللَّهِ فَعَمِلَ ذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 حَيَاتِهِ ثُمَّ تَوَفَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ فَنَاوِلْنِي  
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَبَضَهُ أَبُو بَكْرٍ فَعَمِلَ فِيهِ بِمَا عَمِلَ  
 بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنْتُمْ حِينَئِذٍ فَاقْبَلْ عَلَى عِلِّيٍّ وَ  
 عَبَّاسٍ وَقَالَ تَذْكُرَانِ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ فِيهِ كَمَا تَقُولَانِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَنَّهُ فِيهِ  
 لَصَادِقٌ بَارٌّ تَأْشِدُ تَابِعٌ لِلْحَقِّ ثُمَّ تَوَفَّى اللَّهُ أَبَا بَكْرٍ فَقُلْتُ أَنَا وَلِيٌّ  
 رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ فَقَبَضْتُهُ سَنَتَيْنِ مِنْ أَمَارَتِي  
 أَعَمَلْتُ فِيهِ بِمَا عَمِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ  
 وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَنِّي فِيهِ صَادِقٌ بَارٌّ تَأْشِدُ تَابِعٌ لِلْحَقِّ ثُمَّ جِئْتُ مَا فِي كِلَاكُمَا

وَعَلِمْتُكُمْ وَأَحَدَةً وَأَمْرُكُمْ جَمِيعٌ فَجِئْتَنِي يُعْنِي عِبَاسًا فَقُلْتُ  
لَكُمْ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُورَثُ مَا حَرَكْنَا  
صَدَقَةً فَلَمَّا بَدَأَ إِلَيَّ أَنْ أَدْفَعَهُ إِلَيْكُمْ قُلْتُ إِنْ شِئْتُمْ أَدْفَعْتُهُ إِلَيْكُمْ  
عَلَى أَنْ عَلَيْكُمْ مَعَهُدُ اللَّهِ وَمِيثَاقُهُ لَتَعْمَلَنَّ فِيهِ بِمَا عَمِلَ فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ وَمَا عَمِلْتُ فِيهِ مَذْذُولِيَّتٌ وَلَا فُلَا  
تُكَلِّمَانِي فَقُلْتُ مَا أَدْفَعُهُ إِلَيْكَ فَدَفَعْتُهُ إِلَيْكُمْ أَفْتَلِمْتُمَا هِيَ قِضَاءُ  
غَيْرِ ذَلِكَ فَوَاللَّهِ الَّذِي بِيَاذِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ لَا أَقْضِي فِيهِ بِقِضَاءٍ  
غَيْرِ ذَلِكَ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ فَإِنْ عَاجَزْتُ مَاعِنُهُ فَاذْفَعَا إِلَيَّ فَإِنَا الْكُفْيُكُمْ أَمْ  
قَالَ فَحَدَّثْتُ هَذَا الْحَدِيثَ عُرْوَةَ بْنُ الزُّبَيْرِ فَقَالَ صَدَقَ مَا لَكَ بِنُ أَوْسٍ  
أَنَا سَمِعْتُ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُولُ أَرْسَلَ أَزْوَاجُ  
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُثْمَانَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ تَسْأَلْنَهُ تُعْنَهُنَّ مِمَّا  
أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُنْتُ أَنَا أَرَدُهُنَّ فَقُلْتُ  
لَهُنَّ لَا تَتَّقِينَ اللَّهَ أَلَمْ تَعْلَمَنَّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ  
يَقُولُ لَا تُورَثُ مَا تَرَكَْنَا صَدَقَةً يُرِيدُ بِذَلِكَ نَفْسَهُ إِنَّمَا يَأْكُلُ  
أَلْ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَا الْمَالِ فَانْتَهَى أَزْوَاجُ النَّبِيِّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى مَا أَخْبَرْتُهُنَّ قَالَ فَكَانَتْ هَذِهِ الصَّدَقَةُ  
بِيَدِ عَلِيٍّ مَنَعَهَا عَلِيٌّ عِبَاسًا فَغَلَبَهُ عَلَيْهَا ثُمَّ كَانَ بِيَدِ حَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ  
ثُمَّ بِيَدِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ ثُمَّ بِيَدِ عَلِيٍّ بْنِ حُسَيْنٍ وَحَسَنِ بْنِ حُسَيْنٍ كِلَاهُمَا  
يَتَدَاوِلُهَا ثُمَّ بِيَدِ زَيْدِ بْنِ حُسَيْنٍ وَهِيَ صَدَقَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقًّا.

ترجمہ: مالک بن اوس بن الحدثنان النصیری خبر دیتے ہیں نے ان کو بلایا۔ جب کہ ان کے دربان  
یرفار نے آکر کہا کہ حضرت عثمانؓ عبد الرحمنؓ زبیرؓ اور سعدؓ آپ سے اندر آنے کی اجازت چاہتے ہیں۔  
تو انہوں نے فرمایا ہاں! ان کو آنے دو۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر آیا کہ حضرت عباسؓ اور علیؓ آنے کی

اجازت طلب کرتے ہیں۔ فرمایا ان کو بھی آنے دو۔ جب وہ دونوں اندر داخل ہوئے تو حضرت عباسؓ نے کہا اے امیر المؤمنین! آپ میرے اور اس کے درمیان فیصلہ کریں۔ وہ بنی النضیر کے ان باغات کے بارے میں جھگڑ رہے تھے جو بغیر لڑائی کے اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا تھا۔ حضرت علیؓ اور عباسؓ نے ایک دوسرے کو سخت سست کہا۔ تو اس جماعت بزرگان نے فرمایا۔ اے امیر المؤمنین! آپ ان دونوں کے درمیان فیصلہ کر کے بعض سے ایک کو دوسرے سے راحت پہنچائیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ جلدی مت کرو۔ میں تمہیں اس اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں جس کے حکم سے آسمان اور زمین قائم ہیں۔ کیا تمہیں علم ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ہماری وراثت نہیں چلتی جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ اس سے مراد آپؐ کی ذات مبارکہ تھی۔ ان سب نے کہا کہ واقعی یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں۔ پھر حضرت عمرؓ اور عباسؓ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور ان سے بھی پوچھا۔ کہ میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ تم بھی جانتے ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ ان دونوں نے ہاں میں جواب دیا۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اب میں تمہیں اس کی حقیقت بتاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فنی کامال اپنے رسول کے لئے خاص کر دیا۔ کہ اس میں سے کوئی چیز کسی کو نہ دیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے بغیر لڑائی کے ان یہود کی طرف سے آپؐ کو دیا۔ پس تم نے اس پر نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ آخر آیت قدر تک پڑھا۔ تو یہ خالص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھا۔ لیکن اللہ کی قسم! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے روک کر اپنے لئے اسے جمع نہیں کر لیا اور نہ ہی اس کو تمہارے اوپر ترجیح دے کر اپنے لئے خاص کر لیا۔ بلکہ وہ سب مال آپؐ نے تم کو دے دیا۔ اور اسے تمہارے اندر تقسیم کر دیا۔ یہاں تک کہ یہ باقی ماندہ مال رہ گیا۔ تو اس مال میں سے سال بھر کا خرچہ اپنے اہل و عیال پر کرتے تھے۔ پھر اس سے جو بچ جاتا اسے اللہ کے مال کی جگہ رکھ دیتے۔ کہ ہتھیار گھوڑے وغیرہ دوسری مسلمانوں کی ضروریات کی جاتیں۔ پس زندگي بھر آپؐ اس پر عمل پیرا رہے۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا۔ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین ہوں۔ تو ابوبکرؓ نے اس پر قبضہ کر لیا۔ اور جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس میں عمل کرتے تھے اسی طرح انہوں نے بھی خرچ کیا۔ اور تم سب حضرت

ان دنوں موجود تھے۔ پھر حضرت علیؓ اور عباسؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے کہ تمہیں اچھی طرح یاد ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ جیسا کہ تم کہتے ہو۔ اور اللہ جانتا ہے کہ وہ اس معاملہ میں سچے تھے۔ ہدایت یافتہ اور حق کے پیروکار تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ابوبکرؓ کو وفات دے دی۔ تو میں نے کہا۔ کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ کا جانشین ہوں۔ میں نے اپنی حکومت کے ابتدائی دور میں اس پر قبضہ رکھا۔ اور اس میں اسی طرح تصرف کیا جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیقؓ کرتے تھے۔ اور اللہ جانتا ہے کہ میں اس معاملہ میں سچا۔ نیکوکار۔ ہدایت یافتہ اور حق کا پیروکار رہا۔ پھر تم دونوں میرے پاس آئے۔ تم دونوں کا مطالبہ ایک تھا۔ اور میرا معاملہ اکٹھا تھا۔ پس اے عباس! تم میرے پاس آئے تو میں نے تم دونوں سے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ہم انبیاء کی وراثت نہیں چلتی۔ جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ و خیرات ہے۔ پس جب مجھے واضح ہوا کہ یہ مال فنی تمہارے سپرد کر دوں۔ تو میں نے اس شرط پر تمہیں دیا کہ تم دونوں عہد و پیمان دو کہ اس میں اسی طرح تصرف کرو گے۔ جیسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیقؓ کرتے تھے۔ اور جیسے اپنی امارت کے ابتدائی دور میں میں اس میں تصرف کرتا رہا۔ اگر آپ لوگ ایسا نہیں کر سکتے تو اس بارے میں میرے ساتھ بات چیت نہ کرنا۔ تم دونوں نے کہا کہ ہم اسی دستور کے مطابق عمل کریں گے۔ آپ ہمیں دے دیں۔ تو میں نے تمہارے سپرد کر دیا۔ اب اگر تم لوگ میرے سے کوئی اور فیصلہ کرنا چاہتے ہو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے حکم سے آسمان و زمین قائم ہیں۔ میں اس کے علاوہ قطعاً کوئی فیصلہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے۔ اگر تم عاجز ہو گئے ہو تو مجھے واپس کر دو۔ میں خود تمہارے بجائے ان کا انتظام کر لوں گا۔ امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث حضرت عروہ بن الزبیرؓ کو سنائی۔ اس نے کہا کہ مالک بن اوسؓ نے بالکل سچ کہا۔ میں نے بھی حضرت عائشہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ وہ فرماتی تھیں کہ حضرات ازواج مطہرات نے حضرت عثمانؓ کو حضرت ابوبکرؓ کے پاس بھیجنے کا پرہیز کرنا یا کہ وہ اپنے آٹھویں حصہ کا فنی کے مال سے مطالبہ کرنا چاہتی تھیں۔ میں نے انہیں روکتے ہوئے کہا کہ اللہ سے ڈرو۔ کیا تمہیں علم نہیں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے رہتے تھے کہ ہم انبیاء علیہم السلام کی وراثت نہیں چلتی۔

جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ سب صدقہ ہے۔ اس سے مراد آپ کی ذاتِ شریفہ ہوتی تھی۔ البتہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اہل و عیال اس مالِ فنی سے گزارے کے مطابق کھا سکتا ہے۔ یہ ان کی خصوصیت ہے۔ تو میری اطلاع اور خبر کرنے پر وہ سب بیبیاں یعنی ازواجِ مطہرات رک گئیں۔ وہ فرماتی تھیں کہ یہ صدقہ کامل حضرت علیؓ کے ہاتھ میں آیا۔ تو انہوں نے حضرت عباسؓ کو روک کر خود اس پر غلبہ حاصل کر لیا۔ پھر وہ حسن بن علیؓ کے ہاتھ میں آیا۔ بعد ازاں حسین بن علیؓ کے ہاتھ میں پھر علی بن حسینؓ اور حسن بن حسنؓ دونوں کے ہاتھ میں رہا۔ جو اس میں تصرف کرتے رہے۔ پھر یہ زید بن حسن کے قبضہ میں آیا۔ بہر حال یقیناً یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ ہی تھا۔

**تشریح از شیخ مدنی** | حضرت مالک بن اویس حضرت فاروق اعظمؓ کی مجلسِ شوریٰ کے ممبر تھے۔ یہ فاروقِ اعظمؓ کے دربان کا نام ہے۔ پہلے حضرت فاطمہ الزہراءؓ حضرت ابی بکر صدیقؓ سے میراث طلب کرنے کے لئے حاضر ہوئیں۔ تو صدیق اکبرؓ نے فرمایا۔ نحن معشر الانبیاء لا نرث ولا نؤرث ماترکنا فہو صدقۃ یعنی ہم انبیاء علیہم السلام کی جماعت نہ کسی کی جائداد کے وارث بنتے ہیں اور نہ ہی ہماری کوئی وراثت چلتی ہے۔ جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔ وہ یہ حدیث سن کر خاموشی سے واپس چلی گئیں۔ چھ ماہ بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ دوسرا وفد حضرت عباسؓ اور علیؓ پر مشتمل حضرت فاروق اعظمؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہتا ہے کہ آپ بہت سے کاموں میں مشغول ہوتے ہیں۔ آپ بنو نضیر وغیرہم والی زمین ہمیں دے دیں ہم اس کی خدمت کریں۔ فاروق اعظمؓ نے فرمایا۔ کہ انبیاء علیہم السلام کے مال میں میراث تو جاری نہیں ہوتا۔ اگر دستور نبوی کے مطابق تصرف کر کے زمین کی خدمت کرنا چاہتے ہو تو لے لو۔ اس شرط پر ان کو زمین مل گئی۔ جس پر ان دونوں چچا بھتیجا کا بہت جھگڑا ہوا۔ حضرت عباسؓ منظم آدمی تھے اور حضرت علیؓ بہت فیاض۔ نباہ نہ ہو سکا۔ اب تیسری مرتبہ تقسیم کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ کہ الگ الگ حصہ کر دیں۔ تاکہ جھگڑا نہ ہو۔ بعض لوگوں کو اشکال ہوا کہ جب ایک مرتبہ ان کو جواب مل گیا کہ میراث نہیں چلتی۔ تو پھر یہ بار بار آنے کا کیا مطلب ہے۔ تو کہا جائے گا کہ پہلی مرتبہ طلب میراث کے لئے آنا تھا۔ پھر دوسری مرتبہ تصرف حاصل کرنے کے لئے اور تیسری مرتبہ تقسیم کے لئے تھا اور تقسیم کرنے سے ملک ہو جاتا۔ ایک حصہ چچا کا اور لڑکی کے خاوند علیؓ کا حصہ ہو جاتا۔ تو میراث بن جاتی۔ اس لئے تقسیم نہیں کی گئی کیونکہ اصل تو یہی ہے۔

کہ مال غنیمت تو مملوک ہوتا ہے۔ اور اس کی تقسیم بھی ہو سکتی ہے۔ فنی کا مال مملوک نہیں ہو سکتا۔ وہ تمام مسلمانوں کا حق ہے۔ جس میں ہر ایک تصرف کر سکتا ہے۔ ملکیت کسی کی نہیں ہوتا۔ رد افض ملک کہتے ہیں۔ امٹذور علیہ نہ کرو۔ منعھا علی عباسا یعنی تصرف کرنے سے روک دیا۔ ورنہ ملگا کے تو آدھے کے حضرت عباسؓ اور آدھے کے حضرت علیؓ مستحق تھے۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | لم یعطہ احد اغیرہ <sup>۵۷۱</sup> مقصد یہ ہے کہ غانمین مجاہدین کا

اس میں حق نہیں ہے۔ ان ابابکر فیہ کا تقولان یعنی کیا وہ ظالم اور خائن تھا۔ اللہ جانتا ہے کہ وہ ایسا نہیں تھا بلکہ صادق بار راشد تھا۔

قلعہ علیہا غم کان بیدہ حسن بن علیؓ <sup>۵۷۲</sup> یہ سب حضرات اس مال فنی کے متولی تھے مالک نہیں تھے۔ باوجود تصرف کرنے اور متولی ہونے کے انہوں نے اس کو تقسیم نہیں کیا۔ پس اگر یہ مال حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت ہوتا۔ اور ابوبکرؓ نے اہل بیت رسالت پر ظلم کرتے ہوئے اسے روک لیا تھا۔ تو جب حضرت علیؓ کو اقتدار ملا تو وہ تقسیم کر دیتے۔ یا حضرت علیؓ کے بعد آنے والے متولی حضرات ہی تقسیم کر دیتے۔ لیکن جب ان میں سے کسی نے تقسیم نہیں کیا۔ تو معلوم ہوا کہ یہ اراضی ان حضرات کے نزدیک بھی صدقہ تھی ملکیت نہ تھی۔

**تشریح از شیخ زکریا** | اندسہ آیت وحدیث کا یہ ہوا کہ جب تم لوگوں نے اس مال فنی کا مال

کرنے میں کوئے مشقت نہیں اٹھائی بغیر قتال و جدال کے یہ مال اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا۔ تو اب ان کی مرضی یہ ہے۔ جس طرح اس میں تصرف فرمائیں۔ چنانچہ آپؐ نے اس کو غانمین پر تقسیم نہیں فرمایا۔ بلکہ مہاجرین میں تقسیم کر دیا انصار کو کچھ بھی نہ دیا۔ سوائے تین آدمیوں کے جو فقیر تھے۔ بنا بریں آیت مجملہ ہے۔ جس کو دوسری آیت ما افاء اللہ علی رسولہ من اهل القرای سے بیان کر دیا۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ آیت ادلیٰ تو اموال بنو النفیر کے ساتھ خاص ہے اور دوسری آیت ان اموال فنی کے بارے میں ہے۔ جو جمیع قرنی سے حاصل ہوں۔ قاضی عیاضؒ نے صدقات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر کے بارے میں فرمایا ہے۔ کہ ان احادیث کے اندر جو ذکر ہے وہ تین قسم کے حقوق ہیں ایک تو وہ جو آپؐ کو حصہ کئے گئے دوسرے جو بنی نفیر کے جلا وطن بنے پر آپؐ کو مال فنی کا خاص طور پر ہتھار قرار دیا گیا تیسرا آپؐ کا وہ حصہ جو خمس خیر اور فک وغیرہ سے آپؐ کو حاصل ہوا۔ جن میں اور کسی کا کوئی حق نہیں تھا۔

یہ سب خالص آپ کے مملوک تھے۔ جن کو آپ اہل و عیال کے نفقہ اور مصالح مسلمین پر خرچ کرتے تھے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ان کی ملکیت ختم ہو گئی۔ اب وہ سب صدقہ ہیں۔ جس پر خود اہل بیت کا عمل بھی رہا ہے۔

جامعہ خائن کی تائید خود صحیح بخاری کتاب النفقات میں آرہی ہے جس کے الفاظ ہیں۔ وانما حینئذ تزعم ان ابابکر کذا کذا واللہ یعلم انه فیہا صادق الا اور مسلم شریف میں اس سے زیادہ واضح الفاظ ہیں فرمایا ماہ کا ذبا انما غادرا خائنا واللہ یعلم انه لصادق بار الا غلب علی عباسا علامہ عینی اور قسطلانی اور کرمانی نے بھی یہی کہا ہے کہ حضرت علیؑ نے تصرف میں غلبہ حاصل کر لیا۔ یہ نہیں کہ محاصل ان کے ملک ہو گئے۔

لکان علی اولی بالتقسیم خطابی فرماتے ہیں کہ بعد ازاں حضرت عباسؑ غالب آگئے اور ان کے دور خلافت میں وہی قابض رہے۔ تو ان روایات سے ثابت ہوا کہ حضرت علیؑ اور عباسؑ کا جھگڑا ملک میراث میں نہیں تھا۔ ورنہ جب خلافت ان کو ملی تھی تو وہ اسے اپنی جاگیر بنا لیتے۔ انہوں نے اس دور میں بھی اسے صدقہ قرار دیا۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ عبداللہ بن حسن کے دور تک یہی حال رہا۔ البتہ بعد میں بنو عباس نے اس پر قبضہ مالکانہ کر لیا۔ اور حضرت علیؑ نے جو غلبہ حاصل کیا۔ تو وجہ یہ ہوئی۔ کہ حضرت عباسؑ خلافت عثمان میں اس تولیت سے اعراض کر لیا تھا۔ بعد میں ان کے خاندان میں تولیت رہی۔

حدیث نمبر ۳۶۳۳ حَدَّثَنِي اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوسَى الْاَعَنِي عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ فَاطِمَةَ وَنَبَّاسِ ابْنِ اَبِي بَكْرٍ يَلْتَمِسَانِ مِيرَاثَهُمَا اَرْضَهُ مِنْ قَدَاحٍ وَسَهْمَهُ مِنْ خَيْبَرَ فَقَالَ اَبُو بَكْرٍ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تُورَثُ مَا تَرَكَنَا صَدَقَةً اِنَّمَا يَأْكُلُ الْمُحَمَّدِيُّ فِي هَذَا الْعَمَالِ وَاللّٰهُ لَقَرَابَةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ إِلَيَّ اَنْ أَصِلَ مِنْ قَرَابَتِي۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ کہ حضرت فاطمہؓ اور حضرت عباسؑ دونوں حضرت ابوبکرؓ کے پاس آکر اپنی میراث طلب کرنے لگے۔ آپؓ کی زمین جو فدک میں سے تھی اور آپؓ کا جو حصہ خمس کا خیر میں سے تھا۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔ فرماتے تھے کہ ہماری وراثت جاری نہیں ہوتی۔ جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا



خاندان اس مال فنی میں سے کھاتا رہے گا۔ اللہ کی قسم! جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ داری مجھ اپنی رشتہ داری سے زیادہ عزیز ہے کہ میں اس سے بہتر سلوک کروں۔

## بَابُ قَتْلِ كَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ

ترجمہ۔ کعب بن اشرف یہودی قرظی تھا۔ شاعری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرتا تھا۔ اور ساٹھ آدمیوں کا دندلے کر قریش مکہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لڑائی پر کسانے کے لئے مکہ معظمہ گیا تھا۔ ایسے سازشی کا قتل کرنا عین صواب ہے۔

حدیث نمبر ۳۶۳۴ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ السَّعْتِيُّ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَكَ كَعْبُ بْنُ الْأَشْرَفِ فَإِنَّهُ قَدْ أَذَى اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَامَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتُحِبُّ أَنْ أَقْتُلَهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاذْنِ لِي أَنْ أَقُولَ شَيْئًا قَالَ قُلْ فَاتَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَقَالَ إِنَّ هَذَا الرَّجُلُ قَدْ سَأَلَ نَاصِدَةً وَإِنَّهُ قَدْ عَتَانَا وَإِنِّي قَدْ أَتَيْتُكَ أَسْتَسْلِفُكَ قَالَ وَآيُضًا وَاللَّهِ لَتَمَلِكُنَّه قَالَ إِنَّا قَدْ اتَّبَعْنَاهُ فَلَا تُحِبُّ أَنْ تَدْعَهُ حَتَّى نَنْظُرَ إِلَى أَمْرِ شَيْءٍ يَصِيرُ شَأْنُهُ وَقَدْ أَرَدْنَا أَنْ تَسْلِفَنَا وَسُقَا أَوْ وَسُقَيْنِ وَحَدَّثَنَا عُمَرُ وَغَيْرُ مَثَرَةٍ فَلَمْ يَذْكُرْ وَثِقًا أَوْ وَثِقَيْنِ فَقُلْتُ لَهُ فِيهِ وَسُقَا أَوْ وَسُقَيْنِ فَقَالَ أَرَى فِيهِ وَسُقَا أَوْ وَسُقَيْنِ فَقَالَ نَعَمْ إِنْ رَهْنُوْنِي قَالُوا أَمَّا شَيْءٌ تُرِيدُ قَالَ أَرَهْنُوْنِي نِسَاءَكُمْ قَالُوا كَيْفَ نَرَهْنُكَ نِسَاءَنَا وَأَنْتَ أَجْمَلُ الْعَرَبِ قَالَ فَارَهْنُوْنِي أَبْنَاءَكُمْ قَالُوا كَيْفَ نَرَهْنُكَ أَبْنَاءَنَا فَيَسَبُّ أَحَدُهُمْ فَيَقَالُ رُهْنٌ يَوْسُقِي أَوْ وَسُقَيْنِ هَذَا عَارٌ عَلَيْنَا وَلَكِنَّا نَرَهْنُكَ الْأَمَّةَ قَالَ سُفْيَانُ يَعْنِي السِّلَاحَ فَوَاعَدَهُ أَنْ يَأْتِيَهُ فَبَجَاءَهُ لِيَأْخُذَ مَعَهُ أَبُونَا إِثْلَةً وَهُوَ أَخُو كَعْبٍ مِنَ الرِّضَاعَةِ فَدَعَاهُمْ إِلَى الْحِصْنِ فَنَزَلَ إِلَيْهِمْ فَقَالَتْ لَهُ امْرَأَتُهُ أَيْنَ تَخْرُجُ هَذِهِ السَّاعَةَ فَقَالَ إِنَّمَا هُوَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ وَأَخِي أَبُونَا إِثْلَةً وَقَالَ غَيْرُ عُمَرُو

قَالَتْ أَسْمَعُ صَوْتًا كَأَنَّهُ يَقْطُرُ مِنْهُ الدَّمُ قَالَتْ إِنَّمَا هُوَ أَخِي مُحَمَّدُ بْنُ  
مُسْلِمَةَ وَرَضِيْعِي أَبُو نَائِلَةَ إِنَّ الْكَرِيمَ لَوُدُّعِي إِلَى طَعْنَةٍ بَلِيلٍ لِأَجَابِ  
قَالَ وَيَدْخُلُ مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمَةَ مَعَهُ رَجُلَيْنِ قِيلَ لِسُفْيَانَ سَمَاهُ  
عَمْرُو قَالَ سَمِعْتُ بَعْضَهُمْ قَالَ عَمْرُو جَاءَ مَعَهُ بِرَجُلَيْنِ وَقَالَ غَيْرُ عَمْرُو  
أَبُو عَبْسِ بْنِ جَبْرِ وَالْحَارِثُ بْنُ أَوْسٍ وَعَبَادُ بْنُ يُشْرِقَ قَالَ عَمْرُو جَاءَ مَعَهُ  
بِرَجُلَيْنِ فَقَالَ إِذَا مَا جَاءَ فَإِنِّي قَاتِلٌ بِشَعْرِهِ فَأَشْمُهُ فَإِذَا رَأَيْتُمُونِي  
أَسْتَمَكْنْتُ مِنْ رَأْسِهِ فَذَوْنَكُمْ فَاضْرِبُوهُ وَقَالَ مَرَّةً ثَمَّ أَشْمُكُمْ  
فَنَزَلَ إِلَيْهِمْ مُتَوَشِّحًا وَهُوَ يَنْفَخُ مِنْهُ رِيحُ الطَّيِّبِ فَقَالَ مَا رَأَيْتُ  
كَالْيَوْمِ رِيحًا أَيْ أَطْيَبَ وَقَالَ غَيْرُ عَمْرُو قَالَ عِنْدِي أُعْطِرُ نِسَاءَ  
الْعَرَبِ وَأَكْمَلُ الْعَرَبِ قَالَ عَمْرُو فَقَالَ أَتَأْذُنُ لِي أَنْ أَشْمُ رَأْسَكَ قَالَ  
نَعَمْ فَشَمَّهُ ثَمَّ أَشْمَ أَصْحَابَهُ ثَمَّ قَالَ أَتَأْذُنُ لِي قَالَ نَعَمْ فَلَمَّا اسْتَمَكَّنَ  
مِنْهُ قَالَ دُونَكُمْ فَفَقَتَلُوهُ ثَمَّ أَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرُوهُ

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ  
کعب بن اشرف کے قتل کرنے کا کون ذمہ لیتا ہے۔ کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو بہت  
تکلیف پہنچائی ہے تو حضرت محمد بن مسلمہؓ اٹھ کھڑے ہوئے۔ کہنے لگے اے اللہ کے رسول! اگر آپ کو  
پسند ہو تو میں اسے قتل کر دوں گا۔ آپ نے فرمایا ہاں پسند ہے۔ تو اس نے کہا پھر مجھے اجازت دیجیے  
کہ میں آپ کے بارے میں کچھ کہہ دوں۔ آپ نے فرمایا کہہ دو۔ چنانچہ حضرت محمد بن مسلمہؓ اس کعب بن  
اشرف کے پاس آئے۔ کہنے لگے کہ اس آدمی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے چندے  
مانگ مانگ کر ہمیں تو تنگ کر دیا ہے۔ اب میں آپ کے پاس کچھ قرضہ لینے کے لئے آیا ہوں۔ اس نے  
کہا و اللہ! ابھی تو وہ تمہیں اور تنگ کرے گا۔ انہوں نے فرمایا۔ اب ہم کیا کریں۔ بے شک ہم لوگ  
آپ سے بیعت کر چکے ہیں یا پیروکاری کا عہد کر چکے ہیں۔ پس پسند نہیں کرتے کہ آپ کو چھوڑ دیں۔  
یہاں تک کہ دیکھ لیں کہ آپ کے دین کا اونٹ کس کمر وٹ بیٹھتا ہے۔ ہمارا ارادہ یہ ہے کہ آپ ہمیں  
ایک دسق یا دو دسق اناج قرضہ پر دے دیں۔ (دسق ساٹھ صاع کا اور صاع چار سیر کا ہوتا ہے) یعنی

چھ من اناج ادھار دے دیں۔ سفیان فرماتے ہیں کہ عمرو نے ہمیں کئی مرتبہ حدیث سنائی۔ لیکن اس میں دستق یاد و دستق کا ذکر نہیں کیا۔ تو میں نے ان سے پوچھا کہ کیا دستق یاد و دستق کے الفاظ حدیث میں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میرا گمان ہے کہ یہ الفاظ دستق یاد و دستق کے موجود ہیں۔ تو کعب نے کہا کہ ہاں! لیکن کوئی چیز میرے پاس گمادی رکھو۔ انہوں نے پوچھا۔ آپ کیا رکھنا چاہتے ہیں۔ اس نے کہا اپنی عورتیں گمادی رکھ دو۔ انہوں نے کہا۔ عورتیں کیسے گمادی رکھیں۔ حالانکہ آپ تو عرب کے خوب صورت ترین آدمی ہیں۔ عورتیں تو تجھ پر لٹو ہو جائیں گی۔ اس نے کہا کہ پھر اپنے بیٹوں کو گمادی رکھ دو۔ انہوں نے کہا بیٹے کیسے گمادی رکھیں۔ جب انہیں گالی ملے گی تو کہا جائے گا کہ تمہیں تو ایک دستق یاد و دستق کے بدلے گمادی رکھا گیا۔ یہ تو ہمارے لئے شرم کی بات ہے۔ لیکن ہم آپ کے پاس زرہ گمادی رکھتے ہیں۔ سفیان فرماتے ہیں کہ مقصد ہتھیار گمادی رکھنا ہے۔ چنانچہ وہ اس سے واپس آنے کا وعدہ کر آئے۔ پھر رات کو اس کے پاس گئے۔ کہ ابونا نلکہ بھی اس کے ہمراہ تھا۔ وہ کعب بن اشرف کا بھائی لگتا تھا۔ تو اس نے ان کو اپنے قلعہ کی طرف بلایا۔ اور ان کے لئے بالاخانہ سے نیچے اترا آیا۔ اس کی بیوی عقیلہ کا ہنہ نے اس سے کہا بھی کہ اس وقت کہاں جا رہے ہو۔ اس نے کہا۔ بس ایک تو محمد بن مسلمہ ہے اور دوسرا میرا رضاعی بھائی ابونا نلکہ ہے۔ عمرو کے علاوہ دوسرے راوی فرماتے ہیں کہ اس دہن نے یہ بھی کہا کہ میں تو ایسی آواز سن رہی ہوں جس سے گویا کہ خون کے قطرے ٹپک رہے ہیں۔ اس نے کہا نہیں ایک تو میرا بھائی محمد بن مسلمہ ہے اور دوسرا میرا دودھ پیتا بھائی ابونا نلکہ ہے۔ اگر کسی شریف آدمی کو رات کے وقت نیزہ زنی کی طرف بلایا جائے۔ تو اسے یہ دعوت قبول کر لینی چاہیے۔ راوی کہتا ہے کہ محمد بن مسلمہ نے ابونا نلکہ کے ہمراہ دو اور آدمی بھی اندر داخل کر لئے۔ سفیان سے پوچھا گیا۔ کیا عمرو نے ان کا نام لیا تھا۔ تو اس نے کہا کہ بعض کا نام لیا تھا۔ عمرو کی روایت میں ہے۔ جاء معہ برہلیہ فقال اذا جاءوا اور غیر عمرو نے کہا کہ وہ آدمی ابو عبس بن جبر اور عمارث بن اوس اور عباد بن بشر تھے۔ اور عمرو کی عبارت ہے کہ جاء معہ برہلیہ تو اس نے کہا جب کعب آجائے تو میں اس کے بالوں کو پکڑ کر سونگھوں گا۔ جب مجھے دیکھو کہ میں نے اس کے سر کو خوب قابو کر لیا ہے۔ تو تم اس کو پکڑ کر تلواریں مار مار کے ختم کر دینا۔ اور کبھی یوں کہتا تھا۔ کہ میں تمہیں بھی سونگھواؤں گا۔ بہر حال کعب ان کی طرف بالاخانہ سے نیچے اترا کہ کپڑے یا تلوار کو گلے کاٹا بنایا ہوا تھا۔ کہ اس سے خوشبو مہک رہی تھی تو حضرت محمد بن مسلمہ

نے کہا کہ آج کے دن کی طرح تو میں نے کوئی عمدہ خوشبو نہیں دیکھی۔ اور غیر عمر و کا بیان ہے کہ اس نے کہا میرے پاس وہ عورت ہے جو عرب کے سردار اور عرب کے کامل ترین آدمی سے زیادہ خوشبو اور عطر استعمال کرنے والی ہے۔ عمر و کا کہنا ہے کہ حضرت محمد بن مسلمہؓ نے پوچھا کہ کیا مجھے اجازت ہے کہ میں تمہارے سر کی خوشبو سونگھ لوں۔ اس نے کہا ہاں سونگھ لو۔ تو انہوں نے خود بھی سونگھا اور اپنے ساتھیوں کو بھی سونگھوایا۔ پھر دوسری دفعہ کہا کہ یہ تو بہتر خوشبو ہے۔ کیا اب بھی سونگھنے کی اجازت ہے اس نے کہا ہاں۔ تو جب انہوں نے پوری طرح گرفت میں لے لیا۔ تو کہا کہ پکڑ لو۔ پس انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ بعد ازاں وہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو اس پر سارے واقعہ کی اطلاع دی۔

**تشریح از شیخ مدنی** اکعب بن اشرف بنو النضیر سے بطور موالات کے تھا۔ اس کا باپ اشرف بنو نبھان میں سے تھا۔ اشرف نے کسی آدمی کو قتل کیا تھا۔ تو وہاں سے بھاگ کر مدینہ منورہ میں بنو النضیر کا حلیف بن گیا۔ تجارت شروع کی جس سے اسے بہت نفع ہوا۔ بنو عقیق کی لڑکی سے شادی رچائی۔ اس سے کعب پیدا ہوا۔ جو ماں باپ کی عزت کی وجہ سے عزت والا بن گیا۔ یہ شاعر بھی تھا عمدہ قصائد لکھا کرتا تھا۔ جب جنگ بدر ختم ہو گئی تو اس کی ایذا رسانی اور بھی زیادہ ہو گئی۔ تشیب کے اشعار میں صحابہ کرام کی عورتوں کے بارے میں بدگوئی کرتا تھا۔ قریش کو عار دلاتا تھا کہ تم سے کچھ نہ ہو سکا۔ اور ساٹھ آدمیوں کا دندلے جا کر مکہ معظمہ میں قریش سے حلف لے کر انہیں مسلمانوں سے جنگ کرنے پر آمادہ کیا۔ مال اسباب اور تعاون کا یقین دلایا۔ وہاں سے واپسی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی کہ جب آپ مکان کے اندر تشریف لے آئیں۔ تو سب لوگ یکبارگی حملہ کر کے آپ کو شہید کر دیں۔ آپ اپنی وسعت اخلاق اور تالیفِ قلوب کے لئے تشریف لائے۔ جبرائیل علیہ السلام نے ان یہودیوں کی سب کا روائی سے آپ کو مطلع کر دیا۔ اور آپ کو اپنے پیروں میں چھپا کر لے آئے۔ یہود کو خبر نہ ہو سکی بہر حال آپ نے واپس آکر یہ الفاظ فرمائے کہ اس کی ایذا رسانی کی حد ہو گئی ہے۔ اب ان امور مذکورہ بالا میں سے ایک ایک امر ایسا ہے جو قتل کا موجب بن سکتا ہے۔ محمد بن مسلمہؓ کعب بن اشرف کے بھانجے لگتے تھے۔ جو کہ اشعار میں جھوٹ بولنا پڑتا ہے۔ اگر وہ اشعار آپ تک پہنچ جاتے تو آپ کو سخت تکلیف ہوتی۔ اس لئے پیشگی آپ سے اجازت طلب کر لی۔ آپ نے اجازت دے دی۔

استثافت سلف سے ماخوذ ہے۔ بیع سلم یا قرض مانگنا دونوں معنی صحیح ہیں۔ لفظ ملول سے ماخوذ ہے۔ اکتا جانا۔ دستق ساتھ صاع کا اور صاع چار مد کا اور ایک مد دو رطل کا اور ایک رطل آدھ سیر کا ہوتا ہے۔ ارھنونی گروسی رکھنا۔ لامہ دراصل زرہ کو کہتے ہیں۔ لیکن اس جگہ عام آلات حرب مراد ہیں۔ اس طرح آنے میں حکمت یہ تھی کہ رہن کے مال پہنچانے کی صورت میں رکاوٹ کوئی نہیں ہوگی۔ اسمع صوتا کعب بن اشرف نے ابھی تازہ شادی کی تھی اور عرب میں شادی کے موقع پر عطر کا استعمال بہت زیادہ ہوتا تھا۔ اس کی بیوی نے اسے بہت عطر لگایا۔ کیونکہ یہ مالدار تھا۔ سوڈان اور یمن سے عطر مشک وغیرہ بکثرت منگایا کرتا تھا۔ جب یہ نکلنے لگا تو اس کی بیوی نے فراست یا کہانت سے عداوت کی آواز پہچان لی۔ وہ آڑے آئی تو اس نے کہا کہ ایک میرا بھانجا ہے دوسرا رضاعی بھائی ہے ان سے کیا خوف و خطر ہو سکتا ہے۔ آواز سے پہچان لینا یہ ذکاوت کی دلیل ہے۔

قائل لفظ قول افعال عامہ میں سے ہے۔ اس جگہ آخذ کے معنی میں ہے۔ نفع کے معنی لپیٹ مارنا۔ مہکنا۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | دھوا ابو کعب بن الرضاۃ ص ۵۶۶ محمد بن مسلمہ بھی اس کا رضاعی بھائی تھا۔ اس لئے جن روایات میں اخي محمد بن مسلمہ آیا ہے۔ اس سے منافات لازم نہ آئے گی۔ ویسے رشتہ میں بھانجا بھی لگتا تھا۔

کامنہ یقظ منہ الدم شاید وہ دہن کا ہنہ بخومی تھی۔ جنات وغیرہ کے جوڑ سے تو کاہنوں کی قوت خیالیہ کو تقویت ملتی ہے۔ بنا بریں ان کا گمان خطا نہیں جاتا۔ اگر وہ کاہنہ نہیں تھی تو بھی احتمال ہے کہ اس نے فراست سے سمجھ لیا ہو۔ جس کے کئی مراتب ہیں۔ بعض کو ایسی مہارت ہوتی ہے کہ وہ ایک بات کو سمجھ لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ دوسرے کی سمجھ نہیں پہنچ سکتی۔ عرب کے فال نکلنے والے لوگ اسی قبیلہ سے تھے۔ کہ محض پرندہ کی آواز سے وہ بات سمجھ لیتے تھے۔ جو دوسرا نہیں سمجھ سکتا تھا۔

لودعی الی طعنۃ الخیہ عذر نزول میں ترقی ہے۔ کہ اگر کسی شریف آدمی کو رات کے وقت ہلاکت کی طرف بلایا جائے تو اسے چلا جانا چاہیے۔ اب میں کیسے رک سکتا ہوں۔ جبکہ انہوں نے مجھے ایک ضروری کام کے لئے بلایا ہے۔ اور وہ ضرورت بھی میری ہے۔ کہ رہن کا سامان لے آئے ہیں۔ رات کو آنے کا فیصلہ اس لئے کیا گیا۔ تاکہ کسی کو قرض لینے کی اطلاع نہ ہو سکے۔ اگر یہ لیں دیں گے وقت ہوتا تو پھر یہ

ممکن نہیں تھا۔ دوسرے آدمی ساتھ اس لئے کہ لئے تاکہ وہ انلج کا بوجھ اٹھانے میں مدد دیں۔  
 ہر جلیں میں زیادہ کی نفی نہیں ہے۔ تو اب پانچ آدمی ہو گئے۔  
**تشریح از شیخ زکریا** | ابونا نکر کے متعلق کہتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں کعب کا ندیم تھا۔  
 اُسٹے شراب پیتے تھے۔ اس لئے اس کا میلان اس کی طرف تھا۔  
 کانت تکھن حافظ نے کلبی سے نقل کیا ہے کہ وہ عورت اسے چمٹ گئی۔ اور کہنے لگی کہ ٹھہر جاؤ  
 میں اس آواز کے ساتھ خون کی سرخی دیکھ رہی ہوں۔ کہانت کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ عرب  
 ہر اس شخص کو کاہن کہتے تھے جو کسی چیز کے واقع ہونے سے قبل اس کی اطلاع دے دے بعض میں  
 بخات سے مدد حاصل کرتے تھے۔ بعض ظن اور تخمین سے کام لیتے تھے۔ اور کبھی تجربہ اور عادت کی بنا  
 پر بات کرتے تھے۔  
 لہذا اترق منہ یعنی اگر دماغ کوئی لڑائی جھگڑا ہوا تو میں اس کے لائق ہوں۔ مواہب میں ہے  
 کہ یہ پانچوں قبیلہ اس کے آدمی تھے۔

**بَابُ قَتْلِ أَبِي رَافِعٍ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي الْحَقِيقِ**  
 وَيُقَالُ سَلَامُ بْنُ أَبِي الْحَقِيقِ كَانَ يَخْبِرُ وَيُقَالُ فِي حِصْنٍ لَهُ بِأَرْضِ  
 الْحِجَازِ وَقَالَ الزُّهْرِيُّ هُوَ بَعْدَ كَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ۔

ترجمہ۔ ابو رافع عبد اللہ بن ابی الحقیق یہودی کا قتل ہونا۔ جسے سلام بن ابی الحقیق بھی کہا  
 جاتا تھا۔ وہ خیبر میں رہتا تھا۔ اور کہا جاتا ہے کہ حجاز کی سرزمین میں اس کا ایک قلعہ تھا۔

امام زہری فرماتے ہیں کہ یہ قتل کعب بن الاشرف کے قتل کے بعد ہوا ہے۔  
**حدیث نمبر ۳۶۳۵** حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ عَنْ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ  
 بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَهْطًا إِلَى أَبِي رَافِعٍ فَدَخَلَ عَلَيْهِ  
 عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَتِيكَ بَيْتَهُ لَيْلًا وَهُوَ نَائِمٌ فَقَتَلَهُ۔

ترجمہ۔ حضرت براء بن عازب فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو رافع  
 یہودی کے قتل کرنے کے لئے ایک جماعت بھیجی تو حضرت عبد اللہ بن عتیک رات کے وقت جب کہ

وہ سو رہا ہوا تھا۔ اس کے گھر میں گھس گئے۔ بس اسے قتل کر دیا۔

**حدیث نمبر ۳۶۳۶** حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُوسَى <sup>عَنِ الْبَرَاءِ</sup> قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أَبِي رَافِعٍ الْيَهُودِيِّ رَجُلًا مِّنَ الْأَنْصَارِ فَاَمَرَ عَلَيْهِمْ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمِيكٍ وَكَانَ أَبُو رَافِعٍ يُؤْذِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُعِينُ عَلَيْهِ رَكَانٌ فِي حِصْنٍ لَهُ بِأَرْضِ الْحِجَازِ فَلَمَّا دَنَوْا مِنْهُ وَقَدْ غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَرَاحَ النَّاسُ بِسَرَجِهِمْ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ لِأَصْحَابِهِ اجْلِسُوا مَكَانَكُمْ فَإِنِّي مُنْطَلِقٌ وَمَتَلَطَّفْ لِلْبَوَّابِ لَعَلِّي أَنَا دَخَلْتُ فَأَقْبَلَ حَتَّى دَنَا مِنَ الْبَابِ ثُمَّ تَقَرَّعَ بِثَوْبِهِ كَأَنَّهُ يَقْضِي حَاجَةً وَقَدْ دَخَلَ النَّاسُ فَهَتَفَ بِهِ الْبَرَاءُ يَا عَبْدُ اللَّهِ إِنْ كُنْتَ تُرِيدُ أَنْ تَدْخُلَ فَادْخُلْ فَإِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُغْلِقَ الْبَابَ فَدَخَلْتُ فَاكْمَنْتُ فَلَمَّا دَخَلَ النَّاسُ أَغْلَقَ الْبَابَ ثُمَّ غَلَقَ الْأَغْلَاقَ عَلَى وَتٍ قَالَ فَقَعْتُ إِلَى الْأَقَالِيدِ فَاخَذْتُهَا فَفَتَحْتُ الْبَابَ وَكَانَ أَبُو رَافِعٍ يَسْمَعُ عِنْدَهُ وَكَانَ فِي عِلَاقَةٍ لَهُ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْهُ أَهْلُ سَمِيرِهِ صَعِدْتُ إِلَيْهِ فَجَعَلْتُ كُلَّمَا فَتَحْتُ بَابًا أَغْلَقْتُ عَلَى مَنْ دَاخِلٍ فَقُلْتُ إِنْ الْقَوْمُ لَوْنَدِرُوا مِنِّي لَمْ يَخْلُصُوا إِلَيَّ حَتَّى أَقْتُلَهُ فَاثْمَيْتُ إِلَيْهِ فَإِذَا هُوَ فِي بَيْتٍ مُّظْلِمٍ وَسَطِ عِيَالِهِ لَا أَدْرِي أَيْنَ هُوَ مِنَ الْبَيْتِ فَقُلْتُ يَا أَبَا رَافِعٍ قَالَ مِنْ هَذَا فَاهْوَيْتُ نَحْوَ الصَّوْتِ فَأَضْرِبُهُ ضَرْبَةً بِالسَّيْفِ وَأَنَادِ هَشْ فَمَا أَغْنَيْتُ شَيْئًا وَصَاحَ فَخَرَجْتُ مِنَ الْبَيْتِ فَاكْمَنْتُ غَيْرَ بَعِيدٍ ثُمَّ دَخَلْتُ إِلَيْهِ فَقُلْتُ مَا هَذَا الصَّوْتُ يَا أَبَا رَافِعٍ فَقَالَ لِأَمِيكَ الْوَيْلُ إِنَّ رَجُلًا فِي الْبَيْتِ ضَرَبَنِي قَبْلَ بِالسَّيْفِ قَالَ فَأَضْرِبُهُ ضَرْبَةً أَثْخَنَتْهُ وَلَمْ أَقْتُلْهُ ثُمَّ وَضَعْتُ طَبَّةَ السَّيْفِ فِي بَطْنِهِ حَتَّى أَخَذَ فِي ظَهْرِهِ فَعَرَفْتُ أَنِّي قَتَلْتُهُ فَجَعَلْتُ أَفْتَحُ الْأَبْوَابَ بَابًا بِأَبَا حَتَّى أَتَيْتُ إِلَى دَرَجَةٍ لَهُ فَوَضَعْتُ رِجْلِي وَأَنَا أَرَى أَنِّي قَدْ أَتَيْتُ إِلَى الْأَرْضِ فَوَقَعْتُ فِي لَيْلَةٍ مُّقْمَرَةٍ فَاثْمَكَسَرْتُ سَاقِي فَعَصَبْتَهَا بِعِمَامَةٍ ثُمَّ انْطَلَقْتُ حَتَّى جَلَسْتُ عَلَى الْبَابِ فَقُلْتُ لَا أَخْرُجُ اللَّيْلَةَ حَتَّى أَعْلَمَ

أَقْتَلْتُهُ فَلَمَّا صَاعَ الدِّيكُ قَامَ النَّاسُ عَلَى السُّورِ فَقَالَ أَنَّى أَبَارِافُجُ تَاجِدُ  
أَهْلُ الْحِجَازِ فَأَنْطَلَقْتُ إِلَى أَصْحَابِي فَقُلْتُ التَّجَاءُ فَقَدْ قَتَلَ اللَّهُ أَبَارِافُجَ  
فَأَنْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثْتُهُ فَقَالَ ابْسُطْ رِجْلَكَ  
فَبَسَطْتُ رِجْلِي فَمَسَحَهَا فَكَانَتْهَا لَمْ أَشْتِكْهَا قَطُّ -

ترجمہ۔ حضرت برادر فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابورافع یہودی کے قتل کرنے کے لئے انصار کے کچھ آدمی بھیجے۔ جن پر امیر حضرت عبداللہ بن عتیکؓ کو مقرر فرمایا۔ ابورافع جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچاتا تھا۔ اور آپ کے خلاف لوگوں کو بھڑکاتا۔ اور ان کی امداد کرتا تھا۔ اور وہ حجاز کی سرزمین میں ایک قلعہ میں رہتا تھا۔ جب یہ حضرات اس قلعہ کے قریب پہنچے تو سورج غروب ہو چکا تھا۔ اور لوگ اپنے مال مویشی واپس گھروں کو لا رہے تھے۔ حضرت عبداللہؓ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم اپنی اس جگہ پر بیٹھ جاؤ۔ میں جاتا ہوں اور دربان سے کوئی حیلہ سازی کرتے ہوئے شاید میں اندر داخل ہو جاؤں۔ چنانچہ وہ روانہ ہوئے اور دروازے کے قریب پہنچ گئے۔ پھر اپنے سر پر کپڑا ڈال دیا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ قضا حاجت کمرہ لے رہے ہیں جب کہ لوگ داخل ہو چکے تھے۔ دربان نے ان کو آواز دی کہ اے اللہ کے بندے! اگر تو نے اندر داخل ہونا ہے جلدی آکر داخل ہو جاؤ۔ میں دروازے کو بند کرنے لگا ہوں۔ چنانچہ میں اندر داخل ہو کر کہیں چھپ گیا۔ جب سب لوگ داخل ہو چکے تو اس نے دروازہ بند کر دیا۔ اور چابیاں ایک کھونٹی پر لٹکا دیں۔ میں اٹھا چابیاں لے کر دروازہ کھول لیا۔ ابورافع کے پاس قصہ گوئی ہو رہی تھی۔ وہ اپنے ایک بالاخانہ میں تھا۔ جب قصہ گو چلے گئے تو میں اوپر چڑھ گیا۔ جب میں کوئی دروازہ کھولتا تھا۔ تو اس کو اندر سے بند کر دیتا تھا۔ خیال یہ تھا کہ اگر قوم کو میرا علم ہو بھی گیا۔ تو اس وقت تک میرے پاس نہیں پہنچ سکیں گے۔ یہاں تک کہ میں اسے قتل کر لوں گا۔ چنانچہ جب میں ابورافع کے پاس پہنچا۔ تو وہ ایک تاریک گھر میں اپنے اہل و عیال کے درمیان میں سویا ہوا تھا۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ وہ گھر کے کس گوشہ میں سویا ہوا ہے۔ میں نے آواز دی۔ اے ابورافع۔ وہ بولا کون ہے۔ میں نے اس آواز کی طرف قصد کیا۔ اور اس پر تلوار کا ایسا دار کیا۔ کہ مجھے پریشانی تھی کہ میں اپنا پورا کام نہیں کر سکا۔ اور اس نے آواز کی تو میں گھر سے باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر



کھڑنے کے بعد میں پھر اس کے پاس گھر میں داخل ہوا۔ میں نے پوچھا۔ اے ابورافع! یہ کیسی آواز تھی۔ وہ بولا! تیری ماں کے لئے ہلاکت ہو۔ میرے گھر کے اندر ابھی کسی نے مجھ پر تلوار کا وار کیا ہے۔ تو صحابی فرماتے ہیں کہ میں نے ایسا بھرپور وار کیا کہ وہ گھاسل ہو گیا۔ اور قتل نہ ہوا۔ تو میں نے تلوار کی دھار اس کے پیٹ پر رکھی۔ یہاں تک کہ وہ اس کی پیٹھ تک پہنچ گئی۔ جس سے مجھے محسوس ہوا کہ میں نے اس کو قتل کر دیا ہے۔ پس میں ایک ایک کمرے کے دروازے کھولنے لگا۔ یہاں تک کہ میں اس کی ایک سیڑھی تک پہنچ گیا۔ میں نے جو اس پر پاؤں رکھا میرا خیال تھا کہ میں زمین تک پہنچ گیا ہوں۔ تو چاندنی رات میں اس سے گر پڑا۔ جس سے میری پینڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی جس کو میں نے پگھلنے سے باندھ لیا۔ پھر چلتے چلتے باہر کے دروازہ تک پہنچ کر دہان بیٹھ گیا۔ میں نے دل میں کہا۔ آج تک میں اس وقت باہر نہیں نکلوں گا جب تک یقین نہ ہو جائے کہ میں نے اسے قتل کر دیا ہے۔ پس جب مرغ نے بانگ دی تو موت کی اطلاع دینے والا فعیل پر چڑھا اور کہنے لگا۔ کہ حجاز والوں کے تابع ابورافع کی موت کی اطلاع دیتا ہوں۔ تو میں اپنے ساتھیوں کے پاس چل کر پہنچا ان سے کہا جلدی جلدی بچ نکلو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ابورافع کو قتل کر دیا ہے۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ بیان کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ پاؤں پھیلاؤ۔ میں نے اپنی لات لمبی کر لی۔ آپ نے اس پر ہاتھ پھیرا۔ پس ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کبھی اس کو کوئی تکلیف بھی نہیں پہنچی۔

**حدیث نمبر ۳۶۳۷** حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُمَانَ السَّمْعِيُّ الْبَرَاءُ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أَبِي رَافِعٍ عَبْدَ اللَّهِ بْنِ عَتِيكَ وَعَبْدَ اللَّهِ بْنِ عَتِيكَ فِي نَاسٍ مَعَهُمْ فَأَنْطَلَقُوا حَتَّى دَخَلُوا مِنَ الْحِصْنِ فَقَالَ لَهُمْ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَتِيكَ امْلِكُوا أَنْتُمْ حَتَّى أَنْطَلِقُ أَنَا فَإِنْ نَظَرَ قَالَ قَتَلْتُكُمْ أَنْ أَدْخَلَ الْحِصْنَ فَفَقَدُوا أَحْمَارَ آلِهِمْ قَالَ فَخَرَجُوا بِقَبَسٍ يَطْلُبُونَهُ قَالَ فَخَشِيتُ أَنْ أَعْرِفَ قَالَ فَفَطِيتُ رَأْسِي كَأَنِّي أَقْنِي حَاجَةً ثُمَّ نَادَى صَاحِبُ الْبَابِ مَنْ أَرَادَ أَنْ يَدْخُلَ فَلْيَدْخُلْ قَبْلَ أَنْ أَغْلِقَهُ فَدْخَلْتُ ثُمَّ اخْتَبَأْتُ فِي مَرْبِطِ أَحْمَارٍ عِنْدَ بَابِ الْحِصْنِ فَتَغَشَّوْا عِنْدَ أَبِي رَافِعٍ وَتَحَدَّثُوا حَتَّى ذَهَبَتْ

سَاعَةً مِنَ اللَّيْلِ ثُمَّ رَجَعُوا إِلَى بُيُوتِهِمْ فَلَمَّا هَذَاتِ الْأَصْوَاتُ وَلَا أَسْمَعَ  
حَرَكَهَ تَخَرَّجْتُ قَالَ وَرَأَيْتُ صَاحِبَ الْبَابِ حَيْثُ وَضَعَ مِفْتَاحَ الْحِصْنِ فِي كَوْفَةٍ  
فَأَخَذَتْهُ فَفَتَحَتْ بِهِ بَابَ الْحِصْنِ قَالَ قُلْتُ إِنْ تَذَرِي الْقَوْمَ أَنْطَلَقْتُ مَهْلِكُ  
ثُمَّ عَمَدْتُ إِلَى أَبْوَابِ بُيُوتِهِمْ فَفَلَقْتُهَا عَلَيْهِمْ مِنْ ظَاهِرِ ثَمَّ صَوْدَتْ إِلَى  
أَبِي رَافِعٍ فِي سُلَمٍ فَإِذَا الْبَيْتُ مُظْلِمٌ قَدْ طَغَى سِرَاجُهُ فَلَمَّا أَدْرَأَيْنَ الرَّجُلَ  
فَقُلْتُ يَا أَبَا رَافِعٍ قَالَ مَنْ هَذَا قَالَ فَعَمَدْتُ نَحْوَ الصَّوْتِ فَأَضْرِبُهُ وَصَاحَ  
فَلَمَّا تَغَنَّ شَيْئًا قَالَ ثَمَّ جِئْتُ كَأَنِّي أَغِيثُهُ فَقُلْتُ مَا لَكَ يَا أَبَا رَافِعٍ وَغَيَّرْتُ  
صَوْتِي فَقَالَ أَلَا أُعْجِبُكَ لِمَكَ الْوَيْلُ دَخَلَ عَلَى رَجُلٍ فَضْرِبَنِي بِالسَّيْفِ  
قَالَ فَعَمَدْتُ لَهُ أَيْضًا فَأَضْرِبُهُ أُخْرَى فَلَمَّا تَغَنَّ شَيْئًا فَصَاحَ وَقَامَ  
أَهْلُهُ قَالَ ثَمَّ جِئْتُ وَغَيَّرْتُ صَوْتِي مَهْيَةً أَنْ مَغِيثٌ فَإِذَا هُوَ مُسْتَلِقٌ عَلَى  
ظَهْرِهِ فَأَضْعُ السَّيْفَ فِي بَطْنِهِ ثَمَّ أَنْكَفَى عَلَيْهِ حَتَّى سَمِعْتُ صَوْتَ الْعَظْمِ ثَمَّ  
خَرَجْتُ دَهْشًا حَتَّى أَتَيْتُ السَّلَامَ أَرِيدُ أَنْ أَنْزِلَ فَأَسْقَطُ مِنْهُ فَإِذَا لَمْتُ  
رَجُلِي فَعَصَبْتُهُ ثَمَّ أَتَيْتُ أَصْحَابِي أَحْجَلُ فَقُلْتُ أَنْطَلِقُوا فَبَشِّرُوا رَسُولَ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنِّي لَا أَبْرَحُ حَتَّى أَسْمَعَ النَّاعِيَةَ فَلَمَّا كَانَ فِي  
وَجْهِ الصُّبْحِ صَعِدَ النَّاعِيَةُ فَقَالَ أُنْعَى أَبَا رَافِعٍ قَالَ فَقُمْتُ أَمْشِي مَا بِي  
قَلْبَةً فَأَذْرَكْتُ أَصْحَابِي قَبْلَ أَنْ يَأْتُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَشَّرْتُهُ

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابورافعؓ کی طرف  
حضرت عبداللہ بن عتیکؓ اور عبداللہ بن عتبہؓ اور ان کے کچھ ساتھیوں کے ہمراہ روانہ فرمایا یہ لوگ  
چلتے چلتے جب قلعہ کے قریب پہنچے تو حضرت عبداللہ بن عتیکؓ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم لوگ  
یہاں ٹھہرو میں جا کر دیکھتا ہوں۔ فرماتے ہیں کہ میں قلعہ کے اندر داخل ہونے کا حیلہ سوچ رہا تھا۔  
کہ ان لوگوں نے ایک گدھا گم پایا۔ جس کو تلاش کرنے کے لئے ایک بٹی لے کر نکلے۔ مجھے خطرہ لاحق  
ہوا کہ کہیں پہچانا نہ جاؤں۔ تو میں نے اپنا سر اور پاؤں ڈھانپ لئے اور میں اس طرح بیٹھ گیا کہ  
قضاے حاجت کر رہا ہوں۔ پھر وہ بان پکارا کہ جس نے داخل ہونا ہو وہ جلدی میرے دروازے

بند کرنے سے پہلے داخل ہو جائے۔ تو میں بھی اندر گھس گیا۔ اور قلعہ کے دروازے کے پاس جو گدھوں کے باندھنے کا اصطبل تھا اس میں چھپ گیا۔ درباریوں نے ابورافع کے پاس شام کا کھانا کھایا۔ اور باتیں کرنے لگے۔ یہاں تک کہ رات کا کافی حصہ گزر گیا۔ درباری اپنے اپنے گھروں کو واپس لوٹے جب آوازیں مٹھ گئیں اور میں کسی کی نقل و حرکت کی آوازیں نہیں سنتا تھا۔ تو دہاں سے نکلا۔ فرماتے ہیں کہ میں نے دربان کو قلعہ کی چابیاں ایک طاقتور میں رکھتے دیکھ لیا تھا۔ چنانچہ میں نے چابی لی۔ جس سے قلعہ کا دروازہ کھول دیا۔ میں نے دل میں سوچا کہ اگر ان لوگوں کو میرا علم ہو گیا تو مہلت پا کر میں چلا جاؤں گا۔ پھر میں نے ان درباریوں کے گھروں کے دروازوں کا قصد کیا۔ اور باہر سے میں نے ان پر دروازے بند کر دیئے۔ پھر ابورافع کی طرف ایک سیڑھی کے لئے اوپر چڑھ گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ گھر میں اندھیرا ہے۔ اس کا چراغ بجھا دیا گیا ہے۔ مجھے علم نہیں تھا کہ وہ آدمی کہاں ہے۔ میں نے ابورافع کہہ کر آواز دی۔ اس نے پوچھا کون ہے۔ میں نے آواز کی طرف توجہ کر کے تلوار کا دار کیا۔ وہ چیخا معلوم ہوا کہ اس دار نے کام پورا نہیں کیا۔ پھر میں آیا۔ گویا کہ میں اس کی مدد کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے پوچھا ابورافع کیا ہوا۔ جب کہ میں نے آواز میں تبدیلی کر لی تھی۔ وہ بولا تیری ماں کے لئے ہلاکت ہو۔ کیا تمہیں تعجب نہ دلاؤں۔ کہ کوئی آدمی اندر گھس آیا اور اس نے مجھ پر تلوار سے دار کیا۔ تو یہ فرماتے ہیں کہ میں نے پھر دوسری دفعہ اس کا قصد کیا۔ اور دوسرا بھر پور دار کیا۔ لیکن اس نے بھی کام پورا نہ دیا۔ پھر وہ چیخا اور اس کے گھروالے اٹھ کھڑے ہوئے۔ پھر میں نے واپس آکر آوازیں تبدیلی کی۔ جیسے کسی خراب کو پہنچنے والے کی حالت ہوتی ہے۔ دیکھا کہ وہ پیٹھ کے بل لیٹا ہوا ہے۔ میں نے اس کے پیٹ پر تلوار رکھ کر اس پر زور دیتے ہوئے حرکت دی۔ یہاں تک کہ میں نے ہڈی کے ٹوٹنے کی آواز سنی۔ پھر وہاں سے پریشان ہو کر نکلا۔ یہاں تک کہ سیڑھی تک پہنچ گیا۔ میں اس سے نیچے اترنا چاہتا تھا۔ کہ عس سے گر پڑا۔ جس سے میرے پاؤں کو موج آگئی۔ جس پر میں نے پٹی باندھ لی۔ پھر لنگڑا تا ہوا میں اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا۔ میں نے ان سے کہا۔ چلو اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت دو۔ اور میں اس وقت تک یہاں رہوں گا۔ جب تک کہ موت کی خبر دینے والے کی آواز نہ سن لوں۔ چنانچہ جب صبح صادق کا وقت ہوا تو موت کی خبر دینے والی فصیل پر چڑھ کر ندا دی کہ میں ابورافع کی موت کی اطلاع دیتا ہوں۔ میں اٹھ کر چلنے لگا۔

جب کہ مجھے درد اور پریشانی تھی۔ تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچنے سے پہلے میں اپنے ساتھیوں سے آ ملا۔ پس میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت سنائی۔

### تشریح از شیخ مدنی

سے تھا۔ جب ان لوگوں نے کعب بن اشرف کو قتل کر دیا۔ تو غزوہ جند دھن کو خیال آیا۔ کہ یہ فضیلت تو اوس دالے لے گئے۔ اب یہ جگہ جگہ گاتے پھریں گے۔ لہذا ہم بھی ایسے دشمن کو قتل کریں جو کعب بن اشرف کے پائے کا ہو۔ تاکہ میدانِ مفاخرت میں اوس بڑھ نہ جائیں۔ تو انہوں نے سلام بن ابی الحقیق کے قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ یعنی علیہ کہا جاتا ہے۔ غزوہ خندق کے پرپاک کرنے میں ابورافع نے اہم کردار ادا کیا۔ مخالفین کو بہت سا ساز و سامان دیا۔ سبح بمعنی مولیٰ۔ متعلق نرمی اور سہولت سے جیلہ کرنے والا۔ حتیٰ دنا من الباب روایت میں اختصار ہے۔ کہ جب قلعہ کے لوگ اندر گئے تو ان کا ایک گدھا باہر رہ گیا تھا۔ جس کی تلاش کے لئے دروازہ دوبارہ کھولا گیا۔ بٹی ان کے پاس تھی۔ حضرت عبداللہ بن عقیلؓ پہچانے جانے کے خوف سے چھپ کر بیٹھ گئے۔ دربان نے سمجھا کہ قلعہ کا آدمی پشیاں کر رہا ہے۔ تو اس نے ان کو پکارا۔ تو یہ بھی منہ پیٹے ہوئے اندر داخل ہو گئے۔ لھتف آواز دینا۔ اغالیق جمع اغلوق کی کنجیاں دتہ لکڑی کی کھوٹی۔ نو ہے کی کھوٹی کو سمار کہتے ہیں۔ سمر عنذرہ در حقیقت سمر قصہ گوئی کو کہتے ہیں۔ بادشاہوں اور سرداروں کے پاس داستان گو آکر کہانیاں سناتے تھے۔ جس سے تفریح مقصود ہوتی تھی۔ علالی جمع علیہ کی بمعنی بالا خانہ۔ قلت ای فی نفسی نذر دابی ای و علموا۔

وانا دھش اور لکل داخل دھشہ مقولہ مشہور ہے یہ پریشان تھے۔ فاضر بہ مفاعع ہے جس سے مقصد حکایت حال ماضیہ ہے۔ جیسے نجات دازھنم مالگا۔ هو الذی یرسل الیریا ح اصل میں یرسل الیریا ح تھا۔ اس صورت میں ماضی کو ظاہر کرنا ہوتا ہے۔

ما اغنیت شیناً یعنی میں نے کوئی کامیابی کا کام نہ کیا۔ لا ملک الویل یہ جملہ بددعا کے لئے ہے۔ جو تعجب کے موقع پر بولا جاتا ہے۔ ضبب تلوار کی نوک۔ اٹخن زخمی کرنا۔ صاح الدیک۔ عرب میں مرغا آدھی رات کو بولتا ہے۔ فسمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پھرنے سے چورہ چورہ ہڈی درست ہو کر مرو گئی۔ دوسری روایت میں توضیح زیادہ ہے۔ تعثوا یعنی شام کا

کھانا کھایا۔ کوۃ دیوار میں جو سوراخ ہوتا ہے کبھی تو وہ آد پار ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا جو آد پار نہ ہو اسے کوۃ کہتے ہیں۔ پہلی روایت میں وقتہ کا ذکر تھا۔ تو ان میں منافات نہیں بڑے طاقے میں کھونٹی تھی۔ اس پر چابیاں لٹکی ہوئی تھیں۔ اچھلی بیٹری کو جھل کہتے ہیں۔ کہ بیٹری لگے ہوئے شخص کی طرح چلتا تھا۔ اور کبک رفتار کو بھی اچھل کہتے ہیں۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | قتل ابی رافع بنی النضیر کے جلا وطن کرنے سے پہلے حوالی مدینہ میں تھا۔ اور جب آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جلا وطن کر دیا تو یہ ابو رافع خیبر میں جا کر مقیم ہوا۔ تو اس صورت میں دونوں قول صحیح ہو گئے۔ منافات نہ رہی۔ اگر مومن کا مقصد قتل کے وقت حوالی مدینہ میں رہنا مقصود ہو۔ تو پھر اختلاف ہے۔ جمع کی کوئی صورت ممکن نہیں۔ بلکہ دوسرے قول کی محنت کی کوئی توجیہ نہیں ہو سکتی۔

**تشریح از شیخ زکریا** | قطب گنگوہی نے دونوں اقوال کو جمع کرنے کی توجیہ بیان فرمائی ہے۔ جس کی طرف شراح میں سے کسی نے بھی تعرض نہیں کیا۔ بات یہ ہے کہ ابن سعد نے بیان کیا ہے۔ کہ سر یہ عبداللہ بن عقیلؓ رمضان سنہ میں روانہ ہوا۔ جب کہ بنو خزرج نے آپ سے ابو رافع کے قتل کرنے کی اجازت طلب کی۔ تاکہ بنو ادس ان پر فخر نہ کر سکیں۔ امام بخاریؒ نے اسے قتل کعب بن الاشرف کے بعد ذکر کیا ہے۔ تو امام زہریؒ کے قول کے مطابق یہ واقعہ جمادی الاخریٰ سنہ ۱۰ کلبہ۔ بہر حال بنو نضیر کے جلا وطن ہونے کے بعد کچھ سردار لوگ اپنا مال و اسباب لے کر خیبر پہنچ گئے۔ ان میں حمی بن اخطب اور سلام بن ابی الحقیق بھی تھے۔ پہلے ان کا قیام حوالی مدینہ میں تھا۔ تو قتل کے وقت ابو رافع کا خیبر میں ہونا مجمع علیہ ہے۔ اور حافظ نے یہ توجیہ کی ہے کہ ابو رافع خیبر کے جس قلعہ میں رہتا تھا۔ وہ ارض جاز کے قریب تھا۔ تو کان فی حصن لہ بارض الحجاز کا مطلب یہ ہوگا۔ کہ پہلے وہ جاز میں رہ کر ایذا رسانی کرتا تھا۔ قتل کے وقت خیبر کے قلعہ میں تھا۔ مولانا محمد حسن مکیؒ فرماتے ہیں کہ فی حصن لہ تو صحیح ہے۔ ممکن ہے۔ اس کا ایک رہائشی مکان خیبر میں ہو اور دوسرا جاز میں ہو تو اب دونوں قول صحیح ہو جائیں گے۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | فلقھا علیھم من ظاہر شہ من ظاہر یہ ان مقیمین کے

اعتبار سے ہے۔ کیونکہ جب وہ نکلیں گے تو دروازوں کا اندر کا حصہ ان کے سامنے ظاہر ہوگا۔ ان بند کرنے والے کی نسبت ظاہر نہیں ہوگا۔ بلکہ ان کی نسبت داخل اور باطن ہوگا۔

**تشریح از شیخ زکریا** | بات یہ ہے کہ دونوں حدیثوں میں تعارض ہو گیا۔ کہ ابواسحاق کی پہلی روایت میں ہے۔ اغلقت علی من داخل اور دوسری میں ہے۔ غلقتھا علیہم من ظاہر شیخ کے رفع تعارض کا خلاصہ یہ ہے کہ۔ کہ دونوں حدیثوں میں دروازے تو ایک ہیں۔ ان کا داخلی سے بند کرنا۔ بند کرنے والے کے اعتبار سے ہے۔ اور ظاہر ہونا خارجی کے اعتبار سے ہے۔ لیکن میرے نزدیک پہلی اور دوسری حدیث میں ابواب الگ الگ ہیں۔ کیونکہ دوسری حدیث میں خدام مقیمین فی المحسن کے گھروں کے دروازے مراد ہیں۔ جن کو حضرت عبداللہؓ نے اولاً ظاہر سے بند کر دیا۔ تاکہ ان کا نکلنا ممکن نہ ہو جب کہ وہ شور و شغب کی آواز سنیں۔ اور پہلی حدیث میں ابواب سے وہ دروازے مراد ہیں جن سے وہ بالا خانہ تک پہنچے۔ جن کو وہ اندر سے بند کرتے گئے۔ بنا بریں پہلی حدیث میں ہے۔ صحدت الیہ۔ تو دوسری حدیث میں دروازوں کا بند کرنا۔ اوپر چڑھنے سے پہلے ہے۔ اور پہلی حدیث میں بالا خانہ پر چڑھنے کے بعد ہے۔ لہذا یہ توجیہ بہتر ہوگی۔

**تشریح از قاسمی** | علامہ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ ان دونوں سرداروں کے قتل سے ثابت ہوا۔ کہ مشرکین کے حال کا تجسس جائز ہے۔ ان کو بے عزت کرنا صحیح ہے اور جب ان کی ایذا رسانی حد سے تجاوز کر جائے۔ تو ان کو اچانک قتل کرنا جائز ہے۔ اور جب دعوت اسلام پہنچ چکی ہو۔ تو قبل از قتل دعوت دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور جب کافر و مشرک کا کفر پراصرار و ہمیشگی واضح ہو جائے تو سوتے وقت قتل کرنا روا ہے۔ اور اس کا علم دجیہ یا قرآن قویہ سے ہو سکتا ہے۔ قبیلہ خزرج کے حضرت عبداللہ بن عقیقؓ کے ہمراہی معوذ بن سنان۔ عبداللہ بن انیس۔ ابو قتادہ اور خزاعہ بن الاسود تھے۔ نیز پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کو کوئی شکایت نہ رہی۔ اور دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ در دو اضطراب تھا تو جمع کی یہ صورت ہوگی۔ کہ اس کا کچھ اثر باقی رہ گیا۔ یا پہلی حالت عود کر آئی۔



## بَابُ غَزْوَةِ أَحَدٍ

وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ  
لِلْقِتَالِ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ وَقَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا  
وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ إِنْ يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ  
قَرْحٌ مِثْلُهُ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا  
وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ وَلِيُمَخِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ  
آمَنُوا وَيَمْحَقَ الْكَافِرِينَ أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُدْخَلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ  
الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ  
قَبْلِ أَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَأَيْتُمُوهُ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ وَقَوْلِهِ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ  
اللَّهُ وَعْدَهُ إِذْ تَحُسُّونَهُم بِأِذْنِهِ حَتَّى إِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَارَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ  
وَعَصَيْتُمْ مَنْ أَعَادَ مَا أَرْسَلَكُمْ أَنْ تَحِبُّوا مِنْكُمْ مَنْ يُرِيدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ  
مَنْ يُرِيدُ الْآخِرَةَ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ  
وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ  
أَمْوَاتًا. الْآيَةُ.

ترجمہ۔ غزوہ احد کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ جب کہ آپ صبح کے وقت گھر سے  
نکلے کہ مومنوں کو لڑائی کی جگہوں پر ٹھہرا رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے اور  
اللہ تعالیٰ اجس کا ذکر بلند ہے بہتر ہے۔ فرماتے ہیں۔ مسست نہ پڑو۔ گھبراؤ نہیں تم ہی بلند رہو گے اگر  
تم مومن رہے۔ اگر تمہیں احد میں زخم پہنچا ہے تو انہیں بھی بدر میں زخم پہنچ چکا ہے۔ یہ دن تو لوگوں کے  
درمیان الٹ پلٹ ہوتے رہتے ہیں۔ اور یہ ہزیمت اس لئے ہوئی کہ اللہ تعالیٰ جاننا چاہتے تھے۔  
کہ تم میں سے ایمان اور یقین رکھنے والا کون ہے۔ اور تاکہ تم میں سے بعض کو شہادت کا مقام ملے۔  
یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ ظالموں مشرکوں کو پسند کرتا ہے۔ اور اس لئے بھی تاکہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں  
کو گناہوں سے پاک کر دے اور کافروں کو مشادے۔ اور کیا تم نے گمان کر لیا کہ جنت میں گھس جاؤ گے۔

اور اللہ تعالیٰ دنیا کو نہیں دکھائے گا کہ تم میں سے مجاہد کون ہیں اور کون صبر کرنے والے ہیں۔ اب گھبراتے کیوں ہو اس مڈبھیر سے پہلے تو تم موت کی آرزو کرتے تھے۔ اب تم نے اپنی آنکھوں سے اسے دیکھ لیا۔ تو اب گھبراہٹ اور فریاد کیسی۔ اور اللہ تعالیٰ کا قول ترجمہ کہ اللہ تعالیٰ نے تو اپنا وعدہ سچا کر دیا۔ جب کہ تم اللہ کے حکم سے ان کی بیخ کنی کرنے کے لئے قتل کر رہے تھے۔ حتیٰ کہ جب تم بزدل ہو گئے اور تیر اندازوں کے معاملہ میں جھگڑنے لگے۔ اور اپنی پسندیدہ چیز فتح مندی دیکھنے کے بعد تم نے ہمارے رسول کی نافرمانی کی کہ مرکز کو چھوڑ دیا۔ بات یہ ہے کہ کچھ لوگ تو تم میں دنیا چاہتے تھے۔ اور کچھ آخرت کے طلب گار تھے۔ پھر تمہاری آزمائش کے لئے اللہ تعالیٰ تم کو ان سے پھیر دیا۔ ورنہ وہ تمہیں کچلنا چاہتے تھے۔ رب نے تمہارا غلبہ کر دیا۔ اب اللہ تعالیٰ نے تمہیں معافی دے دی۔ اور اللہ مومنوں پر بڑا فضل کرنے والا ہے۔ اور جو لوگ اللہ کے راستہ میں قتل کر دیئے جائیں انہیں مردہ گمان مت کرو۔

**حدیث نمبر ۳۶۳۳** حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوسَى الْخَوْصِيُّ عَنْ اَبِي عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ اُحُدٍ هَذَا جَبْرِيلُ اخَذَ بِرَاسِ فَرَسِهِ عَلَيْهِ اَدَاةُ الْحَدَبِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کی لڑائی میں فرمایا۔ یہ جبرائیل ہے جو اپنے گھوڑے کے سر کو پکڑے ہوئے ہیں۔ اور اس پر لڑائی کے ہتھیار ہیں۔

**تشریح از شیخ مدنی** | اُحد ایک پہاڑ کا نام ہے جو مدینہ منورہ کی جانب شمال مشرق

پر واقع ہے۔ سامنے نظر آتا ہے۔ اور مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ اس پہاڑ کے دامن میں شوال کی گیارہ، نو، یا آٹھ تاریخ ۳ھ میں لڑائی ہوئی۔ اس کا بڑا سبب مشرکین مکہ کا بدر میں ناکام ہونا ہے۔ ان کے دل میں انتہائی دشمنی بھر گئی تھی۔ پہلے بھی ان کی دشمنی کچھ کم نہ تھی۔ لیکن غزوہ بدر میں جو ان کی شوکت کو بٹا لگا۔ تو اس سے عداوت کی آگ اور بھڑک اٹھی۔ چنانچہ انہوں نے تین ہزار کا لشکر لے کر حملہ آور ہوئے۔ جبل اُحد کے سامنے سح کے شور میں میدان میں اترے۔ مدینہ منورہ کی جانب شرقی غری اور جنوبی لابتین یعنی سنگلاخ زمین ہے جس میں اونٹوں کا دوڑنا مشکل ہوتا ہے۔



اور ایسی جگہیں بھی ہیں جن میں باغات لگائے جاتے ہیں۔ چونکہ شمالی جانب پہاڑ نہیں ہیں۔ مدینہ کو آنے والے راستے اسی جانب ہیں۔ اس لئے ان کی فوج یہاں فروکش ہو گئی۔ لاتبیں کے درمیان والی زمین کا پانی میٹھا ہوتا ہے اور شمالی جانب کی شوریدہ زمین کا پانی کھاری ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر ایک خواب دیکھا کہ گائے ذبح کی جا رہی ہے۔ جس پر ایک آدمی نے کہا واللہ خیر! اور آپ نے یہ بھی دیکھا کہ ذوالفقار تلوار آپ کے ہاتھ میں ٹوٹ گئی اور پھر لوٹ آئی۔ ایک یہ بھی دیکھا۔ کہ کبش مینڈھا آپ کا ردیف ہے۔ جمعہ کی صبح کو آپ نے خواب ذکر فرمایا۔ جس کی تعبیر دیتے ہوئے آپ نے بتلایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی مصیبت آنے والی ہے۔ مگر بعد ازاں بہتری ہوگی۔ اور زور سے اشارہ ہے۔ کہ ہم مدینہ میں رہ کر مقابلہ کریں۔ اور کبش مینڈھا سے لشکر مراد لیا۔ نوجوانوں نے اسے پسند نہ کیا۔ پہلے غزوہ کی وجہ سے ان کی ہمتیں بلند ہو چکی تھیں۔ کہنے لگے کہ ہم جو انصر ہیں۔ باہر نکل کر دشمن کا مقابلہ کریں گے۔ غرضیکہ اکثریت کی یہی رائے تھی کہ باہر میدان میں نکلنا چاہیئے۔ عبداللہ بن ابی غزوہ بدر کے بعد مسلمان ہو چکا تھا۔ اس کا کفر کے ساتھ مدینہ میں رہنا دشوار تھا۔ اس وجہ سے کہ اوس وغزوہ ج کے بڑوں میں سے یہی باقی رہ گیا تھا۔ جسے سردار بنانے کی امید تھی۔ مگر عقبہ اولیٰ میں جب تین چار اوس کے آدمی آپ سے بیعت کر کے آئے اور دوسرے سال بارہ آدمی بیعت کر آئے تو لوگوں کے دل میں یہ بات جم گئی۔ کہ اب ہمارے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔ حب جاہ کی وجہ سے یہ بات اسے ناگوار گزری۔ کیونکہ آپ کا ارشاد ہے کہ دو بھیرے بھوکے شکار کے عادی بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیئے جائیں تو ان سے اتنا فساد نہیں پھیلے گا جس قدر حب جاہ کی وجہ سے دین میں فساد پھیلتا ہے۔ یہی حب جاہ اس میں تھی۔ اس لئے اعلانہ آپ کو گزند پہنچاتا رہا۔ جب بس نہ چلا تو مسلمان ہو گیا۔ لیکن حسد کی آگ اندر سلگتی رہی۔ جب بھی موقع ملتا ڈنک مارنے سے نہ چوکتا۔ البتہ ان کا بیٹا عبداللہ مخلص مسلمان تھا۔ غرضیکہ اس کی بھی یہی رائے تھی۔ کہ ہمارا تجربہ ہے۔ جب بھی ہم نے مدینہ میں رہ کر مقابلہ کیا ہے فتح پائی ہے۔ نوجوان نہ مانے۔ آپ اندر گھر میں جا کر دوہری زور لگا کر آئے۔ تو بڑوں کے سمجھانے پر نوجوانوں کو ہوش آگئی۔ کہ جب آپ اللہ کے رسول ہیں۔ کوئی لیڈر اور مصلح نہیں ہیں تو ہمیں اپنی رائے چھوڑ کر آپ کے حکم کی تعمیل کرنی چاہیئے۔ آپ جب باہر تشریف لائے۔ تو آپ سے کہا گیا کہ آپ جو حکم دیں ہم اس پر لبیک کہنے کے لئے تیار ہیں۔

ہم اپنی رائے ترک کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ جب پیغمبر خدا ہتھیار لگا کر آتا ہے تو جب تک جنگ کا فیصلہ نہ ہو وہ ہتھیار نہیں اتار کرتا۔ تو آپ ایک ہزار کا لشکر لے کر روانہ ہوئے۔ شوط ایک باغ کا نام ہے۔ جو اُحد اور مدینہ کے درمیان واقع ہے۔ وہاں تک پہنچ کر عبداللہ بن ابی نے کہا۔ چونکہ ہماری رائے ٹھکرادی گئی۔ اس صورت میں ہمیں بربادی اور ہلاکت معلوم ہوتی ہے۔ ہم تو نہیں جلتے اپنے تین سو آدمی الگ کر کے واپس چلا آیا۔ اسے سمجھایا گیا کہ اب تو سب کی عزت کا سوال ہے۔ بادل نخواستہ ہی ساتھ دو۔ لیکن نہ سمجھے۔ بلکہ دو اور قبائل پر بھی اس کا اثر پڑا وہ سمجھانے پر باز رہے۔ تو اب آپ کے ہمراہ میدان اُحد میں صرف سات سو آدمی پہنچے۔ ان کی ترتیب سورہ آل عمران میں بیان کی گئی ہے۔ قریباً اسی آیات ایسی ہیں جن میں غزوہ اُحد کا بیان ہے۔ اس غزوہ میں ستر مسلمان شہید ہوئے کئی زخمی ہوئے۔ جس سے مسلمانوں کو سخت صدمہ ہوا۔ شیطانی وساوس نے اور پریشان کیا۔ اللہ تعالیٰ نے مختلف طریقوں سے مسلمانوں کو تسلی دی ہے۔ بہر حال آپ نے دامنِ کوہ میں جا کر اپنی فوج کو کھڑا کیا۔ جس میں کئی فائدے تھے۔ ایک تو پشت محفوظ ہو گئی۔ اگر بالفرض شکست ہو تو اونچی جگہ پر چڑھ کر دشمنوں کو پتھر بھی مار سکتے ہیں۔ اونچی جگہ سے پتھر اور تیر برس آنے سے دشمنوں کا بہت نقصان ہوتا ہے۔ تو مورچہ بندی کی گئی۔ میمنہ میسرہ، قلب، مقدمہ الجیش اور سائقہ میں لشکر کو تقسیم کیا گیا۔ لشکر کو خمیس کہنے کی یہی وجہ ہے۔ اسی مورچہ بندی کا اس آیت میں ذکر ہے۔ تَبَايَعُوا الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ مبارزہ یعنی مقابلہ کے لئے پہلوانوں کو بلایا گیا۔ حضرت امیرِ حمزہؓ کا مبارز سب سے پہلے قتل ہوا۔ دیر تک ایسے واقعات ہوتے رہے۔ ایک پہاڑی درہ جہاں سے دشمن کے حملہ کا خطرہ تھا۔ اس پر آپ نے پچاس تیر اندازوں کو بٹھلایا۔ اور انہیں بہر حال ثابت قدم رہنے کی تلقین فرمائی۔ قریش کے دوسو سوار تھے۔ جن کے سالار حضرت خالد بن ولید تھے۔ جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے تین مرتبہ پہاڑی سے حملہ کرنے کی کوشش کی۔ لیکن تیروں کی بوچھاڑ کی وجہ سے منہ کی کھانی پڑی۔ آخر جب کفار کو شکست ہوئی۔ اور مسلمان ان کے خیموں تک پہنچ گئے۔ تو وہ لوگ سامان وغیرہ چھوڑ کر بھاگے۔ مسلمان مالِ فنیمت جمع کرنے میں مشغول ہو گئے۔ خالد بن ولید تاک میں تھے۔ درہ پر اب صرف دس رماۃ (تیر انداز) رہ گئے تھے۔ ان دس آدمیوں کو شہید کر دیا۔ ادھر شیطان نے آواز دے دی۔ یا عباد اللہ! آخر کم دوسری ندا تھی۔ ان محمدؐ اقد قتل جس سے مسلمانوں کے رہے ہے اوسان خطا ہو گئے۔ تین گروہ بن گئے ایک

جماعت بھاگ کھڑی ہوئی جو مدینہ تک پہنچ گئی۔ دوسری وہیں منتشر ہو کر میدان چھوڑ گئی۔ تیسری جماعت برابر مقابلہ کرتی رہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک گھائی میں پناہ گزیں ہوئے۔ منتشر لوگوں کو جمع کرنا چاہا۔ لیکن وہ جمع نہ ہو سکے۔ مسلمانوں کو شکست ہو گئی۔ گاجر مولیٰ کی طرح کٹنے لگے۔ پھر یکبارگی جمع ہونے لگے۔ ابوسفیان نے یہ کیفیت دیکھی۔ تو اعلان کر دیا۔ کہ ہم نے بدر کا بدلہ لے لیا ہے۔ اب آئندہ سال بدر میں لڑائی ہوگی۔ اب جنگ موقوف کر دی جائے۔

ان کفتم مؤمنین شرط ہے۔ اور فلا تھنوا ولا تحزنوا جزاء محذوف ہے۔ انتم الاعلون جزا نہیں۔ کیونکہ ان شرط پر جزاء مقدم نہیں ہوا کرتی۔ جب کہ وانتم الاعلون پر واؤ حال یہ بھی داخل ہے۔ تو ارشاد ہوا کہ ایمان کا تقاضا ہے۔ کہ تم سُست اور غمناک نہ ہو۔ تقدیر الہی میں جو کچھ تھا وہ ہو چکا۔ اب دھن اور حزن کے کیا معنی؟ عام طور پر مفسرین ہی معنی لکھتے ہیں۔ اگرچہ بعض مفسرین نے انتم الاعلون کو جزاء قرار دیا ہے۔ مگر صحیح پہلے معنی ہیں۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی سنت یہی ہے۔ اہل حق کا امتحان ہوتا ہے۔ منافقین کا پتہ چل جاتا ہے۔ ہر قل نے یہی کہا تھا۔ کذا لک الیرسل۔ قرع بمعنی زخم یعنی جیسے تمہیں زخم پہنچا تمہارے دشمن کو بھی اس کے برابر زخم پہنچا ہے۔ گھبرانے کی کیا بات ہے۔ نہ داول دولت سے مانو ذہے۔ نوبت بنوبت کسی چیز کا واقع ہونا۔ دولات اسی سے ہے۔ لیعلم اللہ انک نہ داولھا لیکون کیت وکیت لیعلم اللہ۔ یعنی ایک حکمت یہ بھی تھی۔ کہ باری تعالیٰ کو تمیز بین المؤمن والمنافی کا تفصیلی علم ہو جائے۔ اجمالی علم تو قدیم ہے۔ یتخذ منکم شہداء کیونکہ شہداء کے کئی مراتب ہیں۔ جو بغیر قربانی کے حاصل نہیں ہو سکتے۔ تجیص۔ گناہوں سے پاک کرنا۔ خالص کرنا۔ فقہ رائےتوہ بمعنی علمتہ الموت یا تمہارے دوستوں نے اس کو دیکھ لیا۔ ایسی حالت میں کہ تم دیکھ رہے تھے۔ تحتسوا حس بمعنی کھیتی وغیرہ کا کاٹنا۔ تحسون کی تفسیر تسأصلون قلاً سے کر دی۔ کہ قتل کر کے ان کی بیج کئی کر رہے تھے۔ استیصال کے معنی جرے اکھڑ دینا۔ مقصد یہ ہے کہ اپنا کیا تمہارے پیش آیا۔ اور نافرمانی کی سزا فوراً میدان جنگ میں مل گئی۔ لہذا ہذا یشیل آنحضرت جبرائیل علیہ السلام بشری صورت میں بشری طاقت کے ساتھ اترے۔ تاکہ اتمام حجت ہو جائے۔ فرشتہ کی بے پناہ طاقت ہوتی ہے۔ یوم احد ابن حجر فرماتے ہیں کہ مشہور حدیث کے لفظ یوم بدر ہے۔ جس طرح گزر چکا یوم احد نہیں۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | یوم احدى ۵۷۸ھ سے یوم بدر پر محمول کہ ناداجب نہیں ہے۔ کما قالہ المحقق۔ کیونکہ ممکن ہے کہ آپؐ نے دو جگہ یہ الفاظ فرماتے ہیں۔ دوسرے نزدیک ملائکہ۔ دونوں غزوات میں ثابت ہے۔ مغرب خود مؤلفؒ اس کی تصریح کرے گا۔ مقاتلہ جبرائیل معہ یوم احد۔

**تشریح از شیخ زکریا** | غزوہ احد ۳ھ سات شوال کو واقع ہوا۔ صورت یہ پیش آتی کہ جب بدر سے مکہ واپس آئے تو ابوسفیان کے تجارتی قافلہ کا سب مال واسباب لشکر کے ساز و سامان پر خرچ کر دیا۔ اور دیہاتیوں سے بھی اس میں مدد طلب کی۔ جس کی اطلاع حضرت عباسؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کر دی۔ کہ کفار اس طرح آرہے ہیں۔ تین ہزار کا لشکر ہے جس میں سات سو زره پوش ہیں۔ دو سو گھوڑے ہیں اور تین ہزار اونٹ ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن عصر کی نماز پڑھ کر مقابلہ کی تیاری شروع کر دی۔ مسلمانوں میں صرف ایک سو زره پوش تھے۔ جبل قافہ پر آپؐ نے پچاس تیر انداز مقرر فرمائے۔ جن کا سردار عبداللہ بن جبیرؓ کو نامزد کیا۔ اس لڑائی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے دانت شہید ہوئے۔ ابی بن خلف کے چھوٹے نیزے سے آپؐ زخمی ہوئے۔ جس سے آپؐ زمین پر گر پڑے۔ وحشی نے حضرت حمزہؓ کو شہید کر دیا۔ اس لڑائی میں کل ستر مسلمان شہید ہوئے۔ اور مشرکین کے بائیس آدمی مارے گئے۔ حضرت امیر معاویہؓ کے دور میں جب اُحد پہاڑ سے نہریں نکالنے کا پرموگرام بنا۔ تو وہ قبور شہداء سے گزاری گئیں۔ شہداء کو نکالا گیا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ سوتے ہوتے ہیں۔

سیب صرح المؤلف کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے اُحد کی لڑائی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ دو آدمیوں کو لڑتے دیکھا جو سفید کپڑوں میں ملبوس تھے۔ جن کو اس سے پہلے اور بعد میں میں نے نہیں دیکھا۔ مسلم شریف میں ہے کہ وہ جبرائیلؑ اور میکائیلؑ تھے۔ تو معلوم ہوا کہ ملائکہ کی حاضری یوم بدر سے مختص نہیں ہے۔ اُحد میں بھی ان کی حاضری بلکہ قتال ثابت ہے۔ اور ابن سعد میں ہے کہ حضرت مصعبؓ جب شہید ہو گئے۔ تو ان کی شکل کے ایک فرشتہ نے ان کا جھنڈا لے لیا۔ جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے مصعبؓ آگے بڑھو۔ تو فرشتہ نے کہا کہ میں مصعبؓ نہیں ہوں بلکہ آپؐ کی تائید کے لئے میں فرشتہ آیا ہوں۔ اور ابن عباسؓ کی

روایت زرقانی نے نقل کی ہے۔ کہ بدر کے موقع پر فرشتوں کی پگڑیاں سفید تھیں اور حنین میں سبز پگڑیاں تھیں۔

**حدیث نمبر ۳۶۳۹** حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَحَدٍ بَعْدَ ثَمَانِي سِنِينَ كَالْمُرَدِّعِ لِلْأَحْيَاءِ وَالْأَمْوَاتِ ثُمَّ طَلَعَ الْعَنْبِرَ فَقَالَ إِنِّي بَيْنَ أَيْدِيكُمْ فَرَطٌ وَأَنَا عَلَيْكُمْ شَهِيدٌ وَإِنْ مَوَّعِدْكُمْ الْحَوْضُ وَإِنِّي لَأَنْظُرُ إِلَيْهِ مِنْ مَقَامِي هَذَا وَإِنِّي لَسْتُ أَخْشَى عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوا وَلَكِنِّي أَخْشَى عَلَيْكُمْ الدُّنْيَا أَنْ تَنَافَسُوهَا قَالَ فَكَأَنْتَ أَخْرَجْتَ نَظْرَةَ نَظَرْتُمْهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت عقبہ بن عامر فرماتے ہیں کہ آٹھ سال کے عرصہ کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء اُحد پر نماز جنازہ پڑھی۔ ایسا معلوم ہوتا کہ آپ زندہ اور مردہ سب سے رخصت کرنے والے ہیں۔ پھر منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ فرمایا کہ میں تمہارے آگے نمائندہ بن کر جا رہا ہوں۔ تمہارے ایمان کی گواہی دینے والا ہوں۔ اور تمہارے وعدے کی جگہ حوض کوثر ہے۔ میں اس کی طرف ابھی اسی مقام سے نظر کر رہا ہوں۔ مجھے تم سے شرک کا خطرہ نہیں ہے۔ اگر مجھے خوف ہے۔ تو اس بات کا کہ دنیا میں تمہاری سخت رغبت ہو جائے گی۔ صحابی فرماتے ہیں کہ یہ میری آخری ملاقات تھی۔ جس میں میں نے آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کیا۔ پھر دیکھنے کا موقع نہ ملا۔

**تشریح از شیخ مدنی** سلمہ میں حجۃ الوداع سے فراغت کے بعد آپ اُحد تشریف

لے گئے۔ اور شہداء اُحد پر نماز جنازہ پڑھی۔ بعض روایات میں ہے۔ کالمیت جیسے کہ میت کا نماز جنازہ پڑھا جاتا ہے۔ چونکہ شوافع کے نزدیک شہداء کی نماز جنازہ نہیں جیسے غسل نہیں تو وہ صلی کے معنی دعا کے کہیں گے۔ ان کا استدلال اسی شہداء اُحد کے واقعہ سے ہے کہ ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی۔ لیکن احناف فرماتے ہیں کہ شہداء کو غسل تو نہ دیا جائے البتہ نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ ان کا استدلال بھی اسی واقعہ سے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات سے پہلے شہداء اُحد پر جا کر نماز پڑھی ہے۔ تو آپ کے آخری فعل کو لیا جائے گا۔ اور یہ آپ کی خصوصیت تھی کہ آپ نے

آٹھ سال بعد جاکر نماز پڑھی۔ اور آپ نے مسجد کی خادمہ ایک عورت کی نماز جنازہ بعد از دفن پڑھی تھی۔ جس کو رات کے وقت آپ کو اطلاع دیئے بغیر دفن کر دیا گیا تھا۔ آپ نے فرمایا دلو فی علی قبرھا<sup>۱</sup> مجھے اس کی قبر بتلاؤ۔ جس پر جاکر آپ نے نماز پڑھی۔ اور سنجاشی بادشاہ حبشہ کا بھی غائبانہ جنازہ پڑھا یہ آپ کی خصوصیات ہیں۔ ایسے شہید پر نماز جنازہ پڑھی جائے۔

**حدیث نمبر ۳۶۴۰** حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى<sup>۱</sup> عَنْ الْبَرَاءِ قَالَ لَقِينَا الْمُشْرِكِينَ يَوْمَ مَيْدَاةٍ أَجْلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِيشًا مِنَ الرُّمَّةِ وَأَمَرَ عَلَيْهِمْ عَبْدُ اللَّهِ وَقَالَ لَا تَبْرَحُوا إِنْ رَأَيْتُمْ مَوْنًا ظَهَرْنَا عَلَيْهِمْ فَلَا تَجْرَحُوا وَإِنْ رَأَيْتُمْ مَوْنَهُمْ ظَهَرُوا عَلَيْنَا فَلَا تُعِينُونَا فَلَمَّا لَقِينَا هَرَبُوا حَتَّى رَأَيْتُ النِّسَاءَ يَشْتَدُّنَ فِي الْجَبَلِ رَفَعَنَ عَنْ سَوْقِهِنَّ قَدَبَاتٍ خَلَّاهُنَّ فَآخَذُوا يَقُولُونَ الْغَنِيْمَةُ الْغَنِيْمَةُ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ عَهْدًا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَا تَبْرَحُوا فَا بَوْأَفْلَمَّا أَبَوْصُرِفَ وَجُوهُهُمْ فَأَصِيبَ سَبْعُونَ قَتِيلًا وَأَشْرَفَ أَبُو سُفْيَانَ فَقَالَ آفِي الْقَوْمِ مُحَمَّدٌ فَقَالَ لَا تُجِيبُوهُ فَقَالَ آفِي الْقَوْمِ بَنُ آفِي قُحَافَةٍ قَالَ لَا تُجِيبُوهُ فَقَالَ آفِي الْقَوْمِ ابْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ إِنْ هُوَ لَا قَتْلُوا فَلَوْكَانُوا أَحْيَاءَ لَا جَابُوا فَلَئِمَّا يَمْلِكُ عُمَرُ نَفْسَهُ فَقَالَ كَذَبْتَ يَا عَدُوَّ اللَّهِ أَبْقَى اللَّهُ عَلَيْكَ مَا يُخْزِيكَ قَالَ أَبُو سُفْيَانَ اعْدُ هَبِلُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجِيبُوهُ تَالُوا مَا نَقُولُ قَالَ قُولُوا اللَّهُ أَعْلَى وَأَجَلُ قَالَ أَبُو سُفْيَانَ لَنَا الْعُزَّى وَلَا عُزَّى لَكُمْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجِيبُوهُ تَالُوا مَا نَقُولُ قَالَ قُولُوا اللَّهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلَى لَكُمْ فَقَالَ أَبُو سُفْيَانَ يَوْمَ يَوْمٍ بَذِرَ وَالْحَرْبُ سِجَالٌ وَتَجِدُونَ مِثْلَهُ لِمَا مَرَّ بِهَا وَلَمْ تَسْؤُنِي

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ احد کی لڑائی میں مشرکین سے ہماری مٹھ بھیر ہوئی۔ تو آپ نے تیر اندازوں کا ایک لشکر جبل قنات پر بٹھادیا۔ جن کا سالار حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کو مقرر فرمایا۔ ان سے کہا کہ دیکھو تم نے اس جگہ سے ہٹنا نہیں ہے۔ خواہ ہمیں دیکھو کہ ہم ان پر غالب آگئے ہیں یا وہ

ہم پر غالب آگئے۔ پھر تم نے ہماری مدد کو نہیں پہنچایا۔ پس جب ہماری جنگ چھڑی تو مشرکین بھاگ کھڑے ہوئے یہاں تک کہ میں نے ان کی عورتوں کو دیکھا کہ وہ پہاڑی علاقہ میں دوڑ رہی تھیں۔ جب کہ اپنی پٹیلیوں سے کپڑا اٹھاتے ہوئے تھیں۔ جس سے ان کے پازیب ظاہر ہو چکے تھے۔ تو ان تیر اندازوں نے کہنا شروع کر دیا کہ غنیمت جمع کرو غنیمت جمع کرو۔ حضرت عبداللہؓ نے ان سے کہا بھی کہ آنحضرتؐ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے وعدہ لیا تھا۔ کہ تم نے یہاں سے نہیں ہٹنا۔ لیکن انہوں نے انکار کیا۔ جب انکار کیا تو ان کے چہرے پھیر دیئے گئے۔ نصرت ایزدی نے ساتھ چھوڑ دیا۔ تو ان کے نستر آدمی شہید کر دیئے گئے۔ اور ابوسفیانؑ نے اونچی جگہ پر کھڑے ہو کر کہا۔ کہ کیا قوم میں محمدؐ ہیں۔ آپؐ نے فرمایا جواب مت دو۔ پھر اس نے پوچھا کیا قوم میں ابن ابی قحافہؓ ہے۔ آپؐ نے فرمایا جواب نہ دو۔ پھر اس نے پوچھا کیا قوم میں ابن الخطابؓ ہے۔ جواب نہ ملا تو کہنے لگا کہ اگر یہ لوگ زندہ ہوتے تو ضرور جواب دیتے۔ حضرت عمرؓ اپنی ذات پر قابو نہ رکھ سکے۔ فرمایا اے اللہ کے دشمن! اللہ تعالیٰ نے تیری رسوائی کے لئے ان کو باقی رکھا ہے۔ ابوسفیان بولا۔ اے صبل! آج تو بلند ہوا۔ تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو جواب دو۔ صحابہ نے کہا کیا کہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ بزرگ و بڑا ہے۔ پھر ابوسفیان بولا۔ ہمارا عزتی بت ہے۔ تمہارے لئے عزتی عورت دینے والا کوئی نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا اس کو جواب دو۔ صحابہ کرام بولے۔ کیا کہیں۔ آپؐ نے فرمایا تم کہو اللہ ہمارا مددگار ہے۔ تمہارا مددگار کوئی نہیں ہے۔ ابوسفیان بولا آج کا دن بدر کے دن کا بدلہ ہے اور لڑائی ایک ڈول ہے۔ جو کبھی بھرا ہوا آتا ہے اور کبھی خالی آتا ہے۔ ایسے لڑائی میں کبھی فتح اور کبھی شکست ہوتی ہے کوئی حرج نہیں۔ باقی تم دیکھو گے کہ تمہارے آدمیوں کے ناک۔ کان کاٹے گئے ہیں۔ اس مسئلہ کا میں نے حکم نہیں دیا۔ ویسے یہ مجھے بُرا بھی نہیں لگتا۔ دشمن جس طرح ذلیل ہوا اسے ذلیل کرنا چاہیئے۔

**تشریح از شیخ مدنی** [یومئذ سے مراد یوم اُحد ہے۔ مشرکین کے تیر انداز دو سو تھے۔ اور بعض میں ہے کہ ایک سو تھے۔ لیکن مسلمانوں کے سچاس تھے۔ یشتہ دن البمبئی تیزی سے دوڑنا۔ پندرہ عورتوں کو لڑائی میں اس لئے لائے تھے۔ ایک تو یہ کہ ان کی حفاظت ہو۔ دوسرے اگر کوئی میدان حرب سے بھاگنے لگے تو عورتیں اُسے عار دلائیں۔ خلافاً جمع خلخال کی۔ پازیب کو

کہتے ہیں، صرف وجوہ فہم یعنی اب دشمنوں کے آگے بھاگنے لگے۔ فلا تجیسوہ اب جواب نہ دوتا کہ ان کو ان کی وفات پر خوشی حاصل ہو اور جب آپ کا اور شیخین کا ظہور ہوگا تو زیادہ رنج میں مبتلا ہوں گے۔ یہ بھی ایک قسم کا جہاد ہے۔ فقال کذب الا اس روایت میں اختصار ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ تیسری مرتبہ کہنے پر اجازت چاہی اور یہ الفاظ کہے۔ اعل ہبل ای ارتفع یا ہبل قد ظہر دینک کہ تیرا دین غالب آگیا۔ یوم بیوم بدر ہذا یوم مقابل یوم بدر۔ تجمدون مثلہ عورتیں جب بھاگ رہی تھیں۔ اب انہوں نے صحابہ کرام کو شہید ہوتے دیکھا۔ تو ان کے ناک۔ کان وغیرہ کاٹ کر ان کا مار بنا لیا۔ جس کو ابوسفیان کی بیوی نے گلے میں ڈالا۔ یہ بہادری اور شجاعت کے خلاف ہے۔ کیونکہ ابوسفیان اگرچہ ابھی مشرف بالاسلام نہیں ہوئے تھے۔ لیکن خلاف انسانیت فعل سے اپنی برأت کر رہے ہیں۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | فلم یملک عمرہ نفسہ ص ۵۹ حضرت عمرؓ نے جب قرینہ سے معلوم کر لیا۔ کہ مقصود یہ ہے کہ جب تک ابوسفیان بولتا رہے تم چپ رہو۔ لیکن فراغت کے بعد کوئی ممانعت

نہیں۔ اس لئے حضرت عمرؓ کا جواب دینا نافرمانی اور حکم عدولی نہیں ورنہ جواب دینے پر آپ عتاب فرماتے۔ اور چپ رکھنے کی حکمت یہ تھی کہ اس کے دل کا راز معلوم ہو جائے کہ کس مقصد کے لئے پوچھ رہا ہے۔

**تشریح از شیخ زکریا** | قسطنطینی فرماتے ہیں کہ نبی کے باوجود حضرت عمرؓ کا جواب دینا حمایت دین کے لئے تھا۔ کہ اس نے گمان کیا تھا کہ آپ قتل ہو گئے۔ صحابہ کرام میں سستی آ

گئی۔ تو درحقیقت یہ نافرمانی نہیں ہے۔ نیز اطبرانی اور حاکم نے ابن عباسؓ سے نقل فرمایا ہے کہ حضرت عمرؓ نے تین مرتبہ اجازت جواب طلب کی۔ دو مرتبہ تو اجازت نہ ملی۔ تو تیسری مرتبہ اجازت

مل گئی۔ مولانا سہارنپوری فرماتے ہیں کہ قول باطل کا انکار کرنا تھا۔ نافرمانی کا قصد نہیں تھا۔

**حدیث نمبر ۳۶۲۱** | أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ  
اصْطَبَحَ الْخَمْرَ يَوْمَ أَحَدٍ نَاسٌ شَوْ قَتَلُوا شَهْدَاءَ

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ اُحد کی لڑائی کے موقع پر صبح کو کچھ لوگوں نے شراب پی۔ پھر وہ شہید کر دیئے گئے۔ معلوم ہوا کہ ابھی شراب کی حرمت نازل نہیں ہوئی تھی۔ ورنہ یہ درجہ شہادت

کیسے حاصل ہوا۔

**تشریح از شیخ مدنی** | ابھی شراب کی حرمت نازل نہیں ہوئی تھی کہ صبح کو کچھ



لوگوں نے شراب پی لی۔ جہاد کا اعلان ہو گیا تو شاربین خمر شام کو شہید ہو گئے۔ اگر یہ فعل قبیح ہوتا تو شہادت کا انعام نہ ملتا۔ معلوم ہوا کہ ابھی شراب کی حرمت نہیں ہوئی تھی۔ دو چیزوں کے متعلق صحابہ کرام کو شبہ ہوا۔ ایک شراب کے متعلق کہ یہ شرابی شہید کیسے بنے۔ نسخ بیان مدت حکم کو کہتے ہیں۔ نسخ کے بعد اس پر عمل کرنا گمراہی ہے۔ قبل از نسخ کوئی جرم نہیں۔ صحابہ کرام کو شبہ ہوا کہ جب شراب کی حرمت نہ رہی ہوئی ہے۔ لاقربہ للصلوة وانتم سکارى۔ کہ نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ۔ سمجھ دار لوگوں نے تو اس وقت ہی اسے پینا چھوڑ دیا۔ بعض لوگ صریح حکم کے منتظر رہے۔ حضرت عمرؓ نے بار بار آپؐ سے درخواست کی کہ شراب پینے میں خلاف انسانیت باتیں ہیں۔ کئی گناہ کا باعث ہے اس لئے اسے چھڑوا دیا جائے۔ بنا بریں بین لنا بیانا شافیا کہ اللہ شافی بیان واضح فرما۔ اٹھھا اکبر من نفعھا نازل ہوئی تو بھی بعض لوگ صریح حکم کے منتظر رہے۔ کہ اخف ضررا ہے۔ پھر آیت نازل ہوئی انما الخمر والمیسر رجس من عمل الشیطن فانھما اتوا ب حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ انتھینا انتھینا ہم رک گئے رک گئے۔ تو شبہ ہوا کہ ہم لوگ نہیں سمجھ سکے۔ اللہ تعالیٰ کا منشا تو ابتدا سے منع کرنے کا تھا۔ تو اپنے آپ کو خطا کار سمجھنے لگے۔ تولیس علی الذین امنوا جناح فیما طعموا اذا ما اتقوا نازل ہوئی۔ کہ اس میں تمہاری کوئی خطا نہیں ہے۔

دوسرا شبہ تحویل قبلہ کے وقت ہوا۔ درحقیقت قبلہ بیت اللہ تھا۔ بیت المقدس عارضی تھا۔ آزمائش کے لئے تھا۔ تو جو لوگ تحویل سے پہلے وفات پا گئے۔ ان کی نمازیں اکارت گئیں۔ کہ حقیقی قبلہ کی طرف نماز نہ پائی گئی تو ماکان اللہ لیضیع ایمانکم نازل ہوئی کہ اللہ تمہاری نمازوں کو ضائع نہیں کرے گا۔ تو یہاں بھی قتلوا شہداء سے شبہ کا ازالہ کیا گیا کہ ابھی تک حرمت نازل نہیں ہوئی تھی۔ تو گناہ کا ارتکاب کیسے ہو گیا۔ اور انعام سے محرومی کیسے لازم آئی۔

**حدیث نمبر ۳۶۲۲** حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ أَتَى بِطَعَامٍ وَكَانَ صَائِمًا فَقَالَ قَتَلَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَهُوَ خَيْرٌ مِنِّي كُفُونًا فِي بُرْدَةٍ إِنْ غُطِيَ رَأْسُهُ بَدَتْ رَجُلَاهُ وَإِنْ غُطِيَ رَجُلَاهُ بَدَتْ رَأْسُهُ وَأَرَاهُ قَاتِلَ حُمْرَةٍ وَهُوَ خَيْرٌ مِنِّي شَرَّ بَسِطَ لَنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا بَسِطَ

أَوْ قَالَ أُعْطِينَا مِنَ الدُّنْيَا مَا أُعْطِينَا وَقَدْ خَشِينَا أَنْ تَكُونُ حَنَاتَنَا  
عُجِّلَتْ لَنَا ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِي حَتَّى تَرَكَ الطَّعَامَ.

ترجمہ۔ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کے پاس کھانا لایا گیا۔ وہ روزے سے تھے۔ تو فرمایا۔ کہ  
حضرت مصعب بن عمیرؓ جو میرے سے بہتر تھے وہ شہید کر دیئے گئے اور ان کو کفن ایسی چادر میں  
دیا گیا کہ اگر ان کا سر ڈھانکا جاتا تو پاؤں کھل جاتے اگر پاؤں ڈھانکے جاتے تو سر کھل جاتا۔ اور  
میرا خیال ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت حمزہؓ شہید کئے گئے جو میرے سے بہتر تھے۔ پھر ہمارے  
لئے دنیا کی وہ فراوانی ہوئی جو قابل رشک ہے یا فرمایا کہ ہمیں اتنی دنیا کی نعمتیں دی گئیں جن کا  
کوئی شمار نہیں۔ ہمیں تو خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔ کہ کہیں ہماری نیکیوں کا بدلہ جلد ہی دنیا میں نہ  
دے دیا جائے۔ پھر رونے لگے۔ یہاں تک کہ کھانا چھوڑ دیا۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ اور حضرت حمزہؓ  
دونوں شہیدائے اُحد میں سے ہیں۔

**حدیث نمبر ۳۶۴۳** حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ السَّوْعِيُّ جَابِرُ بْنُ  
عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ أَرَأَيْتَ  
إِنْ قُتِلْتُ فَأَيُّنَ أَنَا قَالَ فِي الْجَنَّةِ فَأَلْقَى تَمْرَاتٍ فِي يَدِهِ ثُمَّ قَاتَلَ  
حَتَّى قُتِلَ.

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
سے اُحد کی لڑائی کے دن عرض کی کہ مجھے بتائیے کہ اگر میں آج قتل ہو جاؤں تو کہاں ٹھکانا ہوگا۔  
فرمایا جنت میں۔ تو ان کے ہاتھ میں جو کھجوریں تھیں وہ پھینک دیں لڑائی میں حصہ لیا اور شہید ہو گئے۔  
**حدیث نمبر ۳۶۴۴** حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ الْعَنِّيُّ خَبَابٌ قَالَ  
هَاجَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبْتِغِي وَجْهَ اللَّهِ فَوَجَبَ  
أَجْرُنَا عَلَى اللَّهِ وَمِنَّا مَنْ مَضَى أَوْ ذَهَبَ لَمَّا يَأْكُلُ مِنْ أَجْرِهِ شَيْئًا  
كَانَ مِنْهُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ لَمْ يَتْرُكْ إِلَّا نَمِرَةً كُنَّا  
إِذَا غَطَيْنَا بِهَا رَأْسَهُ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ وَإِذَا غَطَيْنَا بِهَا رَأْسَهُ خَرَجَ رَأْسُهُ  
فَقَالَ لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَطُّوا بِهَا رَأْسَهُ وَاجْعَلُوا عَلَى رِجْلَيْهِ الْأَذْغَدَ

أَوْ قَالَ أَلْقُوا عَلَيَّ جُلْدِي مِنَ الْإِذْ خَيْرٍ وَمِمَّا مَنَ قَدْ آيَنَعَتْ لَهُ ثَمَرَتُهُ فَمَوْ  
يَهْدِيهَا أَخْبَرَنَا حَسَّانُ بْنُ

ترجمہ۔ حضرت جنابؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ہجرت کی جس سے ہم صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مند می کے طلب گار تھے۔ پس ہمارا ثواب اللہ تعالیٰ کے ذمہ واجب ہو گیا۔ اور بعض ہم میں سے وہ ہیں جو گزر گئے اور انہوں نے اپنے ثواب کا کچھ بھی بدلہ نہ چکھا۔ ان میں سے حضرت مصعب بن عمیرؓ تھے۔ جو احد کی لڑائی میں شہید کئے گئے۔ جنہوں نے ایک ادنیٰ رنگہ ار چادر کے سوا کچھ نہ چھوڑا۔ ہم لوگ اس چادر سے ان کے سر کو چھپاتے تھے۔ تو ان کے پاؤں نکل آتے تھے۔ پاؤں کو چھپاتے تو سر نکل آتا۔ جس پر ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اس چادر سے ان کا سر ڈھانپ لو۔ اور ان کے پاؤں پر اذخر گھاس ڈال دو۔ اور بعض ہم میں سے وہ ہیں جن کے ثواب کا پھل پک چکا ہے۔ وہ ان کو چن رہا ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ وجہ اجرنا علی اللہ اس سے اجر اخروی مراد ہے۔

لم یأکل من اجرہ سے اجر دنیاوی مراد ہے۔ واجب شرعی دراصل اس کو کہتے ہیں۔ جس میں کوتاہی کرنے سے محنت ہو۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اپنے ادب و شفقت اور مہربانی کے طور پر واجب کیا ہے۔ غرہ مخطوط چادر دھاری دار۔ یہدب خوشہ سے اچھے اچھے چوہارے چننا۔

حدیث نمبر ۳۶۴۵ حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ حَسَّانٍ الْإِنْسِيُّ أَنَّ عَقَّةَ غَابَ عَنْ بَدْرٍ فَقَالَ غِبْتُ عَنْ أَوَّلِ قِتَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَئِنْ أَشْهَدَنِي اللَّهُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَرِيَنِّي اللَّهُ مَا أَجِدُ فَلَقِيَ يَوْمَ أُحُدٍ فَهَزِمَ النَّاسُ قَالَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعْتَذِرُ إِلَيْكَ وَمَقَاصِنَعُ هَؤُلَاءِ يَعْنِي الْمُسْلِمِينَ وَأَبْرَأُ إِلَيْكَ مِمَّا جَاءَ بِهِ الْمُشْرِكُونَ فَتَقَدَّمَ بِسَيْفِهِ فَلَقِيَ سَعْدَ بْنَ مُعَاذٍ فَقَالَ آيْنِ يَا سَعْدُ إِنِّي أَجِدُ رِيحَ الْجَنَّةِ دُونَ أَحَدٍ فَمَضَى فَقَتَلَ فَمَا عَرِفَ حَتَّى عَرَفَتْهُ أُخْتُهُ بِشَامَةَ أَوْ بِنَانِيَهْ وَبِهِ بَضْعٌ وَمَمْلُوءٌ مِنْ طَعْنَةٍ وَضَرْبَةٍ وَرُمِيَةٍ لِيَسْمُو

ترجمہ۔ حضرت انس سے مروی ہے۔ کہ ان کے چچا انس بن نضر کسی کام پر جانے کی وجہ سے غزوہ بدر میں حاضر نہ ہو سکے۔ کہنے لگے کہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی لڑائی سے غیر حاضر رہا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کسی اور لڑائی میں حاضر کیا تو پھر اللہ تعالیٰ ضرور دیکھ لے گا۔ کہ میں کس قدر کوشش کرتا ہوں۔ پس اُحد کی لڑائی میں دشمن سے ملاقی ہوئے۔ لوگوں کو شکست ہو گئی۔ تو کہنے لگے اے اللہ! مسلمانوں سے جو فرار وغیرہ سرزد ہوئی اس کی طرف سے میں آپ سے معذرت خواہ ہوں۔ اور جو کچھ مشرکوں نے کیا ہے اس سے میں بیزار ہوں۔ پس تلوار لے کر آگے بڑھے۔ حضرت سعد بن معاذ سردار اوس سے ملاقات ہوئی۔ کہنے لگے اے سعد! تم کہاں پھرتے ہو۔ میں تو اُحد پہاڑ کے درے سے جنت کی خوشبو سونگھ رہا ہوں۔ پس چلے گئے قتل ہوئے پھپھانے نہیں جاتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کی ہمشیر نے انہیں بڑے خال تل سے یا ان کے پورے سے پھپھانا۔ ان کے بدن میں اُسی سے زیادہ زخم تلوار نیزے اور تیر لگنے کے تھے۔

**تشریح از شیخ مدنی** انی اعتذر الیک یہ مسلمانوں کے لئے سفارش تھی۔ ابراہیم الیک یہ اعداء اسلام کے فعل سے برآء ہے۔ شانہ بڑے تل کو کہتے ہیں۔ حضرت انس بن نضر کے بدن میں اُسی زخم تھے۔ جس سے ان کا پہچانا مشکل تھا۔ ان کی بہن نے اس تل کی وجہ سے ان کو پہچانا جو ان کی انگلیوں کے درمیان تھا۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** ان عم غاب عن بدر ۵۹۹ھ ان کو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لڑائی پر جانے کی اطلاع نہ ہو سکی۔ ظاہر یہ ہے کہ وہ اس دن مدینہ میں موجود نہ تھے۔ جب واپس آئے یہ قصہ سنا تو یہ الفاظ کہے۔ وانی لاجد ریح الجنة ظاہر یہ ہے کہ مجازی معنی مراد ہیں کہ یقیناً شہادت کے بعد جنت میں داخل ہوں گا۔ یا حقیقت پر محمول ہو۔ جیسے ایسے وقت شہید کو جنت نظر آتی ہے تو یہ ان کی کرامت ہوگی۔

**تشریح از شیخ زکریا** حافظ اور ابن بطلال نے بھی مجاز اور حقیقت پر دونوں پر محمول کیا ہے۔ لیکن میرے نزدیک بہتر توجیہ یہ ہے کہ اس کو مجاز پر محمول کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ بلکہ اسے ظاہر اور حقیقت پر محمول کیا جائے۔ کیونکہ روایات میں وارد ہے کہ جب مؤمن کی موت

کا وقت آتا ہے تو اسے رضوان کی بشارت دی جاتی ہے۔ تو اس وقت اس کے نزدیک بقا اللہ سے کوئی چیز محبوب نہیں ہوتی۔ بلکہ جنت کی خوشبوئیں اور اس کے اکفان سے محفوظ ہوتا ہے۔ خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اَن كَانَ مِنَ الْمُقْرَبِينَ فَرَوْحٌ وَرَيْحَانٌ وَجَنَّةُ نَعِيمٍ یعنی اگر کوئی مقربین میں سے ہے تو اس کے لئے خوشبوئیں اور جنت کی نعمتیں ہیں۔ اس طرح بہت سی روایات میں اس کو بیان کیا گیا ہے۔

**حدیث نمبر ۶۴۶۴** حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ أَنََّّهُ سَمِعَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ يَقُولُ فَقَدْ تَأَيَّتُ مِنَ الْأَحْزَابِ حِينَ نَسَخْنَا الْمُصْحَفَ كُنْتُ أَسْمَعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِهَا فَالْتَمَسْنَا هَا فَوَجَدْنَاهَا مَعَ خُدَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيِّ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رَجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَعِنَهُمْ مَنْ قَضَى نَجْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَلْتَظِرُّ فَا لْحَقْنَاهَا فِي سُورَتِهَا فِي الْمُصْحَفِ .

ترجمہ۔ حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم قرآنی دستاویز لکھنے لگے تو میں نے سورۃ احزاب کی ایک آیت کو گم پایا جس کو میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھتے ہوئے سنا تھا۔ تو ہم تلاش کرتے کرتے اس کو حضرت خزیمہ بن ثابتؓ انصاریؓ کے پاس لکھا ہوا پایا۔ آیت یہ تھی۔ ترجمہ کہ مومنوں میں کچھ تو وہ آدمی ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے معاہدہ کو سچا کر دکھایا۔ بعض وہ ہیں جنہوں نے اپنی حاجت پوری کر لی۔ اور بعض ابھی انتظار کر رہے ہیں تو ہم نے اس کو سورۃ احزاب میں مصحف کے اندر لاسحق کر دیا۔

**تشریح از شیخ مدنی** حضرت زید بن ثابتؓ کا تب وحی تھے۔ وہ صالح نوجوان تھے۔ آپؐ نے انہیں فرمایا تھا کہ تم عبرانی زبان سیکھ لو۔ کیونکہ یہود خان ہیں۔ جو خطوط آپؐ کی طرف آتے تھے یا باہر جاتے تھے۔ ان پر آپؐ کو اطمینان نہیں ہوتا تھا۔ بنا بریں آپؐ کی برکت سے انہوں نے چودہ دن میں عبرانی زبان سیکھ لی۔ صدیقی دور میں قرآن مجید کی کتابت کا انتظام کیا گیا۔ کیونکہ پہلے قرآن مجید صرف صدور میں محفوظ تھا۔ کسی کے پاس ایک آیت کسی کے پاس دو آیات لکھی ہوتی ہوتی تھیں۔ پیامہ کی لڑائی میں بہت سے صحابہ کرام جام شہادت نوش فرما گئے۔ قرآن بھی

شہید ہوئے۔ تو بہت سی آیات کے گم ہونے کا خوف لاحق ہوا۔ تو حضرت فاروق اعظمؓ نے حضرت صدیق اکبرؓ کو جمع قرآن کے متعلق مشورہ دیا۔ تو انہوں نے حضرت زید بن ثابتؓ کو بلا کر کہا کہ قرآن مجید کو سب مقامات سے جمع کر کے ایک صحیفہ میں لکھ دو۔ انہوں نے اس کا اہتمام کیا۔

**من المومنین** ایہ آیت ان کو یاد تو تھی لیکن لکھی ہوئی نہیں ملی۔ یعنی تواتر حفظی تو تھا۔ تواتر کتابی نہ تھا۔ فہمہ معنی حاجت۔ اور یہ آیت غزوہ اُحد کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ جو انس بن نضرؓ کے بارے میں ہے۔ جو غزوہ بدر میں حاضر نہیں ہو سکے تھے۔ بہر حال اس سے قرآن مجید کے تواتر میں کوئی خلل نہیں آیا۔ کیونکہ لفظ میں تواتر کافی ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ چونکہ لفظ صرف ان کو یاد تھا۔ اور کسی کو یاد نہ تھا۔ جیسے وجدنا ہا کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے۔ لیکن جب انہوں نے اس آیت کو پڑھا تو سب کو یاد آ گیا۔ تو تواتر برقرار رہا۔ جیسے دما محمدؐ الرسول صدیق اکبرؓ کے پڑھنے سے سب کو یاد آ گئی۔ تو علم تو تھا مگر یاد نہیں تھی۔ یاد دلانے پر یاد آ گئی۔ تواتر بحال رہا۔

**حدیث نمبر ۳۶۴۲** حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ يُحَدِّثُ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ لَمَّا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أُحُدٍ رَجَعَ نَاسٌ مِمَّنْ خَرَجَ مَعَهُ وَكَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِرْقَتَيْنِ فِرْقَةٌ تَقُولُ نُقَاتِلُهُمْ وَفِرْقَةٌ تَقُولُ لَا نُقَاتِلُهُمْ فَنَزَلَتْ فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فَعَتَيْنِ وَاللَّهُ أَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوا وَقَالَ إِنَّهَا طَيْبَةٌ تَنْفِي الذُّنُوبَ كَمَا تَنْفِي التَّارُخَبَةَ الْفِضَّةَ۔

ترجمہ۔ حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کی طرف کوچ فرمایا۔ تو جو لوگ آپ کے ہمراہ نکلے تھے۔ ان میں سے کچھ لوگ واپس چلے گئے۔ اب جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں دو گروہ ہو گئے۔ ایک تو کہتا تھا کہ ان کی یہ سنگین غلطی ہے۔ اس لئے ان سے لڑائی کرنی چاہیے۔ دوسرا کہتا تھا کہ ہمیں ان سے قتال نہ کرنا چاہیے۔ جس میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ترجمہ۔ تمہیں کیا ہو گیا کہ منافقین کے بارے میں تمہارے دو گروہ ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے تو ان کی کرتوتوں کی وجہ سے ان کو کفر کی طرف رد کر دیا۔ اور مدینہ کو طیبہ ہے۔ یعنی

پاک ہے۔ جو گناہوں کو ایسے دور کر دیتا ہے جیسے آگ چاندی کے کھوٹ کو دور کر دیتی ہے۔

**تشریح از شیخ مدنی** | اشوط ایک باغ کا نام ہے۔ جو مدینہ اور احد پہاڑ کے درمیان

واقع ہے۔ عبد اللہ بن ابی ربیع المناقیہ اس مقام پر پہنچ کر کہنے لگا۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرہ والی ہماری بات کو نہیں مانا اور نوجوانوں کی اکثریت کی بات کو ترجیح دی۔ ہم تو خواہ مخواہ موت کے منہ میں جانے کے لئے تیار نہیں۔ اپنے تین سو آدمی لے کر وہاں سے واپس ہو گیا۔ خروج کے بعد فوج سے واپس آ جانا یہ ایک سیاسی سنگین جرم تھا۔ کیونکہ اس سے فوج میں بزدلی پیدا ہوتی ہے۔ عسکری قانون کے تحت ایسا شخص گولی سے اڑا دینے کے قابل ہے۔ غزوہ احد کے بعد آپس میں یہ مشورہ ہونے لگا۔ کہ ان تین سو باغیوں کے خلاف کیا سلوک کرنا چاہیے۔ ایک گمراہ ان سب کو قتل کر دینے کا کہتا تھا۔ دوسرا گمراہ کہتا تھا۔ کہ بظاہر مومن تو ہیں ان سے غلطی ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا تم بھی معاف کر دو۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ **اَلرَّكْسَمُ رَكْسٌ** سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی نجس کے بھی آتے ہیں۔ **اَنفُكَا رَكْسًا فَالْقَهَا** اور رکس کے معنی رد کرنے کے بھی آتے ہیں۔ واپس کر دینا۔ لوٹا دینا۔ توبہ معنی ہوں گے۔ کہ واللہ جعلہم نجسًا باعمالہم اللہ تعالیٰ نے ان کی بد اعمالیوں کی وجہ سے انہیں نجس قرار دیا۔

یا **اَلرَّكْسَمُ رَدْهَمٌ اِلَى الْکُفْرِ** یا یہ کہ ان کو کفر کی طرف لوٹا دیا۔ **اَنفُكَا طَیْبَةً** مدینہ منورہ بھٹی کی طرح ہے۔ تنفی خبث الفضل یعنی منافقین کو نکال دے۔ اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں۔ کہ ایسے مصائب اور آلام نازل ہوں۔ کہ اہل مدینہ کے ذنوب مضمحل ہو جائیں۔ اور اللہ تعالیٰ جس سے بھلائی کا ارادہ کرتے ہیں اس کو مصائب میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ جس سے ان کی تطہیر مقصود ہوتی ہے۔ بنا بریں انبیاء اور صلحاء انہیں خندہ پیشانی سے قبول کرتے ہیں۔ بلکہ ان کی آرزو کرتے ہیں۔ پہلی توجیہ کی تائید ایک اعرابی کے واقعہ سے ہوتی ہے۔ جو آپ سے بیعت کرنے کے بعد بخار میں مبتلا ہوا۔ بیعت توڑ کے بھاگ گیا۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ عام معنی مراد ہوں۔ کہ جو لوگ احد سے لوٹ کر آتے ہیں۔ وہ یا تو مدینہ سے چلے جائیں گے۔ یا مدینہ ان کے خبث کو دور کر دے گا۔ اور واقعہ بھی یہی ہوا کہ بعض توبہ دہائیت پر آگئے اور بعض امراض مختلفہ میں مبتلا ہو کر مر گئے۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | رجب ناس ۵۸۲ھ ان لوٹنے والوں سے وہ لوگ مراد نہیں۔

جو قتال کے بعد بھاگ آئے تھے۔ کیونکہ وہ تو مسلمان تھے۔ کچھ منافق بھی تھے اور یہ واپس آنے والے تو وہ تھے جن کا نفاق واضح تھا۔

**تشریح از شیخ زکریا** | قطب گلکوٹی کی تقریر سے معلوم ہوا۔ کہ منافقین دو قسم کے تھے۔ ایک تو خالص النفاق جو عبد اللہ بن ابی کے ساتھی تھے جو قتال شروع ہونے سے پہلے واپس آ گئے تھے۔ جن کی تعداد تین سو تھی۔ اور دوسرے ظاہر النفاق نہیں تھے۔ وہ انہزام کے وقت بھاگ کر مدینہ منورہ تک پہنچ گئے تھے۔ ان میں مسلمان بھی تھے اور منافق بھی تھے۔ ان کے بارے میں إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ ایہ مسلمان تھے۔ کیونکہ ان کے بارے میں ارشاد ہوا۔ لَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ نازل ہوئی۔ اور بعض کا منافی ہونا طبرانی کی روایت سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ بعض لوگ بھاگ کر پہاڑ میں پناہ گزین ہوئے۔ کہنے لگے کاش کوئی قاصد جا کر ابوسفیان سے امان طلب کرتا۔

## بَابُ إِذْ هَمَّتْ طَائِفَتَانِ مِنْكُمْ أَنْ تَفْشَلَا وَاللَّهُ وَلِيُّهُمَا وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ

ترجمہ۔ جب کہ تم میں سے دو گروہوں نے ارادہ کر لیا کہ وہ بزدلی کا مظاہرہ کریں اور اللہ تعالیٰ ان کی طرف سے مدافعت کرنے والا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ پر ہی مومنوں کو بھروسہ کرنا چاہیے۔

**حدیث نمبر ۳۶۴۸** حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ عَنِ جَابِرٍ قَالَ نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِينَا إِذْ هَمَّتْ طَائِفَتَانِ مِنْكُمْ أَنْ تَفْشَلَا بَنِي سُلَيْمَةَ وَ بَنِي حَارِثَةَ وَمَا أَحْبَبَّ أَنْتَهُمَا لَمْ تَنْزِلْ وَاللَّهُ يَقُولُ وَاللَّهُ وَلِيُّهُمَا۔

ترجمہ۔ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ إِذْ هَمَّتْ طَائِفَتَانِ الْآيَةُ ہمارے بارے میں نازل ہوئی۔ یعنی بنو سلمہ اور بنو حارثہ انصار کے دو قبائل کے بارے میں۔ اور اب میں نہیں چاہتا کہ یہ آیت نازل نہ ہوتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی ان کا کارساز ہے۔

**تشریح از شیخ مدنی** | طائفان سے بنو حارثہ اور بنو سلمہ انصار کے دو قبیلے مراد ہیں۔ جو عبد اللہ بن ابی کے چلے جانے کے وقت پھسلنے لگے تھے۔ کہ یہ بھی واپسی کے لئے تیار ہو گئے۔ لیکن لوگوں



نے ان کو سمجھایا۔ جس کے بعد وہ آپ کے ساتھ رہ گئے۔ فحل کے معنی ہزدلی کے ہیں۔ کسی آیت کا اس طرز پر اترنا کہ اس میں کسی شخص کی قباحت مذکور ہو۔ وہ اپنے عیب کے مستور ہونے کی خواہش کرتا ہے۔ اور اسے ناگوار گزرتی ہے۔ مگر جب آخر آیت میں ان کی تسلی نازل ہوئی۔ اَللّٰهُ وَلِيَهُمَا تَوَدَّلَ آیت سے جو ذنب معلوم ہوتا تھا۔ وہ آخر آیت سے زائل ہو گیا۔

**حدیث نمبر ۳۶۴۹** حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ جَابِرٍ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ نَكَحْتَ يَا جَابِرُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ مَاذَا أَيْكَرُ أَمْ ثَيْبًا قُلْتُ لَا بَلْ ثَيْبًا قَالَ فَهَلَا جَارِيَةٌ تُلَاعِبُكَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ أَجِبْتُ يَوْمَ أَحَدٍ وَتَرَكَ تَسْعَ بَنَاتٍ كُنْتُ لِي تَسْعَ أَخَوَاتٍ فَكَرِهْتُ أَنْ أَجْمَعَ إِلَيْهِنَّ جَارِيَةٌ خَرَقَاءُ مِثْلَهُنَّ وَلَكِنْ أَمْرًا تَمَشُطُهُنَّ وَتَقُومُ عَلَيْهِنَّ قَالَ أَصَبْتَ۔ ترجمہ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تم نے شادی کی۔ میں نے جواب دیا ہاں! فرمایا کنواری سے یا بیوہ سے۔ میں نے کہا نہیں بلکہ بیوہ سے کی ہے۔ آپ نے فرمایا نو جوان لڑکی سے شادی کیوں نہیں کی جو تم سے ہنستی کھیلتی جس سے الفت تالہ پیدا ہوتی ہے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میرے والد عبد اللہ جنگ اُحد میں شہید ہو گئے اور اپنے پیچھے نو لڑکیاں چھوڑ گئے ہیں۔ میں اکلوتا بیٹا ہوں جس کی نو بہنیں ہو گئیں۔ میں نے پسند نہ کیا۔ کہ ان کے ساتھ ان جیسی ایک اور نا تجربہ کار لڑکی جمع کر دوں۔ بلکہ ایک ایسی عورت ہو جو ان کی نگہا پٹی کرے۔ ان کا انتظام کرے۔ آپ نے فرمایا تم نے ٹھیک کیا۔

**تشریح از شیخ مدنی** حضرت جابرؓ کے والد غزوہ اُحد میں شہید ہو گئے۔ یہ ان کے اکلوتے

بیٹے تھے۔ سب کاروبار ان کے سپرد ہوا بہت غمگین رہتے تھے اس لئے آپ نے ان سے پوچھا۔ شادی کی باکرہ سے یا بیوہ سے۔ جب بتلایا بیوہ سے تو آپ نے فرمایا ہَلَا جَارِيَةٌ یعنی نو جوان لڑکی سے شادی کیوں نہیں کی تاکہ اس سے محبت و الفت زیادہ ہوتی۔ ہم ساری کا یہی تقاضا تھا۔ خَرَقَاءُ عَقَاءُ اخْرَقَ بِعْنِ الْحَقِّ۔ نا تجربہ کار۔

**حدیث نمبر ۳۶۵۰** حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي سُرَيْجٍ حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ أَبَاهُ اسْتَشْبَهَ يَوْمَ أَحَدٍ وَتَرَكَ عَلَيْهِ دَيْنًا وَتَرَكَ سِتَّ بَنَاتٍ

فَلَمَّا حَضَرَ جَزَاؤُ التَّخْلِ قَالَ أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ  
 قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ وَالِدِي قَدْ اسْتَشْهِدَ يَوْمَ أُحُدٍ وَتَرَكَ دِينًا كَثِيرًا وَإِنِّي  
 أَحِبُّ أَنْ يَرَاكَ الْغُرَمَاءُ فَقَالَ أَذْهَبُ فَبَيْدَرُ كُلَّ تَعْرِ عَلَى نَاحِيَةٍ فَفَعَلْتُ  
 ثُمَّ دَعَوْتُهُ فَلَمَّا نَظَرُوا إِلَيْهِ كَانَتْهُمْ أَغْرُؤَانِي تِلْكَ السَّاعَةَ فَلَمَّا رَأَى  
 مَا يَصْنَعُونَ أَطَافَ حَوْلَ أَعْظَمِهَا بَيْدَرًا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ جَلَسَ عَلَيْهِ ثُمَّ  
 قَالَ أَذْغُ لَكَ أَصْحَابَكَ فَمَا زَالَ يَكِيلُ لَهُمْ حَتَّى أَذَى اللَّهُ عَنْ وَالِدِي  
 أَمَانَتَهُ وَأَنَا أَرْضَى أَنْ يُؤَدِّيَ اللَّهُ أَمَانَتَهُ وَالِدِي وَلَا أَرْجِعَ إِلَى أَخَوَاتِي  
 بِتَمَرَةٍ فَسَلَّمَ اللَّهُ الْبَيَادِرَ كُلَّهَا وَحَتَّى أَتَى أَنْظَرُ إِلَى الْبَيْدَرِ الَّذِي  
 كَانَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْهَا لَمْ تَنْقُصْ تَعْمَرَةً  
 وَاحِدَةً.

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ اُحد کی لڑائی میں ان کے باپ شہید  
 کر دیئے گئے۔ جنہوں نے اپنے اوپر بہت سا قرضہ چھوڑا اور چھ کنواری بیٹیاں چھوڑ گئے۔ جب  
 کھجوروں کے کاٹنے کا موسم آیا تو میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو  
 کر عرض کی کہ آپ کو معلوم ہے میرے باپ اُحد میں شہید ہو گئے۔ اور بہت سا قرضہ چھوڑ گئے۔  
 میں چاہتا ہوں کہ آپ کو دیکھ کر شاید میرے قرضہ کو کچھ رعایت برتیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم جا کر کھجور  
 کی الگ الگ ڈھیریاں لگاؤ پھر مجھے بلاؤ۔ چنانچہ میں نے ایسا کیا اور آپ کو آنے کی دعوت دی۔  
 جب قرض خواہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو اس گھڑی مجھ پر مشتعل ہو کر غصہ کا اظہار کیا۔  
 جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس کارکردگی کو دیکھ لیا۔ تو ان ڈھیروں میں سے جو  
 سب سے بڑی ڈھیری تھی۔ آپ نے اس کے ارد گرد تین چکر لگائے۔ پھر اس پر بیٹھ گئے۔ پھر مجھے فرمایا  
 کہ اپنے ساتھی قرض خواہوں کو بلاؤ۔ پس آپ برابر ان کے لئے پیمانہ سے کھجور بھرتی کرتے رہے یہاں  
 تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرے باپ سے ان کی امانت ادا کرادی۔ اور میں اس پر راضی تھا۔ کہ  
 اللہ تعالیٰ میرے باپ کی امانت کو پورے طور پر ادا کر دے اور میں اپنی بہنوں کی طرف کھجور کا  
 ایک دانہ بھی لے کر نہ جاؤں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ساری ڈھیریوں کو سالم رکھا۔ یہاں تک کہ میں

اس ڈھیری کو دیکھ رہا تھا جس پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز تھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا کہ اس سے کھجور کا ایک دانہ بھی کم نہیں ہوا۔

**تشریح از شیخ منیٰ** | ترک ست بنات پہلی روایت میں نو بنات کا ذکر تھا بظاہر تعارض ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ تین بیٹیاں شادی شدہ تھیں۔ جو اپنے خاوندوں کے گھر رہتی تھیں۔ چھ کنواری بہنیں حضرت جابرؓ کے پاس تھیں۔

حضرت جابرؓ انخل یہ روایت مختصر ہے۔ حضرت جابرؓ نے اپنے قرض خواہوں سے کہا تھا کہ جو کچھ میرے پاس ہے لے لو۔ باقی معاف کر دو۔ لیکن وہ نہ مانے۔ حضرت جابرؓ آپ کو ان یہود کے پاس سفارش کے لئے گئے۔ جس پر پھر بھی وہ نہ مانے۔ آپ کا تین مرتبہ جانا احادیث سے ثابت ہے۔ پہلے سفارش کے لئے گئے۔ بعد ازاں تمام باغ کا دورہ کیا۔ ارشاد فرمایا۔ کھجور کا ٹٹنے کے موسم میں ان کے انواع الگ الگ رکھو۔ پھر مجھے اطلاع دینا۔ چنانچہ پھر تیسری مرتبہ غومنوں کے تمایز کے بعد بڑے غومن پر بیٹھ گئے۔ اور تمام قرضہ ادا کر دیا۔ اور غومن سب کے سب صحیح و سالم بچ گئے۔

اغردانی اغراء کا معنی بھڑکانا۔ اور بھڑکانے کی صورت میں غصہ کی وجہ سے آدمی چپٹ جاتا ہے تو وہ سب مجھے چپٹ گئے۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | افسلم اللہ البیادر کلھا ص ۵۸ سلامتی سے مراد بالکل فنا

نہ ہونا نہیں ہے۔ اگر کچھ حصہ باقی رہ جائے تو اس کے منافی نہ ہوگا۔ چنانچہ بعد میں کاٹھا لٹم تنقص<sup>۱۲</sup> اس کے منافی نہیں۔ اس لئے کہ لفظ کائن در حقیقت نقصان پر دلالت کرتا ہے۔ کہ کچھ نہ کچھ کمی ہوئی ضرور ہے۔ مگر وہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ نیز بعض دوسری روایات میں صراحتہ وارد ہے۔ کہ کچھ کی واقع ہوئی۔

**تشریح از شیخ زکریا** | قطب گنگوہی نے روایات کے اختلاف کی طرف اشارہ فرمایا۔

چنانچہ ایک روایت میں ہے۔ کہ تیس وسق تو ادا ہو گئے اور سترہ وسق بچ رہے۔ یا اختلاف روایات ہو تو مد غرمار پر محمول کیا ہے۔ ایک نوع میں سے ایک یہودی کو ادا کیا۔ اس سے کچھ بچ رہا دوسرے نوع سے دوسرے کو ادا کیا اس سے کچھ نہ بچا۔

حدیث نمبر ۳۶۵۸ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ

قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ وَمَعَهُ رَجُلَانِ يُمَاقِلَانِ عَنْهُ عَلَيْهِمَا ثِيَابٌ بَيضٌ كَأَشَدِّ الْقِتَالِ مَا رَأَيْتُهُمَا قَبْلُ وَلَا بَعْدُ.

ترجمہ۔ حضرت سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ میں اُحد کی لڑائی میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ کے ہمراہ دو آدمی ہیں جو آپ کی طرف سے لڑائی میں حصہ لے رہے ہیں جن پر سفید کپڑے تھے اور وہ سخت لڑائی لڑ رہے تھے۔ جن کو میں نے نہ اس سے پہلے دیکھا تھا نہ اس کے بعد دیکھا۔  
**حدیث نمبر ۳۶۵۲** حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْأَسَمِيُّ سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَاصٍ يَقُولُ نَشَلُّ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَنَانَتَهُ يَوْمَ أُحُدٍ فَقَالَ أَرُمُ فِذَاكَ إِنِّي وَأُمِّي۔

ترجمہ۔ حضرت سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے کنانہ سے اُحد کی لڑائی میں ان کا ترکش جھاڑا اور فرمایا تیر بھینکو میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں۔  
**تشریح از شیخ مدنی** [نشل بمعنی جھاڑنا۔ کنانہ وہ پھیلی جس میں تیر رکھے جاتے ہیں۔ حضرت سعد بڑے ماہر تیر انداز تھے۔ جن کے بارے میں آپ نے فدا کاہ ابی واہی فرمایا۔ یہ بڑے اعزاز کی بات ہے۔]  
**حدیث نمبر ۳۶۵۳** حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الْأَسَمِيُّ سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَاصٍ يَقُولُ جَمَعَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَوِي يَوْمَ أُحُدٍ۔

ترجمہ۔ حضرت سعد فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعدیہ کے لئے اُحد کی لڑائی میں میرے لئے اپنے والدین کو جمع فرمایا۔ یعنی فدا کاہی واہی فرمایا۔ ورنہ آپ کے والدین تو کب کے وفات پا چکے تھے۔

**حدیث نمبر ۳۶۵۴** حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَاصٍ لَقَدْ جَمَعَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ أَبَوِي كَمَا يَرِيدُ حِينَ قَالَ فِذَاكَ إِنِّي وَأُمِّي وَهُوَ يُقَاتِلُ۔

ترجمہ۔ حضرت سعد فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کی لڑائی میں میرے لئے اپنے دونوں والدین کو جمع فرمایا۔ مقصد یہ ہے کہ جب یہ قتال کر رہے تھے تو آپ نے فدا کاہ ابی واہی فرمایا۔

حدیث نمبر ۳۶۵۵ حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ اِسْمَعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ مَا سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ أَبَوَيْهِ لِأَحَدٍ غَيْرِ سَعْدٍ۔

ترجمہ۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی کے متعلق نہیں سنا کہ آپؐ نے اپنے والدین کو جمع کیا ہو سوائے حضرت سعدؓ کے۔ اگرچہ آپؐ نے حضرت زبیرؓ کو بھی فدا کی ابی داتی فرمایا۔ مگر حضرت علیؑ نے نہیں سنا۔ تو حصر نہ ہوا۔

حدیث نمبر ۳۶۵۶ حَدَّثَنَا إِسْرَةُ بْنُ صَفْوَانَ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ أَبَوَيْهِ لِأَحَدٍ إِلَّا لِسَعْدِ بْنِ مَالِكٍ فَإِنِّي سَمِعْتُهُ يَقُولُ يَوْمَ أُحُدٍ يَا سَعْدُ ارْمِ فِدَاكَ ابْنِي وَأُمَّيْ۔

ترجمہ۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی کے لئے اپنے والدین کو جمع کرتے نہیں سنا۔ سوائے حضرت سعد بن مالکؓ کے کہ ان کے متعلق میں نے اُحد کی لڑائی میں سنا۔ اے سعد! تیرا بھتیگو۔ میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں۔

حدیث نمبر ۳۶۵۷ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ الرَّعْمِيُّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ أَنَّهُ لَمَّا بَقِيَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ تِلْكَ الْيَتَامِ الْيَتَى يُقَاتِلُ فِيهِمْ غَيْرُ طَلْحَةَ وَسَعْدٌ عَنْ حَدِيثِهِمَا۔

ترجمہ۔ حضرت ابو عثمانؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بعض ان لڑائیوں میں جن میں آپؐ نے لڑائی میں حصہ لیا۔ سوائے طلحہؓ اور سعدؓ کے کوئی باقی نہ رہا۔ یہ ان دونوں کی حدیث میں سے بیان کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۳۶۵۸ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ اِسْمَعْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيدَ قَالَ صَحِبْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ وَطَلْحَةَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ وَالْقَدَادَ وَسَعْدًا فَمَا سَمِعْتُ أَحَدًا مِنْهُمْ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا أَنِّي سَمِعْتُ طَلْحَةَ يُحَدِّثُ عَنْ يَوْمِ أُحُدٍ۔

ترجمہ۔ حضرت سائب بن یزیدؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ، طلحہ بن عبد اللہؓ اور حضرت مقدادؓ اور سعد رضی اللہ عنہم کی صحبت میں کافی عرصہ رہا۔ پس میں نے ان میں سے کسی سے

نہیں سنا کہ وہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کرتے ہوں۔ احتیاط کا یہ عالم تھا۔ مگر میں نے حضرت طلحہؓ سے سنا جو اُحد کی لڑائی کے بارے میں حدیث بیان کرتے تھے۔  
**تشریح از شیخ مدنی** بہت سے صحابہ کرام اس خوف سے کہ کہیں کوئی غلط بات حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہ ہو جائے۔ بنا بریں وہ احتیاطاً حدیث بیان نہیں کرتے تھے۔ اور بعض صحابہ پر ضرورت تبلیغ کا غلبہ تھا۔ اس لئے وہ احادیث بیان کرتے تھے۔ ان میں سے حضرت طلحہؓ بھی ہیں۔

**حدیث نمبر ۳۶۵۹** حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ قَيْسٍ قَالَ رَأَيْتُ يَدَ طَلْحَةَ سَلَاءً وَفِي يَمَانِهَا الْيَتِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ۔  
 ترجمہ: حضرت قیسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت طلحہؓ کے ہاتھ کو میں نے بے حس و حرکت مثل دیکھا جس سے اُحد میں انہوں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بچاؤ کیا تھا۔

**حدیث نمبر ۳۶۶۰** حَدَّثَنَا أَبُو مَحْمَرٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ أُحُدٍ أَهْرَمَ النَّاسُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو طَلْحَةَ بَيْنَ يَدَيْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُجَوِّبٌ عَلَيْهِ بِحُجْفَةٍ لَهُ وَكَانَ أَبُو طَلْحَةَ رَجُلًا زَامِيًا شَدِيدَ النَّزْعِ كَسَرِ يَوْمَئِذٍ قَوْسَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا وَكَانَ الرَّجُلُ يَهْرُمُ مَعَهُ بِجَعْبَةٍ مِّنَ النَّيْلِ فَيَقُولُ انْثُرْهَا لِأَبِي طَلْحَةَ قَالَ وَيُشْرِفُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْظُرُ إِلَى الْقَوْمِ فَيَقُولُ أَبُو طَلْحَةَ يَا أَبَتِ وَأُمِّي لَا تُشْرِفْ يُصِيبُكَ سَهْمٌ مِّنْ سِهَامِ الْقَوْمِ تُخْرِى دُونَ نَحْرِكَ وَلَقَدْ رَأَيْتُ عَائِشَةَ بَدَتْ أَبِي بَكْرٍ وَأُمَّ سُلَيْمٍ وَإِنَّهُمْ مَالِ الْمُشْمِرَتَانِ أَرَى خَدَمَ سُوقِهَا تَنْقُزَانِ الْقُرْبَ عَلَى مُتُونِهِمَا تَفْرِغَانِيهِ فِي أَفْوَاهِ الْقَوْمِ ثُمَّ تَرْجِعَانِ قَمَلَانِهَا ثُمَّ تَجِيئَانِ فَتَفْرِغَانِيهِ فِي أَفْوَاهِ الْقَوْمِ وَلَقَدْ وَقَعَ السَّيْفُ مِنْ يَدِي أَبِي طَلْحَةَ إِمَامَتَيْنِ وَإِمَامَتَيْنِ۔

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب اُحد کی لڑائی میں کچھ مسلمان لوگ شکست کھا کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھاگے۔ تو حضرت ابو طلحہؓ اپنے چمڑے کی ڈھال لے کر آپ کے اوپر

ڈھال بنے ہوئے تھے۔ حضرت ابو طلحہ سخت تیر انداز اور سخت کمان کھینچنے والے تھے۔ اس دن ان کی دو یاتین کمانیں ٹوٹ گئیں۔ اور جو آدمی بھی آپ کے پاس سے تیروں کا ترکش لے کر گزرتا تو اس سے کہتے تھے کہ ان تیروں کو ابو طلحہ کے لئے پھیلاتے جاؤ۔ اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اونچے ہو کر قوم کی طرف دیکھتے تھے۔ حضرت ابو طلحہ فرماتے ہیں آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ آپ اونچے ہو کر نہ دیکھیں کہیں قوم کے تیروں میں سے کوئی تیر آپ کو آکر نہ لگے۔ میرا سینہ آپ کے سینے کے آگے قربانی کے لئے موجود ہے۔ اور فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ بنت ابی بکر اور حضرت انس کی والدہ اُم سلیم کو دیکھا۔ جو اپنی پندلیوں سے کپڑا اٹھاے ہوئے تھیں۔ میں ان دونوں کی پندلیوں کے مغز کو دیکھ رہا تھا۔ وہ اپنی پیٹھوں پر مشکیزے بھر بھر کے لاتی تھیں اور قوم کے منہ میں انڈیلتی تھیں۔ پھر واپس جا کر ان کو بھر لاتیں اور انہیں قوم کے منہ میں انڈیل دیتی تھیں۔ ادا اس دن حضرت ابو طلحہ کے ہاتھ سے دو مرتبہ یاتین مرتبہ تلواریں گر پڑیں۔

**تشریح از شیخ مدنی** | حضرت طلحہ بن عبید اللہ تو مہاجر ہیں اور عشرہ مبشرہ صحابہ میں سے ہیں۔ لیکن ابو طلحہ زید بن سہل انصاری حضرت انس کے سوتیلے والد اور حضرت اُم سلیم کے خاوند ہیں۔ محبوب جو بہ سے ہے جس کے معنی ٹکڑے کے ہیں۔ ڈھال کو بھی جو بہ کہتے ہیں۔ اور چمڑے کی ڈھال کو جھنکے کہتے ہیں۔ عشرتین یہ ابتداء اسلام کا واقعہ ہے۔ جب کہ آیات حجاب نازل نہیں ہوئی تھیں۔ اس لئے یہ حضرات بیبیاں میدان حرب میں بھرتی تھیں۔ خدمت خلافت اور کرٹے کو اور جعبہ ترکش کو کہتے ہیں۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | ولقد وقع السيف من يداي طلحة <sup>۵۸۱</sup> عین لڑائی کی حالت میں غزوہ اُحد میں جن حضرات کو ادھمکائی گئی تھی۔ ان میں سے حضرت ابو طلحہ بھی تھے۔ جن کے ہاتھ سے دو تین مرتبہ تلواریں گر پڑیں۔

**تشریح از شیخ زکریا** | اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **ثُمَّ أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِ الْغَمِّ أَمْنًا نَّكَاسًا يُغْنِي عَنْكُمْ صَاحِبِ جَلَالٍ** فرماتے ہیں۔ کہ وہ مومن لوگ تھے جن کے سر ڈھالوں کے نیچے حرکت کرتے تھے۔ اور تلواروں ان کے ہاتھوں سے گر رہی تھیں۔ بلکہ حضرت ابو طلحہ فرماتے ہیں۔ کہ میرے ہاتھ سے کئی دفعہ تلواریں گر پڑیں۔

**حدیث نمبر ۳۶۶۱** حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ

لَمَّا كَانَ يَوْمٌ أَحَدُهُمْ الْعَشْرُ كُونُ فَصَرَ ابْلِيسُ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَيْهِ أَيْ  
 عِبَادَ اللَّهِ أَخْرَاكُمْ فَرَجَعْتُ أَوْ لَاهُمْ فَاجْتَلَدَتْ هِيَ دَاخِرَاهُمْ فَبَصُرَ  
 حَذِيفَةُ فَيَا ذَا هُوَ بِأَيِّهِ الْيَمَانِ فَقَالَ أَيْ عِبَادَ اللَّهِ إِيَّيْ قَالَتْ فَوَاللَّهِ  
 مَا احْتَجَزُوا حَتَّى قَتَلُوهُ فَقَالَ حَذِيفَةُ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ قَالَ عُرْوَةُ فَوَاللَّهِ  
 مَا زَالَتْ فِي حَذِيفَةَ بَقِيَّةٍ خَيْرٍ حَتَّى لَحِقَ بِاللَّهِ بَصُرْتُ عَلِمْتُ مِنْ  
 الْبَصِيرَةِ فِي الْأَمْرِ وَأَبْصُرْتُ مَنْ بَصُرَ الْعَيْنَ وَيُقَالُ بَصُرْتُ وَأَبْصُرْتُ  
 وَاحِدٌ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب اُحد کی لڑائی برپا ہوئی۔ تو مشرکوں کو پہلے شکست ہو گئی  
 شیطان لعنۃ اللہ تعالیٰ زور سے چیخا کہ ادا اللہ کے بندو! پچھلی طرف دیکھو لڑائی ہو رہی ہے۔ تو پہلی  
 جماعت بھاگتی ہوئی بھی واپس آ گئی۔ تو پہلی اور دوسری دونوں جماعتوں نے مل کر گھسان کی لڑائی  
 شروع کر دی۔ حضرت حذیفہؓ کیا دیکھتے ہیں کہ ان کے باپ یمان گھیرے میں ہیں۔ کہنے لگے اے اللہ  
 کے بندو! میرا باپ ہے باپ ہے اس کو بچاؤ۔ فرماتے ہیں اللہ کی قسم! وہ لوگ نہ رکے یہاں تک  
 کہ میرے باپ کو ان لوگوں نے قتل کر دیا۔ سمجھے کہ دشمن کا آدمی ہے۔ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں۔ کہ  
 اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے۔ عروہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت حذیفہؓ میں یہ دعا خیر و استغفار مرتے دم  
 تک باقی رہی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے جا ملے۔ امام بخاریؒ لفظی تحقیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔  
 بصرت جب مجرد میں ہو تو علمت کے معنی میں ہوتا ہے۔ تو بصیرۃ فی الامر سے ماخوذ ہوگا۔ اور جب  
 ابصرت مزید میں چلا جائے تو پھر آنکھ سے دیکھنے کے معنی آتے ہیں۔ اور بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ  
 بصرت اور ابصرت یعنی مجرد اور مزید دونوں ایک معنی میں ہیں۔ واللہ اعلم۔

**تشریح از شیخ مدنی** | اسی عباد اللہ ممکن ہے اس سے کفار کو توجہ کرنا ہو۔ یا  
 مسلمانوں کو دونوں معنی صحیح ہیں۔

رجعت ادا اللہ ای لقتال اخر اللہم اگر خطاب کفار کو ہو تو معنی ہوں گے کہ جو آگے بھاگے  
 جا رہے تھے وہ لوٹ پڑے۔

بقیہ خیر بقیہ دعا اور بعض نے خیر سے حزن مراد لیا ہے۔ کہ مرتے دم تک یہ غم باقی رہا۔



بصرت علمت مصنف کی عادت ہے کہ روایت میں کوئی لفظ قابل تفسیر نہ ہو۔ تو قرآن مجید سے اس کی تفسیر کر دیتے ہیں۔ بصرت از باب کرم بصیرۃ سے ہے۔ جس سے روایت قلبی مراد ہے اور مزید فیہ میں البصرت بصارت سے روایت عین مراد ہوتی ہے۔ بعض نے کوئی فرق نہیں کیا۔ دونوں کے ایک معنی ہیں۔

**بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ وَاللَّهُ عَفُورٌ حَلِيمٌ**

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ جس دن کہ دونوں جماعتیں مسلمان اور مشرکوں کی آپس میں لڑائی شروع ہوئی تو جن لوگوں نے تم میں سے پیٹھ پھیری۔ ان کی کمر تو توں کی وجہ سے شیطان نے، ان کو پھسلا دیا تھا۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

حدیث نمبر ۳۶۶۲ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ مَوْهَبٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ حَجَّ الْبَيْتَ فَرَأَى قَوْمًا جُلُوسًا فَقَالَ مَنْ هَؤُلَاءِ الْقَعُودُ قَالُوا هَؤُلَاءِ قُرَيْشٌ قَالَ مَنْ الشَّيْخُ قَالُوا ابْنُ عُمَرَ فَاتَاهُ فَقَالَ إِنِّي سَأَيْلُكَ عَنْ شَيْءٍ اتَّخَذْتَنِي قَالَ أَنْشُدُكَ بِحُرْمَةِ هَذَا الْبَيْتِ أَتَعْلَمُ أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانٍ قَرِيبُ يَوْمٍ أَحَدٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَتَعْلَمُهُ تَغْيِبٌ عَنْ بَدْرٍ قَلَمَ يَشْهَدُ مَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَتَعْلَمُ أَنَّهُ تَخَلَّفَ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ فَلَمْ يَشْهَدْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَكَهْبَرُ قَالَ ابْنُ عُمَرَ تَعَالَى لِأَخْبَرُكَ وَلِأُبَيِّنَ لَكَ عَمَّا سَأَلْتَنِي عَنْهُ أَمَّا فِرَارُهُ يَوْمَ أَحَدٍ فَاشْهَدُ أَنَّ اللَّهَ عَفَا عَنْهُ وَأَمَّا تَغْيِبُهُ عَنْ بَدْرٍ فَإِنَّهُ كَانَ تَحْتَهُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ مَرِيضَةً فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لَكَ أَجْرَ رَجُلٍ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا وَسَهْمُهُ وَأَمَّا تَغْيِبُهُ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ فَإِنَّهُ لَوْ كَانَ أَحَدٌ أَعْدَى بَطْنٍ مَكَّةَ مِنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانٍ لَبَعَثَهُ مَكَانَهُ فَبَعَثَ عُثْمَانُ وَكَانَ بَيْعَةُ الرِّضْوَانِ بَعْدَ مَا ذَهَبَ عُثْمَانُ إِلَى مَكَّةَ فَقَالَ النَّبِيُّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ الْيُمْنَى هَذِهِ يَدُ عُثْمَانَ فَضَرَبَ بِهَا عَلَى يَدِهِ  
فَقَالَ هَذِهِ لِعُثْمَانَ أَذْهَبْ بِهَذَا إِلَيْنَا مَعَكَ۔

ترجمہ عثمان بن مویبؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی بیت اللہ کے حج کے ارادہ سے گیا۔ تو کچھ لوگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ پوچھا یہ بیٹھے ہوئے لوگ کون ہیں۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ قریش ہیں۔ پوچھا یہ بوڑھے شیخ کون ہیں۔ لوگوں نے بتلایا کہ یہ حضرت ابن عمرؓ ہیں۔ وہ آپ کے پاس آکر پوچھنے لگا۔ کہ میں کچھ باتیں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ کیا آپ ان کے متعلق کچھ بیان فرمائیں گے۔ کہنے لگا میں آپ کو اللہ تعالیٰ کے اس گھر کی عزت کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ کیا آپ کو علم ہے کہ حضرت عثمان بن عفانؓ اُحد کی لڑائی سے بھاگ گئے تھے۔ انہوں نے فرمایا ہاں! پھر پوچھا کیا آپ جانتے ہیں کہ وہ غزوہ بدر سے بھی غائب رہے۔ اس میں حاضر نہیں ہوئے۔ انہوں نے جواب دیا ہاں! پھر پوچھا۔ کیا وہ بیعت رضوان سے پیچھے رہ گئے تھے۔ جس میں وہ حاضر نہ ہوئے۔ انہوں نے کہا ہاں! تو اس نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ ابن عمرؓ نے فرمایا کہ ادھر آؤ۔ میں تمہیں بتلاؤں اور جن چیزوں کے متعلق تم نے سوال کیا ہے۔ ان کے متعلق وضاحت کرتا ہوں۔ سنو! ان کا اُحد کی لڑائی سے بھاگنا تو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا۔ ان کا غزوہ بدر سے غائب رہنا۔ اس وجہ سے تھا۔ کہ ان کے نکاح میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی رقیہ تھی جو سخت بیمار ہو گئی۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم ان کی تیمارداری کرو۔ تمہیں شہداء بدر کے برابر ثواب ملے گا۔ اور ان کا حصہ بھی ملے گا۔ اور اُن کا بیعت رضوان سے غائب رہنا اس وجہ سے تھا کہ اگر حضرت عثمان بن عفانؓ سے مکہ کی دادی میں کوئی زیادہ عزت والا ہوتا تو آپ ان کی بجائے ان کو روانہ فرماتے۔ آپ نے حضرت عثمانؓ کو بھیجا اور بیعت رضوان ان کے مکہ چلے جانے کے بعد عمل میں آئی۔ اور اس میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے داپنے ہاتھ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ حضرت عثمانؓ کا ہاتھ ہے۔ پھر اس ہاتھ کو اپنے دائیں ہاتھ پر مارتے ہوئے فرمایا۔ کہ یہ حضرت عثمانؓ کی بیعت ہوئی۔ اب ان جوابات کو لے کر جاؤ اور جو کچھ مرضی آئے کہتے پھر دو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | جو لوگ میدان جنگ سے بھاگ گئے تھے۔ ان کے متعلق بتلانا

ہے۔ کہ یہ ان کی معصیت کی دخامت تھی۔

جاء رجل الى زيد بن بشر اسكسكي خوارج میں سے تھا۔ خوارج قننیں یعنی حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی شان میں بہت گستاخی کرتے تھے۔

اعلم ان عثمانؓ سے حضرت عثمانؓ کی تذلیل کرنا چاہتا ہے۔ فلکبر سے اس نے خوشی کا اظہار کیا۔ کہ میں نے صحابیؓ سے ان جرائم کا اقرار کرایا۔

ان الله عفا عنه عفا الله عنهم یہ آیت کے الفاظ ہیں۔ جب معافی ہو گئی تو اب کیا اعتراض ہے۔ کانت تحتہ بنت رسول الله حضرت رقیہؓ سخت بیمار تھیں۔ کوئی ان کی خبر گیری کرنے والا نہیں تھا۔ تو آپؐ نے حضرت عثمانؓ کو اور اسامہ بن زیدؓ کو جو آپؐ کے پوتے لگتے تھے۔ متبنی کے متعلق تو آیت بعد میں نازل ہوئی۔ اس سے قبل تو ان کے باپ زید بن محمد کے نام سے مشہور تھے۔ تو حضرت اسامہؓ ابھی بچے تھے۔ آپؐ نے ان دونوں کو اس خدمت کے لئے مقرر فرمایا۔ تو یہ حکماً غزوہ بدر میں شامل ہوئے اس سے غائب نہ ہوئے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر آپؐ نے حضرت عثمانؓ کو قریش میں ایک ذمی وجاہت آدمی تھے ان کو بھیجا۔ کہ ہم عمرہ کرنے آئے ہیں لڑائی کے لئے نہیں آئے۔ قریش نے صلح کی پیشکش کو قبول نہ کیا۔ آپؐ نے مسلمانوں سے اس بات پر بیعت لی۔ کہ خون عثمانؓ کا بدلہ لینے کی نوبت آئی تو میدانِ حرب سے کوئی نہیں بھاگے گا۔ گویا کہ یہ بیعت علی الموت تھی۔ دوسرے آپؐ نے اپنے داہنے ہاتھ کو حضرت عثمانؓ کا ہاتھ قرار دیا۔ اور باتیں ہاتھ پر مارتے ہوئے ان کی طرف سے بھی بیعت کر لی۔ تو تخلف کیسے ہوا۔ بلکہ اس سے تو حضرت عثمانؓ کی صداقت اور واضح ہوتی ہے۔ پہلے حضرت عمرؓ کو بھیجنے کا پروگرام تھا۔ لیکن انہوں نے فرمایا۔ مجھے جانے سے کوئی عذر نہیں۔ مگر میرا دماغ کوئی حامی نہیں ہے۔ چونکہ حضرت عثمانؓ بنو امیہ میں سے تھے۔ جن کے مکہ میں بہت سے حامی تھے۔ اس لئے ان کو سفارت پر بھیجا گیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ [بصرت علمت ص ۵۸ مقصد یہ ہے کہ روایت میں بصر

مجازی معنی پر ہے۔ اور يقال بصرت و البصرت واحد کہنے سے مجاز نہ ہوا۔

النشدک بجرمة هذا البيعت چونکہ بیت اللہ کی تکریم و تحریم بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے۔ تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک صفت کی قسم ہوتی۔ غیر اللہ کی قسم نہ ہوتی۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ مقسم بہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہو جس کو عبارت میں ذکر نہیں کیا گیا۔ مراد وہی ہے۔ اور حرمت بیت

کا ذکر وسیلہ کے طور پر ہوگا۔ خفیل اسے مقسم بہ نہیں بنایا گیا۔

**تشریح از شیخ زکریا** اقطب گنگوہی کی غرض یہ ہے کہ حدیث حذیقہ میں لفظ البہر وارد ہوا ہے۔ بہ بمعنی علم کے ہے تو یہ مجازی معنی ہوں گے۔ اور جو لوگ البہر اور البہر کو ایک کہتے ہیں۔ ان کے نزدیک مجاز نہ ہوگا۔ قسطلانی اور علامہ عینی بھی یہی توجیہ کر رہے ہیں۔ لیکن میرے نزدیک بہتر توجیہ یہ ہے کہ امام بخاریؒ اس سے اپنی عادت کے مطابق سورہ طہ کی آیت فیہمیت بحالم یبصر و ابہ کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں۔

بحرمتہ لہذا البیت سے قطب گنگوہی اور حافظ ابن حجرؒ کا میلان یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس طرح کہنے سے قسم منعقد ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ابن عمرؓ کا سکوت بھی اس پر دلالت کرتا ہے۔ لیکن حافظ بالکعبہ جائز نہیں۔ اور نہ ہی اس سے قسم منعقد ہوتی ہے۔ تو شیخ گنگوہی نے بھی ان کے درمیان فرق کر دیا۔ قسم بالحرمت اور ہے اور قسم بالکعبہ اور ہے۔ چنانچہ مجمع میں ہے۔ دنی الحرام کفارة یحییٰ یعنی جو شخص کہے حرام اللہ لا افعل کذا۔ یہ ایسے ہے جیسے کوئی کہے یمین اللہ افعل کذا۔

**بَابُ اِذْ تُصْعِدُونَ وَلَا تَلَوْنَ عَلٰی اَحَدٍ وَالرَّسُولُ يَدْعُكُمْ فِيْ اُخْرٰىكُمْ فَاْتَابَكُمْ غَمًّا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰی مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَا اَصَابَكُمْ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ تُصْعِدُونَ تَذْهَبُوْنَ اُصْعَدَ وَصَعِدَ فَوْقَ الْبَابِ۔**

ترجمہ۔ جب کہ تم بھاگتے ہوئے جا رہے تھے کسی کی طرف مگر کہ نہیں دیکھتے تھے اور اللہ کا رسول تمہیں پیچھے سے بلا رہا تھا۔ غم کے بدلے غم تاکہ تم کسی فوت ہو جانے والی چیز پر غم نہ کرو۔  
**حدیث نمبر ۳۶۶۳** **حَدَّثَنِيْ عُمَرُو بْنُ خَالِدٍ اَنَّمَا سَمِعْتُ اَبِيْ بَكْرٍ عَزَبٌ قَالَ جَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی الرَّجَالِ يَوْمَ اَحَدٍ عَبْدَ اللّٰهِ بْنِ جُبَيْرٍ وَاقْبَلُوْا مِنْهُمْ هٰذِهِنَّ فَاذْكُ اِذْ يَدْعُوْهُمَا الرَّسُوْلُ فِيْ اُخْرٰىهُمَا۔**  
 ترجمہ۔ حضرت بلال بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کی لڑائی میں پیدل تیر انداز دستہ پر حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کو سالار مقرر فرمایا اور شکست خوردہ مدینہ کی

طرف جار ہے تھے۔ پس یہی ہے کہ جب انہیں اللہ کا رسول پیچھے سے پکار رہا تھا۔

**تشریح از شیخ مدنی** | اصعد فی الارض اذا ذهب بھا جیسے مصعد بمعنی ذاہب۔  
 ہوا مع الکرکب الیما فی مصعد ای ذاہب والرسول یدعوکم کہ آپ فرما رہے تھے۔  
 الی عباد اللہ من یکبر فله الجنة کہ اے اللہ کے بندو میری طرف آؤ۔ جو شخص دوبارہ  
 حملہ کرے گا۔ اس کے لئے جنت ہے۔ یہ آپ فرما رہے تھے۔ لیکن بھاگ و اریڑ کر نہیں دیکھتے تھے۔  
 اصبا بکم غما بغم یعنی تم نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غم میں ڈالا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں غم  
 میں مبتلا کر دیا۔ اور بعض حضرات نے بغم میں بار سببیہ قرار دیا ہے۔ اور بعض نے بار بمعنی مع کے بھی  
 لیا ہے۔ کہ غم پہ غم آئے۔ ایک تو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ دوسرے زخمی ہوئے اور تمہارے نشتر آدمی  
 بھی مارے گئے۔ لیکھ لا تحزنوا لئلا تاکہ آگے تمہارا غم نہ بڑھے۔

رنج کا خوگر ہوا انسان تو مٹ جاتا ہے رنج

مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آسان ہو گئیں

تو معنی ہوں گے علی اصابتہ الغم یہ تو تمہاری عادت بنانے کے لئے غم دیا کیونکہ  
 ہر کام میں عادت کو بڑا دخل ہوتا ہے۔ عادت کی صورت میں غم خفیف ہو جاتا ہے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ  
 جب کسی شخص کو بڑے غم میں مبتلا کر دو تو اسے چھوٹے غم بھولی جاتے ہیں۔ جب نشتر آدمیوں کی شہادت  
 کا سامنا تو شکست کا غم جاتا رہا۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | اصعد و صعد فوق البیت ص ۵۸۲ امام بخاری کا مقصد یہ

بتلانا ہے کہ اصعد صعد مجرور اور مزید ذہاب فی الارض اور اوپر کو چڑھئے دونوں میں لفظ شترک ہے۔  
 نیز المجرور اور مزید میں بھی کوئی فرق نہیں۔ حتیٰ کہ جب اصعدت و صعدت کہو۔ تو دونوں کے معنی  
 اذا ذہبت و اذا رقیبت یعنی جانے اور چڑھنے دونوں کے معنی ہوں گے۔

فذاک اذید عوہم ص ۵۸۲ کیونکہ جب یہ لوگ شکست کھا کر مدینہ کی طرف بھاگے جارہے  
 تھے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پیچھے رہ گئے اور آخر میں کھڑے ہو کر اپنی طرف  
 پکار رہے تھے۔

**تشریح از شیخ زکریا** | شیخ گنگوہی کی تحقیق سے ثابت ہوا کہ دونوں لفظ مترادف

ہیں۔ اور ثلاثی رباعی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اور صاحب جمل نے اختلاف قرأتین ذکر کیا ہے۔ تو اس وقت معنی ہوں گے۔ کہ پہلے تو یہ لوگ وادی میں جا رہے تھے۔ لیکن جب دشمنوں نے راستہ تنگ کر دیا تو پہاڑوں پر چڑھنے لگے۔ تو اس بنا پر اصعدا و اصعد میں فرق ہو جائے گا۔ اور شیخ گنگوہی کی تفسیر ترفادف کے مطابق امام بخاری کا قول اصعد و صعد فوق البیت ایک جملہ ہوگا۔ لیکن حافظ کی تفسیر کے مطابق صعد ثلاثی ارفع کے معنی میں ہوگا۔ اور رباعی ذہب کے معنی میں اس صورت میں صعد فوق البیت جملہ مستأنف ہوگا۔ واو

عین اقبلوا انصر میں ابن عباسؓ نے اذ تصعدون کی تفسیر میں فرماتے ہیں صعدوا فی احد فرار والرسول یدعوهم فی اخرهم الی عباد اللہ اور حافظ نے لکھا ہے۔ کہ جب قتل محمدؐ کی خبر مشہور ہوئی۔ تو مسلمان پیچھے مڑے اس طرح کہ غیر شعوری طور پر ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے۔ چنانچہ حضرت یمانؓ اسی حالت میں شہید ہو گئے۔ کما تر۔ لیکن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثابت قدم ٹھہرے رہے اور انہیں پکارتے رہے۔ من یکبر فله الجنة۔

**بَابُ قَوْلِهِ ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِ الْغَمِّ اَمْنًا نَّعَاسًا**  
يَغْشَى طَائِفَةً مِنْكُمْ وَطَائِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّونَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ يَقُولُونَ هَلْ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ قُلْ اِنْ  
الْاَمْرُ كُلُّهُ لِلّٰهِ يَخْفَوْنَ فِيْ اَنْفُسِهِمْ مَا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ يَقُولُوْنَ لَوْ كَانَ  
لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَا قُتِلْنَا هُنَا قُلْ لَوْ كُنْتُمْ فِيْ بَيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ  
كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلَى مَضَاجِعِهِمْ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ  
وَلِيُمْحِصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ  
حدیث نمبر ۳۶۶۴ وَقَالَ لِيْ خَلِيْفَةُ الْاَمْنِ ابْنِي طَلْحَةَ قَالَ كُنْتُ فِيمَنْ  
تَغَشَّاهُ النَّعَاسُ يَوْمَ اُحُدٍ حَتَّى سَقَطَ سَيْفِيْ مِنْ يَدِيْ وَرَارَ اَيْسَقُطُ  
وَاخُذَهُ وَيَسْقُطُ فَاخُذَهُ۔

ترجمہ حدیث و باب۔ پھر اللہ تعالیٰ شکست کے غم کے بعد تم پر اودھ کو امن دینے کے لئے

آمارا۔ جس نے تم میں سے ایک گروہ کو ڈھانپ لیا۔ اور ایک گروہ ایسا تھا جن کو اپنی فکر دامن گیر تھی۔ وہ اللہ تعالیٰ پر ناحق جاہلیت کا گمان کرتے تھے۔ کہ ہمارے لئے نصرت اور کامیابی کا وعدہ کیوں نہ پورا ہوا۔ آپؐ فرمادیں معاملہ تو سب اللہ کے سپرد ہے۔ یہ لوگ اپنے دلوں میں وہ باتیں چھپاتے ہیں جو آپؐ کے سامنے ظاہر نہیں کرتے۔ کہتے ہیں کہ اگر ہمیں کوئی نصرت اور فتح ہوتی۔ تو ہم اس جگہ قتل کیوں ہوتے۔ آپؐ ان سے فرمادیں کہ اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو جن کے متعلق قتل لکھا جا چکا ہے وہ ضرور اپنے اپنے ٹھکانے تک پہنچتے۔ یہ شکست کا معاملہ اللہ تعالیٰ نے اس لئے نمودار کیا تاکہ جو کچھ تمہارے سینوں میں ہے اللہ تعالیٰ اس کا امتحان لے۔ اور جو تمہارے دلوں کے اندر ہے اسے خالص کر دے اور اللہ تعالیٰ تو سینے کے بھیدوں کو خوب جاننے والے ہیں۔

ترجمہ حدیث۔ حضرت ابو طلحہؓ فرماتے ہیں کہ میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا جن کو اُحد کی لڑائی میں ادنگھ نے آکر ڈھانپ لیا۔ یہاں تک کہ میری تلوار میرے ہاتھ سے کئی مرتبہ گر گئی۔ وہ گرتی تھی میں اسے پکڑتا تھا۔ وہ گرتی تھی میں پکڑتا تھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ادنگھ کا جنگ کی حالت میں نازل ہونا اللہ تعالیٰ کی رحمت

اور امان کا پیغام تھا۔ یہ واقعہ شکست کھانے کے بعد پیش آیا۔

قَدْ أَهْمَتَهُمُ الْفُسْهَمُ يَهْمَانِ فَقَيْنَ تَحْتَهُ جَوْشَكُرٍ مِّنْ بَاقِي رَهْ كَيْتَ تَحْتَهُ يَخْفُونَ فِي الْفُسْهَمِ  
یا تو کفر و شرک کی باتیں چھپائے ہوئے تھے یا ندامت و پشیمانی تھی۔ کہ ہم عبد اللہ بن ابی کے ساتھ کیوں نہ چلے گئے۔

بَابُ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ  
أَوْ يُعَذِّبُهُمْ فَلَهُمْ ظِلْمُؤُنَ

ترجمہ۔ آپؐ کو بد دعا کرنے کا کوئی اختیار نہیں۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ ان کو توبہ کی توفیق دے

دے۔ یا ان کو عذاب میں مبتلا کرے۔ کیونکہ یہ لوگ ظالم ہیں۔

حدیث نمبر ۳۶۶۵ قَالَ حُمَيْدٌ وَثَابِتٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ شُرَاحٍ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يَوْمَ أَحَدٍ فَقَالَ كَيْفَ يُفْلِحُ قَوْمٌ شَجَّوْا نَبِيَّهُمْ فَانْزَلْتُ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ

ترجمہ۔ حضرت انس سے مروی ہے کہ اُحد کی لڑائی میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہو گئے جس پر آپ نے فرمایا۔ وہ قوم کیسے کامیاب ہوگی جنہوں نے اپنے نبی کو زخمی کیا۔ تو آیت کریمہ اتری۔ ترجمہ۔ آپ کو اختیار نہیں ہے کہ آپ ان کے لئے بددعا کریں۔

**حدیث نمبر ۳۶۶۶** حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّه سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ أَرَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ مِنَ التَّكْبِيرِ الْأَخْدَةِ مِنَ الْفَجْرِ يَقُولُ اللَّهُمَّ الْعَنْ فُلَانًا وَفُلَانًا وَفُلَانًا بَعْدَ مَا يَقُولُ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ فَاَنْزَلَ اللَّهُ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ إِلَى قَوْلِهِ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا جب کہ آپ نے فجر کی نماز کی آخری رکعت کے رکوع سے سر اٹھایا تو فرمانے لگے۔ اے اللہ! فلاں۔ فلاں اور فلاں پر لعنت نازل فرما۔ یہ آپ نے سمع اللہ لمن حمدہ ربنا و لک الحمد کہنے کے بعد فرمایا۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت لیس لک من الامر شیء من الظالمون تک نازل فرمائی۔

**حدیث نمبر ۳۶۶۷** وَعَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُو أَعْلَى صَفْوَانَ بْنِ أُمَيَّةَ وَسَهِيلَ بْنَ عَمْرٍو وَالْحَارِثَ بْنَ هِشَامٍ فَانْزَلَتْ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ إِلَى قَوْلِهِ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ

ترجمہ۔ حضرت سالم بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفوان بن امیہ سہیل بن عمرو اور حارث بن ہشام پر بددعا فرمایا کرتے تھے جس پر یہ آیت لیس لک من الامر شیء من الظالمون تک نازل ہوئی۔

**تشریح از شیخ مدنی** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود زیادہ شفیق اور رحیم پیدا ہوئے تھے۔ فیما رجمۃ من اللہ لنت لہم اور عزیز علیہ ما عنکم حریص علیکم



بِالْمُؤْمِنِينَ رُوِيَ تَحِيْمُ آيَةٍ كِي شَان مِيں فرمایا لَیَا . اَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ كَا عَطْفٍ  
اَدِيكْتَبُهُمْ پَر ہے ۔ جو اسی آیت مِیں ہے ۔ لَیْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ یہ جملہ معرّفہ ہے ۔  
کہ آپ کِیْفِ یَفْلَحُ قَوْمٌ اُنہ فرمائیں ۔ اس لئے کہ یہ جملہ بد دعا ہے ۔ کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ  
ان کو ہدایت دے دے یا ان کی نسلوں سے کوئی نیک لوگ پیدا ہو جائیں ۔ لہذا آپ بد دعا نہ کریں ۔  
اَوَّلًا تو آپ بد دعا کرتے نہیں تھے ۔ اگر بالفرض کسی وقت تنگ ہو کر بد دعا کرنے کے لئے آمادہ ہوتے  
تو آپ کو روک دیا جاتا ۔ کہ آپ رُوْفِ رَحِیْمِ ہیں ۔ صبر کریں ۔ لَیْسَ مِنَ الْاَمْرِ اِلٰی مِنْ الْاِخْتِیَارِ ۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | لَیْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ ۵۸۶ چونکہ اس آیت کے سبب

شَانِ نزول میں اختلاف ہے ۔ اس لئے بعض دوسرے اقوال بھی اس کی تفسیر میں لائے گئے ہیں ۔  
اگرچہ اُحد کے واقع سے ان کا تعلق نہیں ۔ لیکن تبعاً اور طرداً للباب ان کا ذکر ہو گیا ہے ۔

**تشریح از شیخ زکریا** | شیخ گنگوہی کی غرض یہ ہے ۔ کہ باب کی حدیث اول کا تعلق تو

غزوہ اُحد سے ہے ۔ لیکر دوسری حدیث سے اس سے کوئی تعلق نہیں ۔ لہذا آپ نے تنبیہ فرمادی ۔  
کہ چونکہ سبب نزول میں اختلاف ہے ۔ بعض کہتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رباعی  
لُوثِی اور پیشانی لہو لہان ہوئی تو آپ نے فرمایا ۔ کِیْفِ یَفْلَحُ قَوْمٌ اَلُو اور بعض فرماتے ہیں ۔ منافقین کی  
ایک جماعت پر آپ نے بد دعا فرمائی ۔ تب آیت کا نزول ہوا ۔ اور بعض نے اُحد کی لڑائی میں شکست  
کا سبب بننے والوں کے لئے بد دعا فرمائی ۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اصحابِ صفہ جو عھدہ اور ذکوان  
دو قبائل کی طرف تبلیغ کے لئے گئے تھے وہ قتل کر دیئے گئے تو ان پر چالیس دن تک قنوت نازل  
پڑھی ۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ قصہ اُحد کے بارے میں نازل ہوئی ہے ۔

## بَابُ ذِكْرِ اُمِّ سَلِیْطٍ

ترجمہ حضرت اُمّ سلیط کا تذکرہ ہے ۔

حدیث نمبر ۳۶۶۸ حَدَّثَنَا یَحْيٰی بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ ثَعْلَبَةُ بْنُ اَبِي  
مَالِكٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَسَمَ مُرُوطًا بَيْنَ نِسَاءٍ مِّنْ نِّسَاءِ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ  
فَبَقِيَ مِنْهَا مِطْلَبُجِدٌ فَقَالَ لَهُ بَعْضُ مَنْ عِنْدَهُ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَعْطِ

هَذَا بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِي عِنْدَكَ يُرِيدُونَ  
أُمَّ كَلثُومَ بِنْتَ عَلِيٍّ فَقَالَ عُمَرُ أُمُّ سَلِيْطٍ أَحَقُّ بِهِ وَأُمُّ سَلِيْطٍ مِّنْ نِّسَاءِ  
الْأَنْصَارِ مِمَّنْ بَايَعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُمَرُ فَإِنَّهَا  
كَانَتْ تَزْفِرُ لَنَا الْقَدَبَ يَوْمَ أَحَدٍ -

ترجمہ حضرت ثعلبہ بن ابی مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ بن الخطابؓ نے مدینہ والوں کی مسلمان  
عورتوں کے درمیان گرم چادریں تقسیم فرمائیں۔ تو ان میں سے ایک عمدہ چادر بچ گئی تو جو لوگ آپ  
کے پاس تھے ان میں سے کسی نے کہا کہ آپ یہ چادر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی  
بیٹی جو آپ کے نکاح میں ہے اس کو دے دیں۔ ان کا مقصد تھا کہ حضرت ام کلثوم بنت علیؓ کو  
دے دی جائے۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ حضرت ام سلیطؓ اس کی زیادہ حق دار ہے۔ حضرت  
ام سلیطؓ انصار کی ان عورتوں میں سے تھیں جنہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے  
بیعت کی تھی۔ اور اس کو خوب نبھایا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ وہ اُحد کی لڑائی میں مشیکرے  
بھرے ہوئے اٹھا کر ہمارے لئے لاتی تھیں۔

**تشریح از شیخ مدنیؒ** حضرت علیؓ نے حضرت ام کلثوم بنت علی بنت فاطمہؓ کا نکاح حضرت  
عمرؓ سے کر دیا تھا۔ اس خیال سے کہ حضرت عمرؓ کا نسب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ  
میں جلتے۔ مگر وہ افضل بڑی بے حیائی سے کہتے ہیں۔ اول فرج غصیب عنافر ج ام کلثوم بہر حال  
حضرت ام کلثومؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی تھی۔ اور حضرت عمرؓ کی بیوی تھی۔ حضرت عمرؓ  
اپنے اقارب کی رعایت نہیں کرتے تھے۔ اس لئے انہوں نے وہ عمدہ گرم چادر حضرت ام سلیطؓ  
کو عنایت فرمائی جو اُحد کی لڑائی میں حضرت ہاشمہؓ اور ام سلیمہؓ کے ہمراہ پانی پلانے کی خدمت  
انجام دیتی تھیں۔ حضرت ام سلیطؓ ابو سلیطؓ کی بیوی تھی۔ جن کے خاوند کا انتقال ہجرت سے پہلے  
ہو گیا تھا۔ تو مالک بن سنان نے ان سے شادی کی جن سے حضرت ابوسعید خدریؓ پیدا ہوئے۔  
تذکرہ کے معنی تحمل کے ہیں۔

## بَابُ قَتْلِ حَمْزَةَ

**حديث نمبر ۳۶۶۹** حَدَّثَنِي أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ  
 جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ الْقُمَرِيِّ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَدِيٍّ  
 بْنِ الْخِيَارِ فَلَمَّا قَدِمْنَا حِمَصَ قَالَ لِي عُبَيْدُ اللَّهِ هَذَا لَكَ فِي وَحْشِي  
 نَسَأُ لَهُ عَنْ قَتْلِ حَمْزَةَ ثَلَاثُ نَعَمَ وَكَانَ وَحْشِي يُسَكِّنُ حِمَصَ فَسَأَلْنَا  
 عَنْهُ فَيَقِيلُ لَنَا هُوَ ذَلِكَ فِي ظِلِّ قَصْرِهِ كَأَنَّهُ حَمِيَّتٌ قَالَ فَجِئْنَا حَتَّى  
 وَقَفْنَا عَلَيْهِ بِيَسِيرٍ فَسَلَّمْنَا فَرَدَّ السَّلَامَ قَالَ وَعُبَيْدُ اللَّهِ مُعْتَجِرٌ بِعَمَامَتِهِ  
 مَا يَرَى وَحْشِي الْأَعْيُنِيهِ وَرَجُلِيهِ فَقَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ يَا وَحْشِي أَتَعْرِفُنِي  
 قَالَ فَنَظَرَ إِلَيْهِ ثُمَّ قَالَ لَا وَاللَّهِ إِلَّا أَنِّي أَعْلَمُ أَنَّ عَدِيَّ بْنَ الْخِيَارِ  
 تَزَوَّجَ امْرَأَةً يُقَالُ لَهَا أُمُّ قَتَالٍ بِنْتُ أَبِي الْعَيْصِ فَوَلَدَتْ لَهُ غُلَامًا بِمَكَّةَ  
 فَكُنْتُ أَسْتَرْضِعُ لَهُ فَحَمَلْتُ ذَلِكَ الْغُلَامَ مَعَ أُمِّهِ فَنَاءَ وَلَتَهَا إِيَّاهُ فَلَمَّا كَانِي  
 نَظَرْتُ إِلَى قَدَمَيْكَ قَالَ فَكَشَفَ عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ وَجْهِهِ ثُمَّ قَالَ لَا تُخْبِرُنَا  
 بِقَتْلِ حَمْزَةَ قَالَ نَعَمْ إِنَّ حَمْزَةَ قَتَلَ طُعَيْمَةَ بِنْتُ عَدِيٍّ بْنِ الْخِيَارِ بِبَدْرٍ  
 فَقَالَ لِي مَوْلَايَ جُبَيْرُ بْنُ مُطْعِمٍ إِنْ قَتَلْتَ حَمْزَةَ بِعَمِّي فَأَنْتَ حُرٌّ قَالَ  
 فَلَمَّا أَنْ خَرَجَ النَّاسُ عَامَ عَيْنَيْنِ وَعَيْنَيْنِ جَبَلٍ بِجِبَالِ أَحَدِ بَيْنِهِ وَبَيْنَهُ  
 وَادٍ خَرَجْتُ مَعَ النَّاسِ إِلَى الْقِتَالِ فَلَمَّا اصْطَفَوْا الْقِتَالَ خَرَجَ سَبَاعٌ فَقَالَ  
 هَذَا مِنْ مُبَارِزٍ قَالَ فَخَرَجَ إِلَيْهِ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ يَا سَبَاعُ  
 يَا ابْنَ أُمِّ أُنْمَايَ مُقْطِعَةَ الْبُظُورِ اتَّحَادُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 قَالَ ثُمَّ شَدَّ عَلَيْهِ فَكَانَ كَأَمْسِ الدَّاهِبِ قَالَ وَكَمْ مِتُّ لِحَمْزَةَ  
 تَحْتَ صَخْرَةٍ فَلَمَّا دَنَا مِنِّي رَمَيْتُهُ بِحَرْبَتِي فَأَضَعَهَا فِي ثُلَّتِي حَتَّى  
 خَرَجْتُ مِنْ بَيْنِ وَرَكَيْهِ قَالَ فَكَانَ ذَلِكَ الْعَهْدُ بِهِ فَلَمَّا رَجَعَ النَّاسُ  
 رَجَعْتُ مَعَهُمْ فَأَقَمْتُ بِمَكَّةَ حَتَّى فَشَافِيَهَا الْإِسْلَامُ ثُمَّ خَرَجْتُ إِلَى

الطَّائِفِ فَأَرْسَلُوا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَسُولًا فَقِيلَ لِي  
 إِنَّهُ لَا يَهِيْجُ الرُّسُلَ قَالَ فَخَرَجْتُ مَعَهُ حَتَّى قَدِمْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى  
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَأَى قَالَ أَنْتَ وَحَشِيٌّ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ أَنْتَ قَتَلْتَ  
 حَمْنَةً قُلْتُ قَدْ كَانَ مِنْ الْأَمْرِ مَا بَلَغَكَ قَالَ فَهَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ  
 تُغَيِّبَ وَجْهَكَ عَنِّي قَالَ فَخَرَجْتُ فَلَمَّا قَبِضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
 وَسَلَّمَ فَخَرَجَ مُسَيِّمَةُ الْكَذَّابِ قُلْتُ لَا أَخْرُجَنَّ إِلَى مُسَيِّمَةَ لَعَلِّي أَقْتُلُهُ  
 فَأُكَافَى بِهِ حَمْنَةً قَالَ فَخَرَجْتُ مَعَ النَّاسِ فَكَانَ مِنْ أَمْرِهِمْ مَا  
 كَانَ قَالَ فَإِذَا رَجُلٌ قَاتِلٌ عَنِّي شَلَمَةٌ جَدَارٌ كَانَتْهُ جَعَلَ أَوْرَقِي ثَائِرُ الرُّؤُوسِ  
 قَالَ فَرَمَيْتُهُ بِحُرْبَتِي فَأَضَعُهَا بَيْنَ شَدْيِيهِ حَتَّى خَرَجَتْ مِنْ بَيْنِ  
 كَتِفَيْهِ قَالَ وَوَثَبَ إِلَيْهِ رَجُلٌ مِنْ الْأَنْصَارِ فَضْرَبَهُ بِالسَّيْفِ عَلَى هَامَتِهِ  
 قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْفَضْلِ فَأَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ يَسَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ  
 بْنَ عُمَرَ يَقُولُ فَقَالَتْ جَارِيَةٌ عَلَى ظَهْرِ بَيْتِي وَأَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ قَتَلَهُ  
 الْعَبْدُ الْأَسْوَدُ -

ترجمہ: حضرت جعفر بن عمر بن امیہ الضمیری فرماتے ہیں کہ میں عبید اللہ بن عدی بن الجحار کے ہمراہ روانہ ہوا  
 پس جب ہم محض پہنچے تو مجھے عبید اللہ نے کہا: کیا آپ حضرت وحشیؓ سے ملنا پسند کریں گے۔ تاکہ ہم  
 ان سے حضرت حمزہؓ کی شہادت کے متعلق دریافت کریں۔ میں نے ہاں میں جواب دیا۔ اور حضرت وحشیؓ محض  
 میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ تو ہم نے ان کے متعلق دریافت کیا۔ تو بتلایا گیا کہ وہ اپنے محل کے سائے کے  
 نیچے تشریف فرما ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ کالی مشک ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ہم ان کے پاس آئے۔  
 تو تھوڑی دیر ان کے پاس آکر رکے۔ پس ہم نے ان پر سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا۔  
 راوی کہتے ہیں کہ عبید اللہ نے اپنی پگڑی کے ساتھ ڈھانڈھا باندھا ہوا تھا۔ کہ سوائے دوا کھوں  
 اور دواؤں کے حضرت وحشیؓ کو کچھ بھی نظر نہیں آتا تھا۔ عبید اللہ نے کہا کہ اے وحشیؓ! کیا آپ  
 مجھے پہچانتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ انہوں نے غور سے ان کی طرف دیکھا۔ پھر فرمایا اور تو کچھ نہیں جانتا مگر اتنا  
 معلوم ہے کہ عدی بن خیبار نے ایک عورت جس کو ام قتال بنت ابی العیص کہا جاتا تھا اس سے

شادی کی۔ جس نے مکہ میں اس کے لئے ایک بچہ جنا۔ جس کے لئے میں دودھ پلانے والی تلاش کرتا تھا۔ اس لڑکے کو اس کی ماں کے ہمراہ اٹھائے اٹھائے پھرتا تھا۔ پس میں نے اسے تلاش کر کے وہ بچہ اس مرضعہ کو دے دیا۔ پس البتہ اب پچاس سال گزر جانے کے باوجود تمہارے قدموں کی طرف دیکھ رہا ہوں کہ یہ وہی بچہ ہے۔ فرماتے ہیں تو عبید اللہ نے اپنا پہرہ کھول دیا۔ کہ واقعی آپ نے صحیح پہچانا۔ پھر انہوں نے کہا کہ آپ ہمیں حضرت امیر حمزہؓ کے قتل کا واقعہ بتلائیں گے۔ انہوں نے فرمایا۔ ہاں جی حضرت حمزہؓ نے طعیم بن عدی بن النخار کو بدر کی لڑائی میں قتل کیا تھا۔ تو میرے آقا جبریلؑ مطعم نے مجھے یہ کہا کہ اگر تو نے میرے چچا کے بدلہ میں حضرت حمزہؓ کو قتل کر دیا۔ تو تو آزاد ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب لوگ عینین والے سال لڑائی کے لئے نکلے۔ عینین احد کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ کا نام ہے۔ جس کے درمیان وادی چلتی ہے۔ میں بھی لوگوں کے ہمراہ لڑائی کے لئے روانہ ہوا۔ جب لڑائی کے لئے صف بندی ہوئی۔ تو سباع بن عبدالعزیٰ خزاعی میدان میں نکل کر حسب دستور اپنے مقابل لڑنے والے کو پکارنے لگا۔ تو اس کے مقابلہ کے لئے حضرت حمزہؓ نکل کر فرمانے لگے۔ کہ اے ام النمار کے بیٹے! جو عورتوں کے ختنہ کرنے والی تھی۔ کیا تو اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی مول لیتا ہے۔ پس آپ نے اس پر حملہ کر دیا۔ وہ تو کل گزشتہ کی طرح ہو گیا۔ یعنی فوراً قتل ہو گیا۔ اس کا کوئی نشان باقی نہ رہا۔ فرماتے ہیں۔ کہ میں ایک پتھر کے نیچے چھپ کر حضرت حمزہؓ کی تاک میں بیٹھ گیا۔ جب وہ واپسی پر میرے قریب پہنچے تو میں نے اپنے چھوٹے نیزہ سے ان پر حملہ کر دیا۔ اور میں نے وہ نیزہ ان کی ناف پر رکھ دیا۔ یہاں تک کہ وہ ان کی دونوں سرئیوں کے درمیان سے نکل گیا۔ فرماتے ہیں کہ پس یہ معاملہ تو اسی طرح ہونا تھا ہو گیا۔ جب لوگ مکہ واپس آئے تو میں بھی ان کے ہمراہ واپس آ گیا۔ اور مکہ میں مقیم رہا۔ یہاں تک کہ اس میں اسلام پھیل گیا۔ تو میں طائف چلا گیا۔ طائف والوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وفد بھیجا۔ کہا جاتا تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفد کے قاصدوں کو کوئی تکلیف نہیں پہنچاتے تھے۔ میں بھی ان کے ساتھ روانہ ہو کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ جب آپؐ نے مجھے دیکھا تو پوچھا کہ کیا تو یہی وحشی ہے۔ میں نے کہا ہاں! آپؐ نے فرمایا کہ تو نے ہی میرے چچا حمزہؓ کو قتل کیا تھا۔ میں نے کہا۔ معاملہ تو کچھ ایسے ہی ہے جیسے کہ آپ کو پہنچا۔ آپؐ نے فرمایا تیرا اسلام تو قبول ہے۔ لیکن

تم میری آنکھوں کے سامنے نہ آیا کرو۔ تمہیں دیکھنے سے مجھے حجاب یاد آجاتے ہیں جس سے خون کھولتا ہے۔  
 فرماتے ہیں کہ میرے دہان سے چلا گیا۔ کبھی سامنے نہیں گیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات  
 ہو گئی۔ تو مسیلمہ کذاب کا خرد وچ و ظہور ہوا۔ تو میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں مسیلمہ کی طرف ضرور جہاد  
 کے لئے جاؤں گا۔ ممکن ہے کہ میں اسے قتل کر سکوں۔ تاکہ حضرت حمزہؓ کے قتل کا بدلہ چکا سکوں۔  
 تو فرماتے ہیں کہ میں بھی لوگوں کے ساتھ ہوا لیا۔ پس پھر وہی کچھ ہوا جو ہونا تھا۔ ہوا یوں کہ وہ مسیلمہ  
 ٹوٹی ہوئی دیوار کے ایک درہ میں کھڑا ہوا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ سفید رنگ کا اونٹ ہے۔  
 جو سیاہی مائل تھا۔ سر کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ دہی چھوٹا نیزہ میں نے اس کی طرف پھینکا۔ جس کو میں نے  
 اس کے دونوں پستانوں کے درمیان رکھ دیا۔ جو اس کے دونوں کندھوں کے درمیان سے نکل گیا۔ فرماتے  
 ہیں کہ انصار کا ایک آدمی عبداللہ بن زیدؓ کو ذکر اس کی طرف کیا۔ اور اس کی کھوپڑی پر تلوار مار دی۔  
 اس سے اس کا خاتمہ ہو گیا۔ عبداللہ بن الفضل اپنی سند سے فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرؓ فرماتے تھے۔  
 کہ ایک باندی گھر کی چھت پر کھڑے ہو کر کہنے لگی کہ امیر المؤمنین یعنی مسیلمہ کو ایک کالے غلام نے  
 قتل کر دیا ہے۔ حضرت وحشیؓ فرماتے تھے کہ میں نے اپنے کفر میں خیر الناس کو قتل کیا اور اسلام کے دور  
 میں شر الناس کو قتل کیا۔ تلک بتلک۔

**تشریح از شیخ مدنی** حضرت جعفر بن عمرو بن امیہ ضمری اور عبید اللہ بن عدی بن الخیار دونوں  
 تابعی ہیں۔ عہد بنو امیہ میں ایک غزوہ میں زرم کی طرف گئے ہوئے تھے۔ حمص کے پاس سے ان کا گزر ہوا  
 جہاں حضرت وحشیؓ مقیم تھے۔ تو انہوں نے قتل حمزہؓ کی تفتیش شروع کی۔

کانہ حمیت گھی رکھنے کی مشک جو کالی ہو جاتی ہے اسے حمیت کہتے ہیں۔ چونکہ حضرت وحشیؓ  
 سوڈانی تھے اور رنگ کے سیاہ تھے۔ اس لئے حمیت سے تشبیہ دی۔ اعتجار تلفف بعامة یعنی  
 اپنی کپڑی کے ساتھ منہ کو لپیٹ رکھا تھا۔ سوائے آنکھوں اور پاؤں کے کوئی چیز نظر نہ آتی تھی۔ التعرفی  
 حضرت وحشیؓ کی ذکاوت اور فراست کا امتحان لینا ہے۔ فنا و لتھا میں ہاضمیر مرضہ کی طرف  
 راجع ہے۔ جو کہ استرضع سے سمجھا جاتا ہے۔

فلما کانی نظرت الی قدر میکسچین کی حالت سے اس وقت تک پچاس برس کا عرصہ گزر  
 چکا تھا۔ مگر پھر بھی پہچان لیا۔ یہ کمال ذکاوت اور کمال حافظہ کی دلیل ہے۔

عام عینین سے عام احد مراد ہے۔ عینین ایک پہاڑ کا نام تھا جو احد کے بالکل سامنے تھا۔ قریش اس کے پاس آکر اترے تھے۔ کیونکہ یہ بھی قریش کے ہمراہ تھے۔ اس لئے اسی پہاڑ کا ذکر کیا۔ اسم انصار سباع کی ماں کا نام ہے۔ مکہ میں جو لڑکیوں کا ختنہ کیا کرتی تھی۔ لڑکوں کا ختنہ تو واجب ہے۔ مگر عورتوں کا ختنہ واجب نہیں۔ ایسی عورت کی اگر مدح کرنی ہو تو اسے ختنانہ کہا جاتا تھا۔ مذمت کرنی ہوتی تو مقططفہ بنظر کہا جاتا۔ بنظر بظور کی جمع ہے۔ عورت کی فرج کے اوپر جو گوشت کا ٹکڑا ہوتا ہے اسے بنظر کہتے ہیں۔ جس کو ختنانہ کاٹ دیتی تھی۔ کہتے ہیں کہ اس کے کاٹنے سے جماع میں لذت آتی ہے۔

احمد اگرچہ کل گزشتہ کو کہتے ہیں۔ لیکن ذاصب کی قید لگانے کا یہ فائدہ ہے۔ کہ اس کا اثر باقی نہ رہا۔ سوڈان کے لوگوں کو نیزہ پھینکنے کی خوب مہارت ہوتی تھی۔ اس کے مطابق ان کو بھی مشق تھی۔ حربہ چھوٹا نیزہ۔ شتہ ناف کو کہتے ہیں۔ درک بمعنی سرین۔ اہل طائف نے غزوہ حنین کے بعد اپنے آپ کو قلعہ بند کر لیا تھا۔ آپ نے ان کا گھیراؤ کیا۔ چوبیس دن تک محاصرہ کرنے کے باوجود کامیابی نہ ہوئی۔ کیونکہ مسلمانوں کے تیرا در پتھر نیچے سے جاتے جو اکثر خطا ہو جاتے تھے۔ ان کے تیرا در پتھر اوپر سے آتے جو خطا نہیں جاتے تھے۔ جس سے بہت سے مسلمان زخمی ہو گئے۔ جس کی وجہ سے آپ نے واپسی کا ارادہ فرمایا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کی کہ اس طرح واپس جانا مناسب نہیں ہے۔ تو آپ نے فرمایا اچھا حملہ کر دو۔ مگر دو سکر روز بھی بہت سے مسلمان زخمی ہو گئے۔ آپ نے تبسم فرمایا۔ اور واپس لوٹ کر مدینہ پہنچے۔ حضرت عروہ بن مسعود جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ صفات حمیدہ آکر بیان کی تھیں اور زور دار الفاظ میں قریش کو صلح کرنے پر آمادہ کیا تھا۔ فتح مکہ کے بعد ان کو خیال آیا۔ کہ ثقیف کا معاملہ بھی طے کر لینا چاہیے۔ طائف میں بڑا قبیلہ ثقیف تھا۔ حضرت عروہ بن مسعود نے ان کو اسلام کی تبلیغ کی۔ جس پر انہوں نے ان کو قتل کر دیا۔ جس کا بعد میں انہیں بہت افسوس ہوا۔ مقابلہ کی ہمت نہ تھی۔ اس لئے انہوں نے ایک وفد بنا کر بھیجا۔ جس میں شتر آدمی تھے۔ انہوں نے اطاعت کی درخواست پیش کی۔ اور اپنے اسلام کے متعلق کہا۔ جبشی غلام کو خوف لاحق ہوا کہ میں اب نہیں بچ سکتا۔ ان لوگوں نے ان کو اس وفد میں شامل کر لیا۔ اور وفد کے کسی آدمی کو گزند نہیں پہنچایا جاتا۔ یہ بھی اس وفد میں شامل ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

خدمت میں حاضر ہوئے۔ کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہوئے۔ آپ کو اس کا علم نہ ہو سکا۔ اس کے اسلام لانے کے بعد علم ہوا۔ قصاص لیا نہیں جاسکتا تھا۔

قد کا ضی منی الامر ما بلغک یہ فصاحت کا کلمہ ہے۔ اگرچہ نعم کہہ سکتے تھے۔ مگر اس سے آپ کو تکلیف ہوئی جس کا انہوں نے احساس کیا۔ چنانچہ بعض لوگوں نے کہا بھی کہ یہ حضرت حمزہؓ کا قاتل ہے۔ ہمیں اس کے قتل کرنے کی اجازت دی جائے۔ آپ نے فرمایا۔ ہزاروں کے قتل سے میرے نزدیک ایک آدمی کا اسلام احب ہے۔ ان کا اسلام تو آپ نے قبول فرمایا لیکن چونکہ اس کے دیکھنے سے زخم تازہ ہوتا تھا۔ فرمایا مدینہ سے چلے جاؤ۔ جس کو انہوں نے بلا یحون وچرا قبول کر لیا۔ ثلثمہ ٹوٹی ہوئی دیوار کا سوراخ۔ اور ق گندم گون رنگ۔ امیر المؤمنین کا لقب حضرت عمرؓ کے زمانہ سے چلا ہے۔ سلیمہ نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرتے تھے۔ لیکن جو لوگ اس کو مانتے تھے اور ایمان لائے تھے۔ یہ ان کا سردار بلکہ بادشاہ تھا۔ اس اعتبار سے اسے امیر المؤمنین کہا گیا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا قول تائید میں امام بخاریؒ نے پیش کیا۔ کہ سلیمہ کا قاتل وحشی ہے انصاری نہیں۔

**تشریح از شیخ گنگوہیؒ** | کانہ حمیت مشکیزے کے ساتھ تشبیہ سیاہی اور موٹاپے میں ہے۔ محتجب رجاعت یہ اپنا منہ چھپانا یا تو سردی اور گرمی سے بچاؤ کے لئے تھایا وحشیؒ کا امتحان لینا تھا۔ کہ وہ مجھے پہچانتے یا نہیں۔

فلکائی نظرت الی قدمیک اس روایت میں حذف اختصار ہے۔ یعنی جب میں نے تیرے قدموں کو دیکھا تو مجھے وہ لڑکا یاد آ گیا۔ یا معنی یہ ہیں کہ جب میں نے اس کے قدموں کو دیکھا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے گویا کہ میں نے تمہارے قدموں کو دیکھا تھا۔

طعیم بن عدی بن الحیار یہ وہم ہے۔ صحیح طعیم بن عدی بن نوفل ہے۔ اگر یہ معنی نہ لئے جائیں۔ تو پھر قلت حمزہ یعنی صحیح نہیں بنتا۔ کیونکہ اگر ابن عدی بن الحیار ہو تو پھر بھتیجا لگتا ہے چچا نہیں بنتا۔ بینہ و بینہ واد یعنی اعداد عینین کے درمیان وادی ہے۔ یا اس کے برعکس ہے۔

هل تستطیع ان تغیب وجمک اسلام قبول کر لیا۔ اور اسلام پہلے کے سب گناہ مٹا دیتا ہے۔ بایں ہمہ پھر بھی آپؐ نے فرمایا۔ وجہ یہ ہے کہ آپؐ کو خوف لاحق ہوا کہ کہیں قومی غیرت اور حمایت کا غلبہ ہو جائے تو آپؐ اس کے خلاف بددعا کرنے لگیں۔ یا اور کوئی دینی نقصان ہو جائے۔



جب وہ غائب ہوں گے سامنے نہ ہوں گے تو دنیا دہمانی ہوگی اور نہ نقصان دینی اور دنیوی کی صورت پیدا ہوگی۔

ورقب الرجل ص ۵۸۳ کو دہانے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ چھوٹا نیزہ لگنے سے میلہ گھائل ہو کہ گھر سے باہر دیوار کے نیچے جا کر۔ کیونکہ یہ مشاہدہ ہے کہ مقتول اور زخمی شکار جان کنی کے وقت تڑپتا ہے۔

**تشریح از شیخ زکریا** | حمیت موٹے اور جیم آدمی کو مشک سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ اور روایت میں ہے کہ وہ موٹا آدمی تھا جس کی آنکھیں سرخ تھیں۔ اور شیخ کبیر ہونے کی وجہ سے کمزور ہو گیا تھا۔ اہتجاز کے معنی سر پر پگڑی لپیٹ لینا۔

لکافی نظرت الی قدمیک ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ واللہ مارأیتک منذ ایتک انک اسعدیہ التی ارضعنک بذی طوی فانی اعطتیک وہی علی بعیدھا فاخذتک فلمعت لی قدمک حین وفدتک فماھو الا ان وقفت علی نعدفتھا۔ :۱: اللہ کی قسم! جب سے میں نے تجھے تیری والدہ سعدیہ کو دیا تھا۔ جس نے ذی طوی میں تجھے دودھ پلایا تھا۔ اس وقت سے نہیں دیکھا۔ اور وہ بھی میں نے اس حالت میں اسے دیا تھا۔ کہ وہ اپنے اونٹ پر سوار تھی۔ میں نے جب تجھے اٹھا کر اس کے حوالہ کیا تھا۔ تو اٹھاتے وقت صرف تیرا قدم چمکا تھا۔ پس اس وقت سے لے کر اس وقت تک پھر نہیں دیکھا۔ یہاں تک کہ تو میرے پاس آ کر کھڑا ہوا تو میں نے اس قدم کو پہچان لیا۔ تو اس روایت نے وضاحت کر دی کہ آپ نے ان دو قدموں کو اس لڑکے کے قدموں سے تشبیہ دی جس کو پچاس سال پاپے اٹھایا تھا۔ تو وہی قدم تھے۔ تو یہ قیادہ اور ذکاوت تامہ کی دلیل ہوا۔

کان ابن اغیہ لاعلم عامۃ الشراح نے تو انہی کو چچا قرار دیا ہے۔ لیکن شیخ گنگوہی اور مولانا خلیل احمد نے اسے وہم قرار دیا۔ کیونکہ عدی بن النخار طعیمہ کا بھتیجا ہے چچا نہیں ہے۔ کیونکہ سلسلہ نسب یوں ہے۔ عدی بن النخار بن عدی بن نوفل بن عبد مناف۔

عینیہ حضرت وحشی نے عینیہ پہاڑ کا نام لیا اُحد کا نہیں لیا۔ حالانکہ دونوں ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔ وجہ یہ کہ قریش کا پڑاؤ یہیں تھا۔ اور حضرت وحشی اس وقت قریش

کے ہمراہ آئے تھے۔

انما فعل ذلک الخ وجہ یہ ہوئی کہ ان کے دیکھنے سے چچا یاد آجاتے۔ آپ اگر اور کچھ بھی نہ کرتے اور سلام بھدیم کے تحت۔ لیکن آپ کے قلب اطہر میں تکدر تو ضرور پیدا ہوتا۔ غمناک ہوتے۔ اور تجربہ ہے کہ مشائخ کے تکدر سے بھی لوگوں کو نقصان پہنچتا ہے۔ بلکہ لمبا اوقات ہلاکت کی نوبت آتی ہے (از مرتب)

حضرت مولانا مدنیؒ اور اس طرح دیگر علماء کی شان میں ۴۶، ۴۷ء میں گستاخیاں کرنے والے بُری طرح ذلت کے ساتھ لقمہ اجل ہوتے ہیں۔ چنانچہ شیخ زکریا لکھتے ہیں کہ ہذا مجرب۔  
ذلک لان مسیلمۃ الخ سے شیخ گنگوہیؒ نے ایک اشکال کا دفعیہ کیا ہے کہ جب سیلمہ ٹوٹی ہوئی دیوار کے سوراخ میں کھڑا تھا۔ تو انصاری نے اس کی کھوپڑی پر تلوار کیسے جا کر ماری۔ تو جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ نیزہ لگنے سے سیلمہ گھر سے باہر دیوار کے نیچے جا گرا۔ جس پر انصاری کو کھوپڑی پر تلوار چلانے کا موقع ملا۔

## بَابُ مَا أَصَابَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْجَرَاحِ يَوْمَ أُحُدٍ

ترجمہ۔ اُحد کی لڑائی میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا کیا زخم پہنچے۔  
حدیث نمبر ۳۶۰۰ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ السَّوَعِيُّ أَبَاهُ رِيَّةٌ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْتَدَّ غَضَبُ اللَّهِ عَلَى قَوْمٍ فَعَلُوا بِنَبِيِّهِ يُشِيرُوا إِلَى رَبَاعِيَّتِهِ أَشْتَدَّ غَضَبُ اللَّهِ عَلَى رَجُلٍ يَقْتُلُهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا غضب ان لوگوں پر سخت ہو جاتا ہے جو اپنے نبی سے یہ سلوک کرتے ہیں۔ آپ نے اپنی رباعی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ اور اس آدمی پر بھی اللہ کا سخت غضب نازل ہوتا ہے۔ جس کو اللہ کے راستہ میں اللہ کا رسول قتل کرتا ہے۔

حدیث نمبر ۳۶۰۰ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَالِكٍ عَنْ أَبِي عَبَّاسٍ قَالَ  
 اشْتَدَّ غَضَبُ اللَّهِ عَلَى مَنْ قَتَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَبِيلِ  
 اللَّهِ اشْتَدَّ غَضَبُ اللَّهِ عَلَى قَوْمٍ دَمَوْا وَجْهَ نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 ترجمہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس شخص پر اللہ کا غضب و غصہ بہت سخت ہوتا ہے۔  
 جس کو اللہ کا نبی اللہ کے راستے میں قتل کرے۔ ان لوگوں پر بھی اللہ کا غضب سخت ہوتا ہے جنہوں  
 نے اللہ کے نبی کے چہرہ کو خون آلود کیا۔

تشریح از شیخ مدنی جب خالد بن ولیدؓ نے عقبہ سے حملہ کیا تو آپؐ میدان میں  
 سب سے پیچھے تھے۔ کچھ افراد غری میں کچھ مسلمان بھاگ رہے تھے۔ اور کچھ لڑ رہے تھے۔ مشرکین یہ  
 موقع غنیمت سمجھ کر آپؐ پر بھی حملہ کر دیا۔ تقریباً ستر زخم تلوار کے لگے۔ آپؐ کی حفاظت کرنے والی  
 فدائی جماعت میں حضرت طلحہؓ اور ابو طلحہؓ جبرائیلؓ اور میکائیلؓ تھے۔ عقبہ بن ابی وقاصؓ نے آپؐ پر  
 حملہ کیا۔ جس سے آپؐ کے نیچے کے ہونٹ زخمی ہو گئے۔ اور دائیں طرف کی رباعی ٹوٹ گئی۔ آپؐ  
 خون کو زمین پر نہیں گرنے دیتے تھے۔ بلکہ کپڑے سے خشک کر لیتے تھے۔ کیونکہ باری تعالیٰ کی عادت  
 ہے۔ جب کسی پیغمبر کا خون زمین پر گرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کا غضب اس قوم پر بہت زیادہ ہوتا ہے۔  
 بنا بریں آپؐ نے الشیخ الناس ہونے کے باوجود آپؐ نے عمر بھر میں صرف ابی بن خلفؓ جی کو قتل  
 کیا ہے۔ جس نے آپؐ سے لڑنے کے لئے گھوڑا پال رکھا تھا۔ یہ شفقت تھی کہ عمداً طرح دے  
 جاتے تھے۔ کسی کو قتل نہیں کرتے تھے۔

لقد جاءكم رسول من انفسكم عزيه عليه ما عنتم الآية۔ جب نبی اپنی جنس میں سے  
 ہو گا تو ہر طرح کی مراعات دلائے گا۔ چنانچہ آپؐ نے پچاس نمازوں میں سے پانچ نمازیں فرض نہ بنے  
 دیں۔ مسواک کی فرضیت سفیت سے تبدیل ہوئی۔ دو سروں کا یہ حال ہے۔ کہ مالٹا میں جب ہل سیر  
 تھے۔ تو معلوم ہوا کہ یہاں ایک ایسا گر جا ہے کہ جس کی دیواریں اور چھت مسلمانوں کی کھوپڑیوں سے  
 بنی ہے۔ اندلس میں مساجد کو گر کر گرے بنائے گئے۔ مسلمانوں کو جبراً مرتد بنایا گیا۔ آج بھی مالٹا  
 میں ایسے لوگ موجود ہیں۔ جو اقرار کرتے ہیں کہ ہمیں جبراً مرتد بنایا گیا۔ جب کہ ہماری حمایت کے لئے  
 کوئی آدمی نہیں آیا۔

عقبہ بن ابی وقاص کے متعلق آیا ہے کہ اس کی نسل کا جو بچہ بھی پیدا ہوتا تھا اس کے سامنے والے دانت ٹوٹے ہوئے ہوتے تھے۔ یہ اس کی اولاد کی نشانی بن گئی۔

**باب حدیث نمبر ۳۶۷۲ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ السَّيِّدِيُّ سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ وَهُوَ يُسَمَّى عَنْ جُرْجِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَمَا وَاللَّهِ إِنِّي لَأَعْرِفُ مَنْ كَانَ يُفْسِلُ جُرْجَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ كَانَ يَسْكُبُ الْمَاءَ وَبِمَادُ وَوِي قَالَ كَانَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَغْسِلُهُ وَعَلَى يَسْكُبُ الْمَاءَ بِالْمَجْنِ فَلَمَّا رَأَتْ فَاطِمَةُ أَنَّ الْمَاءَ لَا يَزِيدُ الدَّمَ إِلَّا كَثْرَةً أَخَذَتْ قِطْعَةً مِنْ حَصِيرٍ فَاحْرَقَتْهَا وَأَلْصَقَتْهَا فَاسْتَمْسَكَ الدَّمُ وَكُسِرَتْ رَبَاعِيَّتُهُ يَوْمَئِذٍ وَجُرْجُ وَجْهِهِ وَكُسِرَتْ الْبَيْضَةُ عَلَى رَأْسِهِ۔**

ترجمہ حضرت سہل بن سعد سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخم کے متعلق پوچھا جا رہا تھا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ خبردار! میں اس شخص کو بھی پہچانتا ہوں جس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخم کو دھویا تھا۔ اور اسے بھی جو پانی انڈیلیا تھا۔ اور کس چیز سے آپ کے زخموں کا علاج کیا گیا۔ حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخم کو دھوتی تھیں۔ اور حضرت علیؓ اپنی ڈھال سے پانی ڈالتے تھے۔ جب حضرت فاطمہؓ نے دیکھا کہ خون رکنے میں نہیں آتا بڑھتا جا رہا ہے۔ تو انہوں نے چٹائی کا ایک ٹکڑا لے کر اسے جلایا اور خاکستر کو زخم سے چٹا دیا۔ جس سے خون قلم گیا۔ اور اس دن آپ کی رباعی (دانت) بھی ٹوٹ گیا تھا۔ اور چہرہ مبارک زخمی ہوا کہ خود آپ کے چہرہ پر ٹوٹ گئی تھی۔

**حدیث نمبر ۳۶۷۳ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ اشْتَدَّ غَضَبُ اللَّهِ عَلَى مَنْ قَتَلَهُ نَبِيٌّ وَاشْتَدَّ غَضَبُ اللَّهِ عَلَى مَنْ دَمِيَ وَجْهُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔**

ترجمہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو نبی قتل کر دے اور جس نے رسول کا چہرہ خون آلود کیا ہو ان دونوں پر اللہ کا سخت غضب نازل ہوتا ہے۔

**تشریح از شیخ مدنی** اُحد کی لڑائی کے بعد کفار تو چلے گئے۔ ابھی پودہ کی آیات نازل نہیں ہوئی تھیں۔ تو چند مسلمان عورتیں زخمیوں کی مرہم پٹی کے لئے مدینہ سے اُحد کی طرف آئیں۔ ان میں سے ایک حضرت فاطمہؓ بھی تھیں۔ ابن قتیہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کو زخمی کر دیا تھا۔ جبکہ کہتا تھا۔ انا ابن قتیہ آپؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تجھے ٹکڑے ٹکڑے کرے گا۔ یہ بکریاں چراتا تھا۔ ایک بکری نے اسے کھرا دی۔ تو پہاڑ سے لڑھکتا ہی ٹکڑے ٹکڑے ہو کر نیچے گرا۔

**تشریح از قاسمی** اگر مائی فرما رہی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زخمی ہونے سے ثابت ہوا کہ انبیاء بشر ہوتے ہیں جو ٹھیکہ نہیں دوسرے انسانوں کو پہنچتی ہیں۔ انبیاء علیہم السلام بھی ان مصائب اور استقام (سمیاریوں) میں مبتلا ہوتے ہیں۔ تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے۔ کہ معجزات دکھانے سے وہ بشریت سے خارج نہیں ہو جاتے۔ وہ اللہ کی مخلوق ہیں۔ مصائب و آلام کا نشانہ بنتے ہیں۔ اس احادیث باب سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خود اور ذرہ کا پہننا علاج معالجہ کرنا تو کل کے خلاف نہیں ہے۔ حالانکہ آپؐ کو حکم تھا۔ و توکل علی الحی الذی لا یموت۔

## بَابُ الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ

ترجمہ۔ جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کی دعوت قبول کی۔

**حدیث نمبر ۳۶۷۴** حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ بْنُ عَائِشَةَ أَنَّ الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِنْ بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقُوا أَجْرٌ عَظِيمٌ قَالَتْ لِعُرْوَةَ يَا ابْنَ أَخْتِي كَانَ أَبُوكَ مِنْهُمْ الزُّبَيْرُ وَابْنُ أَبِي بَكْرٍ لَمَّا أَصَابَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَصَابَ يَوْمَ أُحُدٍ وَانْصَرَفَ عَنْهُ الْمُشْرِكُونَ خَافَ أَنْ يَرْجِعُوا قَالَ مَنْ يَذْهَبُ فِي أَثَرِهِمْ فَأَنْتَ دَبَّ مِنْهُمْ سَبْعُونَ رَجُلًا قَالَ كَانَ فِيهِمْ أَبُو بَكْرٍ وَالزُّبَيْرُ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ الذین استجابوا للہ والرسولؐ کی تفسیر میں فرماتی ہیں کہ انہوں نے

اپنے بھانجے عروہ سے کہا کہ اے بھانجے! تیرا باپ زبیرؓ اور ابو بکرؓ بھی ان میں سے تھا۔ جب

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُحد کی لڑائی میں زخم لگے۔ اس کے بعد مشرکوں آپ سے پھر گئے۔ تو آپ کو خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں کافرواپس نہ لوٹ آئیں۔ چنانچہ ابوسفیان نے واپسی کا پرموگرام بنایا تھا۔ جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کون ہے جو ان کے نشانِ قدم پر جائے۔ تو صحابہ کرام میں سے نثر آدمیوں نے لبیک کہا۔ ان میں حضرت ابوبکرؓ اور زبیرؓ بھی تھے۔

**تشریح الشیخ مدنی** | **الذین استجابوا** الامم ممکن ہے کہ کلام سابق سے منقطع ہو۔

اور مدحِ محذوف کا معمول بنے اور یہ بھی ممکن ہے کہ الذین صلہ موصول مبتدا ہو اور للذین اس کی خبر ہو۔ ابوسفیان جنگ کے ختم ہونے کا اعلان کر کے جب مقامِ روحانک پہنچا تو اسے مسلمانوں کے تہس نہس کرنے اور خالی مدینہ کو لوٹنے کا خیال آیا۔ آپ کو بھی فکر ہوئی کہ کہیں واپس نہ آجائیں۔ اس لئے آپ نے ان کے تعاقب میں مسلمانوں کی ایک جماعت بھیجی۔ حالانکہ یہ لوگ زخمی تھے۔ حمراء الاسد جو مدینہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ وہاں پہنچ کر معبدِ خزاعی نے قریش سے کہا۔ کہ پہلی فوج سے بھی زیادہ فوج تمہارے تعاقب میں آ رہی ہے۔ جس سے ابوسفیان نے واپسی کا ارادہ ترک کر دیا۔ اور مکہ چلے گئے۔ جن لوگوں نے تعاقب کیا اللہ تعالیٰ نے ان کی مدح سرائی فرماتے ہوئے ان کے اجر و ثواب کا ذکر فرماتے ہیں۔ یہ واقعہ ۵۱ شوال کو پیش آیا ۶۱ شوال کو آپ نے منادی کرائی۔

استجاب سے معلوم ہوتا ہے کہ لبیک کہنے والے سب محسن تھے۔ لیکن للذین احسنوا سے تخصیص معلوم ہوتی ہے۔ تو کہا جائے گا۔ للذین احسنوا تخصیص کے لئے نہیں بلکہ صفتِ بیانیہ اور کاشفہ ہے۔

منہم ابوبکرؓ و الزبیرؓ حضرت ابوبکرؓ کو مجازاً البوک کا کہا گیا۔ ورنہ وہ حقیقت میں عروہ کے نانا لگتے تھے۔

**بَابُ مَنْ قُتِلَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ يَوْمَ أُحُدٍ مِنْهُمْ**  
**حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَالْيَمَانُ وَالْأَسُّ بْنُ الْقُضَيْرِ وَمُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ**  
 ترجمہ جو مسلمان اُحد کی لڑائی میں شہید ہوئے ان میں سے حضرت حمزہ بن عبد المطلبؓ

حضرت یمانؓ حضرت نصر بن انسؓ اور مصعب بن عمیرؓ ہیں۔

**حدیث نمبر ۳۶۷۵** حَدَّثَنِي عُمَرُو بْنُ عَلِيٍّ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ مَا نَعْلَمُ حَيًّا مِنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ أَكْثَرَ شَهِيدًا أَعْرَبَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ مِنَ الْأَنْصَارِ قَالَ قَتَادَةُ وَحَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّهُ قُتِلَ مِنْهُمْ يَوْمَ أُحُدٍ سَبْعُونَ وَيَوْمَ بَيْرُ مَعُونَةَ سَبْعُونَ وَيَوْمَ الْيَمَامَةِ سَبْعُونَ قَالَ وَكَانَ بَيْرُ مَعُونَةَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَوْمَ الْيَمَامَةِ عَلَى عَهْدِ أَبِي بَكْرٍ يَوْمَ مُسَيْلَمَةَ الْكَذَّابِ۔

ترجمہ۔ حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں۔ کہ عرب کے قبائل سے کوئی قبیلہ ہمیں ایسا معلوم نہیں جس کے انصار سے زیادہ شہید ہوں۔ جو قیامت کے دن سب سے زیادہ عزت والے ہوں گے اور قتادہؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت انس بن مالکؓ نے حدیث بیان کی۔ کہ اُحد کی لڑائی میں ستر مسلمان شہید ہوئے۔ بئر معونہ کے دن بھی ستر مسلمان شہید ہوئے اور یمامہ کی لڑائی میں بھی ستر مسلمان شہید ہوئے۔ بئر معونہ کا واقعہ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں پیش آیا۔ اور یمامہ کی لڑائی حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور میں سیلمۃ الکذاب سے لڑائی ہوئی تھی۔

**تشریح از شیخ مدنی** اکثر شہیدان اکثریت اور عزت دونوں قیود کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

یوم اُحد سبعمون سے بظاہر معلوم ہوتا ہے۔ کہ ستر کے ستر انصار تھے۔ حالانکہ چھ مہاجرین بھی تھے۔ تو کہا جائے گا کہ سبعمون من الانصار تحدید کے لئے نہیں بلکہ تقریب کے لئے ہے۔ کسر کو حذف کر کے عقود کو لایا گیا اور بعض کہتے ہیں کہ ستر انصار تھے۔ اور چھ مہاجر اس کے علاوہ تھے۔ مگر راجح اور صحیح

قول اُقل ہے۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** قتل منهم یوم اُحد سبعمون ۵۸۳ یہ ستر کا لفظ تغلیباً ہے ورنہ

بعض مہاجرین تھے۔ جیسے حضرت حمزہؓ وغیرہم تو کثرت کا اعتبار کیا گیا قلیل کو ترک کر دیا اور اس دن انصار اور مہاجرین میں انصار کے مقتول زیادہ تھے۔

**تشریح از شیخ زکریا** تعداد مقتولین کے بارے میں حافظؒ نے اختلاف کیا ہے مواہب

میں ہے کہ ستر میں سے چار مہاجر تھے۔ ابن حبان اور حاکم نے نقل کیا ہے کہ پونٹھ انصار تھے اور چھ مہاجر تھے۔

امام شافعیؒ سے بہتر منقول ہیں۔ امام مالکؒ پچھتر فرماتے ہیں۔ اور عیمری نے چھیانوے نقل کئے ہیں جن میں سے مہاجرین گیارہ ہیں باقی انصار ہیں۔

**حدیث نمبر ۳۶۷۷** حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مَنْ قَتَلَ أَحَدًا فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ ثُمَّ يَقُولُ أَيُّهُمَا أَكْثَرُ أَخَذَ لِلْقُرْآنِ فَيَاذُ الشَّيْطَانِ إِلَى أَحَدٍ قَدَّمَ فِي اللَّحْدِ وَقَالَ أَنَا شَهِيدٌ عَلَى هَؤُلَاءِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَأَمْرٌ بِدَفْنِهِمْ بِمَا نَبِئُهُمْ وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يُفْسَلُوا وَقَالَ أَبُو الْوَلِيدِ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرًا قَالَ لَمَّا قُتِلَ أَبِي جَعَلْتُ أَبْكِي وَاكْشَفُ الثَّوْبَ عَنْ وَجْهِهِ فَجَعَلَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَوْنِي وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَنْهَ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَبْكِيهِ أَوْ مَا تَبْكِيهِ مَا زَالَتِ الْمَلَائِكَةُ تُظِلُّهُ بِأَجْنِحَتِهَا حَتَّى رُفِعَ.

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ خبر دیتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُحد کے شہداء میں سے دو آدمیوں کو ایک کپڑے میں جمع کرتے تھے۔ پھر فرماتے تھے۔ ان میں سے کون آدمی قرآن مجید کا زیادہ حافظ ہے۔ جب کسی کی طرف اشارہ کیا جاتا۔ تو آپ اس کو بغلی میں آگے رکھتے تھے۔ اور فرماتے تھے۔ کہ قیامت کے دن میں ان پر گواہ ہوں گا۔ اور آپ نے ان کو ان کے خونوں سمیت دفن کرنے کا حکم دیا۔ نہ تو ان کی نماز جنازہ پڑھی اور نہ ہی ان کو غسل دیا گیا۔ حضرت ابو الولید اپنی سند سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابرؓ نے فرمایا۔ جب میرے باپ شہید ہو گئے۔ تو میں رونے لگا اور اپنے باپ کے چہرہ سے کپڑا کھولنے لگا۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام مجھے اس سے روکتے تھے۔ آپ نے نہ روکا۔ بلکہ آپ نے فرمایا کہ اس کو مت رو۔ کیونکہ فرشتے برابر اپنے پروں سے ان پر سایہ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کو اٹھالیا گیا۔

**تشریح از شیخ مدنیؒ** اَنَا شَهِيدٌ اِذَا سَالَهُ عَلَى اطَاعَتِهِمُ اللّٰهُ اَوْ لِحُضْنِ شَهِيدٍ بِمَعْنَى شَفِيعٍ كَمَا هِيَ۔ کہ ان کی خصوصی طور پر شفاعت ہوگی۔ فی سبیل اللہ شہید کے متعلق تو سب



ائمہ کا اتفاق ہے کہ اسے غسل نہ دیا جائے۔

لے یصل علیہم یہ امام شافعیؒ کی دلیل ہے۔ وہ اور ان کے موافقین فرماتے ہیں کہ شہید مکرہ پر نماز نہ پڑھی جائے۔ امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ اس پر نماز پڑھی جائے۔ مستدرک اور مصنف ابن ابی شیبہ کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے شہداء اُحد پر نماز پڑھی ہے۔ وہ روایات نہایت قویہ ہیں۔ اور اثبات کی روایات ہیں جن کو نفی کی روایات پر ترجیح ہوگی۔ اور لے یصل علیہم کے معنی یہ ہوں گے کہ الگ الگ کسی پر نماز نہیں پڑھی گئی۔ بلکہ آٹھ آٹھ، نو نو کو جمع کر کے نماز پڑھی گئی۔ یا معنی ہیں لے یصل علیہم فی یوم واحد بل فی یوم شان چنانچہ حضرت جابرؓ جو اپنے باپ کی لاش کو لے کر گئے تھے۔ آپؐ نے واپس لانے کا حکم دیا۔ تو ممکن ہے ان کی غیوبیت میں نماز پڑھی گئی ہو۔ ان کو علم نہ ہو سکا ہو۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ آپؐ نے آٹھ سال بعد جا کر شہداء اُحد پر ایسی نماز پڑھی جیسے میت پر نماز پڑھی جاتی ہے۔ تو اس طرح آپؐ کے آخری فعل کا اعتبار ہوگا۔ جو اول کے لئے ناسخ بنے گا۔ شوافعؒ یہ بھی فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ مغفرت کے لئے پڑھی جاتی ہے۔ اور ان کے فی سبیل اللہ شہید ہونے سے مغفرت ہو گئی۔ اب نماز جنازہ پڑھنے کے کیا معنی، بلکہ کہا جائے گا کہ نماز جنازہ بہر حال مشروع ہے خواہ کوئی مغفور ہو یا نہ ہو۔ جیسے انبیاء علیہم السلام اور نابالغ معصوم بچے۔ بایں ہمہ ان کی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے۔ یہ جمع کی صورت ہے ورنہ ترجیح کی صورتیں ادھر ذکر ہو چکی ہیں۔

واکشف الثوب عن وجهہ الا روایت میں اختصار ہے۔ حضرت جابرؓ کپڑا اٹھا کر روتے تھے اکلوتے بیٹے تھے۔ ان کی پھوپھی فاطمہ بنت عمرؓ نے آکر چھینا چلانا شروع کر دیا۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ لا تبکیہ اگر خطاب حضرت فاطمہؓ کو ہے تو اتنا تائید کی ہے۔ اگر خطاب حضرت جابرؓ کو ہے۔ تو یا محض اشباع کے لئے ہوگی۔ اور ماتبکیہ میں ما استفہام کے لئے ہے۔ اور بعض نے ما کو نافیہ قرار دیا ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ تو ایسے ادب منہ کو پہنچ گئے جس میں تمہیں خوشی کا اظہار کرنا چاہیے۔ رد کیا کیوں جاتا ہے۔ لے یصل آپؐ نے اولاً اس لئے نہیں رد کیا کہ بکار بالدمع تھی بالصوت نہیں تھی۔ یا ابھی تک بکار بالصوت کی ممانعت نہیں آئی تھی۔ اس لئے آپؐ نے نہیں رد کیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | واکشف الثوب عن وجهہ ص ۵۸۹ اس سے معلوم ہوا کہ میت

کے چہرہ سے کپڑا ہٹا دینا جائز ہے لیکن جب کوئی فائدہ متمن نہ ہو تو چہرہ کھولنا خلافِ اولیٰ ہوگا۔  
 وجہ یہ ہے کہ اس سے حزن و غم میں زیادتی ہوتی ہے۔ اور خلافِ اولیٰ ہونے پر صحابہ کرام کا منع کرنا  
 دلالت کرتا ہے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہنسی پر انکار نہ کرنا بھی دلیل ہے کہ چہرہ نہ کھولا جائے۔  
**تشریح از شیخ زکریا** امام بخاری ہی کتاب الجنائز میں اس کا جواز ثابت کر چکے ہیں۔  
 فقہ یہ ہے کہ میت کے لئے موت محاسن کی تبدیلی کا باعث ہے۔ اس لئے ڈھانپنے کا حکم ہے آنکھیں  
 بھی بند کر دی جائیں۔ بنا بریں منع کیا گیا ہو۔ امام بخاری بھی فرماتے ہیں کہ غسل کے سوا اور کوئی اسے  
 نہ دیکھے۔

حدیث نمبر ۳۶۷۷ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِي مُوسَى أُرَى عَنِ  
 النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَأَيْتُ فِي رُؤْيَايَ أَرَأَيْتَ هَزْرَتٌ سَيْفًا  
 فَأَلْقَطَعَ صَدْرَهُ فَإِذَا هُوَ مَا أُصِيبَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ أُحُدٍ ثُمَّ  
 هَزْرَتُهُ أُخْرَى فَعَادَ أَحْسَنَ مَا كَانَ فَإِذَا هُوَ مَا جَاءَ بِهِ اللَّهُ مِنَ  
 الْفَتْحِ وَاجْتِمَاعِ الْمُؤْمِنِينَ وَرَأَيْتُ فِيهَا بَقْرًا وَاللَّهُ خَيْرٌ فَإِذَا هُمْ  
 الْمُؤْمِنُونَ يَوْمَ أُحُدٍ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنے  
 خواب میں دیکھا کہ میں نے تلوار ہلائی جس کا اگلا حصہ ٹوٹ گیا۔ جس کی تعبیر یہ ہوئی کہ جو اُحد کی لڑائی  
 میں مسلمانوں کو شکست کی مصیبت پہنچی۔ پھر دوسری دفعہ اسے حرکت دی۔ تو پہلے سے بھی اچھی حالت  
 میں واپس آئی۔ تو یہ فتح اور مسلمانوں کا اکٹھا ہو جانا تھا۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے آئے۔ اور میں نے  
 اس میں گائے کو دیکھا۔ واللہ وہ خیر ہے۔ تو اس کی تعبیر مسلمانوں کی اُحد کی لڑائی میں شہادت ہے۔  
 واللہ خیرای واللہ عنہ خیر۔

حدیث نمبر ۳۶۷۸ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ عَنْ خَبَّابٍ قَالَ هَاجَرْنَا  
 مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَبْتَغِي وَجْهَ اللَّهِ فَوَجَبَ أَجْرُنَا عَلَى  
 اللَّهِ فَمِمَّا مَنَّمَا أَوْ ذَهَبَ لَمْ يَأْكُلْ مِنْ أَجْرِهِ شَيْئًا كَانَ مِنْهُمْ مُصْغَبُ  
 بَنٍ عُمَيْرٍ قِيلَ يَوْمَ أَحُدٍ فَلَمْ يَتْرُكْ إِلَّا نَعِزَةً كُنَّا إِذَا غَطَيْنَاهَا رَأْسَهُ

خَدَجَتْ رَجُلَاهُ وَادَّاعَى بِهَا رَجُلِيهِ خَدَجَ رَأْسَهُ فَقَالَ لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَطُّوا بِهَا رَأْسَهُ وَاجْعَلُوا أَعْلَى رَجُلِيهِ إِلَّا ذُخْرًا وَقَالَ الْقَوَّاءُ عَلَى رَجُلِيهِ مِنَ الْإِذْخِرِ وَمِمَّا مَنْ أَيْنَعَتْ لَهُ ثَمَرَتُهُ فَهُوَ يَهْدِي بِهَا -  
ترجمہ۔ حضرت خبابؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہجرت کی۔ جب کہ ہم صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مندی چاہتے تھے۔ تو ہمارا ثواب اللہ تعالیٰ کے ذمہ واجب ہو گیا۔ پس بعض ہم میں سے ایسے ہیں جو اس دنیا سے چلے گئے اور انعام و ثواب میں سے کچھ بھی نہ کھا سکے۔ ان میں سے حضرت مصعب بن عمیرؓ تھے۔ جو اُحد کی لڑائی میں شہید ہو گئے۔ جنہوں نے ایک رنگ برنگی چادر کے کچھ بھی نہ چھوڑا۔ جب ہم اس سے اس کا سر ڈھانپتے تھے تو اس کے دونوں پاؤں نکل آتے تھے۔ اور جب ان کے پاؤں ڈھانپے جاتے تو سر نکل آتا تھا۔ تو ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چادر سے تو ان کا سر ڈھانپ لو۔ اور دونوں پاؤں پر اذخر گھاس ڈال دو۔ یا اجلو اکی بجائے القوا فرمایا۔ اور بعض ہم میں سے وہ ہیں جن کا پھل پک چکا ہے۔ جن کو وہ چن رہے ہیں۔

## بَابُ أَحَدٍ يُحِبُّنَا قَالَ عُبَّاسُ بْنُ سَهْلٍ عَنْ أَبِي حَمِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ۔ اُحد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے۔ یہ عباس بن سہل نے ابو حمید سے اور انہوں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

حدیث نمبر ۳۶۹۰ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ قَتَادَةَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ -

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اُحد ایک پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

تشریح از شیخ مدنی اُحد کو اُحد اس لئے کہتے ہیں کہ وہ سلسلہ جبال میں متحد ہے۔

یابہ کہ اس کے قریب اور سائے میں رہنے والے موحّدین ہیں جو مسلمان ہیں۔ اشکال یہ ہے کہ پہاڑ ایک جامد چیز ہے وہ محبت کیسے کر سکتا ہے۔ جو ذوی الارواح کا خاصہ ہے۔ بعض نے جواب میں کہا کہ

اس میں مجاز بالخذف ہے۔ اسی اہل اہل حینا و نخبہ اور وہ اہل اہل انصار ہیں جو اُحد کے سائے میں رہتے تھے۔ یا مجاز مرسل ہے۔ کہ ہمیشہ اہل محبت ایک دوسرے کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ تو معنی ہوں گے کہ ہم اسے دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور وہ ہمیں دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ تو محبت اور سرد سے کنایہ ہوا۔ یہ ارشاد آپ کا حج کے موقع پر ہے یا کسی اور سفر میں فرمایا۔ تو اُحد کی طرف مسرت کی نسبت بطور مشاکلہ کے ہوگی۔ لیکن اہل تحقیق کا کہنا ہے کہ جمادات میں بھی محبت پائی جاتی ہے۔ جیسے آپ نے جبل عبیر کے بارے میں فرمایا کہ وہ ہم سے بغض رکھتا ہے اور ہم اس سے بغض رکھتے ہیں۔ و حال اس کے پاس آکر ٹھہرے گا۔

حدیث نمبر ۳۶۸۰ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلَعَ لَهُ أَحَدٌ فَقَالَ هَذَا جَبَلٌ مَحْنًا وَنَحْبُهُ اللَّهُمَّ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَإِنِّي حَرَّمْتُ مَا بَيْنَ لَأَتِيَهَا۔ ترجمہ۔ حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب اُحد پہاڑ ظاہر ہوا۔ تو آپ نے فرمایا۔ یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ اے اللہ! ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنوایا تھا۔ میں مدینہ کی دو پہاڑیوں کے درمیان والے حصہ کو حرام قرار دیتا ہوں۔

تشریح از شیخ مدنی | حرام قرار دینے والے تو اللہ تعالیٰ ہیں۔ لیکن اس حرمت کا اظہار حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا۔ جس کو آپ نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا۔ حَرَّمَ اللَّهُ لَا النَّاسَ کہ اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے لوگوں نے نہیں کیا۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ تحریم کے معنی منع کرنے کے اور دوسرے معنی احترام کرنے کے بھی آتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اس کے ثمرات میں برکات وغیرہ کے لئے تھی۔ اور آپ نے مدینہ کی برکت کے لئے دعا فرمائی۔ بناءً علیہ اگر کوئی حرم مکہ میں شکار کرے گا۔ تو اس پر جزا لازم آئے گی۔ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ صرم مدینہ منورہ کا یہی حکم دیتے ہیں۔ کہ جزا لازم ہوگی۔ مگر حضرت امام اعظمؒ فرماتے ہیں۔ کہ مدینہ میں شکار کرنا وغیرہ اشیاء ممنوع نہیں۔ مکہ میں جانور پرندہ کو بند کرنا جائز نہیں۔ مدینہ میں نجر کو بچہ میں بند رکھا گیا۔ یا عمیر فیل اللخیر آپ کا ارشاد ہے۔ المحاصل جمہور ائمہ بلکہ امام شافعیؒ اور

امام مالکؒ کے نزدیک بھی تحریم مدینہ تحریم مکہ جیسی نہیں ہے۔

**تشریح از شیخ گنگوہیؒ** | ارض ابراہیم حرم مکتہ ص ۵۸۵ یعنی ابراہیمؑ نے اس کی حرمت کا اظہار فرمایا اعلان کیا۔ ورنہ وہ تو آدم علیہ السلام کے زمانہ سے اس کی حرمت چلی آرہی ہے۔ بلکہ اس سے پہلے سے چلی آرہی ہے۔

**تشریح از شیخ زکریاؒ** | ابن عباسؓ کی روایت ہے۔ ان هذا البلد حرمة الله يوم خلق السموات والارض فهو حرام بحرمة الله الى يوم القيامة یعنی جس دن سے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے۔ اسی دن سے اللہ تعالیٰ نے مکہ کو حرم بنایا اور قیامت کے دن تک اس کی حرمت باقی رہے گی۔

تو حافظؒ فرماتے ہیں۔ ان ابراہیم حرم مکتہ بامر اللہ تعالیٰ لا باجہادہ۔

یا معنی ہیں۔ ان ابراہیم اول من اظهر تحريمها بين الناس وكانت قبل ذلك عند الله حراماً۔ یا اول من اظهره بعد الطوفان الخ

**حدیث نمبر ۳۶۸۱** حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ عَنْ عُقَبَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا فَصَلَّى عَلَى أَهْلِ أَحُدٍ صَلَوَتَهُ عَلَى الْأَمِيَّتِ ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَى الْعَنْبَرِ فَقَالَ إِنِّي فَرَطْتُ لَكُمْ وَأَنَا شَهِيدٌ عَلَيْكُمْ وَإِنِّي لَا نَظَرَ إِلَى حَوْضِي الْآنَ وَإِنِّي أُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ خَزَائِنِ الْأَرْضِ أَوْ مَفَاتِيحَ الْأَرْضِ وَإِنِّي وَاللَّهِ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوا بَعْدِي وَلَكِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنَافَسُوا فِيهَا۔

ترجمہ۔ حضرت عقبہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن باہر تشریف لائے اور اہل احد پر ایسے نماز پڑھی جیسے میت پر پڑھی جاتی ہے۔ پھر منبر کی طرف پھر کر آئے۔ اور فرمایا میں تمہارے لئے نمائندہ بن کر جا رہا ہوں۔ اور میں تمہارے ایمان کی گواہی دوں گا یا شفاعت خصوصاً کروں گا۔ اور میں اپنے حوض کو ابھی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ اور مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دے دی گئی ہیں۔ یا فرمایا زمین کی کنجیاں دی گئی ہیں۔ اور واللہ! مجھے تم سے اپنے بعد شرک کرنے کا خطرہ نہیں ہے۔ لیکن اس بات کا خطرہ ضرور ہے۔

کہ دنیا تم پر پٹی جائے گی اور تم اس میں خوب رغبت کرو گے۔

**بَابُ غَزْوَةِ الرَّجِيعِ وَرِعْلٍ وَذُكْوَانَ وَبِئْرِ مَعُونَةَ وَحَدِيثِ  
عُضْلٍ وَالْقَارَةِ وَعَاصِمِ بْنِ ثَابِتٍ وَخُبَيْبٍ وَأَصْحَابِهِ -**

ترجمہ۔ غزوہ رجیع، رعل، ذکوان اور بئر معونہ۔ عضل۔ قارہ عاصم بن ثابت اور حضرت خبیبؓ اور ان کے ساتھیوں کی حدیث بیان ہوگی۔

**قَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عُمَرَ أَنَّهَا بَعْدَ أُحُدٍ -**

ترجمہ۔ اور ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ عاصم بن عمرؓ فرماتے تھے کہ یہ اُحد کے بعد کے واقعات ہیں۔

**حَدِيثُ نُمَيْرِ ۳۶۸۲ حَدَّثَنِي اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوسَى اِلَّا عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ**

قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً عَيْنًا وَأَمَرَ عَلَيْهِمُ عَاصِمَ بْنَ ثَابِتٍ وَهُوَ جَدُّ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَأَنْطَلَقُوا حَتَّى إِذَا كَانَ بَيْنَ عُسْفَانَ وَمَكَّةَ ذِكْرُ الْيَحْيَى مِّنْ هَذِيلٍ يُقَالُ لَهُمْ بَنُو لَحْيَانَ فَتَبِعُوهُمْ بِقَرِيبٍ مِّنْ مِّائَةِ رَامٍ فَأَقْتَصَوْا أَثَارَهُمْ حَتَّى أَتَوْا مَنَزِلًا نَزَلُوهُ فَوَجَدُوا فِيهِ نَوَى تَمْرِ تَزْوَدُوهُ مِنَ الْمَدِينَةِ فَقَالُوا هَذَا تَمْرٌ يُثْرِبُ فَتَبِعُوا أَثَارَهُمْ حَتَّى لَحِقُوهُمْ فَلَمَّا انْتَهَى عَاصِمٌ وَأَصْحَابُهُ لَجُؤًا إِلَى فُذَيْلٍ وَجَاءَ الْقَوْمُ فَأَحَاطُوا بِهِمْ فَقَالُوا لَكُمْ الْعَهْدُ وَالْمِيثَاقُ إِنْ نَزَلْتُمْ إِلَيْنَا أَنْ لَا نَقْتُلَ مِنْكُمْ رَجُلًا فَقَالَ عَاصِمٌ أَمَا أَنَا فَلَا أَنْزِلُ فِي ذِمَّةِ كَافِرٍ اللَّهُمَّ أَخْبِرْ عَنَّا نَبِيَّكَ فَقَاتَلُوهُمْ حَتَّى قَتَلُوا عَاصِمًا فِي سَبْعَةِ نَفَرٍ بِالنَّبْلِ وَبَقِيَ خُبَيْبٌ وَزَيْدٌ وَرَجُلٌ آخَرٌ فَأَعْطَوْهُمْ الْعَهْدَ وَالْمِيثَاقَ فَلَمَّا أَعْطَوْهُمْ الْعَهْدَ وَالْمِيثَاقَ نَزَلُوا إِلَيْهِمْ فَلَمَّا اسْتَمَعْنَاهُمْ مِنْهُمْ حَلُّوا أَوْتَارَ قَيْسِيهِمْ فَرَبَطُوهُمْ بِهَا فَقَالَ الرَّجُلُ الثَّالِثُ الَّذِي مَعَهُمَا هَذَا أَوَّلُ الْغَدْرِ فَأَنَّى أَنْ يَصْحَبَهُمْ فَجَزَرُوهُ وَعَالَ جَوْهُ وَأَنْطَلَقُوا بِخُبَيْبٍ وَزَيْدٍ حَتَّى بَاعُوهُمَا بِمَكَّةَ فَاشْتَرَى خُبَيْبًا بَنُو الْحَارِثِ بْنِ عَامِرٍ بْنُ نُوفَلٍ

وَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ قَتَلَ الْحَارِثَ يَوْمَ بَدْرٍ فَمَكَثَ عِنْدَهُمْ أَسِيرًا حَتَّى إِذَا أَجْمَعُوا قَتْلَهُ اسْتَعَارَ مُوسَى مِنْ بَعْضِ بَنَاتِ الْحَارِثِ وَأَسْتَحْدَّ بِهَا فَأَعَارَبَتْهُ قَالَتْ فَغَفَلْتُ عَنْ صَبِيٍّ لِي فَنَدَرَجَ إِلَيْهِ حَتَّى آتَاهُ فَوَضَعَهُ عَلَى فَخِذِهِ فَلَمَّا رَأَيْتُهُ فَرَعْتُ فَرَعَةً عَرَفَ ذَلِكَ مِنِّي وَفِي يَدِهِ الْمَوْسَى فَقَالَ أَتَخْشَيْنَ أَنْ أَقْتُلَهُ مَا كُنْتُ لِأَفْعَلَ ذَلِكَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ وَكَانَتْ تَقُولُ مَا رَأَيْتُ أَسِيرًا قَطُّ خَيْرًا مِنِّي خُبَيْبٌ لَقَدَّرَ أَيْتُهُ يَا كُلُّ مَنْ قَطِفَ عِنَبٍ وَمَا بِهَكَ يَوْمَئِذٍ ثَمَرُهُ وَإِنَّهُ لَمَوْثِقٌ فِي الْحَدِيدِ وَمَا كَانَ إِلَّا رِزْقٌ رَزَقَهُ اللَّهُ فَخَرَجُوا بِهِ مِنَ الْحَرَمِ لِيَقْتُلُوهُ فَقَالَ دَعُونِي أَصِلِّي رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ أَنْصَرَفَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ لَوْلَا أَنْ تَرَوْا أَنَّ مَا بِي جَنَعَ مِنَ الْمَوْتِ لَزِدْتُ فَكَانَ أَوَّلَ مَنْ سَنَّ التَّرَكُّمَتَيْنِ عِنْدَ الْقَتْلِ هُوَ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ أَحْصِهِمْ عَدَدًا ثُمَّ قَالَ -

مَا إِنْ أَبَا بِي حِينَ أَقْتُلُ مُسْلِمًا عَلَى آيٍ شَقِيٍّ كَانَ لِلَّهِ مَصْرَعِي وَذَلِكَ فِي ذَاتِ الْإِلَهِ وَإِنْ يَشَاءُ يُبَارِكْ عَلَى أَوْصَالِ وَسَلْوَمٍ مَدْرَجٍ ثُمَّ قَامَ إِلَيْهِ عُقْبَةُ بْنُ الْحَارِثِ فَقَتَلَهُ وَبَعَثَتْ قُرَيْشٌ إِلَى عَاصِمٍ لِيُؤْتُوا بِشَيْءٍ مِّنْ جَسَدِهِ يَعْرِفُونَهُ وَكَانَ عَاصِمٌ قَتَلَ عَظِيمًا مِّنْ عَظَمَاءِهِمْ يَوْمَ بَدْرٍ فَبَعَثَ اللَّهُ عَلَيْهِ مِثْلَ الظِّلَّةِ مِنَ الدَّبْرِ فَحَمَلَتْهُ مِنْ رُّسُلِهِمْ فَلَمْ يَقْدِرُوا مِنْهُ عَلَى شَيْءٍ -

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فوجی دستہ جاسوسی کے لئے بھیجا اور ان پر حضرت عاصم بن ثابتؓ کو امیر نامزد فرمایا جو حضرت عاصم بن عمر بن الخطابؓ کے دادا تھے۔ پس یہ حضرات چل پڑے۔ جب یہ حضرات عسغان اور مگہ کے درمیان پہنچے تو ہذیل کے ایک قبیلہ جسے بنو لحيان کہا جاتا ہے کے سامنے ان حضرات مجاہدین کا ذکر کیا گیا۔ تو ان کے ایک سو تیر انداز نے ان کا تعاقب کیا۔ اور یہ لوگ ان کے نشانات قدم کو تلاش کر تے کرتے ایک ایسی جگہ تک پہنچ گئے۔ جہاں ان حضرات نے پڑاؤ کیا تھا۔ تو وہاں انہیں کھجور کی گٹھلیاں ملیں۔ جو یہ مجاہد لوگ

توشہ کے طور پر مدینہ سے لائے تھے۔ تو مشرکین کہنے لگے کہ یہ تو یثرب (مدینہ) کا کھجور ہے۔ تو انہوں نے نشان اقدام پر ان حضرات کا پیچھا کیا۔ یہاں تک انہوں نے مجاہدین کو جالیا۔ تو حضرت عاصم اور ان کے ساتھی رک گئے اور ایک ادبے ٹیلے پر پڑھ گئے۔ مشرک قوم نے دہاں پہنچ کر ان کا گھراؤ کر لیا۔ اور مجاہدین سے کہنے لگے تمہارے لئے ہمارا عہد و پیمان ہے۔ کہ اگر تم ہماری طرف اتر کر آگئے۔ تو ہم تم میں سے کسی کو قتل نہیں کریں گے۔ جس پر امیر شکر حضرت عاصمؓ نے فرمایا۔ میں کسی کافر کی ذمہ داری میں اترنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ بلکہ دعا مانگی۔ کہ اے اللہ! ہماری طرف سے اپنے رسول کو اطلاع کر دے چنانچہ انہوں نے ان سے لڑائی شروع کر دی اور خوب تیر برسائے۔ یہاں تک کہ انہوں نے حضرت عاصم سمیت سات آدمیوں کو تیر مار مار کر قتل کر دیا۔ اب صرف تین آدمی حضرت خبیثؓ۔ زیدؓ اور ایک تیسرا آدمی بچ گئے۔ جن کو ان کافروں نے یقین دلاتے ہوئے عہد و پیمان کیا۔ اس عہد و پیمان پر اعتبار کرتے ہوئے یہ تینوں حضرات نیچے اتر آئے۔ لیکن جب مشرکین نے ان حضرات پر قابو پا لیا تو اپنی کمالوں کی تانتوں کو کھولا۔ اور ان سے ان حضرات کو باندھ لیا۔ تو اس تیسرے آدمی نے جوان کے ہمراہ تھا۔ فرمایا کہ یہ پہلی دھوکہ بازی ہے۔ انہوں نے ان کفار کے ہمراہ جانے سے انکار کر دیا۔ تو انہوں نے اس کو کھینچنا شروع کیا۔ اور ساتھ چلنے پر انہیں بہت مجبور کیا۔ جنہوں نے اس کو قبول نہ کیا۔ جس پر انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ اور وہ لوگ حضرت خبیثؓ اور زیدؓ کو ساتھ لے کر چلے گئے یہاں تک کہ ان حضرات کو مکہ میں جا کر بیچ دیا۔ حضرت خبیثؓ کو حارث بن عامر بن نوفل کے بیٹوں نے خرید کر لیا۔ کیونکہ حضرت خبیثؓ نے ان کے باپ حارث کو بدر میں قتل کر دیا تھا۔ پس یہ تو ان کے پاس کچھ عرصہ قیدی بن کر رہے۔ یہاں تک کہ جب ان لوگوں نے ان کو قتل کرنے پر عزم کر لیا۔ تو انہوں نے حارث کی بعض لڑکیوں سے انہوں نے ایک استرا اندام نہانی کی صفائی کے لئے مانگا۔ جس نے وہ استرا ان کو عاریہ دے دیا۔ وہ کہتی ہیں کہ میں اپنے ایک بچہ سے غافل ہو گئی تھی۔ جو اس قیدی کے پاس گھسے ہوئے پہنچ گیا۔ جس کو حضرت خبیثؓ نے اپنی ران پر بٹھالیا۔ جب اس نے یہ حال دیکھا تو سخت گھبرا گئیں۔ جس کی گھبراہٹ کا اندازہ حضرت خبیثؓ نے بھی کر لیا۔ جبکہ ان کے ہاتھ میں استرا تھا۔ تو فرمانے لگے کہ کیا تمہیں خطرہ ہے کہ میں اس بچے کو قتل کر دوں گا۔ یہ میرا شیوہ نہیں ہے۔ کہ میں اس جاہلیت کے کام کو انجام دوں۔ اگر اللہ نے چاہا تو ایسا نہیں ہوگا۔ وہ کہتی ہے کہ



میں نے حضرت خبیبؓ سے بہتر قیدی کبھی نہیں دیکھا، اور تحقیق میں نے ان کو انگور کے خوشہ سے انگور کھاتے دیکھا، حالانکہ ان دنوں میں مکہ کے اندر موسم کا کوئی پھل نہیں دیکھا، اور وہ لوہے کی زنجیروں میں بندھے ہوئے تھے۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے جب مشرک لوگ ان کو حرم سے باہر لے جا کر قتل کرنے لگے۔ تو انہوں نے فرمایا مجھے چھوڑ دو تاکہ میں دو رکعت نفل ادا کر لوں پھر وہ جلدی ان کی طرف پھر کر آگئے۔ کہنے لگے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم لوگ سمجھو گے کہ مجھے موت سے گھبراہٹ ہے تو میں اور زیادہ رکعت نماز پڑھتا۔ پس وہ پہلے شخص نے جنہوں نے قتل ہوتے وقت دو رکعت نماز پڑھنے کا طریقہ جاہلی کیا۔ پھر دعا مانگی اے اللہ! میرے ان دشمنوں کو گن گن کر تہس نہس فرما نا۔ پھر یہ شعر پڑھنے لگے۔

ترجمہ۔ جب میں مسلمان ہو کر قتل ہو رہا ہوں تو مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے کس پہلو پر میرا گناہ ہو گا۔ اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی ذات کی خوشنودی کے لئے ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو میرے ٹکڑے ٹکڑے ہوئے بدن کے جوڑوں میں برکت پیدا کر دے۔

پھر حادث کا بیٹا عقبہ ان کی طرف اٹھا اور انہیں قتل کر دیا۔ قریش نے حضرت عاصم کی طرف قاصد بھیجے کہ اس کے بدن کا کوئی حصہ لے آئیں۔ جن سے وہ ان کو پہچان سکیں۔ اور حضرت عاصم نے قریش کے ایک بڑے سردار کو بدر کی لڑائی میں قتل کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے چھلتے کی طرح شہید کی مکھڑوں کو بھیج دیا۔ جنہوں نے قاصدوں کی دست برد سے حضرت عاصم کی حفاظت فرمائی۔ کہ جس کے بعد وہ ان کے بدن کے کسی حصہ پر قادر نہ ہو سکے۔ **جہزہ اللہ احسن الخیراء۔**

**تشریح از شیخ مدنی** | یہ دونوں واقعے غزوہ اُحد کے بعد پیش آئے ہیں۔ ستم کے اخیر

میں غزوہ ریح جمع ہے اور ستم کے اداکل میں غزوہ بئر معونہ ہے۔ اس میں مصنفؒ نے غلط کر دیا ہے۔ غزوہ ریح جلعول اور قارہ قبیلہ کے ساتھ واقع ہوا ہے۔ ہوا یوں کہ ان کے کچھ آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر درخواست کرتے ہیں کہ کچھ آدمی تعلیم و تبلیغ کے لئے ہمارے ساتھ بھیجیں۔ آپؐ نے دس بارہ آدمی ساتھ کر دیئے۔ جب یہ قبیلہ ہذیل کے پاس پہنچے تو انہوں نے ان حضرات سے خیانت اور غدار کی۔ کہ ہذیل کے آدمیوں نے انہیں قتل کر دیا۔ اور بئر معونہ کا واقعہ دوسرا ہے۔ کہ عامر بن مالک نے صفر ستم میں آکر کہا کہ ہماری تعلیم و تبلیغ کے لئے کچھ آدمی روانہ فرمائیں۔

آپؐ نے فرمایا۔ مجھے تم لوگوں پر اعتماد نہیں۔ اس نے امان کا وعدہ کیا۔ اصحاب صفہ میں سے مقرر قرار آپؐ نے ہمراہ کر دیئے۔ مالک بن ابراہیم کا بھتیجا عامر بن طفیل بہت گستاخ تھا۔ جس نے آپؐ سے کہا تھا کہ نصف سلطنت مجھے دے دو۔ ورنہ بنو عطفان کو ساتھ لے کر حملہ کر دوں گا۔ مالک بن ابراہیم جب ان قرار کو لے کر جا رہے تھے۔ عامر بن طفیل کو ان کی خبر ہو گئی۔ تو اس نے ذکوان اور رعل قبائل کے لوگوں کو ہمراہ لے کر ان حضرات پر حملہ کر دیا۔ اور ان سب صحابہ کرام کو شہید کر دیا۔ بنو عامر نے ان کا ساتھ نہیں دیا۔ آپؐ کو اس کی اطلاع کی گئی۔ جن پر آپؐ نے ایک ماہ تک بددعا کی۔ بعض نے کہا کہ یہ قریش کے جاسوس تھے۔ بہر حال اس طرح دونوں صحیح ہو گئے۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | غزوة الرجیع ص ۵۸ مصنف نے اس عنوان میں غلط ملط کر

دیا ہے۔ بظاہر ایک واقعہ معلوم ہوتا ہے۔ حالانکہ دو واقعے ہیں۔

**تشریح از شیخ زکریا** | غزوہ رجیع تو حضرت عائشہؓ اور خبیث کا سر یہ ہے۔ جن کا مقابلہ عضل اور قارہ سے ہوا۔ اور بتر معونہ کا واقعہ رعل اور ذکوان سے پیش آیا۔ البتہ ان دونوں واقعات کی اطلاع آپؐ کو ایک ہی رات میں پہنچی۔ صاحب مواہب نے لکھا ہے کہ سر یہ رجیع سر یہ بتر معونہ سے پہلے واقع ہوا۔ رجیع ہذیل کے قبیلہ کے چشمہ کا نام ہے۔ جو مکہ اور عسفان کے درمیان ہے۔ اور عضل اور قارہ کا قصہ بحث رجیع میں ہے نہ کہ بتر معونہ میں۔

وہو جہ عاصم یعنی اباقمہ (نانا)

**تشریح از شیخ گنگوہی** | مانا سبانیؒ یہ اشعار بھی حضرت خبیث کی طرف منسوب ہیں۔

اشعار حضرت گنگوہیؒ نے نقل کئے ہیں۔ اردو ترجمہ حضرت شیخ زکریاؒ کا ہے۔

لَقَدْ جَمَعَ الْأَحْزَابُ حَوْلِي وَالْكَوَا قَبَالِلَهُمْ وَاسْتَجْمَعُوا كُلَّ مَجْمَعٍ

گر دہشت سے گردہ جمع ہو گئے ہیں اور انہوں نے بہت سے قبائل کو جمع کر رکھا ہے اور

زیادہ سے زیادہ جمع اکٹھا ہو رہا ہے۔ البوا تالیب سے ہر طرف سے جمع کرنا۔

وَكُلُّهُمْ مُبْدِي الْعَدَاةِ جَاهِدْ عَلَىٰ لِأَيِّ نَفٍ وَثَاقٍ بِمُضِيعٍ

ہر ایک ان میں سے دشمنی ظاہر کرنے والا ہے۔ اور میرے خلاف کوشش کرنے والا ہے۔ اس لئے کہ

میں رسیوں میں جکڑا ہوا ہوں اور بربادی کی جگہ پر پڑا ہوا ہوں۔ مضیع اسم ظرف اسم فاعل وثاق کی صفت ہے۔

وَقَدْ أَجْمَعُوا أبنَاءَهُمْ وَنِسَاءَهُمْ وَقَرَّبْتُ مِنْ جُذَعِ طَوِيلٍ مُنْعٍ  
ان لوگوں نے میرا تماشا دیکھنے کے لئے اپنی سب عورتوں اور بچوں کو جمع کر رکھا ہے اور میں سولی دینے کیلئے  
قریب لایا گیا ہوں۔ ایک بہت بڑے درخت کے تنے کے جو محفوظ ہے یا بہت زیادہ طویل ہے۔

قریت ماضی مجہول ہے۔ منع اسم مفعول تمنع بمعنى محفوظ۔ منع بمعنى ممنوع۔  
إِلَى اللَّهِ أَشْكُوا غُرْبَتِي ثُمَّ كُرْبَتِي وَمَا أَرُصِدُ الْأَخْزَابَ لِي عِنْدَ مَصْرَعِي  
اللہ تعالیٰ سے اپنی بیکسی اور مصیبت کا شکوہ کرتا ہوں۔ اور اس چیز کا جو ان کا فرج جماعتوں نے میرے قتل کے  
وقت میرے لئے تیار کر رکھی ہے۔ ارصد بمعنى عدا تیار کرنا غربت، مسافری۔ بے کسی۔ کوبت پریشانی مصیبت۔  
فَدَا الْعَرْشِ صَبْرًا فِي عَالِي مَا يَرَاوَنِي فَقَدْ بَضَعُوا الْحِجْيَ وَقَدْ يَأْسُ مَطْرَعِي  
پس اے عرش کے مالک تو مجھے صبر عطا فرما اس چیز پر جس کا یہ لوگ میرے ساتھ ارادہ کر رہے ہیں۔ اور ان  
لوگوں نے میرے گوشت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے ہیں۔ اور مجھے ہر اس چیز سے مایوسی ہو گئی ہے جس کی  
مجھے خواہش ہو۔ بڑی خواہش قید سے چھوٹ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونا ہے اور  
زندگی کی خواہش بھی اس میں داخل ہو سکتی ہے۔ ذال العرش منادوی ہے۔ بخذف اللہ۔ یأس بین السطور  
یأس لکھا ہے۔ مایوس ہو جانا۔ یضع ٹکڑے ٹکڑے کر دینا۔ ما یارد۔ مضارع مجہول ہے۔

ذَٰلِكَ فِي ذَاتِ الْإِلَهِ وَذَاتِ يَشَاءُ يُبَارِكُ عَلَىٰ أَوْصَالِ شَلْوٍ مُعْتَرِجٍ  
یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ شانہ کی پاک ذات کے سلسلہ میں ہو رہا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو میرے ٹکڑے ہوئے  
بدن کے ٹکڑوں میں برکت عطا فرمادے۔ اوصال جمع وصل کی بمعنی عضو شلو بمعنی جسم جبہ۔ معترج مقطوع۔  
وَقَدْ خَيْرُونِي الْكُفْرَ وَالْمَوْتَ دُونَهُ وَقَدْ هَمَلْتُ عَيْنَايَ مِنْ غَيْرِ مَجْزَعٍ  
ان لوگوں نے مجھے کفر اور بغیر اس کے موت کا اختیار دیا ہے اور میری دونوں آنکھیں بغیر گھبراہٹ کے آنسوؤں  
سے بہ رہی ہیں۔ وجہ اگلے شعر میں ہے۔ ہملت از لصر مجزع مصدر میمی گھبراہٹ کے معنی ہیں۔  
وَبَالِي حَذَارُ الْمَوْتِ أَتَى لَمَيَّتٌ وَلَكِنْ حَذَارُ حُجْمٍ نَارٍ مُلَقَّعٍ  
مجھے موت کا ڈر اس لئے نہیں کہ آخر ایک دن ضرور مرنے والا ہوں۔ لیکن مجھے خوف اس آگ کی جسامت  
کا ہے۔ جو بہت شعلوں والی ہے۔ یعنی انسانوں کو کھا جانے والی ہے۔ مراد جہنم کی آگ ہے۔  
حجم بمعنی جسامت۔ ملقع ملقب۔ شعلے والی۔ ادحجم آگ کی لپیٹ۔

قَوْلَهُ مَا أَرْجُوا إِذَا هَتْ مُسْلِمًا عَلَى آتِي جَنْبٍ كَانَ فِي اللَّهِ مَصْرَعِي  
پس اللہ کی قسم اگر میں سجالیت اسلام کہہ دیا جاؤں تو مجھے ذرا پردہ نہیں کہ اللہ کے بارے میں کس کس کو ڈٹ  
بہ کرے۔ یہ شعر بخاری میں چھٹے شعر سے مقدم ہے۔ یہ دونوں شعر بخاری میں ہیں۔

ارجو۔ رجاء بمعنی امید۔ پردہ۔ مصرعی۔ گزنا۔ مصدر میمی ہے۔

فَلَسْتُ بِمَبْدٍ لِلْعَدُوِّ وَتَخَشُّعًا وَلَا جَزَعًا لِي رَأَى اللَّهُ مَرْجِعِي  
پس میں دشمن کے سامنے نہ تو کسی قسم کی عاجزی کو اور نہ کسی قسم کی گھبراہٹ کو ظاہر کرنے والا ہوں۔ اس  
لئے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹنا ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ کی طرف اشارہ ہے۔  
یہ اشعار سیرت ابن ہشام میں مرقوم ہیں اور کلام الملوک میں ترجمہ کے ساتھ درج ہیں۔ جو

اردو رسالہ ہے۔

من الامر زنا بيرة يا ذكورا نخل فحمت ان لوگوں نے ایک رات اور دوسرے دن انتظار کیا۔  
کہ یہ کچھ چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے سیلاب بھیجا جو ان کی لاش کو بہا کر لے گیا۔ کسی کو  
علم نہ ہو سکا۔

تشریح از شیخ زکریا حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ وہ شہید کے مکھ ان کے چہروں میں اڑتے تھے۔  
اور انہیں ڈٹک مارتے تھے۔ اس لئے انہوں نے بدن کا کوئی حصہ نہ کاٹنے دیا۔ وہ سیلاب حضرت عائشہ  
کو جنت میں لے گیا۔ اور پچاس مشرکوں کو جہنم پہنچا دیا۔ حضرت عائشہ کی لاش کو مسلمانوں نے دفن کر دیا۔  
حدیث نمبر ۳۶۸۲ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ السَّوْعِي جَابِرًا  
يَقُولُ الَّذِي قَتَلَ خَبِيبًا هُوَ أَبُو سُرُوعَةَ۔

ترجمہ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ جس شخص نے حضرت خبیب کو شہید کیا تھا وہ ابو سروعہ تھا۔

حدیث نمبر ۳۶۸۲ حَدَّثَنَا أَبُو مُعْمَرٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعِينَ رَجُلًا لِحَاجَةٍ يُقَالُ لَهُمُ الْقُرَآءُ فَعَرَضَ لَهُمْ  
حَيَاتٍ مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ رَغُلٌ وَذَكَوَانٌ عِنْدَ بَيْتٍ يُقَالُ لَهُمَا بَيْتُ مَعُونَةَ فَقَالَ  
الْقَوْمُ وَاللَّهِ مَا لِيَاكُمُ أَرَدْنَا أَنْ نَعَانَحَ مُجْتَازُونَ فِي حَاجَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَتَلُوهُمْ فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ شَهَدًا

فِي صَلَوةِ الْغَدَاةِ وَذَلِكَ بَدْءُ الْقُنُوتِ وَمَا كُنَّا نَقْنُتُ قَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ  
وَسَالَ رَجُلٌ أَسَاءَتْ الْقُنُوتُ أَبَدَ الرُّكُوعِ أَوْ عِنْدَ فَرَغٍ مِنَ الْقِرَاءَةِ  
قَالَ لَا بَدَلَ عِنْدَ فَرَغٍ مِنَ الْقِرَاءَةِ -

ترجمہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر آدمیوں کو کسی کام کے لئے  
بھیجا۔ جنہیں قرار کہا جاتا تھا۔ تو قبیلہ بنو سلیم کے دو قبیلے رعل اور ذکوان بے موعونہ کے پاس ان کے  
سامنے آئے۔ صحابہ کو انہوں نے ان لوگوں سے کہا۔ اللہ کی قسم! ہم تم پر فوج کشی کر کے نہیں آئے۔ ہم تو  
تمہارے پاس جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک کام کے لئے جاتے ہوئے گزر رہے ہیں لیکن  
انہوں نے ایک نہ سنی بلکہ ان حضرات کو قتل کر دیا۔ تو صبح کی نماز میں مہینہ بھر آپؐ نے ان کے لئے بددعا  
کی۔ یہاں سے دعا قنوت کی ابتدا ہوتی۔ اس سے پہلے ہم قنوت نہیں پڑھتے تھے۔ عبد العزیز کہتے  
ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت انسؓ سے قنوت کے بارے میں پوچھا کہ وہ رکوع کے بعد ہے یا قرأت  
سے فارغ ہونے کے بعد۔ انہوں نے فرمایا قرأت سے فارغ ہونے کے بعد۔

حدیث نمبر ۳۶۸۵ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَنَتَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا بَعْدَ الرُّكُوعِ يَدْعُو عَلَى أَحْيَاءِ مِنَ الْعَرَبِ  
ترجمہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہینہ بھر رکوع کے بعد  
عرب کے قبائل پر بددعا کی۔ یہ قنوت نازکہ کہلاتی ہے۔

حدیث نمبر ۳۶۸۶ حَدَّثَنِي عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ  
أَنَّ رِعْلًا وَذَكْوَانَ وَعُصَيْتَةَ وَبَنِي لِحْيَانَ اسْتَمَدُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ عَلَى عَدُوِّهِمْ فَامَدَّهُمْ بِسَبْعِينَ مِنَ الْأَنْصَارِ كُنَّا نُسْقِيهِمُ الْقِدْرَ فِي  
زَمَانِهِمْ كَانُوا يَحْتَطِبُونَ بِالنَّهَارِ وَيُصَلُّونَ بِاللَّيْلِ حَتَّى كَانُوا يَدْعُونَ مَعُونَةَ  
قَتَلُوهُمْ وَغَدَرُوا بِهِمْ فَبَلَغَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَنَتَ شَهْرًا يَدْعُو  
فِي الصُّبْحِ عَلَى أَحْيَاءِ مِنَ الْعَرَبِ عَلَى رِعْلٍ وَذَكْوَانَ وَعُصَيْتَةَ وَبَنِي لِحْيَانَ  
قَالَ أَنَسٌ فَقَدْ رَأَيْتُهُمْ قَدْ نَاسُوا أَنَّ ذَلِكَ رُفِعَ بَلَاغُوا عَنَّا قَوْمَنَا أَكَاثِدُ لَقِينَا  
رَبَّنَا فَرَضِي عَنَّا وَارْضَانَا وَعَنْ قِتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ حَدَّثَهُ أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَتَلَتْهُ رَا فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ يَدْعُو عَلَى أَحْيَاءٍ  
مِّنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ عَلَى رِغْلٍ وَذَكَوَانَ وَعُصَيْتَةَ وَبَنِي لِحْيَانَ زَادَ خَلِيفَةُ  
حَدَّثَنَا أَنَسٌ أَنَّ أَوْلَئِكَ السَّبْعِينَ مِنَ الْأَنْصَارِ قَتَلُوا بِدُرِّ مَعُونَةَ  
قُرَآنًا كِتَابًا لِّحَوَّةٍ -

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ قبیلہ رعل - ذکوان - عصیتہ اور بنو لحيان نے  
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے دشمنوں کے خلاف مدد طلب کی۔ آپ نے ان کی  
مدد کے لئے انصار کے شتر آدمی بھیجے۔ جن کو ہم اس زمانہ میں قرار کے نام سے پکارتے تھے۔ دن کو  
وہ لوگ لکڑیاں جمع کرتے اور رات کو نفل نماز پڑھتے۔ جب یہ لوگ بدر معونہ تک پہنچے تو ان لوگوں نے  
ان سے غدر کرتے ہوئے انہیں قتل کر دیا۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی خبر پہنچی تو آپ  
نے صبح کی نمازیں عرب کے ان قبائل پر مہینہ بھر قنوت نازلہ پڑھی۔ یعنی رعل - ذکوان - عصیتہ اور بنو لحيان  
پر۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہم ان کے بارے میں قرآن مجید میں پڑھتے تھے۔ بعد ازاں اس کو اٹھایا  
گیا۔ کہ ہماری طرف سے ہماری قوم کو یہ پہنچا دو کہ ہم اپنے رب سے ملائی ہوئے وہ ہم سے راضی ہو گیا۔ اور  
ہمیں راضی کر دیا۔ دوسری سند سے حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی  
نمازیں ایک مہینہ تک قنوت نازلہ پڑھی کہ رعل - ذکوان - عصیتہ اور بنو لحيان پر بدعا کرتے تھے خلیفہ  
کی سند میں ہے کہ حضرت انسؓ نے حدیث بیان کی۔ وہ شتر انصار میں سے تھے جو بدر معونہ میں قتل  
کر دیئے گئے۔ قرآن بمعنی کتاباً پہلی حدیث کی طرح ہے۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | حتیٰ کانوا بدئہ معونۃ ص ۵۸۶ قتل کرنے والے وہ لوگ نہیں

تھے۔ جو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدد طلب کرنے کے لئے آئے تھے۔ قاتل دوسرے  
لوگ ان کے علاوہ تھے۔ لیکن وہ تھے ان کے قبیلہ کے۔ پس قتل کی نسبت ان سب کی طرف کر دی گئی۔  
نیز! دراصل ان کی طلب تعلیم القرآن اور شرائع و احکام اسلام سیکھنے کے لئے تھی۔ مگر ان سے  
یہ بھی ذکر کیا گیا کہ انہوں نے ان کے ہمراہ مل کر دشمنوں اور کفار سے جہاد بھی کرنا ہے۔ تو اب دو  
روایتوں میں تنافی نہیں رہے گی کہ ایک میں ہے ان کو جہاد کے لئے بھیجا گیا اور دوسری میں ہے  
کہ ان کو تعلیم کے لئے بھیجا گیا۔ تو اس طرح تعارض دفع ہوا۔ حضرت قطب گنگوہیؒ کے فائدہ کاغذ

یہ ہے کہ قرار کو قتل کرنے والے دوسرے لوگ ان کے قبیلہ والے تھے جو لوگ آپ کے پاس سے ان کو لائے تھے وہ نہیں تھے۔ اور اس سر یہ کو سرتہ القراء بھی کہا جاتا ہے۔ واقعہ یوں ہے کہ ابو براء عامر بن مالک بن جعفر عامری جس کے مسلمان ہونے میں اختلاف ہے جو نیزہ بازی کا کھلاڑی مشہور تھا یہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس کے سامنے اسلام پیش کیا وہ اسلام نہ لایا۔ البتہ یہ کہا کہ اسے محمد دین تیرا اچھا ہے۔ میری قوم میرے پیچھے ہے۔ اگر آپ کچھ لوگ اپنے اصحاب میں سے میرے ساتھ بھیج دیں۔ تو مجھے امید ہے کہ وہ لوگ آپ کے دین کو قبول کر لیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے اہل نجد سے خطرہ ہے کہ کہیں ان پر حملہ نہ کر دیں۔ ابو البراء نے کہا کہ میں ان کو پناہ دینے والا ہوں۔ آپ نے ستر قرار اس کے ہمراہ بھیج دیئے۔ جب بئر معونہ تک پہنچے۔ تو انہوں نے حرام بن ملحان کو اللہ کے دشمن عامر بن طفیل کے پاس بھیجا۔ جو ابو البراء کا بھتیجا تھا۔ جب وہ قاصد اس کے پاس پہنچا اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خط دیکھے بغیر اس پر حملہ کر کے قتل کر دیا۔ عامر بن طفیل نے اپنی قوم بنو عامر سے ان کے خلاف مدد طلب کی۔ مگر انہوں نے کہا کہ ہم ابو براء کی توہین کرتے ہوئے عہد شکنی نہیں کرتے۔ جس نے ان کو پناہ دی ہے۔ عامر نے بنو سلیم کے دوسرے قبائل رعل اور ذکوان سے مدد طلب کی۔ جنہوں نے اس کی دعوت کو قبول کیا۔ ان حضرات صحابہ کرام کو گھیر لیا۔ لڑائی ہوئی جس میں یہ حضرات قتل کر دیئے گئے۔ ابو براء کو جب اطلاع ہوئی۔ تو ان حضرات کی وفات پر افسوس کرتے ہوئے اپنے بھتیجے کی کارگزاری پر افسوس کا اظہار کیا بالآخر مر گیا۔

فلا اتنا فی الكتاب الجہاد میں گزرا ہے کہ خود رعل۔ ذکوان وغیرہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد طلب کی تھی۔ اور یہاں قتادہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عامر بن طفیل نے ان سے مدد طلب کی تھی۔ تو اس میں کوئی منافات نہیں۔ احتمال ہے کہ ظاہر انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد طلب کی ہو اور دل میں ان کے غدر ہو۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ قبیلہ بنو سلیم کے دوسرے لوگوں سے عامر بن طفیل نے مدد طلب کی ہو۔ حافظ فرماتے ہیں کہ بنو لیحان کا ذکر اس قصہ میں وہم ہے وہ غزوہ ربيع حضرت غیبؑ کے قصہ میں بنو لیحان تھے۔ بئر معونہ میں نہیں تھے۔

حدیث نمبر ۳۶۸۰ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ  
الْبَنِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ خَالَاهُ أَخْلَامُ بْنُ سُلَيْمٍ فِي سَبْعِينَ رَجُلًا

وَكَانَ رَأْسُ الْمُشْرِكِينَ عَامِرُ بْنُ الطُّفَيْلِ خَيْرَبَيْنِ ثَلَاثَ خِصَالٍ  
فَقَالَ يَكُونُ لَكَ أَهْلُ السَّهْلِ وَلِي أَهْلُ الْقَدَرِ أَوْ أَكُونُ خَلِيفَتَكَ  
أَوْ أَغْزُوكَ بِأَهْلِ غُظَّافَانَ بِأَلْفٍ وَأَلْفٍ فَطُعِنَ عَامِرٌ فِي بَيْتِ أُمِّ فَلَانٍ فَقَالَ  
غَدَّةُ كَعْدَةٍ الْبَكْرِ فِي بَيْتِ امْرَأَةٍ مِّنَ الْفُلَانِ اثْتَوْنِي بِفَرَسِي فَمَاتَ عَلَى  
ظَهْرِ فَرَسِهِ فَأَنْطَلَقَ حَرَامٌ أَخُو أُمِّ سُلَيْمٍ وَهُوَ رَجُلٌ أَعْرَجٌ وَرَجُلٌ مِّنْ  
بَنِي فَلَانٍ قَالَ كُونَا قَرِيبًا حَتَّى آتِيَهُمَا فَإِنْ أَمْنُوْنِي كُنْتُمْ وَإِنْ قَتَلُوْنِي  
آتَيْتُمَا صَحَابَكُمْ فَقَالَ اتُّوْمِنُوْنِي أَبْلِغْ رِسَالَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يُحَدِّثُهُمْ وَأَوْمُوا إِلَى رَجُلٍ فَأَتَاهُ مِنْ خَلْفِهِ فَطَعَنَهُ قَالَ  
هَمَّامٌ أَحْسِبُهُ حَتَّى أَنْفَذَهُ بِالرُّمْحِ قَالَ اللَّهُ أَكْبَرُ فُزْتُ وَرَبِّ الْكُكْبَةِ  
فَلَحِقَ الرَّجُلُ فَقَتَلُوا كُلَّهُمْ غَيْرَ الْأَعْرَجِ كَانَ فِي رَأْسِ جَبَلٍ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْنَا  
سُحْرًا كَانَ مِنَ الْمَنْسُوجِ إِنَّا قَدْ لَقَيْنَا رَبَّنَا فَرْضِيَ عَنَّا وَأَرْضَانَا فَدَعَا إِلَيْهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ ثَلَاثِينَ صَبَاحًا عَلَى رِجْلٍ وَذَكَوَانِ وَبَنِي  
لَحْيَانَ وَعُصَيْتَةَ الَّذِينَ عَصَوْا اللَّهَ وَرَسُولَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ۔ حضرت انسؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ماموں  
جو حضرت ام سلیم کے بھائی تھے۔ ستر سواروں کے ساتھ بھیجا۔ مشرکین کا سردار عامر بن طفیل تھا۔ جس نے  
تین باتوں میں اختیار دیا۔ کہنے لگا یا تو شہری آبادی تمہاری اور دیہی آبادی میری۔ یا یہ کہ آپ کے بعد  
میں خلیفہ ہوں گا۔ یا یہ غطفان والوں کے ایک ہزار آدمی ایک ہزار سرخ گھوڑوں کے ساتھ آپ سے  
جنگ کروں گا۔ تو عامر کو تو ام فلان کے گھر طاعون نے آپکڑا۔ وہ ایک گھٹی ہوتی ہے۔ جیسے اونٹ کی  
گھٹی کان کے پاس نکلتی ہے۔ سلول نامی عورت کے گھر جو آل سلول کے خاندان سے تھی۔ کہنے لگا میرے  
پاس میرا گھوڑا لے آؤ۔ تو گھوڑے کی پیٹھ پر اس کو موت نے دبوچ لیا۔ تو حضرت ام سلیم کا بھائی  
حرام بنو لنگڑا آدمی تھا اور بنو فلاں کا ایک آدمی بھی چل پڑے۔ عرج کا نام کعب بن زید تھا اور دوسرے  
آدمی کا نام منذر بن محمد تھا۔ تو حرام نے ان دونوں سے کہا۔ کہ تم قریب قریب رہنا۔ میں ان مشرکین  
کے پاس جاتا ہوں۔ پس اگر انہوں نے مجھے امان دے دی تو تم مکے رہنا۔ اگر انہوں نے مجھے قتل کر دیا۔



تو تم اپنے ساتھیوں کے پاس آجانا تو حضرت حرامؓ نے ان مشرکیوں سے کہا۔ اگر تم مجھے امان دو تو میں تمہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچا دوں۔ یہ ان سے باتیں کرنے لگے۔ انہوں نے ایک آدمی کی طرف اشارہ کیا۔ جس نے پیچھے سے آکر نیزہ مارا۔ حمام کہتے ہیں۔ میرا گمان ہے کہ اس نے نیزہ آکر پار کر دیا۔ تو حضرت حرامؓ نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ اور کہنے لگے رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔ دوسرا ساتھی منذر بن محمد کو بھی پکڑ لیا گیا۔ سوائے کعب بن زید اعرج کے جو پہاڑ کی چوٹی پر پڑھ گئے تھے۔ باقی سب کے سب قتل کر دیئے گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کے بارے میں ہمارے ادب پر قرآن اتارا جو بعد میں منسوخ ہو گیا۔ ترجمہ آیت۔ بے شک ہم اپنے رب سے ملاتی ہوئے۔ پس وہ ہم سے راضی ہو گیا۔ اور ہمیں راضی کر دیا۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تین صبح تک ان کے خلاف بددعا کرتے رہے۔ وہ قبائل رعل۔ ذکوان۔ بنو لحيان اور عقیقہ تھے۔ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔

**تشریح از شیخ مدنی** اخیر میں نے خلاصہ یعنی یا تو مملکت کی تقسیم کی جائے یا مجھے اپنے بعد خلیفہ بنادو۔ یا ایک ہزار سرخ پہلوان اور سرخ گھوڑے لے کر عطفان والوں سے آپ سے جنگ کروں گا۔ جس پر آپ نے عامر بن طفیل کے لئے بددعا فرمائی۔ جس کا اثر بعد میں ظاہر ہوا۔ کہ طاعون کی گلی اس کے کان کے پیچھے نکل آئی۔ جبکہ یہ ایک عورت کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ غدہ گلی کو کہتے ہیں۔

فحاشا علی فرسہ بہادر آدمی فرس پر موت کو پسند نہیں کرتا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کے متعلق مشہور ہے۔ کہ ان کا سارا بدن زخموں سے پھلنی تھا۔ لیکن مرتے وقت فرماتے تھے۔ کہ آج میں گدھے کی طرح بستر پر مر رہا ہوں۔ یہ عبرت کی چیز ہے۔ بہر حال بزمعونہ کے واقعہ کے بعد عامر بن طفیل آپ کے پاس آیا اور یہ تین باتیں پیش کیں۔ جن میں سے آپ نے کسی کو قبول نہ فرمایا۔ یہ واقعہ بطور جملہ معترضہ کے تھا۔ اب فاعل طلاق حرام سے اصل واقعہ شروع کرتے ہیں۔ وہو رجل غلط ہے۔ اصل میں لھود رجل اعرج ہے اور واؤ کی تقدیم تصحیف کا تلب ہے۔

قال کونا قریباً روایت میں اختصار ہے۔ اصل میں تھا کہ فاعل ترجمہ عامر بن طفیل۔ کہ عامر بن طفیل نے ان کو آکر روکا۔ حضرت حرامؓ نے اس سردار کے پاس جا کر کہا کہ ہمیں جناب رسالتاب صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچانے دو۔ لیکن وہ باتوں میں مصروف تھے۔ کہ ایک آدمی نے ان کے اشارہ

پر اچانک حملہ کر کے ان کو شہید کر دیا۔ دوسرا آدمی بھی شہید کر دیا گیا۔ البتہ تیسرا آدمی اعرج پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ جانے کی وجہ سے بچ گیا۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | قطعن عامر بن طفیل <sup>۵۸۶</sup> یہاں سے عامر بن طفیل کی موت کا واقعہ بطور جملہ معترضہ کے بیان کیا ہے۔ کہ اس کی موت کہاں اور کیسے واقع ہوئی۔ دیسے یہاں کلام اور اصل واقعہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

**تشریح از شیخ زکریا** | اسرہ قرار سے عامر بن طفیل کی موت کا کوئی تعلق نہیں۔ مگر عامر کی غداری کی وجہ سے ان حضرات کی شہادت واقع ہوئی۔ تو تبعاً عامر کی موت کا بھی ذکر آگیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی غداری اور اپنے چچا ابوبکر کی امان کا لحاظ نہ کرنے پر بد دعا فرمائی۔

اللہم اکفنی عامراً چنانچہ وہ ایک عورت آل سلول کے گھر آیا۔ جس کا نام سلول بنت ذہل بن شیبان تھا۔ جس نے مرہ بن صعہ سے شادی کی۔ جو عامر بن صعہ کا بھائی تھا۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | دھورجل اعرج <sup>۵۸۶</sup> ضمیر مذکور انعام سلیم کی طرف راجع نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت حرام اعرج نہیں تھے۔ بلکہ ضمیر مبہم ہے۔ جس کی تفسیر اس کے بعد رجل اعرج کے قول سے کی ہے۔ کونا قریباً ان دونوں کو سردار کے قریب رہنے کا کہا اپنے ساتھ نہیں رکھا۔ تاکہ بالفرض اگر یہ لوگ حضرت حرام کو قتل کر دیں تو یہ دونوں خود بھی بھاگ کر نجات پا جائیں گے اور اپنے دوسرے ساتھیوں کو بھی بچا کر لے جائیں گے۔ اگر امان دے دی۔ تو یہ لوگ صحیح سالم اپنے ساتھیوں کے پاس آجائیں گے۔ مگر ان مشرکوں نے ان دونوں کو بھی شہر پہنچانے کے لئے نہ چھوڑا۔ بلکہ سوائے اعرج کے باقی سب کو شہید کر دیا۔ حضرت اعرج بھاگ گئے تھے۔ تاکہ دوبارہ حملہ نہ کریں

**تشریح از شیخ زکریا** | قطب گنگوہی امام بخاری کی علوشان کے پیش نظر ان کا احترام کرتے ہوئے عبارت کی توجیہ کر دی ہے۔ ورنہ تمام شراح کے نزدیک ناسخ کی غلطی ہے۔ چنانچہ حافظ فرماتے ہیں کہ دھورجل اعرج بظاہر حرام کی صفت معلوم ہوتی ہے۔ حالانکہ حضرت حرام اعرج نہیں تھے۔ وہ تو دوسرا آدمی تھا جو بچ گیا تھا۔ چنانچہ عثمان بن سعید کی روایت میں ہے۔ فانطلق حرام و رجلاً من عامر بن آدمی بنی فلان لہذا ظاہر یہ ہے کہ حرف واؤ سہواً مقدم کر دیا۔ ورنہ اصل عبارت یوں ہوتی۔ فانطلق حرام و رجل اعرج اعرج کا نام کعب بن زید تھا۔

اور دوسرے کا نام منذر بن محمد تھا۔ جیسا کہ سیرت ابن ہشام میں مرقوم ہے۔ اور بعض بخاری کے نسخہ میں  
 ہووہ رجل اعرج واقع ہوا ہے وہی صحیح ہے۔ علیٰ قسطنطینی اور کرمانی سب نے سہو کا تب پر محمول کیا ہے  
 البتہ کرمانی نے حضرت قطب گنگوہیؒ کی مطابقت فرمائی ہے۔ کہا یہ لھو ضمیر مبہم ہے۔ جس کی تفسیر مفرد سے  
 کی گئی ہے اور ضمیر شان کی تفسیر جملہ سے کی جاتی ہے۔

مولانا محمد حسن مکی بھی لکھتے ہیں کہ ہووہ رجل اعرج میں ضمیر مبہم ہے۔ جس کی تفسیر بعد سے کی گئی اور  
 کو ناقریباً کا خطاب رجل اعرج ورجل من بنی فلان کو ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے ساتھیوں  
 کو دور دور کھڑا کیا۔ سات ساتھیوں کے بعد اعرج کو اعرج کے بعد رجل ثالث کو کھڑا کیا تاکہ اس  
 طرح وہ ایک دوسرے کو مطلع کر سکیں گے۔

فلحق الرجل سے رجل ثالث مراد ہے۔ حضرت کعب بن زیدؓ کو مشرکوں نے مراہوا سمجھا۔ حالانکہ وہ  
 بچکے سے پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے تھے۔ وہ زندہ رہے۔ یہاں تک غزوہ خندق میں شہید ہوئے۔ عمرو بن امیہ  
 ضمری قید ہوئے۔ جب عامر بن طفیل کو پتہ چلا کہ آپ مضر خاندان میں سے ہیں۔ تو عامر نے انہیں پکڑ  
 کر اپنی ماں کے کفارہ میں انہیں آزاد کر دیا۔

**حدیث نمبر ۳۶۸۸** حَدَّثَنِي جَبَانُ النَّسَمِ أَنَّ ابْنَ مَالِكٍ يَقُولُ لَقَدْ  
 طُعِنَ حَرَامٌ بْنُ مِلْحَانَ وَكَانَ خَالَهُ يَوْمَ بَرٍّ مَعُونَةً قَالَ بِالدِّمِ هَكَذَا  
 فَنَضَعُهُ عَلَى وَجْهِهِ وَرَأْسُهُ ثُمَّ قَالَ قُذِرْتُ وَرَبِّ الْكَفْبَةِ۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جب ان کے خالو حضرت حرام بن ملحان کو نیزہ مار کر  
 زخمی کیا گیا بزمعونہ کی لڑائی میں۔ تو انہوں نے اس طرح اپنے خون کو ہاتھ میں لیا اور اپنے چہرہ اور سر  
 پر چھڑک دیا پھر فرمانے لگے۔ رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔ یہ ان کے کمال شجاعت اور دربار الہی  
 کی حاضری کی خوشی پر دال ہے۔

**تشریح از شیخ گنگوہیؒ** قَالَ بِالدِّمِ هَكَذَا ص ۵۸ حضرت حرام نے چہرہ اور

سر پر خون کے چھینٹے اس لئے لگائے کہ انہیں معلوم تھا کہ خون شہداء کے حق میں پاک ہے۔ یہی  
 وجہ ہے۔ کہ خون ان سے نہیں دھویا جاتا۔

**تشریح از شیخ زکریاؒ** کیونکہ حدیث میں وارد ہے۔ دَمُ الشَّهِيدِ يَفُوحُ رِيحَ الْمَسْكِ

کہ شہید کا خون کتوری کی طرح بہکتا ہے۔ اس لئے اسے میت جیسا غسل نہیں دیا جاتا۔ تو غسل نہ دینے کی حکمت بیان کر دی گئی۔ آپ کا ارشاد ہے۔ لَا تَغْسِلُوا قَتْلَى أَحَدٍ فَنَ كَلْ

جرح و كل دم يفوح مسكا يوم القيامة۔ یہ روایت حضرت جابرؓ کی فتح الباری میں ہے

حدیث نمبر ۳۶۸۹ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ الْأَعْمَشِيُّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ

اسْتَأْذَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ فِي الْخُرُوجِ حِينَ اشْتَدَّ عَلَيْهِ الْأَذَى فَقَالَ لَهُ أَقِمْ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَطْمَعُ أَنْ يُؤْذَنَ لَكَ فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنِّي لَا رَجُؤَ ذَلِكَ قَالَتْ فَا نْتَظَرُهُ

أَبُو بَكْرٍ فَأَتَاهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ ظَهْرًا فَنَادَاهُ فَقَالَ اخْرُجْ مَنْ عِنْدَكَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ إِنَّمَا هُمَا ابْنَتَايَ فَقَالَ أَشَعَرْتَ

أَنَّهُ قَدْ أْذِنَ لِي فِي الْخُرُوجِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ الصُّحْبَةُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّحْبَةُ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ عِنْدِي نَاقَتَانِ قَدْ كُنْتُ أَعِدُّنَهُمَا لِلْخُرُوجِ فَأَعْطَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدَهُمَا وَهِيَ الْجَدْعَاءُ فَرَكِبَا فَانْطَلَقَا حَتَّى آتَيَا الْغَارَ وَهُوَ بِشَوْرِ فَتَوَارَى فِيهِ فَكَانَ عَامِرُ بْنُ مُهَيْرَةَ غُلَامًا

لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ الطُّفَيْلِ بْنِ سَخْبَرَةَ أَخُو عَائِشَةَ لِأُمِّهَا وَكَانَتْ لِأَبِي بَكْرٍ مَنَحَةٌ فَكَانَ يَرْوَحُ بِهَا وَيَخْدُو عَلَيْهِمْ وَيُصْبِحُ فَيَذِلُّ لِحِ الْيَهُمَانِ ثُمَّ يَسْرَحُ فَلَا يَطْنُ بِهِ أَحَدٌ مِنَ الرِّعَاءِ فَلَمَّا خَرَجَا خَرَجَ مَعَهُمَا يُعْقِبَانِهِ حَتَّى قَدِمَا

الْمَدِينَةَ فَقَتِلَ عَامِرُ بْنُ مُهَيْرَةَ يَوْمَ بَيْرُ مَعُونَةَ وَعَنْ أَبِي أُسَامَةَ قَالَ قَالَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ فَأَخْبَرَنِي أَبِي قَالَ لَمَّا قَتِلَ الَّذِينَ بِبَيْرِ مَعُونَةَ وَأُسِرَ

عَمْرُو بْنُ أُمَيَّةَ الضَّمْرِيُّ قَالَ لَهُ عَامِرُ بْنُ الطُّفَيْلِ مَنْ هَذَا فَأشارَ إِلَى قَتِيلٍ فَقَالَ لَهُ عَمْرُو بْنُ أُمَيَّةَ هَذَا عَامِرُ بْنُ مُهَيْرَةَ فَقَالَ لَقَدْ رَأَيْتُهُ بَعْدَ

مَا قَتِلَ رُفِعَ إِلَى السَّمَاءِ حَتَّى آتَى لَأَنْظُرُوا إِلَى السَّمَاءِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْأَرْضِ ثُمَّ وَضَعَ فَأَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَبَرَهُمْ فَنَعَاهُمْ فَقَالَ إِنَّ أَصْحَابَكُمْ قَدْ أُصِيبُوا وَإِنَّهُمْ قَدْ سَأَلُوا رَبَّهُمْ فَقَالُوا أَخْبِرْنَا عَنْ أَوْلَانَا

بِمَا رَضِينَا عَنْكَ وَرَضِيتَ عَنَّا فَأَخْبَرَهُمْ عَنْهُمْ وَأَصِيبَ يَوْمِئِذٍ فِيهِمْ  
عُرْوَةٌ بِهِ وَمُنْذِرُ بْنُ عَمِيرٍ وَسُعَىٰ بِهِ مُنْذِرًا۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وقت مکہ سے ہجرت کرنے کی اجازت طلب کی۔ جب کہ آپ پر کفار مکہ کی سختیاں زیادہ ہو گئیں۔ تو آپ نے ان سے فرمایا کہ ابھی ٹھہرے رہو۔ انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا آپ کو بھی اجازت ملنے کی امید ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ میں اس کی امید رکھتا ہوں۔ فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ اس کا انتظار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ایک دن ظہر کے وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آکر پکارے کہ باہر آؤ۔ اور جو لوگ آپ کے پاس ہوں ان کو نکال دو۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اور کوئی نہیں۔ صرف میری دو بیٹیاں ہیں۔ فرمایا کیا تمہیں علم ہے کہ مجھے ہجرت کی اجازت مل گئی ہے۔ تو انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ! ساتھ کون ہوگا۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آپ ہی ساتھ ہوں گے۔ کہنے لگے یا رسول اللہ! میرے پاس دو اونٹنیاں ہیں جن کو میں نے ہجرت کے لئے تیار کر رکھا تھا۔ تو ایک کان کٹی اونٹنی انہوں نے آپ کو دے دی۔ دونوں سوار ہو کر چل پڑے۔ یہاں تک کہ غارِ ثور تک پہنچ گئے۔ اور اس میں دونوں چھپ رہے۔ حضرت عامر بن فہیرؓ بنو عبد اللہ بن الطفیل بن سجرہ کے غلام تھے جو حضرت عائشہؓ کا ماں کی طرف سے بھائی لگتا تھا اور حضرت ابوبکرؓ کی ایک دودھ دینے والی اونٹنی تھی۔ جس کو حضرت عامر صبح و شام چرانے کے لئے لے جاتے اور لے آتے۔ صبح اندھیرے میں ان دونوں حضرات کے پاس آتے۔ پھر شام کو چرا کر واپس آتے۔ تو چرواہوں میں سے کسی کو اس کا علم نہ ہو سکا۔ جب یہ دونوں حضرات غارِ ثور سے نکل کر روانہ ہوئے تو حضرت عامرؓ بھی ان کے ہمراہ روانہ ہوا۔ کہ وہ دونوں حضرات اس کو اپنا ردیف بناتے تھے۔ یہاں تک کہ مدینہ منورہ میں پہنچ گئے۔ عامر بن فہیرؓ بھی بئر معونہ کے غزوہ میں شہید ہو گئے۔ ابی اسامہؓ کی سند میں ہے کہ عروہؓ فرماتے ہیں کہ جب بئر معونہ میں یہ حضرات شہید کر دیئے گئے۔ اور عمرو بن امیہ ضمری قید کر دیئے گئے۔ تو عامر بن طفیل نے پوچھا یہ کون ہے۔ جب کہ اس نے ایک مقتول کی طرف اشارہ کیا تھا۔ تو عمرو بن امیہؓ نے اس سے کہا۔ یہ عامر بن فہیرؓ ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے اسے قتل ہونے کے بعد دیکھا۔ کہ اسے آسمان کی طرف اٹھایا گیا۔ یہاں تک کہ میں اب بھی اس کو آسمان کی طرف دیکھ رہا ہوں۔

جو اس کے اور زمین کے درمیان حائل ہے۔ پھر اسے زمین پر رکھ دیا گیا۔ یہ ان کی رفعت شان کے لئے تھا۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ان کی شہادت کی اطلاع ہوئی۔ تو آپ نے ان حضرات کی موت کی خبر دیتے ہوئے فرمایا کہ تمہارے ساتھی شہید ہو چکے ہیں۔ اور انہوں نے اپنے رب سے درخواست کی ہے۔ کہ اے ہمارے رب! ہماری طرف سے ہمارے بھائیوں کو یہ خبر دے دیں۔ کہ ہم تیرے سے راضی ہو گئے۔ اور تو ہم سے راضی ہو گیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف سے یہ خبر دے دی۔ اور اس دن ان لوگوں میں حضرت عروہ بن اسماء بن الصلت بھی شہید ہوئے۔ تو عروہ بن الزبیر کا نام انہی کی مناسبت سے عروہ رکھا گیا۔ اور منذر بن عمرو کی مناسبت سے منذر بن زبیر کا نام رکھا گیا۔

**تشریح از شیخ مدنی** | الصلحۃ ای التریبۃ الصلحۃ یا اسألک الصلحۃ کے معنی ہیں۔ جدعاء اونٹنی کا نام ہے۔ جدع کان کاٹ لینے کو کہتے ہیں۔ جس سے سواری میں تیز رفتاری آجاتی ہے۔ اگرچہ اس اونٹنی کے کان کٹے ہوئے نہیں تھے۔ مگر چھوٹے تھے۔ اس مناسبت سے اسے جدعاء کہا گیا۔ حضرت صدیقہ غمی والدہ ام رومان نے صدیق اکبرؓ سے پہلے طفیل بن عبد اللہ بن سخرہ کو جنا تھا۔ جب ان کا والد مر گیا۔ تو ام رومان نے حضرت صدیق اکبرؓ سے نکاح کیا۔ جس سے حضرت صدیقہ اور ان کی بہن اسماءؓ پیدا ہوئیں۔ عامر بن فہیرہ عبد اللہ بن طفیل کے غلام تھے۔ اونٹ چرانے کی خدمت ان کے سپرد تھی۔ اور یہ بھی بے رحمی میں شہید ہوئے تھے۔

اسد عمر بن امیہؓ جب انہوں نے اس جگہ پر ندوں کو اڑتے دیکھا۔ جو ان کے ماں قتل کی دلیل ہوتی تھی۔ تو یہ تحقیق احوال کسے لئے آئے۔ عامر بن طفیل کے ساتھ جنگ میں شامل ہوئے۔ ان کے ساتھی تو قتل کر دیئے گئے۔ لیکن ان کو قید کر لیا گیا۔ ضمری ہونے کی وجہ سے اور عامر بن طفیل کے ماں کے ذمہ نذر کا کفارہ تھا۔ اس لئے عمرو بن امیہؓ کے قتل سے بچ گئے۔ قید ہوئے اور کفارہ میں آزاد کر دیئے گئے۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | لھی الجدعاء ص ۵۸۶ یہ کان کٹی اونٹنی نہیں تھی۔ کان چھوٹے تھے۔ کبھی اسے جدعاء بھی کہہ دیتے۔ ورنہ یہ قصوار کے نام سے ناقد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشہور تھی۔

**تشریح از شیخ زکریا** | یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ واقعہ یہ تو کہتے ہیں کہ جو اونٹنی آپ نے حضرت ابوبکرؓ سے لی تھی وہ قصوار تھی جو بنی قشیر کے جانوروں میں سے تھی اور خلافت صدیقی میں مر گئی۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ وہ جد عامر تھی۔ جو بنی الحریش اونٹوں میں سے تھی۔ اور ابن جہان کی روایت سے بھی اس کے جد عامر ہونے کی تائید ہوتی ہے۔ عراقی فرماتے ہیں۔ عضباء دعا لہما القصواء صحیح یہ ہے کہ عضباء وہ اونٹنی تھی جس سے آگے کوئی جانور نہیں نکل سکتا تھا۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | **فَرَكِبَا اِنْطَلَقَا صَبَّ ۵۸** | یا تو اسے مجاز پر محمول کیا جائے گا۔ کہ آپؐ نے سوار ہونے کا قصد فرمایا۔ یا یہ کہ اس وقت سوار ہوئے جبکہ غار سے نکل کر مدینہ جا رہے تھے یہ نہیں کہ جب مکہ سے غار کی طرف آرہے تھے تو اس وقت سوار ہوئے۔ تو اس صورت میں روایت میں تقدیم و تاخیر ہوگی۔ انطلاقاً غار کی طرف چلنے کا بیان ہوگا۔

**تشریح از شیخ زکریا** | **قَطَبُ لُغُوہِی** | کو تاویل کی ضرورت اس لئے پیش آئی۔ کہ مکہ سے غار کی طرف تو سوار ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ حضرات تو غارِ ثور کے اندر چھپنے کے لئے جا رہے تھے۔ اور قافین ان کے نشان قدم تلاش کر رہے تھے۔ وہ نشان قدم پر پہاڑ پر پہنچے۔ غارِ ثور سے بھی ان کا گزر ہوا۔ لیکن اس کے دروازہ پر تار عنکبوت دیکھ کر مایوس ہو گئے۔ کہ اب نشان نہیں ملتا۔ اور تین راتوں کے بعد عامر بن فہیرہ اونٹنیاں لے کر آئے تھے۔ تو یہ بھی شیخ کی توجیہ کے مؤید ہے۔

**عبداللہ بن الطفیل** کتب مشہورہ میں عبداللہ بن الطفیل کی بجائے طفیل بن عبداللہ ہے۔  
**تشریح از شیخ گنگوہی** | **فَرَا تے ہیں کہ ایک مستی کے متعدد اسماء ہو سکتے ہیں۔ تو ممکن ہے**  
ان میں سے ہر ایک کے دو نام ہوں۔ عبداللہ اور طفیل۔

**تشریح از شیخ زکریا** | **دَمِیَا طَلٰی** | فرماتے ہیں کہ طفیل بن عبداللہ بن سخرہ از د قبیلہ کا آدمی ہے۔ جس کا باپ اُمّ رومان والدہ حضرت عائشہؓ کا خاوند تھا۔ یہ دونوں باپ بیٹا زمانہ جاہلیت میں مکہ کے اندر آئے۔ اور وہ ابو بکرؓ کے حلیف بن گئے۔ عبداللہ مر گیا۔ اور طفیل کو پیچھے چھوڑ گیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے اس کی بیوی اُمّ رومان سے شادی کر لی۔ جس سے حضرت عبدالرحمنؓ اور عائشہؓ پیدا ہوئے۔ تو طفیل ماں کی طرف سے ان دونوں کے بھائی ہوئے۔ اور عامر بن فہیرہ کو حضرت ابو بکرؓ نے طفیل سے خرید کر لیا تھا۔  
**تشریح از شیخ گنگوہی** | یہ بھی مشکل ہے۔ کیونکہ دیلی جو دلیل تھا۔ وہ اور عامر ایک اونٹ پر تھے۔ اور بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ دوسرے اونٹ پر سوار تھے۔ تو پھر اعتقاد کے کیا معنی۔ تو مجاز پر محمول کرتے ہوئے کہا جائے گا۔ کہ اتار چڑھا دیا ہے۔ یا یوں کہا جائے کہ کبھی حضرت ابو بکرؓ ان کو اپنے

اس اونٹ پر بٹھا دیتے تھے۔ جس پر وہ اس سے پہلے سوار تھے۔ اور خود دیلی دلیل کے پیچھے سوار ہو جاتے۔ بات یہ ہے کہ دلیل بخاری بھر کم آدمی تھا۔ تو تخفیف کے لئے حضرت عامر کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ردیف بنا دیتے۔ تاکہ کچھ تخفیف ہو جائے اور کبھی آدمی کو سفر میں ضروریات پیش آ جاتی ہیں۔ جن کی وجہ سے سوار یوں کے تبادلے کی صورت بھی پیش آ جاتی ہے۔ اور کبھی نوبت نبوت سوار ہونا پڑتا ہے۔ گویا کبھی سوار بدلے گئے کبھی سواریاں بدلی گئیں۔ اس کو اعقاب سے تعبیر کیا گیا ہے۔

**تشریح از شیخ زکریا** | مولانا محمد حسن مکیؒ نے حدیث ہجرت میں لکھا ہے۔ دھو۔ ردیف اسی عین خرج من الغار تو غار سے نکلتے وقت یہ دونوں حضرات ایک اونٹنی پر سوار تھے۔ اور عبد اللہ و عامر دوسری اونٹنی پر تھے۔ اور عبد اللہ سے مراد عبد اللہ لیشی دلیل دیلی مراد ہے۔

قد لعرض للمراء فی السفر چونکہ روایات مختلفہ ہیں۔ حضرت گنگوہیؒ کی اس توجیہ سے تمام تمام روایات میں تطابق ہو جائے گا۔ کہ سفر میں رفتار اجیار سوار یوں کو ادل بدل کر لیتے ہیں۔ تو ایک روایت میں ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان مع ردیف ابی بکرؓ اور دوسری میں کان ردیف ابی بکرؓ اور ایک روایت میں ہے۔ ان ابابکرؓ اردف عامرؓ اور ایک چوتھی روایت میں ہے۔ کہ خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومعہ ابوبکر و عامر بن فہیرہ مردفہ ابوبکرؓ وخلفہ عبد اللہ بن اریقط۔

**حدیث نمبر ۳۶۹۰** حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَنَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّكُوعِ شَهْدًا يَدُ عُوا عَلَى رِغْلٍ وَذِكْوَانٌ وَيَقُولُ عَصِيَّةُ عَصَتِ اللَّهُ وَرَسُولُهُ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کے بعد ایک مہینہ تک قنوت نازل پڑھی۔ آپ قبیلہ رعل و ذکوان پر بدعا کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے عَصِيَّةُ عَصَتِ اللَّهُ وَرَسُولُهُ۔

**حدیث نمبر ۳۶۹۱** حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ أَنَسٍ بْنِ مَالِكٍ قَالَ دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الَّذِينَ قَتَلُوا يَعْنِي أَصْحَابَهُ بِبَيْتٍ مَعُونَةٍ ثَلَاثِينَ صَبَاحًا حِينَ يَدُ عُوا عَلَى رِغْلٍ وَذِكْوَانٌ وَلِحْيَانٌ وَعَصِيَّةُ عَصَتِ اللَّهُ



وَرَسُولُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَسْتُ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى عَلَى نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الَّذِينَ قَتَلُوا أَصْحَابَ بَيْتِ مَعُونَةَ قُرْآنًا قَرَأَهُ حَتَّى لُسِخَ بَعْدُ بِلُغْوِ أَقْوَمِنَا فَقَدْ لَقِينَا رَبَّنَا فَرْضِي عَنَّا وَرَضِينَا عَنْهُ -

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں پر تین سو معجزوں تک بددعا کی۔ جنہوں نے آپؐ کے اصحاب کو بے موعونہ میں قتل کیا تھا۔ جبکہ آپؐ نے رعلؓ۔ ذکوانؓ۔ لیحانؓ اور عصیہؓ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کی۔ ان سب پر آپؐ نے بددعا کی۔ اور انسؓ فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ان لوگوں کے بارے میں جو قتل کر دیئے گئے تھے۔ یعنی اصحاب بے موعونہ کے بارے میں قرآن نازل کیا۔ جس کو ہم پڑھتے تھے۔ یہاں تک کہ اس کے بعد اس کی تلاوت منسوخ ہو گئی۔ ہماری قوم کو پہنچا دو۔ کہ تحقیق ہم لوگ اپنے رب سے ملاقاتی ہوتے۔ پس وہ ہم سے راضی ہو گیا اور ہم اس سے راضی ہو گئے۔

**حدیث نمبر ۳۶۹۲** حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْإِسْكَانِيُّ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ الْقَنُوتِ فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ نَعَمْ فَقُلْتُ كَانَ قَبْلَ الرُّكُوعِ أَوْ بَعْدَهُ قَالَ قَبْلَهُ قُلْتُ فَإِنْ فَلَانَا أَخْبَرَنِي عَنْكَ أَنَّكَ قُلْتَ بَعْدَهُ قَالَ كَذَبَ إِنَّمَا قُنْتُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّكُوعِ شَهْرًا أَتَى كَانَتْ بَعَثَ نَاسًا يَقَالُ لَهُمُ الْقُرْآنُ وَهُمْ سَبْعُونَ رَجُلًا إِلَى نَاسٍ مِنْ الْمُشْرِكِينَ وَبَيْنَهُمْ وَبَيْنَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهْدٌ قَبْلَهُمْ فَظَهَرَهُمْ هَؤُلَاءِ الَّذِينَ كَانُوا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهْدٌ فَقُنْتُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّكُوعِ شَهْرًا يَتَذَعُّونَ عَلَيْهِمْ -

ترجمہ۔ میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے نماز میں قنوت کے بارے میں پوچھا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ میں نماز میں قنوت ہے۔ میں نے پوچھا کہ رکوع سے پہلے ہے یا اس کے بعد ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ رکوع سے پہلے ہے۔ میں نے کہا۔ فلاں آدمی نے تو آپؐ کی طرف سے مجھے یوں خبر دی۔ کہ آپ قنوت بعد از رکوع کے قائل ہیں۔ فرمایا اس نے ٹھیک نہیں کہا۔ قنوت نازلہ کے بارے میں ہے۔ کہ آپؐ نے ایک مہینہ بعد از رکوع قنوت نازلہ پڑھی تھی۔ وجہ یہ ہوئی کہ آپؐ نے کچھ لوگ جن کو قرار کہا جاتا تھا۔

جو شتر آدمی تھے۔ ان کو آپ نے ان مشرکین کی تبلیغ کے لئے بھیجا جن کے درمیان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ان کے بارے میں عہد و پیمان تھا۔ لیکن یہ معاہدین بدعہد ہی کر کے ان حضرات پر غالب آگئے۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد الکرکوع ایک مہینہ ان پر قنوت نازلہ پڑھی۔ کہ آپ ان پر بد دعا کرتے تھے۔

### تشریح از قاسمی | اگر سوال ہو کہ جب آپ نے ان شتر قرار کے لئے ان مشرکین سے امان لے

لی تھی پھر شکر ان کی طرف کیوں بھیجا۔ جواب یہ ہے کہ بینہم و بین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عہد یہ جملہ طرفیہ حالیہ ہے۔ کہ آپ مشرکین غیر معاہدین کی طرف ان کو بھیجا تھا۔ درآنحالیہ رعل۔ ذکوان وغیرہ غیر معاہدین ان کے معاہدین پر غالب آگئے۔ بدعہد ہی کی کہ اپنے سردار ابوالبراء کی امان کی پرواہ نہ کی۔ اور ان کی امداد پر آنے والے لوگوں کو قتل کر دیا۔ تو قنوت نازلہ بعد الکرکوع ہے اور قنوت وتر قبل الکرکوع ہے۔ اور ابن ہمام نے ابن مسعودؓ و دیگر اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔ کہ وہ قبل الکرکوع وتریں قنوت پڑھتے تھے۔

## بَابُ غَزْوَةِ الْخَنْدَقِ وَهِيَ الْحَزَابُ قَالَ مُوسَى بْنُ عَقَبَةَ كَانَتْ فِي شَوَّالِ سَنَةِ أَرْبَعٍ

ترجمہ: غزوہ خندق جسے احزاب بھی کہتے ہیں۔ موسیٰ بن عقبہ فرماتے ہیں کہ یہ ستمہ میں شوال کے مہینہ میں واقع ہوا۔

حدیث نمبر ۳۶۹۳ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَضَهُ يَوْمَ أُحُدٍ وَهُوَ ابْنُ أَرْبَعِ عَشْرَةَ فَلَمْ يُجِزْهُ وَعَرَضَهُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ وَهُوَ ابْنُ خَمْسِ عَشْرَةَ فَأَجَازَهُ۔

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ اُحد کی لڑائی کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش ہوئے۔ جب کہ یہ چودہ سال کی عمر کے تھے۔ تو آپ نے ان کو شمولیت کی اجازت نہ دی۔ اور خندق کے موقع پر پیش ہوئے۔ تو وہ پندرہ سال کے تھے۔ تو آپ نے ان کو جنگ میں شمولیت کی اجازت دے دی۔

**تشریح از شیخ مدنی** | مسلمانوں پر قریش کا یہ سب سے بڑا معرکہ ہے۔ موسیٰ بن عقبہ کے قول کے مطابق سترہ میں واقع ہوا ہے۔ مگر مشہور قول یہ ہے کہ سترہ میں واقع ہوا۔ اس لئے کہ سترہ میں کوئی غزوہ واقع نہیں ہوا۔ سترہ میں غزوہ اُحد کے موقع پر ابو سفیان کہہ گیا تھا کہ آئندہ سال پھر بدر کے مقام پر لڑائی ہوگی۔ مگر قحط پڑ جانے کی وجہ سے ان سے تیاری نہ ہو سکی۔ غزوہ بدر کے بعد بنو النضیر کو جلا وطن کر دیا گیا تھا۔ وہ خیبر میں مقیم ہوئے۔ کچھ شام چلے گئے۔ غزوہ اُحد میں مسلمانوں کو جزوی شکست ہوئی۔ تو بنو النضیر نے موقع غنیمت سمجھا۔ اور ایک وفد قریش مکہ کی طرف بھیجا۔ ادھر بنو عطفان۔ فزارہ۔ اسد وغیرہ کو مسلمانوں کے خلاف ابھارا۔ الغرض عرب کی تمام شہری اور دیہاتی آبادی کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر آمادہ کیا۔ جو دس ہزار کی تعداد میں مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے۔ حی بن اخطب یہودی خیبر سے بنو قریظہ کی طرف پہنچا اور انہیں بھلا بھسلا کر دروازہ کھلو کر اندر پہنچا۔ اور ان سے کہنے لگا کہ مسلمانوں کے استیصال کے لئے تمام قریش اور قبائل عرب تیار ہیں۔ تمہیں چاہیے کہ اب قریش کے ساتھ مل جاؤ۔ لیکن بنو قریظہ کو ڈرتھا کہ اگر ہم نے عہد توڑا اور مسلمانوں کو فتح ہوگئی تو ہمارا حشر بھی بنو النضیر جیسا ہوگا۔ لیکن حی بن اخطب کی چال کامیاب رہی۔ ان کو عہد شکنی پر راضی کر لیا۔ کہ اگر مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ تو ہم بھی تمہارے ہمراہ قلعہ میں محصور ہوں گے۔ اور ایک دوسرے کے شریکِ حال رہیں گے۔ ادھر مسلمانوں نے مقابلہ کیا تیاری شروع کر دی۔ حضرت سلمان فارسی کی رائے کو پسند کرتے ہوئے آپؐ نے خندق کھودنے کا حکم دیا۔ جانب شمال و غرب میں زمین نرم تھی۔ اس میں خندق کھودی گئی۔ حرہ یعنی پتھر ملی زمین کی جانب فوج کو بٹھلا دیا گیا۔ خندق کے ارد گرد پہاڑ تھے جبلِ سلع وغیرہ قریش جب مدینہ پہنچے تو خندق کو دیکھا۔ یہ خندق بہت تیز رفتاری سے کھودی گئی تھی۔ کہ آپؐ نے ہر ایک کے لئے ایک حصہ مقرر کر دیا تھا۔ قریش نے خندق کو دیکھا تو وہ دوسری طرف پڑاؤ کرنے پر مجبور ہو گئے۔ مسلمانوں نے کفار کی اس قدر جمعیت اور ادھر بنو قریظہ کی غداری دیکھ کہ بہت پریشانی لاحق ہوئی۔ سورہ اہزاب میں اس غزوہ کے حالات تفصیل سے مذکور ہوئے ہیں۔ منافقین کے حالات اس غزوہ میں بہت زیادہ نمودار ہوئے۔ مسلمانوں کے دس آدمی شہید ہوئے۔ کفار خندق سے گزرنا چاہتے تھے۔ لیکن تیروں کی بوچھاڑ نے ان کو روک دیا تھا۔ ایک مہینہ تک یہی حال رہا۔ آپؐ کا ارادہ ہوا کہ بنو عطفان کو قریش سے الگ کر کے ان سے صلح کر لی جائے۔ مشورہ کے لئے آپؐ نے اس اور غزوہ بدر کے سرداروں

سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہؓ کو مشورہ کے لئے بلایا۔ انہوں نے کہا حضرت! اگر یہ حکم خداوندی ہے۔ تو بسر و چشم۔ اگر آپؐ کا مشورہ ہے۔ تو چونکہ آج تک مدینہ کے پھلوں کو کسی نے نہیں چاٹا۔ ہم تو بغیر تلوار کے مدینہ کے پھل کسی کے سپرد نہیں کریں گے۔ آپؐ کو یہ مشورہ پسند آیا۔ گفتگو ملتوی کر دی۔ دریں اثنا قدرت کی طرف سے ایک اور انتظام ہو گیا۔ کہ نعیم بن مسعودؓ مسلمان ہو گئے۔ انہوں نے آکر کہا۔ کہ ابھی تک میرے مسلمان ہونے کا کسی کو علم نہیں ہے۔ آپؐ مجھ سے جو خدمت لینا چاہیں۔ میں انجام دینے کیلئے تیار ہوں۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ کسی طرح ان اصراب کو یہاں سے واپس کر دو۔ چنانچہ یہ بنو قریظہ کے پاس گئے۔ انہیں سمجھایا کہ تم نے ہمیشہ یہاں رہنا ہے۔ قریش باہر سے آئے ہیں۔ وہ فتح مند ہوں یا نہ ہوں تمہیں کسی قسم کا فائدہ نہیں۔ لہذا تم قریش سے کہو۔ اپنے کچھ آدمی ہمارے پاس رہیں رکھ دو۔ تاکہ ہمیں اطمینان ہو جائے کہ تم ہمیں چھوڑ کر نہیں بھاگو گے۔ انہوں نے اس تجویز کو پسند کر کے آمادگی کا اظہار کیا۔ ادھر قریش سے کہا کہ بنو قریظہ کو اپنی عہد شکنی پر ندامت ہوئی ہے۔ وہ پھر آپؐ سے معاہدہ کرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ حضرت سعد بن معاذؓ اور سعد بن عبادہؓ ان کے پاس گئے ہیں۔ ان کو سمجھا بھجا کہ معاہدہ پر آمادہ کر لیا ہے۔ اب وہ آپؐ لوگوں سے کچھ آدمی رہن لینا چاہتے ہیں۔ جن کو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ کریں گے تاکہ وہ انہیں قتل کر دیں۔ تو قریش نے کہا کہ واقعی تو نے بات تو پتے کی کہی ہے۔ ادھر بنو عطفان سے کہا سنا۔ تو اس تحریک کی وجہ سے ان میں پھوٹ پڑ گئی۔ عطفان کو بھی اطمینان نہ ملا۔ ادھر آپؐ نے جبل سلع کے کنارے مسجد فتح میں تفرع سے دعا مانگی۔ سردی کا زمانہ تھا۔ لگے والے سردی کا تحمل نہیں کر سکتے تھے۔ دعا کا یہ اثر ہوا کہ خوب آندھی چلی۔ پروا ہوا تھی۔ صحابہ کرام کے خیمے تو جبل سلع کے دامن میں تھے۔ ان پر تو ہوا کا کچھ اثر نہ ہوا۔ قریش وغیرہ کے خیمے میدان میں تھے۔ ان پر بہت اثر ہوا۔ دیگیں ریت سے بھر گئیں۔ خیمے اکٹھر گئے۔ گھوڑے چھوٹ کر بھاگ گئے۔ افراتفری کا عالم برپا ہو گیا۔ جس سے قریش کو بڑی پریشانی لاحق ہوئی۔ ادھر باری تعالیٰ نے فرشتے نازل فرمائے۔ جنہوں نے کفار کے دلوں میں رعب ڈالا۔ جس سے وہ لوگ بھاگنے لگے۔ لڑائی دو تین دن تک جاری رہی۔ بعض جگہ سے خندق تنگ تھی۔ دلوں سے بعض لوگوں نے گھسنے کی کوشش کی۔ مگر ان کو مار بھاگایا گیا۔ اس مدافعت میں چار نمازیں قضا ہو گئیں۔ یہ فتنہ داخلی طور سے تو بنو قریظہ کی عہد شکنی سے تھا۔ اور فتنہ خارجی قریش قبائل عرب کے حملہ کرنے سے تھا۔ موسیٰ بن عقبہ نے حدیث باب کو استدلال میں پیش کیا ہے کہ جب ابن عمرؓ کی

عمر غزوہ اُحد میں چودہ سال تھی۔ اور غزوہ خندق میں پندرہ سال تھی۔ اس طرح ان دونوں غزوات میں فاصلہ ایک سال کا ہے۔ مگر کہا جائے گا کہ غزوہ اُحد میں چودہویں سال کی ابتدا تھی۔ اور غزوہ خندق میں ان کی عمر کے پندرہویں سال کا اختتام تھا۔ اس طرح دو سال کی مدت کا پورا ہونا کوئی مستبعد نہیں۔

**حدیث نمبر ۳۶۹۴** حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْخَنْدَقِ وَهُمْ يَحْفِرُونَ وَنَحْنُ نَنْقُلُ التُّرَابَ عَلَى أَكْتَادٍ نَاقِلَاتٍ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا عَيْشَ إِلَّا عَيْشَ الْآخِرَةِ فَاغْفِرْ لِلْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ۔

ترجمہ۔ حضرت سہل بن سعد فرماتے ہیں۔ خندق کھودنے میں ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ وہ لوگ کھودتے تھے۔ اور ہم اپنے کندھوں پر مٹی اٹھاتے تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ اے اللہ! زندگی تو آخرت کی زندگی ہے پس مہاجرین اور انصار کو بخش دے۔

**حدیث نمبر ۳۶۹۵** حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ السَّعْدِيُّ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْخَنْدَقِ فَإِذَا الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ يَحْفِرُونَ فِي غَدَاةٍ بَارِدَةٍ فَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ عَيْدٌ يَعْمَلُونَ ذَلِكَ لَهُمْ فَلَقَا أَمْرًا مِمَّنْ النَّصَبِ وَالْجُوعِ قَالَ اللَّهُ إِنْ الْعَيْشَ عَيْشُ الْآخِرَةِ فَاغْفِرْ لِلْمُهَاجِرِ وَالْمُهَاجِرَةِ فَقَالُوا مُجِيبِينَ لَهُ۔

نَحْنُ الَّذِينَ بَايَعُوا مُحَمَّدًا

عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِينَا أَبَدًا

ترجمہ۔ حضرت انس فرماتے ہیں۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خندق کی طرف تشریف لے گئے۔ تو دیکھا کہ مہاجرین اور انصار سخت سردی والی صبح میں خندق کھود رہے ہیں۔ ان کے غلام نوکر چاکہ نہیں تھے۔ جو یہ خدمت ان کے لئے انجام دیتے۔ جب آپ نے ان کی مشقت اور بھوک کو دیکھا۔ تو فرمایا۔ اے اللہ! بے شک زندگی تو آخرت کی زندگی ہے۔ پس انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما۔ تو صحابہ کرام جواب دیتے ہوئے فرماتے تھے۔ ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے جہاد کرنے کے لئے

محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ہے۔ جب تک ہم زندہ رہیں گے ہمیشہ جہاد کرتے رہیں گے۔  
**حدیث نمبر ۳۶۹۶** حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ جَعَلَ الْمُهَاجِرُونَ  
 وَالْأَنْصَارُ يُحْفَرُونَ الْخَنْدَقَ حَوْلَ الْمَدِينَةِ وَيَنْقُلُونَ التُّرَابَ عَلَى  
 مَتُونِهِمْ وَهُمْ يَقُولُونَ

نَحْنُ الَّذِينَ بَايَعُوا مُحَمَّدًا

۵

عَلَى الْإِسْلَامَ مَا بَقِينَا أَبَدًا

قَالَ يَقُولُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ جَدُّهُمْ اللَّهُمَّ إِنَّهُ  
 لَأَخَيْرُ الْأَخْيَرِ الْآخِرَةِ. فَبَارِكْ فِي الْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةِ. قَالَ يُؤْتُونَ  
 بِعِلٍّ كَفْتِي مِنَ الشَّيْرِ فَيُصْنَعُ لَهُ بِهَا هَالَةٌ سِنْخَةٌ تُوَضَّعُ بَيْنَ يَدَيِ الْقَوْمِ  
 وَالْقَوْمُ جِيَاعٌ وَهِيَ بَشْعَةٌ فِي الْحَلْقِ وَلَهَا رِيحٌ مُنْتِنٌ

ترجمہ: حضرت انس فرماتے ہیں کہ حضرات مہاجرین اور انصار رضی اللہ عنہم مدینہ کے ارد گرد خندق  
 کھودتے تھے۔ اور مٹی کو اپنی پیٹھوں پر اٹھاتے تھے۔ اور یہ شعر پڑھتے تھے ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے  
 ہمیشہ کے لئے جہاد پر بیعت کی ہے۔ جب تک ہم زندہ رہیں گے۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
 جواب دیتے ہوئے فرماتے تھے۔ اے اللہ! بھلائی تو صرف آخرت کی بھلائی ہے۔ انصار اور مہاجرین میں  
 برکت پیدا فرما۔ فرماتے ہیں۔ ان مجاہدین حضرات کے لئے میری دو مٹھی بھر جو لائے جلتے۔ پس ان کے  
 لئے بدبودار سالن بنایا جاتا۔ جو بھوکے قوم کے سامنے رکھا جاتا۔ جو گلے میں اچھوکی طرح پھنس جاتا جس  
 کی بدبو ہوتی تھی۔

**حدیث نمبر ۳۶۹۷** حَدَّثَنَا خَلَادُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَتَيْتُ جَابِرًا فَقَالَ  
 إِنَّا يَوْمَ الْخَنْدَقِ نَحْفَرُ فَعَرَضَتْ كُذْيَةٌ شَدِيدَةٌ فَجَاءُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ  
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا هَذِهِ كُذْيَةٌ عَرَضَتْ فِي الْخَنْدَقِ فَقَالَ أَنَا نَازِلٌ  
 شَرَّ قَامٍ وَبَطْنُهُ مَعْصُوبٌ بِحَجِيرٍ وَلَيْسْنَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ لَأَنْدُوؤُ ذَوَاتَنَا فَخَذَّ  
 النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَعْوَلَ فَضْرَبَ فَعَادَ كَثِيبًا أَهِيلَ وَاهِيمٌ فَقُلْتُ  
 يَا رَسُولَ اللَّهِ أَعِزَّنِي إِلَى الْبَيْتِ فَقُلْتُ لَأَمْرًا نِي رَأَيْتُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

شَيْئًا مَّا كَانَ فِي ذَلِكَ صَبْرٌ فَعِنْدَكَ شَيْءٌ قَالَتْ عِنْدِي شَعِيرٌ وَعِنَاقٌ  
فَذَبَحْتُ الْعِنَاقَ وَطَحَنْتِ الشَّعِيرَ حَتَّى جَعَلْنَا اللَّحْمَ فِي الْبُرْمَةِ ثُمَّ جِئْتُ  
الِنَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْعَجِيزُ قَدْ انْكَسَرَ وَالْبُرْمَةُ بَيْنَ الْأَفْئَانِ  
قَدْ كَادَتْ أَنْ تَنْضَجَ فَقُلْتُ طُعِمْتُ لِي فَقُمَا نَتِ يَارَسُولَ اللَّهِ وَرَجُلٌ  
أَوْ رَجُلَانِ قَالَ كَمْ هُوَ فَذَكَرْتُ لَهُ قَالَ كَثِيرٌ طَيِّبٌ قَالَ قُلْ لَهَا  
لَا تَنْزِعِ الْبُرْمَةَ وَلَا الْخُبْزَ مِنَ التَّنُورِ حَتَّى آتِي فَقَالَ قُومُوا فَنَقَامُ  
الهِمَا جُرُونِ وَالْأَنْصَارُ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَى أُمِّرَاتِهِ قَالَ وَيْحَكَ جَاءَ الْنَّبِيُّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْهِمَا جَرِيْنِ وَالْأَنْصَارِ وَمَنْ مَعَهُ قَالَتْ هَلْ  
سَأَلْتُكَ نَعْمَ فَقَالَ ادْخُلُوا وَلَا تَضَاغَطُوا فَجَعَلَ يَكْسِرُ الْخُبْزَ  
وَيَجْعَلُ عَلَيْهِ اللَّحْمَ وَيُخَفِّرُ الْبُرْمَةَ وَالتَّنُورَ إِذَا أَخَذَ مِنْهُ وَيُقَرِّبُ  
إِلَى أَصْحَابِهِ ثُمَّ يَنْزِعُ فَلَمْ يَنْزِلْ يَكْسِرُ الْخُبْزَ وَيَغْرِفُ حَتَّى شَبِعُوا وَ  
بَقِيَ بَقِيَّةٌ قَالَ كُلِّي هَذَا وَاهْدِي فَإِنَّ النَّاسَ أَصَابَتْهُمُ مُجَاعَةٌ

ترجمہ۔ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ ہم خندق کی لڑائی میں کھدائی کر رہے تھے۔ کہ ایک سخت چٹان سامنے آگئی تو صحابہ کرام جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے کہ خندق کی کھدائی میں ایک چٹان سامنے آگئی ہے۔ جس پر آپ نے فرمایا۔ کہ میں اترنے والا ہوں۔ پس پھر آپ کھڑے ہو گئے۔ جب کہ آپ کے پیٹ مبارک پتھر سے بندھا ہوا تھا۔ تاکہ بھوک کی حرارت کم ہو جائے۔ اس حال میں ہم تین دن سے پتھرے ہوئے تھے۔ کہ ہم نے کچھ بھی نہیں کھیا تھا۔ آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کدال اور پھاوڑے کو ہاتھ میں پکڑا۔ جو ریت کے بہتے ہوئے ٹیلے کی طرح ہو گیا۔ پس میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گھر جانے کی اجازت طلب کی۔ میں نے اپنی بیوی سھلہ بنت مسعود انصاریہ سے آکر کہا۔ کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں دیکھا ہے جس میں صبر نہیں ہو سکتا۔ تو میرے پاس کچھ کھانے کا سامان ہے۔ اس نے کہا کچھ جو ہیں اور ایک بزغالہ ہے (بکری کا بچہ) تو میں نے بکری کے بچہ کو ذبح کر دیا۔ اس نے جو پیس لئے۔ یہاں تک کہ ہم نے گوشت کو ہنڈیا میں ڈال دیا۔ پھر میں آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب کہ آٹا گوندھا ہوا ٹوٹ

چکا تھا۔ یعنی خوب بھگ گیا تھا۔ اور ہنڈیا چولہے پر پڑھی ہوئی تھی۔ قریب تھا کہ پک جاتی۔ تو میں نے کہا کہ میرے پاس تھوڑا سا کھانا ہے۔ آپ اور ایک یا دو آدمی اور آپ کے ساتھ چل کر کھانا تناول فرمائیں۔ آپ نے پوچھا کتنا ہے۔ میں نے اس کا ذکر کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ پاکیزہ کھانا بہت ہے۔ لیکن بیوی سے جا کر کہو کہ وہ ہنڈیا کو نہ اتارے۔ اور نہ ہی میرے آنے تک تنور سے روٹی کو نکالے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ سب اٹھ کھڑے ہو۔ تو مہاجرین سب اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے بیوی سے آکر کہا۔ کہ تیرے لئے ہلاکت ہو۔ آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو مہاجرین انصار اور ان کے سب ہمراہیوں کو لا رہے ہیں۔ اس نے کہا کہ آپ نے مجھ سے کچھ پوچھا تھا۔ تو میں نے ہاں میں جواب دیا۔ اس نے کہا پھر کوئی فکر کی بات نہیں۔ چنانچہ آپ جب تشریف لائے تو حکم دیا کہ سب آرام سے اندر داخل ہو جاؤ۔ بھیڑ بھاڑ نہ کرو۔ پس آپ شرمندہ ہوئے کہ روٹی کے ٹکڑے توڑتے تھے۔ اس پر گوشت رکھتے تھے۔ ہنڈیا اور تنور کو چھپا لیتے۔ جب اس سے گوشت روٹی نکالتے تھے اور اپنے اصحاب کے قریب کرتے تھے۔ پھر کپڑا کھینچ لیتے۔ بس برابر اسی طرح روٹی کے ٹکڑے توڑتے رہے اور چمچہ سے سالن بھرتے رہے۔ یہاں تک کہ سب کے پیٹ بھر گئے۔ ابھی کچھ باقی بھی رہ گیا۔ آپ نے حضرت جابرؓ کی بیوی سے کہا۔ تم بھی کھاؤ اور لوگوں کو مدد بھی دو۔ کیونکہ لوگ بھی بھوک کا شکار ہیں۔

**تشریح از شیخ مدنی** [بطنہ معصوب بھر کیونکہ بھوک کی وجہ سے پیٹ میں حرارت پیدا

ہوتی ہے۔ جس سے کمزوری لاحق ہو جاتی ہے۔ جب چھوٹا سا پتھر اس پر باندھ دیا جائے۔ تو حرارت دفع ہو کر مروتہ آ جاتی ہے۔ اور کمزوری رفع ہو کر قوت و طاقت آ جاتی ہے۔ اھیل بہنا۔ عنفی شعیر اور بعض روایات میں صاع من الشعیر یعنی چار سیر جو ہیں اور عناق بکری کے بچہ کو کہتے ہیں جو سال سے کم عمر کا ہو۔ العجین قد انکسر آٹے میں جب خمیر ڈالا جائے۔ تو اس کے اثر کی علامت یہ ہے کہ آٹا پھٹنے لگتا ہے۔ اثنی ان پتھروں کو کہتے ہیں۔ جن میں ہنڈیا رکھی جاتی ہے۔ ولا الخبز من التنور یعنی ابھی روٹی پکانا شروع نہ کرے۔ ولا تضاعطوا ای لا تزدھوا بھیڑ بھڑکانہ کر دو۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** [والعجین قد انکسر ۵۸۸ اس سے مراد یہ ہے کہ آٹے کے اجزاء

آپس میں خوب گھل مل جائیں۔ وجہ یہ ہے کہ آٹا بالخصوص جو کا آٹا پانی کے اجزاء کو جذب کرتا ہے اور نہ ہی پانی اس میں سرایت کرتا ہے۔ جب تک تھوڑی دیر کے لئے اسے مہلت نہ دی جائے۔



جس کے بعد روٹی بہترین اور نرم ہو جاتی ہے۔

فجعل یکسر الخبز الخبز الخبز نے سے مراد تنور سے لینا ہے۔ ینزع پھر ٹھہر جاتے۔ اور تھوڑی مہلت دے دیتے۔

**تشریح از شیخ زکریا** انکسر لان در طب نرم ہو جائے اور بھگ جائے یعنی غیر اٹھ جائے۔ مولانا کلمی کی تقریر میں ہے۔ انکسر ای عجن آنا گوندھا گیا۔ یکسر الخبز کے معنی میرے نزدیک یہ مناسب ہیں کہ روٹی کے ٹکڑے کر کے پیالے میں گوشت ڈال دیتے۔ دس آدمی آ کر کھا لیتے پھر دوسرے دس کا گروپ آ کر کھانا شروع کرتا ہے۔ علی ہذا القیاس۔ یہاں تک کہ سب کے سب سیر ہو گئے۔ ینزع کے معنی قسطانی اور حافظ نے ہنڈیا سے گوشت لینے کے لئے ہیں۔ لیکن میرے نزدیک زیادہ مناسب یہ ہے کہ تنور سے روٹی کو کھینچتے تھے۔ طعم طعام کی تصحیر ہے۔ اس کی تائید لا الخبز من التنور کے لفظ سے ہوتی ہے اور قطب لنگوہی کی توجیہ کی تائید بخاری صحاح سے ہوتی ہے۔ جس نے نزع بمعنی انتہی کے لئے ہیں کہ رک گئے۔

حدیث نمبر ۳۶۹۸ حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ لَمَّا حَفِرَ الْخَنْدَقُ رَأَيْتُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَصًّا شَدِيدًا أَنَا نَكَفَاتُ إِلَى أَمْرَاتِي فَقُلْتُ هَلْ عِنْدَكَ شَيْءٌ فَإِنِّي رَأَيْتُ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَصًّا شَدِيدًا فَأَخْرَجْتُ إِلَى جَرَابِ فِيهِ صَاعٌ مِّنْ شَعِيرٍ وَلَنَا بِهَيْمَةَ دَاجِنٌ فَذَبَحْتُهَا وَطَحَنْتِ الشَّعِيرَ فَفَرَّقْتُ إِلَى فَرَاغِي وَقَطَعْتُهَا فِي بُرْمَتِهَا ثُمَّ وَلَّيْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ لَا تَفْضَحْنِي بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِمَنْ مَعَهُ فَجِئْتُهُ فَسَارَرْتُهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ذَبَحْنَا بِهَيْمَةَ لَنَا وَطَحْنَا صَاعًا مِّنْ شَعِيرٍ كَانَ عِنْدَنَا فَتَعَالَ أَنْتَ وَتَفَرَّقْ مَعَكَ فَصَاحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا أَهْلَ الْخَنْدَقِ إِنَّ جَابِرًا قَدْ صَنَعَ سُورًا فَحَيَّ هَلَا بِكُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُنْزِلُنَّ بُرْمَتَكُمْ وَلَا تُخْزِنَنَّ عَجِينَكُمْ حَتَّى آجِي فَجِئْتُ وَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ

حَتَّى جِئْتُ امْرَأَتِي فَقَالَتْ بِكَ وَبِكَ فَقُلْتُ قَدْ فَعَلْتُ الَّذِي قُلْتَ  
فَاَخْرَجَتْ لَهَا عَجِينًا فَبَصَقَ فِيهِ وَبَارَكَ ثُمَّ عَمَدَ اِلَى بُرْمَتِنَا فَبَصَقَ  
وَبَارَكَ ثُمَّ قَالَ ادْعُ خَائِنَةً فَلْتُخْبِزْ مَعِيَ وَاَقْدَحِي مِنْ بُرْمَتِكُمْ وَلَا  
تُنْزِلُوها وَهَذَا الْفَنَّا قَسَمُ بِاللّٰهِ لَقَدْ اَكَلُوْا حَتَّى تَرْكُوْهُ وَاَنْحَرَفُوْا  
وَإِنَّ بُرْمَتَنَا لَتَغَطُّ كَمَا هِيَ وَإِنَّ عَجِيْنَنَا لَيُخْبِزُ كَمَا هُوَ۔

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ جب خندق کھودی جا رہی تھی۔ تو میں نے  
جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت بھوک میں مبتلا دیکھا۔ تو میں ہٹ کر اپنی بیوی سہیلہ  
کے پاس آیا۔ میں نے اس سے پوچھا کیا تمہارے پاس کوئی کھانے کی چیز ہے۔ کیونکہ میں جناب  
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت بھوک میں مبتلا دیکھ کر آیا ہوں۔ تو اس نے میری طرف ایک  
تھیلہ نکالا جس میں ایک صاع کے قریب جو تھے۔ اور ہمارے ہاں ایک پالتو بکری کا بچہ تھا۔ جس  
کو میں نے ذبح کیا۔ اس نے جو پیسے۔ میری فراغت کے ساتھ وہ بھی فارغ ہو گئی۔ میں نے  
گوشت کاٹ کاٹ کر منڈیا میں ڈالا۔ پھر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت  
میں پھر کر واپس آنے لگا۔ تو بیوی کہنے لگی۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں  
کی وجہ سے مجھے رسوا نہ کرنا۔ پس میں نے آکر آہستہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بات  
کی۔ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سہارا ایک چھوٹا سا بکری کا بچہ تھا۔ جسے ہم نے ذبح  
کیا۔ اور میری بیوی نے صاع برابر آٹا کو پیس دیا۔ جو کچھ ہمارے پاس تھا۔ پس آپ اور چند لوگ  
اور بھی آپ کے ہمراہ آئیں۔ پس آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دیتے ہوئے فرمایا۔ اے  
خندق والو! حضرت جابر نے کھانا بنایا ہے۔ تم سب لوگ آ جاؤ۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم نے فرمایا۔ کہ میرے آنے تک نہ تو منڈیا کو نیچے اتارو اور نہ ہی گوندھے ہوتے آٹے کی روٹی  
پکانی شروع کر دو۔ پس میں بھی واپس آیا۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے آگے  
آگے تشریف لارہے تھے۔ میں نے جلدی سے آکر بیوی کو اطلاع کی۔ تو وہ کہنے لگی خدا تیرے ساتھ  
ایسا ایسا سلوک کرے۔ میں نے کہا۔ جو تو نے کہا تھا وہ تو میں آپ کو کہہ چکا ہوں۔ بہر حال اس نے  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آٹا نکالا۔ جس میں آپ نے لب مبارک ڈالی اور برکت کی دعا کی۔

پھر بخاری مہنڈ یا کا قصد فرمایا۔ جس میں لب مبارک ڈال کر بکت کی دعا فرمائی۔ پھر آپ نے فرمایا۔ کوئی دوسری عورت روٹی پکانے والی بلا لو۔ جو میرے ساتھ یا تمہارے ساتھ روٹی پکاتی رہے۔ اور تمہاری مہنڈ یا سے چمچ بھر بھر کے نکالتی رہے۔ پس اس کو اتارنا نہیں۔ وہ ایک ہزار کی تعداد میں تھے۔ میں ان کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ ان سب نے کھایا۔ یہاں تک کہ اسے بچا کر چھوڑ دیا۔ وہ کھانے سے فارغ ہو کر مڑ گئے۔ لیکن ہماری مہنڈ یا جیسے تھی ویسے جوش مار رہی تھی۔ اور ہمارا آٹا جیسے تھا ویسے اس کی روٹی پکاتی جا رہی تھی بغرضیکہ دونوں سے کوئی چیز کم نہ ہوئی۔

**تشریح از شیخ مدنی** | غص کے معنی اصلی گھرائی کے ہیں۔ چونکہ بھوک کی وجہ سے پیٹ میں گھرائی پڑ جاتی ہے۔ اس لئے اسے بھوک کو بھی غص کہا گیا۔ بھیمہ چھوٹا بچہ بکری یا بھیڑ کا۔ داجن گھر کی پالتو جو باہر چرنے کے لئے نہ جاتے۔ سٹو ابا ہمزہ بقیہ طعام اور کبھی مطلق طعام کو بھی سٹو اکہ دیتے ہیں۔ لیتق مقوکا۔ فلتجز معی اور بعض میں معکب ہے۔ جو صحیح ہے۔ اور معی کی صورت میں حاکم کی طرف نسبت ہوگی۔ بنی الامیر المدینہ۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | فلتجز معی یہ حکایت حال کی ہے۔ جس میں حاضر کو متکلم کی طرف نقل کیا گیا ہے۔ جسے راوی نے بعینہ نقل کر دیا۔ یا معنی یہ ہیں کہ تم لوگ میری موجودگی میں روٹی پکاؤ۔ یعنی میرے سامنے بیٹھ کر۔ تو مضاف محذوف ہوگا۔

**تشریح از شیخ زکریا** | مولانا کلبی کی تقریر میں ہے کہ حضرت جابر کی بیوی کا مقولہ ہے جو انہیں کہہ رہی ہے کہ دوسری عورت لاؤ جو میرے ساتھ روٹی پکائے۔ مولانا سندھوی فرماتے ہیں معی بمعنی عندی کے ہے۔ یا عورت کے قول کی حکایت ہے۔ قالت نفعہ فلتجز معی اور اسماعیلی کے نسخہ میں معکب کے الفاظ ہیں۔ جس میں کوئی تکلف نہیں کرنا پڑتا۔

**حدیث نمبر ۳۶۹۹** حَدَّثَنَا عُمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا إِذَا جَاءَ وَكُم مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَإِذْ رَأَيْتِ الْأَبْصَارُ قَالَتْ كَانَ ذَاكَ يَوْمَ الْخُنْدِ

ترجمہ۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ کہ اذ جاء وکم از یہ جگہ خندق کے بارے میں ہے۔ ترجمہ۔ جب کہ وہ لوگ تمہارے اوپر سے اور تمہارے نیچے سے چڑھ کر آئے تھے جبکہ تمہاری آنکھیں پھر رہی تھیں۔

حدیث نمبر ۳۷۰۰ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ قَالَ كَاتِبُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْقُلُ الثَّرَابَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ حَتَّى أَغْمَرَ بَطْنُهُ أَوْ اغْبَرَّ بَطْنُهُ يَقُولُ۔

وَاللَّهُ لَوْلَا اللَّهُ مَا اهْتَدَيْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا  
فَأَنْزَلَنَّا سَجِينَةً عَلَيْنَا وَثَبَّتِ الْأَقْدَامُ إِنْ لَأَقَيْنَا  
إِنَّ الْأُلَى قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا إِذَا ارَادُوا فِتْنَةَ آبَيْنَا  
وَرَفَعَ بِهَا صَوْتَهُ أَبَيْنَا أَبَيْنَا

ترجمہ حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب خندق کی لڑائی میں مٹی اٹھاتے تھے۔ یہاں تک کہ آپؐ کا پیٹ غبار آلودہ ہو گیا۔ اور آپؐ فرماتے تھے۔ اللہ کی قسم! کہ اگر اللہ کی ہدایت نہ ہوتی تو ہم ہدایت نہیں پا سکتے تھے۔ اور نہ ہی صدقہ خیرات کر سکتے۔ اور نہ ہی نماز پڑھ سکتے۔ پس اے اللہ! ہم پر سکون و اطمینان نازل فرما۔ اور جب ہماری لڑائی شروع ہو جائے تو ہمارے قدموں کو جمائے رکھنا۔ بے شک ان کفار نے ہم پر بغاوت کی ہے۔ جب وہ فتنہ یعنی شرک یا قتل کا ارادہ کرتے ہیں۔ تو ہم انکار کر دیتے ہیں۔ ابینا ابینا پر آواز کو اونچا کر دیتے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ لَوْلَا اللہ ای ہدایۃ اللہ۔ فضل اللہ و رحمۃ اللہ کے معنی مراد ہیں۔ یا نفس وجود باری مراد ہے۔ الا ولی اسم اشارہ کفار کی طرف اشارہ ہے۔

حدیث نمبر ۳۷۰۱ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نُصِرْتُ بِالصَّبَا وَأَهْلَكَتُ عَادًا بِالدَّبُورِ۔

ترجمہ حضرت ابن عباسؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ نسیم صبح سے میری مدد کی گئی ہے۔ اور پچھوا ہوا سے عاد کی قوم ہلاک کر دی گئی۔

صبا شرقی ہوا۔ اور دبور غربی ہوا۔ جب احزاب نے مدینہ کا محاصرہ کیا تو شرقی ہوا چلی جس نے ان کے خیمے اکھیڑ دیئے۔ دگیں الٹ دیں۔ جس سے وہ بھاگ گئے۔

حدیث نمبر ۳۷۰۲ حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ عُمَانَ ابْنُ سَمْعَةَ الْبَرَاءِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا كَانَ يَوْمَ الْأَحْزَابِ وَخَنَدَقِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رَأَيْتُهُ يَنْقُلُ مِنْ تُرَابِ الْخَنْدَقِ حَتَّى وَارَى عَنِّي الْغُبَارُ جِلْدَةً  
بَطْنِهِ وَكَانَ كَثِيرَ الشَّعْرِ فَبِعَمَّتِهِ يَرْتَجِزُ بِكَلِمَاتِ ابْنِ رَوَاحَةَ وَهُوَ  
يَنْقُلُ مِنَ التُّرَابِ يَقُولُ-

هـ اللَّهُ لَوْلَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا  
فَأَنْزَلَنْ سَكِينَةً عَلَيْنَا وَثَبَّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَا قَيْنَا  
إِنَّ الْأَوَّلَى قَدْ بَخَّوْا عَلَيْنَا وَإِنْ أَرَادُوا فِتْنَةً أَيْبُنَا  
قَالَ ثُمَّ يَمْدُ صَوْتَهُ بِأَخْبَرَهَا-

ترجمہ۔ حضرت براۓ حدیث بیان کرتے ہیں۔ کہ جب احزاب کی لڑائی شروع ہوئی۔ جب کہ  
آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خندق کھود رہے تھے۔ میں نے آپ کو خندق کی مٹی اٹھاتے  
ہوئے دیکھا۔ گرد و غبار نے میرے سے آپ کے پیٹ کے چمڑے کو چھپا لیا تھا۔ اور بہت بالوں  
والے تھے۔ ابن رواحہ کے اشعار کے ساتھ آپ کو رجزیہ اشعار پڑھتے سنا۔ جب کہ آپ مٹی  
اٹھا رہے تھے۔ فرماتے تھے اے اللہ! اگر آپ نہ ہوتے تو نہ ہم ہدایت پاتے نہ صدقہ دیتے اور  
نہ ہی نماز پڑھتے۔ پس ہم پر سکون نازل فرما۔ اور جب ہماری لڑائی شروع ہو تو ہمارے پاؤں  
جمائے رکھ۔ بے شک ان کفار نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے۔ اگر وہ فتنہ شرک یا قتل کا  
ارادہ کریں گے۔ تو ہم انکار کر دیں گے۔ اس آخری کلمہ ابینا پر آواز کو دراز فرماتے تھے۔

حدیث نمبر ۳۷۰۳ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْإِنَانِيُّ عَنْ ابْنِ عُمَرَ  
قَالَ أَوَّلُ يَوْمٍ شَهِدْتُهُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ-

ترجمہ۔ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ پہلی لڑائی جس میں میں حاضر ہوا وہ خندق کی لڑائی ہے۔

حدیث نمبر ۳۷۰۴ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي رَافٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ

قَالَ دَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ وَنِسْوَاتِهَا تَنْظِفُ قُلْتُ قَدْ كَانَ مِنْ  
أَمْرِ النَّاسِ مَا تَرَيْنَ فَلَمْ يُجْعَلْ لِي مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ فَقَالَتِ الْحَقُّ فَإِنَّهُمْ  
يَنْتَظِرُونَكَ وَأَخْشَى أَنْ يَكُونَ فِي احْتِبَاسِكَ عَنْهُمْ فُرْقَةٌ فَلَمْ تَدْعُهُ  
حَتَّى ذَهَبَ فَلَمَّا تَفَرَّقَ النَّاسُ خَطَبَ مُعَاوِيَةَ قَالَ مَنْ كَانَ يُرِيدُ أَنْ يَتَكَلَّمَ

فِي هَذَا الْأَمْرِ فَيُطْلَعُ لَنَا قَرْنَهُ فَلَنَحْنُ أَحَقُّ بِهِ مِنْهُ وَمِنْ أَبِيهِ قَالَ  
 حَبِيبُ بْنُ مُسْلِمَةَ فَلَا أَجَبْتَهُ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ فَحَلَلْتُ حُبُوتِي وَهَمَّ  
 أَنْ أَقُولَ أَحَقُّ بِهَذَا الْأَمْرِ مِنْكَ مَنْ قَاتَلَكَ وَأَبَاكَ عَلَى الْإِسْلَامِ فَخَشِيتُ  
 أَنْ أَقُولَ كَلِمَةً تَفَرِّقُ بَيْنَ الْجَمْعِ وَتَسْفِكُ الدَّمَ وَيُحْمِلُ عَنِّي مَلِيرٌ  
 ذَلِكَ فَذَكَرْتُ مَا أَعَدَّ اللَّهُ فِي الْجَنَانِ قَالَ حَبِيبٌ حَفِظْتَ وَعَصَمْتَ  
 قَالَ مَحْمُودٌ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ وَنُوسَاتُهَا۔

ترجمہ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنی بہن اُمّ المؤمنین حفصہؓ کے پاس حاضر ہوا۔ جب کہ ان کی  
 مینڈھیاں پانی بہا رہی تھیں۔ یعنی وہ نہا چکی تھی۔ میں نے کہا کہ خلافت کے معاملہ میں جو کچھ ہو چکا اسے  
 آپ دیکھ چکی ہیں۔ کہ میرے لئے تو اس میں سے کوئی حقہ نہیں رکھا گیا۔ انہوں نے فرمایا جلدی پہنچو  
 وہ لوگ تو آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ اور مجھے تو خطرہ ہے۔ کہ تمہارے رک جانے کی وجہ سے  
 کہیں ان میں افتراق نہ پیدا ہو جائے۔ پس انہوں نے اسے نہ چھوڑا یہاں تک کہ وہ چلے گئے۔  
 پس جب لوگ الگ ہوئے تو حضرت امیر معاویہؓ نے خطبہ دیا۔ فرمانے لگے کہ جو شخص اس امارت  
 کے معاملہ میں بات کرنا چاہتا ہو وہ اپنا سرنکلے۔ کیونکہ ہم تو اس سے اور اس کے باپ سے  
 امارت کے زیادہ حقدار ہیں۔ حبیب بن مسلمہ نے کہا کہ آپ نے ان کو جواب کیوں نہ دیا۔ تو حضرت  
 عبداللہؓ نے فرمایا کہ میں نے تو تیار ہی کر کے پکا ارادہ کر لیا تھا کہ میں انہیں جواب دوں۔ کہ اس امارت  
 کا حقدار تیرے سے زیادہ وہ شخص ہے جس نے تیرے سے اور تیرے باپ سے اسلام کی خاطر  
 جنگ لڑی یعنی حضرت علیؓ، ابن عمرؓ، ابن زبیرؓ وغیرہم زیادہ مستحق ہیں۔ کیونکہ وہ قدیم الاسلام  
 ہیں۔ لیکن مجھے خطرہ لاحق ہوا۔ کہ میں ایسا کلمہ نہ کہہ دوں جس سے مسلمانوں کی جماعت میں افتراق  
 پیدا ہو۔ اور خون بہانے کا سبب بن جائے اور میری طرف سے ایسی بات پھیلانی جائے جو میں  
 نے نہ کہی ہو۔ تو مجھے وہ اجر و ثواب یاد آگیا۔ جو صبر کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے بہشتوں میں  
 تیار رکھا ہے۔ حبیب نے فرمایا کہ اے عبداللہؓ! آپ محفوظ رہے اور بچ گئے۔ محمود نے

اپنی سند میں نوساتھا کے الفاظ نقل کئے ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | یہ واقعہ صفین کی جنگ کے بعد کا ہے۔ حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ

کا قصاص نہیں لیا تھا۔ لوگوں نے ان کی بیعت کر لی تھی۔ سب سے پہلے بیعت کرنے والے اہل فتنہ تھے۔ جن میں صاحبزادہ محمد بن ابی بکرؓ بھی شامل تھے۔ جو حضرت علیؓ کے ربیب تھے۔ کیونکہ حضرت علیؓ نے حضرت اسماء بنت عمیسؓ سے بیوہ ابی بکرؓ سے شادی کر لی تھی۔ جو محمد بن ابی بکرؓ کی والدہ تھیں۔ جو اس وقت دو برس کے تھے۔ حضرت عثمانؓ سے انہوں نے درخواست کی تھی۔ کہ میں بیکار ہوں مجھے کسی مقام کا حاکم مقرر کر کے وظیفہ خوار بنا دیجئے۔ جنہوں نے ان کی درخواست قبول کر لی۔ مصر کی امارت کا پروانہ لکھ دیا۔ لیکن چونکہ حضرت عثمانؓ کی مہر مردان بن حکم کے پاس رہتی تھی۔ اس نے شرارت کر کے بجائے وظیفہ کے ان کے قتل کا حکم لکھ دیا۔ راستہ میں خط کھول کر پڑھا۔ تو بہت غصہ ہوئے۔ اور اپنے احوال یعنی مائوں کو ہمراہ لے کر مدینہ پر حملہ آور ہوئے۔ اور یہ سمجھے کہ ان کے قتل کے متعلق حضرت عثمانؓ نے لکھا ہے۔ حضرت عثمانؓ نے انہیں بہت سمجھایا کہ انہوں نے یہ خط نہیں لکھا۔ مگر وہ لوگ نہ مانے۔ حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ کے طرفدار تھے۔ اپنے صاحبزادوں کو دوسرے نوجوانوں کے ہمراہ حفاظت کے لئے دروازہ پر کھڑا کر دیا۔ اہل فتنہ جو مصری۔ بھری اور کوفی فسادیلوں پر مشتمل تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ حضرت عثمانؓ اب بھی خلافت سے دستبردار نہیں ہو رہے۔ تو بالا خانہ پر پچھلی طرف سے چڑھ آئے۔ محمد بن ابی بکرؓ تو پیچھے ہٹ گئے۔ لیکن کسی دوسرے آدمی نے آگے بڑھ کر حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا۔ بعد ازاں وہ سب لوگ حضرت علیؓ کے پاس آ کر انہیں بیعت لینے پر مجبور کیا۔ حضرت علیؓ واقعی اس معاملہ میں بری تھے۔ بنو امیہ سمجھے کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت میں حضرت علیؓ کا ہاتھ ہے۔ چنانچہ حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ نے بیعت کرنے کے بعد یہ کہہ کر بیعت توڑ دی۔ کہ خون عثمانؓ کا بدلہ پہلے لیا جائے۔ تاکہ وہ ضائع نہ ہو جائے۔ حضرت عاکشہؓ نے بھی حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ کے مطالبہ پر مخالفت کا اعلان کر دیا۔ یہ لوگ بصرہ میں جمع ہو گئے۔ ادھر حضرت امیر معاویہؓ نے فوج کشی کی اور صفیدہ کے مقام پر جنگ شروع ہو گئی۔ جو جنگ جمل کے نام سے مشہور ہے۔ قریب تھا کہ حضرت علیؓ کی فوج کو فتح حاصل ہو۔ حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے وزیر حضرت عمرو بن العاصؓ کے مشورہ پر قرآن کو نیروں پر لٹکالیا اور اعلان کر دیا کہ ہمارے تمہارے درمیان فیصلہ کرنے والی کتاب اللہ ہے۔ جنگ بند کر دی جائے۔ جس پر حضرت علیؓ کے فوجی جوانوں نے جنگ کرنے سے ہاتھ کپنچ لیا۔ حضرت علیؓ فرماتے رہے کہ یہ قریش کی ایک چال ہے۔ قتال سے ان کا

فیصلہ کرو۔ لیکن شیعانِ علیؑ نہ مانے۔ چنانچہ جنگ رُک گئی۔ قرار پایا کہ دومتہ الجندل کے مقام پر ایک اجتماع ہو۔ اور اصحابِ الرائے کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کریں۔ ان الحکم اللہ۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کلمہ حق ارید بھا الباطل۔ کلمہ تو سچ کا ہے۔ لیکن مراد باطل ہے۔ بہر حال لوگ جمع ہوئے۔ دریں اثنا ابنِ عمرؓ اپنی بہن حضرت حفصہؓ کے مکان پر پہنچے۔ وہ غسل کر کے فارغ ہوئی تھیں۔ ابھی ان کی مینڈھیوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ تو سنا تھا اور دوسری روایت میں تو سنا تھا ہے۔ تو سہ کی جمع ہے۔ جس کے معنی مینڈھیوں کے ہیں۔

اناس من ہلی اذنی اناس بمعنی ترک مینڈھیوں کو نو سہ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ زلفیں حرکت کرتی رہتی ہیں۔ تو نو سہ تھا اہم راوی پر محمول ہوگا۔

تنظف ای تقطع من الامر سے موامرہ مشورہ کو کہتے ہیں۔ فافہم ینتظر و نک چونکہ تم خلیفہ ثانی کے بیٹے ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے ہو۔ اور تمہارے ساتھ بھی بہت سے لوگ ہیں۔ دوسرے آپ میں حضرت عمرؓ کی شان پائی جاتی ہے۔ وہ حق گوئی ہے۔ آپ کے جانے سے لوگوں میں اختلاف پیدا نہیں ہوگا۔ وہاں اجتماع میں یہ طے پایا کہ فریقین کی جانب سے ایک ایک حکم مقرر کیا جائے۔ جس شخص کو یہ لوگ خلیفہ تسلیم کر لیں۔ وہ خلیفہ المسلمین قرار پائے گا۔ اس کے بعد حضرت علیؑ کے حامیوں میں حکم مقرر کرنے پر اختلاف پیدا ہو گیا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے تو حضرت عمرو بن العاصؓ کو حکم نامزد کر دیا۔ حضرت علیؓ حضرت ابن عباسؓ کو حکم بنانا چاہتے تھے۔ بنو امیہ نے کہا کہ یہ تو حضرت علیؓ کے چچا زاد بھائی ہیں۔ یہ تو خود حضرت علیؓ پر حکم ماننا ہوا۔ شیعانِ علیؓ بھی یہی کہتے تھے۔ ادھر حضرت علیؓ سے محبت کا دعویٰ بھی کرتے تھے اور ان کی مخالفت بھی کرتے رہتے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ نہایت ذکی تھے۔ قریش کے مکائد اور چالاکوں کو جانتے تھے۔ لیکن وہ لوگ حضرت ابو موسیٰ اشعرؓ کے حکم بنانے پر اڑ گئے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ابو موسیٰ اشعرؓ زاہد اور سادہ لوح آدمی ہیں۔ قریش کے مکائد سے نا آشنا ہیں۔ بالآخر بحث و تمحیص کے بعد حضرت ابو موسیٰ اشعرؓ حکم نامزد ہوئے۔ دونوں حکم اس بات پر متفق ہو گئے۔ کہ ہر ایک اپنے موکل کو معزول کر دے۔ پھر جس پر مسلمان اتفاق کر لیں اسے خلیفہ مان لیا جائے۔ لیکن اس میں حضرت ابو موسیٰ اشعرؓ دھوکہ کھا گئے۔ کہ انہوں نے پہلے حضرت علیؓ کی معزولی کا اعلان کر دیا۔ جس پر حضرت عمرو بن العاصؓ نے حضرت امیر معاویہؓ



کی خلافت کا اعلان کر دیا۔ جس پر مسلمانوں میں افتراق پیدا ہو گیا۔ ادھر خوارج نے کہہ دیا کہ فتنہ انگیزی اور افتراق کی وجہ سے حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ دونوں کافر ہیں۔ انہوں نے دو حکم کیوں مانے۔ حکم کتاب اللہ ہے۔ بارہ ہزار آدمی اسی بنا پر مخالف ہو گئے۔ حضرت ابن عباسؓ کو اصلاح احوال کے لئے بھیجا گیا۔ ان کی تبلیغ کے نتیجہ میں آٹھ ہزار آدمی تابع ہو گئے۔ چار ہزار آدمی اپنی ضد پر قائم رہے۔ اس وقت خوارج کی بنیاد پڑی۔ یہ لوگ بہادر تھے۔ تقیہ نہیں کرتے تھے۔ آج کل زنجبار اور مسقط صرف دو شہروں میں خوارج پلے جاتے ہیں۔ مسقط بحر عمان کے کنارے واقع ہے۔ مطرح شہر جو ان دونوں شہروں کے درمیان ہے۔ وہاں سب کے سب سنی آباد ہیں۔

**الغرض** استحقاق خلافت کے بارے میں اختلاف تھا۔ حضرت ابن عمرؓ قدم اسلام اور زہد و تقویٰ کو خلافت کے لئے ضروری قرار دیتے ہیں۔ حضرت عمر دین العاصؓ کا خیال یہ تھا کہ بنو امیہ کثیر الرجال ہیں۔ قوت و طاقت ان کے پاس ہے۔ بنو ہاشم کے رجال قلیل ہیں۔ دوسرے بنو امیہ کے اکثر رجال متمول تھے جو دنیا داری جانتے تھے۔ بنو ہاشم ابتدا ہی سے زہد و تقویٰ کے قائل رہے۔ عبد المطلب نے خواب دیکھا۔ جبکہ بنو جہم نے قریش کو مکہ سے نکال دیا تھا۔ اور بنو زمزم کو مٹی سے بھر دیا۔ بعد میں وہ آئے اور خواب کے ذریعہ معلوم ہوا کہ جہاں کو آ کر بیٹھے وہاں بنو زمزم ہے۔ اپنی بڑائی جتنے کے لئے قریش نے کنواں نہ کھودنے دیا۔ عبد المطلب نے کثرت سے نکاح کئے۔ ان کے ہاں بارہ بیٹے پیدا ہوئے۔ جن میں سے ایک کو ذبح کرنے کی نذر مانی گئی۔ اور ان کو فن سپہ گری سکھایا گیا۔ پھر زمزم کو کھود دیا گیا۔ اس لئے صقائیہ ان کے ہاں چلی آ رہی تھی۔

**الغرض** بنو ہاشم میں زہد و تقویٰ تھا قوت نہیں تھی۔ بنو امیہ میں قوت تھی۔ چنانچہ جب تک ان میں قوت رہی۔ انہوں نے بنو ہاشم کے سامنے تسلیم خم نہیں کیا۔ دیکھئے ابوسفیانؓ آخر وقت تک جنگ آزار ہا۔ فتح مکہ میں جا کر مسلمان ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مفخرات کو مٹا دیا تھا۔ ان حضرات سے اجتہادی غلطی ہوئی۔ جسوہ وہ چادر جس سے احتیاب کیا جائے۔

یا اعدائے اللہ فی الجحیم اور اشارہ ہے۔ من ترک المراد وہو محق بنی لہ بیت فی وسط الجنة۔ حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ مفضل کے ہاتھ پر بیعت کر لینا مسلمانوں کے خون بہانے سے بہتر ہے۔ بنا بریں انہوں نے حضرت امیر معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ بعد ازاں

یزید بن معاویہ - عبد الملک بن مروان کے ہاتھ پر بھی بیعت کر لی۔ اور چپکے رہے۔

فلنھن احق منہ ومن ابیہ یعنی ہم بنو امیہ حضرات حسنین اور حضرت علیؑ سے خلافت کے زیادہ  
 حقدار ہیں۔ اس لئے کہ یہی حضرات طالب تھے۔ حضرت ابن عمرؓ تو طالب تھے ہی نہیں۔ ابوسفیان  
 اور معاویہؓ سے اسلام لانے پر جنگ و قتال ہوا۔ اس طرح غزوہ خندق سے مناسبت ہو گئی۔ کہ  
 حضرات خلفاء راشدینؓ اور ابن عمرؓ غزوہ خندق میں حاضر تھے۔ ابوسفیان و معاویہ مخالف اسلام تھے۔  
**تشریح از شیخ گنگوہیؒ** [فی احتسابک فرقتہ ۵۸۹] یعنی وہ لوگ گمان ظاہر کریں گے۔  
 کہ آپ ان کی مصالحت پر راضی نہیں ہیں۔ بلکہ اسے مکروہ سمجھتے ہیں تبھی تو حاضر نہیں ہوئے۔

**تشریح از شیخ زکریاؒ** تقریر مولانا مکیؒ میں ہے کہ من امر الناس سے مصالحت بن علیؑ  
 معاویہؓ مراد ہے۔ اور یہ بھی فی الحال حضرت علیؑ کے بیعت کر لی جائے۔ حضرت امیر معاویہؓ اس کے  
 نائب ہوں گے اور من الامر شیئی سے شرکت فی المشورہ مراد ہے۔ اور من الامر سے امارۃ اور ملک  
 مراد ہے۔ یظنون تقریر مولانا مکیؒ میں ہے۔ کہ آپ میں اور مسلمانوں میں فرقت اس لئے پڑ جائے گی۔  
 کہ وہ گمان کریں گے۔ کہ آپ نے دشمنی کی وجہ سے اور صلح پیرا و بیعت علیؑ پر راضی نہ ہونے کی وجہ  
 سے اجتماع میں شمولیت نہیں کی۔ فلما تفرق الناس یعنی اپنی بات چیت سے فارغ ہوئے۔ اور  
 حکمیں کی تقریر ختم ہوئی۔ تو اس وقت حضرت معاویہؓ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے۔ مصنف عبد الرزاق  
 میں اسی طرح ہے۔ اور بعض نے اجتماع اخیر جو حضرت معاویہؓ اور حسن بن علیؑ کی صلح کے موقع پر ہوا وہ  
 مراد لیا ہے۔ اور بعض نے یزید کی ولی عہدی کا زمانہ مراد لیا ہے۔ لیکن یہ مستند نہیں ہے۔ صحیح وہی ہے۔  
 جس کو عبد الرزاق نے صراحتہ بیان کیا ہے۔

**تشریح از قاسمیؒ** [انھن احق بہ منہ ومن ابیہ] اس سے ابن عمرؓ اور ان کے والد عمرؓ کی  
 طرف اشارہ ہے۔ من قاتلک و اباک علی الاسلام یعنی یوم اُحد و یوم الخندق میں معاویہؓ اور ان  
 کے باپ ابوسفیان سے قتال کیا۔ تو اس مقالہ میں حضرت علیؑ اور مہاجرین حاضرین خندق مراد ہوں  
 گے۔ جن میں حضرت ابن عمرؓ بھی شامل تھے۔ اس اعتبار سے اس قصہ کو غزوہ خندق میں لایا گیا۔  
**حدیث نمبر ۳۷۰۵** حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ الْبُخَارِيُّ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ قَالَ  
 قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْحَزَابِ لَغْزَوْهُمْ وَلَا يَغْزُونَنَا۔

ترجمہ۔ حضرت سلیمان بن صردؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ اب ہم ان پر چڑھائی کریں گے۔ وہ ہم پر چڑھ کر نہیں آئیں گے۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | یوم الاحزاب یہ قول کا ظرف ہے غزوہ کا نہیں ہے۔ معنی یہ ہیں۔

کہ آج کے دن کے بعد وہ لوگ ہماری طرف چل کر نہیں آئیں گے۔ بلکہ ہم ان کی طرف جائیں گے۔

**تشریح از شیخ زکریا** | واقعہ فرماتے ہیں کہ ذیقعدہ سے ابھی سات دن باقی تھے۔ کہ

آپؐ نے یہ ارشاد فرمایا۔ چنانچہ آپؐ کی پیشگوئی صحیح ثابت ہوئی۔ کہ اگلے سال ۳۷ھ میں آپؐ عمر مکہ کے تشریف لے گئے۔ حدیبیہ کے مقام پر بیت اللہ پہنچنے سے قریش نے روک دیا۔ صلح حدیبیہ ہوئی جس کو قریش نے توڑ دیا جو فتح مکہ کا موجب ہوا۔ اور سند بزار میں ہے۔ کہ جب کہ قریش نے یوم الاحزاب میں بہت بڑی جماعت جمع کر لی تھی۔ آپؐ نے فرمایا۔ آج کے بعد ہمیشہ کے لئے یہ لوگ تم پر چڑھائی کر کے نہیں آئیں گے۔ بلکہ تم لوگ ہی ان پر چڑھائی کر دو گے۔

**حدیث نمبر ۳۷۰۶** حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ السَّمْعَتِيُّ سُلَيْمَانُ بْنُ صُرْدٍ يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ حِينَ أَجُلَى الْأَحْزَابُ عَنْهُ الْآنَ فَخَزَوْهُمْ وَلَا يَخْزُونَنَا حُنُوسًا إِلَيْهِمْ۔

ترجمہ۔ حضرت سلیمان بن صردؓ فرماتے ہیں۔ کہ جب قبائل عرب کے گرد وہ آپؐ سے واپس کر دیئے گئے۔ معلوم ہوا کہ وہ اپنے اختیار سے نہیں گئے۔ تو میں نے آپؐ کو کہتے سنا۔ کہ اب ہم ان پر چڑھائی کریں گے۔ وہ ہم پر چڑھائی کر کے نہیں آئیں گے۔ بلکہ ہم ہی ان کی طرف چل کر جائیں گے۔

**حدیث نمبر ۳۷۰۷** حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ مَلَأَ اللَّهُ عَلَيْهِمُ بَيُوتَهُمْ وَقُبُورَهُمْ نَارًا كَمَا شَغَلُونَا عَنْ صَلَوةِ الْوُسْطَى حَتَّى غَابَتِ الشَّمْسُ۔

ترجمہ۔ حضرت علیؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے خندق کی لڑائی میں ارشاد فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے کیونکہ انہوں نے ہمیں درمیانی نماز سے روک دیا۔ حتیٰ کہ سورج غائب ہو گیا۔

**تشریح از قاسمی** | سَلَأَ اللَّهُ الْآلَ کہ آگ ان کو دنیا اور آخرت میں چمپی رہے کبھی جدا نہ ہو۔

کیونکہ انہوں نے ہمیں صلوٰۃ وسطیٰ سے روک دیا۔

**حدیث نمبر ۳۷۰۸** حَدَّثَنَا الْمُحَمَّدِيُّ بْنُ أَبِي رَاهِمٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ جَاءَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ جَعَلَ يَسُبُّ كُفَّارَ قُرَيْشٍ وَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا كَدْتُ أَنْ أَصْلِيَ حَتَّى كَادَتِ الشَّمْسُ أَنْ تَغْرُبَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللَّهِ مَا صَلَّيْتُهَا فَنَزَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَطْحَانَ فَتَوَضَّأَ لِلصَّلَاةِ وَتَوَضَّأْنَا لَهَا فَصَلَّيْتُ الْعَصْرَ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلَّيْتُ بَعْدَهَا الْمَغْرِبَ -

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ خندق کی لڑائی کے دن سورج ڈوب جانے کے بعد تشریف لائے۔ اور کفار قریش کو بُرا بھلا کہنے لگے۔ اور کہا یا رسول اللہ! میں تو نماز نہیں پڑھ سکا۔ یہاں تک کہ سورج ڈوبنے کے قریب ہو گیا۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: واللہ! میں نے بھی عصر کی نماز نہیں پڑھی۔ پس ہم جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ وادی بطحان میں اترے۔ آپ نے نماز کے لئے وضو بنائی۔ اور ہم نے بھی نماز کے لئے وضو بنائی۔ سورج غروب ہو جائے اور آپ نے عصر کی نماز پڑھی اور اس کے بعد مغرب کی نماز ادا فرمائی۔

**حدیث نمبر ۳۷۰۹** حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ سَمِعْتُ جَابِرًا يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْأَحْزَابِ مَنْ يَأْتِينَا بِخَبَرِ الْقَوْمِ فَقَالَ الزُّبَيْرُ أَنَا ثُمَّ قَالَ إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيَّ وَإِنَّ حَوَارِيَّ الزُّبَيْرِ -

ترجمہ: حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ احزاب کی لڑائی کے دن آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارے لئے قوم کی جاسوسی کر کے کون آئے گا۔ حضرت زبیرؓ نے فرمایا میں لاؤں گا۔ پھر آپ نے پوچھا۔ قوم کی خبر کون لائے گا۔ حضرت زبیرؓ نے فرمایا میں لاؤں گا۔ پھر آپ نے تیسری بار پوچھا کہ کون کی خبر کون لائے گا۔ حضرت زبیرؓ نے فرمایا میں لاؤں گا۔ آپ نے فرمایا کہ بہ نبی کا ناصر اور خاص آدمی ہوتا ہے۔ میرا خاص مددگار حضرت زبیرؓ ہے۔

تشریح از شیخ مدنی | مسلم شریف میں ہے کہ حضرت حذیفہؓ گئے تھے۔ تو روایات میں

تعارض ہوا۔ مگر کہا جائے گا۔ کہ دونوں جماعتوں کی خبر لینے کے لئے آپؐ نے دونوں کو بھیجا تھا۔ قریش کی خبر لانے کے لئے حضرت حذیفہؓ گئے تھے۔ اور بنو قریظہ جو آپؐ کے حلفاء تھے۔ ان کی خبر منگانے کے لئے آپؐ نے حضرت زبیرؓ کو بھیجا۔ چنانچہ یہ ان کے مکانات میں داخل ہو کر خبریں لے آئے۔ سردی کا موسم تھا۔ سردی سے ٹھٹھہ رہے تھے۔ آپؐ نے ان کو اپنے ساتھ سلایا۔ تاکہ وہ آپؐ سے گرمی حاصل کریں۔  
 حواری بمعنی خالص۔ مددگار۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | من یا تینا بجز القوم منہ ۹۵ قوم سے بنو قریظہ مراد ہیں۔ کہ

جاد ان کی خبر لے آؤ۔ وہ کس حال میں ہیں۔ اور ہمارے متعلق ان کے کیا ارادے ہیں۔  
**تشریح از شیخ زکریا** کتاب الجہاد میں اس بارے میں مبسوط کلام ہو چکا ہے۔  
 حضرت حذیفہؓ اور زبیرؓ کی تطبیق بھی بیان ہو چکی ہے۔

**حدیث نمبر ۳۷۱۱** حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ أَعَزُّ جُنْدَهُ وَنَصْرَ عَبْدَهُ وَغَلَبَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ فَلَا شَيْءَ بَعْدَهُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ اللہ وحدہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ اس نے اپنے لشکر کو غلبہ دیا۔ اور اپنے بندہ کی مدد فرمائی۔ اور اکیلے ہی لشکروں پر غالب آئے۔ اور اس کے وجود کے مقابلہ میں جمیع اشیاء کا عدم ہیں۔ یا یہ کہ اس واقعہ کے بعد اب لشکروں کا کوئی خوف باقی نہیں ہے۔

**حدیث نمبر ۳۷۱۱** حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَمْعَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى يَقُولُ دَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْأَحْزَابِ فَقَالَ اللَّهُمَّ مَنِّزِلِ الْكِتَابِ سَرِيعِ الْحِسَابِ اهْزِمِ الْأَحْزَابَ اللَّهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَزَلِّ لَهُمْ۔

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مختلف گمراہوں پر بد دعا فرمائی۔ فرماتے تھے۔ اے کتاب اتارنے والے اللہ! اے جلدی حساب لینے والے ان گمراہوں کو شکست سے دوچار کر دے۔ اے اللہ! ان کو شکست دے دے۔ اور

ان کو ہلا دے۔

حدیث نمبر ۳۷۱۲ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا قَتَلَ مِنَ الْغَنَازِ وَالْحَيَّ أَوْ الْعُمَرَةَ يَبْدَأُ فَيُكَبِّرُ ثَلَاثَ مَرَارٍ ثُمَّ يَقُولُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ابْتُؤْنَ تَائِبُونَ عَائِدُونَ سَاجِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ وَنُصْرَةُ اللَّهِ وَعَدُهُ وَنَصْرُ عَبْدِهِ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی کسی جہاد سے یا حج یا عمرہ سے واپس لوٹتے تو ابتدائیں تین مرتبہ تکبیر کہتے۔ پھر فرماتے اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں جو اکیلا ہے۔ اس کا کوئی سا بھی نہیں۔ اسی کی حکومت ہے اور اسی کے لئے حمد و ثنا ہے۔ اور وہی ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ ہم اللہ کی طرف لوٹنے والے توبہ کرنے والے عبادت کرنے والے اپنے رب کو سجدہ کرنے والے اور اپنے رب کی حمد و ثنا کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا۔ اپنے بندے کی مدد فرمائی۔ اور اکیلے ان سب لشکروں کو شکست سے دوچار کیا یوم احزاب میں۔

## بَابُ مَرْجِعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ

الْأَحْزَابِ وَمَخْرَجِهِ إِلَى بَنِي قُرَيْظَةَ وَمَحَاصِرِهِ إِيَّاهُمْ۔

ترجمہ ۲۔ آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا غزوہ احزاب سے واپس آنا۔ پھر بنو قریظہ کی طرف آپ کا شکر کشی کرنا اور آپ کا ان کا گھراؤ کرنا۔

حدیث نمبر ۳۷۱۳ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا رَجَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْخَنْدَقِ وَوَضَعَ السِّلَاحَ وَ اغْتَسَلَ أَتَاهُ جَبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ قَدْ وَضَعْتَ السِّلَاحَ وَاللَّهُ مَا وَضَعْنَاهُ فَاخْرُجْ إِلَيْهِ فَقَالَ فَإِلَى أَيْنَ قَالَ هُنَا وَأَشَارَ إِلَى بَنِي قُرَيْظَةَ

فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِمْ.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ خندق سے واپس لوٹے اور ہتھیار اتار لئے اور غسل کر لیا۔ تو جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے۔ کہنے لگے۔ آپؐ نے تو ہتھیار اتار دیئے۔ واللہ ہم نے انہیں نہیں اتارا۔ ان کی طرف کوچ فرمائیے۔ پوچھا کس طرف کو جانا ہے۔ فرمایا اس طرف اور بنو قریظہ کی طرف اشارہ فرمایا۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف لشکر کشی کی۔

حدیث نمبر ۳۷۱۲ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ أَبِي النَّضْرِ قَالَ قَالَ كَاتِبُ الْأَنْظُرِ  
إِلَى الْغُبَارِ سَاطِعًا فِي زُقَاقِ بَنِي غَنَمٍ مُوَكَّبٍ جَبْرِيلُ حِينَ سَارَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى بَنِي قُرَيْظَةَ -

ترجمہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں قبیلہ بنو غنم کی گلیوں کے اندر جبرائیلؑ کی سواری کی وجہ سے گرد و غبار کو ابھی اٹھتا ہوا دیکھ رہا ہوں۔ جبکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنو قریظہ کی طرف روانہ ہوئے۔

تشریح از شیخ مدنی | ہجرت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے مختلف

قبائل سے صلح نامہ پر دستخط لے کر مخالفت یعنی حلیف بنا لیا تھا۔ بنو قریظہ بھی ان میں شامل تھے۔ لیکن جیسی بنی اخطب رئیس خبیر کی ترغیب پر غزوۂ احزاب میں انہوں نے غدر کیا۔ اور قریش سے مل گئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بد عہدی پر سمجھانے سمجھانے کے لئے آدمی بھیجے۔ تو ان لوگوں نے درشت کلامی کی مخالفت کا اعلان کر دیا۔ کہنے لگے ہم یہ کہہ دیں گے وہ کہہ دیں گے اب جب آپ غزوۂ احزاب سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ پہنچے۔ بنو قریظہ نے دیکھا کہ قریش تو چلے گئے۔ ہم مسلمانوں کے غضب کا نشانہ بنیں گے۔ اس لئے وہ مع حی بن اخطب کے قلعہ کو مضبوط کر کے اس میں رہنے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین ہزار آدمی لے کر ان کی طرف خروج کیا۔ چھتیس گھوڑے آپ کے لشکر میں تھے۔ موکب جماعت کے چلنے کی کیفیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جبرائیلؑ نے بھی خروج کیا۔ بنی غنم من الخنجر ج کی کلیوں سے گزر ہوا۔ جب گھوڑوں کی ٹاپوں سے ان کلیوں میں غبار اٹھا۔ تو حضرت انسؓ اس حالت کا استحضار کر کے

بیان فرما رہے ہیں۔ یہ نہیں کہ ابھی دیکھ رہے ہیں۔

موکب جبرائیل حضرت جبرائیلؑ اور دیگر ملائکہ اس وقت بشری شکل و صورت میں تھے۔ اور گھوڑوں پر سوار تھے۔ حضرت انسؓ و حضرت عائشہؓ کو جبرائیلؑ کی معرفت یا تو آپؐ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلانے سے ہوئی یا علامات و قرائن سے معلوم کر لیا۔

**حدیث نمبر ۳۷۱۵** حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ أَسْمَاءَ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْأَحْزَابِ لَا يُصَلِّيَنَّ أَحَدُ الْعَصْرِ إِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ فَإِذَا دُرِكَ بَعْضُهُمُ الْعَصْرَ فِي الطَّرِيقِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا نُصَلِّي حَتَّى نَأْتِيَهَا وَقَالَ بَعْضُهُمْ بَلْ نُصَلِّي لَمْ يَرِدْ مِثْلُ ذَلِكَ فَذَكَرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُعْتَفِ وَاحِدًا مِنْهُمْ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم الاحزاب میں فرمایا کہ تم سب بنو قریظہ میں جا کر عصر کی نماز ادا کرو۔ بعض کو عصر کی نماز کا وقت راستے میں آگیا۔ اور بعض نے کہا۔ ہم تو جب تک دہاں نہیں پہنچیں گے نماز نہیں پڑھیں گے۔ اور بعض نے کہا مقصد جلدی پہنچنا تھا۔ خواہ دہاں پڑھنا مقصود نہیں تھا۔ اس لئے ہم تو یہیں پڑھ لیتے ہیں جب یہ معاملہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذکر کیا گیا۔ تو آپؐ نے کسی پر ڈانٹ ڈپٹ نہیں کی۔

**تشریح از شیخ مدنی** الایصلین احد الخ سے مقصود جلدی کرنا تھا۔ لیکن لوگ تھکے ہوئے تھے۔ کپڑے بھی میلے تھے۔ لوگوں نے خروج کیا تو درمیان میں عصر کی نماز کا وقت آگیا۔ تو لشکریوں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ بعض نے تو راستہ میں نماز پڑھ لی۔ دوسری جماعت نے دہاں جا کر نماز ادا کی۔ کہ حکم ایسا ہی تھا۔ آپؐ نے واقعہ سننے کے بعد کسی کو ملامت نہیں کی۔ کیونکہ دونوں کا مقصد ایک تھا۔ محض رائے کا اختلاف تھا۔ اب یہاں ایک مسئلہ یہ ہے کہ المجتہد فی الفروع یصیب داعماً اسم لا اصول تو ایک ہیں۔ کیونکہ حقائق کا تعلق تو محکی عنہ سے ہوتا ہے۔ ان میں حق متعدد نہیں۔ بلکہ حق ان میں معدوم ہو گا یا موجود قطعیات خواہ عقائد ہوں یا اعمال ان میں تو اجتہاد جائز نہیں۔ جو قطعیات کا مخالف ہو گا۔ یقیناً وہ خطا کار ہو گا۔ جیسے ردائض، مرجئہ، معتزلہ وغیرہ ہیں۔ اس ضابطہ کے تسلیم ہو جانے کے بعد اب کل مجتہد مہیب ہو گا۔ تو قطعیات میں حق متعدد نہ ہو گا۔ البتہ ظنیات



اور فروعات میں نہ مجتہد سے مواخذہ ہوتا ہے۔ نہ اس نے مقلد سے ماسواہر کان القول غطاءً و صواباً  
 ہاں احکام میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ احکام میں بھی حق متعدد نہیں ہے۔ بلکہ حق واحد ہے۔  
 اور مجتہد کے لئے کہا جاتا ہے۔ کہ اگر اس کا اجتہاد مصیب ہو تو اسے دوا جر میں گئے۔ ورنہ ایک  
 اجر ملے گا۔ اور ایسے مقلد کا حکم ہے۔ اسی پر اجماع امت ہے۔ اور اجتہاد بذل الوسع والطاقۃ  
 لا دراک حکم الحق کو کہتے ہیں۔ حکم تو ایک ہی ہوگا۔ دونوں اصابت کا درجہ نہیں رکھتے۔ یہ مذہب  
 جمہور مصنفین کا مشہور ہے۔ بنا بریں کہا جاتا ہے کہ مجتہد محل ملامت نہیں۔ کیونکہ اس نے اپنی وسعت  
 کے مطابق اجتہاد کیا۔ ایسے مقلد بھی خطا پر عمل کرنے سے قابل ملامت نہیں ہے۔ مگر محققین فرماتے  
 ہیں کہ فروع میں حق متعدد ہے۔ یہ مسلک اخلاف کا ہے۔ کہ اشارات میں حق متعدد ہے البتہ اخبارات  
 میں متعدد نہیں اور ہر مجتہد فی الفروع مصیب ہے۔ اور حق موضع خلاف میں متعدد ہوتا ہے مصنفین  
 جو حق کو واحد کہتے ہیں۔ وہ اس جماعت کو مصوبہ کہتے ہیں۔ اور مصوبہ کی جماعت میں امام ابو حنیفہ  
 امام الحرمین امام ابو الحسن اشعری اور ماتریدیہ شامل ہیں۔ ان کے مسلک پر مصنفین نے اعتراض کیا۔  
 اور صاحب تو ضیع نے امام صاحب کے اس قول کو لے کر تاویل کی۔ امام صاحب کا مذہب کل مجتہد  
 مصیب قول مشہور کے مخالف ہے۔ لہذا تاویل کی جائے گی۔ کہ مصیب فی الابتداء و فی  
 ترتیب المقدمات و مخطی فی تخريج انشائج کہ وہ مجتہد ابتداء میں اور مقدمات کی  
 ترتیب میں صواب پر ہے۔ لیکن نتائج کے نکالنے میں خطا کا رہے۔ لیکن یہ تاویل شبہات سے خالی  
 نہیں۔ کیونکہ تحقیق یہی ہے۔ کہ کل مجتہد مصیب۔ چنانچہ شمس الائمہ سرخسی نے اس پر ایک مستقل  
 رسالہ لکھا ہے۔ اور یہی قول صاحب قصیدہ بمدہ کا ہے۔ علامہ سرخسی کی تحقیق کا ماحصل یہ ہے  
 کہ نجات صواب اور ماسبہ بہ پر موقوف ہے اور شبہ بالشیء کو وجوہات مختلفہ کے اعتبار  
 سے کبھی مقصود ہو سکتا ہے۔ اس لئے ارشاد نبوی ہے اختلاف اہل رحمت میری امت کا  
 اختلاف رحمت ہے۔ وحدت حق کی صورت میں اختلاف کو رحمت قرار دینا مشکل ہو جائے گا۔  
 شیخ عبد الوہاب شعرانی نے اپنی کتاب کشف الغمہ میں مذاہب اربعہ کے متعلق لکھا ہے۔  
 کہ حق ایک حوض ہے۔ جس سے ہر امام نالیاں نکال رہا ہے۔ اور ہزار در ہزار لوگ اس سے  
 سیراب ہو رہے ہیں۔ امام ابو حنیفہ کی نالی بہت وسیع و عریض ہے۔ جس سے بہت لوگ سیراب

ہو رہے ہیں۔ اس سے انہوں نے مذہب حنفیہ کو دیر پار ہٹنے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ چنانچہ یہ مشاہدہ سے ثابت ہے کہ مسلمانوں کی نصف آبادی سے بھی زیادہ مسلمان حنفی المذہب ہیں اور باقی نصف قلیل آبادی دیگر مذاہب پر مشتمل ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے اسی قسم کے مکاشفات منقول ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رکون (جھکاؤ) جمیع مذاہب کی طرف برابر تھا۔ مگر جو غوامض مذہب حنفی میں مفہم ہیں۔ وہ ان غوامض کے موافق ہیں۔ جن پہ زمانہ نبوی میں شریعت کا نزول ہوا ہے۔ تو اس بحث سے معلوم ہوا کہ زمان واحد میں حق اشخاص متعدد ہو سکتا ہے۔ بنا بریں ہر امام اپنے مسلک کو صحیح کہتا ہے۔ اس کی مثال اطباء کا ایک مریض کے بارے میں مختلف ادویہ کا تعین کرنا ہے۔ مثلاً یونانی ایک دوا تجویز کرتا ہے ڈاکٹر اس کے خلاف کرتا ہے۔ شفا من جانب اللہ ہر ایک سے حاصل ہو جاتی ہے۔ لیکن خیال رہے کہ جب طبیب کی دوائی استعمال کر رہا ہے۔ تو اس کے جمیع اصول کی پابندی لازم ہوگی۔ ورنہ بجائے نفع کے نقصان اٹھانا پڑے گا۔ اس طرح جس شخص نے مذہب حنفی کو اختیار کیا۔ تو اسے دوسرے مسلک کا اتباع نہ کرنا چاہیے۔ ورنہ یہ ہوا پرستی ہوگی۔ مصتبہ کے استدلال میں سے یہ بنو قریظہ کا واقعہ بھی ہے۔ کہ آپؐ کا ایک حکم تھا۔ بعض لوگوں نے ظاہر پر عمل کیا۔ اور بعض نے حقیقت کو سمجھا۔ آپؐ نے دونوں پر ملامت نہیں فرمائی۔ معلوم ہوا کہ دونوں جماعتیں حق پر تحقیق اور صواب پر عمل پیرا تھیں۔ تو حق متعدد ہوا۔ یہی قول اقرب الی تحقیق ہے۔

واتینا داؤد و سلیمان علما اذیحکمان فی حرث القوم ففہمناھا سلیمان و دونوں حکم داؤد اور سلیمان کے ایک واقعہ میں مختلف ہیں۔ مگر پھر بھی کلا اتینا حکماء و علما فرمایا جاتا ہے۔

الحاصل معلوم ہوا کہ مسئلہ واحدہ میں حق متعدد ہو سکتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں حضرت شعیبؑ ان کے مرتبی ہیں۔ ان کی نبوت متحقق ہے۔ یقیناً ان کے فروع میں ضرور اختلاف ہوگا۔ نیز! نصوص سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ پہلے زمانہ میں ایک ہی امت میں متعدد انبیاء ہوتے تھے۔ تو حضرت شعیبؑ کی شریعت حضرت موسیٰؑ کی شریعت کے مخالف تھی۔ تو احکام بھی متخالف ہوں گے۔ اور وہ سب صواب تھے۔ معلوم ہوا کہ حق متعدد ہو سکتا ہے۔

حدیث نمبر ۳۷۱۶ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ الرَّجُلُ يَجْعَلُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّخْلَاتِ حَتَّى افْتَتَحَ قُرَيْظَةَ وَالتَّضِيرَ وَإِنْ أَهْلَى أَمْرُوْنِي أَنْ أَتِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْأَلَهُ الَّذِينَ كَانُوا أَعْطَوْهُ أَوْ بَعْضَهُ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَعْطَاهُ أَمْ آيَمَنْ فَجَاءَتْ أَمْ آيَمَنْ فَجَعَلَتِ الثُّوبَ فِي عُنُقِي تَقُولُ كَلَّا وَالَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَا يُعْطِيكَهُمُ وَقَدْ أَعْطَانِيهَا أَوْ كَمَا قَالَتْ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَكَ كَذًا أَوْ تَقُولُ كَلَّا وَاللَّهُ حَتَّى أَعْطَاهَا حِسْبْتُ أَنَّهُ قَالَ عَشْرَةَ أَمْثَالِهِ أَوْ كَمَا قَالَ -

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ابتداء اسلام میں مدینہ والوں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کچھ کھجوروں کے درخت ہمہ کر دیئے تھے۔ تاکہ مہاجرین حضرات ان کے پھلوں سے فائدہ حاصل کریں۔ یہاں تک کہ جب بنو قریظہ اور بنو نضیر کے باغات فتح ہو گئے۔ تو میرے گھر والوں نے مجھے حکم دیا کہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر ان کھجوروں کی واپسی کا مطالبہ کروں۔ جو ان لوگوں نے دیئے تھے یا ان کا بعض حصہ واپس کر دیں۔ ہماری کچھ کھجوریں آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُم ایمنؓ کو دے رکھی تھیں۔ تو حضرت اُم ایمنؓ نے آکر میری گردن میں کپڑا ڈال دیا۔ اور کہنے لگی کہ ہرگز نہیں۔ اس اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو کھجوریں مجھے دے چکے ہیں وہ تمہیں واپس نہیں کر سکتے۔ یا اس طرح کے کلمات کہے۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے فرما رہے تھے کہ تم اس کے بدلے اس قدر لے لو اور ان کو چھوڑ دو۔ وہ کہتی جا رہی تھیں کہ واللہ ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ یہاں تک میرا گمان ہے کہ آپؐ نے انہیں دس گنا دے کر راضی کیا۔ کیونکہ آپؐ ان کا حق ضمانت ادا کر رہے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ہجرت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار مدینہ

سے کہا کہ مہاجرین سے مواسات اور تواضات کا معاملہ کر دو۔ اور کچھ عرصہ تک کے لئے کھجوریں نفع اٹھانے کے لئے انہیں دے دو۔ اگرچہ انہوں نے یہ سخلات ہمہ کرنے کے لئے کہا تھا مگر آپؐ

نے مہربانہ کرنے دیا۔ بلکہ کچھ عرصہ تک نفع اٹھانے کے لئے فرمایا۔ بنا بریں حضرت انسؓ کی والدہ اتم سلیمؓ نے آپؐ پر چند سخلات مہربانہ کئے تھے۔ جو آپؐ نے اتم ایمینؓ کو عطا کر دیئے۔ حضرت اتم ایمینؓ آپؐ کو والد کی طرف سے ورثہ میں ملی تھیں۔ جب حضرت زید بن حارثہؓ آپؐ کے ملک میں آئے تو آپؐ نے اتم ایمینؓ کا نکاح ان سے کر دیا۔ جن سے حضرت اسامہ بن زیدؓ پیدا ہوئے۔ چونکہ حضرت اتم ایمینؓ آپؐ کی پودر شش کنندہ اور خدمت گزار تھیں۔ جس پر ان کو ناز تھا۔ نیز اپنی گود میں بھی آپؐ کو کھلایا تھا۔ حق حضانت کی وجہ سے آپؐ ان کا احترام کرتے تھے۔ جب بنو قریظہ فتح ہوا۔ اور بنو قریظہ اور بنو النضیر کے باغات مہاجرین میں تقسیم ہوئے تو انہوں نے انصار کو ان کی سخلات واپس کر دیں۔ حضرت انسؓ اپنی کھجور جب واپس لینے کے لئے آئے تو حضرت اتم ایمینؓ نے انکار کر دیا۔ آپؐ نے حضرت اتم ایمینؓ سے بہت کچھ کہا سنا۔ لیکن انہوں نے ایک نہ سنی۔ یہاں تک کہ آپؐ نے فرمایا۔ کہ اس کے بدلے تمہیں دس گنا سخلات دی جائیں گی۔ تب انہوں نے وہ سخلات واپس کر دیئے۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | فاسألہ الذی کانوا اعطوہ ص ۵۹ | اس روایت باب سے

ثابت ہوا کہ مہربانہ میں رجوع کرنا جائز ہے۔ اور یہ بھی کہ جب موصوب لہ کسی دوسرے کو مہربانہ کر دے تو داہب اول موصوب لہ اول سے واپسی کا حق نہیں رکھتا۔ یہی وجہ ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اتم ایمینؓ کو سخلات واپس کرنے کا حکم دیا۔ اگر آپؐ خود واپس کرنے کا اختیار رکھتے ہوتے تو اس رد و کہ کی ضرورت نہ تھی۔ اور مہربانہ میں رجوع کرنے کا جواز ظاہر ہے۔ کیونکہ انصار نے جو کچھ مہاجرین کو دیا تھا۔ ان سے واپس لے لیا۔ اور اس معاملہ کو مہربانہ کی بجائے عاریۃ پر محمول کرنا ممکن نہیں۔ کیونکہ اگر عاریۃ کا معاملہ ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اتم انسؓ کے عطیہ کی اتم ایمینؓ کو عطا نہ فرماتے۔ کیونکہ عاریۃ کا مہربانہ کرنا جائز نہیں۔

**تشریح از شیخ زکریا** | حضرت قطب گنگوہیؒ نے کیسی دقت نظر سے فقہیت اور

درایت کا حق ادا کر دیا۔ کہ مسلک حنفی کے مطابق مہربانہ میں رجوع کرنا جائز ہے۔ اور سیاق حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ معاملہ مہربانہ کا تھا عاریۃ کا نہیں تھا۔ اور جو لوگ مہربانہ میں رجوع کو جائز نہیں کہتے وہ اسے عاریۃ پر محمول کہتے ہیں۔ چنانچہ حافظؒ فرماتے ہیں کہ مہاجرین مالک نہیں بنے تھے۔ حضرت اتم ایمینؓ نے گمان کیا کہ وہ سخلات کے رقبہ کی مالک ہے۔ اس لئے رد کرنے سے انکار

کہ دیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاطفت سے ان کو دس گنا عوض دے کر راضی کر لیا۔ لیکن اس تاویل پر تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے گمان کو باطل کرنا تھا۔ اور آپ کے سکوت سے تودہ سخت پریشانی میں مبتلا ہو گئیں۔ کیونکہ انہیں معلوم ہو گیا۔ کہ حبہ میں رجوع جائز ہے۔ وہی ہماری مراد ہے۔ لیکن ان کے مسلک پر جائز نہیں ہے۔

ان الموہوب لہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک حبہ میں رجوع کرنا سات شرائط سے مشروط ہے۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حبہ موہوب لہ کے ملک سے نکل جاتا ہے۔ دو ملک ردھا چنانچہ روایت میں ہے کہ آپ نے حضرت اتم ایمنؓ کو رد کرنے کا حکم دیا۔ خود رد نہیں فرمایا۔

رجوع الانصار اگر اشکال ہو۔ کہ اگرچہ احناف کے نزدیک رجوع فی الحبہ جائز ہے لیکن درختاریں اسے مکروہ تحریمی یا تنزیہی کہا گیا ہے۔ تو انصار نے اس مکروہ فعل کا ارتکاب کیوں کیا۔ تو کہا جائے گا کہ جب ان نخلات کی واپسی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے سرزد ہوئی۔ تو پھر کراہت کیسے رہی۔

لا یحکم حملہ علی العاریۃ لیکن میرے نزدیک اس پر یہ اشکال ہے کہ جو لوگ اسے عاریت پر محمول کرتے ہیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عطیہ اتم ایمنؓ کو بھی عاریت پر حمل کرتے ہیں۔ جیسے کہ حافظ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت اتم ایمنؓ نے اسے ملکیت گمان کیا تھا۔ حالانکہ ملکیت نہ تھی۔

حدیث نمبر ۳۷۱۰ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ نَزَلَ أَهْلُ قَرْيَظَةَ عَلَى حُكْمِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فَأَرْسَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى سَعْدٍ فَأَتَى عَلَى جَمَارٍ فَلَمَّا دَفَنِي مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَ لِلْأَنْصَارِ قُومُوا إِلَى سَيِّدِكُمْ أَوْ خَيْرِكُمْ فَقَالَ هَؤُلَاءِ نَزَلُوا عَلَيَّ حُكْمًا فَقَالَ تَقْتُلُ مَقَاتِلَتَهُمْ وَتَسْبِي ذُرَارِيَهُمْ قَالَ قَضَيْتُ بِحُكْمِ اللَّهِ وَرَبِّمَا قَالَ بِحُكْمِ الْمَلِكِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں۔ کہ قریظہ والے حضرت سعد بن معاذؓ کے فیصلہ پر اتر

آئے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ کی طرف قاصد بھیجا تو وہ گدھے پر سوار ہو کر آئے۔ تو جب آپ مسجد کے قریب پہنچے تو آپؐ نے انصار سے فرمایا کہ اپنے سردار یا اپنے بہتر آدمی کی طرف اٹھو۔ پھر فرمایا کہ یہ لوگ تمہارے فیصلہ پر راضی ہوئے ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ ان کے لڑائی کے قابل لوگ قتل کر دیئے جائیں۔ اور ان کی عورتیں اور بچے قیدی بنائے جائیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ تو نے اللہ کے فیصلے کے مطابق فیصلہ دیا۔ اور کبھی فرماتے کہ بادشاہ نہ فیصلہ کیا۔ جب بنو قریظہ نے بدعہدی کی تو حضرت سعدؓ کو بھی سخت غصہ آیا۔ کیونکہ یہ ان کے حلیف تھے۔ اور دشمنوں سے مل گئے تھے۔ حضرت سعدؓ کو اس غزوہ خندق میں ایک زخم آیا تھا۔ جس پر انہوں نے دعا مانگی تھی۔ یا اللہ! اگر قریش سے مسلمانوں کی کوئی جنگ باقی ہو۔ تو مجھے اس وقت تک زندہ رکھیو۔ ورنہ اگر اتنا ضرر ہو۔ کہ بنو قریظہ کا فیصلہ اپنی آنکھوں سے دیکھوں۔ اس پر ان کا بہتا ہوا خون بند ہو گیا۔ اور آپؐ نے ان کا خیمہ اپنے قریب لگوایا۔ تاکہ برابر تیمارداری کرتے رہیں۔ جب بنو قریظہ کا محاصرہ ہوا تو آپؐ نے ان سے فرمایا۔ ہماری وجہ سے تم قلعہ کا دروازہ مت کھولو۔ اس میں کئی سیاسی مصالح تھے۔ ایک تو یہ کہ اوس قبیلہ کو شکایت کا موقع نہ ملے کہ آپؐ نے ان کو قتل کیوں نہ کیا۔ اس لئے آپؐ نے ان بنو قریظہ سے کہا کہ حضرت سعدؓ تمہارے متعلق جو فیصلہ کریں اسے مان لو۔ ان کو سابقہ تعلقات کی بنا پر توقع تھی کہ وہ ہماری رعایت کریں گے۔ دوسرے اوس کے لوگ خوش ہو جائیں گے۔ کہ ہمارے سردار کو حکم مقرر کیا گیا ہے۔ اگر وہ کوئی رعایت بھی کرے گا۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ چنانچہ وہ گدھے پر سوار تشریف لائے۔ کیونکہ زخم گہرا ہونے کی وجہ سے بہت کمزور ہو گئے تھے اور ورم آگیا تھا۔ تو حضرت سعدؓ نے فیصلہ دیا کہ ان کے نوجوان لڑائی کے قابل لوگ قتل کر دیئے جائیں۔ اس لئے کہ انہوں نے غدر کیا تھا۔ حالانکہ یہ اوس کے نہیں بلکہ مسلمانوں کے حلیف تھے مشرکین اور دیگر دشمنان اسلام سے ایسا معاملہ نہیں کیا گیا۔ وجہ یہ کہ یہ لوگ دانا دشمن تھے۔ باری تعالیٰ بھی ان سے سخت برہم تھے۔ لہذا ان پر تشدد ہوا۔ یا اهل الكتاب امنوا من قبل ان نطس وجوهہم والایہ۔ قوموا ابی سیدکم سے امام نوویؒ نے استدلال کیا ہے کہ کسی کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا جائز ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ کسی کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا جائز نہیں۔ کیونکہ آپؐ نے اسے فعل اعاجم قرار دیا ہے۔ لا تقوموا لی كما تقوم الاعاجم بحاظہم کہ جس طرح عجی لوگ اپنے بڑوں

کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔ اس طرح تم میرے لئے کھڑے نہ ہو اگر وہ اور حضرت معاذؓ کی روایت ہے۔ کہ من سرہ ان یقوم لی احد فلیتبقوا مقعدہ فی النار۔ جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ کوئی اس کے لئے کھڑا ہو۔ تو اسے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنانا چاہیے۔ تو معلوم ہوا کہ امام نوویؒ کا استدلال صحیح نہیں۔ ورنہ انصار کی تخصیص کی کیا ضرورت تھی۔ سب مسلمانوں کو تعظیم کا حکم دیا جاتا۔ دوسرے قوموا الی سیدکم ہے سیدکم نہیں فرمایا۔ قوموا الی سیدکم کے معنی قوموا الی تنزیل سیدکم ہمارے فقہانے قیام للقادم کے لئے یباح لا بأس کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ اس کی وجہ یہ بیان کی گئی۔ کہ کھڑا نہ ہونے سے حقدار کینہ پیدا ہوتا ہے۔ لہذا قیام کی اجازت دی گئی۔ ورنہ درحقیقت اجازت نہیں تھی۔ ابن حجرؒ کا قول صحیح ہے۔ اس سے قیام مولود کا جواز ثابت نہیں ہوتا کیونکہ ولعزروہ و تو قر وہ کے اول مخاطب صحابہ کرامؓ تھے۔ وہاں حقیقتاً قدم ہوتا تھا۔ جس پر صحابہ کرامؓ کھڑے نہیں ہوتے تھے۔ مولود میں تو درحقیقت قدم بھی نہیں ہے۔ تو اس پر التزام کیسے صحیح ہوگا۔

**حدیث نمبر ۳۷۸۱** حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَىٰ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أُصِيبَ سَعْدُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ رَمَاهُ رَجُلٌ مِّنْ قُرَيْشٍ يُقَالُ لَهُ جَبَّانُ بْنُ الْعَرِيقَةِ رَمَاهُ فِي الْأَكْحَلِ فَضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِيَمَةً فِي الْمَسْجِدِ لِيَعُودَهُ مِنْ قَرِيبٍ فَلَمَّا رَجَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْخَنْدَقِ وَضَعَ السِّلَاحَ وَاغْتَسَلَ فَأَتَاهُ جَبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ يَنْفُضُ رَأْسَهُ مِنَ الْغُبَارِ فَقَالَ قَدْ وَضَعْتَ السِّلَاحَ وَاللَّهِ مَا وَضَعْتُهُ أَخْرَجَ إِلَيْهِمُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ فَاشَارَ إِلَى بَنِي قُرَيْظَةَ فَأَتَاهُمُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَنَزَّلُوا عَلَى حُكْمِهِ فَرَدَّ الْحُكْمَ إِلَى سَعْدٍ قَالَ فَإِنِّي أَحْكُمُ فِيهِمْ أَن تَقْتُلَ الْمُقَاتِلَةَ وَأَنْ تُسَيِّئَ النِّسَاءُ وَالذَّرِيَّةُ وَأَنْ تُقْسَمَ أَمْوَالُهُمْ قَالَ هَشَامٌ فَأَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ سَعْدًا قَالَ اللَّهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ أَجَاهِدَ هُمْ فَيُكِّفَ مِنْ قَوْمٍ كَذَّبُوا رَسُولَكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَخْرَجُوهُ اللَّهُمَّ فَإِنِّي أَظُنُّ أَنَّكَ قَدْ وَضَعْتَ الْحَرْبَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ فَإِنْ كَانَ بَقِيَ مِنْ حَرْبٍ قُرَيْشٍ شَيْءٌ

فَابْقِنِي لَهُ حَتَّى أَجَاهِدَهُمْ فِيكَ وَإِنْ كُنْتُ وَضَعْتَ الْحَرْبَ فَاَنْجِرْهَا  
وَأَجْعَلْ مَوْتِي فِيهَا فَاَنْفَجَرْتُ مِنْ لَبَّتِيهِ فَلَمْ يَرِ عُمُومِي فِي الْعَسْجِدِ  
خِيَمَةً مِّنْ بَنِي عَفَّارٍ إِلَّا الدَّمُ يُسِيلُ إِلَيْهِمْ فَقَالُوا يَا أَهْلَ الْخِيَمَةِ مَا  
هَذَا الَّذِي يَا بَنِيْنَا مِنْ قِبَلِكُمْ فَيَا ذَا سَعْدٍ يُعْذِرُ وَجُرْحُهُ دَمًا فَمَاتَ مِنْهَا

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ خندق کی لڑائی میں حضرت سعدؓ زخمی ہو گئے۔ قریش کے آدمی  
جس کو جہان بن العرقہ کہا جاتا تھا۔ اس نے تیر پھینکا تھا۔ جو ان کے بازو کی رگ میں لگا۔ جناب  
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی میں ایک خیمہ لگا دیا۔ تاکہ نزدیک سے ان کی بیماری پڑی  
کرتے رہیں۔ جب آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خندق سے گھر کو واپس ہوئے تو ہتھیار اتار  
کر غسل کیا۔ تو جبرائیل علیہ السلام آپ کے پاس اس حال میں آئے کہ وہ اپنے سر سے غبار کو جھاڑ رہے  
تھے۔ فرمایا! حضرت! آپ نے تو ہتھیار اتار دیتے ہیں۔ واللہ! میں نے ابھی انہیں نہیں اتارا۔ آپ  
ان کی طرف روانہ ہوں۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کہاں۔ تو انہوں نے بنو قریظہ  
کی طرف اشارہ کیا۔ پس آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اکمران کا محاصرہ کیا۔ تو وہ آپ کے  
فیصلہ کرنے پر راضی ہو گئے۔ آپ نے فیصلہ حضرت سعدؓ کے سپرد کر دیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ میں تو ان کے  
بارے میں یہ فیصلہ دیتا ہوں۔ کہ ان کے لڑاکے نو جوان قتل کر دیئے جائیں۔ ان کی عورتیں اور چھوٹے بچے  
قیدی بنائے جائیں۔ اور ان کا مال و دولت تقسیم کر دیا جائے۔ ہشام فرماتے ہیں کہ مجھے میرے باپ نے  
حضرت عائشہؓ سے خبر دی ہے۔ کہ حضرت سعدؓ نے یہ دعا مانگی کہ اے اللہ! آپ کو بخوبی علم ہے کہ مجھے  
اس سے زیادہ کوئی محبوب نہیں کہ میں تیری رضا کے لئے ان لوگوں سے جہاد کروں جنہوں نے تیرے  
رسول کو جھٹلایا۔ اور اسے وطن سے نکلنے پر مجبور کر دیا۔ اور مجھے یقین ہے کہ آپ نے ہمارے اور  
ان کے درمیان لڑائی کی طرح ڈال دی ہے۔ پس اگر قریش کی لڑائی کا کچھ حصہ باقی رہ گیا ہے۔ تو  
مجھے ان کے لئے باقی رکھو تاکہ میں تیری رضا کے لئے ان سے جہاد کروں۔ اگر آپ نے ان کی لڑائی کو  
اٹھا لیا ہے۔ تو میرے اس زخم کو چالو کر دے۔ اور اسی میں میری موت واقع کر دے۔ پس ان کے  
سینہ سے خون جاری ہو گیا۔ مسجد میں بنو عفار کا خیمہ تھا۔ خون بہتا ہوا اچانک اہل مسجد تک پہنچ گیا۔  
تو انہوں نے کہا کہ اے خیمہ والو! یہ کیا ہے جو تمہاری طرف سے ہم تک پہنچ رہا ہے۔ پس کیا دیکھتے ہیں۔



کہ وہ تو حضرت سعد کے زخم کا خون بہہ رہا ہے۔ پس اسی زخم سے ان کی شہادت واقع ہوئی۔ ان کی موت سے عرش رحمن کا نپ اٹھا۔ ستر ہزار فرشتہ ان کے جنازہ کے ہمراہ تھا۔ (قسط لانی)

حدیث نمبر ۳۷۱۹ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ سَمِعَ الْبَرَاءَ قَالَ

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَسَّانِ أَهْجُهُمْ أَوْ هَاجِهِمْ وَجَبْرِيلُ مَعَكَ وَزَادَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ قُرَيْظَةَ لِحَسَّانِ بْنِ ثَابِتٍ أَهْجُ الْمُشْرِكِينَ فَإِنَّ جَبْرِيلَ مَعَكَ۔

تمہ مجہ۔ حضرت برائہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسانؓ سے فرمایا کہ ان کی ہجو کرو۔ اور جبرائیلؑ تمہارے ساتھ ہیں۔ ابراہیمؓ نے زیادہ بیان کیا۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قریظہ کی لڑائی میں حضرت حسان بن ثابتؓ سے فرمایا کہ تم مشرکین کی اشعار میں مذمت کرو۔ بے شک جبرائیلؑ تمہارے ساتھ ہیں۔

## بَابُ غَزْوَةِ ذَاتِ الرِّقَاعِ

وَهِيَ غَزْوَةٌ مُحَارِبٌ خَصَفَةً مِنْ بَنِي ثَعْلَبَةَ مِنْ غَطَفَاتِ

فَنَزَلَ تَخْلًا وَهِيَ بَعْدَ خَيْبَرَ لِأَنَّ أَبَا مُوسَى

حدیث نمبر ۳۷۲۰ جَاءَ بَعْدَ خَيْبَرَ وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَجَاءٍ عَنْ

جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِأَصْحَابِهِ فِي الْخَوْفِ فِي غَزْوَةِ السَّائِعَةِ غَزْوَةِ ذَاتِ الرِّقَاعِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ صَلَّى النَّبِيُّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْخَوْفَ بِذِي قَرْدٍ وَقَالَ بَكْرُ بْنُ سَوَادَةَ عَنْ

أَبِي مُوسَى أَنَّ جَابِرًا حَدَّثَهُمْ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهِمْ

يَوْمَ مُحَارِبٍ وَثَعْلَبَةَ وَقَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ سَمِعْتُ جَابِرًا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى ذَاتِ الرِّقَاعِ مِنْ تَخْلٍ فَلَقِيَ جُمُعًا مِنْ غَطَفَانَ فَلَمْ

يَكُنْ قِتَالٌ وَآخَاَفَ النَّاسُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ رَكَعَتِي الْخَوْفِ وَقَالَ يَزِيدُ عَنْ سَلَمَةَ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْقَرَدِ -

ترجمہ - غزوہ ذات الرقاع کے بارے میں - یہ لڑائی محارب خصفہ بن بنی ثعلبہ بن عطفان کی جماعت سے ہوئی - جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نخل کے مقام پر قیام فرمایا تھا - جو مدینہ سے دو دن کے فاصلہ پر ایک وادی ہے - امام بخاری فرماتے ہیں کہ یہ غزوہ غزوہ خیبر کے بعد واقع ہوا ہے - کیونکہ حضرت ابو موسیٰ اشعرثی غزوہ خیبر کے بعد تشریف لائے ہیں - حدیث نمبر ۳۷۲۰ - حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حالتِ خوف میں اپنے اصحاب کو ساتویں غزوہ غزوت ذات الرقاع میں نماز خوف پڑھائی - اور ابن عباس فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی قرد میں صلوٰۃ خوف پڑھائی ہے - اور دوسری سند میں حضرت جابر فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مقام نخل سے ذات الرقاع کی طرف روانہ ہوئے - تو قبیلہ عطفان کی ایک جماعت سے ملاقات ہوئی - لیکن ان سے لڑائی نہیں ہوئی - بلکہ لوگوں نے ایک دوسرے کو ڈرایا دھمکایا - تو آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دو رکعت صلوٰۃ خوف پڑھائی - اور چوتھی سند میں سلمہ سے مروی ہے کہ یوم القرد میں میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جہاد میں حصہ لیا -

حدیث نمبر ۳۷۲۱ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ خَدَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزَاةٍ وَنَحْنُ سِتَّةُ نَفَرٍ بَيْنَنَا بَعِيرٌ نَعْتَقِبُهُ فَتَقَبَّتْ أَقْدَامُنَا وَتَقَبَّتْ قَدَمَايَ وَسَقَطَتْ أَظْفَارِي وَكُنَّا نَلْقَى عَلَى أَرْجُلِنَا الْخِرْقَ فُسِّمَتْ غَزْوَةُ ذَاتِ الرِّقَاعِ لِمَا كُنَّا نَعْصِبُ مِنَ الْخِرْدِ عَلَى أَرْجُلِنَا وَحَدَّثَ أَبُو مُوسَى بِهَذَا شَرِّ كَرِهَةٍ ذَلِكَ قَالَ مَا كُنْتُ أَصْنَعُ بِأَنْ أَذْكُرَهُ كَأَنَّهُ كَرِهَةٌ أَنْ يَكُونَ شَيْءٌ مِّنْ عَمَلِهِ أَفْشَاهُ -

ترجمہ - حضرت ابو موسیٰ فرماتے ہیں کہ ایک غزوہ میں ہم جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ روانہ ہوئے اور ہم چھ آدمی تھے - ہمارے درمیان صرف ایک اونٹ تھا - جس پر ہم باری باری سوار ہوتے تھے - اس سفر میں ہمارے پاؤں زخمی ہو گئے - میرے تو پاؤں زخمی ہوتے اور ناخن بھی گر گئے تو ہم اپنے پاؤں پر پٹے کے چیتھرے پیٹتے تھے - پس اس غزوہ کا نام ذات الرقاع رکھا گیا - کیوں کہ

اس میں ہم اپنے پاؤں پر کپڑے کے ٹکڑوں کی پٹیاں باندھتے تھے۔ حضرت ابو موسیٰ نے یہ حدیث بیان تو کر دی۔ لیکن پھر وہ اسے پسند نہیں کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ یہ نیکی ہم نے اس لئے نہیں کی تھی کہ میں اس کا ذکر کرتا پھروں۔ گویا کہ اپنے نیک عمل کو ظاہر کرنا پسند نہ کیا۔ عمل کا چھپانا افضل ہے۔

**تشریح از شیخ مدنی** | ذات الرقاع کی وجہ تسمیہ کے بارے میں بعض نے کہا کہ پتھر ملی زمیں میں چلنا پڑتا تھا۔ مجاہدین کے جوتے پھٹ گئے تھے۔ اور پیدل چلنے سے پاؤں زخمی ہو گئے۔ جن پر حقیقت بانیہ گئے۔ بعض نے کہا جن مقام پر یہ غزوہ واقع ہوا۔ وہاں مختلف رنگوں کے پہاڑ تھے۔ کوئی سفید۔ کوئی کالے اور کوئی سرخ تھے۔ جیسے کہ جیٹھڑے مختلف الوان کے ہوتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ ذوات الالوان یعنی مختلف رنگوں والے جھنڈے بنائے گئے تھے۔

محارب ایک قبیلہ ہے۔ غطفان جد اعلیٰ ہے۔ جن کا ایک بطن ثعلبہ ہے۔ اور اس کا چھوٹا بطن خصفہ ہے۔ اور اس کا چھوٹا بطن محارب ہے۔

**فانزل تخلا نخلی** ایک مقام کا نام ہے۔ جہاں پر نخلات بہت تھے۔ اور بعض نے حقیقی معنی مراد لئے ہیں۔ اہل سیر نے غزوہ ذات الرقاع میں بہت اختلاف کیا ہے۔ بعض نے قبل از خیبر بعض نے بعد از خیبر اور بعض نے قبل از تبوک اور بعض نے کہا بعد از خندق اور قرظہ واقع ہوا ہے۔ اور صحیح بھی یہی ہے۔ کہ قبل از خیبر واقع ہوا۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ بعد از خیبر واقع ہوا۔ پھر اعتراض ہو گا۔ کہ اسے غزوہ خیبر کے بعد ذکر کیا جاتا۔ تو شاید اس طرف اشارہ کرنا ہو۔ کہ ذات الرقاع دو مختلف غزوں کا نام ہے۔ ایک قبل از خیبر اور دوسرا بعد از خیبر یہ امام بیہقی نے کہا ہے۔ اب امام بخاری اس پر دلائل پیش کرتے ہیں۔ کہ حضرت ابو موسیٰ اشعرؓ غزوہ خیبر میں آپ کے پاس آئے تھے۔ کیونکہ یہ یمن سے ایک کشتی میں سوار ہو کر بھٹک گئے۔ اور حبشہ پہنچ گئے۔ وہاں حضرت جعفر طیارؓ سے ملاقات ہوئی۔ کچھ دن وہاں رہ کر سب کے سب حضرات مدینہ منورہ کے قریب بندر پر پہنچے۔ پھر پیدل چل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ابھی غنائم خیبر تقسیم نہیں کئے تھے۔ ان حضرات کو غنائم سے حصہ دیا گیا۔

**صلی یا صحابہ فی الخوف** غزوہ خندق تک تو صلوٰۃ خوف کا حکم معلوم نہیں ہوتا۔ آپ نے صلوٰۃ وسطیٰ کو ترک کیا ہے۔ اور بعض دفعہ ظہر عصر اور مغرب کو ترک کرنا پڑا۔ تو بعض نے کہا۔ کہ صلوٰۃ خوف کا حکم غزوہ ذات الرقاع میں نازل ہوا۔ بعض نے غزوہ عسفان میں کہا۔ اور بعض غزوہ ذوقر میں کہا۔ جو ایک

مقام ہے جہاں صلوٰۃ خوف کو ادا کیا گیا۔

فک غزوة السابقيه امام بخاری کی دوسری دلیل ہے۔ کہ یہاں مراۃ غزوة سابعہ کا ذکر ہے۔ پہلا بدر۔ دوسرا احد۔ تیسرا خندق۔ چوتھا قرظہ۔ پانچواں مرہم اور چھٹا خیبر ہے۔ اور ساتواں ذات الرقاع ہے۔ تو نص سے ثابت ہوا کہ ذات الرقاع خیبر کے بعد ہے۔

لعتقبہ نوبت بنوبت سوار ہونا۔ لقب بمعنی سوراخ ہو جانا زخمی ہونا۔

تشریح از شیخ گنگوہی [وہی غزوة محارب غصفتہ ۵۹۲] اس عبارت سے معلوم

ہوتا ہے۔ کہ ثعلبہ محارب کا جد ہے۔ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ عطفان اور محارب چچا زاد بھائی ہیں۔ تو اعلیٰ ادنیٰ کی طرف کیسے منسوب ہوگا۔ لہذا صحیح وہ ہے جو باب لاسحق میں ہے۔ بنی ثعلبہ وادعطف کے ساتھ۔ چنانچہ کمائیؒ فرماتے ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ محارب غصفتہ بنی ثعلبہ بن عطفان وادعطف۔ ترجمہ میں ان مختلف آثار کے لانے کا مقصد یہ ہے کہ صلوٰۃ خوف کے بارے میں جو اختلاف ہے۔ اس کو بیان کرنا ہے کہ پہلے پہل صلوٰۃ خوف کس مقام پر پڑھی گئی۔ تو روایات میں جمع کی صورت یہ ہے۔ کہ اولیت کی قید نہ لگائی جائے۔ صرف یہ کہا جائے کہ آنحضرتؐ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان غزوات میں صلوٰۃ خوف ادا فرمائی ہے۔

تشریح از شیخ زکریا [خلاصہ بحث یہ ہے کہ غزوة ذات الرقاع ابن اسحاق کے نزدیک

بنو النضیر کے واقعہ کے بعد ہوا ہے اور خندق سے پہلے گتہ میں اور ابن سعد و ابن جہان کے نزدیک محرم ۳۳ میں ہوا۔ امام بخاریؒ کا میلان یہ ہے کہ غزوة خیبر کے بعد ہوا۔ بایں ہمہ اسے غزوة خیبر سے پہلے ذکر کر دیا۔ یا تو اصحاب مغانہ کی رائے کو امام بخاریؒ نے تسلیم کر لیا ہے۔ کہ قبل از خیبر اس کا وقوع ہے۔ یا یہ رواۃ کا تصرف ہے۔ یا اس نام کے دو غزوات کی طرف اشارہ ہے۔ بہر حال جمہور کا مسلک یہ ہے کہ پہلے پہل صلوٰۃ خوف آپؐ نے غزوة ذات الرقاع میں پڑھی ہے۔ پھر اختلاف ہوا۔ کہ وہ کس کس میں ہے۔ سن چار۔ پانچ۔ چھ یا سات میں ہے۔ قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں۔ کہ اولیت کی قید نہ لگائی جائے۔ بس آپؐ نے غزوة ذات الرقاع۔ ذی قرد۔ غزوة انمار میں صلوٰۃ خوف ادا کی ہے۔

حدیث نمبر ۳۷۲۲ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ خَوَاتٍ

عَنْ شَهِدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ ذَاتِ الرِّقَاعِ صَلَّى صَلَاةَ الْخَوْفِ أَنْ صَلَّائِفَةً صَفَّتْ مَعَهُ وَطَائِفَةٌ وَجَاءَهُ الْعَدُوُّ فَصَلَّى بِالنَّبِيِّ مَعَهُ رُكْعَةً ثُمَّ ثَبَتَ قَائِمًا وَاتَّقُوا أَنْفُسَكُمْ ثُمَّ انْصَرَفُوا فَصَلُّوا وَجَاءَهُ الْعَدُوُّ وَجَاءَتِ الطَّائِفَةُ الْأُخْرَى فَصَلَّى بِهِمُ الرُّكْعَةَ الَّتِي بَقِيَتْ مِنْ صَلَواتِهِ ثُمَّ ثَبَتَ جَالِسًا وَاتَّقُوا أَنْفُسَكُمْ ثُمَّ سَلَّمَ بِهِمْ وَقَالَ مُعَاذُ اللَّهِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْخُلُ فَنَذَرَ صَلَاةَ الْخَوْفِ قَالَ مَا لَكَ قَالَ أَحْسَنُ مَا سَمِعْتُ فِي صَلَاةِ الْخَوْفِ تَابِعَهُ اللَّيْثُ إِنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ حَدَّثَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ بَنِي أَنْعَامٍ.

ترجمہ۔ حضرت صالح بن خوات اس صحابی سے روایت کرتے ہیں جو غزوہ ذات الرقاع میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ صلوة خوف ادا کرتے وقت حاضر تھا۔ تو لشکر کے ایک گمردہ نے آپ کے ہمراہ صف باندھی اور دوسرا گمردہ دشمن کے مقابل میں کھڑا رہا۔ جو طائفہ آپ کے ہمراہ تھا آپ نے اس کو ایک رکعت نماز پڑھائی۔ پھر آپ اس وقت تک کھڑے رہے کہ ان لوگوں نے اپنی نماز مکمل کر لی۔ پھر کر گئے اور دشمن کے سامنے جا کر صف بندی کی۔ دوسرا طائفہ آیا۔ تب آپ نے ان کو دوسری رکعت پڑھائی۔ جو باقی رہ گئی تھی۔ پھر آپ کبک کر بیٹھ گئے۔ یہاں تک کہ انہوں نے اپنی نماز مکمل کر لی۔ پھر آپ نے ان کے ساتھ سلام پھیرا۔ اور معاذ دوسری سند سے حضرت جابر سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم مقام نخل میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ پھر انہوں نے صلوة خوف کا ذکر کیا۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ یہ روایت جابر ان تمام صورتوں سے اچھی صورت ہے جو میں نے صلوة خوف کے بارے میں سنی ہیں۔ لیث نے معاذ کی متابعت کی۔ قاسم بن محمد حدیث بیان کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ بنی انمار میں ان کو صلوة خوف پڑھائی۔

تشریح از شیخ مدنی | صلوة خوف میں یہ طریقہ شوافع۔ مالکیہ اور حنابلہ کے یہاں مرغوب

ہے۔ کہ امام ایک رکعت ادا کر لینے کے بعد کھڑا رہے۔ اور مقتدی اپنی نماز کو تمام کریں۔ پھر دوسرا

طائفہ آئے۔ اس صورت میں سلام مع طائفہ اخڑی ہوا۔ اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد دوسرا طائفہ دوسری رکعت کو پورا کرے۔ حضرت امام اعظم ابن عمرؓ کی روایت کو راجح قرار دیتے ہیں۔ جس میں قلب موضوع نہیں ہے کہ امام مقتدیوں کا انتظار کرے۔  
غزوہ بنی انمار بعض نے کہا یہی غزوہ ذات الرقاع ہے۔ اور بعض نے کہا۔ یہ کوئی دوسرا غزوہ ہے۔

**حدیث نمبر ۳۷۲۳** حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ قَالَ يَقُومُ الْإِمَامُ مُسْتَقِيمًا الْقِبْلَةَ وَطَائِفَةً مَعَهُ وَطَائِفَةٌ مِّنْ قِبَلِ الْعَدُوِّ وَجُوهُهُمْ إِلَى الْعَدُوِّ فَيُصَلِّي بِالَّذِينَ مَعَهُ رَكْعَةً ثُمَّ يَقُومُونَ فَيُرْكَعُونَ لِأَنفُسِهِمْ رَكْعَةً وَيَسْجُدُونَ سَجْدَتَيْنِ فِي مَكَانِهِ ثُمَّ يَذْهَبُ هَؤُلَاءِ إِلَى مَقَامٍ أَوْلَيْكَ فَيُرْكَعُ بِهِمْ رَكْعَةً فَلَهُ شِئَانٌ ثُمَّ يُرْكَعُونَ وَيَسْجُدُونَ سَجْدَتَيْنِ۔

ترجمہ۔ حضرت سہل بن ابی حثمہؓ فرماتے ہیں۔ کہ امام قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر کھڑا ہو جائے۔ اور ایک گروہ امام کے ساتھ رہے اور دوسرا دشمن کی طرف جائے۔ کہ ان کے پہرے دشمن کی طرف ہوں۔ جو لوگ امام کے ہمراہ ہیں امام ان کو ایک رکعت پڑھائے۔ پھر وہ لوگ اٹھ کھڑے ہوں۔ خود بخود ایک رکعت کا رکوع کریں اور اسی جگہ دو سجدے کریں۔ پھر یہ لوگ اُن لوگوں کی جگہ چلے جائیں وہ جماعت آئے امام انہیں رکعت پڑھائے۔ تو امام کی دو رکعت ہو گئیں۔ پھر وہ لوگ رکوع کریں اور دو سجدے کریں۔  
**تشریح از شیخ مدنی** اس روایت سے معلوم ہوا کہ امام نے ان کے اتمام سے پہلے سلام پھیرا۔ دراصل یہ حدیث مرسل ہے۔ سہل بن ابی حثمہؓ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ

میں صغیر السن تھے۔ اور اس روایت میں تین تابعی مدنی ہیں۔  
**حدیث نمبر ۳۷۲۴** حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ۔

ترجمہ۔ یہ حدیث اس سند سے مرفوع ہو گئی۔  
حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ سَهْلِ حَدَّثَهُ قَوْلَهُ۔

کہ انہوں نے اپنا قول بیان کیا۔

**حدیث نمبر ۳۷۲۵** حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَنَّهُ ابْنُ عُمَرَ قَالَ غَزَوْتُ  
مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ نَجْدٍ فَوَازَيْنَا الْعَدُوَّ وَفَضَفْنَا  
لَهُمْ صَفَيْنَ -

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ نجد کی طرف ایک غزوہ میں میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ پس جب دشمن سے ہمارا آمنا سامنا ہوا تو ہم نے ان کے لئے دو صفیں بنالیں۔

**حدیث نمبر ۳۷۲۶** حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ أَبِيهِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِأَحَدِي الطَّائِفَتَيْنِ وَالطَّائِفَةُ الْآخَرَى  
مُوَاجِهَةً الْعَدُوِّ ثُمَّ انْصَرَفُوا فَمَا مَوْافِي مَقَامِ أَصْحَابِهِمْ فَجَاءَ  
أُولَئِكَ فَصَلَّى بِهِمْ رَكْعَةً ثُمَّ سَلَّمَ عَلَيْهِمْ ثُمَّ قَامَ هَؤُلَاءِ فَقَضَوْا رَكَعَتَهُمْ  
وَقَامَ هَؤُلَاءِ فَقَضَوْا رَكَعَتَهُمْ -

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک  
طائفہ کو نماز پڑھائی۔ اور دوسرا طائفہ دشمن کے سامنے کھڑا رہا۔ پھر جن لوگوں نے ایک رکعت پڑھ  
لی تھی۔ وہ پھرے اور ان حضرات کی جگہ کھڑے ہو گئے۔ اور جو دشمن کے مقابل میں تھے وہ آئے۔ تو  
آپؐ نے انہیں ایک رکعت پڑھائی پھر ان پر سلام پھیرا۔ پھر یہ لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اپنی رکعت  
قضا کی۔ اور وہ کھڑے ہوئے تو انہوں نے اپنی رکعت قضا کی۔

تشریح از شیخ مدنی | یہ ابن عمرؓ کی روایت احناف کا مستدل ہے۔ صلوة خوف

کی پندرہ صورتیں ہیں۔ جمہور سوائے دو کے باقی سب کو جائز کہتے ہیں۔

**حدیث نمبر ۳۷۲۷** حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَنَّهُ جَابِرٌ أَخْبَرَنَا  
عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ نَجْدٍ فَلَمَّا قَفَلَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَفَلَ مَعَهُ فَأَدْرَكَتْهُمُ الْقَائِلَةُ فِي وَادٍ كَثِيرٍ  
الْعُضَاهِ فَانْزَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَفَدَّى النَّاسُ فِي الْعُضَاهِ  
يَسْتَظِلُّونَ بِالشَّجَرِ وَنَزَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ سَمْدَةٍ

فَعَلَّقَ بِهَا سَيْفَهُ قَالَ جَابِرٌ فَنِمْنَا نَوْمَةً ثُمَّ إِذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُونَا فَجِئْنَاهُ فَإِذَا عِنْدَهُ أَعْرَابِيٌّ جَالِسٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هَذَا اخْتَرَطَ سَيْفِي وَأَنَا نَائِمٌ فَاسْتَيْقَظْتُ وَهُوَ فِي يَدِي صَلَّيْتُ فَقَالَ لِي مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي قُلْتُ اللَّهُ نَهَا هُوَذَا جَالِسٌ ثُمَّ لَمْ يُعَاقِبْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ أَبَانُ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَاتِ الرِّقَاعِ فَإِذَا التَّيْنَا عَلَى شَجَرَةٍ ظَلِيلَةٍ تَرَكْنَا هَا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَسَيْفُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعَلَّقٌ بِالشَّجَرَةِ فَاخْتَرَطَهُ فَقَالَ تَخَافُنِي قَالَ لَا قَالَ فَهَمَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي قَالَ اللَّهُ فَتَهَدَّدَهُ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّى بِطَأْثُفَةٍ رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ تَأَخَّرُوا وَصَلَّى بِالطَّائِفَةِ الْآخِرَى رَكَعَتَيْنِ وَكَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعٌ قُلُوبُ الْقَوْمِ رَكَعَتَيْنِ وَقَالَ مُسَدَّدٌ عَنْ أَبِي بَشِيرٍ أَنَّ الرَّجُلَ غُورَثُ بْنُ الْحَارِثِ وَقَاتَلَ فِيهَا مُحَارِبَ خَصَفَةَ وَقَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَخْلٍ فَصَلَّى الْخُوفَ وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ نَجْدٍ صَلَاةَ الْخُوفِ وَلَمَّا جَاءَ أَبُو هُرَيْرَةَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آتَا مَخِيْبَرًا -

ترجمہ: حضرت جابرؓ نے خبر دی ہے کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نجد کی طرف جہاد کے لئے گیا۔ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہوئے تو وہ بھی آپ کے ہمراہ واپس لوٹے تو صحابہ کرام کو قیلولہ کے وقت نے ایک ایسی وادی میں پالیا۔ جس میں جھاڑ کے بڑے بڑے درخت بہت تھے۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑاؤ کیا۔ لوگ ان جھاڑ کے درختوں میں پھیل گئے۔ اور درختوں کا سایہ تلاش کرتے تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک درخت کے نیچے پڑاؤ کیا۔ اور اپنی تلوار اس درخت کے ساتھ لٹکادی۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ



ہم لوگ گہری نیند سو گئے۔ پھر کیا سنتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں بلا رہے ہیں۔ پس ہم لوگ دوڑ کر آپ کے پاس آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ آپ کے پاس ایک دیہاتی بیٹھا ہوا ہے۔ پس آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے میری تلوار سونت لی۔ جب کہ میں سویا ہوا تھا۔ پس میں جب بیدار ہوا تو وہ تلوار اس کے ہاتھ میں ننگی تھی۔ تو میرے سے کہنے لگا کہ آپ کو اب میرے سے کون بچائے گا۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ بچائیں گے۔ پس وہ یہ بیٹھا ہوا ہے۔ لیکن آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کوئی سزا نہ دی۔ اور ابان اپنی سند سے حضرت جابرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم غزوہ ذات الرقاع میں آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ جب ہم کسی سایہ دار درخت کے پاس آتے تھے۔ تو وہ آپ کے لئے چھوڑ دیتے تھے۔ تو مشرکوں کا ایک آدمی آیا۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار درخت سے لٹک رہی تھی۔ اس نے اس کو نیام سے نکال کر کہا۔ کہ کیا آپ میرے سے ڈرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ تو اس نے کہا۔ میری طرف سے آپ کی کون حفاظت کرے گا۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کریں گے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ نے اس کو ڈانٹا ڈپٹا۔ اور نماز کے لئے تکبیر کہی گئی۔ آپ نے ایک گروہ کو دو رکعتیں پڑھائیں۔ پھر یہ لوگ پیچھے ہٹ گئے۔ اور آپ نے دوسرے گروہ کو دو رکعتیں پڑھائیں۔ تو آپ کی چار رکعتیں ہو گئیں اور قوم کی دو رکعتیں۔ مسدداً اپنی سند سے ابی بشر سے راوی ہیں۔ کہ اس مشرک آدمی کا نام غوث بن الحارث تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غزوہ میں محارب خصفہ قبیلہ سے لڑائی کی۔ اور ابو الزبیر حضرت جابرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ نخل کے مقام پر تو آپ نے صلوٰۃ خوف پڑھائی۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے غزوہٴ تبوک میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ صلوٰۃ خوف پڑھی ہے۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ خیبر کی لڑائی کے موقع پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔

**تشریح از شیخ مدنی** **اعضاء** ایک خاص قسم کا بول کا ٹبر اور خت ہے۔ قائلہ دو پہری

گرمی کا وقت۔ صلاً بمعنی مصلوت یعنی تلوار کا سونتنا اور نیام سے نکالنا۔

فصلی بظاہر رکعتیں الخ یہ ایسی صورت ہے کہ جس کا کوئی قائل نہیں ہے۔ کیونکہ اگر قصر ہے تو سب کو قصر کرنا چاہیے۔ آپ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود چار کیوں پڑھتے۔ تو اس کی توجیہ یہ

کی گئی کہ آپ صحر کی مسافت تک نہیں پہنچے تھے۔ تو آپ نے جماعت کے ساتھ چار رکعت پڑھیں۔ اور قوم نے جماعت کے ساتھ دو دو رکعت پڑھی۔ اور دو دو رکعت انہوں نے الگ الگ ادا کیں۔ دوسری توجیہ امام طحاوی کی ہے کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے۔ جب فرائض ایک وقت میں دو مرتبہ پڑھے جاتے تھے۔ اور تیسری توجیہ یہ ہے کہ صحر کی مسافت تھی کہ آپ نے فرائض کی دو رکعت پہلے طائفہ کو پڑھائی۔ اور دوسرے طائفہ کے وقت آپ متنفل تھے۔ لیکن یہ اس صورت میں ہے۔ جب کہ اقتدار المفترض خلف المتنفل جائز ہے۔ یہ توجیہ امام نووی نے کی ہے۔ جن کے نزدیک ایسی اقتدار جائز ہے۔

انما جاء البوہر یہ یہ دوسری دلیل ہے کہ غزوہ ذات الرقاع غزوہ خیبر کے بعد واقع ہوا ہے۔

## بَابُ غَزْوَةِ بَنِي الْمُصْطَلِقِ

مِنْ خَزَاعَةَ وَهِيَ غَزْوَةُ الْمُرَيْسِيِّ قَالَ ابْنُ إِسْحَقَ وَذَلِكَ سَنَةِ سِتٍّ وَ  
قَالَ مُوسَى بْنُ عَقِبَةَ سَنَةِ أَرْبَعٍ وَقَالَ التُّعْمَانُ ابْنُ رَاشِدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ  
كَانَ حَدِيثُ الْإِنْفِكِ فِي غَزْوَةِ الْمُرَيْسِيِّ -

ترجمہ: خزاعہ کے قبیلہ بنو المصطلق کا غزوہ جسے غزوہ مریشیج بھی کہا جاتا ہے۔ ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ یہ غزوہ ۶ھ میں واقع ہوئی ہے۔ لیکن موسیٰ بن عقبہ کا کہنا ہے کہ وہ ۷ھ میں ہوا۔ نعمان بن راشد امام زہری سے نقل کرتے ہیں کہ انک کا واقعہ غزوہ مریشیج میں ہوا تھا۔

حدیث نمبر ۳۷۲۰ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ ابْنِ مُحَيْرِيزٍ أَنَّهُ قَالَ  
دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَرَأَيْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ فَجَلَسْتُ إِلَيْهِ فَسَأَلْتُهُ عَنِ  
الْعَزْلِ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي  
غَزْوَةِ بَنِي الْمُصْطَلِقِ فَأَصَبْنَا سَبِيًّا مِنْ سَبْيِ الْعَرَبِ فَأَشْتَهَيْنَا النِّسَاءَ  
وَاشْتَدَّتْ عَلَيْنَا الْعُذْبَةُ وَاحْبَبْنَا الْعَزْلَ فَأَرَدْنَا أَنْ نَعْزِلَ وَقُلْنَا نَعْزِلُ  
وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَظْهُرِنَا قَبْلَ أَنْ نُسْأَلَ فَسَأَلَنَا  
عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ مَا عَلَيْكُمْ أَنْ لَا تَفْعَلُوا مَا مِنْ نَسَمَةٍ كَأَنِّي إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ

## الَاَوْهَى كَأَنَّهُ

ترجمہ۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں داخل ہوا۔ تو میں نے ابو سعید خدریؓ کو دیکھا تو میں ان کی خدمت میں بیٹھ گیا۔ اور عزل کے متعلق سوال کیا۔ تو حضرت ابو سعیدؓ نے فرمایا۔ کہ ہم لوگ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوہ بنو المصطلق میں روانہ ہوئے۔ تو ہمیں عرب کی قیدی عورتیں دستیاب ہوئیں۔ پس ہمیں عورتوں کی خواہش ہوئی۔ کیونکہ ہمیں بیویوں سے الگ رہنا گراں گزرا۔ تو اور ہم نے عزل کرنا پسند کیا۔ پس ہم نے عزل کرنے کا ارادہ کیا ہی تھا۔ کہ ہمیں خیال آیا کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان موجود ہیں۔ تو آپ سے اس کے متعلق دریافت کرنے سے پہلے عزل کرنا کیسے جائز ہوگا۔ تو ہم نے آپ سے اس بارے سوال کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ تم پر لازم ہے کہ ایسا نہ کرو۔ کیونکہ کوئی جی جو قیامت کے دن تک ہونے والا ہے۔ وہ تو ہو کر ہی رہے گا۔

**تشریح از شیخ مدنی** | اس غزوہ کو مرسیع اس لئے کہتے ہیں کہ یہ مرسیع کے مقام پر واقع ہوا۔ اور جن مشرکین سے لڑائی ہو وہ قبیلہ بنو المصطلق تھا۔

سأَلْتُهُ عَنِ الْعِزْلِ عَزْلَ كَيْفَ مَعْنَى هِيَ كَيْفَ جَمَاعَ كَرْتِ دَقَّتْ جَمَلُ كَيْفَ مَعْنَى كَوْفَرَجَ سَبَابِ  
نَكَالَ۔ باندی سے بوجہ کمزوری نسب کے یا بوجہ کمی ثمن کے عزل کرنا جائز ہے۔ اور صرہ بیوی سے اس صورت میں جائز ہے۔ جب کہ وہ بیمار ہو اور حمل ہو جانے سے مزید کمزور ہو جانے کا خدشہ ہو۔

عَزَبَتْ شِدَّةُ خَوَاشِ نِكَاحٍ وَجَمَاعَ كَوْفَرَجَ مَعْنَى هِيَ كَيْفَ جَمَاعَ كَرْتِ دَقَّتْ جَمَلُ كَيْفَ مَعْنَى كَوْفَرَجَ سَبَابِ  
کمر دینے سے تعبیر کرتے تھے۔ اس لئے صحابہ کرام کو کراہت معلوم ہوتی تھی کہ کہیں یہود کا اتباع نہ ہو جائے۔

مَا عَلَيْكُمْ إِلَّا تَفْعَلُوا مَعْلُومٌ هُوَ أَنَّ عَزْلَ كَرْنًا كَرْنًا دُونِ جَائِزٍ هِيَ۔ الْبَتَّ عَزْلَ كَرْنًا بَهْتَرُ هِيَ۔  
مَا عَلَيْكُمْ لَعْنَى عَدَمِ فَعْلٍ تَمَّ بِرَدِّ أَجَبٍ نَهَيْتُمْ هِيَ۔ يَٰ لَا زَانِدٌ هِيَ كَرْنًا كَرْنًا مَعْنَى كَوْفَرَجَ سَبَابِ  
**تشریح از قاسمی** | امام بخاریؒ نے جو حضرت ابو ہریرہؓ کی موجودگی سے غزوہ ذات الرقاع کے بعد از خیبر پر استدلال کیا ہے۔ یہ صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ نجد کی طرف غزوات متعدد ہیں۔ ممکن ہے وہ اس غزوہ میں حاضر ہوئے ہوں۔ جو بعد از خیبر واقع ہوا ہے۔

بنو المصطلق یہ خذیمہ بن سعد کا لقب ہے۔ جو خزاعہ کا ایک بطن ہے۔ خزاعہ کی وجہ تسمیہ

یہ ہے کہ وہ اپنی قوم سے پیچھے رہ گئے تھے۔ اور مکہ میں مقیم ہو گئے۔ اور خذیمہ کو مطلقاً حق آواز کی وجہ سے کہا جاتا تھا۔ اور خزاعہ قبیلہ کا یہ پہلا آدمی تھا جس نے گانا شروع کیا۔ اور مرسیع مرسوع کی تصغیر ہے۔ یہ خزاعہ کا چشمہ تھا۔ فرع اور اس کے درمیان ایک دن کا فاصلہ تھا۔ بہر حال غزوہ بنو المصطلق اس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ اسی غزوہ میں حضرت عائشہؓ کا بارگم ہوا۔ اور اسی میں آیت تیمم نازل ہوئی۔ عزل کے بارے میں علماء کا اختلاف ہوا۔ امام شافعیؒ اور امام ابو حنیفہؒ باندی سے عزل کہنے کی مطلقاً اجازت دیتے ہیں۔ صرہ سے اس کی اجازت پر موقوف ہے۔

**حدیث نمبر ۳۷۲۸** حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَابِرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزَاؤُهُ نَجْدٌ فَلَمَّا أَدْرَكَتْهُ الْقَائِلَةُ دَهَوْنِي وَإِدْكِثِيرُ الْإِغْصَاءِ فَنَزَلَ تَحْتَ شَجَرَةٍ وَاسْتَظَلَّ بِهَا وَعَلَّقَ سَيْفَهُ فَتَفَرَّقَ النَّاسُ فِي الشَّجَرِ يَسْتَظِلُّونَ وَبَيْنَا نَحْنُ كَذَلِكَ إِذَا دَعَانَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجِئْنَا فَإِذَا أَعْرَابِيٌّ قَاعِدٌ بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ إِنَّ هَذَا آتَانِي وَأَنَا نَائِمٌ فَاخْطَرْتُ سَيْفِي فَاسْتَيْقِظْتُ وَهُوَ قَائِمٌ عَلَى رَأْسِي مُخْطَرٌ صَلَّاتًا قَالَ مَنْ يَمْنَعُكَ مَتَى قُلْتُ اللَّهُ فَشَامَهُ ثُمَّ قَعَدَ فَهُوَ هَذَا قَالَ وَلَمْ يُعَاقِبْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں۔ کہ نجد کے غزوہ میں ہم جہاد کے لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ کہ آپؐ کو سخت گرمی نے ایک ایسی وادی میں آ لیا۔ جس میں ببول کے بڑے بڑے بہت سے درخت تھے۔ تو آپؐ نے ایک درخت کے نیچے پڑاؤ کیا کہ آپؐ اس کے سایہ سے مستفید ہونا چاہتے تھے۔ اور آپؐ اپنی تلوار اس پر لٹکا دی۔ لوگ سایہ حاصل کرنے کے لئے دوسرے درختوں کے نیچے پھیل گئے۔ ہم اسی حالت میں تھے۔ کہ آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بلایا۔ ہم فوراً آئے تو ایک دیہاتی آپؐ کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ فرمایا جب میں سویا ہوا تھا تو یہ آیا۔ میری تلوار نیام سے نکال لی۔ پس میں بیدار ہوا تو یہ میرے سر پر کھڑا ہوا تھا۔ تلوار سونتی ہوئی تھی۔ کہنے لگا کہ آپؐ کو میرے سے کوئی بچا سکتا ہے۔ میں نے کہا اللہ! تو اس نے تلوار پھر نیام کے اندر کر دیا اور بیٹھ گیا۔ پس وہ یہ ہے۔ فرماتے ہیں کہ آپؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کوئی ہرزادی۔

**تشریح از شیخ مدنی** | یہ حدیث جابر پہلے باب کی ہے۔ ناسخین نے غلطی سے اس کو اس باب میں لکھ دیا ہے۔ یا اس لئے کہ اس میں غزوہ نجد کی تصریح ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اس کا غزوہ بنو المصطلق سے کوئی تعلق نہیں۔ لہذا اگر غزوہ نجد کے تحت اس واقعہ کا ذکر آ گیا ہے۔ تو کوئی حرج نہیں۔ اور متقاریں ہونے کی وجہ سے راوی نے اسے ایک غزوہ کا حکم دے دیا۔ غالب یہ ہے کہ یہ قصہ حاشیہ پر تھا۔ ناسخ نے اسے اس باب میں ذکر کر دیا۔

شامہ بمعنی غمدہ یا بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نیام میں کر دیا۔ بعض شرح کی یہی تاویل ہے۔ جو مشہور ہے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ اثر ملا کہ سے مرعوب ہو کر خود اس شخص نے اسے نیام میں رکھ لیا۔

## بَابُ غَزْوَةِ انْمَارِ

حدیث نمبر ۳۷۲۹ حَدَّثَنَا آدَمُ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ انْمَارٍ يُصَلِّي عَلَى رَاحِلَتِهِ مُتَوَجِّهًا قِبَلَ الْمَشْرِقِ مُتَطَوِّعًا۔

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوہ انمار میں اپنی اونٹنی پر نفل نماز پڑھتے دیکھا۔ جب کہ آپ مشرق کی طرف منہ کرنے والے تھے۔

**تشریح از شیخ مدنی** | سواوی پر نفل نماز پڑھنا جائز ہے۔ اس میں استقبال قبلہ ضروری نہیں۔ اور رکوع و سجود اشارہ سے جائز ہے۔ وضع الجہہ علی الارض واجب نہیں مگر گاڑی خواہ اس کو بیل کھینچے یا انجن کھینچے اس کا حکم ظہر داہ کا نہیں ہے۔ وہ خود زمین پر چل رہی ہے۔ اس لئے استقبال قبلہ بھی واجب ہوگا۔ اور رکوع و سجود اشارہ جائز نہ ہوگا۔ جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔

**تشریح از قاسمی** | بنو انمار قبیلہ بجلیلہ کی شاخ ہے۔ اس غزوہ کا ذکر غزوہ بنی المصطلق

سے پہلے ہونا چاہیے تھا۔ کیونکہ اس کے بعد حدیث افک کا ذکر فرما رہے ہیں۔ جو غزوہ بنی المصطلق میں واقع ہوا۔ تو غزوہ بنو انمار کو ان دونوں کے درمیان داخل کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ سوائے اس کے کہ یہ ناسخین کی غلطی ہے۔ یا یہ کہ امام بخاری نے ترتیب ابواب کا کوئی لحاظ نہیں کیا۔ یہ دونوں

غزوات کی مناسبت کا لحاظ کیا گیا ہے۔

## بَابُ حَدِيثِ الْإِفْكِ

الْإِفْكَ وَالْإِفْكَ بِمَثَرَةِ التَّجْصِيسِ وَالتَّجْصِيسُ يُقَالُ إِفْكَهُمْ وَافْكَهُمْ وَأَفْكَهُمْ  
**حدیث نمبر ۳۳۴۳** حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنَا  
 عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ وَسَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَعَلْقَمَةُ بْنُ وَقَّاصٍ وَعُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ  
 بْنُ عُثْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ قَالَ  
 لَهَا أَهْلُ الْإِفْكِ مَا قَالُوا وَكُلُّهُمْ حَدَّثَنِي طَائِفَةٌ مِنْ حَدِيثِهَا وَبَعْضُهُمْ  
 كَانَ أَوْعَى لِحَدِيثِهَا مِنْ بَعْضٍ وَأَثْبَتَ لَهُ اقْتِصَاصًا وَقَدْ وَعَيْتُ عَنْ كُلِّ  
 رَجُلٍ مِنْهُمْ الْحَدِيثَ الَّذِي حَدَّثَنِي عَنْ عَائِشَةَ وَبَعْضُ حَدِيثِهَا بِرِصْدَةٍ  
 بَعْضًا وَإِنْ كَانَ بَعْضُهُمْ أَوْعَى لَهُ مِنْ بَعْضٍ قَالُوا قَالَتْ عَائِشَةُ كَانَ رَسُولُ  
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ سَفَرَ اقْدَعَ بَيْنَ أَزْوَاجِهِ فَأَتَيْنَ خَرَجَ  
 سَهْمًا خَرَجَ بِهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهُ قَالَتْ عَائِشَةُ فَاتَّخَذَ  
 بَيْنَنَا فِي غَزْوَةِ غَزَاهَا فَخَرَجَ فِيهَا سَهْمِي فَخَرَجْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ مَا أَنْزَلَ الْحِجَابُ فَكُنْتُ أَحْمَلُ فِي هَوْدَجِي وَأَنْزَلَ فِيهِ  
 فَبَرْنَا حَتَّى إِذَا فَرَغَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوَتِهِ بَلَكَ  
 وَقَفَلْ دُونَنَا مِنَ الْمَدِينَةِ قَافِلِينَ أَذِنَ لَيْلَةً بِالرَّحِيلِ فَقُمْتُ حِينَ أَذْنُوا  
 بِالرَّحِيلِ فَمَشَيْتُ حَتَّى جَاوَزْتُ الْجَيْشَ فَلَمَّا قَضَيْتُ شَأْنِي أَقْبَلْتُ إِلَى رَحْلِي  
 فَلَمَسْتُ صَدْرِي فَإِذَا عَقْدِي مِنْ جَزَعٍ ظَفَارٌ قَدْ انْقَطَعَ فَرَجَعْتُ فَالْتَمَسْتُ  
 عَقْدِي فَجَبَسَنِي ابْتِغَاؤُهُ قَالَتْ وَأَقْبَلَ التَّرْهُطُ الَّذِينَ كَانُوا يَرِخُلُونِي فَأَحْمَلُوا  
 هَوْدَجِي فَرَحَلُوا عَلَيَّ بَعِيرِي الَّذِي كُنْتُ أَرْكَبُ عَلَيْهِ وَهُمْ يَحْسِبُونَ أَنِّي فِيهِ  
 وَكَانَ النِّسَاءُ إِذَا ذَاكَ خِفْنَ أَنْ يَهْلِكْنَ وَلَمْ يَفْهَمْنَ اللَّحْمَ إِنَّمَا يَأْكُلْنَ  
 الْعُلُقَةَ مِنَ الطَّعَامِ فَلَمْ يَسْتَنْكِدِ الْقَوْمُ خِفَّةَ الْهَوْدَجِ حِينَ رَفَعُوهُ وَحَمَلُوهُ

وَكُنْتُ جَارِيَةً حَدِيثَةَ السِّنِّ فَبَعَثُوا الْجَمَلَ فَسَارُوا وَوَجَدْتُ عِفْدِي بَعْدَ مَا سَفَرَ الْجَيْشُ فَجِئْتُ مَنَازِلَهُمْ وَلَيْسَ بِهَا مِنْهُمْ دَاعٍ وَلَا مُجِيبٌ فَتَمَيَّمْتُ مَنْزِلِي الَّذِي كُنْتُ بِهِ وَظَنَنْتُ أَنَّهُمْ سَيَفْقِدُونِي فَيَرْجِعُونَ إِلَيَّ فَبَيْنَا أَنَا جَالِسَةٌ فِي مَنْزِلِي غَلَبَتْنِي عَيْنِي فَنِمْتُ وَكَانَ صَفْوَانُ بْنُ الْمُعْطَلِ السُّلَمِيُّ ثُمَّ الدَّكُوَانِيُّ مِنْ قُرَاءِ الْجَيْشِ فَاصْبَحَ عِنْدَ مَنْزِلِي فَرَأَى سَوَادَ إِنْسَانٍ نَاسٍ فَعَرَفَنِي حِينَ رَأَى وَكَانَ رَأَى قَبْلَ الْحِجَابِ فَاسْتَيْقَظْتُ بِاسْتِرْجَاعِهِ حِينَ عَرَفَنِي فَخَمَرْتُ وَجْهِي بِحِلْيَابِي وَوَاللَّهِ مَا تَكَلَّمْنَا بِكَلِمَةٍ وَلَا سَمِعْتُ مِنْهُ كَلِمَةً غَيْرَ اسْتِرْجَاعِهِ وَهُوَ حَتَّى أَنَا خَ رَاجِلَتُهُ فَوَطِئَ عَلَى يَدِهَا فَقُمْتُ إِلَيْهَا فَكَرِهْتُهَا فَأَنْطَلَقَ يَقُودُنِي الرَّاحِلَةَ حَتَّى أَتَيْنَا الْجَيْشَ مُوْغِرِينَ فِي نَحْرِ الظُّهَيْرَةِ وَهُمْ نَزُولٌ قَالَتْ فَمَهْلِكُ مَنْ هَلَكَ وَكَانَ الَّذِي تَوَلَّى كِبْرَ الْإِفْكِ عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ أَبِي سَلُولٍ قَالَ عُرْوَةُ أَخْبَرْتُ أَنَّكَ كَانَ يُشَاعُ وَيُتَحَدَّثُ بِهِ عِنْدَهُ فَيُفْقَرُ وَيَسْتَمَعُهُ وَيَسْتَوْشِيهِ وَقَالَ عُرْوَةُ أَيْضًا لَمْ يُسَمَّ مِنْ أَهْلِ الْإِفْكِ أَيْضًا الْإِحْسَانُ بْنُ ثَابِتٍ وَمِسْطَحُ بْنُ أَثَاثَةَ وَحَمْنَةُ بِنْتُ جَحْشٍ فِي نَاسٍ آخِرِينَ لَا يَعْلَمُ لِي بِهِمْ غَيْرَ أَنَّهُمْ غَضَبَةُ كَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَلَئِنْ كَبُرَ ذَلِكَ يُقَالُ عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ أَبِي سَلُولٍ قَالَ عُرْوَةُ كَانَتْ عَاشِيَةً تَكْرَهُ أَنْ يُسَبَّ عِنْدَهَا حَسَنٌ وَتَقُولُ إِنَّهُ الَّذِي قَالَ -

فَإِنَّ أَبِي وَوَالِدَهُ وَعِزُّنِي

لِعِزِّنِي مُحَقَّدٍ مِنْكُمْ وَقَاءُ

قَالَتْ عَاشِيَةٌ فَقَدِمْنَا الْمَدِينَةَ فَاسْتَكَيْتُ حِينَ قَدِمْتُ شَهْرًا وَالتَّاسُ يُفِيضُونَ فِي قَوْلِ أَصْحَابِ الْإِفْكِ لَا أَشْعُرُ بِشَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ وَهُوَ يُرِي بَنِي فِي وَجْعِي أَنِّي لَا أَعْرِفُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّطْفَ الَّذِي كُنْتُ أَرَى مِنْهُ حِينَ اسْتَكَيْتُ إِنَّمَا يَدُ خُلْعٍ عَلَى

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَسْأَلُهُ ثُمَّ يَقُولُ كَيْفَ قِيَمْتُهُ  
يَنْصَرِفُ فَذَلِكَ يُرِيدُنِي وَلَا أَشْعُرُ بِالشَّرْحِ حَتَّى خَرَجْتُ حِينَ نَقَمْتُ  
فَخَرَجْتُ مَعَ أُمِّ مُسْطُوحٍ قَبْلَ الْمَنَاصِيحِ وَكَانَ مُتَبَرِّزَنَا وَكُنَّا لَا نُخْرُجُ  
إِلَّا لَيْلًا إِلَى لَيْلٍ وَذَلِكَ قَبْلَ أَنْ تَتَّخِذَ الْكُفُفَ قَرِيبًا مِنْ بَيْوتِنَا قَالَتْ  
وَأَمَرْنَا أُمَّ الْعَرَبِ الْأُولَى فِي الْبَرِّيَّةِ قَبْلَ الْغَائِطِ وَكُنَّا نَأْذِي بِالْكُفُفِ  
أَنْ تَتَّخِذَ هَا عِنْدَ بَيْوتِنَا قَالَتْ فَأَنْطَلَقْتُ أَنَا وَأُمُّ مُسْطُوحٍ وَهِيَ ابْنَةُ  
أَبِي رَهْمٍ بْنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ وَأُمُّهَا بِنْتُ صَخْرٍ بْنِ عَامِرٍ خَالَ  
أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ وَأَبْنَاهَا مُسْطُوحٌ قَبْلَ بَيْتِي حِينَ قَرَعْنَا مِنْ شَائِنَا  
فَعَلَرْتُ أُمَّ مُسْطُوحٍ فِي مِرْطِهَا فَقَالَتْ تَعَسَّ مُسْطُوحٌ فَقُلْتُ لَهَا يَبْنَ مَاقُلْتُ  
أَتَسْبِيْنِ رَجُلًا شَهْدَ بَدْرًا فَقَالَتْ أَيْ هُنْتَاهُ وَلَمْ تُسْعِيْ مَاقَالَ قَالَتْ  
وَقُلْتُ مَاقَالَ فَاخْبَرْتَنِي بِقَوْلِ أَهْلِ الْإِفْكِ قَالَتْ فَازْدَدْتُ مَرَضًا  
عَلَى مَرَضِي فَلَمَّا رَجَعْتُ إِلَى بَيْتِي دَخَلَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ كَيْفَ تِيكُمْ فَقُلْتُ لَهُ أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أَتِيَ أَبَوَيَّ  
قَالَتْ وَأَرِيدُ أَنْ أَسْتَيْقِنَ الْخَبَرَ مِنْ قَبْلِهِمَا قَالَتْ فَأْذَنُ لِي رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لِأُمِّي يَا أُمَّتَاهُ مَاذَا تَحَدَّثُ النَّاسُ  
قَالَتْ يَا بِنْتَهُ هُوَ فِي عَلَيْكَ فَوَاللَّهِ لَقَلَّ مَا كَانَتْ امْرَأَةٌ قَطُّ وَضِئَةً عِنْدَ  
رَجُلٍ يُحِبُّهَا لَهَا ضَرَّاءٌ إِلَّا كَثُرْنَ عَلَيْهَا قَالَتْ فَقُلْتُ سُبْحَانَ اللَّهِ  
أَوَلَقَدْ تَحَدَّثَ النَّاسُ بِهَذَا قَالَتْ فَبِكَيْتُ بِتِلْكَ اللَّيْلَةِ حَتَّى أَصْبَحْتُ  
لَا يَرِقَالِي دَمْعٌ وَلَا أَكْتُجِلُ بِنَوْمٍ ثُمَّ أَصْبَحْتُ أَبْكِي قَالَتْ وَدَعَا رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ وَأَسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ حِينَ  
اسْتَلْبِثَ الْوَحْيَ يَسْأَلُهُمَا وَيَسْتَشِيرُهُمَا فِي فِرَاقِ أَهْلِهِ قَالَتْ فَأَمَّا  
أَسَامَةُ فَأَشَارَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالَّذِي يَعْلَمُ  
مِنْ بَرَاءَةِ أَهْلِهِ وَبِالَّذِي يَعْلَمُ لَهُمْ فِي نَفْسِهِ فَقَالَ أَسَامَةُ أَهْلَكَ



وَلَا تَعْلَمُوا إِلَّا خَيْرًا وَأَمَّا عَلِيٌّ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَمْ يُضَيِّقِ اللَّهُ عَلَيْكَ  
وَالنِّسَاءُ سِوَاهَا كَثِيرٌ وَسَلِ الْجَارِيَةَ تَصُدُّكَ قَالَتْ قَدَعَا  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرِيرَةَ فَقَالَ أَيْ بَرِيرَةُ هَلْ رَأَيْتِ  
مِنْ شَيْءٍ يُرِيْبُكَ قَالَتْ بَرِيرَةُ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا رَأَيْتُ عَلَيْهَا  
أَمْرًا قَطُّ أَغْمَصُهُ غَيْرَ أَنَّهَا جَارِيَةٌ حَدِيثُ السِّنِّ تَنَامُ عَنْ عَجِيزٍ  
أَهْلِيهَا فَتَأْتِي الدَّاجِنُ فَتَأْكُلُهُ قَالَتْ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ مِنْ يَوْمِهِ فَاسْتَعْدَّ رَمِيْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ  
يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ مَنْ يَعْتَذِرُنِي مِنْ رَجُلٍ قَدْ بَلَغَنِي عَنْهُ أَذَاهُ فِي  
أَهْلِي وَاللَّهِ مَا عَلِمْتُ عَلَى أَهْلِي إِلَّا خَيْرًا وَلَقَدْ ذَكَرُوا رَجُلًا مَا  
عَلِمْتُ عَلَيْهِ إِلَّا خَيْرًا وَمَا يَدُ خُلْدٍ عَلَى أَهْلِي إِلَّا مَعِي قَالَتْ فَقَامَ  
سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ أَخُو بَنِي عَبْدِ الْأَشْهَلِ فَقَالَ أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَعْذِرُكَ  
فَإِنْ كَانَ مِنَ الْأَوْسِ ضَرَبْتُ عَنْقَهُ وَإِنْ كَانَ مِنْ إِخْوَانِنَا مِنَ الْخَزْرَجِ  
أَمَرْتَنَا فَفَعَلْنَا أَمْرَكَ قَالَتْ فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْخَزْرَجِ وَكَانَتْ أُمُّ حَسَّانَ  
بِنْتُ عَمْرِو بْنِ فَوْزَيْهِ وَهُوَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ وَهُوَ سَيِّدُ الْخَزْرَجِ قَالَتْ  
وَكَانَ قَبْلَ ذَلِكَ رَجُلًا صَالِحًا وَلَكِنْ احْتَمَلْتُهُ الْحَمِيَّةَ فَقَالَ لِسَعْدٍ  
كَذِبْتَ لَعَمْرُ اللَّهِ لَا تَقْتُلُهُ وَلَا تَقْدِرُ عَلَى قَتْلِهِ وَلَوْ كَانَ مِنْ رَهْطِكَ  
مَا أَحْبَبْتَ أَنْ يُقْتَلَ فَقَامَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ وَهُوَ ابْنُ عَمِّ سَعْدٍ فَقَالَ  
لِسَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ كَذِبْتَ لَعَمْرُ اللَّهِ لَا تَقْتُلْتُهُ فَإِنَّكَ مُنَافِقٌ تُجَادِلُ عَنِ  
الْمُنَافِقِينَ قَالَتْ فَتَارَ الْحَيَّانِ الْأَوْسُ وَالْخَزْرَجُ حَتَّى هَمُّوا أَنْ  
يُقْتَتِلُوا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ عَلَى الْمِنْبَرِ قَالَتْ  
فَلَمْ يَنْزِلْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَفِّضُهُمْ حَتَّى سَكَتُوا  
وَسَكَتْ قَالَتْ فَبَكَيْتُ يَوْمِي ذَلِكَ كُلَّهُ لَا يَرِقُّ أَلِي دَمْعٌ وَلَا أَكْتَحِلُ  
بِنَوْمٍ قَالَتْ وَأَصْبَحَ أَبَوَايَ عِنْدِي وَقَدْ بَكَيْتُ لَيْلَتَيْنِ وَيَوْمًا لَا يَرِقُّ أَلِي

دَمْعٌ وَلَا أَكْتَحِدُ بِنَوْمٍ حَتَّى آتَنِی لَا ظَنُّنَا أَنَّ الْبُكَاءَ فَلَاحُ كَيْدِي فَبَيْنَا  
 أَبَوَايَ جَالِسَيْنِ عِنْدِي وَأَنَا أَبْكِي فَاسْتَأْذَنْتُ عَلَى امْرَأَةٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ  
 فَأَذِنَتْ لَهَا فَجَلَسَتْ تَبْكِي مَعِيَ قَالَتْ فَبَيْنَا نَحْنُ عَلَى ذَلِكَ دَخَلَ رَسُولُ  
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْنَا فَسَلَّمَ ثُمَّ جَلَسَ قَالَتْ وَلَمْ يَجْلِسْ  
 عِنْدِي مُنْذُ قِيلَ مَا قِيلَ قَبْلَهَا وَقَدْ لَبِثَ شَهْرًا إِلَّا يُوحَى إِلَيْهِ فِي شَأْنِي  
 بِشَيْءٍ قَالَتْ فَتَشَهَّدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ جَلَسَ ثُمَّ  
 قَالَ أَمَّا بَعْدُ يَا عَائِشَةُ إِنَّهُ بَلَغَنِي عَنْكَ كَذَا وَكَذَا فَإِنْ كُنْتِ بَرِيئَةً  
 فَسَيَبْرُئُكَ اللَّهُ وَإِنْ كُنْتِ أَلَمْتِ بِذَنْبٍ فَاسْتَغْفِرِي اللَّهَ وَتَوُفِّي إِلَيْهِ  
 فَإِنَّ الْعَبْدَ إِذَا اعْتَرَفَ ثُمَّ تَابَ تَابَ اللَّهُ عَلَيْهِ قَالَتْ فَلَمَّا قَضَى  
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَالَتَهُ قَلَصَ دَمْعِي حَتَّى مَا أَحْسُ مِنْهُ قَطْرَةً  
 فَقُلْتُ لِأَبِي أَجِبْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِّي فِيمَا قَالَ فَقَالَ ابْنِي  
 وَاللَّهِ مَا أَدْرِي مَا أَقُولُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لِأُمِّي أَجِيبِي  
 رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا قَالَ قَالَتْ أُمِّي وَاللَّهِ مَا أَدْرِي مَا  
 أَقُولُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ وَأَنَا جَارِيَةٌ حَدِيثَةُ السَّيِّ  
 لَا أَقْرَأُ مِنَ الْقُرْآنِ كَثِيرًا إِلَّا نِيَّ وَاللَّهِ لَقَدْ عَلِمْتُ لَقَدْ سَمِعْتُمْ هَذَا  
 الْحَدِيثَ حَتَّى اسْتَقَرَّ فِي أَنْفُسِكُمْ وَصَدَّقْتُمْ بِهِ فَلَمَّا قُلْتُ لَكُمْ إِنِّي  
 بَرِيئَةٌ لَا تُصَدِّقُونِي وَلَكِنْ اعْتَرَفْتُ لَكُمْ بِأَمْرٍ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنِّي مِنْهُ  
 بَرِيئَةٌ لَتُصَدِّقُنِي قَوْلَ اللَّهِ لَا أَجِدُنِي وَلَكُمْ مَثَلًا إِلَّا أَبَايُوسُفَ حِينَ  
 قَالَ فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى مَا تَصِفُونَ ثُمَّ تَحَوَّلَتْ وَاضْطَجَعَتْ  
 عَلَى فِرَاشِي وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنِّي حِينَئِذٍ بَرِيئَةٌ وَأَنَّ اللَّهَ مُبْرئِي بِيْرَاءَتِي وَلَكِنْ  
 وَاللَّهِ مَا كُنْتُ أَظُنُّ أَنَّ اللَّهَ مُنْزِلُ فِي شَأْنِي وَحْيًا يَتْلُو لَشَأْنِي فِي نَفْسِي كَانَ  
 أَحَقَّرَ مِنِّي أَنْ يَتَكَلَّمَ اللَّهُ فِي بَأْمِرٍ وَلَكِنْ كُنْتُ أَرْجُو أَنَّ يَرَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّوْمِ رُؤْيَا يُبْرِئُنِي اللَّهُ بِهَا فَوَاللَّهِ مَا دَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَجْلِسَهُ وَلَا خَرَجَ أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ الْبَيْتِ حَتَّى أَنْزَلَ عَلَيْهِ  
فَأَخَذَهُ مَا كَانَ يَأْخُذُهُ مِنَ الْبُرْحَاءِ حَتَّى إِنَّهُ لَيَتَّحَدُّ مِنْهُ  
مِنَ الْعَرَقِ مِثْلُ الْجُمَانِ وَهُوَ فِي يَوْمٍ شَاتٍ مِّنْ ثِقَلِ الْقَوْلِ الَّذِي أَنْزَلَ  
عَلَيْهِ قَالَتْ فَسَرَّيَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَضْحَكُ  
فَكَانَتْ أَوَّلَ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا أَنْ قَالَ يَا عَائِشَةُ أَمَا اللَّهُ فَقَدْ بَرَأَ لَكَ  
قَالَتْ فَقَالَ لِي أُنْجِي قَوْمِي إِلَيْهِ فَقُلْتُ وَاللَّهِ لَا أَتُومُّ إِلَيْهِ فَإِنِّي لَا أَحْمَدُ  
إِلَّا اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَالَتْ وَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِإِفْكِ الْعَشْرَةِ  
الْأَيَّاتِ ثَمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ هَذَا فِي بَرَاءَتِي قَالَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ وَكَانَتْ  
يُنْفِقُ عَلَى مُسْطَحِ بْنِ أَنَاسَةَ لِقَرَابَتِهِ مِنْهُ وَفَقَرَهُ وَاللَّهُ لَا أَنْفِقُ عَلَى مُسْطَحٍ  
شَيْئًا أَبَدًا بَعْدَ الَّذِي قَالَ لِعَائِشَةَ مَا قَالَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا يَأْتِلُ أُولُوا الْفَضْلِ  
مِنْكُمْ إِلَى قَوْلِهِ غَفُورٌ رَّحِيمٌ قَالَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ بَلَى وَاللَّهُ إِنِّي لَأُحِبُّ  
أَنْ يُعْفِرَ اللَّهُ لِي فَرَجَعَ إِلَى مُسْطَحِ النَّفَقَةِ الَّتِي كَانَ يُنْفِقُ عَلَيْهِ وَقَالَ وَاللَّهُ  
لَا أَنْزِعُهَا مِنْهُ أَبَدًا قَالَتْ عَائِشَةُ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
زَيْنَبُ بِنْتُ جَحْشٍ عَنْ أَمْرِي فَقَالَ لَزَيْنَبَ مَاذَا عَلِمْتَ أَوْ رَأَيْتِ فَقَالَتْ  
يَا رَسُولَ اللَّهِ أَحْبَبِي سَمِعِي وَبَصِرِي وَاللَّهِ مَا عَلِمْتُ إِلَّا خَيْرًا قَالَتْ عَائِشَةُ  
وَهِيَ الَّتِي كَانَتْ تُسَامِيْنِي مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَصَمَهَا  
اللَّهُ بِالْوَرَعِ قَالَتْ وَطَفِقتُ أَخْتَهَا حَمْنَةً تُحَارِبُ لَهَا فَهَلَكْتُ فِيمَنْ هَلَكَ  
وَقَالَ ابْنُ شِهَابٍ هَذَا الَّذِي بَلَغَنِي مِنْ حَدِيثِ هُوَلَاءِ الرَّهْطِ ثَمَّ قَالَ  
عُرْوَةُ قَالَتْ عَائِشَةُ وَاللَّهِ إِنَّ الرَّجُلَ الَّذِي قِيلَ لَهُ مَا قِيلَ لِيَقُولُ  
سُبْحَانَ اللَّهِ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا كَشَفْتُ مِنْ كَنَفِ أَنْثَى قَطُّ قَالَتْ  
ثَمَّ قَتِلَ بَعْدَ ذَلِكَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ -

ترجمہ۔ تہمت کی حدیث۔ ابن شہابؒ فرماتے ہیں۔ ہمیں عروہ بن زبیرؒ سعید بن مسیبؒ عقبہ بن

وقاصؒ عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعودؒ حضرت عائشہؓ زوجہ النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم جب کہ

تہمت لگانے والے نے جو کچھ کہا اس کے جواب میں ان سب لوگوں نے کچھ کچھ حقہ مجھے بیان کیا۔ بعض دوسرے کی نسبت حدیث کو زیادہ محفوظ کرنے والے ہیں۔ اور ان کا سیاق سابق سے زیادہ تعلق ہے۔ میں نے ان میں سے ہر ایک سے حدیث کو محفوظ کیا ہے۔ جو حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں۔ بعض کی حدیث دوسری حدیث کی تصدیق کرتی ہے۔ اگرچہ بعض بعض سے زیادہ محفوظ کرنے والے ہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ جب کسی سفر پر جانے کا ارادہ کرتے تو اپنی بیویوں میں سے کسی کو اپنے ساتھ لے جانے کے لئے قرعہ اندازی کرتے تھے۔ جس کا قرعہ نکل آتا آپ اس کو ہمراہ لے جاتے تھے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ ایک غزوہ میں میرا قرعہ نکل آیا۔ تو میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ روانہ ہوئی۔ یہ پردہ کے حکم کے نازل ہونے کے بعد کا واقعہ ہے۔ فرماتی ہیں کہ میں ایک پردہ دار شہد ف میں سواری جاتی اور اتاری جاتی تھی۔ بہر حال ہم چلے یہاں تک کہ آپ اس غزوہ سے فارغ ہو کر واپس لوٹے۔ اور لوٹتے ہوئے ہم مدینہ کے قریب پہنچ گئے۔ تو رات کو کوچ کرنے کا اعلان ہو گیا۔ جب کوچ کرنے کا اعلان ہوا تو میں قضا حاجت کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی۔ چلتے چلتے شکر سے آگے نکل گئی۔ پس جب میں قضا حاجت سے فارغ ہو گئی۔ تو اپنے ٹھکانے پر واپس آئی۔ میں نے اپنے سینے کو مٹولا۔ تو میرا ظفار مقام کے خرمہرہ کا مارٹوٹ چکا تھا۔ میں مارٹوٹ تلاش کرنے کے لئے واپس آئی۔ تو تلاش کرنے میں مجھے دیر لگ گئی۔ فرماتی ہیں کہ وہ لوگ جو میرے کجاوے کو کس کو کوچ کرایا کرتے تھے۔ انہوں نے میرے شہد ف کو اٹھایا۔ اور میرے اس اونٹ پر اسے کس دیا۔ جس پر میں سواری کرتی تھی۔ ان کا گمان تھا کہ میں شہد ف کے اندر ہوں۔ کیونکہ اس وقت عورتیں ہلکی پھلکی ہوتی تھیں۔ وہ بھاری بھر کم نہیں ہوتی تھیں۔ اور نہ ہی گوشت نے انہیں ڈھانپ کر موٹا کر دیا تھا۔ کیونکہ وہ تھوڑا سا کھانا کھایا کرتی تھیں۔ پس ان کو شہد ف کا ہلکا پھلکا ہونا محسوس نہ ہو سکا۔ جب کہ انہوں نے اسے اٹھایا۔ اور اسے اونٹ پر رکھا۔ اور میں ایک نوخیز لڑکی تھی۔ جس کی عمر پندرہ سال تھی۔ پس انہوں نے اونٹ کو اٹھایا اور چل دیئے۔ جب شکر جا چکا تو مجھے میرا مارٹوٹ مل گیا۔ پس میں ان کے پڑاؤ کی جگہ آئی جہاں نہ ان میں سے کوئی پکارنے والا اور نہ ہی کوئی جواب دینے والا تھا۔ پس میں نے اپنی اسی جگہ کا قصد کیا جہاں میرا ٹھکانا تھا۔ کیونکہ میرا گمان تھا کہ کسی پڑاؤ پر جا کر وہ مجھے گم پائیں گے۔ تو میری

طرف واپس آئیں گے۔ پس دریں اثنا میں اپنی جگہ پر بیٹھی تھی۔ کہ نیند کا غلبہ ہوا تو میں سو گئی۔ حضرت صفوان بن المعطل السلمی ثم الذکوانی لشکر کے پیچھے گری پڑی چیز اٹھانے کے لئے رہتے تھے وہ صبح کے وقت میری جگہ تک پہنچے۔ انہوں نے ایک سوتے ہوئے انسان کا جثہ دیکھا۔ کیونکہ انہوں نے مجھے پر وہ کے حکم سے پہلے دیکھا تھا۔ اس لئے دیکھتے ہی مجھے پہچان لیا۔ تو اس کے إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ پڑھنے سے میں بیدار ہو گئی۔ وہ مڑے اپنی اونٹنی بٹھائی اس کے اگلے ہاتھ کو دندا میں اس کی طرف اٹھ کر سوار ہو گئی۔ وہ پیدل اونٹنی کو کھینچتے ہوئے عین دوپہر کے وقت سخت گرمی میں ہم لشکر کے اندر پہنچ گئے۔ وہ لوگ پڑاؤ کرنے والے تھے۔ پس پھر تو طوفان باندھنے والے مجھ پر تہمت لگا کر ہلاکت کا سامان کرنے لگے۔ اور اس طوفان کی لڑائی کا سر پرست عبداللہ بن ابی بن سلول منافق تھا۔ حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ مجھے خبر دی گئی کہ اسی کے پاس پر وپیگنڈا کیا جاتا۔ باتیں ہوتیں۔ پس وہ اس کا اقرار کرتا اور کان لگا کر سنتا اور اسی کے ہاں بحث و مباحثہ ہوتا۔ نیز حضرت عروہؓ اہل اکف میں اور کسی کا نام نہیں سوائے ان تین آدمیوں کے نام نہیں لیا جاتا۔ ایک حضرت حسان بن ثابتؓ۔ مسطح بن اثاثہ۔ اور حمزہ بننت جحش دوسرے لوگ بھی تھے۔ جن کے ناموں کا مجھے علم نہیں ہے۔ البتہ وہ ایک چھوٹا سا گروہ تھا۔ جیسے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں۔ عَصَبَتُهُمْ۔ لیکن ان میں سے بڑی کارگزاری والا عبداللہ بن ابی بن سلول تھا۔ حضرت عروہؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عائشہؓ پسند نہیں کرتی تھیں کہ ان کے پاس حضرت حسان بن ثابتؓ کو بُرا بھلا کہا جائے۔ وہ فرماتی تھیں کہ یہ وہ شخص ہے جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں کہا ہے۔ کہ میرا باپ اور اس کا والد اور میری آبرو۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آبرو پر قربان ہوں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ہم جب مدینہ پہنچے تو میں مہینہ بھر بیمار رہی اور لوگ اکف والوں کی باتوں کا چرچا کر رہے تھے۔ مجھے کچھ بھی پتہ نہیں تھا۔ البتہ میں اس بیماری میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ لطف اور مہربانی نہیں محسوس کرتی تھی جو میں عموماً اپنی بیماری کے وقت دیکھا کرتی تھی۔ بس اتنا تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب میرے پاس تشریف لاتے۔ تو سلام کرنے کے بعد صرف اتنا فرماتے کہ وہ کیسی ہے یا اس کا کیا حال ہے پھر چلے جاتے۔ یہ بات میرے دل میں کھٹکتی تھی۔ لیکن مجھے اس شرارت کا کوئی علم نہیں تھا۔ جب میں بیماری کی

دجہ سے بہت کمزور ہو گئی تو ایک دن میں گھر سے باہر نکلی تو میرے ہمراہ مناصح یعنی بیت الخلاء کی طرف  
 حضرت ام مسطحؓ بھی باہر گئیں۔ اور ہم قضا حاجت کے لئے صرف رات کے وقت نکلا کرتی تھیں۔ کیونکہ  
 ہمارے گھروں کے نزدیک ابھی بیت الخلاء نہیں بنائے گئے تھے۔ اور ہمارا حال پہلے عرب کے  
 لوگوں جیسا تھا۔ کہ ہم قضا حاجت کے لئے جنگل کی طرف جاتے تھے۔ ہمیں گھروں کے پاس بیت الخلاء  
 بنانے سے بدبو سے تکلیف پہنچتی تھی۔ بہر حال میں اور حضرت ام مسطحؓ چل پڑیں۔ ام مسطحؓ ابی رھم  
 بن عبد المطلب بن عبد مناف کی بیٹی تھی۔ ان کی ماں ام سلمیٰ صحیح بن عامر کی بیٹی تھی۔ جو حضرت ابوبکر صدیقؓ  
 کی خالہ لگتی تھیں۔ اور ان کا بیٹا مسطح بن اثاثہ بن عباد بن المطلب تھے۔ قضا حاجت سے فارغ ہونے  
 کے بعد میں اور ام مسطحؓ واپس آ رہی تھیں کہ ام مسطحؓ اپنی گرم چادر میں پھسلنے کی وجہ سے گر پڑیں۔ تو  
 فرمانے لگیں اے مسطحؓ تو ہلاک ہو جائے۔ میں نے یہ سن کر ان سے کہا کہ آپ نے بہت بُرا کہا۔ کہ آپ  
 ایک ایسے شخص کو بُرا بھلا کہہ رہی ہیں۔ جو بدر کی لڑائی میں حاضر ہو چکا ہے۔ اس نے کہا۔ اے  
 بھولی! کیا تو نے وہ نہیں سنا جو وہ کہتا پھر تا ہے۔ میں نے پوچھا وہ کیا کہتا ہے۔ تو اس نے مجھ پر  
 طوفان برپا کرنے والوں کی باتوں سے مجھے آگاہ کیا۔ جس سے میری بیماری میں اور اضافہ ہو گیا چنانچہ  
 میں گھر واپس آئی۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسب معمول میرے پاس تشریف لاکر سلام  
 کیا۔ میرا حال پوچھا۔ میں نے میکے جانے کی اجازت مانگی۔ میرا ارادہ یہ تھا کہ میں اپنے والدین کی طرف  
 سے اس خبر کی تصدیق کروں۔ تو آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے میکے جانے کی اجازت  
 دے دی۔ میں نے اپنی ماں سے آکر پوچھا کہ یہ لوگ کیا باتیں کرتے پھرتے ہیں۔ اس نے کہا بیٹی!  
 دل کو نہ لگاؤ۔ اپنے اوپر سہولت کرو۔ کیونکہ جو عورت اپنے خاوند کی محبوبہ اور حسینہ ہو۔ اور اس  
 کی سوکنیں بھی ہوں۔ تو اکثر وہ اس کی عیب چینی کیا کرتی ہیں۔ میں نے کہا سبحان اللہ کتنا تعجب ہے۔  
 کہ لوگ اس کا چہرہ چاکر رہے ہیں۔ فرماتی ہیں کہ بس میں تو رات بھر روتی رہی۔ یہاں تک کہ صبح کہ  
 دی۔ کہ میرے آنسو نہیں ٹھمتے تھے۔ اور نہ ہی مجھے سرمہ کے برابر نیند آتی تھی۔ بہر حال میں صبح تک  
 روتی رہی۔ آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی ابن ابی طالب اور اسامہؓ بن زیدؓ کو اس  
 وقت بلایا جب کہ وحی کے آنے میں دیر لگ گئی۔ آپ ان سے سوال کرتے اور اپنی بیوی کو طلاق دینے  
 کے بارے میں مشورہ طلب کرتے تھے۔ فرماتی ہیں کہ حضرت اسامہؓ بن زیدؓ نے تو آپ کی اہلیہ محترمہ کی

برآۃ کے متعلق جو وہ جانتے تھے وہ بتلایا اور جو اپنے طور پر وہ جانتے تھے اس کی اطلاع بھی کی بہر حال حضرت اسامہؓ فرمانے لگے کہ حضرت! وہ آپ کی اہلیہ ہیں ہم تو ان کے بارے میں سوائے خیر کے اور کچھ نہیں جانتے۔ لیکن حضرت علیؓ نے فرمایا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر کوئی پابندی نہیں لگائی۔ ان کے سوا اور عورتیں بہت ہیں۔ ویسے آپؐ ان کی باندی سے دریافت فرمائیں وہ آپؐ کو سچ سچ بتادیں گی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بربرہؓ کو بلا کر پوچھا کہ اے بربرہ تو نے کوئی ایسی چیز دیکھی ہے جس نے تمہیں پریشان کیا ہو۔ حضرت بربرہؓ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو حق دے کر بھیجا ہے۔ میں نے تو ان کے خلاف کوئی عیب کی بات نہیں دیکھی سوائے اس کے وہ نوخیز لڑکی ہے۔ گھر کا آٹا گھوند کر سو جاتی ہے گھر کی بکری آکر کھا جاتی ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہو کر عبد اللہ بن ابی منافق کے بارے میں لوگوں سے مدد طلب کرنے لگے۔ آپؐ نے فرمایا اے مسلمانوں کی جماعت اس شخص کے بارے میں کون میری مدد کرتا ہے جس کی ایذا رسانی میرے گھر والوں تک پہنچ گئی ہے۔ واللہ! میں تو اپنے گھر والوں پر سوائے خیر کے اور کچھ نہیں جانتا۔ اور جس آدمی کا تہمت کے سلسلہ میں وہ لوگ ذکر کرتے ہیں۔ اس کے متعلق بھی سوائے خیر کے میں اور کچھ نہیں جانتا۔ وہ میرے گھر والوں کے پاس میرے ہمراہی کے سوا کبھی کوئی نہیں داخل ہوا۔ فرماتی ہیں کہ حضرت سعد بن عبد الاشہل کے بھائی ہیں اٹھے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! میں آپؐ کی مدد کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اگر وہ شخص اس کے قبیلہ سے ہے۔ تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔ اگر وہ ہمارے بھائی خزرج کے قبیلہ سے ہے۔ تو آپؐ حکم دیں ہم آپؐ کے حکم کی تعمیل کریں گے۔ فرماتی ہیں کہ خزرج کا ایک آدمی اٹھا۔ کہ حضرت حسانؓ کی والدہ اس کے قبیلہ سے ان کی چچا زاد بہن تھی۔ وہ سعد بن عبادہ تھے۔ جو خزرج کے سردار تھے۔ فرماتی ہیں کہ وہ واقعہ سے پہلے بہت نیک آدمی شمار ہوتے تھے۔ لیکن اب انہیں ان کی خاندانی غیرت نے برا لگھوٹہ کیا۔ حضرت سعدؓ سے کہنے لگے کہ آپؐ نے ٹھیک نہیں کہا۔ کہ اللہ کی قسم! آپؐ اس خزرجی کو نہ قتل کریں گے۔ اور نہ ہی آپؐ کو ان کے قتل کرنے کی قدرت ہے۔ اگر وہ آپؐ کے قبیلہ کا آدمی ہوتا تو آپؐ اس کا قتل کیا جانا پسند نہ کرتے۔ حضرت اسید بن حصیبؓ جو حضرت سعدؓ کے چچا زاد بھائی تھے اٹھ کر سعد بن عبادہؓ سے کہنے لگے کہ تو نے غلط کہلایا ہے۔ اللہ کی قسم! ہم اس شخص کو ضرور قتل کریں گے تو منافق ہے۔

اور منافقوں کی حمایت کرتا ہے۔ فرماتی ہیں کہ دونوں قبیلے ادس اور خزرج بھر تک اٹھے۔ یہاں تک وہ لڑائی کرنے کے لئے تیار ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے کھڑے ان کو ٹھنڈا کر دیتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ بھی خاموش ہو گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی چپ ہو گئے۔ فرماتی ہیں کہ وہ سارا دن میں ردتی رہی نہ میرے آنسو تھمتے تھے اور نہ مجھے دن بھر نیند آتی تھی۔ فرماتی ہیں۔ صبح کو میرے ماں باپ میرے پاس آتے جب کہ میں دو راتیں مسلسل اور ایک دن کامل رو چکی تھی۔ نہ مجھے ذرہ بھر نیند آتی تھی اور نہ ہی میرے آنسو تھمتے تھے۔ یہاں تک کہ مجھے گمان ہونے لگا۔ کہ کہیں میرا رونا میرے جگر کو نہ پھاڑ ڈالے۔ پس دریں اثنا کہ میرے والدین میرے پاس بیٹھے تھے اور میں رو رہی تھی کہ انصار کی ایک عورت نے میرے پاس آنے کی اجازت مانگی۔ جسے میں نے اجازت دے دی۔ پس وہ بھی میرے پاس آکر بیٹھی اور رونے لگی۔ فرماتی ہیں کہ دریں اثنا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے سلام کیا۔ پھر بیٹھ گئے۔ اور جب سے یہ قصہ ہوا تھا اس وقت سے آج تک میرے پاس نہیں بیٹھے تھے۔ اور مہینہ بھر انتظار کے باوجود میرے باپے میں کچھ وحی آپ پر نازل نہیں ہوتی تھی۔ پس آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھے ہی کلمہ شہد پڑھا۔ پھر فرمایا اے عاتشہ! آپ کی طرف سے اس طرح تمہاری طرف سے مجھے پہنچی ہے اگر تم پاک و صاف ہو تو اللہ تعالیٰ عنقریب تمہیں بری قرار دے دیں گے۔ اگر تم نے گناہ کا کام کر لیا ہے تو اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کر دو۔ اور اس کی طرف رجوع کر دو۔ کیونکہ بندہ جب اپنے گناہ کا اقرار کر کے توبہ کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتے ہیں۔ فرماتی ہیں کہ ابھی آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی گفتگو ختم کی تھی کہ میرے آنسو تھم گئے۔ یہاں تک کہ مجھے اس کا ایک قطرہ بھی محسوس نہیں ہوتا تھا۔ میں نے اپنے باپ سے کہا کہ آپ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میری طرف سے اس قصہ کے بارے میں جواب دیں۔ میرے باپ نے کہا واللہ میں نہیں جانتا کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کہوں۔ پھر میں نے اپنی ماں سے کہا کہ آپ اس بارے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیں۔ میری ماں نے کہا واللہ! میں بھی نہیں جانتی۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا جواب دوں۔ پس میں خود بولی اور میں نوخیز لڑکی تھی۔ میں نے بہت قرآن نہیں پڑھا تھا۔ میں نے کہا واللہ! میں جانتی ہوں کہ آپ لوگ میرے خلاف یہ بات سن چکے ہو۔



یہاں تک کہ وہ تمہارے دلوں میں قرار پکڑ چکی ہے۔ اور تم اس کو سچا سمجھ چکے ہو۔ اب اگر میں آپ لوگوں سے کہوں کہ میں پاک دامن ہوں تو تم میری تصدیق نہیں کرو گے۔ اگر میں کسی معاملہ کا اقرار کروں اور اللہ جانتا ہے کہ میں اس سے بری ہوں تو تم مجھے سچا سمجھو گے اور اللہ کی قسم میرا اور تمہارا حال ایسا ہے جیسا کہ یوسفؑ کے والد یعقوبؑ نے فرمایا تھا۔ میرے لئے صبر جمیل ہے اور جو کچھ تم لوگ بیان کرتے ہو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتا ہوں۔ پھر میں منہ پھیر کر اپنے بستر پر لیٹ گئی۔ اور اللہ جانتا ہے کہ میں اس وقت پاک دامن ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ ضرور میری برائت نازل فرمائیں گے۔ اور اللہ میرا یہ گمان نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں ایسی وحی نازل فرمائیں گے جو قیامت تک تلاوت کی جائے گی۔ میں اپنے آپ کو اس سے حقیر سمجھتی تھی۔ کہ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں کلام فرمائیں۔ لیکن مجھے امید تھی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند کے اندر کوئی خواب دکھایا جائے گا۔ جس میں اللہ تعالیٰ مجھے بری قرار دیں گے۔ فرماتی ہیں۔ واللہ ابھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مجلس سے جدا نہیں ہوئے تھے۔ اور نہ ہی گھر والوں میں سے کوئی باہر نکلا تھا۔ یہاں تک کہ آپؐ پر وحی نازل کی گئی۔ تو آپؐ کو اس سختی نے آپکڑا جو نزل وحی کے وقت آپؐ کو گھیرا کرتی تھی۔ یہاں تک کہ پسینہ چھوٹے چھوٹے موتیوں کی طرح آپؐ سے بہنے لگا۔ یہ قول باری تعالیٰ کا بوجھ تھا جو سخت جاڑے کے دن کے اندر آپؐ پر نازل کیا گیا۔ فرماتی ہیں کہ جب یہ کیفیت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کھل گئی تو آپؐ ہنس رہے تھے۔ اور پہلا کلمہ جو آپؐ کی زبان سے نکلا وہ یہ تھا۔ کہ آپؐ نے فرمایا اے عائشہ! تجھے اللہ تعالیٰ نے بری قرار دیا ہے۔ فرماتی ہیں۔ میری والدہ نے مجھے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شکریہ کی طرف اٹھو اور شکریہ ادا کرو۔ میں نے کہا۔ واللہ میں آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے شکریہ کے لئے نہیں اٹھوں گی۔ میں تو اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کروں گی۔ جس نے میری برائت نازل فرمائی۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ان الذین جاؤا بالافک سے دس آیات تک نازل فرمائیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے صراحتہ میری برائت والی آیات نازل فرمائی۔ اولئک متبرؤن الخ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ رشتہ داری اور فقیری کی وجہ سے حضرت مسیحؑ پر خرچ کرتے تھے۔ فرمانے لگے اللہ کی قسم! میں تو اب مسیحؑ پر کچھ بھی خرچ نہیں کروں گا۔ کیونکہ اس نے حضرت عائشہؓ کے بارے میں یہ پارٹ ادا کیا ہے کہ دشمنوں کی سازش میں شامل ہو گئے۔ تو

تو اللہ تعالیٰ نے ولایات اہل اولوالفضل سے لے کر غفور رحیم تک نازل فرمائی۔ جس پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا۔ واللہ کیوں نہیں۔ میں تو اس کو پسند کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت فرمائیں۔ پس حضرت مسطحؓ کو وہ خرچہ پھر دینا شروع کر دیا جو ان پر اس سے پہلے خرچہ کرتے تھے۔ اور فرمایا کہ اب میں ان کا یہ نفقہ کبھی بند نہیں کروں گا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینبؓ بنت جحش سے میرے معاملہ کے بارے پوچھا اور حضرت زینبؓ سے فرمایا کہ تو کیا جانتی ہے اور تو نے کیا دیکھا ہے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! میں تو اپنے کان اور آنکھ کو محفوظ رکھتی ہوں۔ کہ میں نے نہ تو سنا اور نہ دیکھا۔ واللہ! مجھے خیر کے سوا اور کچھ معلوم نہیں۔ حضرت عائشہؓ یہی بی بی تھیں۔ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ازدواج مطہرات میں سے میرا مقابلہ کیا کرتی تھیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ اسے ان کی پرہیزگاری کی وجہ سے بچا لیا۔ لیکن ان کی بہن جمنہؓ بنت جحش ان کی خاطر لڑائی کرتی رہتی تھیں۔ چنانچہ وہ بھی تہمت لگانے والوں میں شامل ہو کر ہلاکت کا شکار ہوئی۔ ابن شہابؒ زہری فرماتے ہیں کہ یہ بیان کردہ حدیث مجھے ان حضرات کی طرف سے پہنچی۔ پھر عروہؒ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں کہ وہ شخص جس کو اس قصہ میں متہم کیا گیا یعنی حضرت صفوان بن محطؓ وہ فرماتے ہیں سبحان اللہ! مجھے اس اللہ کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ میں نے آج تک کبھی کسی عورت کا ستر نہیں کھولا فرماتی ہیں کہ وہ اس واقعہ کے بعد اللہ کے راستہ میں شہید ہو گئے۔ اگر ان کا کچھ بھی قصور ہوتا۔ تو وہ شہادت کا اعزاز حاصل نہ کرتے۔

### تشریح از شیخ مدنیؒ | ان الذی یضج باؤ ابالافک آیت کریمہ میں افک بمعنی کذب

کے ہے۔ اس کے اندر جو اسم جنس ہے اس کے اندر بھی کئی لغات ہیں۔ اور اس سے فعل بھی بنتا ہے۔ امام بخاریؒ کی عادت ہے کہ جو لفظ متعدد مقام پر آئے۔ تو اس کا مشتق بیان فرمادیتے ہیں۔ افک بفتح الہمزہ وکسرہا جیسے نجسؓ و نجسؓ میں حیم کو مفتوح اور کسور پڑھتے ہیں۔ نظیر صرف ایک لفظ کے فتح اور کسر میں ہے۔ مصدر افک ہے و افکؓ ہے۔ ماضی افکھم ہے۔

حدیثنا عبد العزیز بن الامام ابن شہابؒ زہری نے اپنے چار اساتذہ سے طویل حدیث تو نہیں سنی۔ البتہ اس کا بعض حصہ کسی سے سنا اور بعض کسی دوسرے سے۔ لیکن جمیع حدیث حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ افک کے معنی صرف یعنی پھیرنے کے بھی آتے ہیں۔ اس لئے کہ کذب بہت سے چیزوں سے پھیر

دیتا ہے۔ جیسے کہتے ہیں۔ افکہ من افک اسی صرفہ من صرف۔

اقرع بین ازداجہ آپ پر تسویہ بین النساء یعنی باری مقرر کرنا واجب نہیں تھا۔ بلکہ ترجیح من تشاء منھن کہ آپ جس کو چاہیں پیچھے کر دیں جس کو چاہیں ٹھکانا دے دیں۔ اس عدم ایجاب کے باوصف آپ اپنی ازدواج میں عدل کیا کرتے تھے۔ یعنی کھانے پینے اور رات گزارنے میں انصاف ہوتا تھا۔ چونکہ سفر میں یہ صورت ممکن نہیں تھی۔ اس لئے قرعہ اندازی کرتے تھے۔ تاکہ ان کے دلوں کو تسلی ہو۔ ہودج پالکی کی طرح شغف بنایا جاتا تھا۔ آذن لیلۃ بالرحیل قاعدہ یہ تھا کہ قافلہ کی روانگی سے پہلے ایک گھنٹہ امیر قافلہ ندا دیتا تھا۔ الفلاح الفلاح یا اس کے مناسب جو الفاظ ہوتے وہ پکارتا تھا۔ تو ہر مسافر تیار کر لیتا۔ دوسری ندا پر اونٹوں پر اسباب لاد دیا جاتا اور تیسری ندا پر قافلہ چل پڑتا تھا۔

عقدی بن جزع ظفار ظفار میں ایک جگہ کا نام ہے۔ جہاں خر مہرہ کے مار لائے جاتے تھے۔ بعض نے کہا کہ وہ ناخن کی مانند ہوتے تھے۔ لم یھبلن ہبل کے معنی موٹا ہونا۔ علقہ وہ مقدار جو انگلی میں لٹکائی جائے۔ شئی قلیل کفایہ ہے۔ بعد ما استقر مردہ سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی چلے جانے کے ہیں۔ لیسن بھا مھتم داع ولا عجیب یہ ایک محاورہ ہے۔ میدان کے جو خالی ہونے سے کنایہ ہے۔ ذکوانی من دراء الجیش قافلہ والوں کی عادت ہوتی تھی۔ کہ چند آدمی مقرر کر لیتے تھے جو قافلہ کی روانگی ڈیڑھ دو گھنٹہ بعد آتے۔ اگر کوئی آدمی قافلہ سے پچھڑ جاتے یا کوئی سامان رہ جاتے۔ تو وہ اس کو لے کر قافلہ میں پہنچا دے۔ حضرت صفوان بن المعطلؓ کی یہ ڈیوٹی تھی۔ جلباب وہ چادر جو تمام بدن کو ڈھانپ لے۔ بجائے برقعہ کے اسے استعمال کیا جاتا تھا۔ لھوی بمعنی سقط۔ نزل۔ فوطی علی یہ رہا عادت یہ ہے کہ کسی نا تجربہ کار کو اونٹ پر سوار کرنے کے لئے اونٹ کے گھٹنوں کو دباتے ہیں۔ تاکہ وہ کھڑا نہ ہو جائے۔ موغربین سخت گرمی میں آنے والے۔ عبد اللہ بن ابی ابی اس کے باپ کا نام تھا۔ اور سلول اس کی ماں کا نام۔ لہذا ابن سلول مرفوع ہو گا۔

ہلک بن ہلک افزا پر دازی سے کنایہ ہے۔ الذی توئی کبرہ فلہ عذاب عظیم فرمایا گیا ہے۔ متولی کبر الا فک میں اختلاف ہے۔ بعض حضرت حسانؓ بن ثابت کا نام لیتے ہیں اور بعض نے عبد اللہ بن ابی کے متعلق کہا ہے جیسے روایت سے ثابت ہے یہ قبیلہ خزرج کے آدمی تھے۔

انہ کا نیشاع یہ متولی کبر ہونے کی علت ہے۔ کہ یہ افک کی گفتگو کی تصدیق کرتا تھا۔ اور اسے بنا سنوار کر پھیلاتا تھا۔ کسی طرح تردید نہیں کرتا تھا۔ لیستو شیعہ زینت دینا۔ عصبہ جماعت کو کہتے ہیں۔ جو دس آدمیوں سے کم پر مشتمل ہو۔ بقول النبی قال یہ حضرت حسان بن ثابتؓ تھے۔ اور زمانہ جاہلیت میں شاعر کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ افک میں حصہ لینے کے باوجود حضرت عائشہؓ ان کا احترام کرتی تھیں اور ان کے بارے میں برا بھلا سننا پسند نہ کرتی تھیں۔ کیونکہ انہوں نے حضرت عائشہؓ کے محبوب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بہت سے مدحیہ قصائد کہے تھے۔ ان میں سے ایک شعر یہ بھی ہے۔ ان ابی و الداء المقصد یہ ہے کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس قدر فدائی ہو اس کی شان میں گستاخی نہ کرنی چاہیے۔ دھویر یعنی ہوشیار کی مہم بعد کا جملہ اس کی تفسیر ہے۔ کیف تیکم ای کیف لہذہ یہ فرمان آپؐ کا خادمہ وغیرہ سے ہوتا تھا۔ لیکن مجھ سے کوئی بات نہیں کرتے تھے۔ نقمت تھا بہت اس ضعف کو کہتے ہیں جو بیماری زائل ہونے کے بعد ہوتا ہے۔ اب تو عام ضعف کو کہنے لگے۔ مناصع ایک جگہ کا نام ہے جہاں عورتیں قضاہ حاجت کے لئے جایا کرتی تھیں۔ اتم مسطح حضرت صدیق اکبرؓ کی خالہ زاد بہن ہیں۔ تو حضرت عائشہؓ کی بھوپھی ہوتیں۔

امر العرب الاول امر بمعنی عادت۔ الاول۔ ممکن ہے العرب کی صفت ہو۔ اور ممکن ہے امر کی صفت ہو۔ فی البریۃ ای لقضاء الحاجة فی البریۃ۔ بر شہر کے باہر کی زمین کو کہتے ہیں۔

تفسر مسطح یہ جملہ بد دعا کے لئے ہے۔ کہ خدا مسطح کو زمین پر اوندھا کر اڈے۔ ای ہشاہ ای لہذہ یعنی اے فلا فی بھولی بھالی۔ اولم تسمعی ای لم تسمعی ماقال کے معنی میں ہے۔

بھولی علیک ای خففتی علیک اس لئے کہ جو عورت خوب صورت ہو۔ اور اس کی سونکیں بھی ہوں۔ تو اس پر طرح طرح سے اخترا پر دازی کی جاتی ہے۔ تو ماں نے نصیحت کی کہ دل کو نہ لگاؤ اپنے حال پر رحم کر دو۔ الاکثرن علیہا ای اکثرن فی الافتراءات ازدواج مطہرات میں سے کسی بی بی نے افک میں حصہ نہیں لیا۔ البتہ حضرت زینبؓ بنت جحش جو ازدواج مطہرات کی دوسری پارٹی کی لیڈر تھیں۔ ان کی بہن جمنہؓ بنت جحش نے اپنی بہن کی طرف داری میں افک میں اس لئے حصہ لیا کہ حضرت عائشہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر سے گزر جائیں۔ اور حضرت زینبؓ آپؐ کی منظور نظر بن جائیں۔ لوگوں نے یہ سمجھا کہ حضرت جمنہؓ اپنی بہن حضرت زینبؓ کے اشارہ سے کام کر رہی ہے۔ لفظ ای لیس الامر قط لفظی

کی تاکید کے لئے ہے۔ لا یرى قاء یعنی ٹھہرنا۔ منقطع ہونا۔ لا اکتل بنوم یعنی نیند کا سرمہ بھی نہیں لیتی تھی۔ سرمہ تقوڑی مقدار میں لیا جاتا ہے۔ مقصود یہ ہے کہ تقوڑی سی نیند بھی نہیں آتی تھی۔

استبلیث الوحی اسی تاخیر وحی کو دیر ہو گئی۔ آپ کا منشاء یہ تھا کہ اگر وحی کے ذریعہ اہل افک کی تصدیق ہو جائے۔ تو میں حضرت عائشہؓ کو طلاق دے دوں۔ اگر ان کی برأت ثابت ہو جاتی ہے تو اہل افک کی تکذیب کی جائے۔ مہینہ بھر وحی نہ آئی۔ تو آپؐ نے حضرت علیؓ اور حضرت اسامہؓ کو مشورہ کیلئے بلایا۔ جن کے جوابات میں اختلاف ہے۔ حضرت اسامہؓ کا مقصد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل کی برأت تھا۔ اور حضرت علیؓ کا مطمح نظر یہ تھا کہ چونکہ واقعہ افک سے آپؐ پر جو گرانی طاری ہے۔ وہ بھی زائل ہو جائے۔ اور اہل خانہ کی برأت بھی ہو جائے۔ یقینی بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ سے زیادہ غیرت مند تھے۔ آپؐ کا ارشاد ہے۔ انا اغیر الناس واللہ اغیر بنی یہ اس وقت کا فرمان ہے۔ جب حضرت سعدؓ نے فرمایا تھا کہ میں بیوی کے ساتھ زنا کی حالت میں گواہ کیسے تلاش کر سکتا ہوں۔ تو آپؐ نے فرمایا حضرت سعدؓ غیرت مند ہیں۔ میں ان سے زیادہ غیرت مند ہوں۔ اللہ تعالیٰ میرے سے زیادہ غیرت والے ہیں۔ بنا بریں دونوں جوابوں میں فرق آیا۔ حضرت عائشہؓ حضرت اسامہؓ کے جواب کو پسند کرتی ہیں کیونکہ ان کے جواب میں خالص ان کی برأت تھی۔ حضرت علیؓ کا مقصد ان کی برأت کے ساتھ ساتھ آپؐ سے گرانی کا زائل کرنا بھی تھا۔ اس جواب کو حضرت عائشہؓ نے پسند نہیں فرمایا۔

الہلک ای ہی اہلک امسک اہلک کے معنی ہیں۔ والنساء سواھا کثیر یہ کلمہ آپؐ کے نقل کو در کرنے کے لئے تھا۔ اور مسلسل الجاریۃ یہ برأت کے لئے تھا۔ کہ باندی ہر وقت گھر میں ان کے ساتھ رہتی ہے۔ ماکہ البیت کے حالات سے خوب واقف ہوتی ہے۔ یہ برأت دعویٰ الشیء ببینۃ کے طور پر ہے۔ پہلے برأت بغیر بینۃ کے طور پر ہے۔ جواب نفی کے ساتھ دیا ہے۔ عقیفہ برتہ کے الفاظ نہیں کہے گئے۔ اور حضرت علیؓ کی برأت نہایت قوی ہے۔ جو ان کی فصاحت و بلاغت۔ ذکاوت اور علم عظیم پر دلالت کرتی ہے۔ ہل رأیت من شیء یہ بیک کیونکہ عادت ہے کہ مرد اور عورت کے درمیان جب کوئی اجنبیہ ہو۔ تو براہ راست ان کے تعلقات قائم نہیں ہو سکتے۔ فاحشہ عورت ایسا کر سکتی ہے۔ حدیث السبین جاریہ جو کسی سے واقف نہ ہو وہ براہ راست تعلقات پیدا نہیں کر سکتی۔ درمیان میں کسی کو واسطہ بناتی ہے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہؓ سے پوچھا کہ اگر تو نے کوئی شک و شبہ کی

چیز دیکھی ہو۔ تو بتلا دے۔ تناسم عن عجین اہلکھا یہ امور خانہ داری کے عیوب میں سے ہے۔ کہ اس قدر غافل ہیں کہ آٹا کوندھ کر سو جاتی ہیں بکری آٹا کھا جاتی ہے۔ فاحشہ اور چالاک عورت کو کسی کو موقع نہ اعتراض کا نہیں دیتی۔ لیکن ایسی غافلہ عورت کی طرف زنا کی نسبت کیسے کی جاسکتی ہے۔

قالت قاسم رسول اللہ ﷺ دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے جمیع ازواج مطہرات سے پوچھا۔ سب نے برآء بیان کی۔ حتیٰ کہ ہیڈ پارٹی حضرت زینب نے بھی برآء کر دی۔ فاستعذرا ہی طلب العذریہ عذیر بمعنی ناصر۔ اور بعض نے کہا طلب عذر کے معنی ہیں۔ کہ میں عبد اللہ بن ابی کو اس معاملہ میں سزا دینا چاہتا ہوں۔ تو مجھے معذور سمجھنا۔ من یعذر فی اس سزا دینے میں میری کون مدد کرے گا۔

فان کنت برئۃ ان چونکہ حرف ان شرطیہ امور مشکوکہ پر داخل ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ آپ کو ان کی برآء میں شک ہے۔ ان کنت المحت کا جملہ بھی شک پر دال ہے۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک دونوں جانب برابر ہیں برآء میں تردید ہے۔ حالانکہ تعلقات اخلاق اور محبت کا تقاضا تھا۔ کہ آپ اس شک کی مدافعت کرتے۔ اور پدری شفقت کا تقاضا تھا کہ ماں باپ بھی کھل کر برآء کا اظہار کرتے۔ لیکن نہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مدافعت کا جوش آیا۔ نہ صدیق اکبرؓ کو اور نہ ہی والدہ ام رومانؓ کو آپ کی برآء پر یقین آیا۔ وہ بھی شک میں رہے۔ ان امور کی وجہ سے حضرت عائشہؓ کو غمغہ آیا۔ آنسو ٹھم گئے۔ خود جواب دینے کے لئے تیار ہو گئیں۔ اور فصاحت و بلاغت کے دریا بہا دیئے۔ لاجہ لی دلکم مثلاً چونکہ حضرت عائشہؓ کی عمر حقوڑی تھی۔ قرآن مجید کثرت سے نہیں پڑھا تھا۔ کہنے لگیں مجھے حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام یاد نہ رہا۔ عذر بیان کرتی ہیں کہ ابو یوسف کیوں کہا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ میری اور تمہاری مثال یعقوب علیہ السلام جیسی ہے۔ جنہوں نے فہرہ جمیلؓ فرمایا تھا۔ میں بھی اس مصیبت میں صبر جمیل کرتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے مدد خواہ ہوں کہ وہ میری برأت نازل فرمائیں۔ یہاں حضرت عائشہؓ نے فصاحت و بلاغت کے مطابق کلام کیا ہے۔ چونکہ زیادہ انکار نہیں تھا۔ اس لئے زیادہ متوکدات نہیں لائے گئے۔ کیونکہ جس قدر انکار ہوا اس قدر متوکدات لائے جاتے ہیں۔ یہاں بھی آپ نے برآء سے انکار نہیں کیا۔ ماں باپ نے بھی انکار نہیں کیا۔ لیکن ان کے یہ افعال کہ برآء کو بیان نہیں کیا۔ پاکدامنی کے لئے جوش نہیں دکھایا۔ گویا کہ ان کی طرف سے انکار ہے۔ اس لئے متوکدات ذکر کئے۔ واللہ۔ فقہ علمت وغیرہ فرمایا۔

حتی استقر فی انفسکم جاگزین ہو جانا کیونکہ جب کسی چیز کو بار بار بیان کیا جائے۔ تو وہ جاگزین ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ قوتِ واہمہ خلاق ہے۔ فلسفہ والے یہی کہتے ہیں۔

واللہ یعلم فی منہ ہرئۃ للتصدق فی اس سے اپنی برأت بھی بیان کر گئیں۔ اور ان پر الزام بھی دھر دیا۔ جہان بچے موتی۔ تسامینی سمو سے ماخوذ ہے۔ بمعنی بلندی۔ مسامات بمعنی بلندی کو چاہنا۔ حضرت زینبؓ ایک بی بی تھیں۔ جو حضرت عائشہؓ کا مقابلہ کرتی تھیں۔ ایک تو اس لئے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھوپھی زاد بہن لگتی تھیں۔ دوسرے فوق السموات ان کا نکاح ہوا تھا۔ جس سے حضرت زیدؓ سے طلاق کے بعد ان کی دلداری مقصود تھی۔ چنانچہ وہ ہمیشہ اپنی فوقیت بتلایا کرتی تھیں۔ لیکن بایں ہمہ انہوں نے کوئی غلط بات نہیں کہی۔

فقصھا اللہ بالورع چونکہ یہ چمڑے کا کام کرتی تھیں۔ اس کی آمدنی کا بیس حصہ فی سبیل اللہ خرچ کر کے ام المساکین کھلاتیں۔ اور بیس حصہ سے اپنی ضروریات کا تکفل کرتی تھیں۔ سخاوت شرافت کی دلیل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ازدواجِ مطہرات نے اپنے متعلق سوال کیا۔ کہ ازدواج میں سے کون سی بی بی سب سے پہلے آپؐ کو آکر ملے گی۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ اطولکن یداً یعنی جس کا لمبا ہاتھ ہوگا۔ بیبیوں نے ہاتھ ناپے تو حضرت سودہؓ کے ہاتھ لمبے تھے۔ لیکن سب سے پہلے حضرت زینبؓ کا انتقال ہوا تب سب کو معلوم ہوا کہ اطولکن یداً سے آپؐ کی مراد سخاوت تھی۔

من کنف انشی محمدین کے ہاں مشہور یہ ہے کہ حضرت صفوان عنینؓ تھے۔ اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ زنانہ سے کنایہ ہو کہ انہوں نے کسی عورت کا ستر نہیں کھولا۔ کنف وہ کپڑا جو عورت کو چھپاتا ہے۔ ثم قتل بعد ذلک ایہ بھی ان کی برأت کی دلیل ہے اور شہادت نصیب ہوئی۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | دھویر بینی فی دمعی ۵۹۴ ضمیر شان کی ہے بعد کا جملہ

اس کی تفسیر ہے۔ ما کشف من کنف انشی قط یعنی فی حرام۔

**تشریح از شیخ زکریا** | کوکب میں ہے۔ فی الحرام لا فی الجاہلیۃ ولا فی الاسلام

یعنی کبھی حرام کا ارتکاب نہیں کیا۔ نہ زمانہ جاہلیت میں اور نہ ہی زمانہ اسلام میں۔ کنف وہ کپڑا جس سے ستر کو چھپایا جائے۔ یہ عدم جماع سے کنایہ ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ عنین تھے۔ لیکن یہ ثابت نہیں۔ اس لئے کہ ان کی بیوی نے شکایت کی تھی کہ میں روزہ رکھتی ہوں۔ یہ افطار کرا دیتا ہے۔ تو

حضرت صفوانؓ نے جواب دیا تھا کہ میں نوجوان ہوں صبر نہیں کر سکتا۔

**حدیث نمبر ۳۷۳۱** حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ قَالَ لِي الْوَلِيدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ أَبْلَخَكَ أَنْ عَلِيًّا كَانَ فِيْمَنْ قَذَفَ عَائِشَةَ قُلْتُ لَا وَلَكِنْ قَدْ أَخْبَرَنِي رَجُلَانِ مِنْ قَوْمِكَ أَبُو سَلَمَةَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ لَهُمَا كَانَ عَلِيٌّ مُسْلِمًا فِي شَأْنِهِمَا فَرَجَعُوهُ فَلَمْ يَرْجِعْ وَقَالَ مُسْلِمًا بِإِلْشَاقٍ فِيهِ وَعَلَيْهِ كَانَ فِي أَصْلِ الْحَقِيقِ كَذَلِكَ -

ترجمہ۔ حضرت امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ ولید بن عبد الملک بن مردان اموی نے مجھے کہا کہ کیا تمہیں یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت علیؑ بھی ان لوگوں میں شامل تھے جنہوں نے حضرت عائشہؓ پر زنا کی تہمت لگائی۔ میں نے کہا نہیں۔ لیکن تیری قوم کے دو آدمیوں نے مجھے خبر دی ہے۔ ایک تو ابو سلمہ عبد الرحمن ہیں۔ اور دوسرے ابو بکر بن عبد الرحمن بن الحارث ہیں۔ جو کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے ان سے فرمایا تھا کہ حضرت علیؑ ان کے معاملہ میں صحیح و سالم تھے۔ انہوں نے کوئی حصہ نہیں لیا۔

**تشریح از شیخ مدنی** حضرت علیؑ کو بنو امیہ سے بغض تھا۔ ادھر خوارج کو حضرت علیؑ سے بغض تھا۔ وہ لوگ الذی تو لی کبرہ کا مصداق حضرت علیؑ کو قرار دیتے تھے۔

کان علی مسلماً یعنی قذف سے سالم تھے۔ اور اگر مسلم ہو تو بھی ساکت کے ہے۔ خلاصہ یہ کہ وہ قاذبین میں سے نہیں تھے۔ ورنہ حد قذف لگتی۔ اور بعض نسخوں میں مسیباً قی ساتھ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ قاذبین میں سے تو نہیں تھے۔ لیکن چونکہ ان کا جواب حضرت عائشہؓ کو ظاہری طور پر پسند نہیں آیا۔ اس لئے انہوں نے ان کو مسیباً کہا۔ لیکن ہشام کہتے ہیں کہ میری روایت میں مسیباً کا لفظ نہیں ہے۔

**تشریح از شیخ زکریا** مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ مسلماً بالفتح کے معنی سالم کردہ شدہ اور مسلماً بکسر اللام کے معنی ہیں۔ ساکتا اور بعض نسخوں میں مسیباً بمعنی بدگمان کے ہے۔ قائل سب کا ایک ہے۔ کہ حضرت علیؑ قاذبین میں تو نہیں تھے۔ لیکن بدگمانی رکھتے تھے۔ یا یہ کہ قاذبین کے ساتھ ان کا سلام و کلام تھا۔ ان کی تردید نہیں کرتے تھے۔ کہ مافیؒ بھی فرماتے ہیں کہ اسارۃ سے مراد ان کا مقولہ و انساہواھا کثیر ہے۔



حدیث نمبر ۳۷۳۲ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنِي مَسْرُوقُ بْنُ الْأَجْدَعِ قَالَ حَدَّثَنِي أُمُّ رُومَانَ وَهِيَ أُمُّ عَائِشَةَ قَالَتْ بَيْنَا أَنَا وَعَائِشَةُ أَنَا وَعَائِشَةُ إِذْ وَلَجَتْ امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَتْ فَعَلَ اللَّهُ بِفُلَانٍ وَفَعَلَ فَقَالَتْ أُمُّ رُومَانَ وَمَا ذَاكَ قَالَتِ ابْنَتِي فِيمَنْ حَدَّثَ الْحَدِيثَ قَالَتْ وَمَا ذَاكَ قَالَتْ كَذَا وَكَذَا قَالَتْ عَائِشَةُ سَمِعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ نَعَمْ قَالَتْ وَأَبُوبَكْرٍ قَالَتْ نَعَمْ فَخَرَّتْ مَغْشِيًّا عَلَيْهَا فَمَا أَفَاقَتْ إِلَّا وَعَلَيْهَا حُمِيٌّ بِنَافِضٍ فَطَرَحَتْ عَلَيْهَا شَيْئًا بِهَا فَغَطَّتْهَا فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا شَأْنُ هَذِهِ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَخَذَتْهَا الْحُمِيٌّ بِنَافِضٍ قَالَ فَلَعَلَّ فِي حَدِيثٍ تُحَدِّثُ بِهِ قَالَتْ نَعَمْ فَقَعَدَتْ عَائِشَةُ فَقَالَتْ وَاللَّهِ لَئِنْ حَلَفْتُ لَا تُصَدِّقُونِي وَلَئِنْ قُلْتُ لَا تَعْذِرُونِي مِثْلِي وَمِثْلَكُمْ كَيَعْقُوبَ وَبَنِيهِ وَاللَّهِ أَلَمْ يَسْتَعَانَ عَلِيٌّ مَا تُصِفُونَ قَالَتْ وَانْصَرَفَ وَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَذْرَاهَا قَالَتْ بِحَمْدِ اللَّهِ لَا يَحْمَدُ أَحَدٌ وَلَا يَحْمَدُكَ -

ترجمہ۔ مسروق بن اجدع کہتے ہیں کہ حضرت ام رومان جو حضرت عائشہؓ کی والدہ ہیں۔ انہوں نے مجھے حدیث بیان کی۔ وہ کہتی ہیں کہ میں اور حضرت عائشہؓ بیٹھی ہوئی تھیں۔ کہ انصار کی ایک عورت اچانک اندر گھس کر کہنے لگی کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو ہلاک اور اس نے کمر بھی دیا۔ ام رومان فرماتی ہیں کہ کیا ماجرا ہے۔ اس نے کہا کہ میرا بیٹا بھی ان لوگوں میں شامل ہے جنہوں نے یہ افتراء پوز دانی کی ہے۔ انہوں نے پوچھا وہ کیا ہے وہ کہنے لگی اس اس طرح ہے۔ حضرت عائشہؓ نے پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو سن چکے ہیں۔ اس نے کہا ہاں سن چکے ہیں۔ پھر پوچھا ابوبکرؓ اس نے کہا ہاں وہ بھی سن چکے ہیں۔ تو حضرت عائشہؓ بے ہوش ہو کر گر پڑیں۔ ان کو آرام نہ آیا۔ یہاں تک کہ کپکپی کے ساتھ بخار چڑھ گیا۔ تو میں نے ان پر ان کے کپڑے ڈال کر انہیں ڈھانپ لیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ تو پوچھا ان کا کیا

حال ہے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! کپکپی کے ساتھ ان کو بخار چڑھ چکا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ شاید اس بات کی وجہ سے جو پھیلائی جا رہی ہے۔ انہوں نے کہا ہاں وجہ تو وہی ہے۔ حضرت عائشہؓ اٹھ کر بیٹھ گئیں۔ فرماتے لگیں! اگر میں قسم اٹھاؤں تو تم مجھے سچا نہیں سمجھو گے۔ اور اگر میں کوئی بات کہوں تو میرا عذر قبول نہیں کرو گے۔ میرا اور بہارا حال یعقوبؓ اور ان کے بیٹوں کی طرح ہے۔ جو کچھ تم بیان کرتے ہو اس پر میں اللہ تعالیٰ سے مدد چاہتی ہوں۔ اتم رد مانؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پھر کمر چلے گئے۔ مجھے کچھ بھی نہ کہا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے سورۃ نور میں ان کی عذر برآء کو بیان فرمایا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں کہ یہ جو کچھ ہو اسب اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ہوا۔ وہی میرے شکریہ کے حقدار ہیں۔ نہ آپؐ اور نہ ہی کوئی دوسرا شخص میرے شکریہ کا مستحق ہے۔

**تشریح از شیخ مدنی** | حدیثنا ابو عبد اللہ الیہ مولف کے کسی تلمیذ کی عبارت ہے جو بہت سے نسخوں میں نہیں ہے۔ اور حدیث مسروق حدیث طویل کے مخالف ہے تو اس کا جواب یہ ہو گا کہ سوال کرنا اور غشی کا دورہ پڑنا دو مرتبہ واقع ہوا ہے۔ اس طرح آپؐ نے بھی متعدد بار سوال کیا ہے۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | ما ذاک قالت کذا و کذا یہ حضرت اتم رد مانؓ کی طرف

پہلے پہل خبر پہنچی ہے۔ حدیث میں بہت اختصار ہے تو قالت عائشہ سمع الیہ ۵۹۴ یہ بہت سے ان امور پر مرتب ہے جو اس جگہ ذکر نہیں کئے گئے۔

**حدیث نمبر ۳۷۳۳** حَدَّثَنِي يَحْيَىٰ عَنْ عَائِشَةَ كَانَتْ تَقْرَأُ إِذْ تَلْقَوْنَهُ بِالسِّنِّتِمْ وَتَقُولُ الْوَلَقُ الْكَذِبُ قَالَ ابْنُ أَبِي مَلِيكَةَ وَكَانَتْ أَعْلَمُ مِنْ غَيْرِهَا بِذَلِكَ لِأَنَّهَا نَزَلَ فِيهَا۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ اذ تَلْقَوْنَهُ کی بجائے اذ تَلْقَوْنَهُ بکسر لام پڑھا کرتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ ولق کا معنی جھوٹ ہے۔ ابن ابی ملیکہؓ فرماتے ہیں کہ وہ اس قرأت کو غیر کی نسبت خوب جانتی ہیں۔ کیونکہ یہ آیت ان کے بارے میں اترتی ہے۔ قرأت متواترہ اذ تَلْقَوْنَهُ ہے۔ ان کی قرأت لام کے کسرہ سے ہے۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | لاندہ نزل فیہا ۵۹۴ لیکن ان کے بارے میں آیت کا نازل

ہونا ان کے علم کے زائد ہونے کی دلیل نہیں ہے۔

**تشریح از شیخ زکریا** | ان آیات کا نزول اگرچہ حضرت عائشہ کے بارے میں ہے لیکن اس کے مخاطب تو الدین جاؤ ابالافک والے ہیں۔ حضرت عائشہ ولق کے معنی کذب کے لے رہی ہیں۔ لیکن خطاب فرماتے ہیں کہ اس کے معنی جھوٹ بولنے میں جلدی کرنا ہے۔ اور تلقی کے معنی لینے اور قبول کرنے کے ہیں۔ اور فرار کہتے ہیں۔ ولق کا معنی چلنے اور جھوٹ بولنے میں ہمیشگی اختیار کرنا ہے۔

**تشریح از قاسمی** | فیمن حدث الحدیث جن لوگوں نے احکام میں حقد لیا ان میں حضرت حسان بن ثابتؓ اور عبداللہ بن ابی کے نام مشہور ہیں۔ ان میں سے کسی کی والدہ کا موجود ہونا مشہور نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ کہا جائے کہ ممکن ہے ان میں سے کسی کی رضاعی والدہ ہو۔

ولقن حلفت ای علی براءتی لا تصدقونی۔ ولقن قلت یعنی اگر میں یہ عذر بیان کر دوں کہ ہمارے تلاش کرنے کی وجہ سے شکر سے پیچھے رہ گئی تھی تو تم میرا عذر قبول نہ کر دو گے۔

لا محمد احد ولا محمدک یہ کلمات ناز برداری کے انداز میں کہے اور ان پر ناراضگی کا اظہار کہ میرے اخلاق اور احوال سے واقف ہونے کے باوجود شک و تردید کا شکار ہو گئے۔

**حدیث نمبر ۳۴۴۳** حَدَّثَنَا عُمَانُ بْنُ أَبِيهِ عُرْوَةُ قَالَ ذَهَبَتْ أَسْبُ حَسَّانُ عِنْدَ عَائِشَةَ فَقَالَتْ لَا تَسْبُهُ فَيَا تُهْ كَانَ يُنَافِحُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَتْ عَائِشَةُ اسْتَأْذَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَجَاءِ الْمُشْرِكِينَ قَالَ كَيْفَ يَنْسِبِي قَالَ لَا سَلْتِكَ مِنْهُمْ كَمَا تَسَلُّ الشَّعْرَةَ مِنَ الْعَجِينِ وَقَالَ مُحَمَّدٌ سَمِعْتُ هِشَامًا عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَبَبْتُ حَسَّانَ وَكَانَ مَقْنٌ كَثُرَ عَلَيْهَِا۔

ترجمہ۔ حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عائشہؓ کے پاس حضرت حسانؓ کو برا بھلا کہنے لگا۔ تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا انہیں برا بھلا نہ کہو۔ وہ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جھگڑا کیا کرتا تھا اور حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت حسانؓ نے مشرکین کی مذمت ہجو بیان کرنے کے لئے آپؐ سے اجازت طلب کی۔ تو آپؐ نے فرمایا میرے نسب کا کیا کر دو گے۔ انہوں نے فرمایا میں آپؐ کو ان مشرکوں سے ایسے نکال لوں گا جیسے گوند سے ہوتے آٹے سے

بال کمال لیا جاتا ہے۔ دوسری سند سے عروہ فرماتے ہیں کہ حسان کو بڑا بھلا اس لئے کہتا تھا کہ اقل کے قصہ میں حضرت عائشہؓ پر بہت کچھ کہا کرتے تھے۔

**حدیث نمبر ۳۵۴۳** حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَالِدٍ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ دَخَلْنَا عَلَى عَائِشَةَ وَعِنْدَهَا حَسَانُ بْنُ ثَابِتٍ يُنْشِدُهَا شِعْرَ الْيُسَيْبِ بِأَبْيَاتٍ لَهُ وَقَالَ ه

حَصَانُ رَزَانٌ مَا تُزَنُّ بِرِيَّةٍ !  
وَلُصْبِحُ غَدَتِي مِنْ لُحُومِ الْغَوَافِلِ

فَقَالَتْ لَهُ عَائِشَةُ لَيْسَ بِكَ لَسْتُ كَذَلِكَ قَالَ مَسْرُوقٌ فَقُلْتُ لَهَا لِمَ تَأْذِي لِي أَنْ يَدْخُلَ عَلَيْكَ وَقَدْ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ فَقَالَتْ وَأَيُّ عَذَابٍ أَشَدُّ مِنَ الْعَمَى فَسَأَلْتُ لِمَ إِنَّهُ كَانَ يُنَافِحُ أَوْيَهُمَا جِي عَن رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت مسروق فرماتے ہیں۔ کہ میں حضرت عائشہؓ کے پاس حاضر ہوا تو حضرت حسان بن ثابتؓ ان کے پاس بیٹھے ان کو شعر پڑھ کر سنارہے تھے۔ اور کچھ اپنے اشعار سے ہی ان کے محاسن ذکر کر رہے تھے۔ چنانچہ کہا کہ پاکدامن ہے۔ صاحبِ وقار ہے۔ کسی تہمت کے ساتھ متہم نہیں ہے۔ اور وہ بھولی بھالی عورتوں کی غیبت کر کے ان کے گوشت کھانے سے بھوکا ہے۔ جس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ تم تو ایسے نہیں ہو۔ حضرت مسروق فرماتے ہیں۔ میں نے حضرت عائشہؓ سے کہا۔ کہ ان کو اندر داخل ہونے کی اجازت کیوں دیتی ہیں۔ جب کہ اللہ تعالیٰ فرما چکے ہیں۔ کہ جو شخص ان میں سے اس طوفان کی بڑائی کا متوئی بنا اس کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا اندھے پن سے بڑا سخت عذاب اور کیا ہو سکتا ہے۔ کیونکہ حسان نابینا ہو چکے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے ان سے فرمایا چونکہ یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مقابلہ اور ہجو کا جواب دیتے تھے۔

یُسَیْبُ تَسْبِیْبُ کے معنی ہیں عشق اور محبت کی باتوں کا ذکر کرنا۔ حسان ای لہی حسان

بمعنی عقیقہ پاکدامن۔ رزان باوقار باحوصلہ۔ ریبۃ بمعنی تہمت۔ عیب۔ تزنا ای تقہم۔ غرض کہ بھوکے منہ والی۔ والذی توئی کبرہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کا مصداق حضرت حسان بن ثابتؓ ہیں۔ اور پہلی روایت میں آیا کہ عبد اللہ بن ابی ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ پہلی روایت قوی ہے یا یہ حضرت ہشام کا قول ہے۔ حضرت عائشہؓ اس کا انکار نہیں کرتیں۔ یا یہ لفظ عام ہے۔ اس میں عبد اللہ بن ابی اور حسان بن ثابتؓ دونوں شامل ہیں۔

**تشریح از شیخ گنگوہیؒ** الکلف لست کندک ص ۵۹۷ مقصد یہ ہے کہ تیری حمد و تحمید حضرت عائشہؓ تو ایسی ہے۔ لیکن تم ان صفات سے متصف نہیں ہو۔

**تشریح از شیخ زکریاؒ** عام طور پر شراح یہی کہتے ہیں کہ تم ان صفات سے متصف نہیں ہو۔ تم نے غیبت کی اور ایک عقیقہ پر تہمت لگائی۔ لیکن میرے نزدیک بہتر توجیہ یہ ہے کہ اگرچہ تم نے اپنی زبان سے میری یہ صفات بیان کی ہیں۔ لیکن تم مجھے ایسا گمان نہیں کرتے۔ تبھی تو اہل افک میں شامل ہو گئے۔ یہ اس لئے کہ وہ توبہ کرنے میں مبالغہ اختیار کریں۔ صاحب تفسیر کی عبادت سے میری توجیہ کی تائید ہوتی ہے۔

**تشریح از شیخ گنگوہیؒ** دای عذاب اللہ ص ۵۹۷ حضرت مسروقؓ نے جو کہا تھا کہ حضرت حسان بن ثابتؓ الذی توئی کبرہ میں داخل ہیں۔ تو حضرت عائشہؓ نے اسے تسلیم کرتے ہوئے فرمایا کہ اس عملی سے بڑا عذاب اور کیا ہو سکتا ہے۔ ورنہ حقیقی جواب یہ تھا کہ توبہ خالص سے ان کے گناہ کی مغفرت ہو گئی۔ نیز اذہا ہونا اگرچہ ہر مبتلیٰ بہ کے لئے مطلق عذاب نہیں ہے۔ لیکن جو اس میں مبتلا ہو جائے اس کے بارے میں جرم کی منزا سے خالی نہیں ہے۔

**تشریح از شیخ زکریاؒ** قطب گنگوہیؒ کی توجیہ سے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ مسروقؓ نے کہا حضرت عائشہؓ نے اسے تسلیم کر لیا۔ اور ان کے قول کو قبول کر لیا۔ کتاب التفسیر میں بھی شیخؒ کا یہ قول آ رہا ہے۔ اور مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ اسی عذاب اللہ یعنی اللہ تعالیٰ نے ایک مرتبہ انہیں دنیا میں اس جرم کی منزا دے دی ہے۔ شاید دوسری مرتبہ اس کی منزا نہ دی جائے۔ اس صورت میں الذی توئی کبرہ سے عبد اللہ بن ابی اور حسان بن ثابتؓ دونوں مراد ہوں گے۔ اور عذاب سے عام عذاب مراد ہوگا۔ خواہ وہ دنیوی ہو یا اخروی ہو۔ علامہ سندھیؒ فرماتے ہیں۔

کہ حضرت عائشہؓ کا یہ کلام علی احتمال الغرض ہے۔ ورنہ ان کے اپنے کلام میں آ رہا ہے۔ کہ الذی توئی الکام صدق عبد اللہ بن ابی متعین ہے۔ تو اب حضرت حسانؓ کا من جملہ الذی توئی الکام صدق ہوں گے۔ کتاب شہادت میں اور کتاب التفسیر میں حضرت عائشہؓ نے عبد اللہ بن ابی کی تعین کا قول کیا ہے۔ میرے نزدیک بھی یہی مناسب ہے۔ کہ حضرت عائشہؓ کا یہ قول حضرت حسانؓ کے بارے میں بطور فرض اور تسلیم کہ ہے تاکہ ان کی تنصیص کی خلاف ورزی نہ ہو۔

## بَابُ غَزْوَةِ الْحَدِيبَةِ

لِقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ

ترجمہ۔ کہ اللہ تعالیٰ ان مومنین سے راضی ہو گئے جنہوں نے ایک درخت کے نیچے آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۳۴۳۶ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْحَدِيبَةِ فَاصَابَنَا مَطَرٌ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَصَلَّى لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا فَقَالَ أَتَذَرُونَنِي مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قُلْنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ فَقَالَ قَالَ اللَّهُ أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ وَكَافِرٌ فَمَا مَنِ قَالَ مُطَرِّبُنا بِرَحْمَةِ اللَّهِ وَبِرِزْقِ اللَّهِ وَبِفَضْلِ اللَّهِ فَهُمْ مُؤْمِنٌ فِي كَافِرٍ بِالْكَوْكِبِ وَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطَرِّبُنا بِنَجْمٍ كَذَّابُهُ مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكِبِ كَافِرٌ فِي

ترجمہ۔ حضرت زید بن خالدؓ فرماتے ہیں کہ ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حدیبیہ والے سال روانہ ہوئے۔ اتفاق سے ایک رات ہمیں بارش نے آگیرا۔ پس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی۔ تو ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ کہ کیا تم لوگ جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا۔ ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر

جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندوں میں سے کچھ تو مجھ پر ایمان لانے والے ہوئے اور کچھ میرے سے کفر کرنے والے ہو گئے۔ جنہوں نے کہا کہ ہم پر اللہ کی رحمت اس کے رزق اور فضل کی بدولت بارش ہوئی۔ تو یہ تو مجھ پر ایمان لانے والے اور تاروں سے کفر کرنے والے ہیں اور جنہوں نے کہا کہ ہم ظلالِ ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی۔ تو وہ ستارے پر ایمان لانے والے اور میرے سے کفر کرنے والے ہوئے۔

**تشریح از شیخ مدنی** حدیبیہ ایک چشمہ کا نام ہے جو کہ مکہ معظمہ کے قریب تھا جہاں پر آپ نے اپنے عساکر کو اتارا۔ غزوہ خندق میں شہہ کفار نے دس ہزار لشکر سے مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئے تھے۔ ہتھیار تو ہر سچا ہی اپنے ساتھ لایا تھا۔ لیکن باقی خرچہ قریش کے ذمہ تھا۔ ادھر بدر کی لڑائی میں بھی انہیں کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ اور ہر منزل پر لشکر کو کھانا کھلانا پڑا تھا۔ مکہ سے مدینہ تک کئی منزلیں تھیں۔ اور غزوہ خندق میں بھی ان کو کچھ حاصل نہیں ہوا تھا۔ اس لئے ان کی مالی حالت بالکل کمزور ہو گئی تھی۔ تو آپ نے فرما دیا تھا کہ اس تنگی کی وجہ سے اب وہ لوگ ہم پر حملہ آور نہیں ہو سکیں گے۔ اب انشاء اللہ ہم حملہ آور ہوں گے۔ ان حالات میں آپ عمرہ ادا کرنے کی غرض سے مدینہ سے روانہ ہوئے۔ مکہ کے قریب حدیبیہ کے مقام پر آپ کی ادنٹنی بیٹھ گئی۔ یہ ادنٹنی بہت مہذب تھی۔ اس کو اٹھانے میں بہت کوشش کی گئی مگر ادنٹنی نے نہ اٹھنا تھا اور نہ اٹھی۔ جس پر آپ نے فرمایا حسبِ بھاننا لبس الفیل کہ اس ادنٹنی کو ہاتھ پیوں کو پکڑنے والی ذات نے روک لیا ہے۔ آپ کے ہمراہ ڈیڑھ ہزار تجربہ کار مہاجرین و انصار تھے۔ سب کے سب نہایت غصہ میں تھے اور انتقام لینے کے جذبہ سے سرشار تھے۔ صرف حکم کے منتظر تھے۔ باری تعالیٰ جنگ کرانا نہیں چاہتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ نے فرما دیا۔ کہ حرم کی بے حرمتی کے سوا باقی جس بات پر وہ مجھ سے معاہدہ کریں گے میں کہوں گا۔ بس یہ کہنا تھا کہ ادنٹنی اٹھ کھڑی ہوئی۔ آپ کو حکم تھا کہ آپ نے لڑائی کرنے میں پہل نہیں کرنی۔ بنا بریں آپ سیدھے بیت اللہ کی طرف نہیں گئے۔ بلکہ حدیبیہ کی طرف سے چکر کاٹ کر گئے اور حرم سے باہر حدیبیہ کے مقام پر پھڑپھڑ گئے۔ ان مقمرین کے خیمے تو حل میں تھے۔ نماز پڑھنے کی جگہ حرم میں تھی۔ قریش اجتماع کر کے اپنی دودھ دینے والی ادنٹنیاں لے کر پہنچ گئے۔ تاکہ دودھ پی کر گزارہ کر لیں کھانے کی ضرورت پیش نہ آئے۔

اس طرح برابر لڑتے رہیں گے۔ آپؐ نے خود بھی فرمایا۔ قاصدوں کے ذریعہ پیغام بھیجا کہ ہم عمرہ ادا کرنے کی غرض سے آتے ہیں۔ ہمارا لڑنے کا ارادہ نہیں ہے۔ ہماری تلواریں نیاموں میں بند ہیں۔ قصہ کوتاہ اس سال کے لئے صلح ہو گئی۔ بنو بکر قریش کے حلیف بن گئے۔ اور بنو خزاعہ مسلمانوں کے حلیف ہو گئے۔ ان کے بارے میں بھی معاہدہ ہو گیا۔ لیکن معاہدہ کی شرائط مسلمانوں کے لئے ذلت آمیز تھیں کہ اس سال تو مسلمان واپس چلے جائیں۔ آئندہ سال صرف تین دن کے لئے مکہ میں داخل ہوں جو کافر مسلمان ہو کہ آپؐ کے پاس جائے اسے ضرور واپس کرنا ہوگا اور جو مسلمان مکہ میں جائے گا۔ ہم اسے واپس نہیں کریں گے۔

الغرض یہ ایسے امور تھے کہ ان سے حریمات اللہ کی تعظیم باقی رہتی تھی۔ اور قتل و قتال کی نوبت نہیں آتی تھی۔ اس لئے آپؐ نے صلح کر لی۔ لیکن مسلمان جو امیدیں لے کر آئے تھے ان پر پانی پھر گیا۔ بالخصوص جب حضرت ابو جندلؓ اپنی زنجیریں کاٹ کر آپؐ کے پاس پہنچنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ یہ وہ وقت تھا جب کہ صلح نامہ لکھا جا رہا تھا۔ صلح نامہ لکھنے والا ابو جندلؓ باپ سہیل تھا۔ جو اس پر اڑ گیا۔ کہ جب تک میرے بیٹے ابو جندلؓ کو واپس نہ کیا جائے گا۔ میں صلح نامہ پر دستخط نہیں کروں گا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ابھی صلح نامہ کی تکمیل نہیں ہوئی اس کی شرطوں پر عمل کیسے ممکن ہے۔ لیکن سہیل نے ضد سے کام لیا۔ آخر حضرت ابو جندلؓ کو مجبوراً واپس کرنا پڑا۔ جس کی واپسی صحابہ کرام پر طبری گمراہ گزری۔ بالخصوص حضرت عمرؓ کو اس سے بڑی کوفت ہوئی۔ آپؐ سے اور حضرت ابو بکرؓ سے مناظرہ کیا۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا۔ عمرؓ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پیغمبر ہیں۔ ہمیں ان کی اطاعت کرنی ہے۔ صلح نامہ کی تکمیل کے بعد آپؐ نے اعلان فرمادیا کہ عمرہ کا احرام کھول دیا جائے۔ جانوروں کو ذبح کر دیا جائے۔ سر منڈا دیتے جائیں۔ کسی مرتبہ دہرانے کے باوجود کوئی بھی اس امر کی تعمیل کے لئے تیار نہ ہوا۔ جس کی وجہ سے آپؐ پر بہت گمراہی طاری ہوئی۔ خیمہ میں تشریف لائے تو حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا کہ آپؐ اپنا سر مبارک منڈوا دیں اپنی اونٹنی ذبح کر دیں۔ چنانچہ آپؐ کے اس طرح کرنے پر سب حضرات نے عمل کیا۔ لیکن ان کے قلوب بہت غمگین تھے۔ اور قبل انہیں وہ لوگ بیعت علی الموت بھی کر چکے تھے۔ بہر حال ان حالات میں بغیر عمرہ کئے آپؐ واپس لوٹے ہیں۔ تو انا فتحنا لک فتحنا مبینا آیت نازل ہوئی۔ مفسرین حضرات فرماتے ہیں۔



کہ یہی ذلت آمیز صلح فتح مکہ کا باعث بنی۔ نفرت و عناد ختم ہوا۔ باہمی میل و جول سے قرآن مجید سن لینا فتح کا واقعہ ہے۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ دو سال کے قلیل عرصہ میں مسلمانوں کی تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی۔ یہی حال ہمارا ہندوستان میں ہوا۔ کہ ہم مسلمان دو تین لاکھ کی تعداد میں ہند میں آئے۔ ہندوؤں کی بیٹیوں سے شادیاں کیں۔ تبلیغ کے ذریعہ لاکھوں کو مسلمان بنایا۔ ہندوؤں کا غصہ ہم پر حق بجانب ہے۔ لیکن ہمیں تنگ دلی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے۔ نفرت و عناد بغض کی فضا ختم کر کے انہیں تلافی اور تبلیغ سے مسلمان بنائیں وہ تو ہماری پیغمبری ہیں۔ ایک ہزار سال تک ہم نے ان پر حکومت کی ہے۔

**حدیث نمبر ۳۷۳۷** حَدَّثَنَا هُذَيْفَةُ بْنُ خَالِدٍ أَيْ أَنَّ أَسْمَاءَ أَخْبَرَهُ قَالَ أَفْتَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعَ عُمَرَاءَ كُلُّهُنَّ فِي ذِي الْقَعْدَةِ إِلَّا الَّتِي كَانَتْ مَعَ حَبَّتِهِمْ عُمَرَةٌ مِنَ الْحُدَيْبِيَّةِ فِي ذِي الْقَعْدَةِ وَعُمَرَةٌ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فِي ذِي الْقَعْدَةِ وَعُمَرَةٌ مِنَ الْجَعْرَانَةِ حَيْثُ نَسَفْنَا شِمَّ حُنَيْنٍ فِي ذِي الْقَعْدَةِ وَعُمَرَةٌ مَعَ حَبَّتِهِمْ۔

ترجمہ۔ حضرت انس خبر دیتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کئے۔ جو سب کے سب ذی قعدہ کے مہینہ میں تھے۔ سوائے اس عمرہ کے جو آپ کا حج کے ساتھ تھا۔ ایک عمرہ تو حدیبیہ سے ذی قعدہ میں دوسرا عمرہ قضا جو اگلے سال ذی قعدہ میں اور تیسرا عمرہ جعرانہ سے جہاں آپ نے حنین کی غنیمتوں کو تقسیم فرمایا۔ یہ بھی ذی قعدہ میں تھا۔ اور چوتھا اپنے حج کے ساتھ تھا ذی الحجہ میں۔

**حدیث نمبر ۳۷۳۸** حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ الرَّبِيعِ أَيْ أَنَّ أَبَاهُ قَتَادَةَ حَدَّثَهُ قَالَ انْطَلَقْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْحُدَيْبِيَّةِ فَأَحْرَمَ أَصْحَابُهُ وَلَمْ أُحْرَمْ۔

ترجمہ۔ حضرت قتادہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ ہم جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حدیبیہ والے سال روانہ ہوئے۔ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے احرام باندھا اور میں نے احرام نہیں باندھا تھا۔

**تشریح از شیخ مدنی** | در حقیقت ہر چیز کا محرک باری تعالیٰ ہے۔ حتیٰ کہ کو اکب کا بھی۔ تو چاہیے تھا کہ جناب باری تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا جاتا۔ مگر اس کی بجائے مطرنا بنجم کہتا ہے۔ یہ ناشکری ہے۔ اگرچہ بعض نجوم کا غروب ہونا اور بعض نجوم کا طلوع کرنا ظاہر حقیقت سے مواسم کے تغیر و تبدل کا باعث بنتا ہے۔ مگر دراصل موثر حقیقی باری تعالیٰ ہیں۔ لہذا انہیں کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔

**حدیث نمبر ۳۰۳۷** حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَىٰ عَنْ الْبَرَاءِ قَالَ تَعُدُّونَ أَنْتُمْ الْفَتْحَ فَتَحَ مَكَّةَ وَقَدْ كَانَ فَتَحَ مَكَّةَ فَتَحُوا وَنَحْنُ لَعُدُّ الْفَتْحَ بَيْعَةَ الرِّضْوَانِ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَّةِ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعَ عَشْرَةَ مِائَةً وَالْحُدَيْبِيَّةُ بَدْءُ فَرْحِنَاهَا فَلَمْ نَذْكُرْ فِيهَا قَطْرَةً فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَاهَا فَجَلَسَ عَلَى شَفِيرِهَا ثُمَّ دَعَا بِأَنَاءٍ مِنْ مَاءٍ فَتَوَضَّأُ ثُمَّ مَضَضَ وَدَعَا ثُمَّ صَبَّهُ فِيهَا فَذَكَرْنَاَهَا غَيْرَ بَعِيدٍ ثُمَّ رَأَيْنَاهَا أَصْدَرْنَا مَا شِئْنَا نَحْنُ وَرِكَابُنَا۔

ترجمہ: حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ تم لوگ تو فتح فتح مکہ کو شمار کرتے ہو۔ حالانکہ فتح مکہ بھی فتح ہے۔ لیکن ہم تو فتح اعظم حدیبیہ کے دن جو بیعت رضوان ہوئی اس کو فتح کہتے ہیں۔ ہم جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ چوڑے گلو آدمی تھے۔ اور حدیبیہ ایک کنواں ہے جس سے ہم نے پانی کھینچنا شروع کیا تو ہم نے اس کے اندر ایک قطرہ پانی کا نہ چھوڑا۔ پس اس کی خبر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپؐ اس کنویں کے پاس تشریف لائے۔ آکر اس کے کنارے بیٹھ گئے۔ پھر پانی کا ایک برتن منگایا اس سے وضو بنائی۔ پھر کھلی کی دعا فرمائی۔ پھر اس پانی کو کنویں میں ڈال دیا۔ پس ہم نے اس کو تھوڑی دیر کے لئے چھوڑ دیا۔ پھر ہم اس کے پاس سے جو کچھ ہم نے چاہا لوٹاتے رہے۔ یعنی ہم بھی اور ہماری سواری کے اونٹ بھی سیر ہو کر واپس ہوئے۔

**تشریح از شیخ مدنی** | کانت مع حجة عمرہ الخ اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قارن تھے جس کو امام اعظمؒ افضل کہتے ہیں۔ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ آپؐ مفرد تھے۔ وہ اسی کو افضل کہتے ہیں۔ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ آپؐ متمتع تھے ان کے نزدیک

وہی افضل ہے۔

عمرۃ من الحدیبیہ اگر اشکال پیدا ہو کہ اس عمرہ کے تو افعال ادا نہیں کئے گئے تو یہ عمرہ کیسا ہوا۔ جواب یہ ہے کہ عمرہ کا احرام تو باندھا گیا تھا۔ سوقِ ہدی بھی کیا تھا۔ ان افعال کی وجہ سے اسے عمرہ کہا جاتا ہے۔ جعرانہ کا عمرہ چونکہ رات کو ہوا تھا۔ بعض حضرات صحابہ کو اس کا علم ہو سکا اور بعض کو نہ ہوا۔ آپ عشاء کے بعد عمرہ ادا کرنے تشریف لے گئے تھے۔ اور صبح کی نماز واپس آکر پڑھائی تھی۔

اربعۃ عشرہ اتمہ اس روایت میں چودہ سو کی نفری کا ذکر ہے۔ بعض میں پندرہ سو اور بعض میں تیرہ سو تو ان میں کوئی منافات نہیں۔ اس لئے کہ تیرہ سو احرام تھے۔ ایک سو غلام تھے۔ اور ایک سو آدمی اور مل گئے تھے۔

نجم دعا باناء یہ تو بالفعل کے لئے تھا اور مستقبل کے لئے ثم صبتہ فیہا پر عمل کیا گیا۔  
**تشریح از شیخ گنگوہی** | نحن نقدر الفتح بیعة الرضوان ص ۹۸ کیونکہ یہ بیعت صلح فتح مکہ کا باعث بنی۔ اس لئے کہ صلح حدیبیہ بہت سے فوائد کا سبب ثابت ہوئی۔ مثلاً اسلام کی اشاعت ہوئی۔ مسلمانوں کے عادات و خصائل سے لوگوں کو واقفیت ہوئی۔ جنگ بندی کی وجہ سے آمد و رفت آسان ہوئی۔ تجارت کو فروغ ملا۔

**تشریح از شیخ زکریا** | کراع النعیم کے مقام پر جب صحابہ کرام کا اجتماع ہوا تو آپ نے نزول وحی کے بعد انا فتحنا لک فتحنا مبینا آیت تلاوت کی۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ اذ فتح لھو کیا یہ فتح ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں یہی فتح ہے۔ حافظؓ فرماتے ہیں۔ کہ قدیم سے اس میں اختلاف چلا آرہا ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ آیات کی مراد میں اختلاف کی وجہ سے اختلاف ہو گیا۔ اس جگہ فتح سے صلح حدیبیہ مراد ہے۔ کیونکہ وہی فتح مبین کا مبدئ ثابت ہوئی۔ امن قائم ہوا۔ لڑائی بند ہو گئی۔ جو لوگ اسلام میں داخل ہونے سے ڈرتے تھے۔ ان کو آسانی ہو گئی۔ مدینہ تک پہنچنا سہل ہو گیا۔ چنانچہ اسی دوران حضرت خالد بن ولیدؓ اور عمرو بن العاصؓ جیسے جرنیل مسلمان ہو کر مدینہ پہنچے۔ اس طرح اسباب بہ اسباب پیدا ہوتے گئے۔ یہاں تک کہ فتح مکمل ہو گئی۔ دو سال کے عرصہ میں چودہ سو سے بڑھ کر فتح مکہ تک مسلمانوں کی تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی۔

اور اس سورۃ میں جو اثنا بھم فتحاً قریباً اس سے فتح غیر مراد ہے۔ یہی قول صحیح ہے۔ اور اذا جاء نصر الله والفتح سے فتح مکہ مراد ہے۔ جس پر آپؐ نے فرمایا لا ہجۃ بعد الفتح ای فتح مکہ اس تقریر پر تمام اشکالات رفع ہو جائیں گے اور اقوال مجتمع ہو جائیں گے۔

**حدیث نمبر ۳۷۴۰** حَدَّثَنَا فَضْلُ بْنُ يَعْقُوبَ الْأَنْبَازِيُّ الْبَرَاءِيُّ عَنْ زَيْدِ بْنِ عَارِبٍ أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ أَلْفًا وَارْبَعًا مِائَةً وَأَكْثَرُ فَنَزَلُوا عَلَى بَيْتٍ فَنَزَحُوا فَاتَّوَارَسُوا لِلَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَى الْبَيْتَ وَقَعَدَ عَلَى شَفِيرِهَا شَمْسٌ قَالَتْ لَوْ أَنَّ بَيْتِي مَاءٌ هَافٍ أَتَى بِهِ فَبَصَقَ فَدَعَا شَمْسٌ قَالَتْ دَعُوها سَاعَةً فَأَرَوْا أَنْفُسَهُمْ وَرَكَابَهُمْ حَتَّى ارْتَحَلُوا۔

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ ہم حدیبیہ کے موقع پر چودہ سو یا اس سے زیادہ افراد تھے۔ کنویں پر اترے تو اس کا سارا پانی کھینچ لیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر پانی کے ختم ہونے کی خبر دی۔ آپؐ آکر کنویں کی من پر بیٹھ گئے۔ پھر فرمایا کہ ایک ڈول پانی کالے آؤ۔ جولایا گیا۔ آپؐ نے اس میں لب مبارک ڈالی۔ اور دعا فرمائی۔ پھر فرمایا کہ اس کو تھوڑی دیر کے لئے اپنی حالت پر چھوڑ دو۔ بعد ازاں ان لوگوں نے اپنے آپ کو بھی سیراب کیا۔ اور اپنی سواریوں کو سیراب کیا۔ پھر وہاں سے مدینہ کے لئے کوچ کیا۔

**حدیث نمبر ۳۷۴۱** حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عِيسَى عَنْ جَابِرٍ قَالَ عَطِشَ النَّاسُ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْتَوِضُ إِلَيْهِ رَكُوعٌ فَتَوَضَّأَ مِنْهَا شَمْسٌ أَقْبَلَ النَّاسُ نَحْوَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَكُمْ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ لَيْسَ عِنْدَنَا مَاءٌ نَتَوَضَّأُ بِهِ وَلَا نَشْرَبُ إِلَّا مَا فِي رَكْوَتِكَ قَالَ فَوَضَّعَ الْبَيْتُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ فِي الرُّكُوعِ فَجَعَلَ الْمَاءُ يُفَوِّرُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهِ كَأَمْثَالِ الْعُيُونِ قَالَتْ فَشَرِبْنَا وَتَوَضَّأْنَا فَقُلْتُ لِحَابِرٍ كَمْ كُنْتُمْ يَوْمَئِذٍ قَالَ لَوْ كُنَّا مِائَةً أَلْفٍ لَكُنَّا نَاكثًا خَمْسَ عَشْرَةَ مِائَةً۔

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ کے موقع پر لوگ پیاسے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک چمڑے کا برتن تھا۔ جس سے آپؐ نے وضو بنائی۔ پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ہمارے پاس پانی نہیں ہے۔ جس سے ہم دھو سکیں۔ اور اسے پی لیں مگر وہی جو آپؐ کی چھاگل میں ہے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ چھاگل کے اندر رکھا تو پانی آپؐ کی انگلیوں کے درمیان سے چشموں کی طرح ابلنے لگا۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے پیابھی اور اس سے وضو بھی کیا۔ میں نے حضرت جابرؓ سے پوچھا۔ کہ آپؐ لوگ اس دن کتنی تعداد میں تھے۔ انہوں نے فرمایا اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو وہ پانی ہمیں کافی ہوتا۔ ویسے ہم پندرہ سو تھے۔

**حدیث نمبر ۳۷۴۲** حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْآقَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ كَانَ يَقُولُ كَانُوا أَرْبَعَ عَشْرَةَ مِائَةً فَقَالَ لِي سَعِيدٌ حَدَّثَنِي جَابِرٌ كَانُوا خَمْسَ عَشْرَةَ مِائَةً الَّذِينَ بَايَعُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَّةِ تَابَعَهُ أَبُو دَاوُدَ -

ترجمہ۔ حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید بن المسیبؓ سے کہا کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے تھے کہ وہ چودہ سو تھے۔ تو مجھے حضرت سعیدؓ نے فرمایا کہ مجھے حضرت جابرؓ نے حدیث بیان فرمائی۔ کہ وہ پندرہ سو آدمی تھے۔ جنہوں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر یوم حدیبیہ میں بیعت کی۔ ابو داؤد نے اس کی متابعت کی ہے۔

**حدیث نمبر ۳۷۴۳** حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ السَّمْعُوتِيُّ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَّةِ أَنْتُمْ خَيْرُ أَهْلِ الْأَرْضِ وَكُنَّا أَلْفًا وَارْبَعَ مِائَةً وَلَوْ كُنْتُ أَبْصِرُ الْيَوْمَ لَا رَيْتُكُمْ مَكَانَ الشَّجَرَةِ تَابَعَهُ الْأَعْمَشُ وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي أَدْنَى كَانَ أَصْحَابُ الشَّجَرَةِ أَلْفًا وَثَلَاثَ مِائَةٍ وَكَانَتْ أَسْلَمُ ثَمَنَ أَلْفٍ مِائَةٍ جَرْدَيْنِ -

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ کے دن آپؐ نے ہمیں فرمایا۔ کہ تم

روئے زمین کے رہنے والوں میں سے بہتر لوگ ہو۔ اور ہم چودہ سو افراد تھے۔ اگر آج میں تمہیں دکھا سکتا اور نابینا ہوتا تو میں تمہیں اس درخت کی جگہ دکھاتا۔ اعمش نے ان کی متابعت کی ہے کہ واقعی چودہ سو آدمی تھے۔ اور عبداللہ بن ابی اوفیٰ حدیث بیان کرتے ہیں کہ اصحاب شجرہ تیرہ سو تھے۔ اور قبیلہ بنو اسلم مہاجرین کا آٹھواں حصہ تھا۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | لو كنت البصرة اليوم ص ۵۹ یہ ان کا گمان شدت و ثوق کی وجہ سے تھا۔ در نہ وہ جان چکے تھے کہ مکان شجرہ تو نامعلوم کرا دیا گیا۔

**تشریح از شیخ زکریا** | قد علم انه قد جھل کی تائید سعید بن المسیب کے باپ کی روایت سے ہوتی ہے کہ جب ہم اگلے سال گئے تو ہم اس جگہ کو بھول گئے کہ کوشش کے باوجود اس جگہ کے معلوم ہونے پر قادر نہ ہو سکے۔ اس لئے حضرت سعیدؓ فرماتے ہیں کہ اصحاب محمدؐ کو تو علم نہ ہو سکا اور تم نے جان لیا۔ اور ابن سعد نے حضرت عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ کچھ لوگ اس درخت کے پاس آکر نماز پڑھتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان کو ڈرایا دھمکایا اور ان کے حکم پر وہ درخت کاٹ دیا گیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت عمرؓ کا اس درخت کے مکان کے پاس سے گذر ہوا تو لوگوں سے پوچھا وہ درخت کس جگہ پر تھا۔ کوئی کہتا تھا یہاں تھا کوئی کہتا اس جگہ تھا۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا بھائی چلو درخت تو چلا گیا۔ قسطلانی شفاء الغرام میں فرماتے ہیں کہ بر حدیبیہ کی دہی جگہ ہے جہاں آج کل جدہ کے راستہ میں بئر شمس ہے۔ لیکن درخت اور حدیبیہ آج ان کا پتہ نہیں چلتا۔ کہ کہاں تھے۔ باقی امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ حرم میں داخل ہے امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ کچھ حصہ حرم میں اور کچھ حل میں ہے۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | الفا وثلث مائتہ کچھ لوگ بعد میں آکر ملے تو چودہ سو ہو گئے۔

اس طرح روایات جمع ہو گئیں۔  
**تشریح از شیخ زکریا** | چونکہ عدد کے بارے میں روایات مختلف تھیں۔ قطب گنگوہی کی توجیہ یہ ہے کہ جب مدینہ سے چلے تو تیرہ سو۔ سنو اور آکر ملے تو چودہ سو۔ سنو اور ملے تو پندرہ سو ہو گئے۔ علامہ بیہقی فرماتے ہیں کہ ترجیح چودہ سو کی روایت کو ہے۔ اکثر حضرات اسی کو بیان کرتے ہیں۔ تو جن لوگوں نے زیادتی نقل کی ہے۔ وہ خدم ششم بچوں اور عورتوں کو بھی شامل ہوں گے۔ چنانچہ بعض نے سولہ سو

اور بعض نے سترہ سبھی نقل کئے ہیں۔ اس لئے کرمائی فرماتے ہیں کہ بعض نے اکابر کا اعتبار کیا۔ اور بعض نے اوساط کا اور بعض نے اصاغر کو بھی شامل کر لیا۔

**تشریح از قاسمی** | انتم خیر اهل الارض اس میں اصحاب شجرہ کی فضیلت بیان ہوئی۔

اگرچہ اس وقت حضرت عثمانؓ نہیں تھے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف سے بیعت کر لی تھی۔ اور بیعت بھی ان کے لئے تھی۔ تو اس سے حضرت علیؓ کی حضرت عثمانؓ پر فضیلت لازم نہ آئے گی۔ لو کنت البصرات الیوم حضرت جابرؓ آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔

کانت اسلمیٰ واقدی نے کہا ہے کہ حدیبیہ قبیلہ بنو اسلم بنو تھو تھے۔ تو ہاجرین آٹھ سو ہوں گے۔ اور باقی انصار حضرات ہوں گے۔

**حدیث نمبر ۳۷۴۲** حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوسَى اِنَّهُ سَمِعَ مِرْدَاسًا اَلَسْلَمِيَّ يَقُوْلُ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ الشَّجَرَةِ يُقْبِضُ الصَّالِحُونَ الْاَوَّلُ نَا لْاَوَّلُ وَتَبْقَى حِفَالَةٌ كَحِفَالَةِ التَّمْرِ وَالشَّوْعِرِ لَا يَعْْبَأُ اللّٰهُ بِهِمْ شَيْئًا۔ ترجمہ۔ حضرت مرداس اسلمیؓ فرماتے ہیں جو اصحاب شجرہ میں سے تھے۔ کہ نیک لوگ اٹھا لئے جائیں گے۔ پھر نہایت صالح پھر ان سے زیادہ صالح اٹھا لئے جائیں گے۔ پھر نیکوں کے چلے جانے کے بعد جو بچ رہیں گے وہ ایسے ردی ہوں گے جیسے ردی کھجور اور ردی جو ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کا کچھ بھی اعتبار نہیں کریں گے۔ یعنی ان کی حیاکات برابر ہوگی۔

**تشریح از شیخ مدنی** | حفالہ ردی چیز اس کا استعمال تم میں ہوتا ہے اور کفالہ

کا استعمال شعیر میں ہوتا ہے۔ اور خالہ کھوم وغیرہ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

**حدیث نمبر ۳۷۴۵** حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْهَنْدِيُّ وَ الْمُسَوْرِيُّ مَخْرَمَةٌ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْحَدِيثِ فِي بَضْعِ عَشْرَةِ مِائَةٍ مِنْ اَصْحَابِهِ فَلَمَّا كَانَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ قَلَدَ الْهَذْيَ وَاشْعَرَ وَاحْرَمَ مِنْهَا لَا اُحْصِي كَمْ سَمِعْتُهُ مِنْ سُفْيَانَ حَتَّى سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ لَا اَحْفَظُ مِنَ الزُّهْرِيِّ الْاِسْعَارَ وَالتَّقْلِيْدَ فَلَا اَدْرِىٰ يَعْنِيْ مَوْضِعَ الْاِسْعَارِ وَالتَّقْلِيْدِ اَوْ الْحَدِيثِ كُلِّهِ۔

ترجمہ۔ مروان و مسور بن مخزومہ دونوں فرماتے ہیں کہ حدیبیہ والے سال جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہزار سے کچھ اوپر صحابہ کرام کی معیت میں روانہ ہوئے۔ جب ذی الحلیفہ پر پہنچے تو قربانی کے جانور کو مار پھنائے۔ ان کا پہلو زخمی کر کے اس پر خون ملا۔ اور وہاں سے احرام باندھا۔ میں بے شمار مرتبہ سفیان سے چکا ہوں یہاں تک کہ میں نے سنا وہ فرماتے تھے مجھے امام نہ ہرئی سے نہ تو اشعار یاد ہے اور نہ مار ڈالنا یاد ہے۔ پس میں نہیں جانتا کہ اشعار اور تقلید کی جگہ کونسی بھٹی یا ساری حدیث مجھے یاد نہیں۔

**تشریح از شیخ گفگوئی** | لقول لا احفظہ <sup>۵۹۸</sup> <sub>۲۲</sub> ظاہر یہ ہے کہ نسیان طاری ہونے

سے پہلے وہ اپنی بیان کردہ حدیث کا انکار کر رہے ہیں۔ تو اب معنی ہوں گے کہ مجھے معلوم نہیں کہ وہ اشعار اور تقلید کا انکار کر رہے تھے یا سالم حدیث کا انکار تھا۔ تو موضع الاشعار سے موضع هذا اللفظ مراد ہوگا۔ اور ممکن ہے کہ موضع اشعار ہی مراد ہو۔ کہ ہدی کے کون سے حصہ پر زخم لگایا جائے۔ تو اب معنی ہوں گے کہ وہ جگہ کی تعیین کا انکار کر رہے ہیں کہ آیا وہ دایں جانب تھا یا بائیں جانب تھا۔ تو یہ انکار جو پہلے ذکر کر چکے ہیں اس کا انکار ہوگا۔ تو معنی ہوں گے کہ اس حدیث میں مجھے اور کچھ یاد نہیں۔ سوائے اس کے جو میں تمہیں روایت کر چکا ہوں۔ باقی جگہ کی تعیین مجھے روایت نہیں کی گئی تو میں کیسے اس کی روایت کر سکتا ہوں۔

**تشریح از شیخ زکریا** | مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ یہ انکار اشعار کی جگہ اور اس کی کیفیت کا تھا یا سالم حدیث کا تھا۔ حافظ فرماتے ہیں۔ لا احصى کم سمعتمہ یہ علی بن مدینی کا کلام ہے۔ اور عنقریب یہ حدیث اسی باب میں سفیان بن عیینہ سے آ رہی ہے۔ جو علی بن مدینی کی حدیث سے آتم ہے۔ اس میں ہے حفظت بعضہ وثبتتني معمر کہ مجھے اس حدیث کا بعض حصہ یاد ہے اور معمر نے مجھے ثابت قرار دیا۔ جو میں نے زہری سے سنا تھا۔ یعنی قلہ الھمدی۔ اشعرہ و احرہ من مھما بعمرۃ اس قدر عبارت کو معمر نے ٹھیک کہا ہے۔ لیکن میرے نزدیک بہتر توجیہ یہ ہے کہ یہاں کچھ کلام حذف ہو گیا ہے۔ صحیح عبارت یہ ہے کہ الانکار علی هذا لیس انکار الایذکرہ اول یعنی اس صورت میں ما ذکرہ اولاً کا انکار نہیں ہوگا۔

• بنا بریں سفیان کے نسیان عارض کرنے کی ضرورت بھی پیش نہیں آئے گی۔

**حدیث نمبر ۳۷۶۴** | حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ خَلْفٍ عَنْ كُوبِ بْنِ عَجْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَاهُ وَقَمَلُهُ يَسْقُطُ عَلَى وَجْهِهِ فَقَالَ أَيُّؤْذِيكَ هُوَ أَمَّاكَ قَالَ نَعَمْ فَأَمَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَحْلِقَ وَهُوَ



بِالْحُدْيَةِ لَمْ يَبَيِّنْ لَهُمْ أَنَّهُمْ يَجْلُونَ بِهَا وَهُمْ عَلَى طَمَعٍ أَنْ يَدْخُلُوا  
مَكَّةَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ الْفَذِيَّةَ فَأَمَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
أَنْ يُلْعِفَ قَرَابِينَ سِتَّةَ مَسَاكِينَ أَوْ يُهْدِيَ شَاةً أَوْ يَصُومَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ -

ترجمہ۔ حضرت کعب بن عجرہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا کہ

جوئیں ان کے چہرہ پر گم رہی ہیں۔ آپ نے پوچھا کیا تمہاری جوئیں تمہیں تکلیف پہنچا رہی ہیں۔ انہوں  
نے کہا ہاں۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں انہیں سرمٹانے کا حکم دیا۔ آپ نے  
یہ واضح نہ کیا کہ یہ لوگ حدیبیہ میں ہی احرام کھول کر حلال ہو جائیں گے۔ جب کہ ان کو امید تھی کہ وہ مکہ میں  
داخل ہوں گے۔ تو اشر تعالٰی نے فدیہ کا حکم نازل فرمایا۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان  
کو حکم دیا کہ وہ سولہ رطل کی مقدار چار سیر گندم چھ مسکینوں کو کھلائیں یا ایک بکری کا ہدیہ بھیجیں  
یا تین روزے رکھیں۔

تشریح از شیخ مدنی | اشعار اشعار سے ماخوذ ہے۔ اونٹنی وغیرہ کو داغ دیا جاتا۔ اور

اس کا خون باقی بدن پر مل دیا جاتا تھا۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ ہدی کا جانور ہے۔

لم یسبغ لہم آپ نے اور صحابہ کرامؓ نے ذمی الحلیفہ سے احرام باندھا تھا آٹھ دن میں  
مکہ کے قریب پہنچ گئے تھے۔ کفار قریش نے روک لیا۔ اس پر بھی کئی دن گزر گئے۔ جس سے حضرت  
کعب بن عجرہؓ جوئیں بڑھ گئیں۔ اور بہت زیادہ بڑھ گئی تھیں۔ یہاں تک ہنڈیا بکار ہے تھے۔ تو منہ  
پر گم پڑتی تھیں۔ نہ مارنے کی اجازت تھی اور نہ ہی احرام کی حالت میں کپڑے پھینکنے کی اجازت تھی۔  
ورنہ فدیہ دینا پڑتا۔ آپ نے ان کو سرمٹانے کا حکم دیا۔ راوی کا کہنا یہ ہے کہ یہ فدیہ حلق کرنے کی  
باداش میں تھا۔ احرام کھولنے کی وجہ سے نہیں تھا۔ اور حلق کا حکم اس تکلیف کی وجہ سے تھا۔ سھر  
کی وجہ سے تحمل کے لئے نہیں تھا۔

حدیث نمبر ۳۷۴۴ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ أَسْلَمَ  
قَالَ خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ إِلَى الشَّوْقِ فَلَحِقَتْ عُمَرُ امْرَأَةً شَابَةً  
فَقَالَتْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ هَلْكَ رَوْحِي وَتَرَكَ صَبِيَّةً صَغَارًا وَاللَّهِ مَا  
يُنْضَجُونَ كُرَاعًا وَلَا لَهُمْ زَرْعٌ وَلَا ضَرْعٌ وَخَشِيتُ أَنْ تَأْكُلَهُمُ الصَّبْعُ

وَأَنَا بِنْتُ خُفَّافِ بْنِ إِيمَاءَ الْغَفَارِيِّ وَقَدْ شَهِدَ أَبِي الْحُدَيْبِيَّةَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَقَّفَ مَعَهَا عُمَرُ وَلَمْ يُعْضِ شُكْرًا قَالَ مَرْحَبًا بِنَسَبٍ قَرِيبٍ ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَى بَعْضِ ظُهُيرِي كَانَ مَرْبُوطًا فِي الدَّارِ فَحَمَلَ عَلَيْهِ غَرَارَتَيْنِ مَلَاهُمَا طَعَامًا وَحَمَلَ بَيْنَهُمَا نَفَقَةً وَتَيَابَاشًا سَاوَلَهَا بِخَطَائِمِهِ ثُمَّ قَالَ اقْتَادِيهِ فَلَنْ يَفْنِيَ حَتَّى يَأْتِيَكُمْ اللَّهُ بِخَيْرٍ فَقَالَ رَجُلٌ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَكْثُرْتَ لَهَا قَالَ عُمَرُ نَكَلْتُكَ أُمَّكَ وَاللَّهِ إِنِّي لَا رَأْيَ أَبَاهُ هَذِهِ وَآخَاهَا قَدْ حَاصَرَا حِصْنًا زَمَانًا فَأَفْتَحَاهُ ثُمَّ أَصْبَحْنَا نَسْتَفِي سُهُمَانَهُمَا فِيهِ -

ترجمہ۔ حضرت اسلمؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمرؓ بن الخطابؓ اپنے آقا کے ہمراہ بازار کی طرف جا رہا تھا کہ ایک نوجوان عورت پیچھے سے حضرت عمرؓ کو آکر ملی۔ کہنے لگی امیر المؤمنین میرا خاندن ہلاک ہو گیا۔ اور پیچھے چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ گیا۔ واللہ! ان کے پاس بکری کا گھر بھی نہیں ہے جس کو وہ پکائیں اور کھائیں اور نہ ہی ان کی کھیتی ہے کہ اس سے غلہ برآمد ہو اور نہ ہی کوئی دودھ دینے والی بکری ہے کہ دودھ پی کر گزارہ کریں۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں انہیں بچو نہ کھا جائیں۔ میں خفاف بنت ایمار غفاری کی بیٹی ہوں۔ یعنی اگر میں کہیں روزی کی تلاش کے لئے چلی گئی تو انہیں بچو نہ کھا جائیں گے۔ تنہا ہوں۔ ان کو چھوڑ کر نہیں جاسکتی۔ خفاف کے باپ دادا صحابی تھے۔ میرا باپ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حدیبیہ میں حاضر تھا۔ تو حضرت عمرؓ آگے نہ بڑھے وہیں اس عورت کے پاس رک گئے۔ پھر فرمایا کہ یہ قریبی نسب مبارک ہو۔ پھر ایک قوی اونٹ جو گھریں بندھا ہوا تھا۔ اس کی طرف گئے۔ اور اس پر دو بورے لاد دیئے۔ جن میں غلہ بھر دیا۔ اور ان دونوں بورے کے اوپر کچھ خرچہ اور کپڑے بھی رکھ دیئے۔ اونٹ کی مہار اس کے ہاتھ میں پکڑا دی۔ فرمایا اس کو کہینچ کر لے جاؤ۔ انشاء اللہ یہ ختم نہیں ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے خیر و کشادگی لے آئے گا ایک آدمی نے کہا اے امیر المؤمنین یہ تو آپ نے بہت سامان و اسباب اس کو دے دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ تیری ماں تجھے گم کرے۔ واللہ! بے شک میں دیکھ رہا ہوں کہ اس کے باپ اور اس کے بھائی نے ایک زمانہ تک ایک قلعہ کا محاصرہ کیا۔ پھر انہوں نے اس کو فتح کر لیا۔ بایں ہمہ ہم پھر ان دونوں کا

غنیمت کا حقہ طلب کرتے جو فنی کے مال سے تھا۔

**تشریح از شیخ مدنی** حضرت عمرؓ ملکی انتظامات کے لئے دن رات چکر لگایا کرتے تھے۔ اسی اثنا میں یہ نوجوان عورتؓ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر سبکی کا ذکر کیا۔ جس پر حضرت عمرؓ نے اس سے بہتر سلوک کیا۔

یہ نضحون نفع یعنی پکانا۔ کراغ بکری کا گھر جو اس کا مستحقہ ہے۔

**لا تأکلھم الضبع** بعض نے ضبع سے قوط مراد لیا ہے۔ اور بعض نے اسے حقیقی معنی پر محمول کیا ہے۔ اور بچو چھوٹی پیڑوں پر حملہ کرنے میں مشہور ہے۔ بچہ۔ گدھ اور مردہ وغیرہ کو پکڑ کر کھا جایا کرتا ہے۔ مقصد اس کا یہ ہے کہ ان بچوں کے پاس کھانے پینے کا سامان نہیں ہے یا قوط کا خوف ہے۔ اور اگر میں مزدوری کرنے کے لئے ان کو تنہا گھر میں چھوڑ جاؤں تو شاید کوئی بچو ان کو اٹھا کر کھا نہ جائے۔

بنسب قریب کیونکہ قریش اور غفار کنانہ میں جمع ہو جاتے ہیں۔ تستفی فنی اس مال کو کہتے ہیں۔ جو ارہاب اور ڈر کی وجہ سے کفار چھوڑ کر جاتیں۔ اور سلمان اس کے مالک ہو جائیں۔ اس مال فنی میں غائبین کا کوئی حقہ نہیں ہوتا۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** اصبحنا تستفی اس سے تنبیہ کرنا ہے کہ اس خاندان کو یہ فضیلت حاصل ہے اور یہی زیادہ مال دینے کا باعث ہے۔ چونکہ یہ فنی کا مال تھا۔ جس کے یہ لوگ مستحق تھے۔

**حدیث نمبر ۳۷۸** حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ عَنْ أَبِيهِ مُسَيْبٍ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ الشَّجَرَةَ شُمَّ أُنْثِيَّتَهَا بَعْدُ فَلَمْ أَعْرِفْهَا قَالَ مُحَمَّدٌ شُمَّ أُنْثِيَّتَهَا بَعْدُ۔

ترجمہ۔ مسیب بن حزنؓ نے فرمایا کہ میں نے بیعت الرضوان کے درخت کو دیکھا تھا۔ پھر بعد میں جو میں اس کے پاس آیا۔ تو میں اسے نہ پہچان سکا۔ محمود فرماتے ہیں کہ بعد میں وہ درخت مجھے پہچان دیا گیا۔

**حدیث نمبر ۳۷۹** حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَارِقٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ

أَنطَلَقْتُ حَاجًّا فَمَرَرْتُ بِقَوْمٍ يُصَلُّونَ قُلْتُ مَا هَذَا الْمَسْجِدُ قَالُوا هَذِهِ الشَّجَرَةُ حَدِيثُ بَايَعِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْعَةَ الرِّضْوَانِ فَأَتَيْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ سَعِيدٌ حَدَّثَنِي أَبِي أَنَّهُ كَانَ فِيْمَنْ بَايَعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ قَالَ فَلَمَّا خَرَجْنَا مِنْ الْعَامِ الْمُقْبِلِ نَسِينَا هَافَكَ نَقْدُ رَعِيلِهَا فَقَالَ سَعِيدٌ إِنَّا أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ نَعْلَمْ مَوَاقِعَ مَوَاقِعُهَا أَنَّهُ فَنَانُكُمْ أَهْلُهُ.

ترجمہ۔ حضرت طارق بن عبد الرحمن فرماتے ہیں کہ میں حج کرنے کی نیت سے چل پڑا تو میرا گزرا ایک ایسی قوم کے پاس ہوا جو نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے پوچھا یہ کیسی مسجد ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ وہ درخت ہے۔ جہاں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت الرضوان لی تھی۔ تو میں سعید بن المسیبؓ کے پاس آیا۔ ان کو میں نے اس واقعہ کی خبر دی۔ تو حضرت سعیدؓ نے فرمایا مجھے میرے باپؓ نے حدیث بیان کی۔ کہ وہ ان لوگوں میں شامل تھے۔ جنہوں نے درخت کے نیچے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب ہم اگلے سال حج کے لئے نکلے تو ہمیں اس درخت کی جگہ بھلوا دی گئی۔ جس کے معلوم کرنے پر ہم قادر نہ ہو سکے۔ تو حضرت سعیدؓ نے فرمایا کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تو وہ درخت معلوم نہ ہو سکا۔ اور تم نے اسے معلوم کر لیا۔ تو تم بہت جاننے والے ہو تے۔

حدیث نمبر ۳۷۷۰ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ أَبِي الْمُسَيَّبِ أَنَّهُ كَانَ مَعَهُ بَايَعُ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَرَجَعْنَا إِلَيْهَا الْعَامَ الْمُقْبِلَ فَعَمِيتَ عَلَيْنَا۔ ترجمہ۔ حضرت مسیبؓ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی جب اگلے سال ہم اس کی طرف واپس لوٹے تو وہ درخت ہم پر مشتبہ ہو گیا۔

حدیث نمبر ۳۷۷۱ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ ابْنُ طَارِقٍ قَالَ ذُكِرَتْ عِنْدَ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ الشَّجَرَةُ فَضَحِكَ فَقَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي وَكَانَ شَهِدَهَا۔ ترجمہ۔ طارقؓ فرماتے ہیں کہ حضرت سعید بن مسیبؓ کے پاس درخت کا ذکر کیا گیا۔ تو

وہ ہنس پڑے۔ فرمایا مجھے میرے باپ نے خبر دی اور وہ اس درخت کے نیچے بیعت لیتے وقت حاضر تھے۔

**حدیث نمبر ۳۷۵۲** حَدَّثَنَا إِدْرِيسُ بْنُ أَبِي إِدْرِيسٍ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى  
وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
إِذَا آتَاهُ قَوْمٌ بِصَدَقَةٍ قَالَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِمْ فَآتَاهُ أَبِي بِصَدَقَتِهِمْ  
فَقَالَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ أَبِي أَوْفَى۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ جو اصحاب شجرہ میں سے تھے۔ فرماتے ہیں کہ جناب  
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو لوگ اپنا صدقہ خیرات لے کر آتے تو آپ فرماتے اے اللہ!  
ان پر رحمت نازل فرما۔ چنانچہ میرا باپ بھی آپ کے پاس اپنی زکوٰۃ لے کر آئے۔ تو آپ نے فرمایا۔  
اے اللہ آل ابی اوفیٰ پر رحمت نازل فرما۔

**حدیث نمبر ۳۷۵۳** حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ تَمِيمٍ قَالَ لَمَّا  
كَانَ يَوْمَ الْحَرَّةِ وَالنَّاسُ يُبَايِعُونَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَنْظَلَةَ فَقَالَ ابْنُ  
زَيْدٍ عَلَى مَا يَبَايِعُ ابْنُ حَنْظَلَةَ النَّاسُ قِيلَ لَهُ عَلَى الْمَوْتِ قَالَ لَا أَبَايِعُ  
عَلَى ذَلِكَ أَحَدًا أَبْعَدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ شَهِدَ  
مَعَهُ الْحَدِيثُ يَوْمَئِذٍ۔

ترجمہ۔ عباد بن تیمیم فرماتے ہیں کہ جب حرہ کی لڑائی کا واقعہ پیش آیا۔ تو لوگ عبداللہ  
بن حنظلہ کے لئے بیعت کر رہے تھے۔ تو عبداللہ بن زید نے پوچھا کہ ابن حنظلہ لوگوں سے کس چیز  
پر بیعت لے رہا ہے۔ کہا گیا کہ موت پر بیعت لے رہا ہے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ میں تو جناب  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی سے موت پر بیعت نہیں کروں گا۔ اور وہ عبداللہ بن زید  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حدیبیہ میں حاضر ہوتے تھے۔

**تشریح از شیخ مدنی** اَقِيلَ لَهُ عَلَى الْمَوْتِ اَمَّا الْمَشْكَالُ هُوَ كَيْفَ بَيْعَتُ قَوْمٍ عَلَى الْعِبَادَةِ لِي

جاتی ہے۔ اور فعل اختیار ہی ہوتا ہے۔ موت پر تو کسی کو اختیار نہیں ہوتا تو پھر اس پر بیعت کیسی؟  
تو کہا جائے گا اس کا مطلب یہ ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ کرتے رہیں گے۔ بھاگیں گے نہیں یہاں تک

ہم مرجائیں۔ اس پر بیعت ہوتی جو فعل اختیاری ہے اور عبادت ہے۔

**حدیث نمبر ۳۷۵۴** حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَعْلَى، حَدَّثَنَا إِيَّاسُ بْنُ سَلَمَةَ  
بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ قَالَ كُنَّا  
نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجُمُعَةَ ثُمَّ نَنْصَرِفُ وَلَيْسَ  
لِلْجَيْطَانِ ظِلٌّ نَسْتَظِلُّ فِيهِ۔

ترجمہ۔ ایاس بن سلمہ بن الاکوع فرماتے ہیں کہ میرے باپ نے مجھے حدیث بیان کی اور وہ اصحاب  
شجرہ میں سے تھے۔ فرماتے ہیں کہ ہم جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جمعہ کی نماز ادا کر کے  
واپس پھرتے تھے۔ تو دیواروں کا سایہ نہ ہوتا تھا۔ جس سے سایہ حاصل کیا جاسکتا۔

**تشریح از شیخ مدنی** لیس للیطان ظلّ اہل خواہر اور امام احمد نے اس  
حدیث سے استدلال کیا ہے کہ قبل از زوال جمعہ ہو جاتا ہے۔ مگر کہا جائے گا کہ ظل نستظل فیہ  
کے الفاظ دلالت کرتے ہیں کہ یہ ادائیگی نماز بعد از زوال تھی۔ کیونکہ مدینہ منورہ میں کوئی دو تین منزلہ  
عمارتیں نہیں تھیں۔ بلکہ چھوٹی چھوٹی دیواریں ہوتی تھیں۔ اگر سایہ ہو بھی سہی تو اس میں چلا نہیں جاسکتا  
تھا۔ تو نفی ایسے سایہ کی ہے مطلق سایہ کی نہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ مدینہ کا جو عرض البلد ہے۔  
بعض ایام میں زوال کے وقت اس کا سایہ ہوتا ہی نہیں۔ تو بھی لیس للیطان ظلّ کہتا صحیح ہوا کہ  
خطبہ پڑھا۔ نماز پڑھی پھر آگئے۔ تو ابھی تک سایہ نہ پڑا تھا۔

**حدیث نمبر ۳۷۵۵** حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ قُلْتُ لِسَلَمَةَ بْنِ  
الْأَكْوَعِ عَلَى أَبِي شَيْءٍ بَايَعْتُمْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ  
الْحُدَيْبِيَةِ قَالَ عَلَى الْمَوْتِ۔

ترجمہ۔ بزید بن ابی عبید فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سلمہ بن الاکوعؓ سے پوچھا کہ کس چیز پر  
تم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یوم المدینہ میں بیعت کی تھی۔ فرمایا موت پر  
بیعت کی تھی۔

**حدیث نمبر ۳۷۵۶** حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِشْكَابٍ، قَالَ لَقِيتُ الْبَرَاءَ  
بْنَ عَازِبٍ فَقُلْتُ طُوبَى لَكَ مَدَحْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَايَعْتَهُ

تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَقَالَ يَا ابْنَ أَخِي إِنَّكَ لَا تَذَرُنِي مَا أَحَدُنَا بَعْدَهُ .

ترجمہ: مسیّبؓ فرماتے ہیں کہ میری حضرت برابر بن عازبؓ سے ملاقات ہوئی۔ میں نے ان سے کہا آپ کے لئے کتنی خوش قسمتی کی بات ہے کہ آپ جناب رسول اللہؐ کی صحبت نصیب ہوئی اور آپ نے درخت کے نیچے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت بھی کی۔ انہوں نے فرمایا: بھتیجے! تم نہیں جانتے ہم نے آپ کے بعد کیا کیا نئی چیزیں ایجاد کر لیں۔

**تشریح از شیخ مدنی** | اما احدثنا بعدا باد جو یکہ ان حضرات کو رضی اللہ عنہم کی بشارت دی گئی تھی۔ اور انہیں صحبت نبویؐ کا شرف بھی حاصل تھا۔ مگر کسر نفسی کے طور پر یہ حضرات فرمایا کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہم لوگ فتنوں میں مبتلا ہو گئے۔ کہیں باری تعالیٰ ان پر ہم سے مواخذہ نہ کریں اس لئے ڈرتے رہتے ہیں۔

**حدیث نمبر ۳۷۵۷** حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِسْحَاقَ بْنِ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ بَايَعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ .

ترجمہ: حضرت ثابت بن الضحاکؓ خبر دیتے ہیں کہ انہوں نے درخت کے نیچے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی۔

**حدیث نمبر ۳۷۵۸** حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِسْحَاقَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ إِنَّا فَتَحْنَاكَ فَتَحًا مَبِينًا قَالَ الْحَدِيثُ قَالَ أَصْحَابُهُ هُنِيئًا مَرِيئًا قَمَّا لَنَا فَأَنْزَلَ اللَّهُ لِيَدْخُلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ قَالَ شُعْبَةُ فَقَدِمْتُ الْكُوفَةَ فَحَدَّثْتُ بِهَذَا كُلَّهُ عَنْ قَتَادَةَ ثُمَّ رَجَعْتُ فَذَكَرْتُ لَهُ فَقَالَ أَمَّا إِنَّا فَتَحْنَاكَ فَفَعَنَ أَنَسٌ وَأَمَّا هُنِيئًا مَرِيئًا فَعَنَ عِكْرَمَةَ .

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ انا فتحنا الخ فرمایا۔ یہ حدیث یہ ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے فرمایا کہ ہنیئاً ہے جس میں کوئی گناہ نہیں اور مریئاً ہے کہ اس میں کوئی تکلیف نہیں۔ لیکن ہمارے لئے کیا ہوگا۔ تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ لیدخل المؤمنین والمؤمنات جنات۔ شعبہ فرماتے ہیں۔ میں کوفہ میں آیا۔ تو یہ ساری کی ساری حدیث میں نے قتادہ سے روایت کی۔ پھر جب میں کوفہ سے واپس لوٹا تو میں نے قتادہ سے اس کا ذکر کیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ

انا فتحنا لک فتحاً مبیناً کی تفسیر تو حضرت انسؓ سے ہے۔ اور ہنیئاً مریاً حضرت عکرمہؓ سے ہے۔

**تشریح از شیخ مدنی** انا فتحنا لک الیہ چار آیات آپؐ پر نازل ہوئیں۔ چونکہ یہ ایک

نعمت تھی۔ اس لئے ہنیئاً مریاً (رہنما بختا) کہا گیا۔ اور عرب کی عادت ہے کہ کھانے کے بعد ہنیئاً مریاً کہا کرتے ہیں۔ کیونکہ نعمت جب صحت کے ساتھ پہنچ بھی جائے۔ تو ایک بڑی نعمت ہے۔ بنا بریں جب آپؐ کو یہ بشارت سنائی گئی۔ تو صحابہ کرامؓ نے ہنیئاً مریاً کہا۔ لیکن ہمارے لئے کچھ نہیں تو صحابہ کرامؓ کی بشارت کے لئے لیدہ غل اللہ المؤمنین الیہ آیات نازل ہوئیں۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** ہنیئاً مریاً لک منہ یعنی اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد لیغفر لک

یہ آپؐ کے لئے ہنیئاً مریاً ہے۔ انا فتحنا الیہ نہیں کیونکہ فتح کی بشارت اور اس کے فوائد میں تو شریک ہیں۔ آپؐ کی خصوصیت لیغفر لک اللہ میں ہے۔

**تشریح از شیخ زکریا** ظاہر لفظ سے معلوم ہوتا تھا کہ ہنیئاً مریاً۔ انا فتحنا الیہ پر مرتب

ہے۔ شیخ گنگوہیؒ نے دفعہ دہم کر دیا۔ کہ فتح کے فوائد میں تو سب شریک ہیں۔ لیغفر لک اللہ میں آپؐ کی خصوصیت کا اس لئے سوال ہوا کہ ہمارے لئے کیا ہے۔ تو لیدہ غل اللہ والی آیت نازل ہوئی۔ اگر انا فتحنا میں بھی خطاب آپؐ کو ہے۔ لیکن اشتراک سب کا ہے۔ کما تقدم۔

حدیث نمبر ۳۷۵۹ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْإِنْعَنِيُّ مَجْزَاةَ ابْنِ

زَاهِرٍ الْأَسْلَمِيِّ عَنْ أَبِيهِ وَكَانَ مِنْ شُهَدَاءِ الشَّجَرَةِ قَالَ إِنِّي لَا وَقَدْ  
تَحْتَ الْقَدْرِ بِلُحُومِ الْحُمْرِ إِذْ نَادَى مُنَادِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْبَاكُمْ عَنْ لُحُومِ  
الْحُمْرِ عَنْ مَجْزَاةَ عَنْ رَجُلٍ مِنْهُمْ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ اسْمُهُ  
أُهْبَانُ بْنُ أَدِيسٍ وَكَانَ اشْتَكَى رُكْبَتَهُ وَكَانَ إِذَا سَجَدَ جَعَلَ تَحْتَ  
رُكْبَتِهِ وَسَادَةً۔

ترجمہ۔ حضرت مجزاة بن زاہر اسلمی اپنے باپ زاہرؓ سے روایت کرتے ہیں جو ان لوگوں میں سے تھے جو شجرہ میں حاضر تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں گدھے کے گوشت کی ٹانڈیوں کے نیچے آگ جلا رہا تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک ندا دینے والے نے اعلان کیا۔



کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں گدھے کے گوشت کھانے سے منع کرتے ہیں اور مجزاہ ان میں سے ہی ایک ایسے شخص سے روایت کرتے ہیں جو اصحاب شجرہ میں سے تھا جن کا نام اصبل بن بن ادس تھا۔ ان کے گھٹنے میں تکلیف تھی۔ چنانچہ جب وہ سجدہ کرتے تھے تو اپنے گھٹنے کے نیچے تکیہ رکھ لیتے تھے۔

**تشریح از قاسمی** | **عن شہد الشجرۃ** لحوم عمر کی ہنی غزوہ خیبر میں نازل ہوئی اس جگہ اس حدیث کا ذکر من شہد الشجرۃ کی مناسبت سے ہے۔ حضرت اصحاب بن ادس وہی صحابی ہیں جن سے بھیڑیے نے کلام کیا اور ایمان لانے کی رغبت دلائی تھی۔

حدیث نمبر ۳۷۰۶ **حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ النُّعْمَانِ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ أَتُوا بِسَوِيْقٍ فَلَاكُوهُ تَابَعَهُ مَعَاذُ**

ترجمہ حضرت سويد بن النعمان جو اصحاب الشجرہ میں سے تھے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے پاس سواق لایا گیا۔ پس انہوں نے اسے چبایا اور منہ میں گھمایا۔ اصحاب شجرہ کی مناسبت سے یہ حدیث وارد ہوئی۔

حدیث نمبر ۳۷۰۷ **حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ عَنْ أَبِي جُمَرَةَ قَالَ سَأَلْتُ عَائِذَ بْنَ عَمْرِوَةَ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ قِيلَ يَنْقُضُ الْيَوْمَ قَالَ إِذَا أَوْتَرْتُ مِنْ آوَالِهِ فَلَا تُؤْتِرُ مِنْ آخِرِهِ**

ترجمہ ابو جمرہ بن عمران فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائذ بن عمرو بن ابی عدی سے پوچھا وہ اصحاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں سے اصحاب الشجرہ میں سے تھے۔ کیا وتر توڑے جاسکتے ہیں۔ فرمایا جب تم نے رات کے اول حصہ میں وتر پڑھ لئے ہیں۔ تو پھر آخرات میں وتر پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

**تشریح از شیخ مدنی** | **انقضى وتر** کے معنی ہیں کہ جب کسی شخص نے اول حصہ رات میں وتر پڑھ لئے آخرات کو جاگ اٹھی۔ تہجد کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل میں اجعلوا آخر صلواتکم اوثر کہ رات کی آخری نماز وتر ہو تو وتر توڑ کر ایک رکعت ملا کر

شفع بنا لیا جائے۔ ادھر آپ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو حکم دیا لا تنم الا علی وترہ کہ وتر پڑھ کر سویا کر دو۔ تو جب اول رات میں وتر پڑھ لئے تو آخر صلوٰۃ وتر نہ رہے تو ایک جماعت کا کہنا ہے کہ وتر کو توڑ کر ایک رکعت ملا کر شفیع بنا لے تہجد کے بعد وتر پڑھے۔ یہ ابن عمرؓ کا مذہب ہے۔ لیکن جمہور فرماتے ہیں کہ آخریت کا حکم استحباب کے لئے ہے۔ ایجاب کے لئے نہیں کیونکہ کیونکہ آپ سے وتر کے بعد دو رکعت نفل بیٹھ کر پڑھنے کا ثبوت ہے۔ اور ادھر لا تو وتر من آخرہ والی صحیح روایت بھی موجود ہے۔ شواہح مالکیہ اور احناف کا یہی قول ہے۔

حدیث نمبر ۳۷۶۲ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ عَنْ أَبِيهِ أَسْلَمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسِيرُ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَسِيرُ مَعَهُ لِيَأْخُذَ بِهِ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَنْ شَيْءٍ فَلَمْ يُجِبْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ سَأَلَهُ فَلَمْ يُجِبْهُ ثُمَّ سَأَلَهُ فَلَمْ يُجِبْهُ وَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ثَجَلْتُكَ أَمْكَ يَا عُمَرُ نَزَرْتُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّاتٍ كُلَّ ذَلِكَ لَا يُجِيبُكَ قَالَ عُمَرُ فَحَدَّثْتُ بَعِيرِي ثُمَّ تَقَدَّمْتُ أَمَامَ الْمُسْلِمِينَ وَخَشِيتُ أَنْ يَنْزِلَ فِي قُرْآنٍ فَمَا نَشَبْتُ أَنْ سَمِعْتُ صَارِخًا يَصْرُخُ بِي قَالَ فَقُلْتُ لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ يَكُونَ نَزَلَ فِي قُرْآنٍ وَجِئْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ لَقَدْ أَنْزِلْتُ عَلَى اللَّيْلَةِ سُورَةً لَمْ يَأْتِ أَحَدٌ إِلَى مَقَاطِلَعَتِ عَلَيْهِ الشَّمْسُ ثُمَّ قَرَأْنَا فَتَحْنَالُكَ فَتَحَابُّنَا.

ترجمہ۔ حضرت اسلم مولیٰ عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کسی سفر میں چل رہے تھے۔ حضرت عمر بن الخطابؓ نے بھی رات کے وقت آپ کے ساتھ چل رہے تھے۔ کسی سئلہ کے بارے میں حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہ دیا پھر انہوں نے پوچھا تو بھی آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر تیسری مرتبہ پوچھا تو بھی آپ نے جواب نہ دیا۔ حضرت عمرؓ اپنے آپ کو خطاب کر کے کہنے لگے اے عمر! تجھے تیری ماں گم کرے کہ تو نے تین مرتبہ نہایت اصرار کے

ساتھ آپ سے سوال کیا۔ ہر مرتبہ آپ کوئی جواب نہیں دیتے۔ تو حضرت عمرؓ فرماتے ہیں۔ میں نے اپنے اونٹ کو حرکت دی اور مسلمانوں سے آگے بڑھ گیا۔ مجھے خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں میرے بارے میں قرآن نازل نہ ہو۔ پس میں نہیں ٹھہرا تھا کہ ایک زوردار آواز سے مجھے کوئی پکارتے لگا۔ میں دل میں کہنے لگا کہ شاید میرے بارے میں قرآن نازل ہو چکا ہے۔ بہر حال میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ آج رات مجھ پر ایک سورۃ فتح نازل ہوئی ہے۔ جو میرے نزدیک دنیا کی ان سب چیزوں سے پسندیدہ ہے جن پر سورج نکل چکا ہے۔ پھر آپ نے انا فتحنا الیوم پڑھی۔

**تشریح از شیخ مدنی** | صلح حدیبیہ کے بعد صحابہ کرام کبیدہ خاطر واپس ہوئے۔ پہلی منزل پر حضرت عمرؓ نے کوئی سوال کرنا چاہا۔ چونکہ آپ پر وحی کا نزول ہو رہا تھا۔ اس لئے آپ نے جواب نہیں دیا اور حضرت عمرؓ صلح نامہ کے بارے میں بہت جھگڑے تھے۔ خود فرماتے ہیں۔ کہ دخول اسلام کے بعد مجھے اتنے شبہات پیش نہیں آئے جتنے اس موقع پر پیش آئے۔ کیونکہ شرائط ایسے تھے جن کو یہ مسلمانوں کی ذلت کا باعث سمجھتے تھے۔ دیگر مسلمان بھی غصہ میں تھے۔ لیکن حضرت عمرؓ نے بڑی جرأت کا مظاہرہ کیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی مخاطبت ہوئی جس کا انہیں بعد میں احساس ہوا۔ چنانچہ اس جرأت کی تلافی میں کئی نوافل پڑھے اور کئی غلام آزاد کئے۔ بہر صورت آپ نے انا فتحنا الیوم سورۃ سنائی۔ نیز رات اسی کو رات یعنی بار بار سوال کیا ہے۔ صلح حدیبیہ سے خیر جزیل حاصل ہوئی جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ یا فتحنا بمعنی قفیناک کے ہے۔ کہ ہم نے فیصلہ کر دیا ہے کہ آپ آئندہ سال مکہ میں داخل ہوں گے اور آپ کے اصحاب بھی ہوں گے۔ اور امن و آشتی سے بیت اللہ کا طواف کریں گے۔

**حدیث نمبر ۳۷۶۳** حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْرَجَ النَّبِيُّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْخُدَيْبِيَّةِ فِي بَضْعِ عَشْرَةِ مِائَةٍ مِنْ أَصْحَابِهِ فَلَمَّا أَتَى ذَا الْحُلَيْفَةِ قَلَدَ الْهَدْيَ وَأَشْعَرَهُ وَأَحْرَمَ مِنْهَا بِعُمَرَةَ وَبَعَثَ عَيْنَالَهُ مِنْ خُدَاعَةَ وَسَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى كَانَ بِغَدِيرِ الْأَشْطَاطِ أَتَاهُ عَيْنُهُ قَالَ إِنْ قُرَيْشًا جَعَلُوا لَكَ جُمُوعًا وَقَدْ جَمَعُوا

لَكَ لَأَحَابِيشَ وَهُمْ مُقَاتِلُوكَ وَصَادُّوكَ عَنِ الْبَيْتِ وَمَا نَعُوكَ فَقَالَ  
 أَشِيرُوا إِلَيْهَا النَّاسُ عَلَيَّ أَتَرُونَنِي أَنِّي أَمِيلُ إِلَى عِيَالِهِمْ وَذَرَارِي هَؤُلَاءِ  
 الَّذِينَ يُرِيدُونَ أَنِّي يَصُدُّونَا عَنِ الْبَيْتِ فَإِنْ يَأْتُونَنَا كَانَ اللَّهُ عَذَابًا  
 قَدُ قَطَعَ عَيْنًا مِّنَ الْمُشْرِكِينَ وَلَا تَرْكُنَا هُمْ مَخْذُوبِينَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ  
 يَا رَسُولَ اللَّهِ خَرَجْتَ عَامِدًا إِلَى هَذَا الْبَيْتِ لَا تُرِيدُ قَتْلَ أَحَدٍ وَلَا حَبْ  
 أَحَدٍ فَتَوَجَّهَ لَهُ فَمَنْ صَدَّنَا عَنْهُ قَاتَلْنَا هُ قَالَ أَمْضُوا عَلَى أَسْمِ اللَّهِ

ترجمہ: حضرت مسور بن مخزوم و مروان دونوں کہتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
 حدیبیہ والے سال ایک ہزار سے کچھ زائد اصحاب کے ساتھ روانہ ہوئے۔ جب ذوالحلیفہ میں پہنچے۔  
 تو قربانی کے جانور کو مار ڈالا۔ اس کا کدھا زخمی کر کے خون کو ملا۔ اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھا۔  
 اور قبیلہ بنو خزاعہ سے اپنا ایک جاسوس بھیجا اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چلتے چلتے  
 جب غدیر اشطاط کے مقام پر پہنچے تو آپ کے جاسوس نے آکر کہا کہ قریش نے آپ کے لئے  
 مختلف قبائل کی جماعتیں اکٹھی کر لی ہیں۔ وہ آپ سے لڑنے والے ہیں اور آپ کو بیت اللہ  
 سے روکنے والے ہیں۔ اور آپ کو منع کرنے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا اے لوگو! مجھے مشورہ  
 دو۔ کہ کیا تم مناسب سمجھتے ہو۔ کہ میں ان کے اہل و عیال اور بچوں پر حملہ کر دوں۔ جو ہمیں  
 بیت اللہ سے روکنا چاہتے ہیں۔ اگر وہ لوگ ہمارے پاس آگئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے مشرکوں میں  
 سے ایک جاسوس ہم سے کاٹ لیا ہے۔ گویا کہ ہم نے بھیجا ہی نہیں۔ اگر وہ نہ آئے تو ہم ان  
 کے بال بچوں کو لوٹ کر انہیں لڑائی کی حالت میں چھوڑ دیں گے۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا۔  
 یا رسول اللہ! آپ تو بیت اللہ کا ارادہ کر کے نکلے ہیں۔ نہ تو ہم کسی کو قتل کرنا چاہتے ہیں اور نہ  
 ہی کسی سے ہماری لڑائی لڑنے کا ارادہ ہے۔ پس آپ بیت اللہ کی طرف سیدھے جاتیں۔  
 پس جو شخص ہمیں اس سے روک دے گا۔ ہم اس سے لڑائی کریں گے۔ جس پر آپ نے فرمایا۔  
 اللہ کا نام لے کر چلے چلو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | یہ روایت بالتفصیل کتاب الشروط میں گزر چکی ہے۔  
 اس جگہ اس کا بعض حصہ ذکر کیا گیا ہے۔

عینا میں غزاعت یہ جاسوس اگرچہ غیر مسلم تھا۔ مگر خلوص سے خدمت انجام دیتا تھا۔ اس لئے آپؐ نے حالات معلوم کرنے کے لئے ان کو بھیجا۔

احابیش مختلف قبائل کو کہتے ہیں جن میں اکثر قبائل بنو قارہ کے تھے۔ ان سے قریش نے مخالفت کی تھی۔ حبشی ایک پہاڑ کا نام ہے۔ اس کے نیچے ان لوگوں نے قسم اٹھائی تھی اس لئے ان کو احابیش الاشطاٹ کہنے لگے۔ یہ لوگ حدیبیہ والے سال مکہ چلے گئے تھے۔ آپؐ نے مشورہ طلب کیا کہ آیا ان کے بال بچوں کو پکڑ لیا جائے۔ یاسیدھے مکہ چلا جانا چاہیے۔ ان لوگوں سے کچھ تعرض نہ کیا جائے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ آپؐ نہ تو کسی کو قتل کرنے اور نہ ہی کسی سے لڑائی لڑنے کے ارادہ سے روانہ ہوتے ہیں۔ منازل احابیش پر آپؐ حملہ نہ کریں۔ سیدھے مکہ چلے جائیں۔ جو رکاوٹ ڈالے اس سے لڑائی کریں۔ ممکن ہے یہ خبر غلط نکلے اگر ہم ان کی منازل تک پہنچ گئے۔ تو پھر ہمیں لڑنا پڑے گا۔ گویا ہم نے کوئی جاسوس بھیجا ہی نہیں تھا۔ اگر خبر صادق ہوتی۔ تو ہم نے ان کے اہل و عیال کو لوٹ کر بہت زرک پہنچائی اور قریش کے اجاب کو لوٹا۔ بہر حال آپؐ نے حضرت صدیق اکبرؓ کے مشورہ کو قبول کر لیا ہوتا سیدھے بیت اللہ روانہ ہونے کا حکم دیا۔

**تشریح از شیخ گنگوہیؒ** | الی عیالہم وذراریہو لا منہ<sup>۱۶</sup> اس سے مراد وہ کفار ہیں جو قریش کے حلیف تھے۔ اور قریش کی مدد کے لئے مکہ چلے گئے تھے۔ ان کے بال بچے پیچھے رہ گئے تھے۔

قطع عنا عینا اس سے مراد مشرکوں کی جماعت ہے۔ کہ جب وہ کفار اپنے اہل و عیال کی طرف واپس آئیں گے۔ تو اہل مکہ کے ہمراہ ان میں سے کوئی باقی نہیں رہا ہوگا۔ تو ہم ان کی جماعت کو قتل کر دیں گے۔ یا یہ مطلب ہے کہ جب وہ لوگ واپس آئیں گے تو مکہ کی طرف جاسوس بھیجنے کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔ کہ ہم اس میں کفار کے اجتماع کا پتہ لگائیں۔ کیونکہ وہاں مکہ میں سوائے قریش کے کوئی اور باقی نہیں ہوگا۔ جاسوس بھیج کر خبر منگانے کی حاجت نہیں رہے گی۔ کیونکہ وہاں مکہ میں ان قریش کے سوا اور کوئی نہیں ہوگا۔ لیکن حضرت ابوبکرؓ نے اس رائے سے اتفاق نہیں کیا۔ کیونکہ اس صورت میں عمرؓ چھوڑنا پڑتا تھا۔

حالانکہ اسی کے لئے نکلے تھے۔ اور لوگوں میں بھی یہ مشہور ہو گیا تھا کہ عمرہ کرنے گئے ہیں۔ اگر قتل و قتال میں مشغول ہو گئے۔ تو ایک قسم کی دھوکہ دہی ہو گی۔

**تشریح از شیخ زکریا** | تشریح نے اس لفظ کی تشریح میں بہت اختلاف کیا ہے۔ شیخ گنگوہیؒ نے جو معنی متعین کئے ہیں۔ یعنی جماعت مراد لی ہے۔ میرے نزدیک بھی یہی معنی بہتر ہیں۔ اس لئے کہ بعض روایات میں عینا کی بجائے عنقا کا لفظ آیا ہے۔ جس کے معنی شخص اور طائفہ و جماعت کے متعین ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب سے مشورہ لیا۔ کہ جن لوگوں نے قریش سے حلف لیا ہم ان کی جگہوں پر جا کر ان کے بال بچوں کو قیدی بنالیں۔ اگر وہ ان کی مدد کے لئے آگئے۔ تو وہ ان میں مشغول ہو جائیں گے اور ہم اکیلے قریش سے محاربہ کریں گے۔ چنانچہ حدیث حدیبیہ میں یہ بھی ہے۔ اگر وہ نجات پا گئے۔ تو یہ ایک جماعت ہو گی۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے ہم سے کاٹ دیا۔ تو اس طرح ان کی تعداد کفر کم ہو جائے گی۔ اور ان کی قوت کمزور ہو جائے گی۔ ابن قیم اور عینی بھی لفظ عنق کو اختیار کیا ہے۔ اور اعناق رؤسا کو کہتے ہیں۔ مولانا مکیؒ نے اپنی تقریر میں ایک اور طریقہ سے یہی معنی بیان کئے ہیں کہ یہ جاسوس آپؐ نے مدینہ سے روانہ ہوتے وقت بھیجا تھا۔ کیونکہ مدینہ میں ہی آپؐ کو خبر مل گئی تھی کہ مشرکین آپؐ کے خلاف جمع ہو چکے ہیں۔ اور ان امیل کے معنی اترک قریش حکمہ رامیل الی بلد ان الاہابیش اور کرمائی نے من المشرکین جار مجرور کا تعلق قطع سے کیا ہے۔ یعنی قطع منہم ابی سوس یعنی پھر جاسوس بھیجے گا کوئی فائدہ اور اثر ظاہر نہ ہوگا۔ بلکہ ایسا ہوگا کہ ہم لے جاسوس بھیجا ہی نہیں ہے۔ بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کی رائے سے اتفاق کیا۔ اور لوٹ مار کا ارادہ ترک کر دیا۔

**حدیث نمبر ۳۷۶۲** حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ أَنَّهُ سَمِعَ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ وَالْمُسَوِّبَ بْنَ مَخْرَمَةَ يُخْبِرَانِ خُبْرًا مِّنْ خُبَرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عُمْرَةِ الْحُدَيْبِيَّةِ فَكَانَ فِيهَا أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ عَنْهُمَا أَنَّهُ لَمَّا كَاتَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُهَيْلَ بْنَ عَمْرٍ وَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَّةِ عَلَى قَضِيَّةِ الْعُدَّةِ وَكَانَ فِيهَا اشْتَرَطَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍ

وَأَنَّهُ قَالَ لَا يَأْتِيكَ مِنَّا أَحَدٌ وَإِنْ كَانَ عَلَى دِينِكَ إِلَّا رَدَدْتَهُ  
إِلَيْنَا وَخَلَيْتَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ وَأَبَى سُهَيْلٌ أَنْ يُقَاضِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا عَلَى ذَلِكَ فَكَرِهَ الْمُؤْمِنُونَ ذَلِكَ وَامْتَعَصُوا  
فَتَكَلَّمُوا فِيهِ فَلَمَّا أَبَى سُهَيْلٌ أَنْ يُقَاضِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ إِلَّا عَلَى ذَلِكَ كَاتَبَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَدَّ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَا جَنْدَلٍ ابْنَ سُهَيْلٍ يَوْمَئِذٍ إِلَى  
أَبِيهِ سُهَيْلِ بْنِ عَمْرِو وَلَمْ يَأْتِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
أَحَدٌ مِنَ التَّجَالِ إِلَّا رَدَّهُ فِي تِلْكَ الْمُدَّةِ وَإِنْ كَانَ مُسْلِمًا فَجَاءَتْ  
الْمُؤْمِنَاتُ مَهَا جَرَاتٍ فَكَانَتْ أُمَّ كَلْثُومٍ بِنْتُ عُقْبَةَ بْنِ أَبِي مُعَيْطٍ مَقْنُ خَدَجٍ  
إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ عَاتِقٌ فَجَاءَ أَهْلُهَا يَسْأَلُونَ  
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَرْجِعَهَا إِلَيْهِمْ حَتَّى أَنْزَلَ اللَّهُ  
تَعَالَى فِي الْمُؤْمِنَاتِ مَا أَنْزَلَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَأَخْبَرَنِي عُدْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ  
أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَمْتَحِنُ مَنْ هَاجَرَتْ الْمُؤْمِنَاتُ بِهِ فِي  
الْأَيَةِ يَأْتِيَنَّ النَّبِيَّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ وَعَنْ عَمِّهِ قَالَ بَلَّغْنَا حِينَ  
أَمَرَ اللَّهُ رَسُولَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَرُدَّ إِلَى الْمُشْرِكِينَ  
مَا أَنْفَقُوا مِنْ هَاجَرِينَ أَوْ وَاجِهِينَ وَبَلَّغْنَا أَنَّ أَبَا بَصِيرٍ فَذَكَرَهُ بِطَوِيلٍ

ترجمہ۔ حضرت عروہؓ نے مروان اور مسور بن مخزوم دونوں سے عمرہ حدیبیہ کے بارے میں خبر دی  
کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل بن عمرو سے حدیبیہ کے دن صلح نامہ کھینے  
کا ارادہ فرمایا۔ تو سہیل بن عمرو کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ آپ کے پاس ہم میں  
سے جو شخص بھی آئے گا اگرچہ وہ آپ کے دین پر کیوں نہ ہو۔ مگر آپ کو اسے ہمارے پاس  
واپس کرنا پڑے گا۔ اور آپ ہمارے اور اس کے درمیان راستہ کھول دیں گے۔ سہیل تو اسی  
شرط صلح پر اڑا ہوا تھا۔ اور مومنوں اسے پسند نہیں کرتے تھے۔ وہ اسے گراں سمجھتے تھے اور

اس بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔ اور سہیل یہی کہہ رہی تھی کہ اس نے کہا کہ اس کے بغیر صلح نہیں ہو سکتی۔ بالآخر آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شرط بھی لکھ دی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی دن سہیل کے بیٹے حضرت ابو جندلؓ کو واپس کر دیا بلکہ مردوں میں جو آدمی بھی آپ کے پاس مسلمان ہو کر آتا اسے واپس کر دیا جاتا اگرچہ وہ مسلمان بھی ہوتا۔ اسے اس مدت میں واپس کیا جاتا رہا۔ اور مومنین عورتیں بھی ہجرت کر کے آئیں۔ چنانچہ ام کلثومؓ بنت عتبہ بن ابی معیط بھی ان لوگوں میں تھیں جو آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے وہ نوجوان لڑکی تھیں جس کے گھر والے اسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے واپس لانے کے لئے آئے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مومن عورتوں کے بارے میں لَا يَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ والی آیت نازل فرمائی۔ ابن شہاب فرماتے ہیں کہ مجھے عروہ بن الزبیرؓ نے خبر دی کہ حضرت عائشہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان مومن عورتوں کا امتحان لیتے تھے جو ہجرت کر کے آپ کے پاس آتی تھیں۔ اس آیت کے مطابق یا ایہا النبی اذا جاءك المؤمنات اور ابن شہاب اپنے چچا محمد بن مسلم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ ہمیں یہ بھی خبر پہنچی کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا کہ آپ مشرکین کی طرف ان کا وہ خرچہ بھی واپس کر دیں جو انہوں نے اپنی مہاجرات بیویوں پر خرچ کیا ہے۔ اور پھر ابولہبؓ کا تفصیلی قصہ ذکر کیا۔

**تشریح از شیخ مدنی** | صلح نامہ حدیبیہ کے لکھے جانے کے بعد جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو چند عورتیں بھی ہجرت کر کے آپ کے پاس آئیں۔ چونکہ صلح نامہ میں رجل کا لفظ لکھا ہوا تھا۔ اس لئے عورتوں کو واپس نہیں کیا گیا۔

عالتوے بمعنی نوجوان عورت جو چودہ پندرہ برس کی ہو۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ باری تعالیٰ نے تخصیص کر دی۔ لفظ مضع اگرچہ عام تھا۔ لیکن اس صفت کی تخصیص کر دی گئی۔ عہد شکنی نہیں ہوتی بلکہ صراحتہ حکم آگیا۔ لَا يَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ پہلی توجیہ کے مطابق لفظ احد روایت بالمعنی کے طور پر ہوگا۔ ورنہ اصل روایت میں لفظ رجل ہے۔ اور دوسری توجیہ



میں لا اٹھسکوا بعصم الکوافر کے ذریعہ اس حکم کو منسوخ کر دیا۔

وَبَلْغُظَانِ ابَا بَصِيرَةَ حضرت ابوبصیرؓ بھی مکہ سے بھاگ کر آئے تھے۔ آپؐ نے حسب معاہدہ ان کو بھی واپس کر دیا۔ لیکن جب یہ مقام ذی الحلیفہ پہنچے۔ تو کھجور کھاتے کھاتے ان نگرانِ شخصوں میں سے ایک کی تلوار لی اور اسے قتل کر دیا۔ اور دوسرا بھاگتا ہوا مسجد نبویؐ پہنچا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا۔ قتلِ صاحبِی وانا مقتول میرا ساتھی قتل ہو چکا ہے۔ اور میں قتل ہونے والا ہوں۔ ادھر ابوبصیرؓ بھی پہنچ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ تو لڑائی کو بھڑکانے والا ہے۔ تو یہ سمجھ گئے کہ آپؐ مجھے پھر قریش کے حوالہ کرنے والے ہیں۔ تو انہوں نے مدینہ سے دو کچھ فاصلہ پر ایک جھونپڑی بنائی۔ وہاں بیٹھ گئے۔ اب جو مسلمان بھی مکہ سے بھاگ کر آتا وہ ان کے پاس پہنچ جاتا۔ ایک جماعت بن گئی۔ قریش کا جو قافلہ شام کی طرف جاتا یہ لوگ اس پر حملہ کر کے مال و اسباب لوٹ لیتے۔ آدمیوں کو قتل کر دیتے۔ جس سے ان کے پاس بہت کچھ مال بھی جمع ہو گیا۔ آخر قریش نے خود ہی آدمی بھیج کر یہ شرط منسوخ کرائی۔ جس پر آپؐ کو مجبور کیا گیا تھا۔ اور پھر یہ لوگ بھی مدینہ پہنچ گئے۔

**حدیث نمبر ۳۷۵۹** حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ تَائِفِ بْنِ عُمَرَ خَدِجٍ مُعْتَمِدًا فِي الْفِتْنَةِ فَقَالَ إِنَّ صِدْقَ دُتُّ مِنَ الْبَيْتِ صَنَعْنَا كَمَا صَنَعْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَهْلًا بِعُمَرَةَ مِنْ أَجْلِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ أَهْلًا بِعُمَرَةَ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ.

ترجمہ۔ حضرت نافعؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے حجاج بن یوسف ثقفی کے فتنہ کے زمانہ میں عمرہ کے ارادہ سے روانہ ہوئے۔ تو فرمانے لگے۔ اگر ہمیں بیت اللہ جانے سے روک دیا گیا تو ہم ایسا ہی کریں گے جیسا کہ ہم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کیا تھا۔

چنانچہ انہوں نے عمرہ کا احرام باندھا اس وجہ سے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ والے سال عمرہ کا احرام باندھا تھا۔

تشریح از شیخ مدنی | یعنی جس سال حجاج بن یوسف حضرت عبد اللہ بن الزبیرؓ کے

ساتھ قتال کے لئے آئے۔ یہ زمانہ عبد الملک بن مروان کی خلافت کا ہے۔ عراق اور حجاز حضرت عبد اللہ بن الزبیر کے قبضہ میں تھے۔ عبد الملک نے ان کو قتل کرنے کے لئے حجاج بن یوسف کو بھیجا تو وہ حوالی مکہ میں آکر مقیم ہو گیا۔ ان حالات جنگ میں حج و عمرہ ممکن نہیں تھا۔ تو ابن عمرؓ نے احرام تو باندھ لیا۔ فرمایا اگر بیت اللہ تک پہنچ گئے تو عمرہ کے افعال کریں گے ورنہ جیسے حدیبیہ میں آپؐ نے عمرہ کا احرام کھول دیا تھا ہم بھی ایسا کریں گے۔

**حدیث نمبر ۳۷۶۶** حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ ابْنِ عُمرَةَ أَنَّهُ أَهَلَ وَقَالَ إِنَّ حَيْلَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ لَفَعَلْتُ كَمَا فَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ حَالَتُ الْكَفَّارُ قُرَيْشِي بَيْنَهُ وَتَلَا لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ نے احرام باندھ لیا اور فرمایا کہ اگر میرے اور بیت اللہ کے درمیان کوئی رکاوٹ آگئی۔ تو میں ایسے کمروں کا جیسے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ جب کہ کفار قریش نے آپؐ کے درمیان رکاوٹ ڈال دی تھی۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔ کہ اللہ کے رسول میں تمہارے لئے بہتر نمونہ ہے۔

**حدیث نمبر ۳۷۶۷** حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ بَعْضَ بَنِي عَبْدِ اللَّهِ قَالَ لَهُ لَوْ أَقَمْتُ الْعَامَ فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ لَا تَصِلَ إِلَى الْبَيْتِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ دُونَ الْبَيْتِ فَنَحَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا يَاهُ وَحَلَقَ وَقَصَّرَ أَصْحَابُهُ وَقَالَ أَشْهَدُكُمْ أَنِّي أَوْجِبْتُ عُمْرَةً فَإِنْ خَلَى بَيْنِي وَبَيْنَ الْبَيْتِ طُفْتُ وَإِنْ حَيْلَ بَيْنِي وَبَيْنَ الْبَيْتِ صَنَعْتُ كَمَا صَنَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَارَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ مَا أُرَى شَأْنَهُمَا إِلَّا وَاحِدًا أَشْهَدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجِبْتُ حَجَّةً مَعَ عُمْرَتِي فَطَافَ طَوَافًا وَاحِدًا وَسَعْيًا وَاحِدًا حَتَّى حَلَّ مِنْهُمَا جَمِيعًا۔

ترجمہ۔ حضرت نافع سے مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے بعض بیٹوں نے ان سے کہا۔ کہ آپ اس سال گھر پر قامت کریں۔ کیونکہ مجھے نظر ہے کہ آپ بیت اللہ تک نہیں پہنچ سکیں گے۔

انہوں نے فرمایا کہ ہم لوگ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ روانہ ہوتے تو کفار قریش بیت اللہ کے درمیان حائل ہو گئے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قربانی کے جانور ذبح کر دیئے۔ آپ نے سر منڈوایا اور آپ کے اصحاب نے سر کے بال کٹوائے۔ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں۔ کہ میں نے عمرہ اپنے اوپر واجب کر لیا ہے۔ اگر میرے اور بیت اللہ کے درمیان راستہ کھول دیا گیا۔ تو میں بیت اللہ کا طواف کر دوں گا۔ اگر میرے اور بیت اللہ کے درمیان کوئی رکاوٹ آگئی۔ تو میں وہ کروں گا جیسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ کچھ دیر چلے پھر فرمایا کہ میں حج اور عمرہ دونوں کا حال ایک سمجھتا ہوں۔ اس لئے میں تمہیں گواہ بناتا ہوں۔ کہ میں نے حج اور عمرہ دونوں واجب کئے ہیں۔ یعنی میں قارن ہوں۔ پھر انہوں نے ایک طواف اور سعی کی پھر دونوں نے اکٹھے احرام کھولا۔

**تشریح از شیخ مدنی** امام شافعی اور امام مالک قارن کے لئے ایک طواف اور ایک سعی کافی سمجھتے ہیں۔ لیکن امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ قارن دو طواف اور دو سعی کرے۔ شوافع کا استدلال اس روایت سے ہے۔ نسائی اور موطا امام محمد کی روایت ہے۔ کہ حضرت علیؓ نے حج اور عمرہ کو جمع کیا۔ ان کے لئے دو طواف اور دو سعی کئے۔ امام ابو حنیفہ کا یہی استدلال ہے۔

**حدیث نمبر ۳۷۶۸** حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بْنُ الْوَلِيدِ عَنْ تَارْفَعِ قَالَ رَأَيْتُ النَّاسَ يَتَحَدَّثُونَ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَسْلَمَ قَبْلَ عُمَرَ وَلَيْسَ كَذَلِكَ وَلَكِنَّ عُمَرَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ أَرْسَلَ عَبْدَ اللَّهِ إِلَى فَرَسٍ لَهُ عِنْدَ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ يَأْتِي بِهِ لِيُقَاتِلَ عَلَيْهِ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَايِعُ عِنْدَ الشَّجَرَةِ وَعُمَرُ لَا يَدْرِي بِذَلِكَ فَبَايَعَهُ عَبْدُ اللَّهِ ثُمَّ ذَهَبَ إِلَى الْفَرَسِ فَبَجَاءَ بِهِ إِلَى عُمَرَ وَعُمَرُ يَسْتَلِمُ لِلْقِتَالِ فَأَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَايِعُ تَحْتَ الشَّجَرَةِ قَالَ فَأَنْطَلَقَ فَذَهَبَ مَعَهُ حَتَّى بَايَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ الَّتِي يَتَحَدَّثُ النَّاسُ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَسْلَمَ قَبْلَ عُمَرَ وَقَالَ هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّاسَ

كَانُوا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَّةِ تَفَرَّقُوا فِي ظُلُلِ الشَّجَرِ فَإِذَا النَّاسُ مُحْدِثُونَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللَّهِ انْظُرْ مَا شَأْنُ النَّاسِ قَدْ أَحْدَقُوا بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَهُمْ يُبَايِعُونَ بَيَاعَ شُرَّ رَجَعٍ إِلَى عُمَرَ فَخَرَجَ فَبَايَعَ.

ترجمہ: حضرت نافعؓ سے مروی ہے کہ لوگ باتیں کر رہے ہیں کہ ابن عمرؓ اپنے باپ عمرؓ سے پہلے مسلمان ہوئے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے حدیبیہ کے دن حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے ایک انصار کے آدمی کی طرف گھوڑا لانے کے لئے بھیجا۔ تاکہ اس پر سوار ہو کر جنگ میں حصہ لیا جائے۔ جب کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شجرہ کے پاس صحابہ کرامؓ سے بیعت لے رہے تھے۔ حضرت عمرؓ کو اس کا کوئی علم نہیں تھا۔ تو حضرت عبداللہؓ نے آپؐ سے بیعت کر لی۔ پھر گھوڑے کی طرف گئے اسے لاکر حضرت عمرؓ کے سپرد کیا۔ حضرت عمرؓ اس وقت جنگ کے لئے زور لگا رہے تھے۔ تو حضرت ابن عمرؓ نے ان کو خبر دی۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درخت کے نیچے بیعت لے رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ چل پڑے۔ حضرت عبداللہؓ بھی ان کے ہمراہ گئے۔ یہاں تک کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی۔ پس یہ قصہ ہے جس کو لوگ بیان کرتے پھرتے ہیں کہ ابن عمرؓ حضرت عمرؓ سے پہلے اسلام لائے۔ اور دوسری سند ہشام میں خود ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حدیبیہ کے دن لوگ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ جو درختوں کے سائے کے نیچے پھیل گئے۔ پس اچانک لوگ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گھراؤ کئے ہوئے تھے۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ اے عبداللہ! دیکھو لوگوں کا کیا حال ہے کہ لوگوں نے آپؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھراؤ کیا ہوا ہے۔ پس انہوں نے لوگوں کو پایا کہ وہ آپؐ سے بیعت کر رہے ہیں۔ تو انہوں نے بیعت کر لی۔ پھر حضرت عمرؓ کے پاس واپس آکر بتایا تو وہ گئے اور بیعت کی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | عند رجل من الانصار من انصار ادمی لشکره  
ایک کنارے پر تھا جس سے حضرت عمرؓ نے قتال کے لئے گھوڑا مانگا۔ کیونکہ ان حضرات کا گمان

یہ تھا کہ کفار قریش کے ساتھ لامحالہ لڑائی ہو کر رہے گی۔ اور دوسری حدیث میں جو ہے کہ حضرت عمرؓ نے ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور گھوڑا کرنے والی قوم کا حال معلوم کرنے کے لئے بھیجا تھا وہ اس کے منافی نہیں۔ کیونکہ ممکن ہے کہ حضرت عمرؓ نے ابن عمرؓ کو ان دونوں کام کے لئے بھیجا ہے۔ تو انہوں نے گھوڑا بھی لاکر دیا۔ اور قوم کی خبر بھی لائے اور خود بھی بیعت کر آئے۔ اب راویوں نے ان میں سے ہر ایک کو الگ بیان کیا۔ دونوں کو اکٹھا بیان نہیں کیا۔

فہی التی یتحدت الناس اس کی وجہ یہ ہے کہ بظاہر بیعت اسلام معلوم ہوتی ہے۔ پس جس شخص کو حضرت عمرؓ کے اسلام فی المدینہ کا علم نہیں۔ جب اس نے بیعت کا لفظ سنا تو اس نے سمجھا کہ ابن عمرؓ اپنے باپ سے پہلے بیعت الاسلام کر کے آئے ہیں۔ حالانکہ یہ تو بیعت رضوان تھی۔ حضرت عمرؓ تو مکہ میں سلمان ہو چکے تھے۔ اور جس شخص کو بیعت رضوان کا اور اسلام عمرؓ کا علم ہے۔ وہ تو واقعہ کو اسی طرح جانتا ہے۔ جیسا کہ نفس الامر میں ہے۔ اس کو لفظ بیعت سے دھوکہ نہیں لگتا۔

**تشریح از شیخ زکریا** جس طرح شیخ گنگوہیؒ نے جمع بین الحدیثین کیا ہے۔ حافظؒ کا میلان بھی اسی طرف ہے۔ اور جمع یوں بھی ہو سکتی ہے۔ کہ حضرت عمرؓ اپنے بیٹے عبداللہؓ کو گھوڑا لانے کے لئے بھیج رہے ہوں۔ دریں اثنا لوگوں کو آپ کے پاس جمع دیکھا تو فرمایا کہ ان کا حال بھی معلوم کرتے آنا۔ کہ یہ کیوں جمع ہو رہے ہیں۔ تو حضرت عبداللہؓ نے پہلے قوم کا حال معلوم کیا۔ جس کے نتیجے میں بیعت کر لی۔ پھر گھوڑا لاکر حاضر کیا اور باپ کو لوگوں کے اجتماع کا حال بتایا۔ انہوں نے آکر بعد ازاں بیعت کی۔ اور ابن عمرؓ نے بھی دوسری مرتبہ بیعت کر لی۔ اس طرح روایات جمع ہو جاتی ہیں۔ اور ایک بیعت ہجرت ہے جو مدینہ میں ہوئی۔ تو اس طرح تین روایات ہو گئیں۔

حدیث نمبر ۶۹، حَدَّثَنَا ابْنُ مُيَيْمِرٍ السَّمْعِيُّ سَمِعْتُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ اعْتَمَدَ قَطَافٌ فَطَفْنَا مَعَهُ وَصَلَيْنَا مَعَهُ وَسَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَكُنَّا لَسْتُهُ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ لَا يُصِيبُهُ أَحَدٌ بِشَيْءٍ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ فرماتے ہیں کہ جب آپؐ نے قضا عمرہ کیا ہے۔ تو ہم آپؐ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ پس آپؐ نے طواف کیا۔ اور ہم نے بھی آپؐ کے ساتھ طواف کیا۔ آپؐ نے نماز پڑھی تو ہم نے بھی آپؐ کے ساتھ نماز پڑھی اور آپؐ نے صفا اور مروہ کے درمیان دوڑ لگائی تو ہم مکہ والوں سے آپؐ کی حفاظت کر رہے تھے کہ کہیں کوئی آپؐ کو تکلیف نہ پہنچائے۔

**تشریح از قاسمی** | امام بخاریؒ اس حدیث کو اس باب میں اس لئے لائے ہیں۔ کہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ عمرہ حدیبیہ میں آپؐ کے ہمراہ تھے اور شجرہ کے نیچے بیعت کرنے والوں میں سے تھے۔ نیز: **عمرۃ القضا** میں بھی آپؐ کے ہمراہ تھے۔

**حدیث نمبر ۳۷۷۰** حَدَّثَنَا الْحَنْبَلِيُّ بْنُ إِسْحَاقَ قَالَ أَبُو وَائِلٍ لَمَّا قَدِمَ سَهْلُ بْنُ حَنَافٍ مِّنْ صَفِيِّنَ أَتَيْنَاهُ نَسْتَحْبِرُهُ فَقَالَ إِلَيْهِمُ التَّائِي فَالْقَدْرَ أَتَيْتُنِي يَوْمَ آتَى جَنْدَلٌ وَلَوْ أَسْتَطِيعُ أَنْ أَرُدَّ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْرَهُ لَرَدَدْتُ وَاللَّهِ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ وَمَا وَضَعْنَا أَسْيَافَنَا عَلَى عَوَاقِبِنَا لِأَمْرِ يُفْضَلُ عَلَيْنَا إِلَّا أَسْهَلَنَا إِلَى أَمْرٍ نَعْرِفُهُ قَبْلَ هَذَا الْأَمْرِ مَا سَدَّ مِنْهَا خُصْمًا إِلَّا أَنْفَجَرَهُ لَنَا خُصْمٌ مَا نَدْرِي كَيْفَ نَأْتِي لَهُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو وائلؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت سہل بن حنیفؓ صفیین سے واپس آئے۔ تو ہم ان میں سے احوال معلوم کرنے کے لئے حاضر ہوئے تو انہوں نے فرمایا کہ تم لوگوں نے تو اپنی رائے قتال میں پکی کر لی ہے۔ اور مجھے کوتاہی میں متہم کرتے ہو۔ حالانکہ ایسا نہیں سبھی مصلحت کی بنا پر جنگ میں کوتاہی برتی جاتی ہے۔ اور وقت ضرورت کوتاہی نہیں کی جاتی۔ دیکھو میں حضرت ابو جندلؓ کے واپس کئے جانے کے دن اگر مجھے طاقت ہوتی تو میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو رد کر دیتا۔ لیکن مصلحتیں اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ اور ہمارا حال یہ تھا کہ اس معاملہ سے پہلے جب ہم کسی مشکل کام کے لئے تلواریں اپنے کندھوں پر رکھتے تھے۔ تو وہ تلواریں ہمیں ایسے معاملہ تک پہنچاتی تھیں جس کی سہولت کو ہم

سمجھتے تھے۔ مگر یہ فتنہ ایسا ہے کہ اگر ہم اس کے ایک کنارے کو بند کرتے ہیں۔ تو دوسرا کنارہ ہم پر بہہ پڑتا ہے۔ پس ہم حیران ہیں کہ کیا رویت اختیار کریں۔ اس لئے میں نے تو مسلمانوں کے خون کی حفاظت اور مسلمانوں کو لڑائی سے بچانے کے لئے قتال کو ترک کر دیا ہے۔ یہ فتنہ بڑا مشکل ہے۔ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان جنگ ہے۔ دونوں طرف سے مسلمانوں کا خون بہہ رہا ہے۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | **نستخبرہ فقال** اھموا انھموا <sup>۱۲۲</sup> روایت میں اختصار

ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے کہ اتیناہ نستخبرہ فیین لنا ما خبری لہ ولا اصحابہ بناک۔ یعنی جب ہم ان سے حالات معلوم کرنے کے لئے گئے تو انہوں نے وہ واقعات سنائے جو ان کو اور ان کے ساتھیوں کو دماغ میں پیش آئے۔ منجملہ ان کے یہ بھی تھا کہ انہوں نے حضرت علیؓ کے لشکریوں سے کہا جو صلح سے انکار کر رہے تھے۔ اور جنگ کو پسند کرتے تھے۔ بلکہ لوگوں کو اس کی ترغیب دے رہے تھے۔ تو انہوں نے ہماری رائے کو متہم کر دانا۔ حالانکہ مسلمانوں کے خون کی حفاظت کی مصلحت کا یہی تقاضا تھا کہ صلح کر لی جائے۔

**تشریح از شیخ زکریا** | مسند احمد میں یہ حدیث مفصل مرقوم ہے کہ صفین میں جب اہل الشام قتل ہونے لگے۔ تو ایک ریت کے ٹیلے کے پیچھے پناہ پکڑی۔ اور حضرت عمرو بن العاصؓ کی تجویز پر کتاب اللہ کو حکم بنانے کا اعلان کیا گیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا یہ ایک چال ہے۔ خواجہ نے کہا کہ ہم ٹیلے کے پیچھے جا کر ان کا صفایا کرتے ہیں۔ تو اس موقع پر حضرت سہل بن حنیفؓ نے فرمایا کہ لوگو! ذرا اپنی رائے پر غور کر لو۔ مصلحت صلح کرنے میں ہے۔ لیکن میرے نزدیک اس حدیث پر اشکال ہے۔ کہ جب ابو دائل خود صفین کی جنگ میں موجود تھے۔ انہیں سہل بن حنیفؓ سے احوال پوچھنے کی کیا ضرورت تھی۔ مسند احمد کی مفصل روایت اور خود بخاری کی روایت ہے کہ ابو دائل کہتے ہیں۔ میں خود صفین میں موجود تھا۔ کہ سہل بن حنیفؓ اٹھ کر کہنے لگے۔ اھموا را یکم!۔

حدیث نمبر ۳۷۷۰ **حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ** <sup>۱۲۳</sup> **عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْدَةَ** <sup>۱۲۴</sup> **قَالَ آتَى عَلِيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَّةِ وَالْقَمَلُ يَتَنَازَرُ**

عَلَى وَجْهِ فَقَالَ أَيُّ ذِيكَ هَؤُلَاءُ رَأَيْتُ نَعَمْ قَالَ فَاحْلِقْ وَصُمْ  
ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ أَوْ أَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِينٍ أَوْ ائْتِكُ نِسِيكَةً قَالَ أَتُوبُ  
لَا أَذِرُ بِي هَذَا بَدَأَ.

ترجمہ۔ حضرت کعب بن عجرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ  
تھے کہ حدیبیہ کے زمانہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے۔ تو  
جوئیں میرے چہرہ پر گرہی تھیں۔ آپ نے فرمایا کہ تیرے سر کی جوئیں تجھے تکلیف دے رہی  
ہیں۔ میں نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا سر منڈوا دو۔ اور تین دن کے روزے رکھو یا چھ مسکینوں  
کو کھانا کھلاؤ۔ یا ایک جانور ذبح کرو۔ ایوب فرماتے ہیں کہ مجھے یاد نہیں کس سے ابتدا کی۔  
حدیث نمبر ۳۷۷۲ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ هِشَامٍ عَنْ كَعْبِ بْنِ عَجْرَةَ  
قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَدَيْبِيَةِ وَنَحْنُ  
مُحْرِمُونَ وَقَدْ حَصَرَنَا الْمُشْرِكُونَ قَالَ وَكَانَتْ لِي وَفْسَةٌ فَجَعَلْتُ  
الْهُوَامَ تَسَاقُطُ عَلَى وَجْهِ فَقَمَدَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ  
أَيُّ ذِيكَ هَؤُلَاءُ رَأَيْتُ نَعَمْ قَالَ وَأَنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فَمَنْ كَانَ  
مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِمَّنْ رَأْسَهُ فَفَدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ  
أَوْ نُسْكَ.

ترجمہ۔ حضرت کعب بن عجرہؓ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ میں ہم لوگ جناب رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ جب کہ ہم احرام باندھے ہوئے تھے۔ اور مشرکین مکہ نے ہمیں  
روک دیا تھا۔ اور میرے سر پر لمبے لمبے بال تھے۔ تو جوئیں میرے چہرہ پر گرہی لگیں جناب  
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا میرے پاس سے گزر ہوا۔ تو آپ نے پوچھا کیا تیرے سر کی  
جوئیں تجھے تکلیف دی رہی ہیں۔ میں نے کہا ہاں۔ فرماتے ہیں کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ جو شخص  
تم میں سے بیمار ہو یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو تو وہ روزے کا فدیہ دے یا صدقہ  
کرے یا قربانی ذبح کرے۔



## بَابُ قِصَّةِ عُكْلٍ وَعُرَيْنَةَ

ترجمہ۔ باب عکل اور عرینہ والوں کا قصہ

حدیث نمبر ۳۷۷۷ حَدَّثَنِي عَبْدُ الْأَعْلَى أَنَّ نَاسًا حَدَّثَتْهُمْ أَنَّ نَاسًا مِنْ عُكْلٍ وَعُرَيْنَةَ قَدِمُوا الْمَدِينَةَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَكَلَّمُوا بِالْإِسْلَامِ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ إِنَّا كُنَّا أَهْلُ ضَرْعٍ وَلَمْ نَكُنْ أَهْلَ رِيفٍ وَاسْتَوْخَمُوا الْمَدِينَةَ فَأَمَرَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَوْدٍ وَرَاجٍ وَأَمَرَهُمْ أَنْ يَخْرُجُوا فِيهِ فَيَسْرِجُوا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا فَانْطَلَقُوا حَتَّى إِذَا كَانُوا نَاحِيَةَ الْحَرَّةِ كَفَرُوا بِعَدِاسِهِمْ وَقَتَلُوا رَاعِي النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَسَاءَلُوا لَدُنْهِ فَبَلَغَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَ الطَّلَبَ فِي أَثَارِهِمْ فَأَمَرَهُمْ فَسَمَرُوا أَمِينَتَهُمْ وَقَطَعُوا أَيْدِيَهُمْ وَتَرَكُوا فِي نَاحِيَةِ الْحَرَّةِ حَتَّى مَاتُوا عَلَى حَالِهِمْ قَالَ قَتَادَةُ بَلَّغْنَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذَلِكَ كَانَ يَحُثُّ عَلَى الصَّدَقَةِ وَيَنْهَى عَنِ الْمُثْلَةِ وَقَالَ شُعْبَةُ الْعَتِ قَتَادَةُ مِنْ عُرَيْنَةَ وَقَالَ يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَنَسٍ قَدِمَ نَفَرٌ مِنْ عُكْلٍ

ترجمہ۔ حضرت انسؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ عکل اور عرینہ کے کچھ لوگ مدینہ میں آئے۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس انہوں نے اسلام کا کلمہ پڑھا۔ کہنے لگے یا نبی اللہ! ہم مال مویشی والے لوگ ہیں۔ کھیتی باڑی نہیں ہے۔ ہمیں مدینہ کی آب و ہوا موافق نہیں آئی۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ ہمارے کچھ اونٹ اور چرواہے۔ ان کے پاس جاؤ۔ وہاں ان کا دودھ اور پیشاب پیو۔ پس وہ گئے۔ یہاں تک کہ جب وہ حرہ کے نواح میں تھے تو اسلام کے بعد انہوں نے کفر اختیار کر لیا۔ آپ کے چرواہے حضرت یسارؓ کو قتل کر دیا اور اونٹ یا تک کر لے گئے۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ان کی خبر پہنچی تو آپ نے ان کی تلاش کے لئے ایک فوجی دستہ بھیجا۔ پکڑے گئے۔ پس آپ نے ان کے

متعلق حکم دیا کہ ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری جائیں اور ان کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں۔ اور عہدہ کے کنارے ان کو پھینک دیا جائے۔ یہاں تک کہ وہ لوگ اسی حال میں مر گئے۔ قتادہ اسی سند سے فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث بھی پہنچی کہ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ ذخیرات کی ترغیب دیتے تھے اور ناک کان کاٹنے سے منع کرتے تھے۔ شعبہ کی سند میں صرف عربینہ کا ذکر ہے اور یحییٰ کی سند میں عکلیٰ کا ہے۔ دونوں کا نہیں ہے۔

**تشریح از شیخ مدنی** | اس حدیث میں ناسا کہا گیا ہے۔ تعداد نہیں بتلائی گئی۔ بعض روایات میں تعداد سات ہے۔ تین عکلیٰ سے اور چار عربینہ سے مل جاتا ہے یا اس کا برعکس ہے۔ **تکھوا بالاسلام** درحقیقت یہ لوگ اسلام نہیں لاتے تھے۔ زبانی کلامی کلمہ پڑھا تھا۔ و خم بیماری کو بھی کہتے ہیں۔ جس میں پیٹ اور آب دہوا کے موافق نہ آنے کو بھی دخم کہتے ہیں۔ ریف زراعت کو کہتے ہیں۔ اہل زرع یعنی کھیتی باڑی والے تو ایک جگہ رہ سکتے ہیں۔ لیکن اہل ضرع مال مویشی والے خانہ بدوش ہوتے ہیں۔ ایک جگہ نہیں رہ سکتے۔ الطلب جمع طالب کی۔

**حدیث نمبر ۳۷۷۷** حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ أَخْبَثَنِي أَبُو جَاءٍ مَوْلَى ابْنِ قِلَابَةَ وَكَانَ مَعَهُ بِالشَّامِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ اسْتَشَارَ النَّاسَ يَوْمَ مَا قَالُوا مَا تَقُولُونَ فِي هَذِهِ الْقِسَامَةِ فَقَالَ الْوَاحِقُ قَضَى بِهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَضَتْ بِهَا الْخُلَفَاءُ قَبْلَكَ قَالَ وَابُوقِلَابَةَ خَلْفَ هَرِيرٍ فَقَالَ عَبَّاسَةُ بْنُ سَعِيدٍ فَإِنَّ حَدِيثَ أَنَسٍ فِي الْعَدَنِيِّينَ قَالَ ابُوقِلَابَةَ إِنِّي أَيْ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ مِنْ عُرَيْنَةَ وَقَالَ ابُوقِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ مِنْ عَكْلٍ ذَكَرَ الْقِسْمَةَ.

ترجمہ۔ ابورجاء ابوقلابہ کے غلام ہیں مدہ ان کے ہمراہ شام میں تھے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے ایک دن لوگوں سے مشورہ طلب کیا کہ تم لوگ قسامت کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ انہوں نے کہا وہ حق ہے۔ اس کا فیصلہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور آپ سے پہلے

خلفاء نے بھی کیا۔ ابو قلابہ خلیفہ کے تخت کے پیچھے بیٹھے تھے۔ عتبہ بن سعید اموی نے کہا کہ عرینہ کے بارے میں جو حضرت انسؓ کی حدیث ہے۔ دہاں کہاں جائے گی کہ جس میں قصاص لیا گیا ہے ابو قلابہ نے کہا یہ حدیث مجھے خود حضرت انس بن مالکؓ نے بیان فرمائی۔ البتہ عبد العزیزؓ عن انس بن عرینہ کہتے ہیں اور ابو قلابہ عن انس بن عکک کہتے ہیں۔ پھر قصہ بیان کیا۔

**تشریح از شیخ مدنی** | قسامۃ کا مسئلہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے پیش ہوا جس میں

وہ بہت حیران و پریشان تھے۔ لوگوں سے مشورہ لیا۔ قسامۃ کا مسئلہ یہ ہے کہ کوئی مقتول محلہ میں پایا جائے اور اس کا قاتل معلوم نہ ہو سکے۔ شک و شبہ بھی کسی پر نہ ہو۔ تو حضرت امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ مدعی علیہم پچاس قسمیں اٹھائیں۔ ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ پہلے مدعی علیہ قسم اٹھائے پھر دوسرے لوگ اور مدعی بھی قسم اٹھائے۔ حضرت امام صاحبؒ فرماتے ہیں۔ مدعی کے ذمہ تو بیذہ گواہ ہوتے ہیں۔ مدعی علیہ قسم اٹھائے اس کے بعد اسے دیت دینی پڑے گی۔ دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ قسم کے بعد اسے چھوڑ دیا جائے۔ اگر لوٹ پایا جائے۔ یعنی کوئی دشمن وغیرہ یا شک و شبہ ہو۔ تو ادلیا، مقتول پچاس قسمیں اٹھائیں۔ لیکن امام مالکؒ فرماتے ہیں۔ کہ لوٹ کی صورت میں قصاص لیا جائے گا۔ امام صاحبؒ کے نزدیک قصاص نہیں ہے دیت ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے سامنے یہی مسئلہ پیش ہوا کہ آیا قسامۃ میں قصاص ہے یا نہیں ہے۔ اگر مدعی علیہم قسمیں نہ اٹھائیں۔ تو امام صاحبؒ فرماتے ہیں۔ کہ اس وقت تک ان کو قید میں رکھا جائے۔ جب تک کہ قسم کھانے کے لئے تیار نہ ہو جائیں۔ قالوا الحق یعنی القصاص حق تو عمر بن عبد العزیزؓ نے ابو قلابہ سے پوچھا کہ کیا تمہارا بھی یہی مشورہ ہے۔ تو انہوں نے فرمایا۔ آپ نے مجھ سے سوال کر کے مجھے ان لوگوں کے سامنے ڈال دیا ہے۔ اب سنو! اگر چند آدمی پچاس قسمیں کھا کر کہیں کہ فلاں آدمی نے جنم میں زنا کیا ہے۔ ہم نے دیکھا نہیں تو کیا اس پر حد زنا جاری ہوگی۔ اسی طرح کسی نے کہا۔ کہ وہ فلاں شخص نے چوری کی۔ ہم نے اسے چوری کرتے دیکھا نہیں۔ لیکن پچاس قسمیں کھا لیتے ہیں۔ تو حد سرقہ اس پر جاری ہوگی۔ ہاتھ کاٹا جائے گا۔ جواب تھا کہ نہیں۔ تو اخف الحدود میں قسموں کا اعتبار نہیں ہے۔ قتل تو اہم ہے۔ جب کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے دیکھا نہیں۔

تو پچاس قسموں پر اعتبار کر کے قصاص کیوں لیا جاتا ہے۔ انہوں نے حضرت انسؓ کی روایت پڑھی۔ کہ الاحل دم امرء مسلم الراشلت قتل نفس ارتداد اور زنا تو عینہ نے اس حصر پر اعتراض کیا۔ کہ دیکھو عربین کے واقعہ میں قصاص کیوں لیا گیا۔ تو ابو ظاہر نے فرمایا۔ کہ وہ تو قطاع الطريق تھے۔ مرتد ہو گئے۔ قتل نفس بھی کیا۔ تو ان تینوں امور کی وجہ سے ان سے قصاص لیا گیا۔ تو عربین کی روایت اس حصر کے خلاف نہیں ہے۔ اس مسئلہ میں امام بخاریؒ امام صاحبؒ کے ساتھ ہیں۔ اور سب ائمہ کا ساتھ چھوڑ دیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ اہل ضرع ص ۶۲ یہ صفر کی بیماری کا اور  
آب وہوا کے موافق نہ آنے کا سبب ذکر کیا۔ کیونکہ وہ لوگ دودھ کے عادی تھے گندم  
کی روٹی اور جو سے تو صفر کا پیدا ہونا لازمی تھا۔ باقی قسامتہ کا مسئلہ امام بخاریؒ  
اپنے محل پر بیان فرمائیں گے۔

سولہواں پارہ ختم ہوا۔ الحمد للہ علیٰ ذلک۔ ۴ ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ بروز منگل  
بوقت تین بجے شام۔



## ستر ہواں پارہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط

شروع اللہ کے نام سے جو بہت مہربان ہے رحم والا

### بَابُ غَزْوَةِ ذَاتِ الْقَرْدِ

وَهِيَ الْغَزْوَةُ الَّتِي أَعَارُذُ عَلَى لِقَاحِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ خَيْبَرِ ثَلَاثَ -

ترجمہ۔ یہ وہ غزوہ ہے جس میں خیبر سے تین دن پہلے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیوں پر غارت اور لوٹ مار کی۔

حدیث نمبر ۳۰۰۰ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ سَمِعْتُ سَلَمَةَ بْنَ الْأَكْوَعِ يَقُولُ خَرَجْتُ قَبْلَ أَنْ يُؤْذَنَ بِالْأَوَّلَى وَكَانَتْ لِقَاحُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرُدُّ عَلَى بَيْدَى قَرْدٍ قَالَ فَلَقِينِي غُلَامٌ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ فَقَالَ أَخَذْتُ لِقَاحُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ مَنْ أَخَذَهَا قَالَ غَطْفَانُ قَالَ فَصَرَخْتُ ثَلَاثَ صَرَخَاتٍ يَا صَبَاحَاهُ قَالَ فَاسْمَعْتُ مَا بَيْنَ لَابَتِي الْعَدِينَةِ ثُمَّ أُنْذِفْتُ عَلَى وَجْهِ حَتَّى أَدْرَكْتُهُمْ وَقَدْ أَخَذُوا يَسْتَقُونُ مِنَ الْمَاءِ فَجَعَلْتُ أَرْمِيهِمْ بِنَبْلِي وَكُنْتُ رَامِيًا وَأَقُولُ أَنَا بْنُ الْأَكْوَعِ الْيَوْمَ يَوْمُ الرِّضْعِ وَارْتَجَزُ حَتَّى اسْتَنْقَذْتُ اللَّقَاحَ مِنْهُمْ وَاسْتَلَبْتُ مِنْهُمْ ثَلَاثِينَ بُرْدَةً قَالَ رَجَاءُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ قَدْ حَمَيْتُ الْقَوْمَ الْمَاءَ وَهُمْ عِطَاشٌ فَأَبْعَثْ إِلَيْهِمُ السَّاعَةَ فَقَالَ يَا بَنُ الْأَكْوَعِ

مَلَكَتْ فَاسْجَحَ قَالَ ثُمَّ رَجَعْنَا دِيرِدْنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى نَاقَتِهِ حَتَّى دَخَلْنَا الْمَدِينَةَ -

ترجمہ۔ حضرت سلمہ بن الاکوعؓ فرماتے ہیں کہ میں پہلی اذان سے پہلے گھر سے نکلا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دودھ دینے والی اونٹنیاں ذی قرد میں چر رہی تھیں۔ مجھے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کا نوکر ملا۔ جس نے بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیاں پکڑ لی گئی ہیں۔ میں نے پوچھا کون پکڑ کر لے گیا ہے۔ اس نے کہا۔ غطفان کے لوگ لے گئے۔ تو میں نے دستور کے مطابق تین چھین لگائیں کہ یا صباہا ہ کہ صبح کے وقت ڈاکہ پڑ گیا۔ تو مدینہ کے دونوں پہاڑوں کے درمیان کی آبادی کو یہ آواز سنوادی۔ اور میں خود جلدی سے دوڑ لگا کے ان کو اس حال میں جا پکڑا کہ وہ پانی پینا شروع کر رہے تھے۔ میں چونکہ تیر انداز تھا۔ اس لئے میں نے انہیں تیر مارنے شروع کر دیئے۔ اور یہ رجز یہ شعر پڑھتا تھا کہ۔ یہ میں اکوع کا بیٹا ہوں۔ آج کا دن کیسے لوگوں کی تباہی کا دن ہے۔ یہاں تک کہ میں نے ساری اونٹنیاں ان سے چھڑا لیں۔ اور ان کی تین چادریں بھی میں نے پھین لیں۔ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے لوگ بھی پہنچ گئے۔ میں نے کہا یا نبی اللہ! وہ لوگ پیاسے تھے۔ میں نے پانی پینے سے ان کو روک دیا۔ پس ابھی آپ ان کے پیچھے آدمی بھیجیں۔ تاکہ انہیں پکڑ لایا جائے۔ آپ نے فرمایا۔ اے ابن الاکوع آپ اپنی اشیاء کے مالک بن گئے۔ اب ان پر نرمی کریں۔ فرماتے ہیں کہ پھر ہم واپس لوٹے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی اونٹنی عسبار پر پیچھے بٹھایا۔ یہاں تک کہ ہم مدینہ پہنچ گئے۔

**تشریح از شیخ مدنی** | ذی قرد ایک جگہ کا نام ہے۔ جو مدینہ سے ایک دن کی

مسافت پر واقع ہے۔ پیادوں میں حضرت سلمہ بن الاکوعؓ نہایت تیز رفتار تھے۔ اور دوڑتے ہوئے اونٹ کو پکڑ کر اس پر چڑھ جلتے تھے۔ اور اس کے سوار کو قتل کر دیتے۔ جیسے غزوہ حنین میں ایک واقعہ پیش آیا۔ اور سواروں میں حضرت قتادہؓ نہایت تیز رفتار تھے۔ یا صباہا عادت عرب کی یہ تھی کہ صبح کے وقت لوٹ مار کرتے تھے۔ تو اپنی قوم کو اطلاع دینے کے لئے یا صباہا کا نعرہ لگاتے۔ اسے تصبیح کہتے تھے۔

رضع جمع راضع کی بمعنی لَیْمَ مکینہ۔ اصلی معنی تو دودھ پینے والے ہیں۔ لَیْمَ وہ کنجوس جو خود تو خرچ نہ کرے دوسرے کو خرچ کرتے ہوئے دیکھ کر اسے دکھ ہو۔ رضیع وہ شخص کہلاتا تھا۔ گائے۔ بھینس اونٹنی کا دودھ دوہنا نہیں تھا۔ بھن کو منہ لگا کر پیتا۔ تاکہ کوئی فقیر آواز سن کر آنے جائے۔ تو جو شخص اتنا کنجوس ہو کہ وہ دودھ دوہنے کی آواز بھی نہیں سنانا چاہتا وہ لَیْمَ نہیں ہوگا تو اور کیا ہوگا۔ فرزدق شاعر سے کسی نے پوچھا کہ اشعر الناس کون ہے۔ تو وہ اس اپنے باپ کے پاس لے لیا۔ جو بھن سے دودھ پی رہا تھا۔ کہا دیکھو کتنا لَیْمَ ہے۔ اس کے پوتے بچے چمچتے رہتے ہیں۔ وہ ان کو دودھ نہیں پلاتا۔ بایں ہمہ میں افق اور ضربہ سے لڑتا رہتا ہوں۔ تو اشعر الناس میں ہوں کہ اپنے عیب کو ثابت نہیں ہونے دیتا۔

یوم الرضیع یعنی لَیْمَ کے ہلاک ہونے کا دن ہے۔ استنقذت اللقاح چونکہ حضرت سلمہ تیرا نذر تھے۔ تیر بھینکتے تھے جو ان کو جا کر لگتے تھے۔ وہ خفت کے لئے بھاگتے ہوئے چادریں چھوڑتے جاتے تھے۔ ادریہ ان پر پتھر رکھ دیتے تھے۔ اس طرح انہوں نے تین چادریں جمع کر لیں اور اونٹنیاں بھی چھڑالیں۔

ملکت فاسج یہ ایک ضرب المثل ہے۔ یعنی جو شخص اپنا مقصد حاصل کر چکا ہے۔ اسے تشدد نہ کرنا چاہیے۔ البتہ قبل از غلبہ تشدد کر سکتا ہے۔ تو ملکت فاسج اسے قدرت علیہم وغلبت فاروق یعنی جب تم نے غلبہ حاصل کر لیا تو اب ان پر نرمی کرو۔ حضرت سلمہ بن الاکوع کی عمر بھی بہت تھی۔ اس وجہ سے امام بخاریؒ کے پاس جو ان کی ثلاثیات ہیں وہ اکثر انہیں حضرت سلمہؓ سے ہیں۔ کہ امام بخاریؒ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صرف تین آدمیوں کا واسطہ ہے۔

## بَابُ غَزْوَةِ خَيْبَرَ

ترجمہ۔ باب خیبر کی جنگ کا قصہ

حدیث نمبر ۳۷۷۶ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسَاةٍ الْإِنْسِيُّ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ





اشتر فیاں نکلتی تھیں۔ ایک شخص کا واقعہ ہے کہ مرتے وقت اس نے بارہ تیرہ اشتر فیاں دیں  
کے ساتھ کھالی تھیں۔ صرف تین چار باقی رہ گئی تھیں۔ جب معلوم کرایا گیا۔ تو سب اشتر فیاں  
اس کے پیٹ سے نکل آئیں۔ بہر حال حضرت علیؓ نے اس جگہ کو کھودنے کا حکم دیا۔ تو وہاں  
سے اشتر فیاں نکلیں۔ جس پر آپؐ نے فرمایا کہ اب ہمارے ساتھ تمہارا معاہدہ نہیں رہا۔ تو  
مدینہ کے بعد آپؐ خیر کی طرف متوجہ ہوئے۔

حدیث نمبر ۳۴۷۷ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمَةَ الْأَنْكُوَعِيُّ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكُوَعِ  
قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى خَيْبَرَ فَمَسْنَا لَيْلًا فَقَالَ  
رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ لِعَامِرٍ يَا عَامِرُ لَا تَسْمِعُنَا مِنْ هُنَيْهَاتِكَ وَكَانَ  
عَامِرٌ رَّجُلًا شَاعِرًا فَذَلَّ يَحْدُو بِالنَّاسِ يَقُولُ ه  
اللَّهُمَّ لَوْ لَا أَتَى مَا اهْتَدَيْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا  
فَاغْفِرْ ذُنُوبَنَا مَا أَبْقَيْنَا وَثَبَّتِ الْأَقْدَامُ إِنَّا لَأَقَيْنَا  
وَالْقَيْنَ سَكِينَةً عَلَيْنَا إِنَّا إِذَا صَبَحْنَا أَبَيْنَا  
وَبِالضَّيَاحِ عَوَّلُوا عَلَيْنَا

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ هَذَا السَّابِقُ قَالُوا عَامِرُ بْنُ  
الْأَنْكُوَعِ قَالَ يَرْحَمُهُ اللَّهُ قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ وَجِبَتْ يَابِتِي اللَّهُ لَوْ لَا  
أَمْتَعْتُنَا بِهِ فَاتَيْنَا خَيْبَرَ فَحَاصَرْنَا هُمْ حَتَّى أَصَابَتْنَا مَخْمَصَةٌ شَدِيدَةٌ  
ثُمَّ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى فَتَحَهَا عَلَيْهِمْ فَلَمَّا أَمْسَى النَّاسُ مَسَاءَ الْيَوْمِ الَّذِي  
فُتِحَتْ عَلَيْهِمْ وَأَوْقَدُوا نِيرَانًا كَثِيرَةً فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
مَا هَذِهِ النَّيْرَانُ عَلَى آتِي شَيْءٌ تَوَقَّدُون قَالُوا عَلَى لَحْمٍ قَالَ عَلَى آتِي  
لَحْمٍ قَالُوا عَلَى لَحْمٍ حُمُرُ الْأَنْسِيَةِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
أَهْرِيقُوهَا وَاكْسُرُوهَا فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَوْ هَرِيقُهَا وَنَفْسُهَا  
قَالَ أَوْ ذَاكَ فَلَمَّا تَصَادَ الْقَوْمُ كَانَ سَيْفُ عَامِرٍ قَصِيرًا فَخَنَّاوَلَّ بِهِ  
سَاقِيَهُوْدِي لِيَضْرِبَهُ وَيَرْجِعُ ذُبَابُ سَيْفِهِ فَاصَابَ عَيْنَ رُكْبَةِ عَامِرٍ

فَمَاتَ مِنْهُ قَالٍ فَلَمَّا قَفَلُوا قَالَ سَلَمَةُ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ آخِذٌ بِيَدِي قَالِ مَا لَكَ قُلْتَ لَهُ فِذَاكَ ابْنِي فَأَتَى زَعُمُوا أَنَّ عَامِدًا حِطَّ عَمَلُهُ قَالِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذَبَ مَنْ قَالَهُ إِنَّ لَهُ أَجْرَيْنِ وَجَعَعَ بَيْنَ أَصْبَعَيْهِ إِنَّهُ لَجَاهِدٌ مُجَاهِدٌ قَلَّ عَرَفِي مَشْيُهَا مِثْلَهُ -

ترجمہ حضرت سلمہ بن الأكوعؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔ پس رات بھر ہم چلتے رہے۔ تو قوم میں سے ایک آدمی نے حضرت عامرؓ سے کہا کہ کیا اپنے اشعار میں سے آپ ہمیں کچھ نہیں سناتے کہ اس طرح سفر قطع ہو۔ حضرت عامرؓ ایک شاعر آدمی تھے۔ تو وہ اتر کر حدی پڑھتے ہوئے قوم کی ادنیٰوں کو ہانکنے لگے۔ فرماتے تھے۔ اے اللہ! اگر آپ کی توفیق نہ ہوتی تو نہ ہمیں ہدایت نصیب ہوتی نہ ہم صدقہ خیرات کرتے۔ اور نہ ہی نماز پڑھتے۔ پس جب تک ہم زندہ رہیں ہماری بخشش فرما۔ تجھ پر قربان ہو۔ اور جب ہماری دشمنوں سے لڑائی شروع ہو تو ہمیں ثابت قدم رکھنا۔ اور ہم پر سکون و اطمینان نازل کرنا۔ کیونکہ جب ہمیں غیر حق کی طرف دعوت دی جاتی ہے تو ہم انکار کرتے ہیں۔ اور بلند آوازیں دے کر ہمارے خلاف انہوں نے مدد طلب کی ہے۔ پس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدی پڑھ کے ادنیٰوں کو ہانکنے والے کون ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے بتلایا کہ حضرت عامر بن الأكوعؓ ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ کی اس پر رحمت ہو۔ تو قوم میں سے ایک آدمی نے کہا۔ کہ اے نبی اللہ! اس کی شہادت واجب ہو گئی۔ کاش آپ ہمیں کچھ عرصہ اس سے فائدہ حاصل کرنے دیتے۔ یعنی وہ زندہ رہتا تو ہمیں نفع دیتا۔ بہر حال ہم خیبر میں پہنچے۔ تو ہم نے خیبر والوں کا محاصرہ کیا۔ جس کی وجہ سے ہمیں سخت بھوک کا سامنا کرنا پڑا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان پر فتح نصیب فرمائی جس دن فتح ہوئی اسی کی شام کو صحابہ کرامؓ نے خوب آگ روشن کی۔ آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ کہ یہ آگ کس چیز پر روشن یا جلاتی جا رہی ہے۔ کہا گوشت پک رہا ہے۔ پوچھا کس کا گوشت ہے۔ صحابہؓ نے بتلایا کہ گھریلو گدھے کا گوشت ہے۔ آپ نے فرمایا گوشت گمراہوں اور دغا بازیوں کو توڑ ڈالو۔ تو ایک آدمی بولا۔ یا رسول اللہ! کیا ہم لوگ گوشت

حیرت انگیز دھولیں۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا ایسا ہی سہی۔ پس جب دشمنوں کے مقابلہ میں صف بندی ہوئی۔ حضرت عامر بن الاکوہؓ کی تلوار چھوٹی تھی۔ تو وہ اس کو ایک یہودی کی پینڈی پر مارنا چاہتے تھے۔ اتفاق کی بات کہ ان کی تلوار کی دھار حضرت عامرؓ کے گھٹنے کے ایک کنارے کو لگی جس سے وہ وفات پا گئے۔ فرماتے ہیں جب صحابہ کرامؓ غیر سے واپس ہوئے۔ تو حضرت سلمہؓ فرماتے ہیں۔ کہ آپؐ نے مجھے غمگین دیکھا۔ آپؐ میرا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ پوچھا کیوں غمگین ہو۔ میں نے کہا۔ میرا باپ اور ماں آپؐ پر قربان ہوں۔ لوگ کہتے ہیں۔ کہ عامرؓ نے خودکشی کی ہے۔ اس لئے اس کے سارے اعمال اکارت گئے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے کہا ہے غلط کہا ہے۔ بے شک اس کے لئے دوسرا ثواب ہے۔ ایک طاعت الہی میں کوشش کرنے کا۔ دوسرے جہاد فی سبیل اللہ کا۔ تو آپؐ نے دونوں انگلیوں کو جمع کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ بے شک وہ طاعت الہی میں کوشش کرنے والا مجاہد فی سبیل اللہ تھا۔ کوئی عربی مشکل سے ہی اس جیسا ہوگا۔

**تشریح از شیخ مدنیؒ** [لہنیہات رجزیہ اشعار کو کہتے ہیں۔ الا تسمعنا الخ پر

شعبہ ہوتا ہے کہ یہ اشعار تو حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے بتلائے گئے ہیں۔ اور اس کا انہیں کو حضرت عامرؓ کی طرف منسوب کیا جا رہا ہے۔ تو کہا جائے گا۔ کہ یہ اشعار دونوں کے ہیں۔ سرقہ نہیں۔ بلکہ یہ خیالات کا توافق ہے۔ اور بسا اوقات ایسا ہو جاتا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں۔ کہ یہ اشعار تو حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے ہیں۔ جن کو عامرؓ نے یاد کر لیا تھا۔ اس لئے ان کی طرف منسوب کر دیتے گئے۔

فاغفر فدا لک الخ لک کا خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے۔ اس صورت میں انتشار ضمائے لازم آئے گا۔ لیکن جب فاغفر کے معنی فاداء بالمغفرة کے ہوں تو یہ تشبہ ضمائے لازم نہیں آئے گا۔ دوسرا جواب یہ ہے۔ کہ ایک ہی کلام میں ضمائے مختلف چیزوں کی طرف راجع ہوں۔ اس میں قباحت نہیں بلکہ بلاغت میں داخل ہے۔ جیسے صفت التفات میں ہوا کرتا ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے۔ کہ فدا اور فاغفر کی ضمائے دونوں کا مرجع لفظ جلالت یعنی اللہ تعالیٰ ہیں۔ لیکن فدا کے معنی طاعت کے ہیں۔ معنی ہوں گے۔ نحن مطیعون لک کا طاعت

مفہمی لہ کہ ہم تیرے ایسے اطاعت گزار ہیں۔ جیسے مفہمی لہ کی اطاعت کی جاتی ہے۔  
 صبح لڑائی کے لئے شور مچانا۔ قال یہ حمہ اللہ عادت یہ تھی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 کسی کے متعلق یہ حمہ اللہ فرما دیتے تو وہ غزوہ میں شہید ہو جاتا تھا۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | من لھنیھا تک ۶۰۳ حضرات شراح نے ہنیھات

کی نسبت حضرت عامرؓ کی طرف کرنے کے جوابات دے کر تکلف کیا ہے۔ حالانکہ نسبت  
 کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ اشعار پڑھنے والے اور سننے والے کے ہوں۔ بلکہ  
 اضافت کے لئے ادنیٰ ملاستہ بھی کافی ہے۔ معنی یہ ہیں کہ جو اشعار تمہیں یاد ہوں وہ سناؤ۔  
 تو رادی کان عامرؓ جلا شاعرؓ کہنے سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ اشعار بھی انہیں کے ہوں بلکہ  
 بسا اوقات شاعر کسی غیر کے اشعار سے رجز کر سکتا ہے۔

**تشریح از شیخ زکریا** | حافظ فرماتے ہیں کہ ہنیھات ہنیھتہ کی جمع ہے جو ہنہ کی

تصغیر ہے۔ اس سے مراد رجز یہ اشعار ہیں۔ اور حافظؒ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ممکن ہے ان  
 اشعار میں دونوں شعراء کا توارد ہوا ہو۔ کیونکہ دونوں کے اشعار میں کمی بیشی ہے۔ کہ ایک  
 کے اشعار میں کچھ ابیات ایسے ہیں جو دوسرے کے اشعار میں نہیں ہیں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے۔  
 کہ عامرؓ نے ابن رواحہ کے اشعار سے مدد لی ہو۔

**دانی ای اری علی حزنا چنانچہ عنقریب کتاب الادب میں آرہا ہے کہ دانی رسول**

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شاہجہا ای مستغیر المون اور بعض میں ہے۔ انا ابکی میں رورہا تھا۔

**تشریح از قاسمی** | سیرت جلی میں ہے کہ اس شہر کا نام خیبر اس لئے رکھا گیا کہ اس

کو خیبر نامی شخص نے آباد کیا تھا۔ جو یثرب کا بھائی تھا۔ جس نے مدینہ آباد کیا۔

اور بعض نے کہا۔ خیبر لغت یہود میں قلعہ کو کہتے ہیں۔ یہ شہر مضبوط قلعوں والا تھا۔ حدیبیہ

سے واپسی پر ایک مہینہ ٹھہرنے کے بعد محرم ۶ھ میں آپؐ خیبر پر حملہ آور ہوئے۔

فداء لک اللہ تعالیٰ کے بارے میں فداء کہنا مناسب نہیں۔ کیونکہ یہ اس شخص کے

ساتھ مختص ہے۔ جس پر فناء کا امکان ہو۔ اللہ تعالیٰ فناء سے منزہ ہیں۔ تو کہا جائے گا۔ کہ

اس سے دعار مقصود نہیں ہے۔ اور علامہ سندھیؒ فرماتے ہیں۔ فداء لک میں لام تعلیل کے لئے ہے۔

یعنی تیری وجہ سے ہم اپنے آپ کو قربان کرتے ہیں۔ یا فداءً لیکے ولیدیک کے معنی ہوں گے کہ تیرے نبی یا تیرے دین پر قربان ہوں۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَشَأَ بِهَا يَحْيَىٰ حَاتِمٌ لَمْ يَكُنْ فِيهِ شَيْءٌ مِّنْ عَرَبِيٍّ وَلَا رَجُلًا مِّنْ أَهْلِ بَغْدَادَ إِلَّا أَنَّهُ كَانَ يُدْعَىٰ بِأَسْمَاءِ عَرَبِيَّةٍ وَكَانَتْ تَقُولُ يَا أَبَتَاهُ إِنِّي أَسْمَاءُ عَرَبِيَّةٌ وَأَنَا مِنْكُمْ فَاسْمِنِي بِمَنْ تَرْضَوْنَ وَلِيَكُنْ لِّمَنْ أُسَمِّيهِ كَلٌّ عَلَىٰ مَنْ يَكُونُ لِي عَدُوًّا وَلَا يَكُونُ لِي وَلِيًّا فَلَمَّا دَخَلَ الْيَوْمَ الَّذِي كَانَ يَكُونُ لَهُ خُرُوجُهُ إِلَىٰ جَنَّتِهِ إِذْ هُوَ مُرْتَفِعٌ عَلَىٰ خِلْفَتَيْنِ وَهُوَ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَنَحْوَهُ يَسْمَعُ صَوْتَ امْرِئَةٍ تَقُولُ يَا أَبَتَاهُ إِنِّي أَسْمَاءُ عَرَبِيَّةٌ وَأَنَا مِنْكُمْ فَاسْمِنِي بِمَنْ تَرْضَوْنَ وَلِيَكُنْ لِّمَنْ أُسَمِّيهِ كَلٌّ عَلَىٰ مَنْ يَكُونُ لِي عَدُوًّا وَلَا يَكُونُ لِي وَلِيًّا فَيُسَمِّيَانِ أَحْمَدَ وَكَانَ اسْمُهُ يَوْمَئِذٍ يَحْيَىٰ

حدیث نمبر ۳۷۸ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آتَى خَيْبَرَ لَيْلاً وَكَانَ إِذَا آتَى قَوْمًا يَلِدُ لَهُمْ يُخْرِبُهُمْ حَتَّى يُصْبِحَ فَلَمَّا أَصْبَحَ خَرَجَتْ إِلَيْهِ الْيَهُودُ بِمَسَاحِيهِمْ وَمَكَاتِلِهِمْ فَلَمَّا رَأَوْهُ قَالُوا مُحَمَّدٌ وَاللَّهِ مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيرُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرِبَتْ خَيْبَرُ إِنَّمَا إِذَا أَنْزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْعُنْدَرَيْنِ.

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت خیبر پہنچے۔ اور آپؐ کی عادت تھی۔ جب کسی قوم کے پاس رات کے وقت پہنچے تو صبح ہونے تک ان کے قریب نہیں جاتے تھے۔ پس یہاں بھی جب آپؐ نے صبح کی۔ تو یہود اپنے پھاوڑے اور زنبیلیں لے کر نکلے۔ انہوں نے جب آپؐ کو دیکھا۔ تو کہنے لگے۔ واللہ یہ تو محمدؐ اور اس کا لشکر ہے۔ تو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خیبر تباہ ہو گیا۔ جب ہم کسی قوم کے میدان میں اتر جاتے ہیں تو ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح بُری ہوتی ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | مسامحی جمع مسحاۃ کی بمعنی پھاوڑہ۔ مکاتل جمع مکتل کی۔

بمعنی زنبیل۔ خربت خیمہ یہ بد دعا آپ نے اس لئے فرمائی۔ کہ جب آپ نے یہود کو آلاتِ زراعت نکالے ہوئے دیکھا جو ذلت کی علامت ہے۔ کہ ان کے ساتھ آلاتِ حرب نہیں تھے۔ جو عزت کی نشانی ہے۔ تو آپ نے اس سے نیک فالی حاصل کی۔ کہ یہ آلات تو تخریب کے ہیں۔ اور بعض فرماتے ہیں۔ کہ خود لفظ خیمہ میں خرابی کا مادہ ماخوذ ہے۔ اور بعض کہتے ہیں۔ کہ ان کے بھاگنے سے آپ نے اخذ کیا۔ اور ممکن ہے آئندہ تلوادت کردہ آیت کے بھر دسہ یہ آپ نے

خریت خیبر فرمایا۔

حدیث نمبر ۳۷۹۹ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ أَنَسٍ بْنُ مَالِكٍ قَالَ  
صَبَّحْنَا خَيْبَرَ بَكْرَةً فَخَرَجَ أَهْلُهَا بِالنَّمَسَاحِيِّ فَلَقَا بَصْدُوا بِالنَّبِيِّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْوَاغِمَقَدَّ وَاللَّهُ مُحَقَّدٌ وَالْخَيْسُ فَقَالَ  
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُ أَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ إِنَّا إِذَا أَنْزَلْنَا  
بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ فَأَصْبْنَا مِنْ لَحُومِ الْحُمْرِ فَنَادَى  
مُنَادِي النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ وَرَسُولُهُ يَنْهِيَانِكُمْ عَنْ  
لَحُومِ الْحُمْرِ فَإِنَّهَا رَجُسُ.

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ ہم صبح سویرے خیبر میں پہنچے۔ تو خیبر والے  
اپنے پھاؤڑے لے کر نکلے۔ جب انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو کہنے لگے۔  
محمد صلی اللہ علیہ وسلم واللہ محمد اور شکر ہے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔  
اللہ اکبر خیبر تباہ ہو گیا۔ بے شک ہم جب کسی قوم کے میدان میں اترتے ہیں۔ تو ڈرائے ہوتے  
لوگوں کی صبح بُری ہوتی ہے۔ پس ہم گدھے کا گوشت پکانے لگے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ  
علیہ وسلم کے منادی نے اعلان کیا۔ کہ اللہ اور اس کا رسول تمہیں گدھوں کے گوشت سے  
منع کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ نجس ہیں۔

حدیث نمبر ۳۷۹۸ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ عَنْ أَنَسِ بْنِ  
مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَهُ جَاءٌ فَقَالَ أَكَلْتَ  
الْحُمْرَ فَسَكَتَ ثَقَاتَاهُ الثَّانِيَةَ فَقَالَ أَكَلْتَ الْحُمْرَ فَسَكَتَ ثَقَاتَاهُ  
الثَّالِثَةَ فَقَالَ أَفْنَيْتَ الْحُمْرَ فَأَمَرَ مُنَادِيًا فَنَادَى فِي النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ  
وَرَسُولُهُ يَنْهِيَانِكُمْ عَنْ لَحُومِ الْأَهْلِيَّةِ فَأَكْفَيْتِ الْقُدُورَ وَإِنَّهَا تَفُورُ  
بِاللَّحْمِ.

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالک سے مروی ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کے پاس ایک آلے والا آیا۔ اور کہا کہ گدھے کھائے جا رہے ہیں۔ تو آپ خاموش رہے۔

پھر دوسری مرتبہ آکر کہا کہ گدھے کھائے جا رہے ہیں۔ پھر بھی آپ خاموش رہے۔ پھر تیسری مرتبہ اس نے آکر کہا کہ گدھے تو فنا کئے جا رہے ہیں۔ تو آپ نے منادی کو حکم دیا جس نے لوگوں میں اعلان کیا کہ اللہ اور اس کے رسول تمہیں گھریلو گدھوں کے گوشت کھانے سے منع کرتے ہیں۔ تو بانڈیاں اللہ کی گئیں۔ کیونکہ وہ گوشت کے ساتھ جوش مار رہی تھیں۔

حدیث نمبر ۳۷۸۸ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحُ قَرِيبًا مِمَّنْ خَيْبَرُ بَغْلَيْنِ ثَقَّ قَالَ اللَّهُ أَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ إِنَّا إِذَا أَنْزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ مَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ فَخَرَجُوا يَسْعَوْنَ فِي السَّكَلِ فَقَتَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُقَاتِلَةَ وَسَبَى الذَّرِيَّةَ وَكَانَ فِي السَّبْيِ صَفِيَّةُ فَصَارَتْ إِلَى دُحْيَةِ الْكَلْبِيِّ ثَقَّ صَارَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ عَنْقَهَا صَدَاقَهَا فَقَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ لثَابِتٍ يَا أَبَا مُحَمَّدٍ ءَأَنْتَ قُلْتَ لِأَنْسٍ مَا أَصْدَقَهَا فَحَرَّكَ ثَابِتٌ رَأْسَهُ تَصْدِيقًا لَهُ۔

ترجمہ حضرت انس فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز خیر کے قریب اندھیرے میں ادا کی۔ پھر فرمایا اللہ اکبر خیر برپا ہو گیا۔ کیونکہ جب ہم کسی قوم کے میدان میں پہنچتے ہیں۔ تو ڈراتے ہوئے لوگوں کی صبح بڑی ہو جاتی ہے۔ پس یہودی لوگ گیلیوں میں دوڑ رہے تھے۔ آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑاکے نوجوانوں کو قتل کرنے کا اور عورتوں بچوں کو قیدی بنانے کا حکم دیا۔ قیدی عورتوں میں حیی بن اخطب کی بیٹی بی بی صفیہ بھی تھیں۔ جو پہلے حضرت دحیہ کلبی کے حصہ میں آئیں۔ لوگوں کی سفارش پر حضور انور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم میں داخل ہو گئیں۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے آزاد ہونے کو ان کا مہر قرار دیا۔ عبدالعزیز بن صہیب نے ثابت سے پوچھا کہ کیا ابو محمد تم نے حضرت انس سے پوچھا تھا کہ آپ نے بی بی صفیہ کو کیا مہر دیا۔ ثابت نے اپنے سر ہلا کر اس کی تصدیق کی۔

تشریح الشیخ مدنی حضرت بی بی صفیہ ام المؤمنین حیی بن اخطب کی بیٹی تھیں۔

غیر کی لڑائی میں ان کا شوہر قتل ہو گیا۔ اور یہ قیدی ہو کر پکڑی گئیں۔ حضرت دحیہ کلثی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وعدہ کے مطابق سبایا میں جو قیدی عورت چاہو لے لو۔ حسن و جمال کی وجہ سے انہوں نے بی بی صفیہؓ کو پسند کیا۔ چونکہ یہ شاہزادی تھیں۔ عام آدمی جب شاہزادی سے رشتہ کرے تو عدم موافقت کی وجہ سے عموماً جھگڑا ہوتا ہے۔ ان کے درمیان جھگڑا ہوا۔ آپؐ نے ان کو بلوا کر حقیقت معلوم کی۔ جو بالکل صحیح تھی۔ تو آپؐ نے ان کو بطور صفیہ کے اپنے پاس رکھا۔ صفیہ اس کو کہتے ہیں جسے بادشاہ اپنے لئے منتخب کر لے۔ حضرت دحیہؓ سے کہا گیا۔ کہ تم کوئی دوسری پسند کر لو۔ اور یہ بات بھی ہے۔ کہ بی بی صفیہؓ نے ایک رات خواب دیکھا تھا۔ کہ آسمان سے چاند اتر کر میری گود میں آیا ہے۔ جب اس نے یہ خواب اپنے باپ سے ذکر کیا۔ تو اس نے انہیں طمانچہ رسید کرتے ہوئے کہا۔ کہ کیا تو بادشاہ حجاز کے مل جلانا چاہتی ہے۔ حالانکہ اس بیچاری کو اس کی خبر تک نہ تھی۔ قید ہونے کے بعد اس طمانچہ کا اثر ان کے چہرہ پر باقی تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا سبب پوچھا تو اس نے اپنا سارا واقعہ بتلایا۔ آپؐ نے اس پر اسلام پیش کیا وہ مسلمان ہو گئیں۔ آپؐ نے انہیں آزاد کر دیا۔ اور پھر اس سے نکاح کر لیا۔ آزاد کرتے وقت اس کے نکاح کا مہر عتق کو قرار دیا گیا۔ جو کہ آپؐ کی خصوصیات میں سے ہے۔ یا یہ کہ مہر تھا جو فوری نہیں دیا گیا۔ مہر کے مسئلہ میں شوافع اور احناف کے درمیان اختلاف ہے۔ جو انشاء اللہ مہر کے بیان میں آئے گا۔

**حدیث نمبر ۳۷۸۲** حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي مَالِكٍ يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَفِيَّةً فَأَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا فَقَالَ ثَابِتٌ لِأَنَّهُمَا أَصْدَقَهَا قَالَ أَمْ دَقَهَا نَفْسَهَا فَأَعْتَقَهَا۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بی بی صفیہ کو قیدی بنالیا۔ پھر اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا۔ ثابت نے حضرت انسؓ سے پوچھا کہ آپؐ نے حق مہر کیا مقرر کیا۔ فرمایا مہران کی ذات تھی۔ کہ اسے آزاد کر دیا۔

**حدیث نمبر ۳۷۸۳** حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ السَّاعِدِيُّ



أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّقِيُّ هُوَ الْمُشْرِكُونَ فَأَقْتَتَلُوا فَأَمَّا  
 مَا لَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى عَسْكَرِهِ وَمَالِ الْأَخْرُونَ  
 إِلَى عَسْكَرِهِمْ وَفِي أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ  
 لَا يَدْعُ شَاذَةً وَلَا فَاذَةً إِلَّا تَبِعَهَا يَضْرِبُ بِهَا سَيْفَهُ فَقِيلَ مَا أَجْزَأُ مِتْنَا  
 الْيَوْمَ أَحَدٌ كَمَا أَجْزَأُ فَلَانَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 أَمَا إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ أَنَا صَاحِبُهُ قَالَ فَخَرَجَ  
 مَعَهُ كُلَّمَا وَقَفَ وَقَفَ مَعَهُ وَلَ إِذَا أَسْرَعَ أَسْرَعَ مَعَهُ قَالَ فَجَرِحَ الرَّجُلُ  
 جُرْحًا شَدِيدًا فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتُ فَوَضَعَ سَيْفَهُ بِالْأَرْضِ وَذُبَابُهُ  
 بَيْنَ شَدْيِيهِ ثُمَّ حَامَلَ عَلَى سَيْفِهِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَخَرَجَ الرَّجُلُ إِلَى  
 رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ قَالَ  
 وَمَا ذَاكَ قَالَ الرَّجُلُ الَّذِي ذَكَرْتَ أَنْفَالَتُهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ  
 فَأَغْظَمَ النَّاسُ ذَلِكَ فَقُلْتُ أَنَا كُفْرِي بِهِ فَخَرَجْتُ فِي طَلَبِهِ ثُمَّ  
 جَرِحَ جُرْحًا شَدِيدًا فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتُ فَوَضَعَ نَصْلَ سَيْفِهِ فِي  
 الْأَرْضِ وَذُبَابُهُ بَيْنَ شَدْيِيهِ ثُمَّ حَامَلَ عَلَيْهِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَقَالَ  
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذَلِكَ إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلًا  
 أَهْلُ الْجَنَّةِ فَيَمُوتُ وَالنَّاسُ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ وَإِنَّ الرَّجُلَ  
 لَيَعْمَلُ عَمَلًا أَهْلُ النَّارِ فَيَمُوتُ وَالنَّاسُ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد الساعدی سے مروی ہے کہ غیر میں جب آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم اور مشرکین آمنے سامنے ہوئے۔ اور لڑائی شروع ہوئی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم اپنے لشکر کی طرف واپس آ گئے۔ اور دوسرے اہل غیر کے اپنے لشکر کی طرف  
 لوٹے۔ تو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک ایسا شخص تھا۔ جو جماعت سے  
 الگ ہو جانے والے یا تنہا رہنے والے کو نہیں چھوڑتا تھا۔ مگر اس کا پیچھا کرتا۔ اور اسے  
 اپنی تلوار مار کر موت کے گھاٹ اتار دیتا۔ کہا جانے لگا کہ آج کے دن جس قدر یہ شخص تلوار

کام آیا ہے اور کوئی نہیں آیا۔ جس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لیکن وہ جہنمیوں میں سے ہے۔ اس قوم سے ایک شخص نے ذمہ لیا۔ کہ میں اس کے ساتھ ساتھ رہتا ہوں۔ چنانچہ وہ اس کے ساتھ روانہ ہوا۔ جہاں وہ ٹھہرنا تھا یہ بھی ٹھہر جاتا۔ جہاں وہ جلدی سے چلتا یہ بھی جلدی چلنا شروع کر دیتا۔ کہتے ہیں کہ وہ آدمی سخت زخمی ہو گیا۔ پس اپنی موت کو جلدی طلب کیا۔ بایں صورت کہ اپنی تلوار کو زمین پر رکھ دیا۔ اور اس کی دھار اپنے دونوں پستانوں کے درمیان رکھ دی۔ پھر اپنی تلوار پر زور دیا۔ اور خودکشی کر لی۔ یہ آدمی آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا یا رسول اللہ! میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ آپ نے پوچھا کیا ہوا۔ اس نے بتلایا کہ وہ آدمی جس کے متعلق آپ نے ابھی ذکر فرمایا تھا۔ کہ وہ جہنمی ہے۔ لوگوں نے آپ کے اس قول کو بڑا عظیم سمجھا میں ان کا ضامن بن گیا۔ چنانچہ میں اس کی تلاش میں نکلا پھر وہ سخت زخمی ہو گیا۔ اور موت کو جلدی طلب کرنے کے لئے اس نے اپنی تلوار کی نوک کو تو زمین پر رکھا۔ اور اس کی دھار اپنے دونوں پستانوں کے درمیان رکھ دی۔ پھر اس پر زور دیا۔ اور خودکشی کر لی۔ اس وقت آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آدمی بظاہر لوگوں کے سامنے جنتیوں والے کام کرتا ہے۔ حالانکہ وہ جہنمی ہوتا ہے۔ اور اس طرح کوئی آدمی بظاہر لوگوں کے سامنے جہنمیوں والے کام کرتا ہے۔ لیکن انجام کار جنتی ہوتا ہے۔

**تشریح از شیخ مدنی** | **جلد ۱۰** | **ابعد** | اس شخص کا نام قرمان تھا۔ شاذہ وہ بکری جو ریوڑ سے الگ ہو کر چرے۔ اور ماڈہ وہ جو ابتدا ہی سے الگ ہو۔ مراد یہ ہے کہ وہ کسی کو نہیں چھوڑتا اپنی تلوار کی نوک پر رکھ لیتا تھا۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | **انہ من اهل النار** یعنی اول وہ جہنم میں ہوگا۔ سزا بھگت کر پھر جنت میں داخل ہوگا۔ کیونکہ خودکشی معصیت ہے۔ اور معصیت پر خلوا فی النار نہیں ہوتا۔ اس توجیہ پر اس کو منافق قرار دینے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔

**تشریح از شیخ زکریا** | **قطب گنگوہی** کی توجیہ ظاہر ہے۔ کہ اگر اس شخص کا لفاق کسی طرح ثابت ہو جائے۔ تو حدیث اپنے ظاہر پر ہے۔ چنانچہ کتاب الجہاد میں یہ حدیث گزر چکی ہے۔

باب لا یقول فلان شہید میں مولانا احمد علی سہارنپوریؒ کے حاشیہ میں ہے کہ اس آدمی کا نام قرمان تھا۔ جس کا شمار منافقین میں تھا۔ چنانچہ وہ غزوہ احد سے غائب رہا۔ عورتوں کے عار دلانے پر جہاد میں آیا۔ قتال کیا اور سخت قتال کیا۔ آخر خودکشی کر لی۔ تو ممکن ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی علم ہو گیا ہو۔ کہ یہ شخص مومن نہیں منافق ہے یا خودکشی کو حلال سمجھنے کی وجہ سے مرتد ہے۔ یا معصیت کی سزا بھگت کر آخر اس سے نکل کر جنت میں داخل ہو سکا۔ اس قصہ کے بارے میں روایات مختلف ہیں کہ اُحد میں پیش آیا یا خیبر میں حضرت ابوہریرہؓ کی تصریح ہے کہ خیبر میں پیش آیا۔ سہل بن سعدؓ اسے اُحد میں بتلاتے ہیں۔ امام بخاریؒ حضرت سہل بن سعدؓ کی روایت کو خیبر میں لے آتے ہیں۔ جس سے اس کی خیبر میں تعیین ہو گئی۔

حدیث نمبر ۳۷۸۴ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ شَهِدْنَا خَيْبَرَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ مِمَّنْ مَعَهُ يَدْعِي الْإِسْلَامَ هَذَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَلَمْ يَحْضَرْ الْقِتَالَ قَاتَلَ الرَّجُلُ أَشَدَّ الْقِتَالِ حَتَّى كَثُرَتْ بِهِ الْجَرَاحَةُ فَكَادَ بَعْضُ النَّاسِ يَرْتَابُ فَوَجَدَ الرَّجُلُ أَلَمَ الْجَرَاحَةِ فَأَهْوَى بِيَدِهِ إِلَى كِنَانَتِهِ فَاسْتَخْرَجَ مِنْهَا سَهْمًا فَانْحَرَبَهَا نَفْسَهُ فَاشْتَدَّ رِجَالُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ صَدَقَ اللَّهُ حَدِيثُكَ إِنَّتَ حَرَفُلَانُ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَقَالَ قُمْ يَا فُلَانُ فَأَذِنُ أَنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا مُؤْمِنٌ إِنَّ اللَّهَ يُؤَيِّدُ الدِّينَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ تَابَعَهُ مَعْمَرٌ وَقَالَ شَيْبٌ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ شَهِدْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبًا وَقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم خیبر میں حاضر ہوئے۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کے متعلق جو آپ کے ہمراہ تھا۔ اور اسلام کا دعویٰ کرتا تھا۔ فرمایا۔ یہ جہنمی ہے۔ پس جب لڑائی شروع ہو گئی۔ تو اس آدمی نے نہایت سخت لڑائی لڑی۔ یہاں تک کہ اس کو بہت زخم لگے۔ قریب تھا کہ بعض لوگ مشک کرتے۔ مگر اس شخص نے

زخموں کے درد کو سخت محسوس کیا۔ اپنا ہاتھ ترکش کی طرف بڑھایا اور اس میں سے کئی تیر نکالے اور اپنے آپ کو ان تیروں سے ذبح کر دیا۔ کچھ مسلمان جلدی سے دوڑ کر کہنے لگے۔ یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کی بات کو سچا کر دیا۔ کہ فلاں شخص نے اپنا سینہ زخمی کر کے اپنے آپ کو قتل کر دیا۔ آپ نے فرمایا۔ اے فلاں! تم اللہ کو اعلان کر دو کہ جنت میں ایماندا کے سوا کوئی داخل نہیں ہوگا۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ کسی بدکار آدمی سے دین کو تقویت نہ پہنچا دیتا ہے۔ معمر نے اس کی متابعت کی۔ شبیب نے اپنی سند سے ابو ہریرہؓ کی روایت کو نقل کیا ہے۔ اور کئی سندوں میں سعید سے موقوف روایت کی ہے۔

**تشریح از قاسمی** | فخر بھانفسہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص نے تیر مار کر خود کشی کی۔ اور پہلی روایت سے معلوم ہوتا تھا کہ اس نے تلوار سے خود کشی کی۔ تو کہا جائے گا کہ ان میں کوئی منافات نہیں ہے۔ پہلے تیر سے زخمی کیا ہو۔ بعد ازاں اس نے تلوار مار کر اپنا کام تمام کر دیا۔

قال شبیبؓ ۱۶ امام بخاریؒ فرماتے ہیں۔ جو روایت شبیب اور معمر کے واسطے سے ہے۔ وہ راجح ہے۔ باقی روایات مختلف ہیں۔ جو راجح روایت کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔

حدیث نمبر ۳۷۸۵ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ لَقَدْ غَزَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ أَوْ قَالَ لَمَّا تَوَجَّهَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْرَفَ النَّاسُ عَلَى وَادٍ فَرَفَعُوا أَصْوَاتَهُمْ بِالتَّكْبِيرِ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ارْجِعُوا إِلَى أَنْفُسِكُمْ إِنَّكُمْ لَا تَدْعُونَ أَصَمَّ وَلَا غَائِبًا إِنَّكُمْ تَدْعُونَ سَمِيعًا قَرِيبًا وَهُوَ مَعَكُمْ وَأَنَا خَلْفَ دَابَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعَنِي وَأَنَا أَقُولُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ فَقَالَ لِي يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنُ قَيْسٍ قُلْتُ لَبَّيْكَ رَسُولُ اللَّهِ قَالَ إِلَّا أَدُلَّكَ عَلَى كَلِمَةٍ مِنْ كَلِمَاتٍ كُنْتُمْ كُنُوزَ الْجَنَّةِ قُلْتُ بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ۔

ترجمہ حضرت ابو موسیٰ اشعریٰ فرماتے ہیں کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیر پر حملہ کرنے کے لئے نکلے یا فرمایا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیر کی طرف متوجہ ہوتے۔ تو لوگوں نے ایک ددی سے ادبہ کو جھانکا تو انہوں نے بلند آواز سے نعرۂ تکبیر لگایا۔ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ۔ جس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے ادبہ نرمی کرو۔ تم کسی بہرے اور غیر حاضر کو نہیں پکار رہے۔ تم ایک خوب سننے والے اور قریب خدا کو پکارتے ہو۔ جو تمہارے ساتھ ہے۔ حضرت ابو موسیٰ فرماتے ہیں کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے پیچھے تھا۔ آپ نے مجھ سے سنا کہ میں یہ کہہ رہا ہوں۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ پس آپ نے فرمایا۔ اے عبد اللہ بن قیس! میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوں۔ فرمایا کیا میں تمہیں ایسا کلمہ نہ بتلاؤں جو جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔ میں نے کہا کیوں نہ یا رسول اللہ! میرا باپ اور ماں آپ پر قربان ہوں۔ آپ نے فرمایا وہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ ہے۔

**تشریح از شیخ مدنی** کلمہ من ضل کفر الخ کلمہ کو خزانہ کہنایا تو بطور مجاز کے ہے۔ کہ اس کلمہ کے پڑھنے سے کنوز جنت حاصل ہوں گے۔ یا حقیقی معنی ہیں کہ نفس کلمہ قیامت کے دن خزانہ بن جائے گا۔ کیوں کہ جو چیز یہاں مرغوفیہا ہے۔ وہاں کے اعتبار سے خزانہ ہے۔ تو ممکن ہے یہ کلمہ ہی خزانہ ہو۔

انا اقول لا حول الا باللہ تو حضرت ابو موسیٰ بطور وظیفہ کے پڑھ رہے تھے یا لوگوں کے چلانے اور شور مچانے کی وجہ سے پڑھ رہے تھے۔

حدیث نمبر ۳۷۸۶ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ اَبِي عُبَيْدٍ قَالَ رَأَيْتُ اشْرَضْبَةَ فِي سَاقِ سَلَمَةَ فَقُلْتُ يَا اَبَا مُسْلِمٍ مَا هَذِهِ الصَّرْبَةُ فَقَالَ هَذِهِ صَّرْبَةٌ اَصَابَتْنِي يَوْمَ خَيْبَرَ فَقَالَ النَّاسُ اُصِيبَ سَلَمَةُ فَاتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنفَثْتُ فِيهِ ثَلَاثَ نَفَثَاتٍ فَمَا اشْكَيْتُهَا حَتَّى السَّاعَةِ

ترجمہ یزید بن ابی عبیدہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سلمہ بن الاکوع کی نیند میں تلوار

کے زخم کا اثر دیکھا تو پوچھا اے ابو سلم یہ تلوار کا زخم کیسا ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ یہ زخم پندلی کو  
غیر کی لڑائی میں پہنچا تھا۔ لوگ تو کہنے لگے کہ سلمہ قتل کر دیا گیا۔ لیکن میں جناب نبی اکرم صلی اللہ  
علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس زخم پر تین مرتبہ تھوکا۔ تو مجھے اس گھری  
تک کوئی شکایت نہیں ہے۔

**تشریح از شیخ مدنی** | یہ روایت ثلاثیات بخاری میں سے ہے کہ امام بخاری اور  
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صرف تین واسطے ہیں۔ لغت کا معنی ہے کہ  
سانس کو اس طرح پھونکنا کہ تھوڑی سی تھوک بھی ساتھ نکلے۔

حدیث نمبر ۳۷۸۸ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمَةَ عَنْ سَهْلِ قَالَ التَّقَى  
الْبَيْتُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُشْرِكُونَ فِي بَعْضِ مَغَازِيهِ فَأَقْتَتَلُوا  
فَعَمَلُ قَوْمٍ إِلَى عَسْكَرِهِمْ فِي الْمُسْلِمِينَ رَجُلٌ لَا يَدْعُ مِنَ  
الْمُشْرِكِينَ شَاذَةً وَلَا فَاذَةً إِلَّا تَبَحَّافَضَرَبَهَا بِسَيْفِهِ فَقِيلَ يَا رَسُولَ  
اللَّهِ مَا أَجْزَأَ أَحَدُهُمْ مَا أَجْزَأْنَا لَنْ نَقَالَ إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ  
فَقَالُوا أَيْتَانِ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ إِنْ كَانَ هَذَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَقَالَ رَجُلٌ  
مِنَ الْقَوْمِ لَا تَتَّبِعْتَهُ فَإِذَا أَسْدَعَ وَأَبْطَأَ كُنْتُ مَعَهُ حَتَّى جُرِحَ فَاسْتَعْجَلَ  
الْمَوْتَ فَوَضَعَ نِصَابَ سَيْفِهِ بِالْأَرْضِ وَذُبَابَةٌ بَيْنَ شَدْيِيهِ ثُمَّ تَحَامَلَ  
عَلَيْهِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَجَاءَ الرَّجُلُ إِلَى الْبَيْتِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
فَقَالَ أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ فَقَالَ وَمَا ذَاكَ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ إِنَّ  
الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَمُوتُ وَلِلنَّاسِ وَإِنَّهُ مِنْ  
أَهْلِ النَّارِ وَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ فَيَمُوتُ وَلِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ  
أَهْلِ الْجَنَّةِ۔

ترجمہ۔ حضرت سہلؓ فرماتے ہیں کہ بعض غزوات میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
اور مشرکوں کی جھڑپ ہوتی۔ پس خوب لڑائی ہوتی۔ فارس ہو کہ ہر قوم اپنے اپنے لشکر کی  
طرف چلے گئے۔ مسلمانوں میں ایک ایسا آدمی تھا جو مشرکین کے کسی الگ ہونے والے اور

تنہا چلنے والے کو نہیں چھوڑتا تھا۔ اس کے پیچھے لگ کر اسے اپنی تلوار سے مار ڈالتا۔ کہا گیا یا رسول اللہ! جس قدر یہ شخص کام آیا ہے۔ مسلمانوں میں سے اور کوئی اس طرح کام نہیں آیا۔ جس پر آپ نے فرمایا۔ بایں ہمہ وہ جہنمیوں میں سے ہے۔ تو صحابہ کرامؓ نے کہا کہ یہ شخص جہنمی ہے۔ تو پھر ہم سے کون سا آدمی جنتی ہوگا۔ تو قوم میں سے ایک آدمی نے کہا۔ میں ضرور اس کا پیچھا کروں گا۔ پس جب وہ جلدی کرتا یا دیر کرتا یہ اس کے ساتھ ہوتا۔ یہاں تک کہ وہ زخمی ہو گیا۔ اور اپنی موت کو جلدی دعوت دی اس طرح کہ اپنی تلوار کے قبضہ والی جگہ گوزمین پر رکھا۔ دھار والا حصہ اپنے دونوں پستانوں کے درمیان رکھا۔ پھر اس پر اپنے آپ کو لاد دیا۔ اس طرح خود کشی کر لی۔ وہ تابع آدمی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ آپ نے پوچھا کیا ہوا۔ تو اس نے سارے واقعہ کی آپ کو خبر دی۔ جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ بظاہر لوگوں کے سامنے کوئی شخص جنت والوں کے کام کرتا ہے۔ لیکن ہوتا وہ جہنم والوں سے ہے۔ اور کوئی بظاہر لوگوں کے سامنے جہنم والوں کے کام کرتا ہے۔ لیکن ہوتا وہ جنت والوں میں سے ہے۔

**حدیث نمبر ۳۷۸۸** حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَعِيدٍ الْخَزَاعِيُّ عَنْ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَظَرَ أَنَسُ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَرَأَى طَيَّالِسَةً فَقَالَ كَأَنَّهُمْ السَّاعَةِ يَهُودٌ خِيْبَدَ۔

ترجمہ۔ ابو عمران کہتے ہیں کہ حضرت انسؓ نے جمعہ کے دن لوگوں کو دیکھا کہ انہوں نے زرد چادریں سر پر رکھی ہوئی ہیں۔ فرمانے لگے یہ لوگ تو اب ایسے لگتے ہیں۔ گویا کہ وہ غیر کے یہودی ہیں۔ جس سے طیالسہ کے اوڑھنے کی کراہت معلوم ہوئی۔

**حدیث نمبر ۳۷۸۹** حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ سَلَمَةَ قَالَ كَانَ عَلِيٌّ تَخَلَّفَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي خَيْبَرٍ وَكَانَ رَمِدًا فَقَالَ أَنَا أَتَخَلَّفُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَحِقَ فَلَمَّا بَيْنَا الْكَلْبَةَ الَّتِي قُتِحَتْ قَالَ لَأُعْطِيَنَّكَ الْغَدَا أَوْ لِيَأْخُذَنَّ الْغَدَاةُ غَدَا رَجُلٌ يُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ يُفْتَحُ عَلَيْهِ فَنَحْنُ نَرْجُوهَا فَقِيلَ هَذَا عَلِيٌّ فَأَعْطَاهُ

فَقُتِحَ عَلَيْهِ -

ترجمہ حضرت سلمہؓ فرماتے ہیں کہ خیبر کی لڑائی میں حضرت علیؓ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گئے۔ جب کہ آپؐ کی آنکھیں دکھتی تھیں، حسرت سے کہنے لگے کہ میں جناب بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گیا۔ پس یہ کہہ کر روانہ ہوئے اور آپؐ سے جا کر ملے۔ پس ہم نے وہ رات بسر کی جس میں خیبر فتح ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ میں کل جھنڈا دوں گا یا کل جھنڈا ایسا شخص پکڑے گا جس سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرتا ہے اس کے ہاتھ پر فتح ہوگی۔ پس ہم لوگ اس کی امید لگائے رکھے۔ پس کہا گیا کہ علیؓ آگئے ہیں۔ آپؐ نے جھنڈا ان کو دیا جس کے ہاتھ پر فتح ہوئی۔

**تشریح از شیخ مدنیؒ** طیب السہ جمع طیلسان کی چھوٹی زرد چادر جو سر پر اوڑھی جاتی تھی۔ اس روایت کے لانے کی کیا غرض ہے۔ یا تو اہل بصرہ کو تشبیہ بالیہود سے رد کرنا ہے۔ یا بتلانا ہے کہ حضرت انسؓ غزوہ خیبر میں شریک تھے۔ اور پچھلی روایت قرمان منافق کے بارے میں تھی۔ عورتوں نے اس کا مذاق اڑایا تھا۔ اس لئے اس نے یہ قدم اٹھایا۔ اس روایت سے آجکل کے مولویوں کو جنتی حاصل کرنا چاہیے جو اپنے علم پر مغرور ہو کر دوسروں کو حقیر سمجھتے ہیں۔ کہ کہیں قرمان حبشیا ان کا حال نہ ہو جائے۔ کہ ایمان سلب ہو جائے۔ ہمیں اپنے سے کم لوگوں کی عزت کرنی چاہیے۔ کیونکہ ان کا یقین ہمارے یقین سے سخت ہے۔ اور ان کی کمائی حلال کی ہے۔ اپنی حلال کمائی سے ہمیں کھلاتے پلاتے ہیں۔ حالانکہ عامۃ المسلمین کو حقیر نہ سمجھنا چاہیے۔ حضرت مجددؒ فرماتے ہیں۔ کہ معرفت باری برائے نکس حرام است کہ خود را از کافر فرنگی بہتر داند۔ حضرت مجددؒ کے زمانہ میں فرنگی سے زیادہ حقیر کوئی نہیں تھا۔

**کاؤسہ رحمہ اللہ** حضرت علیؓ کی آنکھیں دکھتی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو پیچھے چھوڑ گئے تھے۔ آپؐ کے چلے جانے کے بعد ان کو بے چینی لاحق ہوئی۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو میدان جہاد میں ہوں اور میں آرام سے پیچھے بیٹھا رہوں۔ یہ شجاع کی عادت کے خلاف ہے۔ چل پڑے اور کسی خیمے میں قیام پذیر ہوئے۔ آپؐ ہر روز ایک نہ ایک آدمی کو جھنڈا عطا فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن آپؐ نے فرمایا کہ کل میں جھنڈا ایسے آدمی کو دوں گا۔



جس سے اللہ اور رسول اللہ محبت کرتے ہیں اسی کے ہاتھ پر فتح ہوگی۔ اس کی تفصیل اگلی روایت میں ہے۔

حدیث نمبر ۳۷۹۰ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، أَخْبَرَنِي سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ لَا تُعْطِينَ هَذِهِ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللَّهُ عَلَى يَدَيْهِ يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ قَالَ قَبَاتُ النَّاسُ يَدُوكُن لِيَلْتَهُمْ أَيُّهُمْ يُعْطَاهَا فَلَمَّا أَصْبَحَ النَّاسُ غَدَوْا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ يَرَجُوا أَنْ يُعْطَاهَا فَقَالَ آيْنُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ فَقِيلَ هُوَ يَا رَسُولَ اللَّهِ يَشْتَكِي عَيْنَيْهِ قَالَ فَارْسلُوا إِلَيْهِ فَأَتِي بِهِ فَبَسَقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عَيْنَيْهِ وَدَعَا لَهُ فَبَرَأَ حَتَّى كَانَ لَهُ يَكُنُ بِهِ وَجَعٌ فَأَعْطَاهُ الرَّايَةَ فَقَالَ عَلِيُّ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَانَاهُ حَتَّى يَكُونُوا مِثْلَنَا فَقَالَ أَنفُذْ عَلَيَّ رِسْلَكَ حَتَّى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِ ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ وَاخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ مِنْ حَقِّ اللَّهِ فِيهِ فَوَاللَّهِ لَأَنْ يَهْدِيَ اللَّهُ بِكَ رَجُلًا وَاحِدًا خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ يَكُونَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ۔

ترجمہ حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی لڑائی کے دن فرمایا کہ کل میں یہ جھنڈا ایسے آدمی کو دوں گا جس کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ فتح نصیب کریں گے۔ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوگا اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہوں گے۔ پس لوگوں نے رات اس حالت میں بسر کی کہ رات پر غور کرتے رہے کہ آپ جھنڈا کس کو دیں گے۔ جب لوگوں نے صبح کی۔ تو سویرے سویرے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہر ایک ان میں سے یہی امید لگاتے ہوئے تھا کہ آپ جھنڈا اسے دیں گے۔ پس اچانک آپ نے پوچھا کہ علی بن ابی طالب کہاں ہیں۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ وہ ہیں جن کی آنکھیں دکھتی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس کی طرف آدمی بھیجو۔ چنانچہ انہیں لایا گیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دونوں آنکھوں میں

لب مبارک ڈالا۔ اور ان کے لئے دعا کی تو وہ تندرست ہو گئے۔ یہاں تک کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انہیں کوئی درد و بیماری نہیں ہے۔ تو آپ نے جھنڈا انہیں دے دیا۔ تو حضرت علیؑ نے پوچھا۔ یا رسول اللہ! میں ان سے اس وقت تک لڑتا رہوں گا یہاں تک کہ وہ ہماری طرح مسلمان ہو جائیں۔ آپؐ نے فرمایا اپنی حالت پر رہو۔ یہاں تک کہ جب تم ان کے صحن میدان میں اتر دو۔ تو ان کو اسلام کی دعوت دو۔ اور اس بارے میں جو جو اللہ کے احکام ان پر واجب ہیں ان کی انہیں خبر دو۔ پس اللہ تمہارے ذریعہ اللہ تعالیٰ ایک آدمی کو ہدایت دے تو تیرے لئے سرخ جانوروں (اونٹوں) سے بہتر ہے۔ سرخ اونٹ عرب کے ہاں عمدہ مال شمار ہوتا تھا۔ یہاں خیر الدنیا مراد ہے۔

حدیث نمبر ۳۷۹۱ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْغَفَّارِ بْنُ دَاوُدَ الزَّعْنَبِيُّ عَنْ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ قَدْ مَنَّا خَيْبَرَ فَلَمَّا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْحِصْنَ ذَكَرَ لَهُ جَمَالُ صَفِيَّةَ بِنْتِ حِجْزِيٍّ بَنِي أَخْطَبَ وَقَدْ قُتِلَ زَوْجُهَا وَكَانَتْ عَرُوسًا نَاصِطًا هَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهِ فَخَرَجَ بِهَا حَتَّى بَلَغْنَا سِدَّ الْمَهْبِئَةِ حَلَّتْ فَبَنَى بِهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَقَفًا صَنِيعَ حِيسَا فِي نِطْعٍ صَغِيرٍ ثُمَّ قَالَ لِي إِذْ نَزَلْتُ مِنْ حَوْلِكَ فَكَانَتْ تِلْكَ وَلِيْمَتُهُ عَلَى صَفِيَّةَ ثَقَفًا خَرَجْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَوِّئُ لَهَا وَرَاءَهُ بَعَاءَةً ثُمَّ يَجْلِسُ عِنْدَ بَعِيرِهِمْ فَيَضَعُ رُكْبَتَهُ وَتَضَعُ صَفِيَّةُ رِجْلَهَا عَلَى رُكْبَتِهِ حَتَّى تَرْكَبَ.

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ہم خیبر میں آئے۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر قلعہ فتح کیا۔ تو آپ کے سامنے بی بی صفیہؓ کا حسن بیان کیا گیا۔ وہ حی بن اخطب کی بیٹی تھیں۔ اسی کا خاوند کنانہ بن الربیع اس لڑائی میں مارا گیا تھا۔ اور یہ دلہن بنی ہوئی تھیں۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے لئے چھانٹ لیا۔ آپ ان کو لے کر روانہ ہوئے۔ جب سوا الصہبأ مقام تک پہنچے تو بی بی صفیہؓ حیض سے پاک ہو گئیں۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ہمبستر ہوئے۔ تو صبح کو ایک چھوٹے سے چمڑے کے دسترخواں پر

کھجور، پنیر اور گھی سے مرکب ایک حلوہ بنایا پھر مجھے حکم دیا کہ ارد گرد کے لوگوں کو اطلاع کر دوں۔ پس یہی بی بی صفیہؓ کا دلیمہ تھا۔ پھر ہم مدینہ کو روانہ ہوئے۔ تو میں نے آپؐ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ اپنی گرم چادر کے ساتھ اپنے پیچھے ان کو لپیٹ رہے تھے۔ تاکہ وہ محفوظ ہو جائیں۔ پھر آپؐ اپنے اونٹ پر بیٹھ گئے۔ اور اپنا گھٹنا ان کے چڑھنے کے لئے رکھ دیا۔ حضرت صفیہؓ نے اپنا پاؤں آپؐ کے گھٹنے پر رکھا اور سوار ہو گئیں۔

**تشریح از شیخ مدنی** املت ای طہرت من الحيض يوضع ركبته آپؐ نے فرمایا۔

میرے گھٹنا پر پاؤں رکھ کر چڑھ جاؤ۔ لیکن انہوں نے بے ادبی کے خوف سے اپنی پنٹلی رکھی اور اونٹ پر چڑھ گئیں۔ دوسری روایات میں اس کی تصریح ہے۔

**حدیث نمبر ۳۷۹۲** حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ النَّسَمِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقَامَ عَلَى صَفِيَّةَ بِنْتِ حُثَيْبٍ بِطَرِيقِ خَيْبَرِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ حَتَّى أَغْرَسَ بِهَا وَكَانَتْ فِي مَنِّ ضَرْبِ الْحِجَابِ۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے راستہ میں تین دن تک بی بی صفیہؓ بنت حثیبؓ جی کے لئے قیام فرمایا۔ یہاں تک کہ آپؐ نے اس سے دلہن کے حقوق ادا کئے۔ اور وہ ان عورتوں میں سے تھیں جن پر پردہ ڈالا گیا۔

**حدیث نمبر ۳۷۹۳** حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ النَّسَمِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقَامَ عَلَى صَفِيَّةَ بِنْتِ حُثَيْبٍ وَالثَّلَاثَةِ لَيَالٍ يَبْنِي عَلَيْهِ بِصَفِيَّةَ فَدَعَوْتُ الْمُسْلِمِينَ إِلَى وَلِيمَتِهِ وَمَا كَانَ فِيهَا مِنْ خُبْرٍ وَلَا لَحْمٍ وَمَا كَانَ فِيهَا إِلَّا أَنْ أَمْرًا بِلَا يَأْطَاعُ قَبُضَتْ فَأُلْقِيَ عَلَيْهَا التَّمْرُ وَالْأَقِطُ وَالسَّمْنُ فَقَالَ الْمُسْلِمُونَ إِحْدَى أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ أَوْ مَا مَلَعَتْ يَمِينُهُ قَالُوا إِنَّ حَبَّهَا فِي إِيَّاهِ إِحْدَى أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ إِنْ لَمْ يَحْبِبْهَا فِي مَا مَلَكَتْ يَمِينُهُ فَلَمَّا ارْتَحَلْ وَطَأَهَا خَلْفَهُ وَمَدَّ الْحِجَابَ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر اور مدینہ

کے درمیان تین راتیں قیام فرمایا۔ جس میں آپ بی بی صفیہؓ سے عروسی کے حقوق ادا کرتے تھے۔ پس میں نے مسلمانوں کو آپ کے ولیمہ کی طرف دعوت دی۔ جس میں نہ تو روٹی تھی اور نہ ہی گوشت تھا اس میں سوائے اس کے کچھ نہیں تھا کہ آپ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ چمڑے کے دسترخوان بچھائے جائیں جن پر انہوں نے کھجور، پنیر اور گھی لاکر رکھا جو ایک قسم کا حیص یعنی حلوی بن گیا۔ پس جو مسلمان نکاح اور ولیمہ میں نہیں تھے وہ کہنے لگے کہ معلوم نہیں یہ امہات المؤمنین میں سے ہیں یا باندی ہیں جن کا آپ کا دایاں ہاتھ مالک ہے۔ پس اگر آپ نے ان پر پردہ کھینچ دیا تو وہ امہات المؤمنین میں سے ہیں۔ اگر چہ وہ نہیں کھینچا تو وہ باندیوں میں سے ہیں۔ پس جب آپ نے کوچ کیا تو اپنے پیچھے ان کے لئے جگہ بنائی اور پردہ کھینچا۔

**تشریح از شیخ مدنیؒ** | اقط کے معنی پیر کے ہیں۔ لیکن پیر کھٹی ہوتی ہے جسے پکایا جاتا ہے۔ مگر اقط میں دودھ اور دہی کو ملایا جاتا ہے۔ و طاً بمعنی فرش تیار کرنا۔ تاکہ زیادہ بیٹھنے سے تکلیف نہ ہو۔

**تشریح از شیخ گنگوہیؒ** | فقال المسلمون ص ۶۶۶ یہ تردد ان لوگوں کو ہوا جو نکاح اور ولیمہ میں حاضر نہیں تھے۔ جو دونوں میں یا ایک میں حاضر تھے۔ ان کو معاملہ کی حقیقت معلوم تھی۔ اور ممکن ہے کہ یہ تردد نکاح اور ولیمہ سے پہلے کا ہو۔ تو عبارت میں تقدیم و تاخیر ہوگی۔

**تشریح از شیخ زکریاؒ** | ظاہر حدیث پر اشکال تھا کہ جب ان حضرات نے ولیمہ کی دعوت کھائی۔ تو ان کو تردد کیوں ہوا۔ تو شیخ گنگوہیؒ نے دو توجیہات بیان فرمائیں۔ کہ یا تو یہ تردد نکاح اور ولیمہ سے پہلے تھا۔ یا جو لوگ ولیمہ اور نکاح میں حاضر نہیں تھے۔ ان کو تردد ہوا۔ حافظؒ کا میلان بھی اسی طرف ہے۔ اور امام بخاریؒ نے اس حدیث کو کتاب النکاح میں ذکر کیا ہے۔ اس میں ہے کہ یہ تردد اول حال میں تھا۔ بعد ازاں واضح ہو گیا کہ بی بی صفیہؓ آپ کی زوجہ محترمہ ہیں۔ البتہ اس حدیث سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے کہ یہ نکاح بغیر گواہوں کے تھا۔ کیونکہ اگر گواہوں کی موجودگی میں نکاح ہوتا تو نہ صحابہ کرام پر یہ نکاح مخفی ہوتا اور نہ انہیں تردد ہوتا۔ لیکن ممکن ہے کہ تردد کرنے والے محفل نکاح میں موجود نہ ہوں۔ اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یہ نکاح بغیر شہود کے تھا۔ تو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہوگا۔ کہ بغیر ولی

اور بغیر شہود کے نکاح ہوا۔ جیسے حضرت زینب بنت جحش کا نکاح بغیر ولی اور شہود آپ کے خصائص میں سے ہو۔ مولانا مکیؒ فرماتے ہیں کہ یہ تردد ولیمہ سے پہلے تھا۔ ولیمہ کے بعد تردد نہیں رہا کیونکہ ولیمہ تو حرمہ پر ہو اکرتا ہے۔ اور ممکن ہے کہ تردد والوں نے دعوت ولیمہ کو عام دعوت سمجھا ہو ولیمہ نہ سمجھا ہو۔

**حدیث نمبر ۳۷۹۲** حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَغْفَلٍ قَالَ كُنَّا مَعَ صِدْقٍ خَيْبَرِ فَرَفِيَ السَّانُ بِجَدَابٍ فِيهِ شَحْمٌ فَتَزَوَّتْ لِأَخْذِهِ فَالتَفْتُ فَإِذَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَحْيَيْتُ .

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مغفلؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے خیبر کا محاصرہ کیا ہوا تھا کہ ایک آدمی نے ایک تھیلہ پھینکا جس میں چربی تھی۔ میں نے کو داتا کہ اسے پکڑوں۔ میں نے دیکھا تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ رہے تھے تو مجھے شرم آگئی۔ اس کے لینے سے رک گیا۔

**تشریح از شیخ مدنیؒ** [لاخذه] اگرچہ غنیمت کا مالی تقسیم سے پہلے لینا جائز نہیں مگر کھانے پینے کی چیزیں اور آلات حرب کا لے لینا جائز ہے۔ اس تھیلہ کو اس طرح لینا دلالت کرتا ہے کہ ان کا جہاد اسی مال و اسباب کے لئے تھا۔ اس لئے انہیں شرم آگئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دیکھ رہے ہیں۔ اس لئے لینا چھوڑ دیا۔

**حدیث نمبر ۳۷۹۵** حَدَّثَنِي عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ أَبِي عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى يَوْمَ خَيْبَرٍ عَنْ أَكْلِ الثُّومِ وَالْحُمِّمِ الْأَهْلِيَّةِ نَهَى عَنْ أَكْلِ الثُّومِ عَنْ نَافِعٍ وَحْدَهُ وَالْحُمِّمِ الْأَهْلِيَّةِ عَنْ سَالِمٍ .

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی لڑائی میں لوگوں کے کھانے اور گھر بیلوگہ کے گوشت سے منع فرمایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اکل الثوم تو محض نافع سے ہے۔ اور لحوم الحمر الاہلیۃ سالم سے مروی ہے۔

**حدیث نمبر ۳۷۹۶** حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ مُتَعَةِ النِّسَاءِ يَوْمَ خَيْبَرٍ

وَعَنْ أَكُلِ الْحُمِيرِ إِلَّا نِسِيَّةً -

ترجمہ۔ حضرت علی بن ابی طالبؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر کی لڑائی کے دن عورتوں کے متعہ سے منع کر دیا۔ اور اس طرح گھریلو گدھے کے کھانے سے بھی منع کر دیا۔

**تشریح از شیخ مدنی** متعہ النساء کو خیر میں منع فرما دیا۔ صرف غزوہ اوطاس میں تین دن کے لئے علت ہوئی وہ بھی اضطراب کی حالت میں پھر ہمیشہ کے لئے اسے حرام قرار دے دیا۔ عرب اپنی عادت کے مطابق سفر میں سہولت کے لئے متعہ کیا کرتے تھے۔ لیکن اس سے توالد و تناسل اور نسب میں فرق پڑتا تھا۔ اس لئے حجۃ الوداع میں ہمیشہ کے لئے اس سے ممانعت کر دی گئی۔ محققین ہی فرماتے ہیں کہ نسخ متعہ تو ایک ہی مرتبہ ہوا۔ یوم اوطاس میں اضطراباً اجازت دی گئی۔ متعہ کے معنی ہیں۔ النکاح الذی بلفظ التمتع الی وقت محین

**حدیث نمبر ۳۷۹۷** حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِقَاتٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ لُحُومِ الْحُمِيرِ إِلَّا هَلِيَّةً -

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھریلو گدھوں کے گوشت کھانے سے خیر کی لڑائی کے دن منع فرمایا۔

**حدیث نمبر ۳۷۹۸** حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرِ بْنِ عُمَرَ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَكُلِ لُحُومِ الْحُمِيرِ إِلَّا هَلِيَّةً -

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھریلو گدھوں کے گوشت کھانے سے خیر کے دن منع فرما دیا۔

**حدیث نمبر ۳۷۹۹** حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ لُحُومِ الْحُمِيرِ وَرَخَصَ فِي الْخَيْلِ -

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر کے دن گدھوں کے گوشت سے تو منع فرمایا البتہ گھوڑے کے گوشت کھانے کی رخصت دے دی۔

**تشریح از شیخ مدنی** [حکم عمر اہلیۃ کو آپ نے اولاً منع نہیں فرمایا بلکہ تین دفعہ سکوت کے بعد فرمایا۔ **ارضی اللہ** در رسولہ **ینھیان** **الان** اس کی حرمت کی وجہ بعض نے یہ بتلائی کہ مال غنیمت کے تین سال گئے تقسیم سے پہلے پکائے گئے تھے۔ جن کا خمس نہیں نکالا گیا تھا۔ اس لئے ان کے گوشت کھانے کی ممانعت کر دی گئی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ حملۃ الناس کی وجہ سے ممانعت ہوئی کہ مدینہ تک پہنچنے کے لئے سواریاں نہیں تھیں۔ اور بعض کہتے ہیں۔ سباع بہائم کی کھانے کی ممانعت ہے۔ یعنی ذاتی طور پر ان میں حلت نہیں کیونکہ اس کے گوشت میں ایسی خرابی ہے۔ جو انسان کے لئے مضر صحت ہے۔ خواہ حماقت کا مادہ ہو یا کوئی اور وجہ مثلاً نجاست کا کھانا یہ ممانعت کا باعث ہو۔ بہر حال جن لوگوں کے نزدیک اعذار کی وجہ سے ممانعت ہے۔ ان کے ہاں آج بھی کھانا جائز ہوگا۔ لیکن جمہور ائمہ کا یہ مسلک ہے کہ یہ حرمت قطعی اور ہمیشہ کے لئے ہے۔ حمار وحشی نہایت چست و چالاک ہوتا ہے۔ وہ نجاست بھی نہیں کھاتا اور وہ چیزیں بھی اس میں مفقود ہیں۔ جو حمار اہلیہ میں پائی جاتی ہے۔ اس لئے ان کا کھانا آج بھی جائز ہے۔ گو رخر کی حلت پر سب کا اتفاق ہے۔

گھوڑے کے گوشت کے بارے میں صاحبین اور امام شافعی اجازت دیتے ہیں۔ حضرت امام اعظم سے تین روایات ہیں۔ حرمت۔ کراہت اور اباحت۔ اباحت کی طرف رجوع ثابت ہے۔ جو لوگ کراہت کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ آلہ جہاد کی وجہ سے عارضی کراہت ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ذاتی کراہت ہے۔ مباح والوں کی دلیل یہی حدیث رخص فی الخیل ہے۔ اور جو حرمت کے قائل ہیں۔ ان کا استدلال ابوداؤد اور نسائی کی روایت سے ہے۔ خالد بن ولیدؓ فرماتے ہیں۔ **نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن لحوم الخیل** آپ نے گھوڑے کا گوشت کھانے سے منع فرمایا۔ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل قرآنی آیت الخیل والبغال والحمیر لہ ترکیبہا وزینۃ سے ہے کہ اس میں اکبر منافع اکل کا ذکر نہیں ہے۔ حالانکہ اس سے پہلی آیت میں انعام کے بیان میں اکل کا ذکر ہے۔

**حدیث نمبر ۸۰۰** **رَحَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ** **ابْنُ أَبِي أَدُوْنِ**

أَصَابَتْنَا مُجَاعَةٌ يَوْمَ خَيْبَرَ فَإِنَّ الْقُدُورَ لَتَغْلِي قَالَ وَبَعْضُهَا نَضِجَتْ  
فَجَاءَ مُنَادٍ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَأْكُلُوا مِنْ لَحْمِ الْحُمُرِ  
شَيْئًا وَأَهْرِيقُوهَا قَالَ ابْنُ أَبِي أَوْفَى فَتَحَدَّثْنَا أَنَّهُ إِتَمَّ أَهْلُهَا  
لِأَنَّهَا لَمْ تَخْفَسْ وَقَالَ بَعْضُهُمْ هُمُ أَهْلُهَا أَلْبَتَّ لِأَنَّهَا كَانَتْ تَأْكُلُ  
الْعَذْرَةَ .

ترجمہ۔ حضرت ابن ابی اوفیٰ فرماتے ہیں کہ خیبر کی لڑائی میں ہمیں بھوک نے ستایا کیونکہ ہماری  
ہانڈیاں اُبل رہی تھیں اور کہا بعض پک چکی تھیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی منادی  
نے اکھا اعلان کیا۔ کہ گدھوں کے گوشت میں سے کچھ بھی نہ کھاؤ بلکہ سارے اگر ادوسا بن ابی اوفیٰ فرماتے  
ہیں۔ ہمیں صحابہ کرام بیان کرتے تھے۔ کہ آپؐ نے ان کے گوشت کھانے سے اس لئے منع کیا۔ کہ ان  
کا غصہ نہیں ہکا لایا گیا تھا۔ اور بعض فرماتے ہیں کہ ان کی ممانعت قطعی طور پر ہے۔ کیونکہ یہ گندگی و  
نجاست کو کھاتے ہیں۔

حدیث نمبر ۳۸۰۱ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ الْغَنَوِيُّ عَنْ الْبَرَاءِ وَعَبْدِ اللَّهِ  
بْنِ أَبِي أَوْفَى أَنَّهُمْ كَانُوا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَصَابُوا الْحُمُرَ  
فَطَبَخُوهَا فَنَادَى مُنَادٍ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْفُوا الْقُدُورَ .

ترجمہ۔ حضرت براءؓ اور عبد اللہ بن ابی اوفیٰؓ سے مروی ہے۔ کہ وہ غزوہ خیبر میں جناب  
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ کہ انہوں نے گدھوں کو ذبح کیا اور انہیں پکھلنے لگے۔  
پس جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا منادی پہنچا اس نے اعلان کیا۔ کہ یہ ہانڈیاں الٹ دو۔  
حدیث نمبر ۳۸۰۲ حَدَّثَنَا ابْنُ اسْحَقَ السَّعْدِيُّ السَّامِيُّ عَنْ الْبَرَاءِ وَابْنِ أَبِي أَوْفَى  
يُحَدِّثَانِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ وَقَدْ  
نَصَبُوا الْقُدُورَ أَكْفُوا الْقُدُورَ .

ترجمہ۔ حضرت براءؓ اور ابن ابی اوفیٰؓ دونوں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث  
بیان کرتے ہیں کہ آپؐ نے خیبر کی لڑائی کے دن فرمایا۔ جب کہ صحابہ کرامؓ نے ہانڈیاں چھلے پر دھری  
ہوئی تھیں۔ کہ ان ہانڈیوں کو الٹ دو۔



حدیث نمبر ۳۸۰۳ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ الْإِصْبَاحُ الْبَرَاءُ غَزَوْا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى حُوَّةَ -

ترجمہ۔ حضرت بلارہ فرماتے ہیں۔ ہم نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جہاد کیا۔ پھر پہلی حدیث کی طرح حدیث بیان کی۔

حدیث نمبر ۳۸۰۴ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الْإِصْبَاحُ الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ قَالَ آمَدَنَا الْكَلْبُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ خَيْبَرِ أَنْ تَلْقَى الْجَمْدَ الْأَهْلِيَّةَ نَيْتَةً وَنُصِيْجَةً ثُمَّ لَمْ يَأْمُدْنَا بِأَحْلَمَ بَعْدُ -

ترجمہ۔ حضرت بلارہ بن عازب فرماتے ہیں۔ کہ غزوہ خیبر میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا۔ کہ گھریلو گدے کا گوشت خواہ کچا ہو یا پکا ہو۔ ہم اسے پھینک دیں۔ اس کے بعد پھر آپ نے ہمیں اس کے کھانے کا حکم نہیں دیا۔

حدیث نمبر ۳۸۰۵ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ الْحُسَيْنِ الْإِصْبَاحُ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ لَا أَدْرِي أَنَّهُمْ عَنْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَجْلِ أَنَّهُ كَانَ حَمُولَةَ النَّاسِ فِكْرَهُ أَنْ تَذْهَبَ حَمُولَتُهُمَا وَحَتْمُهُ فِي يَوْمٍ خَيْبَرَ لِحَمَلِ الْحُمَيْرِ الْأَهْلِيَّةِ -

ترجمہ۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں۔ کہ میں نہیں جانتا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گوشت کھانے سے اس لئے منع فرما دیا۔ کہ وہ لوگوں کی سواریاں ہیں۔ تو آپ نے پسند نہ فرمایا کہ ان کی سواریاں ختم ہو جائیں۔ یا آپ نے ان کو خیبر کے دن یعنی عمر اہلیہ کے گوشت کو حرام قرار دے دیا۔

حدیث نمبر ۳۸۰۶ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ إِسْحَاقَ الْإِصْبَاحُ أَبُو عَمْرٍو قَالَ قَسَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ لِلْفَرَسِ سَهْمَيْنِ وَ لِلرَّاحِلِ سَهْمًا قَالَ فَسَرَّهُ نَافِعٌ فَقَالَ إِذَا كَانَ مَعَ الرَّجُلِ فَرَسٌ فَلَهُ ثَلَاثَةُ أَشْهُمٍ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ فَرَسٌ فَلَهُ سَهْمٌ -

ترجمہ۔ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی

لڑائی میں غنیمت کا مال اس طرح تقسیم کیا کہ گھوڑے سوار کے لئے دو حصے اور پیدل کے لئے ایک حصہ۔ اور نافعؒ نے اس کی تفسیر یوں کی ہے کہ جب کسی کے ہمراہ جہاد میں گھوڑا ہو۔ تو اس کو تین حصے ملیں گے۔ اگر اس کے لئے گھوڑا نہ ہو تو پھر ایک حصہ ملے گا۔

**تشریح از شیخ مدنی** | تقسیم غنیمت میں اختلاف ہے۔ حضرت امام اعظمؒ اس حدیث

کی بنا پر فرماتے ہیں کہ فارس مجاہد کے لئے دو سہم ہیں اور باپیادہ کے لئے ایک سہم ہے۔ حضرت امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک فارس کے لئے تین سہم اور راجل کے لئے ایک سہم جیسا کہ نافعؒ کی تفسیر سے معلوم ہوتا ہے۔ مگر وہ تابعی کی تفسیر ہے۔ امام صاحبؒ پر محبت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو واقعہ منقول ہے۔ جس کو ابو داؤدؒ نے نقل کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے فارس کو دو سہم دیتے ہیں۔ اس لئے کہ خیبر کی لڑائی میں پندرہ سو صحابہ کرامؓ تھے۔ جو صلح حدیبیہ میں موجود تھے۔ جن میں تین سو گھوڑے سوار تھے۔ خیبر کو دو حصوں میں بانٹا گیا۔ ایک حصہ تو عامہ مسلمانوں کی ضروریات کے لئے رکھا گیا اور نصف مال غنیمت مجاہدین غازیہ میں تقسیم ہوا۔ جن کے اٹھارہ حصے بنائے گئے۔ جن میں سے چھ سو فارس کو دیتے اور بارہ سو راجلیں (باپیادہ) میں تقسیم ہوتے۔ چنانچہ ابو داؤدؒ ص ۲۶ پر اس کی تفصیل موجود ہے۔

اعطی الفارس سہمین والراجل سہمًا اس تفصیل سے امام اعظمؒ کے مسلک کی تائید ہوتی ہے۔ نافعؒ کی تفسیر سے تو لازم آتا ہے کہ اسہام اکیس ہوں۔ حالانکہ تفصیل میں اٹھارہ اسہام ہیں۔ تو ابن عمرؓ نے جو فرمایا للفرس سہمین فرس جمع فارس کی شہسوار۔ یعنی فارس مع فرس کے دو حصے اور پیدل کو ایک حصہ یہی امام صاحبؒ کا مسلک ہے۔ اور اموال خیبر کو دو حصوں میں اس لئے بانٹا گیا کہ اموال ارض خیبر میں آدھا فنی کا مال تھا جو بلا کسی لڑائی کے مسلمانوں کو حاصل ہوا اور آدھا مال غنیمت تھا۔ جس کو مسلمانوں نے جنگ کر کے حاصل کیا۔ تو مال غنیمت کو مجاہدین میں تقسیم کیا گیا اور مال فنی کو بیت المال میں نواصب المسلمین کے لئے رکھا گیا۔ تو حضرت نافعؒ فرمائی جو تفسیر بیان کی گئی ہے وہ اس کے مطابق نہیں۔ ابن عمرؓ سے قول میں جو للفرس ہے وہ فارس کی جمع ہے۔ جس کی تائید راجل کے لفظ سے ہوتی ہے۔ جو اس کا مقابل ہے۔ تو فارس کے دو حصے اور راجل کا ایک حصہ ہوا۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | افسرہ نافع <sup>۶۱۱</sup> ابن عمرؓ کی عبارت میں دونوں معنی کا احتمال تھا۔ ایک یہ کہ فارس کے لئے دو حصے اور راجل کے لئے ایک حصہ۔ تو حضرت نافعؓ کے قول سے دوسرا احتمال کی تعیین کر دی کہ گھوڑے کے لئے دو حصے اور پیادل کے لئے ایک حصہ ہوگا۔ اس کی تفصیل مذاہب کتاب الجہاد میں گزر چکی ہے۔

**حدیث نمبر ۳۸۰** حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ أَنَّ جَبْرِ بْنَ مَطْعَمٍ أَخْبَرَهُ قَالَ مَشَيْتُ أَنَا وَعُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا أَعْطَيْتَ بَنِي الْمُطَّلِبِ مِنْ خُمُسِ خَيْبَرَ وَتَرَكْتَنَا وَذَحْنُ بَعْمُزَلَةٍ وَاحِدَةٍ مِنْكَ فَقَالَ إِنَّمَا بَنُو هَاشِمٍ وَبَنُو الْمُطَّلِبِ شَيْءٌ وَاحِدٌ فَقَالَ جَبْرِ وَلَمْ يَقْسِمِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِبَنِي عَبْدِ شَمْسٍ وَبَنِي نُوْفَلٍ شَيْئًا۔

ترجمہ۔ حضرت جبیر بن مطعمؓ خبر دیتے ہیں۔ کہ میں اور حضرت عثمان بن عفانؓ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مطالبہ کیا۔ کہ آپؐ نے خیبر کے خمس میں سے بنو المطلب کو تو دیا ہے اور ہمیں چھوڑ دیا ہے۔ حالانکہ ہمارا نسب بھی عبد مناف میں جا کر ایک ہو جاتا ہے۔ جس پر آپؐ نے فرمایا کہ بنو ہاشم اور بنو المطلب ایک چیز ہیں۔ کہ جاہلیت اور اسلام میں الگ نہیں ہوتے۔ کہ حنیف بنی کنانہ میں اکٹھے نظر بند ہوتے تھے۔ پس حضرت جبیرؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عبد شمس جس میں سے حضرت عثمانؓ تھے۔ اور بنو نوفل جس میں سے جبیر بن مطعمؓ تھے کچھ حصہ نہ دیا۔

**تشریح از شیخ مدنی** | عبد مناف کے چار بیٹے تھے۔ مطلب۔ ہاشم۔ عبد شمس اور بنو نوفل۔ ہاشم کی اولاد میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ ہیں۔ اور عبد شمس میں سے حضرت عثمانؓ ہیں۔ اور بنو نوفل میں سے حضرت جبیر بن مطعمؓ ہیں خمس خیبر میں سے آپؐ نے بنو مطلب کو دیا۔ بنو عبد شمس اور بنو نوفل کو محروم رکھا۔ جس پر ان حضرات نے اعتراض کیا کہ جیسے بنو مطلب آپؐ کے قریب ہیں۔ بنو عبد شمس اور بنو نوفل بھی قریب ہیں کہ یہ بھی عبد مناف میں جمع ہو جاتے ہیں۔ اس قرابت میں ہم بھی برابر کے شریک ہیں۔ البتہ بنو ہاشم کی قرابت میں ہم شریک نہیں ہو سکتے۔ پھر

ہمیں غم میں سے کیوں محروم رکھا گیا۔ آپ نے جو جواب دیا وہ اس پر مبنی ہے کہ مطلب کی ولادت مدینہ منورہ میں ہوئی اور اس نے بنو البخاری کی ایک عورت سے شادی کر لی جس سے عبدالمطلب پیدا ہوا۔ ہاشم نے بھی مدینہ میں شادی کی تھی۔ مرگ موت میں انہوں نے مطلب سے کہا تھا کہ بنو البخاری میں ایک بچہ ہے اس کو لانا وہ جا کر لے آئے۔ لوگوں نے اسے عبدالمطلب کہنا شروع کر دیا۔ تو عبدالمطلب نے مطلب کے گھر پر پرورش پائی۔ جاہلیت اور اسلام میں جب بنوالمطلب پر کوئی مصیبت پڑتی تھی۔ تو بنو عبدالمطلب ان کا ساتھ دیتے اور جب بنو عبدالمطلب پر مصیبت پڑتی تو بنوالمطلب ان کا ساتھ دیتے تھے۔ چنانچہ حنیف بنو کنانہ میں بنوالمطلب بنو عبدالمطلب بنو ہاشم کے ساتھ جا کر رہے۔ عبد شمس اور نوفل نے ساتھ چھوڑ دیا۔ تو جاہلیت اور اسلام میں بنوالمطلب اور بنو ہاشم کا ساتھ رہا ہے۔ اس لئے فداقرنی کے طور پر ان کو بھی سہم دیا گیا۔ جو امداد واعانت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اس لئے بنوالمطلب بنو ہاشم کی مدد واعانت کی وجہ سے حقہ ملا۔ بنو عبد شمس اور بنو نوفل نے ساتھ نہیں دیا۔ اس لئے انہیں اعتراض کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔

**حدیث نمبر ۳۸۰۸** حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْإِمَنِيُّ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ بَلَّغْنَا مَخْرَجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهَمَّ بِالْيَمَنِ فَخَرَجْنَا مَعَهُ جَرِيدًا إِلَيْهِ أَنَا وَابْنُ خُوَافٍ لِي أَنَا أَصْغَرُهُمَا أَحَدُهُمَا أَبُو بُرْدَةَ وَابْنُ خُوَافٍ أَبُو رَهْمٍ لَمَّا قَالَ بَضْعٌ وَإِنَّمَا قَالَ فِي ثَلَاثَةِ وَخَمْسِينَ أَوْ اثْنَيْنِ وَخَمْسِينَ رَجُلًا مِّنْ قَوْمِي فَرَكِبْنَا سَفِينَةً فَأَلْقَيْنَا سَفِينَتَنَا إِلَى النَّجَاشِيِّ بِالْحَبَشَةِ فَوَافَقَنَا جَعْفَرُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَأَقَمْنَا مَعَهُ حَتَّى قَدِمْنَا جَمِيعًا فَوَافَقَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ افْتَتَحَ خَيْبَرَ وَكَانَ أَنَا مِنْ النَّاسِ يَقُولُونَ لَنَا يَعْنِي لِأَهْلِ الشَّفِينَةِ سَبَقْنَاكُمْ بِالْهَجْرَةِ وَدَخَلَتْ أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ وَهِيَ مِمَّنْ قَدِمَ مَعَنَا عَلَى حَفْصَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَائِرَةً وَقَدْ كَانَتْ هَاجَرَتْ إِلَى النَّجَاشِيِّ فِيْمَنْ هَاجَرَ فَدَخَلَ عُمَرُ عَلَى حَفْصَةَ وَأَسْمَاءُ عِنْدَ هَافِقَالَ عُمَرُ حِينَ رَأَى أَسْمَاءَ مِنْ هَذِهِ قَالَتْ أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ قَالَ عُمَرُ الْحَبَشِيَّةُ هَذِهِ الْبَحْرِيَّةُ هَذِهِ قَالَتْ

أَسْمَاءُ قَالَتْ سَبَقْنَاكُمْ بِالْهَجْرَةِ فَدَخَنُ أَحَقُّ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَغَضِبْتُ وَقَالَتْ كَلَّا وَاللَّهِ كُنْتُمْ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَطْعِمُ جَائِعَكُمْ وَيَعْطِي جَاهِلَكُمْ وَكُنَّا فِي دَارِ أَوْ فِي أَرْضِ الْبُعْدَاءِ الْبُخْصَاءِ بِالْحَبَشَةِ وَذَلِكَ فِي اللَّهِ وَفِي رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَيُّ اللَّهِ لَا أَطْعِمُ طَعَامًا وَلَا أَشْرِبُ شَرَابًا حَتَّى أَذْكُمَا قُلْتُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَحْنُ كُنَّا نُؤْذِي وَنُخَافُ وَسَآذُكَرُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَسْأَلُهُ وَاللَّهِ لَا أَكْذِبُ وَلَا أَرِغُ وَلَا أَرْيُدُ عَلَيْهِ فَلَمَّا جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ يَا نَبِيَّ اللَّهِ إِنْ عُمَرُ قَالَ كَذَا وَكَذَا قَالَ فَمَا قُلْتَ لَهُ قَالَتْ قُلْتُ لَهُ كَذَا وَكَذَا قَالَ لَيْسَ بِأَحَقَّ بِي مِنْكُمْ وَلَهُ وَلِأَصْحَابِهِ هَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ وَلَكُمُ أَنْتُمْ أَهْلُ السَّفِينَةِ وَهَجْرَتَانِ قَالَتْ فَلَقَدْ رَأَيْتُ أَبَا مُوسَى وَأَصْحَابَ السَّفِينَةِ يَأْتُونِي أَرْسَالًا يَسْأَلُونِي عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ مَا مِنْ الدُّنْيَا شَيْءٌ هُمْ بِهِ أَفْرَحُ وَلَا أَعْظَمُ فِي أَنْفُسِهِمْ مِمَّا قَالَ لَهُمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُو بُرْدَةَ قَالَتْ أَسْمَاءُ فَلَقَدْ رَأَيْتُ أَبَا مُوسَى وَإِنَّهُ لَيَسْتَعِيدُ هَذَا الْحَدِيثَ مِنِّي قَالَ أَبُو بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَلْمِ لِي لَأَعْرِفُ أَصْوَاتَ رُفْقَةِ الْأَشْعَرِيِّينَ بِالْقُرْآنِ حِينَ يَدْخُلُونَ اللَّيْلَ وَأَعْرِفُ مَنَازِلَهُمْ مِنْ أَصْوَاتِهِمْ بِالْقُرْآنِ بِاللَّيْلِ وَ إِنْ كُنْتُ لَمْ أَرْمَازِلَهُمْ حِينَ نَزَلُوا بِالنَّهَارِ وَمِنْهُمْ حَكِيمٌ إِذَا لَقِيَ الْخَيْلَ أَوْ قَالَ الْعَدُوَّ قَالَ لَهُمْ إِنَّ أَصْحَابِي يَأْمُرُونَكَ أَنْ تَنْظُرَ وَهُمْ

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ فرماتے ہیں کہ ہم جب یمن میں تھے۔ تو ہمیں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت پر روانہ ہونے کی خبر پہنچی۔ ہم ہجرت کی نیت سے گھر سے نکلے۔ میں اور میرے دو بھائی جن میں سے میں سب سے چھوٹا تھا۔ ان میں سے ایک کا نام ابو بردہؓ اور دوسرے کا ابو رھمؓ تھا۔ دوسرے لوگ پچاس سے زائد تھے یا با دن اور تین آدمی وہ بھی میری قوم کے تھے۔

ہم ایک کشتی میں سوار ہوئے۔ باد مخالف کی وجہ سے کشتی نے ہمیں نجاشی بادشاہ کے پاس حبشہ میں پہنچا دیا۔ اتفاقاً حبشہ میں ہماری ملاقات حضرت جعفر بن ابی طالب سے ہوئی۔ تو ہم بھی ان کے ساتھ مقیم ہو گئے۔ یہاں تک کہ کچھ عرصہ بعد ہم اکٹھے ہی مدینہ کی طرف آئے۔ تو اتفاق سے ہماری ملاقات جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وقت ہوئی جب کہ خیبر فتح ہو چکا تھا۔ اور کچھ حضرات صحابہ کرام میں سے ہم کشتی والوں سے کہتے تھے کہ ہجرت کرنے میں ہم نے تم سے سبقت کر لی ہے۔ چنانچہ حضرت اسماء بنت عمیس جو ان لوگوں میں شامل تھیں جو ہمارے ساتھ حبشہ سے مدینہ کو آئے۔ تو وہ حضرت حفصہ زوجہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کے لئے آئیں۔ اور وہ بھی اپنے خاوند حضرت جعفر کے ہمراہ نجاشی بادشاہ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں میں شامل تھیں۔ پس حضرت عمرؓ اپنی بیٹی حفصہ کے پاس اس وقت تشریف لائے جب کہ حضرت اسماءؓ بی بی حفصہ کے پاس تھیں۔ حضرت عمرؓ نے حضرت اسماءؓ کو دیکھ کر پوچھا کہ یہ کون ہیں۔ وہ بولیں کہ حضرت اسماء بنت عمیسؓ ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ اچھا یہ حبشہ والی ہے اور سمندری سفر کرنے والی ہے۔ حضرت اسماءؓ نے فرمایا۔ ہاں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہم نے ہجرت کرنے میں تم سے سبقت کی ہے۔ اس لئے ہم تمہاری نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب کے زیادہ ہتھار ہیں۔ جس پر حضرت اسماءؓ کو غصہ آیا۔ فرمانے لگیں ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ واللہ! تم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہے۔ آپؐ تمہارے بھوکے کو کھانا کھلاتے تھے۔ اور نادان قہ جاہل کو وعظ کمر کے مسائل بتاتے تھے۔ اور ہم ایسی سرزمین میں تھے جو دور دراز ہے۔ اور دشمنوں کی وجہ سے مغموض ہے یعنی حبشہ میں تھے۔ اور ہماری یہ کاوش اللہ اور اس کے رسول کے لئے تھی۔ اللہ کی قسم! اس وقت تک نہ میں کھانا کھاؤں گی اور نہ ہی پانی پیوں گی۔ جب تک کہ جو کچھ تم نے کہا ہے۔ وہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر نہ کروں۔ ہمیں تکلیفیں دی جاتی تھیں۔ ہمیں ڈرایا دھمکایا جاتا رہا۔ میں اس بات کا جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کروں گی۔ اور اس بارے میں میں ان سے دریافت کروں گی واللہ! نہ تو میں کوئی جھوٹی بات کہوں گی اور نہ ہی ترور مروڑ کر پیش کروں گی اور نہ ہی بڑھاپڑھا کر بیان کروں گی۔ چنانچہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے تو حضرت اسماءؓ نے کہا۔

اے اللہ کے نبی! حضرت عمرؓ نے اس طرح کہا ہے۔ آپؐ نے پوچھا۔ کہ پھر تو نے کیا جواب دیا۔ وہ بولیں۔ میں نے اس طرح جواب دیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم سے زیادہ میرے قریب کوئی مقدار نہیں۔ حضرت عمرؓ کو اور ان کے ساتھیوں کو ایک ہجرت کا ثواب ملے گا اور تمہیں اے کشتی والو! دو ہجرتوں کا ثواب ملے گا۔ یعنی ایک ہجرت حبشہ دوسری ہجرت الی المدینہ۔ حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ابو موسیٰؓ اور دوسرے کشتی والوں کو میں دیکھ رہی ہوں۔ کہ فوج در فوج آکر میرے سے اس حدیث کے بارے میں پوچھتے تھے۔ گویا کہ دنیا کی کوئی چیز ان کو زیادہ خوش کرنے والی نہیں تھی اور نہ ہی ان کے لئے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے کوئی بڑی عظمت والی چیز تھی۔ حضرت ابو بردہؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت اسماءؓ فرماتی تھیں۔ کہ میں نے دیکھا کہ حضرت ابو موسیٰؓ بار بار اس حدیث کو میرے سے دہراتے تھے اور ابو بردہؓ جناب ابو موسیٰؓ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میں اشعری ساتھیوں کی آواز کو پہچان لیتا ہوں۔ جب کہ وہ رات کے وقت وہ قرآن مجید پڑھتے ہیں۔ اور اس طرح رات کو قرآن مجید پڑھنے کے وقت ان کی آوازوں کے ذریعہ ان کی جگہوں کو بھی معلوم کر لیتا ہوں۔ اگرچہ دن کے وقت جب وہ کہیں مقیم ہوتے ہیں۔ تو میں نے ان کے ٹھکانوں کو نہیں دیکھا ہوتا۔ اور ان میں سے حضرت حکیمؓ تھے۔ جب وہ کسی گھوڑ سوار دستے سے یا دشمن سے جنگ کرتے تو فرط شجاعت سے ان سے کہتے کہ میرے ساتھی تم حکم دے رہے ہیں۔ کہ ان کا انتظار کرو۔

**تشریح از شیخ منیٰ** | **مخرج النبی سے ہجرت الی المدینہ مراد ہے۔ اور ممکن ہے۔**

بعثت نبوی مراد ہو۔ مگر پہلا احتمال زیادہ قریب ہے۔

سبقناکم بالہجرة یعنی آج تمہارا لاساب نہیں رہا۔ بلکہ تمہارا تقوا ہی رہ گیا ہے۔ اس

لئے فرمایا کہ ہم نے تم سے پہلے ہجرت کی ہے۔

ارض تنظروہم یہ انتظار سے مانوڑ ہے۔ احتمال ہے کہ دشمنوں سے کہہ رہے ہوں۔

کہ ہم تو پیدل ہیں ذرا ہمارے گھوڑ سواروں کا انتظار کرو۔ تاکہ ہم مل کر قتال کریں اگر خیل ملیں مراد ہو تو مطلب یہ ہوگا۔ کہ اپنے گھوڑ سواروں سے کہہ رہے ہیں کہ ذرا انتظار کرو۔ تاکہ ہمارا پیدل

دستہ آجاتے تو مل کر دشمنوں پر حملہ کریں۔ یعنی ان کا مشغلہ جہاد ہی رہتا تھا۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ دونوں حضرات کا کلام اتفاقاً اس مقالہ تک پہنچا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت عمرؓ کا حضرت اسماءؓ سے یہ کلام تحدیثِ نعمت کے طور پر ہو۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں پہلے ہجرت کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اور ایسی گفتگو بسا اوقات ساتھیوں اور دوستوں میں ہو جایا کرتی ہے۔ اس سے تفاخر مقصود نہیں ہوتا۔

**تشریح از شیخ زکریا** | ظاہر اس لئے کہ حضرت عمرؓ کی ہجرت الی المدینہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے ہے۔ اور حضرت اسماءؓ اور ان کے ساتھیوں کی ہجرت ہجرتِ نبوی کے بعد ہے۔ جس پر چھ سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ فتحِ خیبر کے موقعہ پر آئے ہیں۔ میرے نزدیک دوسرا احتمال راجح ہے۔ کہ تحدیثِ نعمت کے طور پر یہ گفتگو ہوئی۔ چنانچہ ابن سعد میں ہے۔ کہ حضرت اسماء بنت عیسٰی نے فرمایا۔ کہ یا رسول اللہؐ کچھ لوگ ہم پر فخر کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ تم لوگ مہاجرینِ اولیں میں سے نہیں ہو۔ جس پر آپؐ نے فرمایا۔ کہ تمہیں تو دو ہجرتوں کا ثواب ملے گا۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | لیسے با حق منکم حضرت عمرؓ کا بھلا ہو کہ انہوں نے ایسے طریقہ سے خطاب کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بی بی اسماءؓ کو راضی کر دیا۔ لیکن اس سے ان کو زیادتیِ ثواب کی لازم نہیں آتی۔ کیونکہ آپؐ کا ارشاد ہے کہ وہ تم سے زیادہ مقدار نہیں۔ بلکہ سب مسلمان بہت سے استحقاقات میں برابر ہیں۔

**تشریح از شیخ زکریا** | حافظ فرماتے ہیں کہ ظاہراً ان کی دوسری مہاجرین پر فضیلت لازم آتی ہے۔ لیکن یہ فضیلت علی الاطلاق نہیں بلکہ اس حیثیت سے فضیلت ہے۔ دورہ امت کا اتفاق ہے کہ حضرت عمرؓ افضل الامت ہیں۔ تو جزئی فضیلت حاصل ہوئی۔ کلی فضیلت نہیں ہے۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | ان لا عرف اصوات رفقة منہ اس میں اشعری حضرات کی مدح ہے۔ کہ وہ قرآن مجید کو آواز بنا کر پڑھتے ہیں۔ اور جب لوگ اپنے بستروں پر آرام کر رہے ہوتے ہیں۔ تو یہ لوگ بہر اقرآن مجید پڑھتے ہیں۔ لیکن یہ ایسا جہر ہے جس سے



دوسروں کو تکلیف نہیں پہنچتی۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | انھیں حکیم اذا القی الخیل اس کلام میں حضرت حکیم کی مدح سرائی ہے کہ وہ اپنے ساتھیوں سے پہلے دشمن کے پاس پہنچ جاتے ہیں اور انہیں جنگ کرنے کے لئے آمادہ کرتے ہیں۔

**تشریح از شیخ زکریا** | یعنی وہ فرط شجاع سے دشمن سے بھاگتے نہیں بلکہ انہیں لٹکارتے ہیں۔ اور میرے نزدیک خیل سے خیل عدد مراد ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ وہ مشرکین کے سواروں کو دھمکیاں دیتے ہیں۔ حالانکہ وہ اکیلے ہوتے ہیں۔ وہ ان سے ڈرتے نہیں ہیں۔ یہ بھی کمال شجاعت کی دلیل ہے۔ چنانچہ غزوہ اوطاس میں آ رہا ہے کہ وہ ایک صاحب سے فرما رہے ہیں تمہیں شرم نہیں آتی ثابت قدم رہ کر دشمن کا مقابلہ کیوں نہیں کرتے۔

حدیث نمبر ۳۸۰۹ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَدْ مَنَّا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ أَنْ افْتَتَحَ خَيْبَرَ فَقَسَمَ لَنَا وَلَمْ يَقْسَمْ لِأَحَدٍ لَمْ يَشْهَدْ الْفَتْحَ غَيْرُنَا۔

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں فتح خیبر کے بعد حاضر ہوئے۔ تو آپ نے ہمارے لئے غنیمت کے مال میں حصہ مقرر کیا۔ ہمارے علاوہ جو شخص بھی فتح خیبر میں حاضر نہیں ہوا۔ اسے حصہ نہیں دیا۔

حدیث نمبر ۳۸۱۰ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ زَيْدَةَ يَقُولُ افْتَتَحْنَا خَيْبَرَ وَلَمْ نَعْنَمْ ذَهَبًا وَلَا فِضَّةً إِنَّمَا غَنِمْنَا الْبَقَرُ وَالْإِبِلَ وَالْمَتَاعَ وَالْحَوَائِطَ ثُمَّ أَنْصَرَفْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي وَادِي الْقُرَى وَمَعَهُ عَبْدُ اللَّهِ يَقَالُ لَهُ مَدْعَمُ أَهْدَاهُ لَهُ أَحَدُ بَنِي الضَّبَابِ فَبَيْنَمَا هُوَ يَحْطُرُ رَحْلَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَاءَهُ سَهْمٌ عَائِرٌ حَتَّى أَصَابَ ذَلِكَ الْعَبْدَ فَقَالَ النَّاسُ هُنِيئًا لَهُ الشَّهَادَةُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلَى وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّ الشَّمْلَةَ الَّتِي أَصَابَهَا يَوْمَ خَيْبَرَ مِنَ الْعَمَانِ لَمْ تُصِبْهَا

الْمَقَاسِ لَتَشْتَعِلَ عَلَيْهِ نَارًا فَجَاءَ رَجُلٌ حِينَ سَمِعَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشْرَاكَ أَوْ بِشْرَاكَيْنِ فَقَالَ هَذَا شَيْءٌ كُنْتُ أَصْبَعُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شِرَاكَ أَوْ شِرَاكَيْنِ مِنْ نَارٍ

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں۔ کہ خیر کو ہم نے فتح کیا۔ لیکن مال غنیمت میں نہ تو ہمیں سونا ملا اور نہ ہی چاندی ملی۔ البتہ ہمیں غنیمت میں گائے۔ اونٹ۔ گھڑ اسباب اور باغات ملے۔ وہاں سے فارغ ہو کر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جب وادی القریٰ میں پہنچے اور آپ کے ہمراہ ایک غلام تھا۔ جس کو مدغم کہا جاتا تھا۔ جو بنو النضیب کے ایک آدمی نے آسفرخت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ کے طور پر دیا تھا۔ دریں اثنا کہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کجاوہ اتار رہا تھا۔ کہ اسے ایک ایسا تیرا کہ لگا جس کا مارنے والا معلوم نہ ہو سکا۔ جس کے لگنے سے اس غلام کی موت واقعی ہو گئی۔ لوگ کہنے لگے۔ اس کی شہادت کس قدر مبارک ہے۔ جس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں! قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ بے شک وہ چادر گرم غنیمت کے غیر تقسیم شدہ مال میں سے جو اس نے لی تھی وہ اس پر آگ کو بکڑ کا رہی ہے۔ جب لوگوں نے یہ بات جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی۔ تو کوئی ایک تسمہ اور کوئی دو تسمے لے کر آیا۔ اور کہنے لگا کہ میں نے اس کو لے لیا تھا۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ آگ کا ایک تسمہ ہے۔ یا دو تسمیں ہیں۔ اب میں کیا کروں۔ ان کی تقسیم کیسے ممکن ہے۔

**تشریح از شیخ مدنی** | سمعہ عاصم وہ تیر جس کا مارنے والا معلوم نہ ہو سکے مدغم نے ایک گرم چادر سرقہ کی تھی۔ جو حقوق العباد میں سے ہے۔ شہادت کے متعلق ارشاد ہے۔ السیف محاء للذنوب الا الذین کہتوا تمام گناہوں کو مٹا دینے والی ہے۔ مگر قرضہ جو حقوق العباد میں سے ہے وہ معاف نہیں ہوگا۔ تو آسفرخت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ ہاں کہ ان کی شہادت تو ہے مگر حقوق العباد بھی ان پر باقی ہیں۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | بلی والذی نفسی بیہ ۶۰۸ کلمہ بلی اس جگہ لانے

کے معنی ہیں۔ کہ ان کے لئے شہادت نہیں جب کہ حقوق العباد اس کے ذمہ باقی ہیں اور شاید

کلمہ بلی اس جگہ ایسے مستعمل ہے جیسے ہندی زبان میں کلمہ ماں ! استعمال کیا جاتا ہے۔  
جس میں آواز کو لمبا کیا جاتا ہے اور لہجہ بدل دیا جاتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریا اکلمہ بلی نے شرح کو مشکل میں ڈال دیا۔ اس لئے وہ فرماتے

ہیں کہ بلی نہیں بلکہ بل تھا۔ جسے تصویف کر کے بلی بنا دیا۔ اور مسلم کی روایت میں کلا وارد ہو ہے۔  
اس صورت میں معنی ہوں گے کہ ایسا نہیں جیسا کہ تم لوگ گمان کرتے ہو۔ بلکہ یہ غلول ہے جس کی  
سزا جہنم ہے اور غلول کے بارے میں وعید ہے۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتَامَىٰ**  
**حَدِيثُ نُمَيْرٍ ۳۸۱۱ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ السِّمَعِيُّ عَنْ عَبْدِ**

**الْخَطَّابِ يَقُولُ أَمَا وَاللَّهِ لَوْ أَنِّي لَمْ أَقْرَأْ إِلَّا قِسْمَهَا كَمَا قَسَمَ إِلَيْنَا**  
**لَيْسَ لَهَا شَيْءٌ مَا فُتِحَتْ عَلَيَّ قَرِيبَةٌ إِلَّا قَسَمْتُهَا كَمَا قَسَمَ إِلَيْنَا صَلَّي**  
**اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرٌ وَلَكِنِّي أَتَرُكُهَا خَدَانَةً لِّهَمْ يَتَّقِيهِمُوهَا۔**

ترجمہ۔ حضرت عمر بن الخطابؓ فرماتے ہیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت

میں میری جان ہے۔ اگر مجھے اس کا خطرہ نہ ہوتا کہ آخر میں جو لوگ آئیں گے وہ خالی ہاتھ رہ جائیں  
گے۔ ان کے لئے کچھ بھی نہیں ہوگا۔ تو جو بستی فتح ہوتی اس کی اراضی کو میں مجاہدین میں تقسیم کر دیتا۔  
جیسے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اراضی خیبر کو مجاہدین میں تقسیم کر دیا۔ لیکن میں ان اراضی  
کو آنے والے مسلمانوں کے لئے خزانہ کے طور پر چھوڑتا ہوں تاکہ وہ اسے تقسیم کر لیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ منقولہ اشعار تو فائزین میں تقسیم کی جاتی رہی ہیں۔ لیکن

غیر منقولہ اشعار میں امام کو اختیار ہے کہ انہیں تقسیم کرے یا مصالح عامہ کے لئے اسے رکھ لے۔  
حضرت عمرؓ نے اسی پر عمل فرمایا کہ اراضی کو تقسیم نہیں کیا۔

**حَدِيثُ نُمَيْرٍ ۳۸۱۲ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَشِيِّ الْأَعْمَشِيُّ قَالَ لَوْ لَا**  
**أَخْرَأَ الْمُسْلِمِينَ مَا فُتِحَتْ عَلَيْهِمْ قَرِيبَةٌ إِلَّا قَسَمْتُهَا كَمَا قَسَمَ إِلَيْنَا صَلَّي**  
**اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرٌ۔**

ترجمہ۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اگر بعد میں آنے والے مسلمانوں کو فکر نہ ہوتی تو جو بھی

آبادی مجھ پر فتح ہوتی۔ میں اس کی اراضی کو اس طرح بانٹ دیتا جیسے آپؐ نے غیر کی اراضی کو بانٹا تھا۔

**تشریح از قاسمی** | اگر اشکال ہو کہ حضرت عمرؓ کو فائزین کے حق کو دبانے کا کیا اختیار ہے تو کہا جائے گا کہ فائزین کو بیع حبہ وغیرہ سے راضی کر کے تمام مسلمانوں کے لئے وقف کر دیں۔ ممکن ہے لوگوں پر سخی کا غلبہ ہو جائے۔ اور آخر الناس کے لئے کچھ بھی نہ چھوڑیں۔

حدیث نمبر ۳۸۱۳ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ ۱۰۱۰ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ ۱۰۱۱ أَخْبَرَنَا أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ ۱۰۱۲ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهْ بَعْضُ بَنِي سَعِيدٍ ابْنِ الْعَاصِ لَا تُعْطِيهِ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ ۱۰۱۳ هَذَا قَاتِلُ ابْنِ قَوْقِلٍ فَقَالَ وَأَعْبَاهُ لِيُؤْبَدَ تَدَلَّى مِنْ قُدُومِ الضَّانِ وَيَذْكُرُ عَنِ الرَّبِيدِيِّ ۱۰۱۴ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ ۱۰۱۵ يُخْبِرُ سَعِيدَ بْنَ الْعَاصِ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَانًا عَلَى سَرِيَّةٍ مِنَ الْمَدِينَةِ قَبْلَ نَجْدٍ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ ۱۰۱۶ فَقَدِمَ أَبَانٌ وَأَصْحَابُهُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَيْبَرَ بَعْدَ مَا افْتَتَحَهَا وَإِنْ خُذِمَ خِلْمُهُ لَيْفٌ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ ۱۰۱۷ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَا تُقْسِمُ لَهُمْ قَالَ أَبَانٌ وَأَنْتَ بِهَذَا يَا وَبُرْتُ حَدَّثَ رَمِيْنُ رَأْسِ ضَانٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَانُ اجْلِسْ فَلَمْ يُقْسِمْ لَهُمْ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سَعِيد بن عَاصؓ کو خبر دیتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے نجد کی طرف ایک فوجی دستہ بھیجا۔ جس کی کمان ابانؓ کمرہ ہے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ابانؓ اور ان کے ساتھی خیبر میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب کہ خیبر فتح ہو چکا تھا اور ان کے گھوڑوں کے جزام لیف میں سے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ ان لوگوں کو غنیمت کا حصہ نہ دیں۔ تو ابانؓ نے کہا۔ اچھا تم بھی یہ بات کہتے ہو۔ اے لومڑ! تم دوس کے پہاڑِ ضان کی چوٹی سے انہیں کمریہ بات کہتے ہو۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابانؓ! تم بیٹھے جاؤ۔ اور آپ نے ان کو غنیمت سے حصہ نہ دیا۔

حدیث نمبر ۳۸۱۴ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ ۱۰۱۸ أَخْبَرَنِي جَدِّي أَنَّ أَبَانَ بْنَ سَعِيدٍ أَقْبَلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَقَالَ

أَبُو هُرَيْرَةَ يَأْسُورُ اللَّهُ هَذَا أَتَيْتُ ابْنَ قَوْقِلٍ وَقَالَ أَبَانُ لِأَبِي هُرَيْرَةَ  
وَاعْبَأْ بِكَ وَبُرْتُ أَدَامَتُ قُدُومَ ضَانٍ يَنْعَى عَلَى أَمْرٍ أَكْرَمَهُ  
اللَّهُ يَسِيدِي وَمَنْعَهُ أَنْ يَكُنْ يَنْبِيَّ بَيْدٍ ۵۔

ترجمہ۔ میرے دادا سعید مجھے خبر دیتے ہیں کہ ابان بن سعید بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
کی طرف آئے اور آپ پر سلام کیا۔ تو حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا۔ یا رسول اللہ! یہ ابن قوقل کا  
قاتل ہے۔ تو ابانؓ نے ابو ہریرہؓ سے کہا۔ تجھ پر تعجب ہے۔ تو ایک لومڑ ہے جو ضان پہاڑ سے  
نیچے اتر کر مجھے اس شخص کی موت کا طعنہ دیتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھ سے عزت  
دی کہ وہ شہید ہو گئے۔ اور مجھے اس کے ہاتھ سے میری توہین کرنے سے اسے روک دیا۔ کہ  
اگر میں کفر کی حالت میں اس کے ہاتھ سے مارا جاتا تو جہنم رسید ہوتا۔ اس سے میری توہین  
ہوتی۔ تو مجھے کفر سے نجات ملی ان کو شہادت کا مقام ملا۔

تشریح از شیخ مدنی [دوسرا ایک جنگلی جانور ہے۔ جو چھوٹے قد کا ہوتا ہے بلی کے  
برابر۔ اسے بقرا سما جیل بھی کہتے ہیں۔ نعمان بن قوقل کو ابانؓ نے غزوہ احد میں شہید کیا تھا اور  
وہ غزوہ خیبر سے پہلے مسلمان ہو گئے تھے۔ حضرت ابانؓ انصاریں سے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کا  
مقصود یہ تھا کہ ایسے قاتل کو غنیمت سے حصہ نہ ملے۔

قدوم الضان دوس قبیلہ ابو ہریرہؓ کا ایک پہاڑ ہے۔ چونکہ حضرت ابو ہریرہؓ بیت  
قد تھے۔ اس لئے حضرت ابانؓ نے ان کو وہاں سے تشبیہ دے کر طنز کیا۔

لیف ایک خاص قسم کا درخت ہے جس کی چھال کو کھانا جاتا ہے۔ اور لیف کھجور کے پتوں  
کو بھی کہا جاتا ہے۔ جس سے تکیہ وغیرہ بھرے جاتے ہیں۔ جو اہل ثروت لوگ ہیں وہ تو گھوڑے  
کے حزام چمڑے سے بناتے ہیں۔ اور غریب لوگ لیف یعنی کمال سے بناتے ہیں۔ حزم جمع  
حزام وہ تنگ جو گھوڑے کی کمر میں باندھا جاتا ہے۔ تندائی و تنداء اور متحدہ کے معنی لڑھک  
جانا۔ قدوم ضان پہاڑ کا نام ہے اور اس کے معنی چوٹی کے ہیں۔ تو حضرت ابانؓ کا اعتراض  
یہ تھا کہ تم ضان سے آکر ہمارے تقسیم میں خلل اندازہوتے ہو۔ ضال بمعنی بھاری کے بیز اور سلم  
بول کو کہتے ہیں۔ جو لوگ دیہات میں رہتے ہیں۔ ان کے انساب محفوظ ہوتے ہیں۔ شہریوں کے

النسب اس قدر محفوظ نہیں ہوتے۔ کیونکہ ان میں خلط ملط ہوتا رہتا ہے۔ یہی حال عرب کا تھا۔ دیہاتی لوگ محفوظ النسب والے تھے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ پہاڑ اور جنگلات میں رہنے والوں کی عزت اور عظمت محفوظ رہتی ہے۔ شہر میں عزت گرہ جاتی ہے۔ اور بعض روایات میں ضال کے الفاظ ہیں۔ اس سے مقصد یہ تھا کہ ایک جنگلی آدمی آکر ہمارے عیوب بیان کر رہا ہے۔ یا ہماری قسمت میں خلل انداز ہو رہا ہے۔ جس کا انہیں کوئی حق نہیں۔ اگر ابان ابن قوئل کے ہاتھوں قتل ہو جاتے تو اسلام سے محروم ہو کر داخل فی النار ہوتے۔ ابن قوئل کو عزت ملی کہ وہ میرے ہاتھوں شہید ہوئے۔

حدیث نمبر ۳۸۱۵ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرْسِلَتْ إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَمَسَّاهُ وَمِزَّاهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَقَّاهُ اللَّهُ عَلَيْهِ بِالْمَدِينَةِ وَفِي ذَلِكَ وَمَا بَقِيَ مِنْ خُمُسٍ خَيْبَرُ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَوْرَثُ مَا تَرَكَنَاهُ صَدَقَةٌ لِمَنْ عَمِيَ كُلُّ الْإِسْلَامِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَا الْمَالِ وَلِيَّيَّ وَاللَّهُ لَا أُغَيِّرُ شَيْئًا مِنْ صَدَقَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ حَالِهَا الَّتِي كَانَ عَلَيْهَا فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا عَمَلْتُ فِيهَا بِمَا عَمِلَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَبَى أَبُو بَكْرٍ أَنْ يُدْفَعَ إِلَى فَاطِمَةَ مِنْهَا شَيْئًا فَوَجَدْتُ فَاطِمَةَ عَلَى أَبِي بَكْرٍ فِي ذَلِكَ فَهَجَرْتُهُ فَلَمْ تُكَلِّمُهُ حَتَّى تَوَفَّيْتُ وَعَاشَتْ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّةَ أَشْهُدٍ فَلَمَّا تَوَفَّيْتُ دَفَنَهَا زَوْجَهَا عَلِيٌّ لَيْلًا وَلَمْ يُؤْذِنْ بِهَا أَبَا بَكْرٍ وَصَلَّى عَلَيْهَا وَكَانَ لِعَلِيِّ مِنَ النَّاسِ وَجْهٌ حَيَاةَ فَاطِمَةَ فَلَمَّا تَوَفَّيْتُ اسْتَنْكَرَ عَلِيٌّ وَجُوهَ النَّاسِ فَالْتَمَسَ مُصَالَحَةَ أَبِي بَكْرٍ وَمُبَايَعَتَهُ وَلَمْ يَكُنْ يُبَايِعُ تِلْكَ الْأَشْهُدَاءَ رَسَلًا إِلَى أَبِي بَكْرٍ أَنْ أَتَيْنَا وَلَا يَأْتِنَا أَحَدٌ مَعَكَ كِرَاهِيَّةً لِمُحْضِرٍ عَمَدٍ فَقَالَ عُمَرُ لَا وَاللَّهِ لَا تَدْخُلُ

عَلَيْهِمْ وَحَدَّثَكَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ وَمَا عَسَيْتُمْ أَنْ يَفْعَلُوا بِي وَاللَّهِ لَا يَنْتَهُمُ  
فَدَخَلَ عَلَيْهِمْ أَبُو بَكْرٍ فَتَشَمَّدَ عَلَيَّ فَقَالَ إِنَّا قَدْ عَرَفْنَا فَضْلَكَ  
وَمَا آعْطَاكَ اللَّهُ وَلَمْ نَنْفُسْ عَلَيْكَ خَيْرًا سَأَلَهُ اللَّهُ عَلَيْكَ وَلِلنَّاسِ  
اسْتَبَدَّدَتْ عَلَيْنَا بِالْأَمْرِ وَكُنَّا نَرَى لِقَرَابَتِنَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَصِيبًا حَتَّى فَاضَتْ عَيْنَا بِي بِكْرٍ فَلَمَّا تَكَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ  
قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لِقَرَابَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَصِلُ مِنْ قَرَابَتِي وَأَمَّا الَّذِي شَجَرْتَنِي وَبَيْنَكُمْ مِنْ  
هَذِهِ الْأَمْوَالِ فَلَمْ أَلْ فِيهَا عَيْنَ الْخَيْرِ وَلَمْ أَتُرِكَ أَهْرًا رَأَيْتُ رَسُولَ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُهُ فِيهَا إِلَّا صَنَعْتُهُ فَقَالَ عَلَيَّ لَا بِي بِكْرٍ  
مَوْعِدُكَ الْعَشِيَّةَ لِبَيْعَةٍ فَلَمَّا صَلَّى أَبُو بَكْرٍ الظُّهْر رَفَعِي عَلَى الْمُنْبَرِ  
فَتَشَهَّدَ وَذَكَرَ شَأْنِي عَلَيَّ وَتَخَلَّفَهُ مِنَ الْبَيْعَةِ وَعُذْرَهُ بِالَّذِي  
اعْتَذَرَ إِلَيْهِ ثُمَّ اسْتَغْفَرَ وَتَشَهَّدَ عَلَيَّ فَعَظَّمَهُ حَتَّى آتَى بِكْرٍ وَحَدَّثَكَ  
أَنَّهُ لَمْ يَحْمِلْهُ عَلَى الَّذِي صَنَعَهُ نَفَاسَةً عَلَيَّ بِي بِكْرٍ وَلَا انْكَارًا  
لِلَّذِي فَضَّلَهُ اللَّهُ بِهِ وَلَكِنَّا كُنَّا نَرَى لَنَا فِي هَذَا الْأَمْرِ نَصِيبًا فَاسْتَبَدَّدَ  
عَلَيْنَا فَوَجَدْنَا فِي أَنْفُسِنَا فَسْرَ بِذَلِكَ الْمُسْلِمُونَ وَقَالُوا أَصِيبَتْ  
وَكَانَ الْمُسْلِمُونَ إِلَى عَلِيٍّ قَرِيبًا حِينَ رَاجَعَ الْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ.

ترجمہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت

ابو بکرؓ کی طرف قاصد بھیجا کہ وہ ان سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث مانگتی  
تھیں۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے بغیر لڑائی کے ان کو مال دیا تھا۔ کچھ مدینہ میں کچھ فدک میں اور کچھ خیبر  
کے خمس سے باقی بچا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا  
ارشاد ہے کہ ہم انبیاء علیہم السلام کی وراثت نہیں چلتی۔ جو کچھ ہم چھوڑ جاتے ہیں وہ سب  
صدقہ ہے۔ البتہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان اس مال فقی میں سے خرچہ کھا سکتا ہے۔ واللہ  
میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں سے کسی چیز کو اس حالت سے تبدیل نہیں

کروں گا جس حالت پر وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھی۔ اور ان میں  
 میں اس طرح عمل پیرا ہوں گا جس طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں عمل کرتے تھے۔  
 بہر حال حضرت ابوبکرؓ نے حضرت فاطمہ الزہراءؓ کے پاس ان اموال میں سے کسی چیز کو سپرد کرنے سے  
 انکار کر دیا تو اس وجہ سے حضرت فاطمہؓ ابوبکر صدیقؓ پر ناراض ہو گئیں۔ پس انہیں چھوڑ دیا۔  
 مرتے دم تک ان سے پھر بات چیت نہیں کی۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہ  
 چھ ماہ تک زندہ رہیں۔ پس جب ان کی وفات ہو چکی تو ان کے شوہر حضرت علیؓ نے راتوں رات  
 انہیں دفن کر دیا۔ اور اس کی اطلاع حضرت ابوبکرؓ کو نہ دی۔ اور خود ہی ان کی نماز جنازہ پڑھی۔  
 حضرت فاطمہؓ کی زندگی میں حضرت علیؓ کی لوگوں کے اندر وجاہت اور وقار تھا۔ جب ان کی وفات  
 ہو گئی۔ تو حضرت علیؓ نے لوگوں کی توجہ کو بدلایا۔ جس پر حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے مصالحت  
 اور بیعت کا پروگرام بنایا۔ کیونکہ ان چھ مہینوں میں حضرت علیؓ نے بیعت نہیں کی تھی۔ تو حضرت  
 علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ ہمارے پاس تشریف لائیں۔ بشرطیکہ آپ کے ہمراہ  
 اور کوئی نہ ہو۔ کیوں کہ وہ حضرت عمرؓ کی حاضری کو پسند نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ پیغام سننے پر  
 حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ آپ ان کے پاس اکیلے نہ جائیں۔ لیکن حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا مجھے امید  
 نہیں ہے کہ وہ میرے ساتھ کوئی بدسلوکی کریں گے۔ واللہ! میں ضرور ان کے پاس جاؤں گا۔  
 چنانچہ حضرت ابوبکرؓ ان حضرات کے پاس تشریف لے گئے۔ تو حضرت علیؓ نے کلمہ شہادت پڑھ کر  
 فرمایا کہ ہمیں آپ کی بزرگی اور وہ فضاں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائے ہیں ہمیں پورا  
 اعتراف ہے۔ ہم اس بھلائی کا جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف بھیجی ہے حسد نہیں کرتے۔  
 یعنی ہمیں آپ کی خلافت پر حسد نہیں ہے۔ لیکن یہ شکوہ ضرور ہے کہ خلافت کے معاملہ میں منفرد  
 رہے ہم سے مشورہ نہیں کیا۔ ہم لوگ بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت کی وجہ  
 سے مشاورت کا حق تو رکھتے تھے۔ باتیں سنتے سنتے حضرت ابوبکرؓ کی آنکھیں بہہ پڑیں آنسو جاری  
 ہو گئے۔ پھر جب ابوبکرؓ بولے۔ تو فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری  
 جان ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت میری اپنی قربت سے مجھے زیادہ  
 عزیز ہے کہ میں اس کا لحاظ کروں اور صلہ رحمی کا حق ادا کروں۔ لیکن یہ جو ان اموال نے میں



میرے اور آپ کے درمیان اختلاف ہو گیا ہے۔ تو یاد رکھئے۔ اس میں بھلائی کے اندر کوتاہی نہیں کر دوں گا اور ان اموال میں جو طریقہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا۔ میں اس کو ضرور اختیار کر دوں گا۔ جس پر حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا کہ آپ سے بیعت کا وعدہ زوال کے بعد کا ہے۔ پس حضرت ابوبکرؓ نے جب ظہر کی نماز سے فراغت حاصل کی۔ تو منبر پر چڑھ گئے۔ کلمہ شہادت پڑھا۔ اور حضرت علیؓ کی شان اور مرتبہ ذکر کیا۔ اور بیعت میں دیر کرنے اور اس کے غم کو ذکر کیا۔ جو انہوں نے بیان کیا تھا۔ پھر بخشش طلب کرنے کے لئے استغفار پڑھا۔ حضرت علیؓ نے اٹھ کر کلمہ شہادت پڑھا۔ پھر حضرت ابوبکرؓ کی عظمت شان کو بیان کیا۔ اور بتلایا کہ جو کچھ انہوں نے کیا ہے۔ اس کا باعث ابوبکرؓ پر حسد کرنا نہیں ہے۔ اور نہ ہی ان فضائل کا انکار کرنا ہے۔ جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں برتری عطا فرمائی ہے۔ لیکن ہم اس خلافت کے معاملہ میں مشورہ کی حد تک اپنا کچھ نہ کچھ حق ضرور سمجھتے تھے۔ جس میں ہمیں نظر انداز کر کے تفرّد کا مظاہرہ کیا گیا۔ جس کی وجہ سے ہمارے دلوں میں ناراضگی پیدا ہوئی اس بیان پر مسلمان خوش ہو گئے۔ اور کہنے لگے کہ اے علیؓ! تو نے ٹھیک کہا۔ اور مسلمان حضرت علیؓ کے قریب ہو گئے۔ جب کہ انہوں نے امر بالمعروف یعنی مباہلت کی طرف رجوع کر لیا۔

**تشریح از شیخ مدنیؒ** اس روایت کی بنا پر رد افض نے حضرت ابوبکر صدیقؓ پر اپنی بہت غضبناکی کا اظہار کیا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہؓ خود حضرت ابوبکرؓ کے پاس نہیں گئیں۔ قاصد کے ذریعہ پیغام بھیجا۔

نوحیدت فاطمہؓ ایہ نہ تو حضرت فاطمہؓ کا قول ہے اور نہ ہی ان کا فعل معلوم ہوتا ہے بلکہ یہ امام زہریؒ کا قول ہے یا حضرت عروہؓ کا انتزاع ہے یا حضرت عائشہؓ کا۔ اگر بالفرض یہ انتزاع صحیح ہو۔ تو خطا کس کی ہے۔ حضرت ابوبکرؓ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل کر رہے ہیں۔ اگرچہ یہ خبر واحد ہے۔ جو ہمارے اعتبار سے غلطی ہے۔ مگر صحابی کے اعتبار سے تو قطعی ہے۔ جس کو وہ کسی صورت میں نہیں چھوڑ سکتے۔ نیز حضرت فاطمہؓ نے اس روایت کا انکار بھی نہیں کیا۔ بلکہ جب حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ جھگڑتے ہوئے حضرت عمرؓ کے پاس آئے تو انہوں نے ان دونوں حضرات سے دوسرے اکابر صحابہؓ کی موجودگی میں قسم دے کر پوچھا۔

کہ کیا ما تر کننا صدقہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے یا نہیں۔ تو سب نے اقرار کیا کہ واقعی یہ فرمان رسول ہے۔ تو جب حضرت ابو بکرؓ فرمان نبوی پر عمل کر رہے ہیں۔ تو ان پر غضب ناک ہونا یہ حضرت فاطمہؓ کی خطا تھی۔ کیونکہ وہ تو معصوم نہیں ہیں۔ تو ناراض ہونا ترک سلام و کلام کر دینا اگر اسی بنا پر ہے تو پھر حضرت فاطمہؓ خطا دار ہیں۔ اگر صدیق اکبرؓ اس فرمان نبوی پر اس طرح عمل نہ کرتے جیسے آپؐ نے کیا تھا۔ بلکہ ذوی القربیٰ پر تقسیم کر دیتے تو پھر ان پر اعتراض تھا۔ اور اس میں خود ان کا بھی بھلا تھا۔ کہ ان کی بیٹی عائشہؓ کو دشمنی سے بھد ملتا۔ لیکن جب وہ فرمان نبوی پر عمل پیرا ہیں تو خطا حضرت فاطمہؓ کی ہے اور اس میں کوئی استحالہ بھی نہیں۔ کیونکہ بغیر انبیاء اور ملائکہ کے اور کوئی معصوم عن الخطا نہیں ہے۔ بایں ہمہ یہ توجیہ اس لئے قابل قبول نہیں کہ حضرت فاطمہؓ صحابیہ ہیں۔ اور بتول کے لقب سے ملقب ہیں۔ کہ دنیا سے الگ تھلگ رہنے والی تھیں۔ طلب دنیا کے لئے کسی پر ناراض ہونا اور وہ بھی اس شخص پر جو فرمان نبوی پر عمل کرے یہ شان صحابیت کے خلاف ہے۔ جب کہ ایک ادنیٰ صوفی تارک دنیا ہو کہ دنیا کے تخت و تاج کو لات مار کر فقر اختیار کرتا ہے۔ حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کا واقعہ مشہور ہے کہ تخت و تاج کو چھوڑ کر فقر اختیار کرتے ہیں۔ تو حضرت فاطمہؓ بتول کی اولاد میں سے ایک معمولی فرد تو دنیا سے اجتناب کرے ناممکن ہے کہ نبوت کی گود میں پرورش پانے والی بیٹی دنیا کے لئے اس قدر بیتاب ہو۔ حالانکہ خود ان کا بیٹا حضرت حسنؓ دنیا سے نفور ہے بہت بڑا شکر ان کے ہمراہ تھا۔ اس فوج کو دیکھ کر حضرت امیر معاویہؓ گھبرا گئے۔ اور پیغام بھیجا کہ اس لڑائی کے نتیجہ میں فتح جس کو بھی ہو مجھے فکر ہے کہ ان بیوگان اور یتامیٰ کا تکفل کون کرے گا۔ حضرت حسنؓ نے فرمایا کہ میں تکفل کروں گا۔ بایں ہمہ سلطنت پر لات مار دی۔ مدینہ منورہ چلے آئے۔ اور فرمایا۔ لیلة القدر رھیر من الف مشھر۔ الغرض بیٹا تو سلطنت پر لات مار کر زہد اختیار کرے اور ماں جو جگر گوشہ رسول ہے۔ وہ دنیا کی وجہ سے غضب ناک ہو۔ نہاجرت کرے اور آپؐ کے فرمان پر عمل کرنے سے سلام و کلام ترک کر دے۔ اور شوہر نامدار حضرت علیؓ کا یہ حال ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے جنت کو تین روٹیوں پر خریدا ہے۔

الذین یطعمون المسکینا یتیماد اسیرا یہ آیت ان کے بارے میں نازل

ہوئی۔ جب کہ افطاری کا کھانا مسکین پر تقسیم اور قیدی کو کھلا دیا۔ دوسرے خود حضرت فاطمہؓ جن کو چکی پیسنے کی وجہ سے گٹھے پڑ گئے تھے۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خادمہ لینے کے لئے جاتی ہیں۔ خادمہ نہیں ملی۔ بلکہ اس کے بدلہ تسبیحات فاطمی کی تعلیم دی گئی۔ اس وقت تو آپ کی زندگی میں زہد کی تعلیم تھی۔ آپ کی وفات کے بعد وہ زہد کو خیر باد کہہ کر طالب دنیا بن جائیں۔ یہ بہت بعید ہے۔ یہ اسی بخاری شریف میں گزر چکا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات کے قریب ان کے کان میں ایک بات کہی تو یہ رونے لگیں۔ پھر دوسری بات کان میں بتلائی تو ہنسنے لگیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ میں نے بیک وقت کسی کو روتے اور ہنستے ہوتے نہیں دیکھا سوائے فاطمہ الزہراءؓ کے۔ آپ کی زندگی میں آپ کا راز افشاء نہ کیا۔ آپ کی وفات کے بعد حضرت عائشہؓ کے استفسار پر فرمایا کہ پہلی مرتبہ آپ نے بتلایا کہ اس بیماری میں میری وفات ہو جائے گی۔ جس پر مجھے رونا آ گیا۔ دوسری مرتبہ فرمایا کہ سب سے پہلے اہل بیت میں سے تم ہی آکر مجھے ملو گی اور تم جنت کی سیدۃ النساء ہو گی جس پر میں ہنس پڑی۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ان کی آمد و رفت اور سلام و کلام کم ہو گیا۔ حضرت صدیق اکبرؓ سے پہلے بھی تکلم نہیں تھا۔ غیر ذی رحم محرم تھیں۔ تکلم نہیں ہوا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ تمہیں کہ کاشش! میرا جنازہ مرد نہ پڑھاتا جس پر میرے جسم کی ہیئت بھی ظاہر نہ ہوتی۔ حضرت اسماعیلؓ نے گہوارہ کا ذکر کیا تو بہت خوش ہوئیں۔ تو جو مستورہ مرنے کے بعد اپنے جسم کی ہیئت کو بھی دکھانا پسند نہیں کرتیں۔ وہ طلب میراث کے لئے کہاں ماری ماری پھرتی ہو گی۔ یہ محض افتراء ہے۔ تو ہجران اس وجہ سے ہوا۔ اور لم تکلم بھی صحیح ہوا۔ کہ آمد و رفت کہاں تھی کہ ان سے کلام ہوتا۔ یا مطلب یہ ہے کہ اس مطالبہ کو چھوڑ دیا اور پھر اس بارے میں کوئی نہیں کیا۔ دوسرے اس وقت فتنہ ارتداد کی دبا پھیل گئی تھی۔ نبوت کے جھوٹے دعویدار اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ تو جیوش کی روانگی کے اہتمام میں تھے۔ انہیں اتنی فرصت کہاں تھی کہ وہ ان سے ہم کلام ہوتے۔ تو غصہ کی وجہ سے ہجران اور عدم کلام یہ راوی کا انتظار ہے۔ واقعات اس کے خلاف ہیں۔ مزید برآں وہ پہلے بھی ان کا آنا جانا نہیں تھا۔ رنج و غم کے عالم میں ان کا آنا اور کلام کرنا کیسے متصور ہو سکتا ہے تو وجہ

یہ اختراع راوی ہوا۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ وجہ کے معنی جیسے غم و غصہ کے آتے ہیں ایسے حزن کے بھی آتے ہیں۔ جیسے شاعر کہتا ہے۔ بجد الحمام ولو کو جدی اس میں وہ بھی معنی حزن کے ہے۔ تو یہاں بھی وجہت بمعنی حزن کے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق کی وجہ سے حزن و ملال رہتا تھا۔ چنانچہ حضرت علیؓ ان کی دلداری کے لئے چھ ماہ تک گھر سے باہر نہیں نکلے۔

لم یوذن بھا ابابکر اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ نے ان کو اطلاع نہیں دی۔ پھر یہ منقول نہیں کہ آیا حضرت ابوبکرؓ کو علم ہوا یا نہ ہوا۔ وہ جنازہ میں شریک ہوئے یا نہ ہوئے۔ نماز جنازہ کس نے پڑھائی۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عباسؓ نے پڑھائی۔ لیکن ریاض فترۃ میں ابن سعد کے حوالہ سے ہے کہ نماز جنازہ ابوبکر صدیقؓ نے پڑھائی خود حضرت علیؓ نے آگے کھڑا کیا کہ آپ ہمارے حاکم ہیں۔ یہ آپ کا حق ہے۔ لیکن یہ حدیث بقیہ امور سے ساکت ہے۔ لم یباع تلک الاشہر حضرت علیؓ اؤلاً تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین و تدفین میں مصروف رہے۔ بعد ازاں حضرت فاطمہؓ کی دلداری کے لئے حزن و ملال کو دور کرتے رہے۔ اور میراث نہ ملنے اور خلافت نہ ملنے کا عذر تو لنگ ہے۔ جو ان کی شان ارفع کے لائق نہیں ہے۔ لیکن ضرر عمرؓ کیونکہ یہ جانتے تھے کہ اگر حضرت عمرؓ آگئے تو سخت کٹائی کریں گے۔ تلافی نہیں ہوگا۔ ما عسیتم علی کے معنی اشفاق کے ہیں کہ مجھ کوئی ڈر نہیں۔ کہ میرے سے بد سلوکی ہوگی۔

احب الی ان اصل من قرابتی بعد ازاں ابوبکر صدیقؓ نے یہ بھی فرمایا کہ خلافت کے معاملہ میں آپ سے مشورہ اس لئے نہیں کیا گیا۔ کہ انصار سقیفہ بنو ساعدہ میں جمع ہو کر خلافت کے بارے میں جھگڑا کر رہے تھے۔ مناد میرد منکم امیر پآگئے۔ چونکہ قریش کی سیادت کو ہر ایک تسلیم کرتا تھا۔ اس لئے میری بیعت تو اچانک واقع ہوئی۔ کوئی میٹنگ ہوتی۔ ایجنڈا جاری ہوتا آپ کو نہ بلایا جاتا تو پھر اعتراض تھا۔ بفتۃ مباہلت میں آپ سے مشورہ نہیں ہو سکا۔

حدیث نمبر ۳۸۱۶ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ لَقَا فُتِحَتْ خَيْبَرُ قُلْنَا أَلَا نَشْبَعُ مِنَ الشَّعْرِ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب خیبر فتح ہوا تو ہم نے کہا اب ہم لوگ کھجور سے سیر ہوں گے۔ یعنی اب پیٹ بھر جائے گا۔

حدیث نمبر ۳۸۱۷ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ مَا شِيعْنَا حَتَّى فَتَحْنَا خَيْبَرَ

ترجمہ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے پیٹ بھر کر نہیں کھایا یہاں تک کہ ہم نے خیبر کو فتح کیا تب سیری ہوئی۔

## بَابُ اسْتِعْمَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَهْلِ خَيْبَرَ

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خیبر والوں پر حاکم مقرر کرنا۔  
حدیث نمبر ۳۸۱۸ حَدَّثَنَا اسْمَعِيلُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ وَأَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعْمَلَ رَجُلًا عَلَى خَيْبَرَ فَجَاءَهُ بِتَمَرٍ جَنِيْبٍ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلْتُ تَمْرَ خَيْبَرَ هَكَذَا فَقَالَ لَا وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا لَنَأْخُذُ الصَّاعَ مِنْ هَذَا يَا الصَّاعَيْنِ بِالْخَلْثَةِ فَقَالَ لَا تَفْعَلْ بِعِ الْجَمْعِ بِالذَّرَاهِمِ لُقْمًا بَتْعَ بِالذَّرَاهِمِ جَنِيْبًا وَقَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ حَدَّثَنَاهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ أَخَابِنِي عِدَّتِي مِنَ الْأَنْصَارِ إِلَى خَيْبَرَ فَأَمَرَهُ عَلَيْهِمَا وَعَنْ عَبْدِ الْمَجِيدِ مِثْلَهُ

ترجمہ۔ حضرت ابوسعید خدریؓ اور ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر پر ایک حاکم مقرر فرمایا۔ جو عمدہ قسم کی کھجور لے کر آیا۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا خیبر کے تمام کھجور اسی طرح ہیں۔ اس نے جواب دیا نہیں۔ واللہ! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم دو صاع کے بدلے اس عمدہ کھجور کا ایک صاع لیتے ہیں۔ اور دو صاع کو تین صاع کے بدلے لیتے ہیں۔ جس پر آپ نے فرمایا۔ ایسا نہ کہو۔ تمام کھجور کو دواہم

میں بیچ ڈالو۔ پھر ان دراهم سے یہ عمدہ کھجور خرید کر دو۔ تاکہ ہم جنس کے تبادلہ میں سود نہ بن جائے۔  
عبد العزیز اپنی سند سے بیان کرتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار  
کے بنی عدی کے ایک بھائی کو خیبر کی طرف بھیجا اور اس کو اس پر حاکم مقرر فرمایا۔ عبد المجید  
کی سند میں بھی اسی طرح ہے۔

**تشریح از شیخ مدنی** | خیبر سے زمین کا خرچ دھول کرنے کے لئے حضرت سواد بن  
غزینہ کو عامل بنا کر بھیجا گیا۔ جنہوں نے دھولی ایسے طریقہ سے کی جس سے سودی کاروبار کے  
حوصلہ افزائی ہوتی تھی۔

جنیب عمدہ کھجور الجع ردی کھجور۔ یہ جیلہ آپ نے حرمت ربو اسے بچنے کے لئے فرمایا۔  
کیونکہ التمر بالتمر کا فرمان ہے۔ معلوم ہوا کہ حرام سے بچنے کے لئے کوئی حیلہ کیا جائے تو جائز ہے۔  
اس میں کوئی حرج نہیں۔ تاکہ حرام کا ارتکاب نہ ہو۔ بلکہ بسا اوقات مستحب اور واجب ہو  
جاتا ہے۔ اس لئے حضرت امام صاحب فرماتے ہیں کہ نفوذ میں جب تبادلہ ہو تو ایک آدھ پیسہ  
ضرور ڈال دینا چاہیے۔ ان حیلوں پر امام بخاری کو بہت غصہ آیا ہے۔ چنانچہ کتاب الخلیل لکھ  
کر حضرت امام اعظم پر طعن کیا ہے۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس حیلہ کی تعلیم دے  
رہے ہیں۔ حیلہ کی نظر خود قرآن مجید میں مذکور ہے۔ ارکض برجلک ۱۶ غرضیکہ حرام سے بچنے  
کے لئے حیلہ جائز ہے۔ اگر کوئی اور غرض ہو جیسے واجب شدہ چیز سے گریز کرنا تو یہ ناجائز ہے۔  
جیسے چھ ماہ تک زیورات بیوی کے نام اور چھ ماہ تک شوہر کے نام۔ اس طرح نہ سال تمام  
ہو گا نہ زکوٰۃ واجب ہو گی یہ ناجائز ہے۔

## بَابُ مُعَامَلَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهْلَ خَيْبَرَ

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خیبر والوں سے اراضی و باغات پر معاملہ کرنا۔  
حدیث نمبر ۳۸۱۹ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ  
أَعْطَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ الْيَهُودَ أَنْ يَعْمَلُوا هَا وَيَزْرَعُوا هَا  
وَلَهُمْ شَطْرُ مَا يَخْدُجُ مِنْهَا۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اراضی خیبر یہودیوں کو اس شرط پر دے دیں کہ وہ ان کو ٹھیک ٹھاک کرنے کا بند و بست کرے۔ اس میں کھیتی باڑی کریں گے جس سے ان کو سپداوار کا آدھا حصہ ملے گا۔

**بَابُ الشَّاةِ الَّتِي سَمَّتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ**  
بِخَيْبَرَ دَرَاهُ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ وہ بکری جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خیبر میں زہر ملایا گیا۔  
حدیث نمبر ۳۸۲ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ  
قَالَ لَمَّا فَتَحَتْ خَيْبَرَ أَهْدَيْتُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
شَاةً فِيهَا سَمٌّ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جب خیبر فتح ہو گیا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک بکری کا ہدیہ لایا گیا جس میں زہر تھا۔

**تشریح از شیخ مدنی** | اہل خیبر سے معاملہ بطریق مزارعت تھا یا مقاسمت پر تھا۔ اس میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ مزارعت اور مخابرة میں کوئی جزع مشاع یعنی مشترک متعین کر دیا جاتا ہے۔ یہ احناف اور شوافع کے نزدیک جائز ہے۔ اور آج کل فتویٰ بھی اسی پر ہے لیکن حضرت امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ خیبر کو عنوة تلوار کے زور سے فتح کیا گیا تھا۔ جس کی وجہ سے اہل خیبر پر جزیہ لازم تھا۔ پھر خراجی زمین ان کو دی گئی۔ اس سے جزیہ اور خراج وصول کیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہیں منقول نہیں ہے کہ آپؐ نے اس کے علاوہ کوئی جزیہ یا خراج وصول کیا ہو۔ تو حضرت امام صاحبؒ اسے خراج مقاسمتہ پر محمول کرتے ہیں۔ اور اس کا امام کو اختیار ہے کہ وہ خراجی زمین اہل جزیہ کو دے دے۔

الشاة المتی فیہا سم جس یہودیہ نے زہر ملایا تھا۔ اس کا نام زینب بنت الحارث ہے۔ سلام بن مشکم اس کا شوہر تھا۔ وہ کھانا پکا کر لائی۔ جس میں زہر ملا ہوا تھا۔ آپؐ کی عادت تھی کہ ہدیہ پیش کنندہ کی تالیفِ قلب کے لئے قبول کر لیتے تھے۔ اور کھا بھی لیتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تو لقمہ نے منہ میں پہنچتے ہی اطلاع کر دی کہ مجھ میں زہر ہے آپ نے اسے پھینک دیا۔ لیکن برابر بن معرور نے کھایا جس کے اثر کی وجہ سے فوراً ان کا انتقال ہو گیا۔ آپ نے یہودیہ کو بلو اکرو پوچھا۔ اس نے کہا کہ میں نے یہ امتحان ایا کیا تھا۔ آپ نے اپنے طور پر تو اسے معاف کر دیا۔ لیکن برابر بن معرور کے قصاص میں اسے قتل کر دیا۔

## بَابُ غَزْوَةِ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ

ترجمہ۔ باب زید بن حارثہ کا غزوہ۔

حدیث نمبر ۳۸۲۱ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ ابْنِ عُمرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسَامَةُ عَلَى قَوْمٍ فَطَعَنُوا فِي أَمَارَتِهِ فَقَالَ إِنْ تَطَعَنُوا فِي أَمَارَتِهِ فَقَدْ طَعَنْتُمْ فِي أَمَارَةِ أَبِيهِ مِنْ قَبْلِهِ وَإِيَّاهُ اللَّهُ لَقَدْ كَانَ خَلِيقًا لِلْأَمَارَةِ وَإِنْ كَانَ مِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ وَإِنْ هَذَا الْعِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ بَعْدَهُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہؓ کو ایک قوم پر امیر مقرر کیا۔ تو کچھ لوگوں نے ان کی امارت پر طنز کیا۔ جس پر آپ نے فرمایا کہ اگر تم لوگ اس کی امارت پر اعتراض کر رہے ہو تو ان سے پہلے ان کے باپ کی امارت پر بھی اعتراض کر چکے ہو۔ اور اللہ کی قسم! وہ امارت کے لائق تھا۔ کیونکہ وہ تمام لوگوں میں سے مجھے زیادہ محبوب تھا۔ اور بے شک یہ حضرت اسامہؓ ان کے بعد مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

تشریح اندیشہ مدنی حضرت اسامہؓ کی عمر اس وقت سترہ برس کی تھی۔ آپ نے ان کو اس وقت امیر بنایا جب کہ اکابر صحابہؓ مہاجرین اور انصار موجود تھے۔ لوگوں نے طعن و تشنیع شروع کر دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ تھا کہ زمانہ جاہلیت کے دستور کو مٹایا جائے۔ جس میں قابلیت ہو اس کو امیر بنایا جائے۔

بزرگی بعقل است نہ بعسال تو لگہری بدل است نہ بہ مال



**تشریح از شیخ گنگوہی** یہ اور غزوہ ہے۔ غزوہ موتہ اور ہے۔ جس کا صراحتہ الگ

آگے آرہا ہے۔

**تشریح از شیخ زکریا** اس میں بھی حضرت زید بن حارثہؓ کو امیر بنایا گیا تھا۔ جس پر

حضرت جعفرؓ نے فرمایا تھا کہ مجھے یہ خیال نہیں تھا کہ آپؐ ہم پر زید بن حارثہؓ کو امیر مقرر کریں

گے۔ آپؐ نے فرمایا۔ امض فانك لا تدري ای ذلک خیر یعنی تم نہیں جانتے کہ

ان میں سے بہتر کون ہے۔ تو قطب گنگوہیؒ نے اس پر تنبیہ کر دی۔ اور کلمہ بلی کے بارے

میں حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ بلی لاکے معنی میں ہے۔ اور شاید جیسے ہندی زبان میں اس

موقعہ پر ہاں کہتے ہیں۔ یہ بلی ایسے ہے۔ چنانچہ جہاں سخت انکار ہو تو وہاں جو ہاں کہہ دیتے

ہیں۔ مثلاً ایک آدمی کو مرے ہوئے آٹھ دن گزر گئے۔ اب کوئی شخص کہے کہ میں کل اس سے

کلام کر رہا تھا۔ تو اس پر شدید انکار اس طرح بھی کیا جاتا ہے۔ کہ جی ہاں ضرور کیا ہو گا۔ واللہ

اسے تو مرے ہوئے آٹھ دن گزر چکے ہیں۔ لیکن میرے نزدیک یہاں پر کلمہ بلی اپنے اصلی معنی

پر ہے۔ کہ آپؐ تقریر فرما رہے ہیں۔ کہ شہادت بھی اور یہ معصیت بھی ہے اور معصیت شہادت کے منافی نہیں ہے۔

اور میں نے ادجز کے اندر اس کی تفصیل لکھی ہے اور ثابت کیا ہے کہ شہادت سیئات کا

کفارہ ہوتی ہے۔ سوائے قرضے کے۔

## بَابُ عُمْرَةِ الْقَضَاءِ

ذَكَرَهُ النَّسَائِيُّ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ۔ عمرہ قضا کو حضرت انسؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا ہے۔

حدیث نمبر ۳۸۲۲ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ قَالَ

لَمَّا اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذِي الْقَعْدَةِ فَأَبَى أَهْلُ مَكَّةَ

أَنْ يَدْخُلَ مَكَّةَ حَتَّى قَاضَاهُمْ عَلَى أَنْ يُقِيمَ بِهَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَلَمَّا

كَتَبُوا الْكِتَابَ كَتَبُوا هَذَا مَا قَاضَانَا عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا لَا نُقَرِّ بِهَذَا لَوْ نَعْلَمُ أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ مَا مَنَعْنَاكَ

شَيْئًا وَلَكِنْ أَنْتَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ فَقَالَ أَنَا رَسُولُ اللَّهِ وَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ  
عَبْدِ اللَّهِ ثُمَّ قَالَ لِعَلِيٍّ أُمِّحْ رَسُولُ اللَّهِ قَالَ عَلِيٌّ لَا وَاللَّهِ لَا أَمْحُوكَ  
أَبَدًا فَأَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكِتَابَ وَلَيْسَ يُحْسِنُ  
يَكْتُبُ فَلَكَتَبَ هَذَا مَا قَاضَى مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ لَا يَدْخُلُ مَلَكَةُ السَّلَاحِ  
إِلَّا السَّيْفُ فِي الْقِرَابِ وَأَنْ لَا يَخْرُجَ مِنْ أَهْلِهَا بِأَحَدٍ إِنْ أَرَادَ أَنْ يَتَّبِعَهُ  
وَأَنْ لَا يَمْنَعَ مِنْ أَصْحَابِهِ أَحَدًا إِنْ أَرَادَ أَنْ يُقِيمَ بِهَا فَلَمَّا دَخَلَهَا وَ  
مَضَى الْأَجَلَ أَتَوْا عَلِيًّا فَقَالُوا قُلْ لِصَاحِبِكَ أَخْرُجْ عَنَّا فَقَدْ مَضَى  
الْأَجَلَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَبِعَتْهُ ابْنَةُ حَمْزَةَ تُنَادِي  
يَا عَمِي يَا عَمِي فَتَنَّاوَاهَا عَلِيٌّ فَأَخَذَ بِيَدِهَا وَقَالَ لِفَاطِمَةَ دُونَكِ ابْنَةَ  
عَمِّكِ حَمَلَتْهَا فَأَخْتَصَمَ فِيهَا عَلِيٌّ وَزَيْدٌ وَجَعَفَرٌ قَالَ عَلِيٌّ أَنَا  
أَخَذْتُهَا وَهِيَ بِنْتُ عَمِّي وَقَالَ جَعْفَرٌ ابْنَةُ عَمِّي وَخَالَتُهَا تَحْتِي وَقَالَ  
زَيْدٌ ابْنَةُ أَخِي فَقَضَى بِهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَخَالَتَهَا وَقَالَ  
الْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْأُمِّ وَقَالَ لِعَلِيٍّ أَنْتَ مِنِّي وَأَنَا مِنْكَ وَقَالَ لِيَجْعَفَرُ  
أَشْبَهْتَ خَلْقِي وَخُلُقِي وَقَالَ لِيَزِيدُ أَنْتَ أَخُونَا وَمَوْلَانَا وَقَالَ عَلِيٌّ  
أَلَا تَتَذَوُّجُ بِنْتُ حَمْزَةَ قَالَ إِنَّهَا ابْنَةُ أَخِي مِنَ الرِّضَاعَةِ -

ترجمہ۔ حضرت برابر فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی قعدہ میں  
عمرہ کا احرام باندھا۔ تو اہل مکہ نے آپ کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا۔ یہاں تک کہ آپ  
نے ان سے ان شرائط پر صلح کر لی۔ کہ آپ آئندہ سال اس میں تین دن تک ٹھہر سکیں گے۔  
جب معاہدہ لکھا جانے لگا۔ تو انہوں نے لکھا کہ یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد رسول اللہ نے  
صلح کی ہے۔ مشرکین مکہ نے کہا کہ ہم تو اس کا اقرار نہیں کریں گے۔ اگر ہمیں یقین ہوتا کہ  
آپ اللہ کے رسول ہیں تو پھر ہم آپ کو کسی چیز سے نہ روکتے۔ لیکن آپ تو محمد بن عبد اللہ ہیں۔  
جس پر آپ نے فرمایا۔ میں اللہ کا رسول بھی ہوں اور میں محمد بن عبد اللہ بھی ہوں۔ پھر حضرت علیؓ  
سے فرمایا کہ آپ رسول اللہ کے لفظ کو مٹا دیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ نہیں۔ واللہ میں تو کبھی

آپ کا نام نہیں مٹاؤں گا۔ پس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دستاویز خود لے لی۔ حالانکہ آپ اچھی طرح لکھ نہیں سکتے تھے۔ لیکن معجزانہ طور پر آپ نے لکھا کہ یہ وہ معاہدہ ہے جس کو محمد بن عبد اللہ نے لکھا ہے۔ کہ وہ مکہ میں ہتھیار لے کر داخل نہیں ہوں گے۔ مگر یہ کہ ان کی تلوار نیام میں ہوگی۔ اور یہ کہ آپ اہل مکہ میں سے کسی کو نکال کر نہیں لے جائیں گے۔ اگر وہ ان کے پیچھے جانے کا ارادہ کرے۔ اور یہ کہ اگر آپ کے صحابہ کرام میں سے کوئی مکہ میں مقیم ہونے کا ارادہ کرے تو آپ کسی کو ایسا کرنے سے نہیں روکیں گے۔ پس جب آپ اگلے سال مکہ میں داخل ہوئے۔ اور تین دن کی مدت گزر چکی تو مکہ والے حضرت علیؓ کے پاس آئے۔ کہنے لگے کہ آپ اپنے صاحب سے کہیں کہ وہ اب ہمیں چھوڑ کر چلے جائیں۔ کیونکہ مدت ختم ہو چکی ہے۔ تو جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے روانہ ہوئے تو حضرت حمزہؓ کی بیٹی پیچھے دوڑتی ہوئی پکارتی تھی۔ اے چچا۔ اے چچا۔ جس کو حضرت علیؓ نے ہاتھ سے پکڑ کر لے لیا۔ اور حضرت فاطمہؓ سے کہا کہ اس کو لے لو۔ یہ تو تمہارے چچا کی بیٹی ہے جس کو میں نے اٹھا لیا ہے۔ لیکن اس کے بارے میں حضرت علیؓ، حضرت زیدؓ اور حضرت جعفرؓ جھگڑنے لگے۔ حضرت علیؓ فرماتے تھے میں نے اسے پکڑا ہے اور وہ میرے چچا کی بیٹی ہے۔ حضرت جعفرؓ نے فرمایا۔ کہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور اس کی خالہ میرے نکاح میں ہے۔ اور حضرت زیدؓ نے فرمایا۔ کہ یہ میرے بھائی کی بیٹی ہے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا فیصلہ اس کی خالہ کے لئے فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا۔ کہ خالہ ماں کی طرح ہوتی ہے اور حضرت علیؓ سے فرمایا تو میرے سے ہے۔ اور میں تیرے سے ہوں۔ اور حضرت جعفرؓ سے فرمایا۔ تو میری پیدائش اور اخلاق میں میری مانند ہے۔ اور حضرت زیدؓ سے فرمایا کہ تو ہمارا بھائی اور آزاد کردہ غلام ہے۔ اور حضرت علیؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ خود حضرت حمزہؓ کی بیٹی۔ نکاح نہیں کرتے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے۔ جس سے میرا نکاح نہیں ہو سکتا۔

حدیث نمبر ۳۹۲۳ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَدَجَ مُعَمَّرًا فَحَالَ كَهَّارٌ قَرْنَيْهِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْبَيْتِ فَنَحَرَ هَدْيَهُ وَحَلَقَ رَأْسَهُ بِالْحَدِيدِيَّةِ وَقَضَاهُمْ

عَلَى أَنْ يَعْتَمِدَ الْعَامَ الْمُقْبِلَ وَلَا يَحْمِلَ سَلًا عَلَيْهِمُ الْآسُوفُونَ  
وَلَا يُقِيمُ بِهَا إِلَّا مَا أَحَبُّوا فَأَعْتَمَدَ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ قَدْ خَلَهَا  
كَمَا كَانَ صَالِحُهُ فَلَمَّا أَنْ أَقَامَ بِهَا ثَلَاثًا أَمَرُوهُ أَنْ يَخْرُجَ  
فَخَرَجَ -

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ ادا کرنے کی نیت سے روانہ ہوئے۔ تو کفار قریش آپؐ اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہو گئے۔ تو آپؐ نے اپنی قربانی کا جانور ذبح کر دیا۔ اور حدیبیہ میں ہی اپنا سر مبارک منڈوا لیا۔ اور ان سے اس بات پر صلح کر لی کہ آئندہ سال عمرہ کریں گے اور یہ کہ ہتھیار اٹھا کر نہیں آئیں گے۔ مگر یہ کہ تلواریں نیام میں ہوں گی۔ اور مکہ میں اتنے دن قیام کریں گے۔ جس قدر قریش پسند کریں گے۔ پس آپؐ دوسرے سال عمرہ کے لئے روانہ ہوئے۔ جیسا کہ ان سے صلح کی تھی۔ اسی طرح مکہ میں داخل ہوئے۔ جب تین دن تک قیام کر لیا۔ تو قریش نے کہا۔ آپؐ تشریف لے جائیں تو آپؐ مکہ سے روانہ ہو گئے۔

حدیث نمبر ۳۸۲۲ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ عَنِ مُجَاهِدٍ قَالَ  
دَخَلْتُ أَنَا وَعُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ الْمَسْجِدَ فَإِذَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ جَالِسٌ  
إِلَى حُجْرَةِ عَائِشَةَ ثُمَّ قَالَ كَمَا اعْتَمَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
قَالَ أَرْبَعًا سَمِعْنَا اسْتِنَانَ عَائِشَةَ قَالَ عُرْوَةُ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ  
أَلَا تَسْمَعِينَ مَا يَقُولُ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ اعْتَمَدَ أَرْبَعَ عُمَرَ فَقَالَتْ مَا اعْتَمَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ عُمْرَةً إِلَّا وَهُوَ شَاهِدُهُ وَمَا اعْتَمَدَ فِي رَجَبٍ قَطُّ -

ترجمہ۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت عروہ بن الزبیرؓ مسجد نبوی میں داخل ہوئے۔  
تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو دیکھا کہ وہ حضرت عائشہؓ کے حجرہ کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے  
پوچھا کہ آپؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے عمرے کئے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ چار عمرے  
کئے۔ پھر ہم نے حضرت عائشہؓ کے دانتوں پر مسواک کرنے کی آواز سنی۔ تو حضرت عروہؓ نے پوچھا۔

اُمّ المؤمنین! کیا جو کچھ ابو عبد الرحمن فرما رہے تھے آپ اسے سن رہی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ آپ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کئے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی ایسا عمرہ نہیں کیا۔ جس میں ابن عمرؓ حاضر نہ ہوں۔ لیکن بات یہ ہے کہ آپؐ نے ماہ رجب میں کبھی کوئی عمرہ نہیں کیا۔

حدیث نمبر ۳۸۲۵ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ السَّمْعَانِيُّ ابْنُ أَبِي أَوْفَى يَقُولُ لَمَّا أَغْتَمَدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَدَنَاهُ مِنْ غُلَامَانِ الْمُشْرِكِينَ وَمِنْهُمْ أَنْ يُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن ابی اوفیؓ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ قضا ادا کرنے کے لئے تشریف لے گئے۔ تو ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مشرکین کے غلاموں سے اور خود مشرکین سے حفاظت کی کہ کہیں یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف نہ پہنچائیں۔

حدیث نمبر ۳۸۲۶ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ فَقَالَ الْمُشْرِكُونَ إِنَّهُ يَفْقَدُكُمْ عَلَيْكُمْ وَفَدُّ وَهَنَهُمْ حَتَّى يَثْرِبَ وَأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَرْمَلُوا الْأَشْوَاطَ الثَّلَاثَةَ وَأَنْ يَمْشُوا مَابَيْنَ الدُّكْنَيْنِ وَلَمْ يَمْنَعُهُ أَنْ يَأْمُرَهُمْ أَنْ يَرْمَلُوا الْأَشْوَاطَ كُلَّهَا إِلَّا الْبَقَاءَ عَلَيْهِمْ وَزَادَ ابْنُ سَلَمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَامِهِ الَّذِي اسْتَأْمَنَ قَالَ أَرْمَلُوا لِي دَرِي الْمُشْرِكُونَ قُوَّتَهُمُ وَالْمُشْرِكُونَ مِنْ قَبْلِ قَعِيقَانَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحابؓ عمرہ قضا کرنے کے لئے مکہ میں آئے تو مشرکین مکہ کہنے لگے کہ تمہارے پاس

صحابہ کرام کا وفد آیا ہے۔ جس کو یثرب کے بخاری نے کمزور کر دیا ہے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ وہ طواف کے تین پھیروں میں پہلوانوں کی طرح چلو۔ دونوں رکنوں کے درمیان عام حالت میں چلتے رہو۔ سب سات پھیروں میں اس طرح رمل کرنے کا حکم اس لئے نہ دیا۔ کہ ان پر شفقت اور مہربانی کرنا مقصود تھا۔ اور ابن سلمہ کی سندیں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس سال مکہ میں تشریف لائے۔ جس میں آپ قضا عمرہ کے لئے امن طلب کیا تھا۔ تو آپ نے صحابہ کرام کو رمل کرنے کا حکم دیا۔ تاکہ مشرکین کو اپنی طاقت و قوت دکھائیں۔ اور مشرکین مکہ کے پہاڑ قیعقان کی طرف تھے۔

حدیث نمبر ۳۸۲۷ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَفْيَانَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّ مَاسِعِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْعُرْوَةِ لَيُبَيِّ الْمُشْرِكِينَ قُوَّتَهُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کا طواف رمل کے ساتھ کیا۔ اور صفا و مروہ پہاڑیوں کے درمیان دوڑ لگائی۔ تاکہ مشرکین کو اپنی طاقت دکھائیں۔

حدیث نمبر ۳۸۲۸ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ تَزَوَّجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَيْمُونَةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ وَبَنَى بِهَا وَهُوَ حَلَالٌ وَمَاتَتْ بِسَرِفٍ وَزَادَ ابْنُ إِسْحَقَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ تَزَوَّجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَيْمُونَةَ فِي عُمْرَةِ الْقَضَاءِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہؓ سے احرام کی حالت میں نکاح کیا۔ اور حلال ہونے کی حالت میں ان سے ہمبستری کی۔ اور حضرت میمونہؓ اسی سرف کے مقام پر ان کی وفات ہوئی جہاں ان کا نکاح ہوا تھا۔ اور ابن اسحاقؓ کی سند میں ہے۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہؓ سے عمرہ القضاء میں نکاح کیا تھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | اس میں صلح حدیبیہ کی شرائط میں سے یہ بھی تھا کہ امسال مسلمان واپس چلے جائیں اگلے سال عمرہ ادا کریں۔ اور تین دن سے زیادہ قیام نہ کریں۔ آپ نے

احصار بالعدد کی وجہ سے احرام کھول دیا۔ اور ایک احصار بالمرض والخوف بھی ہوتا ہے۔ جس کے امام ابو حنیفہؒ قائل ہیں۔ آئندہ سال شہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خیبر اور دیگر چھوٹے چھوٹے غزوات سے فارغ ہوئے۔ تو ماہ ذیقعدہ شہ میں عمرہ کے لئے تشریف لے گئے۔ اسے عمرۃ القضاء کہا جاتا ہے۔ قضا باین معنی کہ گزشتہ سال کی قضا رہے۔ یعنی قضا بمعنی مقاضاۃ یعنی صلح کی وجہ سے بنا بریں امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔ کہ احصار کی وجہ سے قضا واجب نہیں ہوتی۔ حضرت امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں۔ کہ اگر کسی شخص نے نفل عبادت شروع کی۔ تو راتیں طلوا اعمالکم کے تحت اس کا اتمام واجب ہے۔ اگر ادا نہ کر سکا تو قضا واجب ہے۔ لہذا امام اعظمؒ کے نزدیک اگر احصار کی وجہ سے قضا ہو تو قضا ضدادار ہے۔ اور شوائعؒ فرماتے ہیں کہ قضا بمعنی مقاضات یعنی صلح کے ہے۔ مگر ادا کے معنی نہیں ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے ذی الحلیفہ سے احرام باندھا۔ پھر مکہ میں داخل ہو کر افعال عمرہ ادا کئے۔ تو یہ ادا ہوئی۔

واللہ لا اھوک ابداً یہ پر زور الفاظ میں نافرمانی ہے۔ لیکن کہا جائے گا کہ ہر نافرمانی معصیت نہیں ہوتی۔ جیسے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو حکم دیا تھا کہ امامت کراؤ۔ تعمیل ارشاد تو کی۔ لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لے آئے تو پیچھے ہٹ گئے۔ تو یہ نافرمانی شوکت اور عزت اور ادب برقرار رکھنے کے لئے تھی جو معصیت میں داخل نہیں۔ دوسرے حضرت علیؓ نے قرآن سے معلوم کر لیا۔ کہ امرایکباب کے لئے نہیں ہے۔

فکتب لهذا بعض شرح کہتے ہیں کہ معجزانہ طور پر حقیقت پر محمول ہے۔ کہ آپ نے امتی ہونے کے باوصف پھر بھی لکھ دیا۔ اگرچہ آپؐ نے پہلے سے لکھنا نہیں سیکھا تھا۔ لیکن بطور اعجاز کے لکھ دیا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ امتی کے یہ معنی نہیں کہ بالکل لکھنا نہ جانتا ہے۔ بلکہ معنی یہ ہیں کہ اچھی طرح لکھنا نہیں جانتے تھے۔ چنانچہ بیس بیس کے الفاظ اس پر دلالت کرتے ہیں۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ کتب بمعنی امر الکتا بہتہ کے ہیں۔ یعنی محو تو آپؐ نے اپنے ماتھے سے کیا۔ پھر امر کیا کہ اس طرح لکھو۔

لایہ دخل مکۃ السلاح حبیب صحابہ کرامؓ مکہ کے قریب پہنچے تو ان سے ہر قسم کے ہتھیار مکہ سے

باہر رکھوا دیئے گئے۔ محض تلواروں کو میان میں رہنے دیا گیا۔

فتبعہ ابنہ حمزہؓ حضرت امیر حمزہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی چچا تھے اور رضاعی بھائی بھی تھے۔ اس رضاعت کے اعتبار سے لڑکی نے یامؓ کہا۔ اور حضرت فاطمہؓ نے بھی رضاعت کے اعتبار سے چچا کہا۔ ورنہ نسب میں وہ ان کے دادا لگتے تھے۔ مدینہ میں آنے کے بعد اس لڑکی کی پودرش کے بارے میں جھگڑا ہوا۔ حضرت زیدؓ نے فرمایا۔ حضرت حمزہؓ سے میری مواخاۃ تھی۔ اس لئے اس کی پودرش کا حق مجھے پہنچتا ہے۔ حضرت جعفرؓ فرماتے تھے ان کی خالہ میرے پاس ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے تھے کہ حضرت فاطمہؓ ان کی رضاعی بہن ہیں۔ لیکن آپؐ نے خالہ کے حق میں حضانتہ کا فیصلہ کرتے ہوئے لڑکی حضرت جعفرؓ کو دے دی۔ معلوم ہوا کہ حق حضانتہ ان عورتوں کو ہے جو ماں کی طرف سے رشتہ دار ہوں۔

انت منی وانا منکؓ اگرچہ حضرت علیؓ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی خصوصیات ہیں۔ مگر حضرت علیؓ چچا زاد بھائی بھی ہیں۔ تو من تبعیضہ نہیں ہو سکتا۔ ورنہ مکح فاطمہؓ صحیح نہیں ہوگا۔ بلکہ اس کو من الصالیہ کہا جائے گا اور یہ اس وقت کہا جاتا ہے۔ جب دو شخصوں میں روحانی تقارب ہو۔ اس لئے فضیلت کلی لازم نہیں آتی۔ جس سے استحقاق خلافت ثابت ہو۔ کیونکہ ایسے الفاظ تو آپؐ نے اشعریوں کے بارے میں فرمائے ہیں۔ فہم منی وانا منہم اس سے روحانی تعلق ثابت کرنا مقصود ہے۔ اس سے دوسروں پر فضیلت کلی لازم نہیں آتی۔ یہ الفاظ آپؐ نے تسلی دینے کے لئے فرمائے تھے۔

قال علی الاقتزوج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو ہاشم کے خاندان میں سے کسی سے شادی نہیں کی بلکہ دوسرے خاندانوں سے رشتہ ازدواج قائم ہوا۔ اس میں ایک سیاسی مصلحت تھی۔ کہ جب کسی سے تعلق مصاہرت قائم ہو جائے تو دشمنی کم ہو کر مہمزدی اور محبت استوار ہوتی ہے۔ داماد کا خیال رکھا جاتا ہے۔ اسی مصلحت کی بنا پر مغل بادشاہوں نے راجو اڑوں کی لڑکیوں سے شادیاں کیں۔

قال اربعا حضرت ابن عمرؓ کی تیرہ سیانات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ فرماتے ہیں۔ کہ عمرؓ چار ہیں۔ اور ایک عمرہ آپؐ نے رجب میں ادا کیا۔ قال اربعا احدہن فی رجب کے الفاظ



رہ گئے ہیں۔ عیسیٰ بین الرکنین خانہ کعبہ مستطیل بنا ہوا ہے۔ عظیم جانب شمال میں قریباً چھ گز ہے۔ جو حضرت ابراہیمؑ کے عہد میں بیت اللہ کے اندر داخل تھا۔ جب بیت اللہ کی دیواریں بوسیدہ ہو گئیں تو قریش نے پانچویں مرتبہ اس کی تعمیر شروع کی۔ چندہ کم ہونے کی وجہ سے بیت اللہ کا ایک حصہ جسے عظیم کہا جاتا ہے اسے الگ کر دیا گیا۔ حرام کا پیمہ تعمیر بیت اللہ پر نہیں لگایا۔ اس لئے بیت اللہ کے شمالی دو کنارے بنائے ابراہیمی پر نہیں ہیں۔ جنوب کی طرف جو دو رکن ہیں۔ رکن یمانی اور رکن شامی وہ دونوں بنائے ابراہیمی پر ہیں۔ طواف حجر اسود سے شروع کیا جاتا ہے۔ چونکہ قریش مکہ جانب جنوب میں تھے۔ اس لئے رکن یمانی اور شامی کے درمیان رمل کرنے کا حکم دیا گیا۔ اور سات پھروں میں مشقت کی وجہ سے رمل کا حکم نہیں ہوا۔

ترتیب میمونہ حضرت میمونہؓ سے بمقام سرف حالت احرام میں نکاح ہوا۔ یہ احناف کا مستدل ہے۔ اور اسی سرف کے مقام پر ان کا انتقال ہوا۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** قال اربعا حضرت ابن عمرؓ کا مقولہ میں احدثہن فی رجب بھی تھا۔ کیونکہ حضرت عائشہؓ کا اعتراض چار عمرے ہونے پر نہیں تھا بلکہ عمرہ رجب نام رکھنے پر اعتراض تھا کہ انہیں نسیان ہو گیا۔ آپ نے رجب میں کبھی عمرہ ادا نہیں کیا۔

**تشریح از شیخ زکریا** ہندی نسخہ میں احدثہن فی رجب کے الفاظ نہیں ہیں لیکن مصری نسخہ میں جس پر حاشیہ سندھی چڑھا ہوا ہے۔ عینی، قسطلانی اور عسقلانی سب کے نسخوں میں احدثہن فی رجب کے الفاظ موجود ہیں۔ تو ظاہر یہ ہے کہ ہندی نسخہ میں سہو کا تب کی وجہ سے رہ گیا۔

**سیری المشرکین ص ۱۱۱** **تشریح از شیخ گنگوہی** ایک ہی شے کے مختلف اسباب ہوا کرتے ہیں۔ تو اب منافات نہیں ہوگی کہ رمل کرنا تو بی بی ماجرہ سے سنت قدیمہ چلی آ رہی ہے۔ کہ انہوں نے بی بی الجبلین دوڑ لگائی تھی۔

**تشریح از شیخ زکریا** سیری المشرکین قوۃ اس پر مبنی ہے کہ حدیث میں الفاظ ہیں۔ سعی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالبیت و بین الصفا والمروة لیکن یہ اراء

رمل طواف کے اندر تھی۔ سعی بین الصفا والمروة کے لئے نہیں تھی۔ ابن عباسؓ نے مسند احمد میں ایک اور سبب بھی ذکر کیا ہے۔ ہوسعی ابنیا ابراہیم اور تیسرا سبب حضرت ہاجرہ کی سنت قدیمہ کو بھی قرار دیا گیا ہے۔ شیخ گنگوہیؒ نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے اور کتاب الانبیاء قصہ ابراہیم میں علامہ عینیؒ کے کلام میں بھی یہی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

## بَابُ غَزْوَةِ مَوْتَةٍ مِنْ أَرْضِ الشَّامِ

ترجمہ۔ باب غزوہ موتہ کا بیان جو شام کے ملک میں ہوا۔

حدیث نمبر ۳۸۲۹ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ أَنَّهٗ وَقَفَ عَلَى جَعْفَرِ بْنِ مَيْمُونٍ وَهُوَ قَتِيلٌ فَعَدَدْتُ بِهِ خَمْسِينَ بَيْنَ طُعْنَةٍ وَضَرْبَةٍ لَيْسَ مِنْهَا شَيْءٌ فِي دُبُرِهِ يَعْنِي فِي ظَهْرِهِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ خبر دیتے ہیں۔ وہ غزوہ موتہ کے موقع پر حضرت جعفرؓ کے اوپر جا کر کھڑے ہوتے جب کہ وہ شہید ہو چکے تھے۔ پس میں نے ان کے زخم گنے تو نیرے اور تلوار کے پچاس زخم تھے۔ جن میں سے کوئی پیٹھ کے اندر نہیں تھا۔ سب سامنے تھے۔ یہ ان کی شجاعت کی دلیل ہے۔

حدیث نمبر ۳۸۳۰ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ مَوْتَةٍ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ قَتِيلَ زَيْدٍ فَجَعْفَرٌ وَإِنْ قُتِلَ جَعْفَرٌ فَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَوَاحَةَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ كُنْتُ فِيهِمْ فِي تِلْكَ الْغَزْوَةِ فَالْتَمَسْنَا جَعْفَرَ بْنَ أَبِي طَالِبٍ فَوَجَدْنَاهُ فِي الْقَتْلَى وَوَجَدْنَا مَا فِي جَسَدِهِ بِضْعًا وَتَسْعِينَ مِنْ طُعْنَةٍ وَرَمِيَةٍ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ غزوہ موتہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہؓ کو امیر بنایا۔ پس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر حضرت زیدؓ شہید ہو جائیں تو پھر امیر حضرت جعفرؓ ہوں گے اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو

تو عبد اللہ بن رواحہ امیر ہوئے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں اس غزوہ میں ان حضرات کے اندر شامل تھا۔ ہم نے حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کو تلاش کرتے کرتے مقتولین میں جا کر پایا۔ اور ان کے جسم میں جو نیزے تیر اور تلوار کے زخم پائے وہ نوے سے بھی کچھ اوپر تھے۔

حدیث نمبر ۳۸۳۱ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ وَاقِدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعِيَ زَيْدًا وَجَعْفَرًا وَابْنَ رَوَاحَةَ لِلنَّاسِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَهُمْ خَبْرُهُمْ فَقَالَ أَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَأَصِيبَتْ ثُمَّ أَخَذَ جَعْفَرٌ فَأَصِيبَتْ ثُمَّ أَخَذَ ابْنُ رَوَاحَةَ فَأَصِيبَتْ وَعَيْنَاهُ تَذَرِفَانِ حَتَّى أَخَذَ الرَّايَةَ سَيْفٌ مِنْ سُيُوفِ اللَّهِ حَتَّى فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ۔

ترجمہ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو حضرت زیدؓ، جعفرؓ اور ابن رواحہؓ کی شہادت کی خبر ان کی خبر آنے سے پہلے سنائی۔ فرمایا کہ حضرت زیدؓ نے جھنڈا پکڑا تو شہید کر دیئے گئے۔ پھر حضرت جعفرؓ نے پکڑا تو وہ شہید ہو گئے۔ تو پھر حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ نے جھنڈا کو پکڑا تو وہ بھی شہید کر دیئے گئے اور آپؐ کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ فرمایا یہاں تک کہ جھنڈا اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار حضرت خالد بن ولیدؓ نے پکڑا۔ انتہا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح نصیب فرمائی۔

حدیث نمبر ۳۸۳۲ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَائِشَةَ تَقُولُ لَمَّا جَاءَ قَتْلُ ابْنِ حَارِثَةَ وَجَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنِ رَوَاحَةَ جَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْرِفُ فِيهِ الْحُزْنَ قَالَتْ عَائِشَةُ وَأَنَا أَطْلَعُ مِنْ صَائِرِ الْبَابِ تَعْنِي مِنْ شِقِّ الْبَابِ فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ أَيْ رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ نِسَاءَ جَعْفَرٍ قَالِ وَذَكَرُوكَ هُنَّ فَأَمَرَهُ أَنْ يَتَّهَاهُنَّ قَالَ فَذَهَبَ الرَّجُلُ ثُمَّ أَتَى فَقَالَ قَدْ نَهَيْتُهُنَّ وَذَكَرَاتُهُ لَمْ يُطِعْنَهُ قَالَ فَأَمَرَ أَيْضًا فَذَهَبَ ثُمَّ أَتَى فَقَالَ وَاللَّهِ لَقَدْ غَلَبْنَا

فَزَعَمْتُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاخْتُ فِي أَفْوَهِهِ  
مِنَ الثَّرَابِ قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ أَرُغِمَ اللَّهُ أَنْفَكَ فَوَاللَّهِ مَا أَنْتَ  
تَفْعَلُ وَمَا تَرْكُتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْعِنَاءِ۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب حضرت ابن حارثہؓ جعفر ابن ابی طالبؓ اور عبداللہ بن رواحہؓ کی شہادت کی خبر پہنچی تو آپؐ اٹھ کر بیٹھ گئے۔ کہ آپؐ میں حزن و ملال کے آثار معلوم ہوتے تھے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں دروازے کی دراز سے جھانک رہی تھی۔ کہ آپؐ کے پاس ایک آدمی آکر کہنے لگا۔ اے اللہ کے رسول! حضرت جعفرؓ کے خاندان کی عورتیں رو رہی ہیں۔ آپؐ نے حکم دیا ان کو جا کر روک دو۔ وہ آدمی گیا اور واپس آکر کہنے لگا۔ کہ میں نے ان کو روکا ہے۔ لیکن وہ کہتا نہیں مانتیں۔ آپؐ نے پھر بھی اسے حکم دیا وہ گیا اور واپس آکر کہنے لگا۔ کہ واللہ! وہ ہم پر غالب آگئی ہیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپؐ نے فرمایا۔ ان کے مونہوں میں مٹی ڈالو۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ میں نے کہا۔ کہ اللہ تعالیٰ تیری ناک سے خاک آلودہ کرے۔ واللہ! نہ تو وہ کام انجام دیتا ہے اور نہ ہی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تنگ کرنے سے باز آتا ہے۔

حدیث نمبر ۳۸۳۲ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا جَاءَ ابْنَ جَعْفَرٍ قَالَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ ذِي الْجَنَاحَيْنِ۔

ترجمہ: حضرت عامرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ جب حضرت جعفرؓ کے صاحبزادے عبداللہؓ پر سلام کرتے تھے تو کہتے کہ اے دوپروں والے کے بیٹے تجھ پر سلام ہو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ: غزوہ موتہ جمادی الاول ۶۰ھ میں واقع ہوا اور فتح مکہ رمضان ۶۰ھ میں ہے۔ واقعہ یہ پیش آیا کہ رومیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر کو قتل کر دیا۔ حالانکہ بین الاقوامی دستور کے مطابق سفار کو قتل نہیں کیا جاتا تھا۔ تو سفیر کا قتل اعلان جنگ تھا۔ پہلے رومیوں سے کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں ہوتی تھی۔ سفیر کے قتل سے لڑائی کا آغاز ہوا۔ بعد ازاں چھیڑ چھاڑ ہوتی رہی۔ بلقار شام کے قریب ایک جگہ ہے۔ اس کے قریب موتہ واقع ہے۔ آپؐ نے کچھ آدمیوں کو رومیوں سے لڑائی کے لئے بھیجا۔ تو اس حدیث پر حضرت زید بن حارثہؓ

کو امیر مقرر کیا۔ ان کے قتل پر جعفرؓ اور جعفرؓ کے قتل ہونے پر حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کی تقرری فرمائی۔ یہ تینوں حضرات شہید ہو گئے۔ رومیوں نے جب حضرت جعفرؓ کے دایں ہاتھ کو کاٹ ڈالا تو انہوں نے جھنڈا دوسرے ہاتھ میں پکڑ لیا۔ جب وہ بھی کاٹ دیا گیا تو گمے ہوئے جھنڈے کو حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے پکڑا وہ بھی شہید ہو گئے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ صلح حدیبیہ کے موقع پر سلمان ہو گئے تھے۔ اور اس لشکر میں شامل تھے۔ جب حضرت عبداللہ بن رواحہؓ شہید ہو چکے تو حضرت خالد بن ولیدؓ نے جھنڈے کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور فوج کو پیچھے ہٹنے کا حکم دیا۔ پیچھے ہٹ کر پھر آگے بڑھے۔ رومیوں نے سمجھا کہ ان کو ملک پہنچ گئی ہے۔ اس لئے آگے بڑھے ہیں۔ تو شدید قتال ہوا اور فتح مسلمانوں کے حصہ میں آئی۔ نو یا آٹھ تلواریں ان کے ہاتھ میں ٹوٹی ہیں۔ بضحا و تسعین اس روایت سے نوے سے اوپر اور پہلی روایت سے پچاس زخم کی تعداد معلوم ہوئی۔ تو ان میں منافات نہیں۔ ایک تو اس لئے کہ عدد قلیل عدد کثیر کا معائنہ نہیں ہوتا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ پہلے نیزے اور تلوار کے پچاس زخم کا ذکر تھا۔ دوسری یعنی تیر کے زخم کا ذکر نہیں تھا۔ اس روایت میں تیر کے زخموں کا ذکر بھی ہے۔ لہذا تعداد بڑھ گئی۔

قبل یا نتیۃ الخبر یعنی ابھی تک کسی مخبر کے ذریعہ آپؐ کو ان حضرات کی شہادت کی خبر نہیں پہنچی تھی۔ کہ آپؐ کو بذریعہ وحی اطلاع ہوئی۔ آپؐ لوگوں کو ان کی شہادت کی خبر سن رہے تھے۔ اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

لقد غلبنا یا تو وہ عورتیں بے اختیار ہو کر رو رہی تھیں۔ یا انہوں نے سمجھا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم نہیں ہے۔ بلکہ یہ اپنی طرف سے کہہ رہے ہیں۔ اس لئے انہوں نے اس کے کہنے کی پرواہ نہیں کی۔

فاحث فی افواھمن من التراب ایک معنی تو اس کے یہ ہیں کہ چھوڑو۔ ان کے منہ میں مٹی جھونکو۔ نہیں مانتیں تو نہ مانیں۔ یا حقیقی معنی مراد ہیں۔ کہ ان کے منہ میں مٹی ڈالو۔ چونکہ وہ بڑے بڑے خاندان کی مستورات تھیں۔ اس لئے مٹی ڈالنے کی انہیں جرأت نہ ہوئی۔

یا ابن ذی الجناحین جب ان کے دونوں بازو کاٹ گئے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان کے بازو کے بدلے انہیں جنت میں دو جناح دیئے گئے ہیں۔ جن کے ذریعہ

جنت میں چلتے پھرتے ہیں۔ بنا بریں آپؐ ان کو ذوالجناحین کے لقب سے یاد فرمایا کرتے تھے۔ ابن عمرؓ آپ کے صاحبزادے کو ابن ذی الجناحین کہہ کر سلام کیا کرتے تھے اور باپ جعفر طیار کے نام سے مشہور ہوتے۔

حدیث نمبر ۳۸۳۳ حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ ابْنِ حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ يَقُولُ لَقَدْ انْقَطَعَتْ فِي يَدِي يَوْمَ مَوْتِهِ تِسْعَةُ أَسْيَافٍ فَمَا بَقِيَ فِي يَدِي إِلَّا صَفِيحَةٌ يَمَانِيَّةٌ۔

ترجمہ۔ حضرت قیس بن ابی حازم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت خالد بن ولیدؓ سے سنا۔ فرماتے تھے کہ موتہ کی لڑائی میں میرے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹ پھوٹ گئیں۔ میرے ہاتھ میں سوائے یمنی چوڑی تلوار کے کچھ بھی باقی نہ رہا۔

حدیث نمبر ۳۸۳۵ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا قَيْسُ قَالَ سَمِعْتُ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ يَقُولُ لَقَدْ دُقَّتْ فِي يَدِي يَوْمَ مَوْتِهِ تِسْعَةُ أَسْيَافٍ وَصَبَرْتُ فِي يَدِي صَفِيحَةٌ لِي يَمَانِيَّةٌ۔

ترجمہ۔ حضرت خالد بن ولیدؓ فرماتے ہیں کہ جنگ موتہ میں میرے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹ گئیں۔ اور میرے ہاتھ میں صرف ایک چوڑی یمنی تلوار بچ گئی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپؐ نے بہت سے کفار کو قتل کیا اور فتح حاصل کی۔

حدیث نمبر ۳۸۳۶ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ أَعْطَى عَلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَوَاحَةَ فَجَعَلَتْ أُخْتُهُ تَبْكِي وَأَجْبَلَاهُ وَكَذَّادَاكَدَا عَلَيْهِ فَقَالَ حِينَ أَفَاقَ مَا قُلْتُ شَيْئًا إِلَّا قِيلَ لِي أَنْتَ كَذَّالِكُ۔

ترجمہ۔ حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ پر بے ہوشی طاری ہوئی۔ تو ان کی ہمیشہ رو رو کہہتی تھیں۔ اد میرے پہاڑ! او فلاں او فلاں وہ ان کے مناقب گن گن کر روتی تھیں۔ جب ان کو افاقہ ہوا تو فرمانے لگے کہ جو کچھ تو نے میرے صفات کہے ہیں۔ مگر مجھے کہا گیا۔ کیا تو ایسے ہی تھا۔

**تشریح از شیخ مدنی** | جعلت اختہ عمرہ تبکی یہ واقعہ غزوہ موتہ سے پہلے کا ہے۔ جب کہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ بیمار ہوئے۔ اور ان پر بے ہوشی طاری ہوئی۔ تو ان کی بہن نے سمجھا کہ ان کا انتقال ہو گیا ہے۔ تو زمانہ جاہلیت کی عادت کے مطابق واجبلہ وغیرہ کہتی تھیں یہ نہ بٹھا۔ قیل انت کذاک یعنی فرشتے بطور طعنہ کے کہتے تھے۔ کیوں صاحب تم پہاڑ تھے۔ یہ بھی ایک قسم کا عذاب ہے۔

لا تتردوا ذرۃ ذرۃ اخری اس سے عذاب آخرت مراد ہے۔ بہر حال جب ان کی ہمیشہ کو اس کا علم ہوا تو جب انہیں معلوم ہوا غزوہ موتہ میں شہید ہوئے۔ تو پھر یہ نہیں روئیں حقیقت یہ ہے کہ کبھی محبت بے وقوفی کی وجہ سے ہوتی ہے۔ جیسے نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ کہہ دیا۔ جن کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پانچ سو برس تک سرنیچا رکھیں گے۔ اور یہی بے وقوفی محبت امت مسلمہ کے ان لوگوں کی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بشریت سے نکالتے ہیں۔ اور ردافض نے حضرت علیؓ کی تعریف میں غلو کرتے ہوئے انہیں اللہ کہہ دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ یا علی یھلک فلک طائفان مفرط و مفرط دو گروہ تمہاری وجہ سے ہلاک ہوں گے۔ ایک زیادتی کرنے والے دوسرے کوتاہی کرنے والے۔ اور یہ خبیث ادھر تو حضرت علیؓ کو عالم ماکان و مایکون ملتے ہیں اور ان کو بے غیرت بھی ثابت کرتے ہیں۔ حضرت ام کلثومؓ بنت علیؓ کا نکاح حضرت عمرؓ سے ہوا۔ تو کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ ان کی گردن میں چادر ڈال کر مدینہ کی گلیوں میں گھسیٹتے رہے۔ اور بے حیائی سے کافی کلینی میں ہے۔ اول فرج غضب عنافر ج ام کلثومؓ

**تشریح از شیخ گنگوہی** | الا قیل لی انت کذاک ۱۱۱ فرشتوں کا یہ قول اس بنا پر ہے کہ انہیں علم تھا۔ کہ حضرت عبداللہؓ اپنے گھر والوں کو یہ خبر دے کر انہیں منکرات سے روکنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ تاکہ وہ ان کی موت پر نوحہ وغیرہ نہ کریں۔ کیونکہ اگر ان کو اس کا علم نہ ہو۔ تو وہ حضرت عبداللہؓ کے ساتھ یہ سلوک نہ کرتے۔ کیونکہ وہ خود تو ان منکرات پر راضی نہ تھے۔ بلکہ ان کے فعل سے بُری تھے۔

لا تتردوا ذرۃ ذرۃ اخری یعنی کوئی جی کسی دوسرے کے بوجھ کو نہیں اٹھائے گا۔ اور جو کچھ

انہوں نے کیا نہ تو ان کے حکم سے تھا اور نہ ہی ان کی رضا مندی سے تھا۔ اس لئے ان سے مواخذہ نہ ہوگا۔

**تشریح از شیخ زکریا** | قطب لنگوہی کی توجیہ حضرت عبداللہ بن رواحہ جیسے رفع الشا

محبائی کی شان کے لائق ہے۔ کہ وہ ایسے منکرات پر کیسے راضی ہو سکتے ہیں۔

حدیث نمبر ۳۸۳۷ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ أَطْعَمَنِي عَلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَوَاحَةَ بِهَذَا أَفْلَقَامَاتٍ لَمْ تَبِكْ عَلَيْهِ -

ترجمہ۔ حضرت نعمان بن بشیر فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ پر بے ہوشی طاری ہوئی اور سابق حدیث میں جو آیا ہے وہ ان سے کہا گیا۔ توجب ان کی وفات ہوئی تو وہ ان پر نہیں رونے لگے۔ اور اسی مناسبت سے اس سے پہلی حدیث کو اس باب میں لاتے ہیں۔

**بَابُ بَعَثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ إِلَى الْحُرَقَاتِ مِنْ جُحَيْنَةَ -**

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت اسامہ بن زیدؓ کو جہینہ قبیلہ کی ایک شاخ حرقات کی طرف بھیجنا۔

حدیث نمبر ۳۸۳۸ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بْنُ عُقْرٍ وَبْنُ مُحَمَّدٍ سَمِعْتُ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ بَعَثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْحُرَقَةِ فَصَبَّحْنَا الْقَوْمَ فَهَزَمْنَاهُمْ وَلَحِقْتُ أَنَا وَرَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ رَجُلًا مِنْهُمْ فَلَقَا غَشِيْنَاهُ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَكَفَّ الْأَنْصَارِيُّ فَطَعَنَتْهُ بِرُمْحِي حَتَّى قَتَلْتُهُ فَلَمَّا قَدِمْنَا بَلَغَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا أُسَامَةُ أَقَتَلْتَهُ بَعْدَ مَا قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قُلْتُ كَانَ مَتَعَوِّذًا فَمَا زَالَ يُكْرِرُهَا حَتَّى تَمَلَّيْتُ أَنِّي لَمْ أَكُنْ أَسْلَمْتُ قَبْلَ ذَلِكَ الْيَوْمِ -

ترجمہ۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے



حرقہ کی طرف بھیجا۔ پس ہم نے اس قوم پر صبح کے وقت حملہ کیا اور انہیں شکست دے دی۔ میں اور ایک انصاری آدمی کفار کے ایک آدمی سے ملے۔ جب ہم نے اس کو ڈھانپ لیا یا گھیر لیا تو وہ کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھنے لگا۔ انصاری بھائی تو رک گیا۔ لیکن میں نے اسے اپنا نیزہ مارا جسے میں نے قتل کر دیا۔ پس جب ہم مدینہ واپس آئے تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا۔ اے اسامہ! کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھنے کے بعد آپ نے اسے قتل کر دیا۔ میں نے کہا حضرت! وہ تو قتل سے بچنے کے لئے کلمہ پڑھنے والا تھا بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برابر اس کلمہ کو دوہراتے رہے۔ یہاں تک کہ میں نے تمنا کی کہ کاش میں آج کے دن سے پہلے مسلمان نہ ہوتا۔

**تشریح از شیخ مدنی** | حرقات جمع حرقہ کی چند آدمیوں نے اپنے دشمنوں کو جلادیا تھا۔ ان کی اولاد کو حرقات کہا جانے لگا۔ جو ہمیشہ کا ایک بطن ہے۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | حتیٰ تحنیت النصیحة بسا اوقات انسان بالذات اپنے مقاصد پر نظر رکھتا ہے۔ اور جو مفاسد اس سے لازم آتے ہیں اس کی طرف ان کی نگاہ نہیں ہوتی۔ بنا بریں حضرت اسامہؓ کی یہ تمثی اس لئے تھی کہ وہ اس جرم عظیم سے بری ہو جاتے۔ اور اس جنایت پر جو عتاب حاصل ہوتا اس کے ڈر کی وجہ سے تمنا کر دی اور اس کو نہ دیکھا۔ کہ اس سے تو کفر سے تلبث لازم آئے گا۔

**تشریح از شیخ زکریا** | حضرت گنگوہیؒ کی توجیہ دیگر شراح کی توجیہات سے الطف ہے۔ چنانچہ کرمائی فرماتے ہیں کہ ان کی یہ تمنا ایسے اسلام کی تھی جس میں کوئی گناہ نہ ہو۔ علامہ علیؒ فرماتے ہیں کہ یہ مبالغہ ہے۔ حقیقت مراد نہیں ہے۔ حافظ اس کے معنی کرتے ہیں۔

کہ میرا اسلام آج ہوتا کیونکہ ان الاسلام بھدسم ما قبلہ کہ اسلام لانے سے پہلے گناہ سب معاف ہو جاتے ہیں۔ تو یہ گناہ مٹانے کی تمنا ہوئی۔ عدم اسلام کی تمنا نہ ہوئی۔

حدیث نمبر ۳۸۳۹ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ إِسْمَعِيلُ بْنُ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ يَقُولُ غَزَدْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ مَرَّةً عَلَيْنَا أَبُو بَكْرٍ وَمَرَّةً عَلَيْنَا أَسَامَةُ وَقَالَ عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ بْنُ غِيَاثٍ الْإِثْلَةُ

ترجمہ۔ حضرت سلمہ بن الاکوعؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سات غزوات میں حصہ لیا۔ اور جو سرایا آپؐ نے روانہ کئے ان میں بھی نکلا اس طرح نو غزوات ہوئے۔ ایک مرتبہ ہم پر ابو بکرؓ امیر تھے۔ اور دوسری مرتبہ حضرت اسامہ بن زیدؓ تھے۔ عمرو بن حفصؓ کی سند میں بھی ایسا ہی ہے۔

حدیث نمبر ۳۸۴۰ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ الضُّحَّاكُ الْاَنْعَنُ سَلَمَةُ بْنُ الْاَكُوْعِ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ وَغَزَوْتُ مَعَ ابْنِ حَارِثَةَ اسْتَعْمَلَهُ عَلَيْنَا۔

ترجمہ۔ حضرت سلمہ بن الاکوعؓ فرماتے ہیں کہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سات غزوات میں شامل ہوا۔ اور ایک غزوہ میں ابن حارثہ کے ساتھ بھی جہاد کیا۔ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ہم پر عامل مقرر فرمایا تھا۔

حدیث نمبر ۳۸۴۱ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْاَنْعَنُ سَلَمَةُ بْنُ الْاَكُوْعِ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ فَذَكَرَ خَيْبَرَ وَالْحُدَيْبِيَّةَ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ وَيَوْمَ الْقَدَدِ قَالَ يَزِيدُ وَنَسِيتُ بِقِيَّتَهُمْ۔

ترجمہ۔ حضرت سلمہ بن الاکوعؓ سے مروی ہے۔ کہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سات غزوات میں جہاد کیا۔ انہیں نے خیبر، حیدیبیہ، حنین اور یوم القد کا ذکر کیا۔ یزید راوی کہتے ہیں۔ کہ بقیہ غزوات کے نام میں بھول گیا۔ چار تو یہ ہوتے۔ غزوہ فح۔ غزوہ طائف اور غزوہ تبوک میں یہ ہوتے۔ اس طرح سات غزوات ہو گئے۔ اور غزوہ تبوک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری غزوہ ہے۔ اور جن میں نو غزوات کا ذکر ہے۔ تو ممکن ہے۔ غزوہ وادی القرأی جو خیبر کے بعد ہوا۔ اور عمرة القضاء کو بھی شمار کر لیا ہو۔

**بَابُ غَزْوَةِ الْفَتْحِ وَمَا بَعَثَ حَاطِبُ بْنُ أَبِي بَلْتَعَةَ إِلَى أَهْلِ مَكَّةَ يُخْبِرُهُمْ بِغَزْوِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.**

ترجمہ۔ غزوہ فتح اور وہ جو حضرت حاطب بن ابی بلتعہ نے جو اہل مکہ کو خط بھیجا جس میں وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حملہ کی خبر دیتے تھے۔

حدیث نمبر ۳۸۴۲ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَالتَّبَيُّرُ وَالْمِقْدَادُ فَقَالَ انْطَلِقُوا حَتَّى تَأْتُوا رَوْضَةَ خَاجٍ فَإِنَّ بِهَا ظُلُمَيْنَةَ مَعَهَا كِتَابٌ فَخُذُوا مِنْهَا قَالُوا فَانْطَلَقْنَا نَعَادِي بِنَاخِيلِنَا حَتَّى أَتَيْنَا الرَّوْضَةَ فَإِذَا نَحْنُ بِالظُّلُمَيْنَةِ قُلْنَا لَهَا الْخُرُجِي الْكِتَابَ قَالَتْ مَا مَعِيَ كِتَابٌ فَقُلْنَا لَتُخْرِجَنَّ الْكِتَابَ أَوْ لَنُلْقِيَنَّ السِّيَّابَ قَالَ فَاخْرَجَتْهُ مِنْ عِقَاصِهَا فَاتَيْنَاهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا فِيهِ مِنْ حَاطِبِ بْنِ أَبِي بَلْتَعَةَ إِلَى أَنَاسٍ بِمَكَّةَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ يُخْبِرُهُمْ بِبَعْضِ أَمْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا حَاطِبُ مَا هَذَا قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَا تَعْجَلْ عَلَيَّ إِنِّي كُنْتُ أَمْرًا مُلْصَقًا فِي قُرَيْشٍ يَقُولُ كُنْتُ حَلِيفًا وَلَمْ أَكُنْ مِنْ أَنْفُسِهَا وَكَانَ مِنْ مَعَكَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ مَنْ لَهُمْ قَرَابَاتٌ يَحْمُونَ أَهْلِيهِمْ وَأَمْوَالَهُمْ فَأَحْبَبْتُ إِذْ فَاتَنِي ذَلِكَ مِنَ السَّبَبِ فِيهِمْ أَنْ أَتَّخِذَ عِنْدَهُمْ يَدًا يَحْمُونَ قَرَابَتِي وَلَمْ أَفْعَلْهُ إِرْتِدَادًا عَنْ دِينِي وَلَا رِضًا بِالْكَفْرِ بَعْدَ الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا إِنَّهُ قَدْ صَدَقَكُمْ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُولَ اللَّهِ دَعْنِي أَضْرِبُ عُنُقَ هَذَا الْمُنَافِقِ فَقَالَ إِنَّهُ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا وَمَا يَذُرِيكَ لَعَلَّ اللَّهَ أَطْلَعَ عَلَى مَنْ شَهِدَ بَدْرًا قَالَ اأَعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ

فَأَنزَلَ اللَّهُ السُّورَةَ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّكُمْ  
عَدُوًّا وَلَا لِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ إِلَى قَوْلِهِ فَقَدْ ضَلَّ  
سَوَاءَ السَّبِيلِ۔

ترجمہ۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ مجھے اور حضرت زبیرؓ اور حضرت مقلدؓ ہم تینوں کو جناب  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیج کر فرمایا کہ چلتے رہو یہاں تک کہ جب تم خاخ کے باغ  
تک پہنچو تو دہاں ایک اونٹنی سوار عورت ملے گی جس کے پاس خط ہے وہ لے آؤ۔ فرماتے  
ہیں کہ ہم چل پڑے۔ کہ ہمیں ہمارے گھوڑے دوڑاتے تھے۔ یہاں تک کہ جب ہم اس باغ کے  
پاس پہنچے تو واقعی دہاں پر ایک اونٹنی سوار عورت جا رہی تھی۔ ہم نے اس سے کہا کہ خط نکالو۔  
وہ کہنے لگی کہ میرے پاس خط نہیں ہے۔ پس ہم نے اس سے کہا کہ تمہیں خط نکالنا پڑے گا۔  
یا ہم تیرے کپڑے اتار پھینکیں گے۔ تو اس نے وہ خط اپنے سر کے بالوں کے جھوڑے سے نکال  
کر دیا۔ جس کو لے کر ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔  
جس میں حاطب بن ابی بلتعنہ کی طرف سے مکہ کے مشرکین کے کچھ لوگوں کی طرف لکھا ہوا تھا۔  
جس کے ذریعہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ رازان کو بتا رہے تھے تو جناب  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ اے حاطب! یہ کیا معاملہ ہے۔ اس نے جواب دیا۔  
یا رسول اللہ! آپ میرے معاملہ میں جلدی نہ کریں۔ میں قریش کا حلیف تھا ان کے خاندان  
میں سے نہیں تھا۔ اور آپ کے ہمراہ جس قدر مہاجرین حضرات ہیں۔ ان سے ان کی رشتہ داریاں  
ہیں۔ جس سے وہ ان کے اہل و عیال اور اموال کی حفاظت کریں گے۔ میں نے سوچا جب یہ میرا  
نسبی رشتہ ان سے نہیں ہے۔ تو میں ایک احسان ان پر دھردوں۔ جس کی وجہ سے میرے  
رشتہ داروں کی حفاظت کریں۔ میں نے یہ کام اپنے دین سے پھر جانے کی وجہ سے نہیں کیا اور  
نہی اسلام کے بعد کفر کو پسند کرنے کی وجہ سے کیا ہے۔ جس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے فرمایا۔ خبردار! بے شک اس شخص نے سچ سچ کہہ دیا ہے۔ پھر بھی حضرت عمرؓ نے  
فرمایا۔ یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ تو آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بدر کی لڑائی میں حاضر ہو چکا ہے۔ تمہیں کیا پتہ کہ شاید اللہ تعالیٰ

نے اہل بدر پر جھانک کر فرمادیا ہو کہ تم جو چاہو عمل کرو۔ میں تمہیں بخش چکا ہوں۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ سورۃ نازل فرمائی۔ ترجمہ۔ اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ کیا تم انہیں اپنی محبت اور دوستی کا یقین دلاتے ہو۔ فقہ ضل سواء السبیل تک پڑھا۔

### تشریح از شیخ مدنیؒ | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا اہم مقصد

مکہ معظمہ کو دشمنوں کے قبضہ سے آزاد کرایا جائے۔ اس لئے کہ یہ گھر محض عبادت الہی کے لئے بنایا گیا تھا۔ ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا تھا۔ طہر بیتی للطائفین الیہ کیونکہ یہ مقام تمام دنیا میں ایسی نسبت لھتا تھا۔ جو شہنشاہی محل سرانے رکھتا ہے۔ دشمن اگر محل کے ارد گرد پر غالب ہو جائے تو اس قدر فکر مندی نہیں ہوتی۔ جس قدر پایہ تخت پر غلبہ سے ہوتا ہے۔ جو کسی کو پایہ تخت سے نکال دے۔ کمال اسی کا ہوتا ہے۔ بیت اللہ میں تین سو ساٹھ بت تھے۔ اور اطراف و جوانب میں بھی بتوں کی پرستش ہوتی تھی۔ سوائے حضرت زید کے جو حضرت عمرؓ کے چچا تھے۔ اور درقہ بن نوفل کے اور کوئی موجد نہیں تھا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش مکہ تک پیغام توحید پہنچایا۔ جس پر موحّدین کو سخت اذیتیں پہنچائی گئیں۔ آپ تیرہ برس تک عدم تشدد کی پالیسی پر عمل پیرا رہے۔ لیکن جب کوئی اثر نمودار نہ ہوا۔ تو آپ مع صحابہ کرام کے مدینہ منورہ تشریف لائے۔ صلح حدیبیہؓ میں ہوئی تھی۔ صلح کی شرائط میں یہ بھی تھا کہ حلفار سے بھی چھڑ چھاڑ نہ کی جائے گی۔ بنو بکر قریش کے حلفار تھے۔ اور بنو خزاعہ مسلمانوں کے حلفار تھے۔ باوجود شرک کے آپ نے ان تعلقات قدیمہ کی وجہ سے انہیں حلیف بنا لیا۔ بنو خزاعہ میں سے کسی نے بنو بکر کے ایک تاجر کو قتل کر ڈالا۔ تو بنو بکر نے ایک خزاعی کو قتل کر ڈالا۔

اس کے انتقام میں انہوں نے ان کے تین آدمی قتل کر دیئے۔ جن کا انتقام لیا گیا۔ اس طرح ان کی عداوت قائم رہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد لوگوں نے اس کی طرف زیادہ توجہ نہ کی۔ عداوت دیسے باقی رہی۔ صلح حدیبیہ کے بعد بنو خزاعہ مطمئن تھے کہ معاہدہ کی وجہ سے دس برس تک نہ تو قریش ہم پر حملہ کر سکتے ہیں۔ اور نہ ہی بنو بکر حملہ کریں گے۔ لیکن ایک رات کدید کے مقام پر جو حرم سے باہر حل میں ہے۔ بنو بکر جو پہلے سے تیار تھے۔ انہوں نے بنو خزاعہ پر حملہ کر دیا۔ اور قتال کرتے ہوئے حرم میں داخل ہو گئے۔ لوگوں نے ان کو روکا کہ کم از کم

حرم میں قتال نہ کرو۔ جس پر بنو بکر نے کہا۔ کہ ہم نے ثار یعنی بدلہ لینا ہے۔ مگر وہ برابر قتل کرتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ مکہ معظمہ میں داخل ہو گئے۔ پھر تو جنگ رک گئی۔ انہوں نے سمجھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دور ہیں ان کو کیسے اطلاع ہوگی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اطلاع دی۔ اور بنو خزاعہ نے ایک وفد کے ذریعہ سے آپ کو مطلع کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کے لئے تیاری کا حکم دے دیا۔ کیونکہ عہد شکنی کی پہلی قریش اور ان کے حلفاء سے ہوئی۔ جس پر قریش نے کوشش کی کہ تجدید عہد ہو جائے۔ چنانچہ اس کے لئے انہوں نے ایک وفد بھیجا۔ جن میں ابوسفیان بھی تھا۔ انہوں نے خزاعیوں کو دیکھا کہ وہ مدینہ سے واپس آرہے تھے۔ کہ ان کے اونٹوں کی مینگنیوں سے یثرب کی کھجور کی گٹھلیاں لٹکیں۔ بہر حال ابوسفیان پہلے پہل اپنی بیٹی اُمّ حبیبہؓ زوجہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر پہنچا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر بیٹھنے لگا۔ تو حضرت اُمّ حبیبہؓ نے بستر لپیٹ کر رکھ دیا۔ جس پر یہ خفا ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس سے کوئی بات چیت نہ کی۔ تو یہ حضرت صدیق اکبرؓ کے پاس آیا۔ انہوں نے بھی صاف جواب دے دیا۔ وہاں سے مایوس ہو کر حضرت عمرؓ کے پاس آیا۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر میرے پاس چوٹیاں بھی ہوں گی تو تمہارے خلاف جہاد کروں گا۔ حضرت علیؓ کے پاس گیا انہوں نے حضرت فاطمہ الزہراءؓ کی طرف رہنمائی کی۔ انہوں نے بھی صاف جواب دے دیا۔ کہ یہ ہمارے بس کی بات نہیں ہے۔ حضرت حسینؓ سے کہا تم نواسے ہو۔ تم امان دے دو۔ حضرت فاطمہؓ نے فرمایا یہ بچے ہیں۔ ان کی امان کا کیا اعتبار ہے۔ آخر حضرت علیؓ کے کہنے پر ابوسفیان مسجد نبوی میں چلا کر کہہ آیا۔ کہ میں نے مکہ والوں کو امان دے دی۔ وہ یہ کہہ کر چلا آیا۔ اور مکہ والوں کو آکر خبر دی۔ لیکن آپ نے لشکر کو تجہیز کا حکم دے دیا۔ چند منزلیں طے کر کے روزہ افطار کیا۔ اور ایک مقام پر رات بسر کی۔ حضرت عباسؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بغلہ یعنی خچر لئے ہوئے رات کو پھر رہے تھے۔ کہ تین آدمیوں کی آواز سنی۔ وہ ابوسفیان، بدیل اور حکیم تھے۔ انہوں نے اس میدان میں بہت آگ دیکھ کر پوچھا کہ اتنا بڑا قبیلہ کون ہے۔ جس پر حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ یہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر ہے۔ اب اس عذاب سے بچنے کی سوائے اس کے اور کوئی صورت نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر اپنی اور

اپنی قوم کے لئے پناہ طلب کرو۔ بدیل اور حکیم تو واپس چلے گئے۔ ابوسفیان کو حضرت عباسؓ نے آپ کے بغل پر اپنے پیچھے بٹھالیا۔ راستہ میں حضرت عمرؓ سے ملاقات ہو گئی۔ حضرت عمرؓ کا ارادہ تھا کہ چونکہ یہ اسلام کا بڑا دشمن ہے۔ اس لئے اسے قتل کر دینا چاہیئے۔ حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ اگر کوئی عدی کے خاندان کا ہوتا تو تم ایسا ہرگز نہ کہتے۔ حضرت عباسؓ بغلہ دوڑا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے۔ جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان سے کہا کہ تم اللہ کی وحدانیت پر ایمان کیوں نہیں لاتے۔ تو اس نے اقرار کیا کہ اگر واقعی متعدد الہ ہوتے تو ہمارا یہ حال نہ ہوتا۔ واقعی اللہ ایک ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا میری رسالت کا اقرار کیوں نہیں کرتے۔ اس نے کہا ابھی نفس میں کدورت باقی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حضرت عباسؓ کے سپرد کیا کہ اچھا اسے کل میرے سامنے پیش کرنا۔ صبح کو اس نے رسالت کا بھی اقرار کر لیا۔ جس پر حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ یہ شخص بڑائی پسند ہے۔ اس کی بڑائی کے لئے کچھ فرما دیجیئے۔ جس پر آپؐ نے فرمایا۔ من دخل دار ابی سفیان فھو آمن ومن دخل بیت اللہ فھو آمن ومن اغلقہ بابا علی نفسہ فھو آمن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ فلاں گھاٹی پر ابوسفیان کو لے جا کر لشکر کا نظارہ کرو۔ چنانچہ ایسا کیا گیا۔ جس پر اس نے جا کر قریش مکہ کو لشکر کی کثرت کی اطلاع دی اور امان کی بھی خبر کر دی۔ یہ غزوہ فتح مکہ رمضان شریف میں واقع ہوا ہے۔

## بَابُ غَزْوَةِ الْفَتْحِ فِي رَمَضَانَ

ترجمہ۔ رمضان شریف میں غزوہ فتح کا واقع ہونا۔

حدیث نمبر ۳۸۴۳ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزَا غَزْوَةَ الْفَتْحِ فِي رَمَضَانَ قَالَ وَسَمِعْتُ ابْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُولُ مِثْلَ ذَلِكَ وَعَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ صَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى إِذَا بَلَغَ الْكَدِيدَ الْمَاءَ الَّذِي بَيْنَ قُدَيْدٍ وَعُسْفَانَ أَفْطَرَ فَلَمْ يَزَلْ مُفْطِرًا حَتَّى

## اَسْلَخَ الشَّهْرَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ خبر دیتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ فتح میں رمضان کے اندر جہاد کیا۔ دوسری سند ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھا۔ یہاں تک کہ جب کہید چشمہ پر پہنچے جو قدید و عسفان وادیوں کے درمیان ہے تو آپؐ نے روزہ افطار کیا۔ پھر برابر افطار کئے رکھا۔ یہاں تک ماہ رمضان گزر گیا۔

حدیث نمبر ۳۸۴۲ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ فِي رَمَضَانَ مِنَ الْمَدِينَةِ وَمَعَهُ عَشْرَةُ آلَافٍ وَذَلِكَ عَلَى رَأْسِ ثَمَانِ سِنِينَ وَنِصْفٍ مِنْ مَقَدِّمِهِ الْمَدِينَةَ فَسَارَ هُوَ وَمَنْ مَعَهُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ إِلَى مَكَّةَ يَصُومُونَ وَيَصُومُونَ حَتَّى يَبْلُغَ الْكَدِيدَ وَهُوَ مَا بَيْنَ عُسْفَانَ وَكَدِيدٍ أَفْطَرُوا أَفْطَرُوا قَالَ الزُّهْرِيُّ وَإِنَّمَا يُؤْخَذُ مِنْ أَمْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْآخِرُ فَالْأَخِرُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف میں مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے جب کہ آپؐ کے ہمراہ دس ہزار کا لشکر تھا۔ اور یہ واقعہ آپؐ کے مدینہ آنے سے آٹھویں سال کے اختتام اور نصف پر تھا۔ یعنی آخری نصف۔ تو آپؐ اور آپؐ کے ہمراہ مسلمان مدینہ سے مکہ کی طرف چلے۔ آپؐ نے بھی روزہ رکھا ہوا تھا اور آپؐ کے صحابہ کرام بھی روزہ سے تھے۔ یہاں تک کہ آپؐ جب کہید کے چشمہ پر پہنچے جو عسفان اور قدید کے درمیان ہے تو آپؐ نے روزہ رکھنا چھوڑ دیا اور صحابہ کرامؓ نے بھی افطار کیا۔ امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری فعل کو لیا جاتا ہے جو اول کے لئے ناسخ ہوتا ہے۔ تو سفر میں آخری عمل افطار ہے۔

تشریح از شیخ منیؒ اَقْلَمَ يَزُلْ مَفْطَرًا تَاكَ قُوتِ سَلْبٍ نَهْ يَجْلَتْ۔ جمہور یہی فرماتے ہیں کہ مجاہدین کو افطار کرنا چاہیے۔ سفر میں مشقت سخت ہوتی ہے۔



دعہ عشرۃ آلف اکثر ائمہ کا یہی قول ہے آپ کے ہمراہ دس ہزار آدمی مجاہد تھے۔ بعض بارہ ہزار اس بنا پر کہتے ہیں کہ دس ہزار مدینہ سے چلے اور دو ہزار بعد میں آکر مل گئے۔ یا یہ کہ دس ہزار مہاجرین و انصار تھے۔ دو ہزار اسلم، عفار، جہینہ، مزینہ اور سلیم کے آکر مل گئے۔

**تشریح از قاسمی** | رأس ثمان سنین ونصف لیکن صحیح سبع سنین ونصف ہے۔ کیونکہ ربیع الاول اور رمضان تک چھ ماہ نصف سنت ہوتا ہے۔ تو معمر کی روایت کا مدار اس پر ہے کہ سال کی تاریخ محرم سے ہو۔ اور جب دوسرے سال کے دو یا تین مہینے ہو جائیں تو اسے بھی سال شمار کر لیا جائے۔ یا یوں کہا جائے۔ ۲۸ھ میں سال کا آخر اول ربیع الاول تھا۔ اور اس کا بعد نصف ہوا۔

الاخر فالآخر سے ان لوگوں کا رد کرنا ہے جو کہتے ہیں کہ جس نے اول رمضان میں روزہ رکھ لیا اب اسے افطار نہیں کرنا چاہیے۔ حدیث سے ثابت ہے کہ آپ کا آخری عمل افطار فی رمضان ہے۔

حدیث نمبر ۳۸۴۵ حَدَّثَنِي عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ إِلَى حَتَيْنٍ وَالتَّاسِ مُخْتَلِفُونَ فَصَائِمٌ وَمُفْطِرٌ فَلَمَّا اسْتَوَى عَلَى رَاحِلَتِهِ دَعَا بَانُو مِنْ لَبَنٍ أَوْ مَاءٍ فَوَضَعَهُ عَلَى رَاحِلَتِهِ أَوْ عَلَى رَاحِلَتِهِ ثُمَّ نَظَرَ إِلَى النَّاسِ فَقَالَ الْمُفْطِرُونَ لِلصَّوَامِ أَفْطِرُوا وَقَالَ عَبْدُ التَّزَّاقِي خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ وَقَالَ حَمَّادٌ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف کے مہینہ میں حنین کی طرف روانہ ہوئے۔ کچھ لوگ روزہ دار تھے اور کچھ افطار کرنے والے تھے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی میں ٹھیک ہو کر بیٹھ گئے۔ تو دودھ پلایا کی پیالہ منگوایا اور اس کو اپنی ہتھیلی پر یا اپنی اونٹنی پر رکھا۔ پھر لوگوں کی طرف دیکھا تو افطار کرنے

والوں نے روزہ داروں سے کہا کہ اب روزہ توڑ دو۔ عبدالرزاق کی سند میں عام الفتح کا ذکر ہے۔ اس طرح دوسری سند میں ابن عباس جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث نمبر ۳۸۴۶ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَأَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ فَصَامَ حَتَّى بَلَغَ عُسْفَانَ ثَلَاثَةَ عَشَرَ يَوْمًا مِنْ مَاءٍ فَشَرِبَ نَهَارًا لِيُرِيَهُ النَّاسَ فَأَفْطَرَ حَتَّى قَدِمَ مَكَّةَ قَالَ وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ صَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السَّفَرِ وَأَفْطَرَ فَمَنْ شَاءَ صَامَ وَمَنْ شَاءَ أَفْطَرَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں سفر اختیار فرمایا اور روزہ رکھا۔ جب عسفان مقام پہنچے تو پانی کا برتن منگو کر دن کے وقت پانی پیا۔ تاکہ یہ لوگوں کو دکھائیں۔ پس آپ نے روزہ چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ مکہ میں تشریف لے آئے۔ ابن عباس فرماتے تھے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں روزہ رکھا بھی ہے اور افطار بھی کیا۔ پس جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے افطار کرے۔

تشریح از شیخ مدنی [۱] الک حنیف رمضان شریف میں مکہ فتح ہوا۔ بعد ازاں

حنین کی لڑائی ہوئی۔ پھر اداس پر حملہ کیا گیا۔ پھر چوبیس دن تک طائف کا محاصرہ ہوا۔ یہاں تک کہ ذی قعدہ کا چاند نظر آگیا۔ آپ جعرانہ مقام تک پہنچے۔ رات کے وقت عمرہ کر کے آخر ماہ واپس مدینہ منورہ پہنچے۔

تشریح از قاسمی [۲] غزوہ حنین شوال ۶۱۰ھ میں واقع ہوا۔ جب کہ فتح مکہ ۶۱۰ھ رمضان

المبارک میں ہوئی۔ آپ دماں انیس دن مقیم رہے۔ برابر قصر نماز دو رکعت ادا کرتے رہے۔ تو یقیناً خروج الی حنین شوال میں ہوگا۔ طبری نے تہذیب میں افطروا کے ساتھ یا عصاة کا اضافہ بھی کیا ہے۔ اس روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

# بَابُ آيِنَ رَكَزِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّايَةَ يَوْمَ الْفَتْحِ

ترجمہ۔ فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجنڈہ اکہاں  
کاڑا تھا۔

حدیث نمبر ۳۸۴۲ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ سَمْعِيْلٍ الْأَعْمَشِيُّ عَنْ أَبِيهِ عُرْوَةَ بْنِ  
الرُّبَيْعِ قَالَ لَمَّا سَارَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ  
الْفَتْحِ فَبَلَغَ ذَلِكَ قُرَيْشًا خَرَجَ أَبُو سُفْيَانَ بْنُ حَرْبٍ وَحَكِيمُ بْنُ  
حِزَامٍ وَبُدَيْلُ بْنُ وَرْقَاءَ يَلْتَمِسُونَ الْخَبَرَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَقْبَلُوا يَسِيرُونَ حَتَّى أَتَوْا الظَّهْرَانَ فَإِذَا هُمْ  
بِنِيرَانَ كَأَنَّهَا نِيرَانٌ عَرَفَتْهُ فَقَالَ أَبُو سُفْيَانَ مَا هَذِهِ لَكَ أَتَاهَا  
نِيرَانٌ عَرَفَتْهُ فَقَالَ بُدَيْلُ بْنُ وَرْقَاءَ نِيرَانُ بَنِي عَمْرِو فَقَالَ  
أَبُو سُفْيَانَ عَمْرُو أَقْلٌ مِنْ ذَلِكَ فَرَأَاهُمْ نَاسٌ مِنْ حَرِيسِ رَسُولِ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَذْرَكُوهُمْ فَأَخَذُوهُمْ فَأَتَوْا بِهِ  
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْأَلَهُ أَبُو سُفْيَانَ فَلَمَّا سَارَ  
قَالَ لِلْعَبَّاسِ أَخِي ابْسُفِيَانَ عِنْدَ حَظْمِ الْخَيْلِ حَتَّى يَنْظُرَ إِلَى  
الْمُسْلِمِينَ فَحَبَسَهُ الْعَبَّاسُ فَجَعَلَتِ الْقَبَائِلُ تَمُرُّ مَعَ النَّبِيِّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَمُرُّ كَتِيبَةٌ كَتِيبَةٌ عَلَى أَبِي سُفْيَانَ فَمَرَّتْ  
كَتِيبَةٌ قَالَ يَا عَبَّاسُ مَنْ هَذِهِ قَالَ هَذِهِ غِفَارٌ قَالَ مَا لِي  
وَالْغِفَارُ تَمُرُّ مَرَّتْ جَهَنَّمُ قَالَ مِثْلُ ذَلِكَ وَمَرَّتْ سَلِيمٌ فَقَالَ  
مِثْلُ ذَلِكَ حَتَّى أَقْبَلْتُ كَتِيبَةً لَمْ يَرِ مِثْلَهَا قَالَ مَنْ هَذِهِ قَالَ  
هَؤُلَاءِ الْأَنْصَارُ عَلَيْهِمْ سَعْدُ بْنُ عُبادَةَ مَعَهُ الرَّايَةُ فَقَالَ سَعْدُ بْنُ  
عُبادَةَ يَا أَبَا سُفْيَانَ الْيَوْمَ يَوْمَ الْمَلْحَمَةِ الْيَوْمَ تُسْتَحَلُّ الْكَعْبَةُ

فَقَالَ أَبُو سَفْيَانَ يَا عَبَّاسُ حَبَّذَ أَيُّومُ الذِّمَارِ ثُمَّ جَاءَتْ كِتَابَةُ  
وَهِيَ أَقَلُّ الْكِتَابِ فِيهِمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
وَأَصْحَابُهُ وَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ الزُّبَيْرِ بْنِ  
الْعَوَّامِ فَلَمَّا مَرَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَبِي سَفْيَانَ  
قَالَ أَلَمْ تَعْلَمْ مَا قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ قَالَ مَا قَالَ كَذَا وَ  
كَذَا فَقَالَ كَذَبَ سَعْدُ وَلَكِنَّ هَذَا أَيُّومُ يُحْظَمُ اللَّهُ فِيهِ الْكُفَّةُ  
وَيَوْمٌ تُكْسَى فِيهِ الْكُفَّةُ قَالَ وَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
أَنْ تَرْكَزَ رَأْيُهُ بِالْحَجُّونِ قَالَ عُرْوَةُ السَّمِيعَةُ الْعَبَّاسِيُّ يَقُولُ  
لِلزُّبَيْرِيِّ الْعَوَّامِ يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ هُمْ نَا أَمَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَرْكَزَ الرَّائِيَةَ قَالَ وَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ أَنْ يَدْخُلَ مِنْ أَعْلَى مَكَّةَ مِنْ كَدَاءٍ  
وَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ كَدَاءٍ فَقُتِلَ مِنْ خَيْلِ  
خَالِدٍ يَوْمَئِذٍ رَجُلَانِ حَبِيشُ ابْنُ الْأَشْعَرِ وَكَرْزُبُنُ جَابِرُ الْفُهَيْرِيُّ۔

ترجمہ۔ حضرت عروہ ابن زبیر روایت کرتے ہیں کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
فتح مکہ کے سال چل پڑے تو قریش مکہ کو بھی اطلاع پہنچ گئی۔ تو ابوسفیان بن حرب، حکیم بن  
حزام اور بدیل بن ورقاریہ تینوں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات معلوم  
کرنے کے لئے نکلے۔ پس وہ چلتے چلتے مقام مر الظهران تک پہنچ گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک  
بڑی آگ ہے۔ گویا عرفہ حج کی آگ ہے۔ پس ابوسفیان کہنے لگا۔ کہ یہ تو عرفات کی آگ کی  
طرح معلوم ہوتی ہے۔ بدیل بن ورقاریہ نے کہا کہ یہ قبیلہ بنو عمرو کی آگ معلوم ہوتی ہے۔ ابوسفیان  
نے کہا۔ قبیلہ بنو عمرو ان سے بہت تھوڑا ہے۔ ان تینوں کو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
کے محافظوں نے دیکھ لیا۔ ان کے پاس پہنچ کر انہیں پکڑ لیا۔ اور ان کو جناب رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم کے پاس لے آئے۔ ابوسفیان تو مسلمان ہو گیا۔ باقی دو مکہ واپس چلے گئے۔ جب  
آپ چلنے لگے تو حضرت عباسؓ سے فرمایا۔ کہ گھوڑوں کے اردھام کے پاس ابوسفیان کو روک لو۔

تاکہ وہ مسلمانوں کے لشکر کو دیکھ سکے۔ چنانچہ حضرت عباسؓ نے انہیں روک لیا۔ تو قبائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں گزرنے لگے۔ ایک ایک فوجی دستہ ابوسفیان کے پاس سے گزرتا تھا۔ چنانچہ ایک لشکر گزرا تو ابوسفیان نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں انہوں نے فرمایا۔ قبیلہ غفار کے سپاہی ہیں۔ کہنے لگا میری بنو غفار سے کوئی لڑائی نہیں ہے۔ پھر قبیلہ جہینہ کے لوگ گزرے تو بھی اسی طرح کہا۔ جب قبیلہ سعد بن ہذیم گزرا تو بھی ایسے کہا۔ پھر قبیلہ سلیم گزرا تو اسی طرح کہا۔ یہاں تک کہ ایک ایسا لشکر گزرا جس کی مثال اس نے نہیں دیکھی تھی۔ پوچھا یہ کون ہیں۔ کہا یہ انصار مدینہ ہیں۔ جن کے سردار حضرت سعد بن عبادہؓ ہیں۔ جن کے ہمراہ جھنڈا بھی تھا۔ حضرت سعد بن عبادہؓ نے فرمایا۔ اے ابوسفیان! آج تو قتلِ عظیم کا دن ہے۔ آج کعبہ کو حلال سمجھا جائے گا۔ ہماری جو مرضی ہوگی اس میں کارروائی کریں گے۔ تو ابوسفیان کہنے لگا۔ اے عباسؓ! ذمہ داری یا صلح حدیبیہ والا کا دن مبارک ہے۔ پھر ایسا لشکر آیا یہ تمام لشکروں سے عدد کے اعتبار سے چھوٹا تھا۔ جس میں خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مخصوص اصحاب تھے۔ اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا حضرت زبیر بن العوامؓ کے ہمراہ تھا۔ پس جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ابوسفیان کے پاس سے ہوا۔ تو ابوسفیان نے کہا کیا آپ نہیں جانتے جو کچھ حضرت سعد بن عبادہؓ نے فرمایا۔ آپ نے پوچھا اس نے کیا کہا۔ انہوں نے بتلایا کہ اس اس طرح کہا۔ آپ نے فرمایا۔ حضرت سعدؓ نے صحیح نہیں کہا۔ آج کا دن وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کعبہ کی عظمت بڑھائیں گے۔ اور ایسا دن ہے جس میں کعبہ کو پوشاک پہنائی جائے گی۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ان کا جھنڈا ان میں گاڑ دیا جائے۔ حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ مجھے نافع بن جابر نے فرمایا کہ میں نے حضرت عباسؓ سے سنا جو حضرت زبیر بن العوامؓ سے کہہ رہے تھے۔ کہ ابو عبد اللہ! اسی جگہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں جھنڈا گارنے کا حکم دیا تھا اور فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی دن حضرت خالد بن ولیدؓ کو حکم دیا کہ وہ مکہ کے بالائی حصہ کدار سے داخل ہوں۔ اور خود جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کدار سے داخل ہوئے۔ اس دن حضرت خالد بن ولیدؓ کے گھوڑے سوار دستے سے دو آدمی شہید ہوئے۔

دہ حبیش بنی الاشعر اور کرز بن جابر الفہری ہیں۔

**تشریح از شیخ منی** [مکہ میں داخل ہونے کے دو راستے ہیں۔ ایک غری جانب کا اسفل کا راستہ اور دوسرا شرقی جانب جو بالائی حصہ ہے۔ جانب غرب میں بحر احمر یعنی بحر قلزم پڑتا ہے۔ اور جدہ مکہ معظمہ سے بیس پچیس میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ جانب غرب کو اسفل مکہ اور جانب شرق کو اعلیٰ مکہ کہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسفل مکہ سے داخل ہوئے۔ جہاں سے آپؐ گزرے اس محلہ کا نام جحون ہے۔ جسے آج کل جنۃ المعلیٰ کہا جاتا ہے اور اعلیٰ مکہ سے حضرت خالد بن ولیدؓ کو داخل ہونے کا حکم دیا۔ اور فرمایا کہ جو تم سے مقابلہ کرے اسے قتل کر دو۔ اور جو تعرض نہ کرے اسے چھوڑ دو۔ اس طرح مجھے صفا پہاڑی پر آکر ملو۔ حضرت ابو ہریرہؓ کو بھی اسی راستے داخل ہونے کا حکم دیا۔ حطیم کے معنی توڑنے کے ہیں۔ حطیم خیل سے تنگ جگہ مراد ہے۔ طحیہ سخت لڑائی جس میں فوجوں کا التام ہو یعنی فوجیں ایک دوسرے میں داخل ہو جائیں یہ سخت لڑائی سے کنایہ ہے۔ ذمارہ بمعنی حفاظت کرنا۔

ان یہ دخل من اعلیٰ مکة من کہ اءمکر یہ غلط ہے۔ بلکہ ان کو گدای سے داخل ہونے کا حکم ہوا تھا۔ جو کہ اسفل مکہ میں ہے اور آپؐ کدار اعلیٰ مکہ سے داخل ہوئے۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** [کذب سعدہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد اس سے وہ ہے جس کو حضرت سعدؓ نے سمجھا کہ کعبہ کی تحلیل اور حلال سمجھنا ہے۔ وہ تو بعینہ اس کی تعظیم ہے۔ کیونکہ کعبہ کفر اور شرک کی گندگیوں سے پاک ہو جائے گا۔ یہ وہاں دونوں کلاموں کا مقصد ایک ہے۔ یہ ایسے ہے جیسے کوئی بادشاہ خواب میں دیکھے کہ اس کے سارے دانت گر پڑے ہیں۔ جس سے وہ ڈراٹھے۔ تو ایک زاہد اسے یہ تعبیر بتلائے کہ اس کی اولاد بلکہ اولاد الاولاد اس کی زندگی میں موت کا شکار ہو جائیں گے اور دوسرا عالم اس کی تعبیر یہ بتلائے کہ بادشاہ کی عمر دراز ہوگی۔ غرض دونوں کی ایک ہے۔ تعبیر کا فرق ہے۔ ایسے یہاں بھی مقصد ایک ہے تعبیر مختلف ہے۔

**تشریح از شیخ زکریا** [مولانا محمد حسن مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ جبنا یوم الذمار ای خوش روزا ست ہلاکت را کہ یہ ہلاکت کا دن بہتر ہے کہ اللہ تعالیٰ کعبہ کی عظمت اس طرح بڑھائیں گے۔

کہ مشرکین قتل کر دیئے جائیں گے۔ بتوں کو توڑ دیا جائے گا۔ اور شعائر اسلام قائم ہوں گے۔  
 تسخّل الکعبہ سے حضرت سعد بن عبادہؓ کی یہی مراد تھی۔ اس طرح حضرت سعدؓ اور  
 کلام نبویؐ کا مطلب ایک ہو گا۔ لیکن ابوسفیانؓ کو اس نکتہ کی اطلاع نہیں ہو سکی میرے  
 نزدیک یہ توجیہ حضرت سعدؓ کی شان کے نہایت مناسب ہے۔ لیکن ظاہر روایات سے  
 قتل عظیم کا پتہ چلتا ہے۔ چنانچہ حافظؒ فرماتے ہیں۔ کہ یوم المہجۃ سے یوم المقتلۃ العظمیٰ مراد  
 ہے۔ یوم النہار سے ابوسفیانؓ کی مراد یوم الہلاک ہے۔ اور قسطلانیؒ فرماتے ہیں۔ کہ کعبہ  
 کی تعظیم اس طرح ہوئی کہ اسلام کا اظہار ہوا۔ حضرت بلالؓ خانہ کعبہ کی چھت پر اذان  
 کہی۔ اور بتوں کو توڑا گیا اور تصویروں کو مٹایا گیا۔

حدیث نمبر ۳۸۲۸ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ  
 مُخَفَّلٍ يَقُولُ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ  
 عَلَى نَاقَتِهِ وَهُوَ يَقْرَأُ سُورَةَ الْفَتْحِ يُرْجِعُ وَقَالَ لَوْلَا أَنْ يَجْتَمِعَ  
 النَّاسُ حَوْلِي لَرَجَعْتُ كَمَا رَجَعْتُ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مخفلؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کو فتح مکہ کے موقع پر اپنی اذنیٰ پر دیکھا۔ کہ آپ سورۃ فتحؑ کا گاکر پڑھ رہے تھے۔ اگر مجھے اس  
 کا خطرہ نہ ہوتا کہ لوگ میرے ارد گرد جمع ہو جائیں گے۔ تو میں بھی اسی طرح گاکر سناتا۔ جیسے  
 آپ نے گاکر سنایا۔

حدیث نمبر ۳۸۲۹ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَسَمَةَ  
 بِنِ زَيْدٍ أَنَّهَا قَالَتْ زَمَنَ الْفَتْحِ يَا رَسُولَ اللَّهِ آيُنَ تَنْزِلُ غَدَا قَالَ  
 النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهَلْ تَرَكَ لَنَا عَقِيلٌ هُنَا نَزُولُ  
 ثُمَّ قَالَ لَا يَرِثُ الْمُؤْمِنُ الْكَافِرَ وَلَا يَرِثُ الْكَافِرُ الْمُؤْمِنَ  
 قِيلَ لِلزُّهْرِيِّ وَمَنْ وَرِثَ أَبَا طَالِبٍ قَالَ وَرِثَهُ عَقِيلٌ وَطَالِبٌ  
 قَالَ مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ آيُنَ تَنْزِلُ غَدَا فِي حَجَّتِهِ وَلَمْ يَقُلْ يُوْسُ  
 حَجَّتَهُ وَلَا زَمَنَ الْفَتْحِ۔

ترجمہ۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ نے فتح مکہ کے زمانہ میں پوچھا۔ یا رسول اللہ! کل آپ کہاں اتریں گے۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ کیا عقیل نے ہمارے لئے کوئی جگہ چھوڑی ہے۔ جہاں ہم پڑاؤ کریں۔ پھر آپؐ نے فرمایا۔ کوئی تم میں کسی کافر کا وارث نہ ہوگا اور نہ ہی کوئی کافر کسی مومن کا وارث ہوگا۔ امام نہ ہرئی سے پوچھا گیا کہ ابوطالب کی جائداد کا وارث کون ہوا۔ اس نے کہا۔ عقیل اور طالب وارث ہوئے۔ معمر کی سند میں این تنزل غدا فی حجة یعنی سوال حجة الوداع کے موقع پر ہوا۔ لیکن یونس نے نہ فی حجة کہل ہے اور نہ ہی زمن الفتح ہے۔  
**تشریح از شیخ مدنی** | ابوطالب کے تین بلکہ چار بیٹے تھے۔ عقیل اور طالب تو کافر رہے۔ اور یہی ان کی جائداد کے وارث ہوئے۔ اور انہوں نے ابوطالب اور عبد المطلب کے تمام مکانات کو بیچ ڈالا۔ چونکہ حضرت جعفرؓ اور علیؓ مسلمان ہو گئے تھے۔ اس لئے وہ ان کے وارث نہ بن سکے۔ اگر یہ وارث ہوتے تو آپؐ ان کے گھر اترتے۔

**حدیث نمبر ۳۸۵۰** حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْزِلُنَا إِنْ شَاءَ اللَّهُ إِذَا فَتَحَ اللَّهُ الْخَيْفَ حَيْثُ تَقَاسَمُوا عَلَى الْكُفْرِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ انشا اللہ جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح نصیب کی تو ہماری منزل خیف ہوگی۔ جہاں پر مشرکوں نے کفر پر ایک دوسرے سے قسمیں لی تھیں۔

**حدیث نمبر ۳۸۵۱** حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ أَرَادَ حُنَيْنًا مَنْزِلُنَا غَدًا إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِخَيْفِ بَنِي كِنَانَةَ حَيْثُ تَقَاسَمُوا عَلَى الْكُفْرِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حنین کی طرف جانے کا ارادہ فرمایا۔ کہ انشا اللہ کل ہمارا پڑاؤ خیف بنو کنانہ میں ہوگا۔ جہاں قریش مکہ نے کفر پر قائم رہنے کے لئے ایک دوسرے سے قسمیں لی تھیں۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | حین اراد حنینا ص ۶۱ اس سے مراد وہ سفر ہے۔



جس کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد چلنے کا ارادہ فرمایا۔  
تشریح از شیخ زکریا چونکہ غزوہ حنین فتح مکہ کے بعد واقع ہوا ہے۔ اس لئے  
 آپ کا یہ سفر کا ارادہ حنین غزوہ فتح میں ہے۔ اس تنبیہ کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ  
 حافظ فرماتے ہیں کہ روایات مختلفہ ہیں۔ کسی میں ہے کہ یہ سفر غزوہ فتح میں ہے کسی میں حجۃ الوداع  
 ہے۔ اور احتمال ہے کہ تعدد واقعہ ہو۔

تشریح از قاسمی حیف بفتح الحاء پہاڑ کا ڈھلوان جو میل مار سے اونچا ہو۔ اور  
 بڑے پہاڑ سے اترنے کی جگہ ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حیف بنی کنانہ میں اللہ تعالیٰ  
 کے انعام کا شکریہ ادا کرنے کے لئے قیام فرمایا کہ مکہ فتح ہوا۔ اسلام کا غلبہ ہوا۔ کفر جس  
 کے لئے اتنا اہتمام ہوا وہ باطل ثابت ہوا۔

حدیث نمبر ۳۸۵۲ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ تَزَنَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ  
 أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَعَلَى رَأْسِهِ  
 الْمَغْفِرُ فَلَمَّا نَزَعَهُ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ ابْنُ خَطْلٍ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ  
 الْمَكْحِيَةِ فَقَالَ اقْتُلْهُ قَالَ مَالِكٌ وَلَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
 وَسَلَّمَ فِي مَأْذَى وَاللَّهُ أَعْلَمُ يَوْمَئِذٍ مُحَرِّمًا۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
 فتح مکہ کے دن جب مکہ میں داخل ہوئے۔ تو آپ کے سر پر خود تھا۔ پس جب آپ نے  
 اس کو اتارا تو ایک آدمی نے آکر کہا کہ ابن خطل کعبہ کے پردوں کو کھلے ہوتے ہے۔ آپ  
 نے فرمایا اسے قتل کر دو۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ ہمارا اگمان یہ ہے واللہ اعلم کہ جناب  
 نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس دن احرام باندھے ہوئے نہیں تھے۔

تشریح از شیخ مدنی واقعہ یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس دن  
 محرم نہیں تھے۔ کیونکہ سر پر مغفر تھا۔ جو احرام کے منافی ہے۔ اس طرح واحد یہ آپ کی  
 خصوصیت پر محمول ہوگا۔

تشریح از شیخ گنگوہی لم یکن فیما نرى الا صلاۃ ممکن ہے آپ نے احرام

باندھا ہو۔ لیکن ضرورت حفظ کے لئے ہتھیا پہن لیا ہو اور بعد میں اس کا کفارہ ادا کیا ہو۔

**تشریح از شیخ نوکریا** | موطا امام مالکؒ میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔ البتہ ابن شہاب

زہریؒ نے یہ زیادتی بیان کی ہے کہ جو ہندی نسخہ میں ہے مصری میں نہیں ہے۔ اور جو میں نے اس حذف کی ترجیح ذکر کی ہے۔ کیونکہ مشہور یہی ہے کہ امام مالکؒ کا کلام ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ میں خود کے ساتھ داخل ہونا دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو یہ کہ آپؐ محرم نہیں تھے۔ اور ظاہر یہی ہے۔ کیونکہ بعد ازاں آپؐ کا احرام سے فارغ ہونا منقول نہیں ہے۔ اور مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا۔ اہلت لی ساعة من مخارکہ دن کی ایک گھڑی کے لئے میرے لئے کعبہ حلال کیا گیا۔ تو یہ آپؐ ہی خصوصیت ہوگی۔ اس لئے امام مالکؒ نے فرمایا۔ سلم یکن یومئذ محرم اور یہ بھی احتمال ہے کہ آپؐ نے کسی ضرر کی وجہ سے سر کو خود سے ڈھانپ لیا ہو۔ پھر اس کا فدیہ ادا کر دیا ہو۔ اور اصحاب سنن اربعہ نے حضرت جابرؓ سے مروی ہے۔ دخل یوم مکہ وعليہ عمامۃ سوداء بغیر احرام انکہ آپؐ جب مکہ میں داخل ہوئے تو آپؐ کے سر پر کالی پگڑی تھی۔

**حدیث نمبر ۳۸۵۳** حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَحَوْلَ الْبَيْتِ سِتْرَةٌ وَشَلْتُ مِائَةَ نَصْبٍ فَجَعَلَ يَطْعُمُهَا بِعَوْدٍ فِي يَدِهِ وَيَقُولُ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ جَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِي الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ۔

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ میں اس حال میں داخل ہوئے کہ بیت اللہ کے ارد گرد تین سو ساٹھ سورتیاں رکھی ہوئی تھیں۔ جن کو آپؐ اپنے ہاتھ کی لکڑی سے چوک دیتے تھے اور فرماتے تھے۔ حق آگیا اور باطل پزل ہو گیا۔ اور نہ تو ابتداء کر سکتا ہے۔ اور نہ ہی اسے ٹوٹا سکتا ہے۔ کیونکہ دونوں صفیں اللہ تعالیٰ کی ہیں۔ باطل تو زائل اور ہلاک ہے۔

**تشریح از قاسمی** | ابن خطل کا نام عبد اللہ تھا۔ جو مسلمان ہو کر پھر مرتد ہو گیا۔ اور اس نے ناحق ایک آدمی کو قتل بھی کیا تھا۔ اس نے دو بانڈیاں رکھی تھیں۔ جو جناب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو گایا کرتی تھیں۔ تو اس کو زمزم اور مقام ابراہیم کے درمیان  
کھڑا کر کے اس کی گردن اڑادی گئی۔ جن لوگوں کے قتل کرنے کا آپ نے حکم دیا۔ ان میں  
عبد اللہ بن مسرح تھا جو فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہوا۔ بعد ازاں وہ مرتد ہو گیا۔ جس کو حضرت  
عثمانؓ نے پناہ دی اور وہ دوبارہ مسلمان ہو کر فاتح افریقہ بنا۔ جس کو حضرت عثمانؓ نے انعام  
دیا تھا۔ دوسرا آدمی عکرمہ بن ابی جہل تھا۔ وہ اور اس کا باپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
کی ایذا رسانی میں سخت تھے۔ آپ نے اس کا خون معاف قرار دیا۔ تو وہ یمن بھاگ گیا۔ اس کی  
بیوی جو مسلمان ہو گئی تھی۔ اسے یمن سے لے کر آئی۔ تو پھر یہ مسلمان ہو گیا۔ احسن اسلامہ۔  
اور تیسرا آدمی معمار بن الاسود تھا۔ جو فتح کے دن نہیں ملا۔ بعد میں مسلمان ہو گیا۔ جس نے  
آپ کی صاحبزادی بی بی زینبؓ کو نیزہ مار کر اونٹ سے گرا دیا تھا۔ جب کہ ان کا خوند ابو العاص  
نے انہیں مدینہ بھیجا تھا۔ تو وہ ایک پتھر پر گریں۔ حاطہ تھیں ان کا حمل گر گیا۔ اور برابر خون بہتا  
رہا۔ جو ان کی موت کا باعث بنا۔ اور ایک ہندہ جو ابوسفیان کی بیوی تھی۔ جس نے حضرت حمزہؓ  
کا کلیجہ چبایا تھا۔ لیکن یہ بعد میں مسلمان ہو گئی۔ اور ان میں سے ایک کعب بن زبیر تھا۔ جو  
آپ کی ہجو کرتا تھا۔ یہ بھی بعد میں مسلمان ہو گیا۔ اور ایک وحشی قاتل حمزہؓ تھا۔ مگر وہ طائف  
بھاگ گیا۔ پھر مسلمان ہو گیا۔ ان میں سے ایک مقیس بن ضبابہ تھا جو مسلمان ہو کر مرتد ہو  
گیا۔ ایک انصاری نے اسے قتل کیا۔ اور ان میں سے ایک خویث بن لقیہ تھا۔ یہ بھی آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرتا تھا۔ اس کو حضرت علیؓ بن ابی طالب نے قتل کیا۔ کذا فی سیرۃ الحبلی۔  
حدیث نمبر ۲۸۵۴ حَدَّثَنَا اسْحَقُ بْنُ اِبْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ  
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ اَبَى اَنْ يَدْخُلَ الْبَيْتَ وَفِيهِ  
الْاِلَٰهَةُ فَاَمْرِبَهَا فَاُخْرِجَتْ فَاُخْرِجَ صُورَةُ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْمَاعِيْلَ  
فِي اَيْدِيهِمَا مِنْ الْاَزْلَامِ فَقَالَ الْبَيْتُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاتِلَهُ  
اللّٰهُ لَقَدْ عَلِمُوا مَا سِئَسْمَاهَا قَطُّ ثُمَّ دَخَلَ الْبَيْتَ فَكَبَّرَ فِي  
تَوَاحِي الْبَيْتِ وَخَرَجَ وَلَمْ يُصَلِّ فِيهِ تَابِعُهُ مُحَمَّدٌ۔  
ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں

تشریف لائے۔ تو آپ نے بیت اللہ میں داخل ہونے سے انکار کر دیا۔ جب تک ان میں معبودان باطلہ ہیں۔ پس آپ نے ان کے نکالنے کا حکم دیا تو سب نکال دیئے گئے۔ حضرت ابراہیم اور اسمعیلؑ کی مورتی کو جب نکالا گیا۔ تو ان کے ہاتھوں میں تقسیم و قسمت کے تیر تھے۔ جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان پر خدا کی مار ہو۔ یہ خوب جانتے تھے کہ ان دونوں حضرات نے ان تیروں سے کبھی قسمت تقسیم طلب نہیں کی۔ پھر آپ بیت اللہ میں داخل ہوئے۔ اور بیت اللہ کے اطراف میں اللہ اکبر کہا۔ باہر تشریف لائے اس میں نماز نہیں پڑھی۔ معمر نے متابعت کی۔

## بَابُ دُخُولِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَعْلَى مَكَّةَ

ترجمہ: آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ کی بلند جانب سے داخل ہونا۔  
حدیث نمبر ۳۸۵۵ قَالَ اللَّيْثُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْبَلَ يَوْمَ الْفَتْحِ مِنْ أَعْلَى مَكَّةَ عَلَى رَاحِلَتِهِ مُرَدِّ فَاُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ وَمَعَهُ بِلَالٌ وَمَعَهُ عُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ مِنَ الْحَبَشَةِ حَتَّى آتَاخَ فِي الْمَسْجِدِ فَاَمَرَهُ أَنْ يَأْتِيَ بِمِفْتَاحِ الْبَيْتِ فَدَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَبِلَالٌ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ فَمَكَثَ فِيهِ نَهَارًا طَوِيلًا ثُمَّ خَرَجَ فَاسْتَبَقَ النَّاسُ فَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ أَوَّلَ مَنْ دَخَلَ فَوَجَدَ بِلَالًا وَرَأَى الْبَابَ قَائِمًا فَسَأَلَهُ أَيْنَ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَبَقَ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي صَلَّى فِيهِ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ فَتَسَيَّتُ أَنْ أَسْأَلَهُ كَمَا صَلَّى مِنْ سَجْدَةٍ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ کے بالائی حصہ کدار سے اپنی اونٹنی پر سوار داخل ہوئے۔ کہ آپ نے

حضرت اسامہ بن زیدؓ کو ردیف بنایا ہوا تھا۔ اور آپؐ کے ہمراہ حضرت بلالؓ اور عثمان بن طلحہؓ تھے۔ جو کعبہ کے دربانوں میں سے ہیں۔ یہاں تک کہ آپؐ نے اپنی اونٹنی کو مسجد حرام میں بٹھا دیا۔ اور عثمانؓ کو حکم دیا کہ وہ بیت اللہ کے دروازے کی چابی لے آئیں۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے۔ جب کہ آپؐ کے ہمراہ اسامہ بن زیدؓ حضرت بلالؓ اور حضرت عثمان بن طلحہؓ تھے۔ پس آپؐ نے بیت اللہ کے اندر دن کا بہت سا حقہ گزارا۔ تکبیر نماز اور دعا مانگتے رہے۔ پھر باہر نکلے تو لوگ گھسنے کے لئے دوڑنے لگے۔ پس پہلا شخص جو بیت اللہ میں داخل ہوا وہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ تھے۔ جنہوں نے حضرت بلالؓ کو دروازے کے پیچھے کھڑا ہوا پایا۔ ان سے پوچھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اندر کہاں نماز پڑھی۔ تو انہوں نے اس مکان کی طرف اشارہ کیا جہاں آپؐ نے نماز پڑھی تھی۔ (مثبت روایت منفی پر مقدم ہوگی) اس حدیث سے بیت اللہ کے اندر نماز پڑھنا ثابت ہوا۔ لیکن حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں یہ پوچھنا بھول گیا کہ آپؐ نے کتنی رکعت نماز پڑھی۔ لیکن گور چکا ہے۔ کہ حضرت بلالؓ نے فرمایا۔ دو رکعت پڑھی ہیں۔

**تشریح از شیخ مدنی** | حجبہ جمع حاجب کی بمعنی دربان۔ حاجب ان لوگوں کو کہتے تھے جن کے پاس بیت اللہ کے دروازے کی چابی ہوتی تھی۔ اور وہ لوگ خانہ کعبہ کی دربانی کرتے تھے۔ اس روایت سے ثابت ہوا کہ آپؐ اعلیٰ مکہ کدار سے داخل ہوئے اور حضرت خالدؓ گدی سے داخل ہوئے۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | من اعلیٰ مکہ ص ۶۱۴ اعلیٰ مکہ سے مکہ میں داخل ہونا فتح مکہ سے فراغت کے بعد ہے۔ تاکہ آپؐ بیت اللہ میں داخل ہوں۔ اور پہلے جو داخلہ اسفل مکہ سے ہوا۔ وہ قبل از فتح اقل داخلہ مکہ ہے۔ تو اب روایات میں تنافی نہیں ہے گی۔

**تشریح از شیخ زکریا** | اس تقریر سے قطب گنگوہیؒ نے دونوں روایات کو جمع فرمایا ہے۔ اور مولانا مکیؒ کی تقریر میں یہی کچھ ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اولاً گدی سے داخل ہوئے اور ثانیاً کدار سے داخلہ ہوا۔ کیونکہ گدی مدینہ کے راستہ میں پڑتا ہے۔

پھر امر فتح سے فراغت کے بعد جب کہ اسباب وغیرہ کدار میں رکھ دیا تو یہ بیت اللہ میں داخلہ کے لئے وہاں سے کدار تشریف لائے۔ حضرت والا کی یہ تقریر تمام شراح کے خلاف ہے۔ اور امام بخاریؒ کا میلان بھی شراح کے قول کی طرف ہے۔ کیونکہ ترجمہ میں فرماتے ہیں۔ دخول مكة النبي صلى الله عليه وسلم من اعلى مكة۔ حافظ فرماتے ہیں۔ حین فتحھا۔ حالانکہ پہلے حدیث میں آچکا ہے کہ امر خالد ان یدخل مكة من اعلى مكة من کدار بالمدود دخل النبي صلى الله عليه وسلم مكة بالقصير۔ حالانکہ یہ صحاح کی آئندہ روایات کے مخالف ہے۔ کیونکہ ان میں ہے۔ دخل خالد من اسفل مكة والنبي صلى الله عليه وسلم من اعلاھا۔ تو مولانا مکیؒ کی تقریر میں جو ہے کہ کدار بالمدود اقرب من طریق مدینہ یہ صحیح نہیں۔ بلکہ وجہ یہ ہے کہ کدار بالمدود اقرب من طریق مدینہ ہے۔ کیونکہ حضرت عائشہؓ محصب میں تھیں۔ جہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑاؤ کیا تھا۔ تاکہ روانگی میں آسانی ہو۔

**حدیث نمبر ۳۸۵۶** حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ خَارِجَةَ أَنَّهُ سَمِعَ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَّاءِ الَّتِي بِأَعْلَى مَكَّةَ تَابِعَهُ أَبُو أَسَمَةَ وَهَيْبٌ فِي كَدَّاءِ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ خبر دیتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ والے سال جس کدار سے داخل ہوئے وہ مکہ کے بالائی حصہ میں ہے۔ ابو اسامہ اور وہیب نے کدار کے لفظ میں ان کی متابعت کی ہے۔

**حدیث نمبر ۳۸۵۷** حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ أَبِيهِ عُرْوَةَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ أَعْلَى مَكَّةَ مِنْ كَدَّاءِ۔

ترجمہ۔ حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ والے سال مکہ کے بالائی حصہ کدار سے مکہ میں داخل ہوئے۔

## بَابُ مَزَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفَتْحِ

ترجمہ۔ فتح مکہ کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہاں پڑا و کیا۔

حدیث نمبر ۳۸۵۸ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ عَنْ ابْنِ أَبِي لَيْلَى قَالَ مَا أَخْبَرَنَا أَحَدٌ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحَى غَيْرَ أُمَّ هَانِي فَإِنَّهَا ذَكَرَتْ أَنَّهُ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ اغْتَسَلَ فِي بَيْتِهَا ثَمَّ صَلَّى ثَمَانِي رَكَعَاتٍ قَالَتْ لَمَّا رَأَتْهُ صَلَّى صَلَاةً أَخْفَ مِنْهَا غَيْرَ أَنَّهُ يُتِمُّ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ۔

ترجمہ۔ ابن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ ہمیں سوائے ام ہانیؓ کے اور کسی نے یہ اطلاع نہیں دی کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشراق کی نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ وہی ذکر کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ان کے گھر میں غسل کیا۔ پھر آٹھ رکعت نماز اشراق پڑھی۔ وہ فرماتی ہیں کہ اس دن کی نماز سے زیادہ خفیف نماز پڑھتے میں نے آپ کو نہیں دیکھا۔ مگر آپ رکوع اور سجدہ پورا ادا کرتے تھے۔

تشریح از شیخ مدنی حضرت ام ہانیؓ حضرت علیؓ کی ہمیشہ ہیں۔ ان سے قربت قریبہ بھی تھی۔ اس لئے ان کے گھر جا کر غسل فرمایا۔ اور صلی ثمان رکعات اور صلوٰۃ صغیٰ آٹھ رکعت پڑھی۔ ابن ابی لیلیٰ کو سوائے ام ہانیؓ کے اور کسی ذریعہ سے یہ حدیث نہیں پہنچی۔ حالانکہ اور بھی روایت کہنے والے ہیں۔ اور قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ قیام تو آپؐ نے خیف بنی کنانہ میں کیا۔ کیا بیت ام ہانیؓ میں صرف غسل کیا اور اشراق پڑھی۔ پھر خیف کی طرف واپس چلے گئے۔

باب حدیث نمبر ۳۸۵۹ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رکوع اور

سجدہ میں سبحانک اللہم ربنا و بحمدک اور اللہم اغفر لی پڑھا کرتے تھے۔

شرح از قاسمی | چونکہ قرآن مجید میں فسبح بحمد ربک واستغفرہ ارشاد ربانی کی تعمیل کرتے تھے۔ جس میں تسبیح حمد اور استغفار کا حکم ہے۔ فتح الباری میں اس باب میں اس حدیث کے لانے کی وجہ مذکور ہے کہ اذا جاء نصر الله والفتح اس کے نازل ہونے کے بعد جب بھی آپ کوئی نماز پڑھتے تھے۔ تو یہ دعا ضرور پڑھا کرتے تھے۔ اور فتح سے فتح مکہ مراد ہے۔

حدیث نمبر ۳۸۶۰ حَدَّثَنَا أَبُو التَّعْمَانِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ مَعَ أَشْيَاجٍ بَذْرٍ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ هَذَا الْفَتْحُ مَعَنَا وَلَنَا أَبْنَاءُ مِثْلُهُ فَقَالَ إِنَّهُ مِمَّنْ قَدْ عَلِمْتُمْ قَالَ فِدَعَاهُمْ ذَاتَ يَوْمٍ وَدَعَا فِي مَعَهُمْ قَالَ وَمَا رَأَيْتُهُ دَعَا فِي يَوْمٍ مِثْلِ الْيَوْمِ مِثْلِي فَقَالَ مَا تَقُولُونَ إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ حَتَّى خَتَمَ السُّورَةَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ أُمِرْنَا أَنْ نَحْمَدَ اللَّهَ وَنَسْتَغْفِرَهُ إِذَا انْصَرَفْنَا وَفُتِحَ عَلَيْنَا وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا نَذَرُ بِي وَلَمْ يَقُلْ بَعْضُهُمْ شَيْئًا فَقَالَ لِي يَا ابْنُ عَبَّاسٍ أَكَذَاكَ تَقُولُ قُلْتُ هُوَ أَجَلُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْلَمَهُ اللَّهُ لَهُ إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ فَتُبِحَ مَلَكَةٌ فَذَاكَ عَلَامَةٌ أَجَلِكَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا قَالَ عُمَرُ مَا أَعْلَمُ مِنْهَا إِلَّا مَا تَعْلَمُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جناب عمرؓ مجھے بدر کے شیوخ میں شامل فرمایا کرتے تھے۔ تو ان میں سے بعض یعنی حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے فرمایا کہ اس نوجوان کو ہم شیوخ کے ہمراہ کیوں شامل کرتے ہیں۔ حالانکہ ان جیسے ہمارے بیٹے بھی ہیں۔ فرمایا اس لئے کہ یہ ان لوگوں میں سے ہے جس کی فضیلت علمی کو تم لوگ بھی جانتے ہو۔ چنانچہ ایک دن حضرت عمرؓ نے ان کو بھی بلوایا اور مجھے بھی ان کے ہمراہ بلوایا۔ میں سمجھ گیا مجھے اس لئے بلوایا ہے۔ تاکہ انہیں میری برتری دکھلائیں۔ تو انہوں نے پوچھا اس سورۃ کے متعلق تم لوگ کیا کہتے ہو۔ اذا جاء نصر الله والفتح بعض نے کہا کہ نصرت اور فتح کے بعد ہمیں



تحمید اور استغفار کا حکم ہے۔ بعض نے کہا ہم نہیں جانتے۔ اور بعض نے کچھ بھی نہ کہا۔ میرے سے پوچھا اے ابن عباس! کیا اسی طرح ہے۔ جس طرح یہ کہہ رہے ہیں۔ میں نے کہا نہیں۔ پھر پوچھا۔ آپ کیا کہتے ہیں۔ میں نے کہا اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی موت کی اطلاع اللہ نے دی۔ الفتح سے فتح مکہ مراد ہے۔ یہ آپ کے اجل و موت کی علامت ہے۔ پس آپ تسبیح و تحمید اور استغفار کریں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ میں بھی اس سے یہی جانتا ہوں جو تم جانتے ہو۔

**تشریح از شیخ مدنی** | اِنَّهُ مَنْ قَدْ عَلِمْتُمْ اَكْرَحَ حضرت ابن عباسؓ صغیر سن تھے۔

مگر صاحبِ تفقہ اور صاحبِ علم تھے۔ اس لئے حضرت عمرؓ نے ان کو اپنی شوری کا ممبر بنایا اور دوسروں پر انہیں ترجیح دیتے تھے۔ کیونکہ نہایت ذکی تھے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے ان کی بدترسی ثابت کرنے کے لئے اذا جاء نصر اللہ والفتح کے متعلق سوال کیا۔ بعض نے اس سے ایک قاعدہ کلیہ استنباط کیا۔ لیکن ابن عباسؓ کے جواب سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس میں خطاب محض نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے۔ کہ فتح مکہ ہو گئی۔ اب آپ تسبیح اور استغفار میں مشغول ہو جائیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ معارف قرآنی سمجھنے کے لئے صرف زبانِ دانی کافی نہیں۔ اور نہ ہی ہر ایک سمجھ معتبر ہے۔ بلکہ ایک ایسے شخص کی ضرورت ہے جو علوم متداولہ کے علاوہ ایسا فہم رکھتا ہو۔ جس سے استنباط مسائل ہو سکے۔ اسی بنا پر مجتہد کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ حضرت علیؓ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ اہل بیت کے پاس کوئی خصوصی چیز ہے۔ انہوں نے فرمایا نہیں۔ بس ایک فہم عطا کردہ ہے۔

**حدیث نمبر ۳۸۶۱** حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ شُرَحْبِيلٍ عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ الْعَدَنِيِّ

أَنَّهُ قَالَ لِعُمَرَ بْنِ سَعِيدٍ وَهُوَ يَبْعَثُ الْبُعُوثَ إِلَى مَكَّةَ أَتَذُنُّ لِي  
أَيْهَا الْأَمِيرُ أَحَدَ ثَلَاثٍ قَوْلًا قَامَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ الْغَدَ مِنْ يَوْمِ الْفَتْحِ سَمِعْتُهُ أَذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِي وَأَبْصَرْتُهُ  
عَيْنَايَ حِينَ تَكَلَّمَ بِهِ حَمْدَ اللَّهِ وَأَشْنَى عَلَيْهِ شَقًّا قَالَ إِنْ  
مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللَّهُ وَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ لَا يَجِدُ لِأَمِيرِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ

وَالْيَوْمَ الْآخِرَ أَنْ يَسْفِكَ بِهَا دَمًا وَلَا يَعْصِدُ بِهَا شَجَرًا فَإِنْ أَحَدٌ  
تَرَخَصَ لِقِتَالِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا فَقُولُوا لَهُ  
إِنَّ اللَّهَ أَذِنَ لِرَسُولِهِ وَلَمْ يَأْذَنْ لَكُمْ وَإِنَّمَا أَذِنَ لِي فِيهَا سَاعَةً  
مِنْ نَهَارٍ وَقَدْ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالْأَمْسِ وَلْيَبْلُغِ  
الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَقِيلَ لِأَبِي شَرِيحٍ مَاذَا قَالَ لَكَ عَمْرُو قَالَ  
قَالَ أَنَا أَعْلَمُ بِذَلِكَ مِنْكَ يَا أَبَا شَرِيحٍ إِنَّ الْحَدَمَ لَا يُعْيِذُ  
عَاصِيًا وَلَا فَارِإِدَمٍ وَلَا فَارًا بِخَرْبَةٍ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْخَرْبَةُ  
الْبَلِيَّةُ.

ترجمہ۔ حضرت ابو شریح عدی نے عمرو بن سعید سے اس وقت یہ کہا۔ جب کہ وہ مکہ کی  
طرف لشکر بھیج رہا تھا۔ اے امیر! مجھے اجازت دو میں تمہیں وہ بات بیان کروں جس کو جناب  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن دوسری صبح کو فرمائی۔ میرے دونوں کانوں  
نے اس کو سنا۔ میرے دل نے اسے محفوظ کیا اور جب آپ بول رہے تھے۔ تو میری دونوں  
آنکھوں نے آپ کو دیکھا۔ کہ آپ نے اللہ کی حمد بیان کی۔ ثنا کہی۔ پھر فرمایا۔ بیشک مکہ  
کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ لوگوں نے اسے حرام نہیں کیا۔ کسی مسلمان کے حلال  
نہیں جو اللہ پر اور آخری دن پر ایمان رکھتا ہے۔ کہ وہ اس میں ناحق خون بہائے اور نہ ہی  
اس کے کسی درخت کو کاٹے۔ پس اگر کوئی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتال  
مکہ سے رخصت حاصل کرنا چاہے۔ تو اس سے کہہ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اجازت دی  
تھی۔ تمہیں تو اجازت نہیں دی۔ اور آپ کو صرف دن کی ایک گھڑی میں اجازت ملی۔ پھر  
اس کی حرمت آج کے دن کل کی طرح واپس آگئی۔ اور آپ نے فرمایا۔ حاضر غائب کو  
پہنچا دے۔ تو ابن شریح سے پوچھا گیا۔ کہ پھر عمرو بن سعید نے تمہیں کیا جواب دیا۔ کہنے لگا۔  
اے ابو شریح! میں تیرے سے زیادہ اس حدیث کو جاننے والا ہوں۔ حرم کسی مجرم کو پناہ نہیں  
دیتا اور نہ ہی قاتل کو جو خون بہا کر بھاگ آئے۔ اور نہ ہی کسی فساد کی جو فساد برپا کر کے  
بھاگ آئے۔

**تشریح از شیخ مدنی** [بالامس اس میں الف لام عہد کا ہے۔ اس سے اس فتح مکہ

مراد ہے۔ عمرو بن سعید ایک فاسق فاجر حاکم ہے۔ اس نے حرمتھا کھرمتھا بالامس کو نہیں مانا۔ اور تاویل میں ان الحرم لا یعیذ عاصیاؑ کہا۔ پہلے تو حضرت عبداللہ ابن الزبیر اس کے مصداق نہیں کیونکہ انہوں نے کسی جرم کا ارتکاب نہیں کیا۔ بلکہ اولی بالخلافت ہیں۔ کیونکہ وہ صحابی رسول ہیں۔ اور یزید سے پہلے ان کے ہاتھ پر بیعت ہو چکی تھی۔ تو یہ کلمہ حق اربیدہ بھلا الباطل کہ کلمہ تو سچ ہے۔ مگر اس سے باطل مراد لیا گیا ہے۔ بلکہ اگر کسی فاربالدم نے مکہ میں جا کر پناہ لی۔ تو موضع دخلہ کا امن امان کے مطابق وہ مامون ہوگا۔ کیونکہ من دخلہؑ اگرچہ خبر ہے۔ مگر انش کے معنی میں ہے۔ لا تقاتلوہم عند المسجد الحرم حتی یقاتلوکم فیہ۔ مشرکین کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔ یعنی اگر وہ تعدی کریں تو تب تم قتال کر سکتے ہو۔ امام صاحب کا یہی مسلک ہے۔ کہ قاتل سے حرم میں قصاص نہیں لیا جائے گا۔ بلکہ اسے مضطر کر کے حل میں لایا جائے گا۔ البتہ امام شافعیؒ کے نزدیک اس سے حرم میں قصاص لینا جائز ہے۔ ان کا مستدل یہی عمرو بن سعید کا قول ہے۔ حالانکہ یہ صحابی کے قول کو رد کر رہا ہے اور جابر و ظالم حاکم ہے۔

حدیث نمبر ۳۸۶۲ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ جَابِرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ عَامَ الْفَتْحِ وَهُوَ بَمَكَّةَ إِنَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ۔

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے۔ کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا۔ کہ وہ مکہ معظمہ میں فتح والے سال فرما رہے تھے۔ کہ اللہ اور اس کے رسول نے شراب کی خرید و فروخت کو حرام قرار دیا ہے۔

**بَابُ مَقَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ زَمَنَ الْفَتْحِ۔**

ترجمہ۔ فتح مکہ کے زمانہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ میں قیام کرنا۔ حدیث نمبر ۳۸۶۳ حَدَّثَنَا أَبُو لَعِينٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ أَقَامَنَا

مَعَ الْبَيْتِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرًا نَقَصَ الصَّلَاةَ -

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ دس دن قیام کیا کہ ہم نماز میں تھر کرتے رہے۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | امام بخاریؒ اس روایت کو فتح مکہ کے باب میں لائے ہیں۔ حالانکہ اکثر حضرات اسے حجۃ الوداع میں ذکر کرتے ہیں۔ کیونکہ ممکن ہے فتح مکہ کے موقعہ پر ایسا کیا ہو۔ مصنفؒ کے طرز کلام سے ایسا ہی ظاہر ہوتا ہے۔ اور ترجمہ میں جو لفظ مقام ہے۔ اس کی مدت اقامت کے معنی لینا اس بنا پر ہے۔ وہ ظرف زمان ہے۔ اگر مصدر میسی ہو تو مضاف محذوف ہوگا۔

**تشریح از شیخ زکریا** | حضرت انسؓ کی اس روایت سے مدت اقامت دس دن معلوم ہوتی ہے۔ لیکن حضرت ابن عباسؓ کی اگلی روایت سے انیس دن ثابت ہوتے ہیں۔ بظاہر دونوں میں تعارض ہے۔ لیکن امام بخاریؒ کا اعتقاد یہ ہے کہ حضرت انسؓ کی روایت حجۃ الوداع کے بارے میں ہے۔ جس میں آپؐ نے مکہ میں اس موقع پر دس دن قیام کیا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یوم الرابع میں مکہ کے اندر داخل ہوئے اور رابع عشر یعنی چودہ تاریخ کو واپس لوٹے۔ اس طرح یہ دس دن ہو گئے۔ اور حضرت ابن عباسؓ کی اقامت دو مختلف سفروں کے اندر ہے۔ اور ترجمہ سے مطابقت اس صورت میں ہو سکتی ہے۔ کہ حدیث انسؓ کو فتح مکہ پر محمول کیا جائے۔ قطب گنگوہیؒ کا اشارہ بھی اسی طرف ہے۔ بقولہ ظاہر صیغ المؤلف اور مولانا مکیؒ کی تقریر میں بھی اسی پر جزم ہے۔ درحقیقت اقامہ مکہ فی الفتح کے بارے میں روایات مختلف ہیں۔ کسی روایت میں انیس دن۔ کسی میں سترہ دن۔ کسی میں پندرہ دن۔ اور کسی میں اٹھارہ دن۔ علامہ بیہقیؒ نے جمع کی صورت یہ بتلائی کہ انیس دن میں یوم دخول و یوم خروج شامل ہیں۔ اٹھارہ میں ایک دن اور سترہ دن کی روایت میں دخول و خروج کے دن کو خارج کر دیا۔ اور راوی نے اصل سترہ دن کو قرار دیا اور یوم دخول و خروج خارج کر دیا۔ تو پندرہ بچ گئے۔ اکثر روایات صحیحہ ہیں۔ سفیان ثوریؒ اور اہل کوفہ نے اقل عدد خمس عشر کو لیا ہے۔ امام بخاریؒ نے چونکہ یہ سب روایات کو اس باب میں نقل کیا ہے۔

جس سے ان کا میلان تسعہ عشر کی راجحیت کی طرف ہے۔

حدیث نمبر ۳۸۶۴ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ قَالَ أَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ تِسْعَةَ عَشَرَ يَوْمًا يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ۔  
ترجمہ۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ میں انیس دن قیام کیا اور مسافر والی دو رکعت نماز پڑھتے رہے۔

حدیث نمبر ۳۸۶۵ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ الْإِمَامُ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَقَمْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ تِسْعَ عَشْرَةَ نَقْصُ الصَّلَاةِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَنَحْنُ نَقْصُرُ مَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ تِسْعَ عَشْرَةَ فَإِذَا زِدْنَا أَتَمَمْنَا۔

ترجمہ۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ انیس دن مقیم رہے جب کہ ہم نماز میں قصر کرتے تھے۔ اور ابن عباس فرماتے ہیں کہ ہم لوگ انیس دن کے درمیان قصر کرتے تھے۔ اگر اس سے زیادہ قیام ہوتا تو پھر ہم پوری نماز پڑھتے تھے۔

بَابُ وَقَالَ اللَّيْثُ الْإِمَامُ حَدَّثَنَا نُمَيْرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ ثَعْلَبَةَ ابْنُ صُعَيْبٍ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَسَحَ وَجْهَهُ عَامَ الْفَتْحِ۔

ترجمہ۔ عبد اللہ بن ثعلبہ خبر دیتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال اپنے چہرے پر مسح کیا۔

حدیث نمبر ۳۸۶۶ حَدَّثَنَا إِسْرَافِيلُ بْنُ أَبِي إِسْرَافِيلَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَرَجَ مَعَهُ عَامَ الْفَتْحِ۔

ترجمہ۔ ابو ہریرہ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پایا ہے۔ اور فتح مکہ کے سال آپ کے ہمراہ روانہ بھی ہوئے۔

حدیث نمبر ۳۸۶۷ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ لِي أَبُو قَلَابَةَ  
 أَلَا تَلْقَاهُ فَتَسْأَلُهُ قَالَ فَلَقِيْتُهُ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ كُنَّا بِمَاءٍ مَمْرٍ النَّاسِ  
 وَكَانَ يَمُرُّ بِنَا الرُّكْبَانُ فَتَسْأَلُهُمْ مَا لِلنَّاسِ مَا لِلنَّاسِ مَا هَذَا  
 الرَّجُلُ فَيَقُولُونَ يَزْعُمُ أَنَّ اللَّهَ أَرْسَلَهُ أَوْ حَى إِلَيْهِ أَوْ أَوْحَى اللَّهُ  
 بِكَذَا فَكُنْتُ أَحْفَظُ ذَلِكَ الْكَلَامَ وَكَانَ مَا يُغْدِرِي فِي صَدْرِي وَكَانَتْ  
 الْعَرَبُ تَلُومُ بِإِسْلَامِهِمُ الْفَتْحُ فَيَقُولُونَ أَتُرْكُوهُ وَقَوْمَهُ فَإِنَّهُ  
 إِنْ ظَهَرَ عَلَيْهِمْ فَهُوَ بَنِي صَادِقٌ فَلَمَّا كَانَتْ وَقَعَةُ أَهْلُ الْفَتْحِ  
 بَادَرَكُلْ قَوْمٍ بِإِسْلَامِهِمْ وَبَدَرَ أُنَى قَوْمِي بِإِسْلَامِهِمْ فَلَمَّا  
 قَدِمَ قَالَ جِئْتُكُمْ وَاللَّهِ مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقًّا  
 فَقَالَ صَلُّوا صَلَاةَ كَذَا فِي حِينَ كَذَا وَصَلُّوا كَذَا فِي حِينَ  
 كَذَا فَإِذَا احْضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤْذِّنْ أَحَدُكُمْ وَلْيُؤْمِكُمْ أَكْثَرَكُمْ  
 قَدَانًا فَنَظَرُوا فَلَمْ يَكُنْ أَحَدٌ أَكْثَرَ قُرْآنًا مِنِّي لِمَا كُنْتُ أَتَلَقَّى  
 مِنَ الرُّكْبَانِ فَقَدَّ مُوْتِي بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَأَنَا بَنُ سِتٍّ أَوْ سَبْعِ سِنِينَ وَ  
 كَانَتْ عَلَيَّ بُرْدَةٌ كُنْتُ إِذَا سَجَدْتُ تَقَلَّصْتُ عَنِّْي فَقَالَتْ امْرَأَةٌ  
 مِنَ الْحَيِّ أَلَا تَغْطُونَ عَنَّا إِسْتِ قَارِبِكُمْ فَاسْتَرُوا وَافْقَطَعُوا الْحُ  
 قَمِيصًا فَمَا فَرِحْتُ بِشَيْءٍ قَرِحِي بِذَلِكَ الْقَمِيصِ -

ترجمہ۔ ابو قلابہ نے مجھے کہا۔ کہ کیا آپ عمر بن ثعلبہ سے مل کر ان سے واقعہ نہیں پوچھتے  
 میں نے کہا ان سے مل کر میں نے پوچھ لیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ ہم ایسے چشمہ پر آباد تھے  
 جو لوگوں کی گزر گاہ تھا۔ ہمارے پاس سے قافلے سوار گزرتے تھے۔ پس ہم ان سے پوچھتے  
 تھے۔ کہ لوگوں کا کیا حال ہے۔ لوگوں کا کیا حال ہے۔ اور یہ نبوت کا دعویٰ کرنے والا آدمی کون  
 ہے۔ وہ کہتے تھے۔ کہ ان کا کہنا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بھیجا ہے۔ اس کی طرف وحی کی  
 ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس اس طرح وحی کی ہے۔ میں یہ سب کلام یاد کر لیتا تھا۔ گویا کہ  
 وہ میرے سینے میں قرار پکڑ رہے یا پڑھا جاتا ہے۔ اور عرب کے لوگ اپنے اسلام کے بارے



صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُحْتَجَبِي مِنْهُ يَا سَوْدَةُ لِمَا رَأَى مِنْ شَبَهِ  
عُتْبَةَ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا تَالِ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلُوْدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِدِ الْحَجَرِ  
وَقَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَكَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يُصِيحُ بِذَلِكَ -

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ عتبہ بن ابی وقاص نے اپنے بھائی حضرت سعد کو وصیت  
کی کہ زمعہ کی باندی کے بیٹے عبد الرحمن کو وہ قبضے میں لے لیں۔ کیونکہ وہ عتبہ کا بیٹا ہے۔ چنانچہ  
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے موقع پر مکہ تشریف لائے تو حضرت سعد بن ابی وقاص  
نے زمعہ کی باندی کے بیٹے کو پکڑ لیا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں  
اسے لے آئے اور ان کے ہمراہ عبد بن زمعہ بھی آیا۔ حضرت سعدؓ نے کہا کہ بچہ میرے بھائی کا  
بیٹا ہے۔ جس نے مجھے وصیت کی تھی کہ یہ ان کا بیٹا ہے۔ عبد بن زمعہ نے کہا یا رسول اللہ  
یہ میرا بھائی زمعہ کا بیٹا ہے۔ کیونکہ وہ اس کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔ جناب رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے زمعہ کی باندی کے بیٹے کی طرف غور سے دیکھا تو وہ عتبہ بن ابی وقاص  
کے ہم شکل تھا۔ جس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے عبد بن زمعہ یہ بچہ  
تیرا ہے۔ کیونکہ وہ تیرا بھائی ہے۔ اس لئے کہ اس کے بستر پر پیدا ہوا ہے اور جناب رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے سودہ! تو اس سے پردہ کر لے۔ کیونکہ آپؐ نے اس کی  
مشابہت عتبہ بن ابی وقاص سے دیکھی۔ ابن شہاب اسی سند سے فرماتے ہیں کہ حضرت  
عائشہؓ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بچہ فراش والے  
کا ہے۔ یعنی عورت جس کے نکاح میں ہو بچہ اسی کا ہوگا اور زانی کے لئے پتھر ہے کہ وہ محروم  
ہے۔ بچے کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔ یا اس کے لئے رجم ہے۔ بشرطیکہ وہ محسن ہو۔

ابن شہاب فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ ادنیٰ آواز کے ساتھ اس حدیث کا اعلان کرتے تھے۔  
حدیث نمبر ۳۸۶۹ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِقَاتٍ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ  
ابْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ امْرَأَةً سَرَقَتْ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
فِي غَزْوَةِ الْفَاحِ فَفَزِعَ قَوْمُهَا إِلَى أَسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ يَسْتَشْفِعُونَ لَهُ قَالَ



عُرْوَةُ فَلَمَّا كَلِمَهُ أَسَامَةُ فِيهَا سَلَوْنَ وَجْهَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَتَكَلِّمُنِي فِي حَدٍّ مِّنْ حَدِّ اللَّهِ قَالَ أَسَامَةُ اسْتَغْفِرُنِي يَا رَسُولَ اللَّهِ فَلَمَّا كَانَ الْعِشِيُّ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطِيبًا فَأَثْنَى عَلَى اللَّهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّمَا أَهْلَكَ النَّاسُ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوَ أَن فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا ثُمَّ أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتِلْكَ الْمَرْأَةِ فَقَطَعْتُ يَدَهَا فَحَسُنَتْ تَوْبَتُهَا بَعْدَ ذَلِكَ وَتَزَوَّجَتْ قَالَتْ عَائِشَةُ فَكَانَتْ تَأْتِي بَعْدَ ذَلِكَ فَارْفَعُ حَاجَتَهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: حضرت عروہ بن الزبیرؓ خریدتے ہیں کہ ایک عورت فاطمہ مخزومیہؓ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں غزوہ فتح مکہ کے موقع پر چوری کی۔ تو اس کی قوم حضرت اسامہ بن زیدؓ کو سفارشی بنانے پر مجبور ہوئی۔ حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت اسامہؓ بن زیدؓ نے اس عورت کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بات چیت کی جس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ فرمایا کہ اللہ کی حدود میں سے کسی ایک حد کے اندر سفارشی کرتے ہو۔ حضرت اسامہؓ نے فرمایا۔ میری توبہ یا رسول اللہ! میرے لئے بخشش طلب فرمائیں۔ پس جب زوال کے بعد کا وقت ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کیلئے کھڑے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنایاں کی جس کا وہ مستحق ہے۔ پھر فرمایا اَمَّا بَعْدُ۔ تم سے پہلے لوگوں کو اس چیز نے ہلاک کیا۔ کہ جب ان کا بڑا آدمی چوری کرتا تھا تو اسے چھوڑ دیتے۔ شرعی منزا نہیں دیتے تھے۔ اور جب کوئی کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر شرعی حد قائم کرتے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر بالفرض فاطمہ بنت محمدؓ بھی چوری کرے گی۔ تو میں اس کا ہاتھ ضرور کاٹوں گا۔ پھر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چور عورت کے متعلق حکم دیا۔ تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ اس کے بعد اس نے اچھی طرح

تو بہ کی۔ اور قبیلہ بنی سلیم کے کسی آدمی سے شادی کی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد جب بھی وہ آتی تو میں اس کی ضرورت کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کرتی تھی۔

حدیث نمبر ۳۸۷۰ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنِي مُجَاشِعٌ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَخِي بَعْدَ الْفَتْحِ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ جِئْتُكَ بِأَخِي لَتُبَايِعَهُ عَلَى الْهَجْرَةِ قَالَ ذَهَبَ أَهْلُ الْهَجْرَةِ بِمَا فِيهَا فَقُلْتُ عَلَى أَيِّ شَيْءٍ تُبَايِعُهُ قَالَ أَبَايَعُهُ عَلَى الْإِسْلَامِ وَالْإِيمَانِ وَالْجِهَادِ فَلَقِيتُ أَبَا مَعْبُدٍ بَعْدُ وَكَانَ الْكَبِيرَهُمَا فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ صَدَقَ مُجَاشِعٌ۔

ترجمہ۔ حضرت مجاشعؓ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے بعد میں اپنے بھائی کو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر آیا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! میں اپنے بھائی کو اس لئے لے کر آیا ہوں۔ تاکہ ہجرت پر آپ اس سے بیعت لیں۔ آپ نے فرمایا ہجرت الی المدینہ والے اس کا ثواب لے کر چلے گئے۔ میں نے کہا پھر آپ کس چیز پر بیعت لیں گے۔ آپ نے فرمایا۔ اسلام۔ ایمان اور جہاد پر بیعت لوں گا۔ بعد ازاں میری ملاقات ابو معبد سے ہوئی۔ جو ان دونوں سے بڑے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا۔ انہوں نے کہا مجاشعؓ نے سچ کہا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ذہب اہل الہجرۃ اس میں الف لام عہد خارجی کا ہے۔ اس سے خاص ہجرت مراد ہے۔ جو فتح مکہ سے پہلے تھی۔ حبشہ کی طرف یا مدینہ کی طرف فتح مکہ کے بعد جب مکہ دارالاسلام بن گیا۔ تو اب اس سے ہجرت کرنے کی ضرورت نہ رہی۔ تو یہ خصوصی ہجرت ہوئی۔ اب اگر عام الفاظ ہجرت کے وارد ہوں۔ تو اس کو ہجرت مخصوصہ پر محمول کیا جائے گا۔ البتہ اگر کوئی ایسا دارالحرب ہے۔ جس میں شعائر اسلام کی کما حقہ ادا نیکی نہیں ہوتی بلکہ ان پر عمل کرنے سے روکا جاتا ہے۔ اس وقت ہجرت ضروری ہوگی۔ اگر شعائر اسلام کما حقہ ادا نہ ہوتے ہوں۔ اور مجبور بھی نہ کیا جاتا ہو۔ تو اس وقت ہجرت مستحب ہوگی۔ تو لا ہجرۃ الیوم یا بعد رسول اللہ یا لا ہجرۃ بعد الفتح کے الفاظ وارد ہوں تو اس

یہی ہجرت مکہ مراد ہوگی۔ لیکن مطلق ہجرت کی نفی نہ ہوگی۔ کیونکہ قرآن مجید میں ہے۔ الْمَلَائِكَةُ  
ارْضَ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتَهاجَرُوا فِيْهَا مِنْ هِجْرَتِكُمْ مستضعفین اور مجبور مسلمانوں کے لئے  
 ہجرت کا حکم باقی ہے۔ چنانچہ لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ اسی فتح مکہ کا لفظ بھی اس خصوصیت پر  
 دلالت کرتا ہے کہ اب ہجرت من مکہ کا حکم باقی نہیں۔

حدیث نمبر ۳۸۰۷ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ عَنْ مُجَاشِعِ بْنِ مَسْعُودٍ  
انْطَلَقْتُ بِأَبِي مُعْبَدٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُبَايِعَهُ عَلَى  
الْهِجْرَةِ قَالَ مَضَيْتُ الْهِجْرَةَ لِأَهْلِهَا أَبَايَعَهُ عَلَى الْإِسْلَامِ وَالْجِهَادِ  
فَلَقِيتُ أَبَا مُعْبَدٍ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ صَدَقَ مُجَاشِعٌ وَقَالَ خَالِدٌ إِنَّهُ  
جَاءَ بِأَخِيهِ مُجَالِدٍ

ترجمہ۔ حضرت مجاشع بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں ابو معبدؓ کو لے کر جناب نبی اکرم صلی اللہ  
 علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ آپ ہجرت پر اس سے بیعت لیں۔ آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہجرت تو اہل ہجرت کے ساتھ فضل و ثواب لے کر چلی گئی۔ اب میں اسلام  
 اور جہاد پر اس سے بیعت لوں گا۔ میں نے ابو معبد سے مل کر اس کے متعلق پوچھا تو انہوں  
 نے کہا۔ مجاشع نے سچ کہا۔ خالد اپنی سند سے بتلاتے ہیں کہ وہ مجاشع اپنے بھائی مجالہ  
 کو لے کر آئے تھے۔

حدیث نمبر ۳۸۰۸ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قُلْتُ  
لِابْنِ عُمَرَ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَهَاجِرَ إِلَى الشَّامِ قَالَ لَا هِجْرَةَ وَلَكِنْ جِهَادٌ  
فَإِنْ طَلَقْتَ فَأَعْرِضْ لِنَفْسِكَ فَإِنْ وَجَدْتَ شَيْئًا وَلَا رَجَعْتَ وَقَالَ  
النَّضْرُ قَالَ ابْنُ عُمَرَ لَا هِجْرَةَ الْيَوْمَ أَوْ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
مِثْلَهُ

ترجمہ۔ حضرت مجاہدؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا۔ کہ میں شام کی طرف  
 ہجرت کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا کہ اب ہجرت نہیں ہے۔ لیکن جہاد ہے۔  
 پس جہاد کے لئے چلو اور اپنے آپ کو جہاد کے لئے پیش کر دو۔ اگر جہاد میں سے کچھ حصہ مل جائے۔

توفیہا در نہ واپس آجاؤ۔ اور نضر سند سے بیان کرتے ہیں۔ کہ ابن عمرؓ نے فرمایا کہ آج کے بعد ہجرت نہیں ہے۔ یا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہجرت نہیں ہے حدیث سابق کی طرح بیان کیا۔

حدیث نمبر ۳۸۷۴ حَدَّثَنِي إِسْحَقُ بْنُ يَزِيدَ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُولُ لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ -

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں رہی۔ حدیث نمبر ۳۸۷۴ حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رِبَاحٍ قَالَ زُرْتُ عَائِشَةَ مَعَ عَبْدِ بْنِ عُمَيْرٍ فَسَأَلَهَا عَنِ الْهِجْرَةِ فَقَالَتْ لَا هِجْرَةَ الْيَوْمَ كَانَ الْمُؤْمِنُ يَفِرُّ أَحَدُهُمْ بِدِينِهِ إِلَى اللَّهِ وَإِلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَخَافَةَ أَنْ يُفْتَنَ عَلَيْهِ فَمَا الْيَوْمَ فَقَدْ أَظْهَرَ اللَّهُ الْإِسْلَامَ فَالْمُؤْمِنُ يَعْبُدُ رَبَّهُ حَيْثُ شَاءَ وَلَكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ -

ترجمہ۔ حضرت عطاء بن ابی رباح تابعی فرماتے ہیں۔ کہ میں عبید بن عمرؓ کے ہمراہ حضرت عائشہؓ سے ملنے کے لئے گیا۔ تو انہوں نے ان سے ہجرت کے بارے میں پوچھا۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ کہ آج ہجرت باقی نہیں ہے۔ پہلے مومن آدمی اپنے دین کو لے کر اللہ اور اس کے رسول کی طرف بھاگتا تھا۔ اس خوف سے کہ کہیں دین کی وجہ سے فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ آج فتح مکہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ دیا ہے۔ پس مومن جہاں چاہے اپنے رب کی عبادت کر سکتا ہے۔ لیکن جہاد اور ہجرت کی نیت کا ثواب باقی ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ [وَلَكِنْ جِهَادٌ نِيَّةٌ] یعنی جہاد بالفعل ہو یا جہاد بالقوة ہو۔ لیکن جہاد کا حصر صرف جنگ کرنے میں نہیں بلکہ جہاد بالمال جہاد باللسان اور جہاد بالقلم سب کو شامل ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ جَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ - دوسری روایت میں ہے۔ وَالسَّيِّئَاتُ أَكْبَرُ مِنْكُمْ اور حدیث میں آتا ہے۔ مَنْ أَعَانَ غَازِيًا فَقَدْ غَزَا مِنْ جِهَادٍ غَازِيًا فَظَلَمَ مِثْلَ ابْنِ مَرْجٍ جس نے غازی کی مدد کی یا اسے سامان جہاد تیار کر دیا اس کو بھی جہاد کا ثواب ملے گا۔ الحاصل اگر

جہاد بالفعل نہ ہو۔ تو اس کی نیت ہونی چاہیے۔ مگر نیت کے یہ معنی نہیں کہ نیت کر کے بیٹھا جاوے۔ تیاری نہ کرو۔ اسے جہاد نہیں کہتے۔ ایسا تو منافقین بھی کرتے تھے۔ نیت کا معیار واعدہ و لہم ما استطعتم الخ کو قرار دیا گیا ہے۔ آج کل بہانہ یہ ہے کہ امام نہیں کس کے پیچھے چل کر جہاد کریں۔ حالانکہ امام بھی تو ہم نے پیدا کرنا ہے۔ آخر نماز باجماعت کے لئے امام تلاش کیا جاتا ہے۔ تو جہاد کے لئے امام آسمان سے نہیں اترے گا۔ بلکہ ہم میں سے کسی کو امام بنا کر کھڑا کر دیں۔ جہاد کے لئے بھی اجتماعی قوت پیدا کر کے امام بنالینا چاہیے۔

حدیث نمبر ۳۸۷۵ حَدَّثَنَا الشَّحْقُ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ الْفَتْحِ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ حَدَّمَ مَلَكَ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فَمِىْ حَدَامُ بِحَرَامِ اللَّهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَمْ تَحِدْ لِأَحَدٍ قَبْلِي وَلَا تَحِدْ لِأَحَدٍ بَعْدِي وَلَمْ تَحِلْ لِي إِلَّا سَاعَةٌ هُنَّ الدَّهْرُ لَا يَنْفَرُ صَيْدُهَا وَلَا يُعْضَدُ شَوْكُهَا وَلَا يُخْتَلَى خَلَاهَا وَلَا تَحِلُّ لِقَطْعَتِهَا إِلَّا لِمُنْشِدٍ فَقَالَ الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ إِلَّا الْإِذْخِرَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَإِنَّهُ لَا بُدَّ مِنْهُ لِلْقَيْنِ وَالْبُيُوتِ فَسَكَتَ ثُمَّ قَالَ إِلَّا الْإِذْخِرَ فَإِنَّهُ حَلَالٌ وَعَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ بِمِثْلِ هَذَا وَنَحْوِ هَذَا رَوَاهُ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت مجاہد مرسلاً روایت کرتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن کھڑے ہو کر فرمایا۔ کہ بے شک مکہ کو اللہ تعالیٰ نے اس دن سے حرمت والا بنایا ہے۔ جس دن سے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا۔ پس وہ اللہ تعالیٰ کی حرمت سے قیامت کے دن تک حرام ہے۔ میرے سے پہلے بھی کسی کے لئے حلال نہیں ہوا اور نہ ہی میرے بعد حلال ہوگا۔ اور میرے لئے بھی دن کی یادہر کی صرف ایک گھڑی کے لئے حلال ہوا۔ پس اس کے شکار کو نہ بھگایا جاتے۔ نہ ہی اس کے کانٹے کو کاٹا جاتے اور نہ اس کی گھاس کو کترا جاتے۔ اور اس کی گری ٹہری چیز کسی کے لئے حلال نہیں۔ مگر اعلان کرنے والے کے لئے اٹھانا جائز ہے۔ حضرت عباس بن عبد المطلبؓ نے فرمایا یا رسول اللہ! اذخر بوفی ہمارے لوہاروں

اور گھروں کی ضروریات کے لئے ہے۔ پس آپ نے تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد فرمایا مگر اذخر کترن بوئی حلال ہے۔ ابن جریر ابن عباس سے اور ابو ہریرہؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کر کے اس حدیث کو مرفوع بنادیا۔

**تشریح از شیخ مدنی** | **حرام جزام اللہ ای بتحریم اللہ بہت سے احکام ایسے ہیں جو لوگوں نے بنائے تھے۔ جیسے ما جعل اللہ من بخرۃ دلا سا بخرۃ۔**

لا ینفر ممعنی ڈرانا۔ ہٹانا۔ خلا بمعنی تر گھاس۔ لقطہ اور جگہوں کا لقطہ بھی تعریف کے لئے اٹھالینا جائز ہے۔ مگر شرط یہ ہے۔ کہ اس کی تعریف ضرور کرنی چاہیے۔ مکہ معظمہ کے ملتقطات کے لئے زیادہ سختی ہے انہیں نہیں اٹھانا چاہیے۔ کیونکہ یہ حاجیوں کا مال ہوتا ہے۔ جن کے تلاش کرنے کی کوئی صورت ممکن نہیں۔ بنابرین شوافعؒ اور مالکیہؒ لا تحل لقطتھا الا لمنشد کا مفہوم مخالف لیتے ہیں کہ لقیط اسے مالک کے نہ ملنے کے بعد خرچ کر سکتا ہے۔ مگر احناف فرماتے ہیں۔ کہ لقیط کو کسی صورت استعمال کی اجازت نہیں۔ البتہ اگر ذوالحاجت ہو تو خرچ کر لے۔ مالک ملنے پر مبادا کرنا ہو گا۔ امام صاحبؒ فرماتے ہیں۔ دیگر مقامات کا انشاد ممکن ہے مکہ کا انشاد ممکن نہیں ہے۔ دور دراز کے لوگوں کی تلاش مشکل ہے۔

اذخر ایک خوشبودار گھاس ہے۔ جب کہ اسے جلایا جائے۔ تو آگ اسے جلدی پکڑتی ہے۔ سونا۔ چاندی۔ لوہا پگھلانے کے لئے اور چھتوں پر ڈالنے کے لئے اور قبروں میں ڈالنے کے لئے اسے استعمال میں لاتے ہیں۔ اس لئے اس کی اجازت دی گئی۔

**بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبْتُمْ كَثْرَتَكُمْ**  
فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمْ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ  
مُذْبِرِينَ ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ إِلَى قَوْلِهِ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ حنین کے دن کو یاد کرو جب کہ تمہاری کثرت نے تمہیں عجب میں ڈال دیا۔ پھر وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی۔ بلکہ اللہ کی زمین باوجود فراخی کے تم پر تنگ ہو گئی۔ پھر تم پیٹھ دے کر بھاگ رہے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تم پر سکون نازل فرمایا غفور رحیم۔

حدیث نمبر ۳۸۷۶ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ ۙ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ ۙ رَأَيْتُ بَيْدَ بْنَ أَبِي أَوْفَى ضَرْبَةً قَالَ ضُرِبَتْهَا مَعَ الْيَتِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ قُلْتُ شَهِدْتَ حُنَيْنًا قَالَ قَبْلَ ذَلِكَ -

ترجمہ حضرت اسماعیل خبر دیتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ کے ہاتھ میں تلوار کا زخم دیکھا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ یہ زخم جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حنین کی لڑائی میں لگایا گیا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ حنین میں حاضر تھے۔ انہوں نے فرمایا اس سے پہلے بھی حاضر ہو چکا ہوں۔

**تشریح از شیخ مدنی** حنین مکہ اور طائف کے درمیان ایک وادی کا نام ہے۔ طائف مکہ سے بعض راستوں سے سترہ اٹھارہ گھنٹے کا سفر ہے۔ اور بعض راستوں سے تین دن کے فاصلہ پر ہے۔ اور حنین مکہ معظمہ سے بارہ تیرہ میل کے فاصلہ پر واقع ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کر لیا تو اطراف و جوانب کے لوگوں کو غصہ آیا۔ تو مالک بن عوف نصری نے لوگوں کو بھڑکایا۔ ان میں سے قبیلہ ہوازن کے لوگ تیر اندازی میں بہت مشہور تھے۔ یہ سب مقابلہ کے لئے جمع ہو گئے۔ فتح مکہ کے موقع پر مسلمانوں کی جمعیت دس ہزار تھی۔ دو ہزار عتقار مکہ سے ساتھ مل گئے۔ غزوہ حنین سے پہلے مسلمانوں کا اتنا اجتماع کبھی نہیں ہوا۔ مسلمانوں نے سمجھا کہ دیگر غزوات میں قلیل التعداد ہو کر ہم غالب رہے۔ اب میدان حنین میں بارہ ہزار جمع ہیں۔ پہلے غزوات میں دگنے گگنے کفار سے مقابلہ میں غالب رہتے تھے آج معاملہ برعکس ہے۔ مالک بن عوف نصری کے ساتھ چار ہزار کی جمعیت ہے۔ یہ ہمارے سامنے کہاں کھڑے ہو سکتے ہیں۔ جس سے مسلمانوں میں غرور پیدا ہو گیا۔ غرور کی حالت میں رجوع الی اللہ کہاں رہتا ہے۔ اس غرور نے مسلمانوں کو دھوکے میں رکھا۔ اور اللہ تعالیٰ کے یہاں غرور پسند نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ جو سر اٹھائے تو اسے نیچا کر دکھائے۔ من تو اضع الله رفعه اللہ ہماری تواضع کو ریا اور منافقت کی ہوتی ہے۔ اس کا رنگ تو قلب اور روح میں پیدا ہونا چاہیے۔ بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شوال کی چھٹی یا ساتویں تاریخ کو حنین کے میدان میں اترے ہیں جہاں ہوازن اور

ثقیف وغیرہ نے اجتماع کر رکھا تھا۔ مسلمانوں نے ان پر حملہ کر دیا۔ کفار نے ایک چال چلی۔ کہ وہ بھاگ پڑے۔ مسلمانوں نے انہیں لوٹنا شروع کر دیا۔ جس کی وجہ سے یہ فافل ہو گئے۔ وہ تیار کھڑے تھے۔ انہوں نے مسلمانوں پر تیروں کی بارش کر دی۔ جس سے بہت سے مسلمان چھلنی ہو گئے۔ جس سے لشکر میں بھگدڑ پڑ گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف نشتہ آدمی رہ گئے۔ آپ نے حضرت عباسؓ سے فرمایا جو ان کی آواز آٹھ میل تک جاتی تھی کہ اصحاب شجرہ۔ انصار۔ مہاجرین کو آواز دو۔ ان کی زوردار آواز بجلی کا اثر کر گئی۔ بھاگنے والے یکبارگی واپس لوٹے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بغلہ پر سوار تھے۔ ابوسفیانؓ نے لگام پکڑی ہوئی تھی۔ حضرت عباسؓ رکاب تھامے ہوتے تھے۔ آپؐ بغلہ سے اترے۔ مٹی اٹھا کر کفار کی طرف پھینکی جو ان کی آنکھوں میں جا کر پڑی۔ جس سے ان کے قلوب مرعوب ہو گئے۔ ادھر مہاجرین اور انصار بھی پہنچ گئے۔ مل کر بھرپور حملہ کیا۔ جس سے کفار کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | قبل ذلک ص ۶۱ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سائل نے ان سے اقل لڑائی میں حاضر ہونے کا سوال کیا۔ یا انہوں نے اسلام میں داخل ہونے کا سوال کیا۔ تو اس صورت میں یہ جواب دینا صحیح ہو جائے گا۔

**تشریح از شیخ زکریا** | حافظ فرماتے ہیں کہ سائل کا مقصد یہ تھا کہ جنین سے پہلے کون سے غزوہ میں شمولیت ہوئی۔ اول مشاہدہ حدیبیہ ہے۔ لیکن بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ غزوہ خندق میں حاضر تھے۔ وہ صحابی بن صحابی ہیں۔ اور علامہ علیؒ فرماتے ہیں کہ قبل ذلک سے حدیبیہ مراد ہے۔ تو یہ تحت الشجرہ بیعت کرنے والوں میں سے ہوتے۔ یہ آخری صحابی ہیں جن کی کوفہ میں وفات ہوئی۔ ۳۸ھ میں ان کی وفات ہوئی ہے۔ تو منشا سوال کا غزوہ خندق میں حاضر ہے۔ حضور اسلام نہیں کیونکہ وہ اس سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے۔

حدیث نمبر ۳۸۷۷ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَدَاءَ وَجَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا أَبَا عَمَّارَةَ أَتَوَلَّيْتُ يَوْمَ حَيْبِ



فَقَالَ أَمَا أَنَا فَاشْهَدْ عَلَى الْيَتِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ لَمْ يُولَ  
وَلَكِنْ عَجَلَ سَرْعًا الْقَوْمَ فَرَشَقْتُهُمْ هَوَانًا وَأَبُوسُفْيَانُ بْنُ الْحَارِثِ  
أَخَذَ بِرَأْسِ بَغْلَتِهِ الْبَيْضَاءِ يَقُولُ أَنَا الْيَتِي لَا كَذِبَ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمَطْلَبِ

ترجمہ۔ حضرت ابواسحاق فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت برادرؓ سے سنا جب کہ ان کے پاس ایک آدمی آیا۔ جس نے اکرمؐ پوچھا کہ اے ابوعمارہ کیا تم نے حنیئہ کی لڑائی میں پیٹھ کر کے شکست قبول کر لی تھی۔ تو انہوں نے فرمایا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ جناب نبی اکرمؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹھ نہیں پھیری۔ لیکن قوم کے جلد باز لوگوں نے بھاگنے میں جلدی کی تو ہوازن کے تیراندازوں نے انہیں اپنے تیروں سے پھلنی کر دیا۔ اور ابوسفیان بن الحارث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید چمکے سر کو پکڑے ہوئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرار ہو رہے تھے۔ میں ہی نبی ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں اور میں ہی عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔

تشریح از شیخ مدنی الم یولک کسی قوم کی فتح و شکست کا مدار سپہ سالار پر ہوتا ہے۔ تو صحابی کا اندہ یول کہنا صحیح ہوا۔ کہ اکرمؐ ہم بھاگ گئے تو اس کا کیا اعتبار ہے ہمارے سالار تو نہیں بھاگے۔ قرآن مجید میں جو مہم ولیعتم مدبرین فرمایا گیا۔ اس کی وجہ لیکن محفل سرعان القوم کہ جلد بازوں نے ٹوٹنا شروع کیا۔ غفلت میں مارے گئے۔ ریشق کے معنی چھید ڈالنا۔ انا ابن عبدالمطلب میں تین اشارے ہیں۔ یمن کے ایک کاہن نے عبدالمطلب کے متعلق کہا تھا کہ ان کے ایک ہاتھ میں دولت ہے اور دوسرے میں نبوت ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں۔ اس کا مصداق میں ہوں۔ دوسرا اشارہ یہ ہے کہ عبدالمطلب نے خواب دیکھا کہ ان کے خاندان میں ایک بادشاہ ہوگا۔ آپؐ اس طرف اشارہ فرما رہے ہیں۔ اور تیسری وجہ یہ ہے کہ قریش میں جتنا وقار عبدالمطلب کا تھا اور کسی سردار کا نہیں تھا۔ اور وہ شجاع مشہور تھے۔ تو آپؐ فرما رہے ہیں کہ میں بھاگنے والا نہیں ہوں۔ میں تو شجاع کا بیٹا ہوں۔ الولد ستم لایبہ بیٹا باپ کا راز ہوتا ہے۔ تو آپؐ ثابت قدم رہے۔ آپؐ کے ساتھ تین آدمی بنو ہاشم کے علیؓ عباسؓ سامیہؓ تھے۔ اور ابوسفیانؓ باگ تھا رہے ہوئے تھے۔ اور ابن مسعودؓ بائیں جانب تھے۔

حدیث نمبر ۳۸۷۸ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الْأَعْمَى عَنْ أَبِي اسْحَقَ قِيلَ لِلْبَرَاءِ

وَأَنَا سَمِعُ أَوْلَيْتُمْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ فَقَالَ  
أَمَّا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا كُأُورَ مَاةٍ فَقَالَ أَنَا النَّبِيُّ  
لَا كَذِبُ أَنَا بَنُ عَبْدِ الْمُطَلِّبِ -

ترجمہ - ابو اسحاق سے مروی ہے کہ حضرت برابر بن عازبؓ سے پوچھا گیا جب کہ میں نے  
رہا تھا کہ کیا حنین کی لڑائی میں تم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بھاگ گئے تھے -  
انہوں نے فرمایا لیکن حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بھاگے - ہوازن کے لوگ غضب  
کے تیر انداز تھے کہ ان کا تیر خطا نہیں ہوتا تھا - انہوں نے ان کو چھید ڈالا پس آپ نے فرمایا  
کہ میں ہی نبی ہوں جس میں کوئی جھوٹ نہیں اور میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں -

حدیث نمبر ۳۸۷۹ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ سَمِعَ الْبَرَاءَ  
وَسَأَلَهُ رَجُلٌ مِّنْ قَيْسٍ أَفَرَرْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يَوْمَ حُنَيْنٍ فَقَالَ لَكِنِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَفِرْ كَانَتْ  
هَوَازِنُ رُمَاهُ وَإِنَّا لَمَّا حَمَلْنَا عَلَيْهِمْ لَمْ نَكْشِفُوا فُكْبِنَا عَلَى الْغَنَائِمِ  
فَاسْتَقْبَلْنَا بِالسِّهَامِ وَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
عَلَى بَغْلَتِهِ الْبَيْضَاءِ وَإِنَّا أَبَاسُفِيَانُ أَخَذُ بَزْمَامِهَا وَهُوَ يَقُولُ أَنَا  
النَّبِيُّ لَا كَذِبُ قَالَ إِسْرَائِيلُ وَرُهِيرَةُ نَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
عَنْ بَغْلَتِهِ -

ترجمہ - ابو اسحاق سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت برابرؓ سے سنا جب کہ قیس کے  
ایک آدمی نے ان سے سوال کیا کہ کیا حنین کی لڑائی میں آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
کو اکیلا چھوڑ کر بھاگ گئے تھے - انہوں نے جواب دیا کہ شکست تو سالار کے بھاگنے سے ہوتی  
ہے - ہمارے سپہ سالار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو نہیں بھاگے - بات یہ ہے  
کہ قبیلہ ہوازن کے لوگ بڑے تیر انداز تھے - جب ہم نے ان پر حملہ کیا تو وہ شکست کھا کر  
بھاگے - ہم سلمان فاتح لوگ غنیمتوں کے جمع کرنے پر ٹوٹ پڑے تو ہمارا استقبال تیوں  
سے کیا گیا - اور میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سفید چمپر پر سوار دیکھا -

جب کہ ابوسفیان ان کے خچر کی باگ پکڑے ہوئے تھے۔ آپؐ فرما رہے تھے۔ میں واقعی نبی ہوں۔ یہ کوئی جھوٹ نہیں ہے۔ اسرائیل اور نہ ہیر کی روایت ہے۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر سے نیچے اتر آئے۔

حدیث نمبر ۳۸۸۰ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ زَعَمَ عُرْوَةُ بْنُ  
الزُّبَيْرِ أَنَّ مَرْوَانَ وَالْمُسَوْرَةَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَاهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ حِينَ جَاءَهُ وَفْدُهُ وَازِنَ مُسْلِمِينَ  
فَسَأَلُوهُ أَنْ يُرَدَّ إِلَيْهِمْ أَمْوَالُهُمْ وَسَبِيلُهُمْ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعِيَ مَنْ تَرَوْنَ وَأَحَبُّ الْحَدِيثِ إِلَيَّ أَصْدَقُهُ  
فَاخْتَارُوا أَحَدَ الطَّائِفَتَيْنِ إِمَّا السَّبْيَ وَإِمَّا الْمَالَ وَقَدْ كُنْتُ  
أَسْتَأْنِيتُ بِكُمْ وَكَانَ أَنْظَرُهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
بِضْعَ عَشْرَ لَيْلَةٍ حِينَ قَفَلَ مِنَ الطَّائِفِ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّ رَسُولَ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيَّرَ رَأْيَهُ إِلَيْهِمْ إِلَّا أَحَدَ الطَّائِفَتَيْنِ  
قَالُوا فَإِنَّا نَخْتَارُ سَبِينَا فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي  
الْمُسْلِمِينَ فَأَثْنَى عَلَى اللَّهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَيَا  
إِخْوَانَكُمْ قَدْ جَاءُونا تَائِبِينَ وَإِنِّي قَدْ رَأَيْتُ أَنْ أَرُدَّ إِلَيْهِمْ سَبِيلَهُمْ  
فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يُطِيبَ ذَلِكَ فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يَكُونَ  
عَلَى حَظِّهِ حَتَّى نُعْطِيَهُ إِيَّاهُ مِنْ أَوَّلِ مَا يُفِي اللَّهُ عَلَيْنَا فَلْيَفْعَلْ فَقَالَ  
النَّاسُ قَدْ طَيَّبْنَا ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ إِنَّا لَا نَذَرُ مَنْ أَذِنَ مِنْكُمْ فِي ذَلِكَ مِمَّنْ لَمْ يَأْذُنْ فَأَرْجِعُوا  
حَتَّى يَرْجِعَ الْيَنَاعِدُ فَأَتَكُمْ أَمْرُكُمْ فَرَجَعَ النَّاسُ فَكَلَّمَهُمْ عُرْفَاءُهُمْ  
ثُمَّ رَجَعُوا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرُوهُ أَنَّهُمْ قَدْ  
طَيَّبُوا وَأَذْنُوا هَذَا الَّذِي بَلَغَنِي عَنْ سَبْيِ هَوَازِنَ۔

ترجمہ۔ عروہ بن الزبیر فرماتے ہیں کہ مروان اور مسور بن مخرمہ دونوں انہیں خبر دیتے ہیں۔

کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب ہوا زن کا وفد مسلمان ہو کر آیا۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے اموال اور عورتوں اور بچوں کی واپسی کا مطالبہ کرتے تھے۔ تو آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور فرمایا۔ کہ میرے ساتھ وہ لوگ ہیں جو تم صحابہ کو دیکھ رہے ہیں۔ اور میرے نزدیک پسندیدہ بات وہی ہے جو سچی ہو۔ پس آپ لوگ دونوں میں سے ایک چیز واپس لے سکتے ہیں یا قیدی بال بچے یا اموال میں نے تو تمہارا بہت انتظار کیا۔ اور واقعی جب آپ طائف سے واپس لوٹے تو دس سے زیادہ راتیں ان کا انتظار کیا کہ قیدیوں کو تقسیم نہیں کیا۔ پس جب ان پر واضح ہو گیا۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو میں سے صرف ایک چیز واپس لوٹانے والے ہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ ہم اپنے قیدی عورتوں اور بچوں کو واپس لینا پسند کرتے ہیں۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں میں خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے۔ پس اللہ تعالیٰ کی اس طرح حمد و ثناء بیان کی جس کا وہ مستحق ہے۔ پھر فرمایا انا بعد! بے شک تمہارے بھائی ہوا زن والے تائب ہو کر ہمارے پاس آتے ہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ کہ ہم ان کے قیدی عورتیں اور بچے واپس کر دیں۔ پس تم میں سے جو شخص خوشی سے واپس کرنا چاہے۔ تو اس کی مرضی وہ اسی طرح کر لے۔ اور جو شخص یہ چاہے کہ اسے اپنے حقہ کے مطابق ہم اس کا معاوضہ پہلے آنے والے اس مال سے دیں گے۔ جو اللہ تعالیٰ ہم پر غنیمت بھیجے گا۔ تو وہ اس طرح کرے۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ہم خوش دلی سے ایسا کرنے کے لئے تیار ہیں۔ جس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس طرح ہمیں علم نہیں ہو سکے گا۔ کہ کس نے اجازت دی اور کس نے نہیں دی۔ پس واپس لوٹ کر اپنا معاملہ اپنے نمائندوں کے سپرد کر دو تو لوگ واپس لوٹے تو ان کے نمائندوں نے ان سے بات چیت کی۔ پھر واپس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس لوٹ کر خبر دی۔ کہ انہوں نے خوشدلی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سبایا واپس کرنے کی اجازت دے دی۔ ابن شہاب کہتے ہیں کہ سبایا ہوا زن کے بارے میں یہ قصہ مجھ تک پہنچا ہے۔

تشریح از شیخ مدنی عرب کا دستور تھا کہ جب وہ سخت لڑائی لڑتے تھے۔

تواہل و عیال اور مال مولیشی کو ہمراہ لاتے تھے۔ تاکہ لڑنے والے کو معلوم رہے کہ اگر اس نے شکست کھائی۔ تو یہ سب کا سب مال مولیشی اہل و عیال دشمنوں کے قبضہ میں چلا جائے گا۔ یہی مالک بن عوف نصری نے ان سے کہا تھا تاکہ یہ لوگ بے جگرہی سے لڑیں۔ آپ نے یہ دیکھ کر فرمایا تھا۔ کہ انشاء اللہ یہ سب مال و متاع ہمارے پاس غنیمت میں آئے گا۔ اربید بن حمہ نے مالک بن عوف نصری سے کہا کہ تم سخت جان ہو کر لڑو۔ تمہارا مال و متاع میرے پاس محفوظ رہے۔ لیکن یہ لوگ کہنے لگے۔ کہ تو بوڑھا آدمی ہے تیری عقل بھی بوڑھیا ہے۔ غرضیکہ اسی کا کہنا نہ مانا سب مال و اسباب لے کر آئے۔ اگرچہ لڑائی بڑی سخت ہوئی۔ مگر امداد الہی مسلمانوں کے لئے آسمان سے بادل بن کر اتری اور چونی کی طرح پھیل گئی۔ قبیلہ ہوازن بُری طرح شکست کھا گیا۔ اور ان کا زور شور جاتا رہا مال و اسباب سب چھوڑ کر بھاگ گئے۔ چھ ہزار عورتیں اور بچے تھے۔ بارہ ہزار بکریاں اور اونٹ تھے سونا چاندی بے شمار تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مال غنیمت اس وقت تقسیم نہیں کیا۔ بلکہ ان قبائل میں سے جو لوگ بھاگ کر قلعہ طائف میں محصور ہو گئے تھے۔ آپ ان کی طرف روانہ ہوئے۔ کئی دن محاصرہ کے بعد وہاں سے واپس آ کر جفرانہ کے مقام پر قیام فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش تھی کہ ہوازن کے لوگ تائب ہو کر مسلمان ہو جائیں۔ تو میں مجاہدین سے کہوں گا کہ ان کا مال انہیں واپس کر دیا جائے۔ لیکن جب انہوں نے آنے میں بہت تاخیر کی۔ تو آپ نے جفرانہ میں مال غنیمت تقسیم کیا۔ جب مال تقسیم ہو چکا۔ تو ہوازن کے چند آدمی مسلمان ہو کر حاضر خدمت ہوئے۔ اور اموال و سبایا کی واپسی کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے تمہارا بہت انتظار کیا۔ تقسیم سے قبل سب اہل و مال تمہارا واپس کر دیا جاتا۔ اب تم دو میں سے ایک چیز لے سکتے ہو۔ یا تو سبایا لے لو یا مال مولیشی۔ انہوں نے مال مولیشی چھوڑ دیا۔ اور قیدی عورتوں اور بچوں کو واپس لینے پر رضامند ہو گئے۔ چونکہ یہ مال مجاہدین کا تھا۔ اس لئے آپ نے ان سے اجازت لینے کے لئے نمائندوں کے ذریعہ اجازت حاصل کی۔

حدیث نمبر ۳۸۸۱ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ الْغَنِي أَبُو عَمْرٍو قَالَ لَمَّا

تَقْلَنَامِنْ حُنَيْنٍ سَأَلَ عُمَرُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نَذْرِ  
كَانَ نَذَرَهُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ اعْتِكَافٍ فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ بِوَفَائِهِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ -

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جب حنین سے واپس لوٹے تو حضرت عمرؓ  
نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس منّت کے متعلق پوچھا جو اعتکاف کے  
زمانہ جاہلیت میں مانی تھی۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منّت پوری کرنے  
کا حکم دیا۔

**تشریح از شیخ مدنیؒ** | حضرت عمرؓ نے زمانہ جاہلیت میں ایک دن کے اعتکاف  
کی منّت مانی تھی۔ اور بعض روایات میں اعتکاف لیل اور بعض میں اعتکاف یوم دلیلہ واقع  
ہوا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ادائیگی کا حکم دیا۔ اس پر بظاہر شبہ ہوتا ہے۔  
کہ وجوب نذر کے لئے نیت ضروری ہے۔ جاہلیت میں تو نیت کے اہل نہیں تھے۔ تو کہا جائے  
گا۔ کہ روایت میں وجوب کے الفاظ نہیں ہیں۔ آپؐ نے بطور استعجاب کے ان کو حکم دیا کہ  
یہ مستحسن فعل تھا۔ حضرت امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ اعتکاف ایک دقیقہ کے عفو کو بھی کہتے ہیں۔  
اور صوم کو بھی فرض کہتے ہیں۔ اور ان کے ہاں یوم دلیلہ سے کم کا اعتکاف نہیں ہوتا۔ اگرچہ امام محمدؒ  
ایک دقیقہ کے اعتکاف کو بھی اعتکاف کہتے ہیں۔ اور صوم کو بھی ضروری نہیں کہتے۔ یہ روایت ان کا  
مستدل ہے۔ لیکن آگے ایک مفصل روایت آ رہی ہے۔ جس میں صوم یوم اعتکاف لیلہ کا  
ذکر ہے۔ وہ روایت امام صاحبؒ کا مستدل ہے۔ جس کی تفصیل مسلم شریف میں موجود ہے۔  
حضرت عمرؓ مکہ معظمہ میں معتکف تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک جاریہ دی تھی۔  
جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ تو شور و غل سنا تو ابن عمرؓ کو یہ معلوم کرنے  
کے لئے بھیجا کہ دیکھو یہ کیسا شور ہے۔ انہوں نے واپس آ کر بتلایا کہ جن سبایا ہوا زن کو آپؐ  
نے آزاد کر دیا ان کا شور و غل ہے۔ تو انہوں نے بھی اپنی باندی کو آزاد کر دیا۔  
**تشریح از شیخ گنگوہیؒ** | شاید حضرت عمرؓ نے اس اعتکاف کو اس مدت تک اس لئے



تو میں نے اس کے کندھے کے پٹھے پر پیچھے سے تلوار کا وار کیا۔ جس سے میں نے اس کی زہرہ کو کاٹ دیا۔ وہ میری طرف متوجہ ہوا۔ اور مجھے اس طرح جھپیڑا کہ جس سے مجھے موت سامنے نظر آنے لگی۔ خدا کا کرنا یہ کہ موت نے اس کو آپکڑا تو اس نے مجھے چھوڑ دیا۔ پس میں عمر سے آ کر ملا۔ تو میں نے ان سے پوچھا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ اللہ عز و جل کے حکم کے مطابق ہوا ہے۔ بہر حال مسلمان جب جنگ سے واپس لوٹے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر اعلان فرمایا۔ جس نے کسی کو قتل کیا ہے۔ اور اس پر اس کے گواہ ہوں تو اس کا چھوڑا ہو مال اسی کا ہوگا۔ میں نے کہا میرے لئے کون گواہی دیتا ہے۔ مگر کوئی نہ بولا۔ تو میں بیٹھ گیا۔ پھر آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح فرمایا۔ پھر میں نے اٹھ کر کہا۔ میرے لئے کون گواہی دیتا ہے۔ کوئی نہ بولا تو میں بیٹھ گیا۔ پھر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح بات کو دہرایا۔ میں پھر کھڑا ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ اب قتادہ یہ کیا ماجرا ہے۔ تو میں نے سب واقعہ کی آپ کو اطلاع دی۔ تو اسود نامی ایک شخص نے کہا اس نے سچ کہا ہے۔ اس کا مال میرے پاس ہے۔ آپ ہی اس کو میری طرف سے راضی کر دیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا واللہ ایسا نہیں ہوگا۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے شخص کی طرف قصد نہیں فرمائیں گے۔ جو اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر ہے۔ جو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے قتال کرتا رہے۔ پس آپ اس کا مسلوبہ مال تجھے دے دیں گے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ صدیق اکبرؓ نے سچ کہا ہے۔ پس تم وہ مال ان کو دے دو۔ چنانچہ اس نے وہ مال مجھے دے دیا۔ جس سے میں نے بنو سلمہ میں ایک باغ خرید لیا۔ پس یہ پہلا مال تھا جس سے میں اسلام کے اند مالدار ہوا۔

حدیث نمبر ۳۸۸۳ قَالَ اللَّيْثُ إِنَّ أَبَا قَتَادَةَ قَالَ لَعَنَّكَ يَوْمَ حُنَيْنٍ نَظَرْتُ إِلَى رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ يُقَاتِلُ رَجُلًا مِنَ الْمُشْرِكِينَ يَخْتَلُهُ مِنْ وَرَائِهِ لِيَقْتُلَهُ فَاسْرَعْتُ إِلَى الَّذِي يَخْتَلُهُ فَرَفَعَ يَدَهُ لِيَضْرِبَنِي وَأَضْرِبَ يَدَهُ فَقَطَعَهَا ثُمَّ أَخَذَنِي قَضَائِي ضَمًّا شَدِيدًا حَتَّى تَخَوَّفْتُ ثُمَّ تَرَكَ فَتَحَلَّلَ وَدَفَعْتُهُ ثُمَّ قَتَلْتُهُ وَأَهْرَمَ الْمُسْلِمُونَ



وَأَمَّا هَذِهِتْ مَعَهُمْ فَأَذَابَ عَمْرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِي النَّاسِ فَقُلْتُ لَهُ مَا  
 شَأْنُ النَّاسِ قَالَ أَمْرُ اللَّهِ ثُمَّ تَرَجَّعَ النَّاسُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَقَامَ بَيْتَنَ  
 عَلَى قَتِيلٍ قَتَلَهُ فَلَهُ سَلْبُهُ فَقُمْتُ لِأَتَمَسَّ بَيْتَنَ عَلَى قَتِيلِي فَمَنْ  
 أَرَا حَدَّ أَشْهَدُنِي فَجَلَسْتُ ثُمَّ بَدَأَنِي فَذَكَرْتُ أَمْرَهُ لِرَسُولِ  
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ جُلَسَائِهِ سِلَاحُ هَذَا  
 الْقَتِيلِ الَّذِي يَدُكَ عِنْدِي فَأَرْضِهِ مِنْهُ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ كَلَّا  
 لَا يُعْطِيهِ أَضْيَبٌ مِّنْ قُرَيْشٍ وَيَدْعُ أَسَدًا مِّنْ أَسَدِ اللَّهِ يُقَاتِلُ عَنِ  
 اللَّهِ وَرَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَذَاهُ إِلَى فَا شَتْرَيْتُ مِنْهُ خِرَافًا كَانَ أَوَّلَ مَالٍ  
 تَأَخَّلَتْهُ فِي الْإِسْلَامِ.

ترجمہ: حضرت ابو قتادہؓ فرماتے ہیں کہ جب حنین کی لڑائی شروع ہوئی تو میں نے ایک  
 مسلمان آدمی کو دیکھا جو ایک مشرک آدمی سے لڑ رہا تھا۔ اور ایک دوسرا مشرک اس کو  
 پیچھے سے دھوکہ دے کر قتل کرنا چاہتا تھا۔ تو اس نے مجھے تلوار مارنے کے لئے ہاتھ اٹھایا۔  
 تو میں نے اس سے پہلے اس کے ہاتھ پر تلوار کا وار کر کے اس کے ہاتھ کو کاٹ دیا۔ اس نے  
 مجھے پکڑ کر سخت جھپٹا یہاں تک کہ مجھے موت کا خطرہ لاحق ہو گیا۔ پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا۔ پھر  
 اس نے مجھے قتل کرنے کے لئے بھرپور حملہ کیا جس کو میں نے روک لیا۔ بالآخر میں نے اسے قتل  
 کر دیا۔ مسلمانوں کو شکست ہو گئی۔ میں بھی ان کے ساتھ شکست خوردہ ہو گیا۔ اچانک ان  
 لوگوں میں مجھے حضرت عمرؓ بن الخطابؓ نظر آئے۔ جنہوں نے شکست قبول نہیں کی تھی۔ تو میں  
 نے پوچھا کہ لوگوں کا کیا حال ہے۔ انہوں نے فرمایا اللہ کا حکم ایسا ہی تھا۔ پھر بھاگتے  
 ہوئے لوگ آنحضرتؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف واپس لوٹے۔ مل کر حملہ کیا تو  
 شکست فتح سے بدل گئی۔ پس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا۔  
 جس شخص نے کسی کو قتل کیا ہو اور اس پر وہ گواہ قائم کر دے تو اس کے ہتھیار وغیرہ اس

قاتل کے ہوں گے۔ حضرت ابو قتادہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے مقتول پر گواہ تلاش کئے تو کوئی شخص میرے لئے گواہی دینے کو تیار نہ ہوا۔ پس میں بیٹھ گیا۔ پھر مجھے سوجھی کہ اس کا ذکر میں خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دوں۔ تو آپ کے ہم نشینوں میں سے ایک آدمی نے کہا کہ وہ مقتول جس کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ اس کے ہتھیار میرے پاس ہیں۔ پس آپ اس کو میری طرف سے راضی کر دیں۔ تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا ہرگز نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ کہ اس کے ہتھیار قریش کے ایک چھوٹی سی چڑیا کو آپ دے دیں۔ اور اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر کو چھوڑ دیں۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے قتال کرتا ہے۔ فرماتے ہیں۔ پس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور وہ اسلحہ وغیرہ مجھے ادا فرمایا۔ جس سے میں نے ایک باغ خرید لیا۔ پس یہ پہلا مال تھا۔ جسے اسلام کے اندر میں نے اپنا سرمایہ بنایا۔

**تشریح از شیخ مدنیؒ** | جملہ بمعنی تقدم و تاخر شکست، جمل عاتق گردن اور کندھوں کے درمیان کا حصہ۔ من قتل قتیلاً یہ قتل باعتبار مایہ دل کے ہے۔ جیسے انی اعصر عمر ایس ہے۔ سلب جو چیز مقتول کے بدن پر ہو۔ خواہ وہ کپڑے ہوں۔ ہتھیار ہو۔ یا کوئی اور چیز ہو۔ لاھا اللہ بمعنی لا واللہ۔ واذ قسمہ کی بجائے ہاء زیادہ تاکید قسم کے لئے لایا جاتا ہے۔ مخرف میوہ چنے کی جگہ۔ مراد بستان ہے۔ مخرف میوہ کو کہتے ہیں۔ تأثل بمعنی اصل مال قرار دینا۔ اصیبغ چھوٹی سی چڑیا۔ جو کسی کام کی نہیں ہوتی۔ تشبیہ ردی اور خسیس ہونے میں ہے۔

## بَابُ غَزَاةِ أُوطَاسٍ

ترجمہ باب غزوہ اوطاس کا بیان

حدیث نمبر ۳۸۸۴ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ لَقَدْ دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حُنَيْنٍ بَعَثَ أَبَا عَمِيرٍ عَلَى جَيْشٍ إِلَى أُوطَاسٍ فَلَقِيَ دُرَيْدَ ابْنَ الصَّقَةِ فَقُتِلَ دُرَيْدٌ وَهَذَا اللَّهُ

أَصْحَابَهُ قَالَ أَبُو مُوسَى وَبَعَثَنِي مَعَ أَبِي عَامِرٍ فَرُمِي أَبُو عَامِرٍ فِي رُكْبَتِهِ فَأَتَمَّ هَيْتُ إِلَيْهِ فَقُلْتُ يَا عَمْرُؤُ مَنْ رَمَاكَ فَأَشَارَ إِلَى أَبِي مُوسَى فَقَالَ ذَاكَ قَاتِلِي الَّذِي رَمَانِي فَقَصَدْتُ لَهُ فَلَحِقْتُهُ فَلَمَّا رَأَانِي وَلَّى فَأَتْبَعْتُهُ وَجَعَلْتُ أَقُولُ لَهُ أَلَا تَسْتَحْيِي أَلَا تَتَّخِذُ فُكْفَ فَأُخْتَلَفْنَا ضَرْبَتَيْنِ بِالسَّيْفِ فَقَتَلْتُهُ ثُمَّ قُلْتُ لِأَبِي عَامِرٍ قَتَلَ اللَّهُ صَاحِبَكَ قَالَ فَأَنْزِعْ هَذَا السَّهْمَ فَنَزَعْتُهُ فَنَزَا أَمْنُهُ الْمَاءُ قَالَ يَا ابْنِ أَخِي أَقْرَبِي إِلَيْكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّلَامَ وَقُلْ لَهُ اسْتَغْفِرْ لِي وَاسْتَخْلَفْنِي أَبُو عَامِرٍ عَلَى النَّاسِ فَمَكَثَ يَسِيرًا ثُمَّ مَاتَ فَرَجَعْتُ فَدَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِهِ عَلَى سَرِيرٍ مُرْمَلٍ وَعَلَيْهِ فِرَاشٌ قَدْ أَقْرَبَ مَالُ السَّرِيرِ بِظَهْرِهِ وَجَنْبِيهِ فَأَخْبَرْتُهُ بِخَبْرِنَا وَخَبُرِ أَبِي عَامِرٍ وَقَالَ قُلْ لَهُ اسْتَغْفِرْ لِي فَدَعَا بَعَاءً فَتَوَضَّأَ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِعَبِيدِ أَبِي عَامِرٍ وَرَأَيْتُ بَيَاضَ إِبْطِيهِ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَوْقَ كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْتَ مِنَ النَّاسِ فَقُلْتُ وَلِي فَاسْتَغْفِرْ فَقَالَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ قَيْسٍ ذَنْبَهُ وَأَدْخِلْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَدْخَلَ كَرِيمَاتٍ قَالَ أَبُو بُرْدَةَ أَحَدُهُمَا لِأَبِي عَامِرٍ وَالْأُخْرَى لِأَبِي مُوسَى.

ترجمہ حضرت ابو موسیٰ فرماتے ہیں جب جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حنین سے فارغ ہوئے تو حضرت ابو عامرؓ کو ایک شکر پر حاکم مقرر کر کے ادھاس کی طرف روانہ فرمایا۔ جس کی درید بن الحشمہ سے ٹھٹھ بھڑ بھڑ ہو گئی۔ درید نے ان کو قتل کر دیا۔ اور اس کے ساتھیوں کو اللہ تعالیٰ نے شکست سے دوچار کیا ہوا تھا۔ یوں کہ حضرت ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھی ابو عامرؓ کے ہمراہ روانہ کیا تھا۔ حضرت ابو عامرؓ کے گھٹنے میں تیر لگا جو جھٹی نے انہیں مارا تھا۔ وہ تیر ان کے گھٹنے میں جم گیا۔ میں جب ان کے پاس پہنچا۔ تو میں نے پوچھا اے چچا! تجھے کس نے تیر مارا ہے تو انہوں نے ابو موسیٰؓ کو اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ میرا قاتل ہے۔ جس نے مجھے تیر مارا ہے۔ میں نے

اس کا پیچھا کر کے اسے جا لیا۔ پس جب اس نے مجھ دیکھا تو پیٹھ دے کر بھاگا۔ میں بھی اس کے پیچھے ہولیا۔ اور اس سے کہتا جاتا تھا کہ تجھے شرم نہیں آتی۔ جم کر مقابلہ نہیں کرتا۔ پس وہ رک گیا۔ اب ہم ایک دوسرے کو تلوار سے زخمی کرنے لگے۔ بالآخر میں نے اسے قتل کر دیا۔ پھر میں نے اپنے چچا ابو عامرؓ سے آکر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے صاحب تیر مارنے والے کو قتل کر دیا ہے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ اس تیر کو زور لگا کر نکالو۔ میں نے اسے زور سے کھینچا تو اس سے پانی ٹپک پڑا۔ کہنے لگے بھتیجے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرا سلام پھینچنا اور ان سے کہنا کہ وہ میرے لئے مغفرت طلب فرمائیں۔ اور ابو عامرؓ نے اپنی جگہ مجھے لوگوں پر امیر مقرر کیا۔ پس نقوڑی دیر نظر کر انہوں نے دم توڑ دیا۔ واپس آکر میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر حاضر ہوا۔ آپ ایک کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی چار پائی پر اٹام فرماتے۔ جس پر آپ کا بستر تھا۔ اور چار پائی کے کھجور کے بان نے آپ کی پیٹھ اور دونوں پہلوؤں پر نشان چھوڑے تھے۔ پس میں نے آپ کو اپنی اور ابو عامرؓ کی خبر سے آگاہ کیا۔ اور یہ کہ وہ فرماتے تھے کہ میرے لئے مغفرت کی دعا فرمائیں۔ آپ نے پانی منگا کر وضو بنائی۔ پھر دعا کے لئے دونوں ہاتھ اٹھائے۔ پس فرمایا اے اللہ! عبید ابو عامرؓ کی مغفرت فرما۔ جب کہ میں آپ کے دونوں بغلوں کی سفیدی کو دیکھ رہا تھا۔ پھر آپ نے مزید فرمایا۔ اے اللہ! ابو عامرؓ کو قیامت کے دن بہت سی مخلوقات اور لوگوں پر فوقیت اور برتری عطا فرما۔ میں نے عرض کی حضرت! میرے لئے بھی مغفرت کی دعا فرمائیں۔ تو آپ نے ابو موسیٰؓ کے لئے دعا فرمائی۔ اے اللہ! عبید اللہ بن قیسؓ کے گناہ معاف کر دے۔ اور قیامت کے دن اسے شرافت والے مکان میں داخل فرما۔ ابو بردہؓ فرماتے ہیں۔ ان دو دعاؤں میں سے ایک ابو عامرؓ کے لئے تھی اور دوسری حضرت ابو موسیٰؓ کے لئے تھی۔

**تشریح از شیخ مدنی** | او طاس بھی حنین کی بستیوں میں سے ایک بستی کا نام ہے۔ ہوازن کی ایک جماعت شکست کھا کر یہاں پر جمع ہو رہی تھی۔ آپ نے او طاس کی طرف جیش بھیج دیا کہ شاید یہ لوگ درید بن حثمہ کے ساتھ مل کر پھر حملہ نہ کر دیں۔ تو ان کو جمع نہ ہونے دیا جائے۔ **فمنرا منہا لئلا یمنزاکہ** کے معنی بھگنا اور پہننے کے ہیں۔ اور مار سے مراد خون ہے۔ ممکن ہے۔ کہ وہ خاص پانی جو بعض اعضائیں رہتا ہے وہ نکلا ہو۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | ص ۶۱۵ | امر اللہ یعنی بالآخر اللہ کا حکم غالب آیا۔

اصبیغ ص ۶۱۶ ظاہر ہے کہ اصبیغ سے مراد لومڑی ہے۔ یا ایک قسم کی چھوٹی سی چڑیا ہے۔ اگر یہ اسم اور علم نہ ہو تو مجازاً و صنفی معنی کے اعتبار سے حقارت اور ضعف میں تشبیہ ہے۔

**تشریح از شیخ زکریا** | لغت میں کہیں اصبیغ کے معنی لومڑی کے نہیں ملتے۔ البتہ اصبیغ پرندے کے ساتھ حقارت اور ضعف میں تشبیہ ہے۔ جس کو شراح نے نقل فرمایا ہو اور بعض میں غین کی بجائے عین ہے۔ توضیح کی تصغیر ہو گئی۔ جس کے ساتھ ضعف انتراس میں تشبیہ دی گئی۔ کہ یہ بچوں کی طرح گھٹیا درندہ ہے۔ اور اصبیغ کا اطلاق لغوی معنی کے اعتبار سے ہے۔ یہی میرے نزدیک بہتر توجیہ ہے۔ جس کے معنی رنگیلا کے ہیں۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | فاشار ابی موسیٰ مولا ابی موسیٰ کی طرف اشارہ اس لئے نہیں کیا کہ وہ ان کا قاتل ہے۔ بلکہ اشارہ کیا کہ اس کو قتل کرو۔ کیونکہ قاتل تو وہ دوسرا آدمی تھا۔ تو ابی موسیٰ کو اشارہ کیا کہ اس کو کپڑا اور اس سے میرا بدلہ لو۔

فنا منہ الماء خون کی بجائے پانی کا نکلا۔ گھائل ہونے اور مرجلے کی نشانی ہے۔

**تشریح از شیخ زکریا** | اشارہ ابی موسیٰ یعنی ابی موسیٰ کو اشارہ کیا کہ اس جثی

قاتل سے بدلہ لو۔ چنانچہ مسلم میں بھی ایسا ہی ہے۔ فنا منہ الماء مجمع میں ہے۔ کہ نوز ای جری دمہ الم یقطع علم الاضخان۔ یہی وجہ ہے کہ چور کا ہاتھ کاٹنے کے بعد اسے داغ دیا جاتا ہے۔ تاکہ خون بند ہو جائے۔ ورنہ جان کے تلف ہونے کا خطرہ رہتا ہے۔

**تشریح از قاسمی** | حنین میں شکست کھا جانے کے بعد سرازن کے لوگ تترترو

گئے۔ کچھ طائف چلے گئے۔ کچھ سختی طرف اور کچھ ادھاس کی طرف گئے۔ تو ادھاس والوں کی طرف آپ نے حضرت ابو ماضر اور ابی موسیٰ اشعری کو بھیجا تو یکے بعد دیگرے امیر ہمیش تھے۔ دریدہ کو قتل کرنے والا ربیعہ بن ربیع ہے۔

علیہ فراش صحیح یہ ہے کہ ماعلیہ فراش اس پر کوئی بستر نہیں تھا۔ تو مافیہ رہ گیا ہے۔

## بَابُ غَزْوَةِ الطَّائِفِ فِي شَوَّالِ سَنَةِ ثَمَانٍ قَالَ مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ -

غزوہ طائف شوال کے مہینہ میں واقع ہوا۔ طائف مکہ کے قریب تین مراحل پر مشرق کی طرف ایک شہر ہے۔ جہاں انکور بہت ہوتے ہیں۔ اور یہ ایک صحت افزا مقام ہے۔ وجہ تسمیہ کے بارے میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی دعا اللہم ارزقہم من الثمرات حجاز کی مقدس زمین اس کی متحمل نہیں تھی۔ بنا بریں جبرائیلؑ نے شام سے ایک قطعہ زمین کا ٹھاکر اسے خانہ کعبہ کا طواف کرایا۔ اور اسے ادبچائی پر رکھ دیا۔ اس کے اندر وہ میوہ جات پاتے جاتے ہیں جو گرم ملکوں میں نہیں ہوا کرتے۔ بعض نے کہا طوفان نوحؑ کے زمانہ میں زمین پانی کے اوپر ہو گئی ہے۔ اے طاقت علی الماء قبیلہ بنو ثقیف کے لوگ یہاں پر آ کر قلعہ بند ہو گئے تھے۔

حدیث نمبر ۳۸۸۵ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا دَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِي مُخَلَّتٌ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ أُمَيَّةَ يَا عَبْدَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ إِنْ فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ الطَّائِفَ غَدًا فَعَلَيْكَ بِابْنَةِ عَلِيٍّ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ بِأَرْبَعٍ وَتُذَبِّرُ بِثَمَانٍ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلَنَّ هُوَ وَلَا عَالِيَهُ كُنَّ قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ الْمُخَلَّتُ هَيْتُ -

ترجمہ۔ حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لاتے۔ تو میرے پاس ایک بیوی بیٹھا تھا۔ میں نے اس سے سنا کہ وہ عبد اللہ بن ابی امیہؓ سے کہہ رہا تھا کہ اے عبد اللہ! دیکھو! اگر اللہ تعالیٰ نے طائف تم پر فتح کر دیا۔ تو تم غلمان کی بیٹی کو کپڑا لینا۔ اس لئے کہ وہ چار شکلوں کے ساتھ آتی ہے۔ اور آٹھ شکلوں سے جاتی ہے۔ یعنی وہ خوب موٹی ہے۔ اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ لوگ تمہارے پاس نہ آیا کریں۔ ابن جریرؒ فرماتے ہیں کہ مخنث ہیئت یعنی بیوڑے کو کہتے ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | محنت خنث سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی ٹوٹنے کے ہیں۔ عورتوں کی طبیعت میں انکساری کلام اور چال ڈھال میں نزاکت اور ٹوٹاپن پایا جاتا ہے۔ جو شخص طبعی طور پر عورتوں کی سی انکساری کرے وہ تو مجبور ہے۔ لیکن جو جان بوجھ کر تشبیہ بالنسار کرے۔ اس پر لعنت بھیجی گئی ہے۔ بہر حال ہر ایک مرد و عورت کو اپنے امتیاز کے ساتھ رہنے کا حکم ہے۔ چونکہ اس محنت میں طبعی انکساری تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال تھا۔ کہ یہ اولی اللہ بہ یعنی صاحب شہوت میں سے نہیں ہے۔ ان میں سرے سے شہوت کا مادہ نہیں۔ ان سے پردہ نہ ہونا چاہیے۔ غلمان بن سلمہ کی لڑکی خوب موٹی تانی تھی۔ اور موٹی عورتیں عرب کے یہاں پسندیدہ ہیں۔

عکس موٹاپے کی وجہ سے جب تو نہ بڑھ جاتی ہے۔ تو چار خط شکن کے درمیان میں پڑ جاتے ہیں۔ جو کہ پچھلی طرف سے آنکھ شکن معلوم ہوتے ہیں۔ اس محنت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد ازاں مدینہ سے جلا وطن کر دیا۔ جب حضرت عمر بن الخطابؓ کی خلافت کا دور آیا تو آپ سے کہا گیا۔ کہ اب وہ کمزور اور بوڑھا ہو گیا ہے تو آپ نے اسے مدینہ میں آنے کی اجازت دے دی۔

حدیث نمبر ۳۸۸۶ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ هِشَامِ بْنِ أَوْزَاعٍ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «مُحَاصِرُ الطَّائِفِ يَوْمَئِذٍ»

ترجمہ۔ محمود کی سند میں ہشام کے یہ الفاظ آتے ہیں۔ کہ آپ نے اس دن طائف کا گھیراؤ کیا ہوا تھا۔

حدیث نمبر ۳۸۸۷ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْإِمْلِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ لَمَّا حَاصِرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الطَّائِفَ وَسَلَّمَ الطَّائِفَ قَلَمَ يَنْكُ مِنْهُمْ شَيْئًا قَالَ إِنَّا قَاتِلُونَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ فَثَقُلَ عَلَيْهِمْ وَقَالُوا نَذْهَبُ وَلَا نَفْتَحُهُ وَقَالَ مَرَّةً ثَقُلَ فَقَالَ أُغْدُ وَأَعْلَى الْقِتَالِ فَعَدَّ وَأَقْصَابَهُمْ جِرَاحٍ فَقَالَ إِنَّا قَاتِلُونَ غَدًا إِنْ شَاءَ اللَّهُ فَأَعْجَبَهُمْ فَضْحِكُ النَّبِيِّ ﷺ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ سُفْيَانُ

مَرَّةً فَتَبَسَّهٖ قَالَ الْحَمِيدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ كُلُّهُ بِالْخَبَرِ -

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کا محاصرہ کیا۔ تو ان سے کوئی چیز حاصل نہ ہوئی (نہ صلح نہ فتح) تو آپؐ نے فرمایا انشاء اللہ کل ہم لوگ واپس لوٹنے والے ہیں۔ صحابہ کرامؓ پر یہ بات گراں گزری کہ ہم اس حال میں جائیں گے۔ کہ ہم نے طائف کو فتح نہ کیا۔ اور کبھی کہا کہ ہم ایسے لوٹائے جائیں گے جس پر آپؐ نے فرمایا کہ صبح سویرے لڑائی شروع کر دو۔ صبح کو لڑائی شروع ہوئی تو انہیں بہت زخم پہنچے جس پر آپؐ نے فرمایا کہ انشاء اللہ کل ہم واپس لوٹ جائے والے ہیں۔ تو یہ بات ان کو پسند آئی۔ جس پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے۔ اور کبھی سفیان کہتے ہیں کہ آپؐ مسکرا دیئے۔ حمیدی فرماتے ہیں کہ سفیان نے یہ ساری خبر ہمیں بیان کی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ جو لوگ حنین سے بھاگ کر ادطاس میں جمع ہوئے۔ وہاں پر

لڑائی شروع ہو جانے کی وجہ سے یہ شکست خوردہ حنین اور ادطاس سب طائف میں جمع ہو گئے۔ اور اس پاس کی بستیوں سے کھلنے پینے کا سامان جمع کر لیا۔ قلعہ کی دیوار مضبوط تھی اور اس کے اندر پانی بھی کافی تھا۔ ان کا پختہ خیال تھا کہ مسلمان محاصرہ کریں گے۔ چنانچہ وہ لوگ قلعہ بند ہو گئے۔ کم از کم مدت حصار پندرہ اور زیادہ سے زیادہ چالیس دن ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فوجی جب قلعہ کے پاس پہنچے تو ان کفار نے اوپر سے تیر اور پتھر برسائے شروع کر دیئے۔ مسلمانوں نے جواباً تیر اور پتھر پھینکے۔ لیکن وہ خطا جاتے تھے۔ کیونکہ اوپر والے کا نشانہ خطا نہیں جاتا نیچے والے کا خطا جاتا ہے۔ کفار نے ایک برس کا ساز و سامان مہیا کر رکھا تھا۔ مسلمانوں میں اتنی ہمت نہ تھی۔ بنا بریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے مشورہ لیا۔ مشورہ میں نوفل بن عبدالمطلب نے کہا کہ ان کی مثال لومڑی جیسی ہے۔ کہ اگر کوئی لومڑی کے سوراخ پر ہمارے توبالاکر وہ اسے پکڑ لے گا۔ اگر چھوڑ کر چلا جائے تو پھر اسے نہیں پکڑ سکتا۔ تو لومڑی سے کیا ڈر ہے۔ یہ بھڑکی سی جماعت ہے۔ ان سے ضرر کا کوئی اندیشہ نہیں جس پر آپؐ نے فرمایا۔ انا قافلون! مگر لوگوں کی رائے اس کے خلاف تھی۔ بہر حال آپؐ نے انہی کی رائے کو ترجیح دی۔ کیونکہ آپؐ کے ہاں ڈکٹریٹ پسندیدہ نہیں تھی۔ جب فوج زخمی ہوئی۔ تو پھر



واپس لوٹنا پڑا۔ کیونکہ ادھر سے آنے والے تیروں کی مداخلت نہیں ہو سکتی تھی۔  
**حدیث نمبر ۳۸۸۸** حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ أَبُو عُمَرَ سَمِعْتُ  
 سَعْدَ بْنَ عَدْنَانَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 حِصْنَ الطَّائِفِ فِي أَنَسٍ فَجَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ  
 سَمِعْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنِ ادَّخَى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ وَهُوَ  
 يَعْلَمُ قَالَ جَنَّةٌ عَلَيْهِ حَرَامٌ وَقَالَ هِشَامٌ سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ أَبِي بَكْرَةَ  
 عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَاصِمٌ قُلْتُ لَقَدْ شَهِدْتُكَ  
 رَجُلًا حَسْبُكَ بِمَا قَالَ أَجَلُ أَمَّا أَحَدُهُمَا فَأَوَّلُ مَنْ رَمَى  
 بِسَهْمٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأَمَّا الْآخَرُ فَنَزَلَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 ثَلَاثُ ثَلَاثَةٍ وَعِشْرِينَ مِنْ الطَّائِفِ -

ترجمہ: حضرت ابو عثمان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سعدؓ سے جو اللہ کی راہ میں سب سے  
 پہلے تیر پھینکنے والے ہیں۔ اور ابوبکرؓ سے جو چند لوگوں کے ساتھ طائف کے قلعہ کی فہیل پر  
 چڑھ گئے تھے۔ پس وہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو یہ دونوں فرماتے  
 ہیں کہ ہم نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ جس نے  
 جان بوجھ کر اپنے باپ کو چھوڑ کر کسی اور کی طرف نسبت کی تو جنت اس پر حرام ہے۔  
 ہشام اپنی سند سے ابو عثمان سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سعدؓ اور ابوبکرؓ سے  
 سنا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ عاصم کہتے ہیں کہ میں نے کہا  
 کہ آپ کے پاس ایسے دو آدمی گواہی دے رہے ہیں جو تجھے کافی ہیں۔ انہوں نے کہا بالکل  
 ہاں کیونکہ ایک ان میں سے وہ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اللہ کی راہ میں تیر پھینکا اور  
 دوسرا وہ ہے جو طائف کے قلعہ سے تیسری آدمیوں میں سے تیسرے آدمی ہیں جو آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اتر کر آئے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | ابوبکرہ کا اصلی نام نفع بن مہران ہے۔ اور بکرہ سیرمی  
 کو کہتے ہیں۔ حضرت ابوبکرہ ثقیف کے غلاموں میں سے ہیں۔ جنہوں نے مشورہ کیا کہ ہم کیوں نہ

اسلام لے آئیں۔ تورات کے وقت انہوں نے قلعہ کی دیوار پر سیڑھی لگائی۔ اور رسیوں کے ذریعہ اتر آئے۔ جس میں حضرت نفع بن ہیران کا بہت دخل تھا۔ اس لئے ان کو ابوبکرؓ کہا گیا۔ تسور معنی اوپر کو چڑھ کر پھر نیچے اترے۔

فالجنة علیہ السلام یہ حکم اس وقت تو صحیح ہے جب کہ نسبت الی غیر اب کو حلال سمجھے۔ اگر حلال نہ سمجھے بلکہ کسی علت کی بنا پر اس سے کام نہ لے۔ تو جنت میں دخول اول نہیں ہوگا۔ منراہکت کہ پھر داخل جنت ہو گا یا یہ حکم تغلیط ہے۔

حدیث نمبر ۳۸۸۹ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ نَازِلٌ بِالْجِعْدَانَةِ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ وَمَعَهُ بِلَالٌ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ أَلَا تُنْجِدُنِي مَا وَعَدْتَنِي فَقَالَ لَهُ أَبَشِّرْ فَقَالَ قَدْ أَكْثَرْتُ عَلَىَّ مِنْ أَبَشْرٍ فَأَقْبَلَ عَلَى أَبِي مُوسَى وَبِلَالٍ كَهَيْئَةِ الْغَضَبَانِ فَقَالَ رَدَّ الْبَشْرِيَّ فَأَقْبَلَ أَنْتُمَا قَالَا قَبِلْنَا شَقَّةَ دَعَا بِقَدْجٍ فِيهِ مَاءٌ فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَوَجْهَهُ فِيهِ وَمَجَّ فِيهِ شَقَّةً قَالَ أَشْرَبَا مِنْهُ وَأَفْرَغَا عَلَى وُجُوهِكُمَا وَلُحُورِكُمَا وَأَبَشْرًا فَخَذَا الْقَدْجَ فَفَعَلَا فَنَادَتْ أُمُّ سَلَمَةَ مِنْ دَرَاءِ السِّتْرِ أَنْ أَفْضِلَا لِأُمِّكُمْ مَا فَضَلَا لَهَا مِنْهُ طَائِفَةً۔

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں کہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا۔ جب کہ آپؐ جعرانہ میں جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے نزول فرماتے تھے۔ اور آپؐ کے ساتھ حضرت بلالؓ بھی تھے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک دیہاتی آکر کہنے لگا۔ کہ میرے لئے جو آپؐ نے وعدہ کیا ہے اسے پورا نہیں کرتے۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ خوش ہو جاؤ۔ وہ کہنے لگا کہ یہ البشر تو آپؐ نے بہت دفعہ کہا ہے۔ تو آپؐ حضرت ابو موسیٰؓ اور بلالؓ کی طرف غضب ناک حالت میں متوجہ ہوئے۔ فرمایا اس دیہاتی نے تو بشارت کو رد کر دیا ہے۔ پس اب تم آؤ اور قبول کر دو۔ انہوں نے کہا ہم نے قبول کیا۔ پس آپؐ نے ایک پانی کا



جعرانہ میں تھے۔ اور آپؐ پر ایک کپڑے کے ذریعہ سایہ کیا گیا تھا۔ اس مقام پر آپؐ کے ہمراہ کچھ صحابہ بھی تھے۔ کہ اچانک ایک دیہاتی آگیا۔ جس پر ایسا چغہ تھا جو خوشبو سے لت پت تھا۔ کہنے لگا یا رسول اللہ! اس شخص کے بارے میں آپؐ کا کیا حکم ہے جس نے عمرہ کا احرام ایسے چغہ میں باندھا جو خوشبو سے لت پت ہونے کے بعد پہنا ہے۔ تو حضرت عمرؓ نے اپنے ہاتھ سے یعلیٰؓ کو اشارہ کیا کہ آؤ۔ اور نزولِ وحی کی حالت کو دیکھو۔ چنانچہ یعلیٰؓ آئے اور اپنا سر اس خیمہ کے اندر داخل کیا۔ دیکھتے کیا ہیں کہ آپؐ کا چہرہ سرخ ہے۔ سانس پھولا ہوا ہے اس طرح ایک گھڑی تک حال رہا۔ پھر یہ حالت کھل گئی۔ فرمایا وہ شخص کہاں ہے جس نے ابھی عمرہ کے متعلق سوال کیا تھا۔ پس اُسے ڈھونڈ کر لایا گیا۔ پس آپؐ نے فرمایا وہ خوشبو جو تم نے لگا رکھی ہے۔ اس کو تین مرتبہ دھو ڈالو۔ اور جبہ کو کھینچ لو۔ پھر عمرہ میں اسی طرح افعال ادا کرو۔ جیسے اپنے حج میں کرتے ہو۔

### تشریح از شیخ مدنی متضمنہ ای متخلط بالطیب خوشبو سے لت پت بڑا

ہوا۔ فادخل راسہ ای فی القبتہ یغسل سانس کے آنے کی خبر غراہٹ۔ اما الطیب الذی بک احرام کے بعد خوشبو لگانا جائز نہیں ہے۔ البتہ احرام باندھنے سے پہلے خوشبو لگانا جائز ہے۔ کپڑوں پر لگانا جائز نہیں۔ بدن پر اگر خوشبو کا اثر باقی رہ جائے تو کوئی حرج نہیں۔ امام احمدؒ اور امام شافعیؒ جس خوشبو کا اثر بدن پر احرام کے بعد باقی رہے اسے جائز نہیں کہتے۔ حالانکہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ وہ آپؐ کے نعرق یعنی چوٹی پر خوشبو لگاتی تھیں جس کا اثر باقی رہتا تھا۔ لہذا اس کو ترجیح ہوگی۔ کیونکہ یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے جو مؤخر ہے تو ناسخ ہوگا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ وعلیہ ثوب قد اظلم بہ منہؒ تھوپ سے بچنے کے لئے کپڑا کا سایہ کیا گیا تھا۔ اور معہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اس کپڑے کے سلتے میں کچھ اور صحابہ کرام بھی تھے۔

### تشریح از شیخ زکریاؒ حضرت گنگوہیؒ کی توجیہ بھی اہم ہے۔ لیکن میرے نزدیک

ظاہر یہ ہے کہ فیہ کی ضمیر محل کی طرف راجع ہے ثوب کی طرف نہیں ہے۔ کیونکہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کپڑے سے لپٹے ہوتے تھے۔ حضرت یعلیٰؓ نے اس میں اپنا سر داخل کیا تھا۔

کیونکہ دوسری حدیث میں ہے۔ فسترہ بتوب فرغ عمر طرف الثوب فنظرت الیہ اور مسند احمد میں ہے۔ علیہ ستر مستور من الشمس فا دخلت رأسی معهم فی الستر۔

**حدیث نمبر ۳۸۹۱** حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْإِنْعَنَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ قَالَ لَمَّا آفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ قَسَمَ فِي النَّاسِ فِي الْمَوَالِفَةِ قُلُوبَهُمْ وَلَمْ يُعْطِ الْأَنْصَارُ شَيْئًا فَكَأَلَهُمْ وَجَدُوا إِذْ لَمْ يُصِبْهُمْ مِمَّا أَصَابَ النَّاسَ فَخَطَبَهُمْ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ أَلَمْ أَجِدْكُمْ ضَلَالًا فَهَذَا كَمَا اللَّهُ بَنِي وَعَالَتَ فَأَغْنَاكُمْ اللَّهُ بَنِي كَمَا قَالَ شَيْئًا قَالُوا اللَّهُ وَرَسُولُهُ آمَنُ قَالَ مَا يَمْنَعُكُمْ أَنْ تُجِيبُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا قَالَ شَيْئًا قَالُوا اللَّهُ وَرَسُولُهُ آمَنُ قَالَ لَوْ شِئْتُمْ قُلْتُمْ جِئْتَنَا كَذًا وَكَذَا أَتَرْضَوْنَ أَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالشَّاةِ وَالْبُعَيْرِ وَتَذْهَبُوا بِاللَّيْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى رِحَالِكُمْ لَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ أَمْرًا أَمِنَ الْأَنْصَارُ وَلَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا وَشُعْبًا سَلَكَتُ وَادِي الْأَنْصَارِ وَشُعْبًا الْأَنْصَارُ شَعَارُ وَالنَّاسُ دِثَارُ إِيَّاكُمْ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِي أَشْرَةً فَاصْبِرُوا حَتَّى تَلْقَوْنِي عَلَى الْحَوْضِ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن زیدؓ فرماتے ہیں۔ جب حنین کی لڑائی میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی و رسول پر غنیمت کا انعام فرمایا۔ تو آپؐ نے ان لوگوں میں مال غنیمت تقسیم فرمایا۔ جن کے دلوں کو مالوف کرنا تھا۔ اور انصار کو کچھ بھی نہ دیا۔ پس گویا کہ وہ ناراض ہو گئے۔ اس وجہ سے کہ جو مال لوگوں کو ملا انہیں نہ ملا۔ یا اس وجہ سے جو کچھ لوگوں کو ملا۔ ان کو کچھ بھی نہ ملا۔ تو آپؐ نے ان کو خطبہ دیا اور فرمایا۔ اور اگر وہ انصار کیا میں نے تم کو گمراہ نہیں پایا تھا کہ میری بدولت اللہ تعالیٰ نے تمہیں راہ دکھلائی۔ اور تم تتر بتر تھے۔ کہ میری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا۔ پھر تم محتاج تھے میری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں غنی کر دیا۔ جب بھی آپؐ کوئی بات فرماتے تو وہ کہتے کہ واقعی اللہ اور اس کے رسول کا سب سے بڑا احسان ہے آپؐ نے پوچھا۔ کہ

اللہ کا رسول کوئی بات کہتا ہے تو تم اللہ و رسول امن کہہ دیتے جواب دینے سے تمہیں کس چیز نے روکا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تم چاہتے تو تم کہہ سکتے تھے کہ آپ واقعی فلاں فلاں چیز کو لائے ہیں۔ کیا تم پسند نہیں کرتے ہو کہ لوگ تو بکریاں اور اونٹ لے کر جائیں اور تم اللہ کے نبی کو اپنے گھروں کو لے جاؤ۔ اگر ہجرت کا ثواب عظیم نہ ہوتا تو میں انصار کا آدمی ہوتا۔ اگر لوگ کسی لیشبی اور اونچی جگہ پر چلتے تو میں انصار کی وادی اور ان کی چٹان پر چلتا۔ انصار تو شعار ہیں جو کپڑا بدن سے معلق ہوتا ہے۔ اور دوسرے لوگ دنار ہیں جو شعار کے اوپر پہنا جاتا ہے۔ عنقریب تم میرے بعد تہجیات دیکھو گے کہ جن میں تم کو نظر انداز کیا جائے گا۔ پس تم صبر کرنا۔ حتیٰ کہ میرے حوض کوثر پر آکر ملنا۔

**تشریح از شیخ مدنی** [ولم یعط الانصار شیئاً] بظاہر حدیث سے ثابت ہوتا

ہے کہ اس غزوہ حنین کے غنیمت کے مال میں سے انصار کو جو غنائمیں تھے کچھ نہ ملا۔ بلکہ مولفہ القلوب کو دیا گیا۔ تو یہ کیسے صیح ہوا۔ واقعی وغیرہ نے جواب دیا۔ کہ چونکہ آپ کو خمس میں اختیار ہے۔ اس لئے آپ نے انہیں محروم رکھا۔ ابن قیمؒ اور اکثر شراح کی یہی رائے ہے۔ اور بعض نے کہا۔ یہ آپ کی خصوصیت تھی۔ جس طرح آپ چاہیں تصرف کریں۔ انصار نے کہا۔ تعطی قریش اصنادید نجد و سیوقنا لقطر من دما کھم یعنی آپ قریش اور نجد کے سرداروں کو دے رہے ہیں۔ حالانکہ ہماری تلواریں ابھی تک ان کے خون سے تر ہیں۔ اور یہ خبر بھی آپ کو پہنچی کہ آپ مکہ چھوڑ کر مدینہ میں قیام پذیر ہوئے تھے۔ جب کہ قریش نے آپ کو نکال دیا تھا۔ اب چونکہ مکہ فتح ہو چکا ہے۔ یہ خبر گرم ہوئی کہ آپ شاید مکہ میں مقیم ہوں گے۔ جس کی تائید ان رعایات سے ہوتی ہے۔ جس میں انصار سے زیادہ قریش کا خیال رکھا گیا ہے۔ ہمارا خیال تھا کہ مکہ میں قتل عام ہوگا۔ حضرت سعد بن عبادہؓ کے ایوم یوم الملحہ کہنے پر آپ ناراض ہوئے۔ جھنڈا ان سے لے کر ان کے بیٹے قیس کو دے دیا۔ اس کے برعکس قریش سے فرمایا لا تشریب علیکم ایوم ان وجہ سے انصار کو خیال ہوا کہ آپ پر قومی حمیت کا غلبہ ہوا ہے۔ اس لئے رعایات کر رہے ہیں۔ آپ نے انصار کو جمع کر کے خطبہ دیا۔ اور فرمایا کہ تم یہ کہہ سکتے تھے کہ جئنا مکنا با فصد قناک وجئنا عائلا فوا سیناک وجئنا مخذولافنصرناک یعنی آپ

پاس اس حال میں آئے کہ آپؐ کو جھٹلایا گیا تھا۔ تو ہم نے آپؐ کی تصدیق کی۔ آپؐ ہمارے پاس محتاج ہو کر آئے تو ہم نے آپؐ سے ہمدردی کی۔ آپؐ کی کوئی امداد کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ ہم نے آپؐ کی مدد کی۔ لیکن یہ سب کچھ آپؐ نے بطور تواضع کے فرمایا تھا۔ ورنہ نصرت اور مواسات سب کی توفیق اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی تھی۔

لکننت امرأ من الانصار اس سے انتقال نسب مقصود نہیں۔ بلکہ جماعت کی فضیلت بیان کرنا ہے۔ ہر ایک کو چار چار اونٹ حصہ میں آئے تھے۔ یہ مال خمس تھا۔ بعض شراح فرماتے ہیں۔ کہ انصار اور مہاجرین کو اس غنیمت کے مال سے اس لئے محروم رکھا۔ اور مال غنیمت طلقاً کو دے دیا۔ وجہ یہ ہوئی۔ کہ جب ہوازن نے تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ تو سوائے چند مجاہدین کے سب غامنین بھاگ کھڑے ہوئے۔ ولوا مہاجرین والی آیت اس میں صریح ہے۔ اب جو کچھ نصرت ہوئی وہ نصرت الہی۔ نزول ملاکہ اور آپؐ کے مٹی پھینکنے سے ہوا۔ تو اب یہ سب مال فنی ہوا۔ اور فنی میں اللہ اور اس کے رسول کو تقسیم کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔ غامنین کا حق نہیں ہوتا۔ جب انصار اور مہاجرین بھاگے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے پرتلہ کی مانند ایک بادل بھیجا جس سے کفار پر رعب طاری ہو گیا۔ جس سے کفار بھاگے اور مسلمان آپؐ کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ تو یہ لوگ مستحق غنیمت کے تھے ہی نہیں۔

لکننت امرأ من الانصار اگر شبہ ہو کہ مہاجرین قریش میں سے ہیں۔ اور قریش کا نسب انصار سے افضل ہے۔ تو یہ تمنا کیسی ہوئی تو کہا جائے گا۔ کہ کبھی نسبت باعتبار وطن کے ہوتی ہے کبھی باعتبار عقیدہ اور اعمال کے ہوتی ہے۔ اس مقام پر بتلانا ہے کہ نسب میں انتقال حرام ہے۔ لیکن آپؐ باعتبار دار کے انصار کی طرف نسبت ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اگر ہجرت کی فضیلت نہ ہوتی تو میں دار کی نسبت اپنی طرف باعتبار وطن کے اختیار کرتا۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ یہ نسبت باعتبار صناعت کے ہے۔ مہاجرین کا کام یہ ہے کہ وہ مسافرت اور غربت اختیار کریں۔ اور انصار کی صنعت یہ ہے کہ وہ اپنے گھروں میں رہ کر اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کریں۔ تو آپؐ فرماتے ہیں اگر صناعت ہجرت میں فضیلت نہ ہوتی تو میں صناعت انصار کو اختیار کرتا۔ تو انتساب ولادت نہ ہوا۔ تیسری توجیہ یہ ہے کہ آپؐ کو انتساب ولادت بھی

انصار سے ہے۔ کیونکہ آپؐ کی دادی عبدالمطلب کی ماں بنو نجار میں سے ہے۔ اور آبار کے اعتبار سے بنو ہاشم سے ہے۔ اور ایسا اوقات ماں کے قرابتداروں کے اعتبار سے انتساب ہوتا ہے۔ چنانچہ اولاد علیؑ کا اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انتساب باعتبار اہانت کے ہے۔ بنا بریں حضرات حسنینؑ ابن رسول اللہؐ کہا جاتا ہے۔ اور اپنی ہذا سیدۃ حضرت ابراہیمؑ کی ذریت کا ذکر کرتے ہوئے قرآن مجید میں حضرت عیسیٰؑ کو ذریت ابراہیمؑ سے باعتبار اہانت کے قرار دیا گیا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ نسب کبھی دادا کی طرف سے اور کبھی نانا کی طرف سے جاملتا ہے۔ تو آپؐ فرما رہے ہیں کہ اگر ہجرت کی فضیلت نہ ہوتی تو بوجہ کمالات انصار کے تو میں انتساب ولادت میں بھی انصار کی طرف منسوب ہوتا۔

ولو سلك الناس واديًا وشعبًا مدينه منوره میں عین وادیاں ہیں جو بارش کے دنوں میں دریا کی طرح چلتی ہیں۔ جو دو تین دن کے بعد خشک ہو جاتی ہیں۔ تو رو دو کو ہی ہوتی۔ اور جس میں ہمیشہ پانی چلتا رہے۔ اسے بھی وادی کہتے ہیں۔ راستے عموماً انہی وادیوں کے ساتھ ساتھ ہوتے ہیں۔ قبائل جو راستے اختیار کرتے وہ مقید ہوتے تھے۔

شعب وہ راستہ جو پہاڑ کے درمیان ہو۔ خواہ وہ پہاڑ کے پھٹ جانے کی وجہ سے ہو۔ یا اس کے بغیر ہو۔ تو آپؐ کے ارشاد کا مطلب یہ ہوا کہ اگر انصار سفر کرتے ہوئے جو راستہ وادی یا شعب کا اختیار کریں تو میں ان کی رفاقت اختیار کر دوں گا۔ اس سے انصار کی فضیلت بیان ہوئی۔

الانصار شعار شعارہ کپڑا بدن کے جو بالوں سے متصل ہو۔ یہ بطنۃ اور خاصہ سے کنایہ ہے۔ کہ آپؐ فرماتے ہیں کہ یہ انصار میرے خواص میں سے ہیں۔ جن پر مجھے اعتماد ہے۔ جن پر اعتماد نہ ہو اُسے دشوار سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ اس کے بعد آپؐ نے دعا فرمائی۔ یہ کلمات سن کر انصار رو پڑے۔ یہاں تک کہ ان کی داڑھیاں تر ہو گئیں۔ تو آپؐ نے دعا سے ان کی تسلی کر دی۔ کہ میں اس وقت تم سے اثرۃ نہیں کر رہا۔ کہ مشترک چیز کسی کے لئے خاں کر دی جائے۔ چنانچہ بنو امیہ آئے انہوں نے اپنے قبیلہ والوں کو حقوق دیئے۔ انصار کو نظر انداز کر دیا۔ جس کی شکایت حضرت امیر معاویہؓ سے کی گئی۔ تو انہوں نے فرمایا آپؐ نے



تمہیں کیا حکم دیا تھا۔ فرمایا اصبر و اتوا میر معاویہؓ نے فرمایا صبر کرو۔ بنو عباس نے بھی یہی رویہ اختیار کیا انصار کے حقوق کسی نے نہیں پہچانے۔ جس پر آپؐ نے فرمایا کہ تم پر تشدد ہوگا صبر کرنا۔ میں تمہارے حقوق حوض کوثر پر دلوں گا۔ جس سے تمہارا اجر مکافات عمل ہوگا۔ یہ تسلی کے الفاظ ارشاد ہوئے۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | او کا فہم وجہ و اصل ۶۲ دونوں جملوں میں فرق یہ ہے کہ پہلے جملہ میں اول کلام پر فائدہ داخل ہے۔ دوسرے جملہ میں نہیں ہے۔ یہ فرق بھی محدثین کے نزدیک کوئی تھوڑا نہیں ہے۔ اس پر تنبیہ ضروری تھی۔ اور بعض شراح نے معنوی طور پر فرق بیان کیا ہے۔ لیکن وہ ٹھیک نہیں۔ تکلف و تعسف ہے۔ جو نہ موجب ترمید ہے۔ کہ اس کی بنا پر حرف ترمید او کو لایا جاتا یا کلام کا اعادہ کیا جاتا۔ جیسے معنوی تاویلات میں مشاہد ہے۔

**تشریح از شیخ زکریا** | اس لفظ تکرار کا فائدہ نسخہ ہندیہ کے مطابق ہے۔ اور اس توجیہ کو مولانا حسین علیؒ پنجابی نے اپنی تقریر میں نقل کیا ہے۔ مولانا مکیؒ کی تقریر میں نہیں ہے۔ مصری نسخوں کے اندر صرف ایک دفعہ ذکر ہوا ہے تکرار نہیں ہے۔ نہ متون میں اور نہ ہی شروح میں تکرار ہے۔ اور کرمافیؒ تکرار کا فائدہ یہ بیان کیا ہے۔ کہ پہلا جملہ غضب سے ہے۔ اور دوسرا حزن سے ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں۔ اذا وجد فی نفسہ ای غضب و وجد اذا حزن۔ اور دونوں کے درمیان فرق مصادر میں ہوگا۔ وجد بالفتح اور غضب موجدہ۔

فی مذہب اہل الحدیث چنانچہ باب الاستنثار میں حدیث عائشہؓ کے اندر ہے۔

اتینا بقاء اور دوسری سند میں بالقضاء ہے۔ تو تعریف۔ تنکیر کا فرق ہوا۔ لہذا۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | ولو شئتم قلتم منہ ۶۲ آپؐ نے یہ اس لئے فرمایا۔

تاکہ بعد میں کوئی یہ نہ کہے کہ ان کے احسانات تو تھے۔ لیکن انہوں نے ذکر نہیں کئے۔ جب آپؐ نے ان کے احسانات بتلائے۔ اور ان کو حکم دیا کہ تم بیان کرو۔ لیکن انہوں نے بیان کیا۔ تو ان کی طرف سے تسلیم ہو گیا۔ کہ ان کے یہ احسانات معتدبہ نہیں ہیں۔ یا اللہ تعالیٰ کے احسانات کا ذکر کیا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت ان پر ہوئے تھے۔ تو یہ ان کی طرف سے منت

نہیں ہے۔ ورنہ وہ ان کو گن گن کر بیان کرتے۔ لیکن یہ سب کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہوا۔

**تشریح از شیخ زکریا** | قطب گنگوہی نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کا سبب ذکر کیا ہے۔ یہ نہ تقریر پنجابی میں ہے نہ تقریر مکی میں اور نہ ہی شروح بخاری میں ہے۔

اور حدیث ابوسعید میں ہے کہ۔ اتینا مکنذا فصنہ قناک و مخذولا ففصرناک و طریداً قادیناک و عائلاً فواصیناک۔ جس پر انصار نے جواب دیا۔ بل الحق علینا بلشد و رسولہ اور حقیقت بھی یہی ہے۔ کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے ان کے پاس نہ آتے تو انصار کو یہ فضائل کیسے حاصل ہوتے۔ اور آپ کا یہ سب کچھ فرمانا تواضع اور انصاف کے طور پر ہے۔ ورنہ حجتہ بالغہ اور مننت ظاہرہ سب اللہ کے رسول کی ہے۔ جس پر آپ نے الاتر ضیون کہہ کر ان کو متنبہ کیا کہ اس احسان عظیم سے تم غافل ہو۔ دنیا فانی کے اسباب لے کر کیا کرو گے اور کب تک کھاؤ گے۔

**حدیث نمبر ۳۸۹۲** حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنِي أَنَّهُ قَالَ قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ أَنَسُ مِنَ الْأَنْصَارِ حِينَ أَقَامَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَقَامَ مِنْ أَمْوَالٍ هَوَازٍ فَطَفِقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي رِجَالًا أَلْفَ مِائَةٍ مِنَ الْإِبِلِ فَقَالُوا يَغْفِرُ اللَّهُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي قَرِيشًا وَيَتْرُكُنَا وَسُيُوفُنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَائِهِمْ قَالَ أَنَسُ فَحَدَّثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَقَالَتِهِمْ فَأَرْسَلَ إِلَى الْأَنْصَارِ فَجَمَعَهُمْ فِي قُبَّةٍ مِنْ آدَمَ وَلَمْ يَدْعُ مَعَهُمْ غَيْرَهُمْ فَلَمَّا اجْتَمَعُوا قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا حَدِيثٌ بَلَغَنِي عَنْكُمْ فَقَالَ فَقَهَاءُ الْأَنْصَارِ أَمَارُؤُ وَسَاؤُنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ فَلَمْ يَقُولُوا شَيْئًا وَأَمَّا نَاسٌ مِنْ أَحَدِيثَةٍ أَسَنَانُهُمْ فَقَالُوا يَغْفِرُ اللَّهُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي قَرِيشًا وَيَتْرُكُنَا وَسُيُوفُنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَائِهِمْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَإِنِّي أُعْطِي رَجُلًا حَدِيثِي عَنْهُ بِكُفْرَاتٍ أَتَاكَ فَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ  
يَذْهَبَ النَّاسُ بِالْأَمْوَالِ وَتَذْهَبُونَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
إِلَى رَحَالِكُمْ قُلُوا اللَّهُ لِمَا تَنْقَلِبُونَ خَيْرٌ مِمَّا يَنْقَلِبُونَ بِهِ قَالُوا  
يَا رَسُولَ اللَّهِ لَقَدْ رَضِينَا فَقَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
سَتَجِدُونَ أَثَرَهُ شَدِيدَةً فَاصْبِرُوا حَتَّى تَلْقُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنِّي عَلَى الْحَوْضِ قَالَ أُنْسُ فَلَمْ يَصْبِرُوا -

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ پر ہوا زلزلہ کے  
اموال میں سے انعام کیا تو انصار کے کچھ لوگوں نے کہا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
نے ایک آدمی کو تنخواہ دینے شروع کر دیئے ہیں۔ تو کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ جناب رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت کرے کہ آپ قریش کو دے رہے ہیں اور ہمیں چھوڑ دیا ہے۔ حالانکہ  
ہماری تلواریں ابھی تک ان کے خون سے تر ہیں۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی گفتگو بیان کی گئی۔ تو آپ نے انصار کی طرف آدمی بھیج کر انہیں چڑے  
کے ایک خیمے کے اندر جمع کیا۔ ان کے ساتھ اور کسی کو نہ بلایا۔ پس وہ لوگ جمع ہو گئے۔ تو  
آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پوچھا کہ یہ کیا بات ہے جو تمہاری طرف سے  
مجھے پہنچی ہے۔ تو انصار کے سمجھ دار لوگوں نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ! ہمارے سرداروں نے  
تو یہ بات نہیں کہی۔ ہاں البتہ ہم میں سے کچھ لوگ جو نو عمر ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت کرے جو قریش کو دے رہے ہیں اور ہمیں چھوڑ  
دیتے ہیں حالانکہ ہماری تلواریں ابھی ان کے خون سے تر ہیں۔ اس پر جناب نبی اکرم صلی اللہ  
علیہ وسلم نے فرمایا۔ بے شک میں ان لوگوں کو دیتا ہوں جن کا زمانہ کفر کے قریب ہے۔ میں  
ان کی دلجوئی کرنا چاہتا ہوں۔ کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ لوگ تو اموال لے کر جائیں۔ اور  
تم اللہ کے نبی کو اپنے گھروں میں لے جاؤ۔ واللہ! جو چیز تم لے کر لوٹو گے وہ اس سے بہتر ہے۔  
جو وہ لوگ لے کر واپس لوٹیں گے۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ہم راضی ہو چکے ہیں۔ تو  
جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ عنقریب تم سخت ترجیحات دیکھو گے۔

پس تم صبر کرنا۔ یہاں تک کہ تم لوگ اللہ اور اس کے رسول سے ملو گے۔ پس میں حوض کوثر پر موجود ہوں گا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ انصار نے صبر نہ کیا۔

حدیث نمبر ۳۸۹۳ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ فَتْحِ مَكَّةَ قَسَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَنَائِمَ بَيْنَ قُرَيْشٍ فَقَضَيْتُ إِلَّا نَصَارُ قَالَ الْيَتِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالدُّنْيَا وَتَذْهَبُونَ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا أَوْ شِعْبًا لَسَلَكَتُ وَادِيًا أَوْ نَصَارًا أَوْ شِعْبَهُمْ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ جب فتح مکہ کا دن ہوا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غنیمتوں کا مال قریش میں تقسیم کیا تو انصار ناراض ہو گئے۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ لوگ دنیا لے جائیں۔ اور تم اللہ کے رسول کو لے جاؤ۔ انہوں نے جواب میں کہا کیوں نہیں۔ ہاں ہم راضی ہیں۔ فرمایا اگر لوگ کسی وادی یا پہاڑی راستہ میں چلیں تو میں انصار کی وادی اور ان کے پہاڑی راستہ پر چلوں گا۔

تشریح از قاسمی علامہ و اقرہی نے لکھا ہے کہ آپؐ نے انصار کو بلا کر فرمایا۔ کہ آؤ میں تمہیں بحرین کا علاقہ لکھ دیتا ہوں جو تمہارے لئے خاص ہو گا۔ اس میں اور کسی کا دخل نہیں ہو گا۔ اور یہ علاقہ افضل فتوحات میں سے تھا۔ تو انہوں نے انکار کیا۔ کہ ہمیں دنیا کی ضرورت نہیں ہے۔

لسلکت وادیا أرض حجاز کثیر الادریہ والشیاب تھی۔ جو راستہ رئیس اختیار کرتا تھا۔ ساری قوم اس کے تابع ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ راستہ ختم ہو جاتا۔ ایک وجہ اور بھی بیان کی جاتی ہے۔ کہ وادی سے رائے اور مذہب مراد ہو۔ ویسے تو متبوع کل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ لیکن اس جگہ انصار کی موافقت اور غیروں پر ان کی ترجیح مراد ہے۔ کیونکہ آپؐ نے ان کی وفاداری اور حسن جواری کو پسند فرمایا۔

حدیث نمبر ۳۸۹۴ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ

لَمَّا كَانَ يَوْمُ حُنَيْنٍ اتَّقَى هَوَازِنُ وَمَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
عَشْرَةُ آلَافٍ وَالطَّلَقَاءُ فَادْبَرُوا قَالِ يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ قَالُوا  
لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ لَبَّيْكَ نَحْنُ بَيْنَ يَدَيْكَ فَانْزَلَ  
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَنَا عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ فَأَنْهَزَمَ  
الْمُشْرِكُونَ فَأَعْطَى الطَّلَقَاءُ وَالْمُهَاجِرِينَ وَلَمْ يُعْطِ الْأَنْصَارَ  
شَيْئًا فَقَالُوا فَدَعَاهُمْ فَادْخُلْهُمْ فِي ثُبَّةٍ فَقَالَ أَمَا تَرْضَوْنَ أَنِ  
يَذْهَبَ النَّاسُ بِالشَّاةِ وَالْبَعِيرِ وَتَذْهَبُونَ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ سَلَكَ النَّاسُ  
وَادِيًا وَسَلَكْتِ الْأَنْصَارُ شُعْبًا لَأَخْذَرْتُ شُعْبَ الْأَنْصَارِ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب حنین کی لڑائی شروع ہوئی۔ تو آپؐ کی مٹھ بھینٹ  
قبیلہ ہوازن سے ہوئی۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ دس ہزار آدمی اور  
طلاق بھی تھے۔ لیکن یہ سب پیٹھ دے کر بھاگے۔ آپؐ نے فرمایا اور انصار کی جماعت انہوں  
نے جواب دیا۔ یا رسول اللہ! ہم حاضر ہیں حاضر ہیں۔ اور آپؐ کے سامنے کھڑے ہیں۔ تو  
اپنے خچر سے اترے۔ اور فرمایا میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ پس مشرکین شکست  
کھا گئے۔ تو آپؐ نے غنیمت کا مال طلاق اور مہاجرین کو دیا۔ اور انصار کو کچھ بھی نہ دیا۔  
پس انہوں نے جو کچھ کہنا تھا تو آپؐ نے ان کو ایک خیمہ کے اندر طلب فرمایا۔ ارشاد ہوا  
کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ لوگ بکریاں اور اونٹ لے جائیں اور تم اللہ کے رسول کو لے  
جاؤ۔ جس پر انہوں نے کہا کہ ہم راضی ہیں۔ پس جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے  
فرمایا۔ اگر لوگ وادی کے راستہ سے چلیں اور انصار پہاڑی راستہ سے چلیں تو میں  
انصار کا پہاڑی راستہ اختیار کر دوں گا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | طلاق جمع طلیق کی۔ وہ لوگ جن کو آپؐ نے نہ قتل کیا

تھا اور نہ ہی قید کیا تھا۔ بلکہ فرمایا۔ انتم طلقاء تو ان میں سے دو ہزار آدمی آپؐ کے ہمراہ  
ہوئے۔ بعض ان میں سے کفر پر قائم رہے۔ جیسے ابوسفیان بن حرب وابنہ معاویہ اور حکیم بن حزام

جو بعد میں اسلام لاتے۔ جن کے بارے میں آپ نے لا تشریب علیکم الیوم فرمایا تھا۔  
**حدیث نمبر ۳۸۹۵** حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ  
 قَالَ جَمَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاسًا مِنْ الْأَنْصَارِ فَقَالَ  
 إِنَّ قُرَيْشًا حَدِيثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ وَمُصِيبَةٍ قَرِيبَةٍ أَرَدْتُ أَنْ  
 أُحِيزَ هُمْ وَأَنَا لَكُمْ أَمَّا تَرْضَوْنَ أَنْ يَرْجِعَ النَّاسُ بِالدُّنْيَا  
 وَتَرْجِعُونَ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى بُيُوتِكُمْ قَالُوا  
 بَلَى قَالَ لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا وَسَلَكْتَ الْأَنْصَارُ شُعْبًا لَسَلَكَتُ  
 وَادِي الْأَنْصَارِ أَوْ شُعْبَ الْأَنْصَارِ۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 انصار کے کچھ لوگوں کو جمع کیا۔ پس فرمایا کہ قریش تازہ تازہ جاہلیت اور مصیبت سے گزریں  
 ہیں۔ اور میں چاہتا ہوں کہ میں ان کو انعام دوں اور دجوئی کروں کیا تم اس پر راضی نہیں ہو۔  
 کہ لوگ تو دنیا لے کر جائیں۔ اور تم اپنے گھروں کو اللہ کے رسول کو لے جاؤ۔ انہوں نے کہا۔  
 کیوں نہ۔ ہاں ہم راضی ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر لوگ وادی کا راستہ چلیں اور انصار پہاڑی  
 راستہ پر چلیں تو میں انصار کی وادی یا انصار کے پہاڑی راستہ پر چلوں گا۔

**حدیث نمبر ۳۸۹۶** حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ لَقَا قَسَمَ  
 النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِسْمَةً حُنَيْنٍ قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ  
 مَا أَرَادَ بِهَا وَجْهَ اللَّهِ فَاتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ  
 فَتَغَيَّرَ وَجْهُهُ ثُمَّ قَالَ رَحِمَهُ اللَّهُ عَلَى مُوسَى لَقَدْ أَوْدَى بِكَ كَثْرَ  
 مِنْ هَذَا أَفْصَبَ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جب جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین  
 کی غنیمت کا مال تقسیم کیا تو انصار کے ایک آدمی نے کہا کہ اس تقسیم سے اللہ کی خوشنودی  
 کا ارادہ نہیں کیا۔ پس میں آکر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی جس سے آپ کا  
 چہرہ متغیر ہو گیا۔ پھر آپ نے فرمایا۔ اللہ کی رحمت ہو موسیٰؑ پر کہ انہیں اس سے بھی زیادہ

مکلف دی گئی۔ پس انہوں نے صبر کیا۔

**تشریح از شیخ مدنی** قریش کی لڑائیوں کی وجہ سے تجارت میں بہت نقصان ہوا تھا۔ ادھر جاہلیت کی بدولت بھی نقصان پہنچا۔ آپ نے ان کی تلافی مافات۔ تالیف قلوب اور جبر نقصان کی بنا پر ایسے کیا۔

**رجل من مضر الانصار** یہ منافق شخص تھا جس کا نام منٹ بن قشیر تھا۔ اس کی بات سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس سے بھی زیادہ اذیت پہنچانی گئیں۔ جن پر انہوں نے صبر کیا۔ ان کو آدر تک کہا گیا کہ ان کے خیسے پھولے ہوئے ہیں۔ حالانکہ انبیاء کو ایسی بیماریوں سے منزہ رکھا جاتا ہے۔ جن سے لوگوں کو نفرت ہو۔ آپ کو بھی اذیت پہنچی مگر اس کا صدمہ اتنا نہیں۔

حدیث نمبر ۳۸۹۶ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ حُنَيْنٍ أَشْرَأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاسًا أَعْطَى الْأَقْدَرُ مِائَةَ مِّنَ الْإِبِلِ وَأَعْطَى عِيْنَةَ مِثْلَ ذَلِكَ وَأَعْطَى نَاسًا فَقَالَ رَجُلٌ مَّا أَرِيدُ بِهَذِهِ الْقِسْمَةِ وَجْهَ اللَّهِ فَقُلْتُ لَا خَيْرَ فِي النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَحِمَ اللَّهُ مُوسَىٰ قَدْ أُوذِيَ بِأَكْثَرِ مِنْ هَذَا أَصْبَرَ.

ترجمہ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ جب حنین کی لڑائی کا دن ہوا تو آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو ترجیح دی۔ چنانچہ اقرب کو ستر اوٹ دیئے۔ اور عینہ کو بھی اسی طرح دیئے۔ اور بھی کچھ لوگوں کو اس طرح دیا۔ تو ایک آدمی نے کہا کہ اس تقسیم مال میں اللہ کی رضا نہیں چاہی گئی۔ تو میں نے کہا کہ میں اس کی ضرورت جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دوں گا۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم کرے۔ کہ ان کو اس سے زیادہ اذیتیں دی گئیں۔ جن پر انہوں نے صبر کیا۔

حدیث نمبر ۳۸۹۸ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ عَنْ النَّسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ حُنَيْنٍ أَقْبَلْتُ هَوَازِنَ وَغُطَفَانَ وَغَيْرَهُمْ بَنِعْمِهِمْ

وَذُرَّارِيهِمْ وَمَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَةُ آلَافٍ مِنَ  
الطُّلَقَاءِ فَأَدْبَرُوا عَنْهُ حَتَّى بَقِيَ وَحْدَهُ فَنَادَى يَوْمَئِذٍ بِندَاءٍ اب  
لَمْ يَخْلُطْ بَيْنَهُمَا التَّفَتُّ عَنْ يَمِينِهِمْ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ قَالُوا  
لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَبَشِّرُنَا بِمَعَكَ شَيْءٌ التَّفَتُّ عَنْ يَسَارِهِ فَقَالَ  
يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ قَالُوا لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَبَشِّرُنَا بِمَعَكَ وَهُوَ  
عَلَى بَغْلَةٍ بَيْضَاءَ فَنَزَلَ فَقَالَ أَنَا عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ فَإِنَّهُمْ زَمَ  
الْمُشْرِكُونَ فَأَصَابَ يَوْمَئِذٍ غَنَائِمٌ كَثِيرَةٌ فَفَسَسَ فِي الْمُهَاجِرِينَ  
وَالطُّلَقَاءِ وَلَمْ يُعْطِ الْأَنْصَارُ شَيْئًا فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ إِذَا كُنَّا نَتَّ  
شِدَّةً فَنَحْنُ نُدْعَى وَيُعْطَى الْغَنِيمَةُ غَيْرُنَا فَبَلَغَهُ ذَلِكَ فَجَمَعَهُمْ  
فِي قُبَّةٍ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ مَا حَدِيثُكُمْ بَلَّغْنِي عَنْكُمْ فَسَكَتُوا  
فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ لَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالْذُّنُوبِ  
وَيَتَذَهَّبُونَ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحُوزُونَهُ إِلَى بَيْوتِكُمْ  
قَالُوا بَلَى فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا  
وَسَلَكَتِ الْأَنْصَارُ شِعْبًا لَأَخَذْتُ شِعْبَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ هِشَامُ يَا  
أَبَا هُرَيْرَةَ وَأَنْتَ شَاهِدٌ ذَلِكَ قَالَ وَآيْنُ أَغْيَبُ عَنْهُ.

ترجمہ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں۔ جب حنین کی لڑائی ہوئی۔ تو ہوازن، غطفان  
اور ان کے علاوہ قبائل کے لوگ اپنے جانوروں اور اہل و عیال کو لے کر آئے تھے۔ اور جناب  
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ دس ہزار اور طلقاء تھے۔ جنہوں نے آپ سے پیٹھ پھیر لی  
یہاں تک کہ آپ اکیلے باقی رہ گئے۔ پس اس دن آپ نے دو پکاریں دیں۔ جن میں غلط ملت نہیں  
تھا۔ آپ نے دائیں طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ اے انصار کا گروہ! انہوں نے کہا یا رسول اللہ!  
ہم حاضر ہیں۔ آپ خوش ہوں۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ اور آپ سپید خچر پر سوار تھے۔ جس سے  
آپ نیچے اترے۔ فرمایا میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ پس مشرکین شکست کھا گئے۔  
اور آپ کو اس دن بہت غنائم حاصل ہوئیں۔ جن کو آپ نے مہاجرین اور طلقاء میں تقسیم کر دیا۔



اور انصار کو کچھ بھی نہ دیا۔ پس انصار نے کہا۔ پس جب کوئی سخت مصیبت ہو تو ہمیں بلایا جاتا ہے۔ اور غنیمت کا مال ہمارے علاوہ دوسروں کو دیا جاتا ہے۔ پس آپ کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے ان کو ایک خیمہ میں جمع کیا۔ آپ نے پوچھا۔ اے گروہ انصار! یہ کیا بات مجھے پہنچی ہے۔ پس وہ خاموش رہے۔ جس پر آپ نے فرمایا۔ اور گروہ انصار کیا تم اسے پسند نہیں کرتے کہ لوگ تو دنیا کو لے کر جائیں اور تم اللہ کے رسول کو گھیر گھاڑ کر اپنے گھروں کو لے جاؤ۔ پس انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ ہاں ہم راضی ہیں۔ جس پر آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر لوگ وادی کا راستہ چلیں اور انصار پہاڑی راستہ پر چلیں۔ تو میں انصار کا پہاڑی راستہ لوں گا۔ ہشام کہتے ہیں۔ میں نے کہا اے ابو حمزہ کیا آپ وہاں حاضر تھے۔ انہوں نے فرمایا۔ میں وہاں سے غائب ہو گیا تھا۔

**تشریح از شیخ مدنی** [بقی وحدہ حالانکہ آپ کے ساتھ ستر آدمی تھے۔ تو حتیٰ بقی وحدہ مقبلا کے معنی ہوں گے آپ اکیلے آگے بڑھے۔ کیونکہ آپ کا ارادہ ہوا کہ دشمن پر ٹوٹ پڑیں۔ مگر ابوسفیان بن الحارث بغلہ کی لگام پکڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے نہ جانے دیا۔ یا حتیٰ بقی وحدہ مع الخواص کے معنی ہیں۔]

**تشریح از شیخ گنگوہی** [عشرة الاف من الطلقاء ص ۶۲ من الطقار میں من عشرة الاف کا بیان نہیں ہے۔ کیونکہ یہ تو خلاف واقع ہے۔ بلکہ راوی آلف پر کلام کو ختم کرنا چاہتا تھا۔ پھر دویزار طقار کی طرف الجھکیوں سے اشارہ کیا۔ اور ان کے منہ سے من الطقار کے لفظ نکلے۔ راوی نے اشارہ کو تو ذکر نہیں کیا۔ صرف بولے ہوئے الفاظ ذکر کر دیئے۔ اس وجہ سے کلام میں خلط ملط ہو گیا۔ غور کر کے سوچنا چاہیے۔]

**تشریح از شیخ زکریا** [قطب گنگوہی کی توجیہ اجمود ہے۔ روایت کی تغلیط کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن یہ توجیہ اس پر موقوف ہے۔ کہ طقار دو ہزار ہوں۔ حالانکہ یہ تشریح کی تصریح کے خلاف ہے۔ چنانچہ حافظ وغیرہ فرماتے ہیں۔ کہ طقار اس تعداد تک نہیں پہنچے تھے۔ بلکہ اس کا عشر عشیر بھی نہ تھے۔ اس لئے بعض نے حرف عطف مقدّم مانا ہے۔ اور اہل سیر کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ طقار دو ہزار تھے۔ چنانچہ مجمع میں ہے۔ خرج الی

عنین فی اثنی عشر الفاص اهل المدينة والفرین من الطلقاء کہ حنین میں آپ کے ہمراہ  
دس ہزار اہل مدینہ اور دو ہزار طلقاء تھے۔

## بَابُ السَّرِيَّةِ الَّتِي قَبْلَ نَجْدٍ

ترجمہ۔ وہ شکر جو نجد کی طرف بھیجا گیا۔

حدیث نمبر ۳۸۹۹ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ بَعَثَ  
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً قَبْلَ نَجْدٍ فَكَانَتْ فِيهَا فَبَلَغَتْ  
سَهَامًا اثْنَيْ عَشَرَ يَوْمًا وَنُفِلَتْ أَبْعَدُ أَفْرَجَعْنَا بِثَلَاثَةِ عَشَرَ يَوْمًا  
ترجمہ۔ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی طرف  
ایک شکر بھیجا۔ میں بھی اس لشکر میں شامل تھا۔ تو ہمارے غنیمت کے حصے میں بارہ اونٹ  
تھے۔ اور ہمیں ایک ایک اونٹ اور انعام میں ملا۔ تو اس طرح ہم تیرہ تیرہ اونٹ لے کر  
واپس لوٹے۔

تشریح از قاسمی | ابن حجر فرماتے ہیں۔ کہ سریہ میں ایک سو سے پانچ سو تک  
افراد ہوتے ہیں۔ بعض نے کم و بیش نقل کیا ہے۔ اہل مغازی کے نزدیک یہ سریہ غزوہ فتح سے  
پہلے کا ہے۔ یعنی شعبان ۶ میں واقع ہوا ہے۔

## بَابُ بَعَثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ إِلَى بَنِي جَذِيمَةَ

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بنو جذیمہ کی طرف حضرت خالد بن الولیدؓ

کو بھیجنا۔

حدیث نمبر ۳۹۰۰ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ  
بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ إِلَى بَنِي جَذِيمَةَ  
فَدَعَاهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ فَلَمْ يُخْسِنُوا أَنْ يَقُولُوا أَسْلَمْنَا فَجَعَلُوا يَقُولُونَ

صَبَانًا صَبَانًا فَجَعَلَ خَالِدٌ يَقْتُلُ مِنْهُمْ وَيَأْسِرُ وَدَفَعَ إِلَى كُلِّ رَجُلٍ  
مِمَّا أَسِيرُهُ حَتَّى إِذَا كَانَ يَوْمُ أَمْرِ خَالِدٍ أَنْ يَقْتُلَ كُلَّ رَجُلٍ مِمَّا  
أَسِيرُهُ فَقُلْتُ وَاللَّهِ لَا أَقْتُلُ أَسِيرِي وَلَا يَقْتُلُ رَجُلٌ مِمَّنْ أَصْحَابِي  
أَسِيرُهُ حَتَّى قَدْ مُنَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْنَاهُ فَرَفَعَ  
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ فَقَالَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَبْرَأُ إِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ  
خَالِدٌ مَرَّتَيْنِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد  
بن الولیدؓ کو بنو جذیمہ کی طرف بھیجا جنہوں نے ان کو اسلام کی دعوت دی۔ وہ اچھی طرح اسلما  
نہیں کہہ سکتے تھے۔ تو انہوں نے صبا نا صبا نا کہنا شروع کیا۔ پس حضرت خالدؓ نے قتل کرنا اور  
قید کرنا شروع کیا۔ اور ہم میں سے ہر ایک کو اس کا قیدی سپرد کر دیا۔ یہاں تک کہ جب ایک  
دن ہوا تو حضرت خالدؓ نے حکم دیا کہ ہم میں سے ہر ایک آدمی اپنے قیدی کو قتل کرے۔ جس پر  
میں نے کہا کہ واشر میں تو اپنے قیدی کو قتل کر دوں گا اور نہ ہی میرے ساتھیوں میں سے کوئی  
اپنے قیدی کو قتل کرے گا۔ حتیٰ کہ ہم جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو اس  
کا ہم نے اس سے ذکر کیا۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اٹھا کر فرمایا کہ اے اللہ!  
جو کچھ حضرت خالدؓ نے کیا ہے۔ میں اس سے آپ کی طرف بیزار ہی کا اظہار کرتا ہوں۔ یہ دو  
مرتبہ فرمایا۔

تشریح از شیخ مدنی | صابی اس شخص کو کہا جاتا تھا جو اپنے آبائی دین کو چھوڑ کر  
ستاروں کی پرستش کرنے لگے۔ مسلمانوں کو بھی صابی اسی بنا پر کہا جاتا تھا کہ انہوں نے  
بت پرستی چھوڑ دی تھی۔ صبا نا کہنے کے باوجود حضرت خالد بن ولیدؓ نے قیدیوں کو قتل کرنے کا حکم  
دیا۔ ابن عمرؓ اور ان کے ساتھیوں نے ان کے حکم کی تعمیل نہ کی۔ لاطاعة للحلوق فی محصیۃ الخالق  
چونکہ انہوں نے بلا تحقیق یہ قتل اور اسادت کا حکم دیا تھا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
غضب ناک ہوئے۔ اور برآہ کا اظہار کیا۔

تشریح از شیخ گنگوہی | لا یقتل رجل منا اسیرہ ص ۶۲ انہوں نے قیدیوں

کو اس لئے قتل نہ کیا کہ انہوں نے اسلام کا اظہار کیا تھا۔ فغضب بنا بریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خالدؓ پر غضب ناک ہوئے۔  
**تشریح** انہی شیخ زکریا چونکہ حضرت خالدؓ نے جلدی میں ان کو قتل اور قید کر لیا۔ تحقیق نہ کی جلدی میں حکم دے دیا۔ ورنہ صباؓ کا مطلب پوچھتے۔ لیکن آپ نے حضرت خالدؓ سے قصاص اس لئے نہ لیا کیونکہ وہ ان سے قتال کرنے پر مامور تھے۔ جب تک وہ مسلمان نہ ہو جائیں۔ اور صباؓ کا کلمہ محتمل ہے۔ جس کے معنی ہوتے خرچنا من دیں الٰہی دیں اب نامعلوم اس دیں سے ان کی کیا مراد تھی۔ اسلام یا کچھ اور۔ چونکہ یہ کلمہ انتقال اسلام کی طرف صریح نہیں تھا۔ اس لئے حضرت خالدؓ مجبور تھے۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ انہوں نے لفظ اسلام سے نفرت کا اظہار کرنے کے لئے صباؓ کا کہا ہو۔ اور ان کی فرمانبرداری سے گھٹن کرتے ہوں۔ تو یہ دین اسلام کا اقرار نہ ہوا۔ صباؓ کا کہہ کر خواہ مخواہ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ اسلئے کہہ دیتے تو کام بن جاتا۔

## بَابُ سَرِيَّةِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَذَّافَةَ السَّهْمِيِّ وَعَلْقَمَةَ بْنِ مُجَذَّزٍ الْمَدَلِيِّ وَيُقَالُ لَهَا سَرِيَّةُ الْأَنْصَارِ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ اور علقمہ بن مجزز مدلی کا سر یہ جسے سر یہۃ الانصار

بھی کہا جاتا ہے۔

حدیث نمبر ۳۹۰۱ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً فَاسْتَعْمَلَ رَجُلًا مِّنَ الْأَنْصَارِ وَأَمَرَهُمْ أَنْ يُطِيعُوهُ فَغَضِبَ فَقَالَ أَلَيْسَ أَمْرُكُمْ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُطِيعُوَنِي قَالُوا بَلَى قَالَ فَاجْمَعُوا لِي حَطْبًا فَجَمَعُوا فَقَالَ أَوْقِدُوا نَارًا فَإِذَا وَقَدُوا فَادْخُلُوهَا فَهَمُّوا وَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يُمَسِّكُ بَعْضًا وَيَقُولُونَ قَرَرْنَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ النَّارِ

فَمَا زَالُوا حَتَّى خَعَدَتْ النَّارُ فَسَكَنَ غَضَبُهُ فَبَلَغَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوْ دَخَلُوهَا مَا خَرَجُوا مِنْهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ الطَّاعَةِ فِي الْمَعْدُونِ -

ترجمہ۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر روانہ فرمایا۔ جن پر انصار کے ایک آدمی کو حاکم بنایا۔ اور انہیں حکم دیا۔ کہ اس کی فرمانبرداری کرنا۔ پس وہ کسی وجہ سے ان پر ناراض ہو گیا۔ کہنے لگا کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو میری اطاعت کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ کہنے لگے کیوں نہیں۔ تو اس نے کہا لکڑیاں جمع کرو۔ جب وہ جمع کر چکے تو کہا آگ جلاؤ۔ جب آگ دیکھنے لگی تو کہا کہ اس کے اندر گھس جاؤ۔ پس انہوں نے قصد کر لیا تھا۔ لیکن بعض ایک دوسرے کو روکنے لگے۔ اور کہنے لگے کہ ہم تو آگ سے بھاگ کر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتے تھے۔ پس وہ اسی حال پر رہے۔ یہاں تک کہ آگ بجھ گئی۔ اور حاکم کا غصہ بھی ٹھنڈا ہو گیا۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع پہنچی تو آپؐ نے فرمایا۔ اگر وہ لوگ اس آگ میں داخل ہو جاتے۔ تو پھر قیامت کے دن تک اس آگ سے نہ نکلنے پاتے۔ حاکم کی فرمانبرداری دین کی مشہور باتوں میں ہوتی ہے۔ معصیت میں نہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | فہم ۱۱۲۲ یعنی بعض نے آگ میں گھسنے کا سخت ارادہ کر لیا۔ اور بعض ایک دوسرے کو گھسنے سے روک رہے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | حافظ فرماتے ہیں۔ کہ جن لوگوں نے آگ میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو وہ کھڑے ہو کر ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے۔ کہ ایک نوجوان نے ان سے کہا کہ جلدی نہ کرو۔

بَابُ بَعْثِ أَبِي مُوسَى وَمُعَاذٍ إِلَى الْيَمَنِ قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ -

ترجمہ۔ حجۃ الوداع سے پہلے حضرت ابو موسیٰ اور معاذؓ کو یمن کی طرف حاکم بنا کر بھیجا۔ حدیث نمبر ۳۹۰۲ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ أَبِي بَرْدَةَ قَالَ بَعَثَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَا مُوسَى وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ إِلَى الْيَمَنِ  
 قَالَ وَبَعَثَ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلَى مَخْلَافٍ قَالَ وَالْيَمَنُ مَخْلَافَانِ  
 شَقَرٌ قَالَ يَتَرَاوَلَا تُعَسِّرَا وَبَشِّرَا وَلَا تُنْفِرَا فَإِنْ طَلَقَ كُلُّ وَاحِدٍ  
 مِنْهُمَا إِلَى عَمَلِهِ وَكَانَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا إِذَا سَارَ فِي أَرْضِهِ كَانَ  
 قَرِيبًا مِنْ صَاحِبِهِ أَحَدُ ثَلَاثٍ بِهِ عَنْهُ فَاسَلَهُ عَلَيْهِ فَسَارَ مُعَاذٌ فِي  
 أَرْضِهِ قَرِيبًا مِنْ صَاحِبِهِ أَتَى مُوسَى فَبَاءَ يَسِيرُ عَلَى بَغْلَتِهِ حَتَّى  
 انْتَهَى إِلَيْهِ فَإِذَا هُوَ جَالِسٌ وَقَدْ اجْتَمَعَ إِلَيْهِ النَّاسُ وَإِذَا رَجُلٌ  
 عِنْدَهُ قَدْ جُمِعَتْ يَدَاهُ إِلَى عُنُقِهِ فَقَالَ لَهُ مُعَاذٌ يَا عَبْدَ اللَّهِ بَنَ  
 قَيْسٍ أَيْتَهُ هَذَا قَالَ هَذَا رَجُلٌ كَفَرَ بَعْدَ إِسْلَامِهِ قَالَ لَا أَنْزِلُ  
 حَتَّى يُقْتَلَ قَالَ إِنَّمَا وَجِئْتُ بِهِ لِذَلِكَ فَأَنْزِلُ قَالَ مَا أَنْزِلُ  
 حَتَّى يُقْتَلَ فَأَمَرَهُ بِه فَقُتِلَ شَقَرٌ نَزَلَ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللَّهِ كَيْفَ تَقْرَأُ  
 الْقُرْآنَ قَالَ أَتَقْرَأُكَ تَقْرَأُ قَالَ فَكَيْفَ تَقْرَأُ أَنْتَ يَا مُعَاذُ قَالَ  
 أَنَامُ أَوَّلَ اللَّيْلِ فَأَقُومُ وَقَدْ قَضَيْتُ جُزْئِي مِنَ التَّوْحِيدِ فَأَقْرَأُ مَا  
 كَتَبَ اللَّهُ لِي فَأَحْتَسِبُ نَوْمِي كَمَا أَحْتَسِبُ قَوْمِي.

ترجمہ۔ حضرت ابوبردہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت  
 ابو موسیٰؓ اور معاذ بن جبلؓ کو یمن کی طرف بھیجا۔ فرماتے ہیں کہ ہر ایک کو اپنے اپنے دار الخلافہ کی  
 طرف بھیجا۔ کیونکہ یمن کے دو دار الخلافہ تھے۔ پھر فرمایا کہ تم دونوں لوگوں پر آسانی کرنا تنگی نہ کرنا۔  
 خوشخبری دینا نفرت نہ دلانا۔ پس ہر ایک اپنی اپنی کارکردگی کے لئے چل پڑا۔ فرماتے ہیں ان  
 میں سے ہر ایک کا معمول تھا کہ جب وہ اپنے ساتھی کی عملداری کے قریب گزرتا تو ایک  
 دوسرے کی زیارت کر کے صحبت کی تجدید کر لیتا اور اس کو ضرور سلام کر کے جاتا۔ چنانچہ  
 حضرت معاذؓ اپنے ساتھی حضرت ابو موسیٰؓ کی عملداری کے قریب پہنچے تو اپنے سچے پر سواران کے  
 یہاں پہنچے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰؓ بیٹھے ہوئے ہیں۔ لوگ جمع ہیں۔ اور ایک آدمی ان  
 کے پاس ہے۔ جس کی مشکیں کسی ہوتی ہیں۔ کہ دونوں ہاتھ پیچھے سے گردن تک بندھے ہوئے ہیں۔

حضرت معاذؓ نے حضرت ابو موسیٰؓ سے پوچھا یہ کون شخص ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ وہ شخص ہے جو اسلام لانے کے بعد کافر بن گیا ہے۔ یعنی مرتد ہو گیا۔ فرمایا میں اس وقت تک اپنے ٹھہر سے نہیں اتروں گا جب تک اسے قتل نہ کر دیا جائے۔ ابو موسیٰؓ نے فرمایا اسی لئے تو اسے لایا گیا ہے۔ پس تم اتر آؤ۔ انہوں نے فرمایا نہیں۔ جب تک وہ قتل نہیں کیا جاتا میں نہیں اتروں گا۔ چنانچہ اس کے بارے میں حکم دیا گیا۔ پس وہ قتل ہو گیا۔ تب حضرت معاذؓ اترے۔ اور حضرت عبداللہؓ سے پوچھنے لگے آپ قرآن کیسے پڑھتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں تو وقفہ وقفہ سے پڑھتا ہوں۔ پھر انہوں نے پوچھا اے معاذؓ! آپ نوافل میں قرآن کیسے پڑھتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں رات کے پہلے حصہ میں سو جاتا ہوں پھر اس حال میں کھڑا ہوتا ہوں۔ کہ میں نے نیند کا کچھ حصہ پورا کر لیا ہوتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جو میرے مقدس میں لکھا ہے اسے پڑھتا ہوں۔ پس میں اپنی نیند کو بھی اسی طرح باعث ثواب سمجھتا ہوں جس طرح اپنے قیام اللیل کو موجب ثواب سمجھتا ہوں۔

**تشریح از شیخ مدنیؒ** | یمن کے دو حصے ہیں۔ ہر حصہ کو مخالف کہا جاتا تھا خلیفہ کے رہنے کی جگہ۔ جو حصہ پہاڑی پر واقع ہے اسے مخالف اعلیٰ کہتے ہیں اور دوسرے کو مخالف اسفل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو موسیٰؓ اور معاذؓ کو ہر ایک حصہ پر والی بنا کر بھیجا۔ یمن میں یہودیوں نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا۔ کہ اسلام میں داخل ہو کر پھر مرتد ہو جاتے تھے جس سے ان کا مقصد اسلام سے لوگوں کو متنفر کرنا ہوتا تھا۔

**تفویق فواق سے ماخوذ ہے۔** ادنیٰ کے دودھ دوہنے کے درمیان فی وقفہ کو فواق الفاقہ کہتے ہیں۔ اتفقہ تفوقا مقصد یہ ہے کہ میں تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد پڑھتا رہتا ہوں۔ فاحسب نومتیٰ | نیند اور راحت اس لئے موجب ثواب بن جاتی ہے۔ کہ وہ عبادت کا ذریعہ اور وسیلہ بن گیا۔ وسیلہ بھی عبادت ہے۔ اگر اشکال ہو کہ مرتد کو اس اہتمام سے قتل کرنا لا اکرہ فی الدین کے خلاف ہے۔ تو کہا جائے گا کہ دین میں داخل ہونے کے لئے کوئی جبر نہیں۔ لیکن داخل ہونے کے بعد جو اسلامی قوانین و احکام کی خلاف ورزی کرے گا وہ سپیل باقی رکھنے کے لئے اسے سزا دی جائے گی۔ ارتداد کی سزا قتل ہے جیسے

محسن کے زنا کی سزا رجم ہے۔ اگر اسلام جبر کرتا تو ذمی کافر سے جزیہ قبول نہ کیا جاتا۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | **التفوقہ تفوق ص ۶۲۲** مقصد یہ ہے کہ میں ساری رات نہیں سوتا۔ وقفہ وقفہ کے بعد قرآن مجید پڑھتا رہتا ہوں۔ البتہ تھوڑی سی استراحت اور آرام طلبی کے بعد پھر قرآن پڑھنا شروع کر دیتا ہوں۔

**تشریح از شیخ زکریا** | **التفوقہ** کے متعلق حافظ فرماتے ہیں کہ میں دن رات تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد ہمیشہ قرآن پڑھتا رہتا ہوں۔ چنانچہ فواق فاقہ یہی ہے کہ ایک مرتبہ اونٹنی کا دودھ دوہ کر اسے چھوڑ دیا جائے۔ یہاں تک کہ وہ دودھ کو اتار لے۔ پھر اسے دوہ لیا جائے۔ اس طرح معمول بن لیا جائے۔ مولانا مکیؒ نے اپنی تقریر میں لکھا ہے کہ دونوں قرأتوں کے درمیان تھوڑا سا وقفہ کر کے پھر شروع کر دیتا ہوں۔

حدیث نمبر ۳۹۰۳ **حَدَّثَنِي اسْحَقُ بْنُ اَبِي مُوسَى الشَّعْرِيُّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَهُ إِلَى الْيَمَنِ فَسَأَلَهُ عَنْ أَشْرَبَةِ تُصْنَعُ بِهَا فَقَالَ وَمَا هِيَ قَالَ الْبَتَّعُ وَالْمِزْرُ فَقُلْتُ لِأَبِي بُرْدَةَ مَا الْبَتَّعُ قَالَ نَبِيدُ الْعَسَلِ وَالْمِزْرُ نَبِيدُ الشَّعِيرِ فَقَالَ كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ زَوَاهُ جَرِيرٌ وَعَبْدُ الْوَاحِدِ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ۔**

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰ اشعرئیؒ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا۔ تو ان سے ان مشروبات کے متعلق پوچھا گیا جو وہاں بنائے جاتے تھے۔ فرمایا وہ کیا ہے۔ کہا بتع اور مزہ ہیں۔ میں نے ابو بردہؓ سے پوچھا کہ یہ کیا چیزیں ہیں۔ انہوں نے بتلایا کہ بتع تو شہد کا پنچوڑ (جوس) ہے۔ اور مزہ جو کا پنچوڑ (جوس) ہے۔ جس پر انہوں نے فرمایا کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ جریر نے اس کو روایت کیا ہے۔

حدیث نمبر ۳۹۰۴ **حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ أَبَا مُوسَى وَمُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ لَيْسَ وَلَا تَعْسِرًا وَلَا تَنْفِرًا وَتَطَاوَعًا فَقَالَ أَبُو مُوسَى يَا نَبِيَّ اللَّهِ إِنَّ أَرْضَنَا بِهَا شَرَابٌ مِنَ الشَّعِيرِ الْمِزْرُ وَشَرَابٌ مِنَ الْعَسَلِ الْبَتَّعُ**



فَقَالَ كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ فَاِنْ طَلَقَ فَقَالَ مُعَاذُ اللَّهِ اِنِّي مُوسَى كَيْفَ تَقْرَأُ  
الْقُرْآنَ قَالَ قَائِمًا وَقَاعِدًا وَعَلَى رَاحِلَتِهِ وَاتَّفَوُّقُهُ تَفَوُّقًا قَالَ  
أَمَا اَنَا فَاَنَا وَمَا اَقْوَمُ فَاَحْتَسِبُ نَوْمَتِي كَمَا اَحْتَسِبُ قَوْمَتِي وَضَرَبَ  
فُسْطَاطًا فَجَعَلَ يَتَزَاوَرَانِ فَنَزَرَ مُعَاذُ اَبَا مُوسَى فَاِذَا رَجُلٌ مُوَلَّقٌ  
فَقَالَ اَبُو مُوسَى يَهُودِيٌّ اَسْلَمْتُ فَدَارَتْ فَقَالَ مُعَاذُ لَا ضَرِيْبَتَ  
مُنْقَةٍ تَابِعَهُ الْعَقْدِيُّ وَوَهَبُ عَنْ شُعْبَةَ وَقَالَ وَكَيْفَ الْعَنْ جَدِّهِ  
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ جَرِيرٌ

ترجمہ حضرت ابو بردہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دادا  
حضرت ابو موسیٰؓ اور حضرت معاذؓ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا۔ پس ان سے فرمایا کہ تم آسانی کرنا  
لوگوں پر تنگی نہ کرنا۔ خوشخبری سنانا نفرت نہ دلانا۔ اور ایک دوسرے کا کہنا ماننا پس حضرت  
ابو موسیٰؓ نے کہا۔ اے اللہ کے نبی! ہمارے علاقہ میں کچھ مشروبات ہیں جو سے جو بنتا ہے وہ  
مزرہ ہے اور جو شہد سے تیار ہوتا ہے وہ بیق کہلاتا ہے۔ جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ پس وہ دونوں یہ نصائح سن کر چل پڑے۔ حضرت معاذؓ  
نے حضرت ابو موسیٰؓ سے پوچھا۔ آپ نوافل میں قرآن مجید کیسے پڑھتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا۔ کبھی  
کھڑے ہو کر کبھی بیٹھ کر اور کبھی اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر غرضیکہ وقفہ وقفہ سے قرآن مجید پڑھتا ہوں۔  
حضرت معاذؓ نے فرمایا بھاتی میں سوتا ہوں پھر کھڑے ہو کر نوافل میں قرآن مجید پڑھتا ہوں۔ اور نیند  
کو بھی میں قیام کی طرح خواب سمجھتا ہوں۔ پس ان کے لئے ایک خیمہ لگایا گیا۔ جہاں پر وہ دونوں  
حضرات اگر ایک دوسرے کی زیارت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت معاذؓ حضرت ابو موسیٰؓ سے ملنے  
آئے۔ تو دیکھا ایک آدمی بندھا ہوا ہے۔ پوچھا یہ کون ہے۔ حضرت ابو موسیٰؓ نے فرمایا کہ یہ یہودی  
ہے۔ جو اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گیا ہے۔ حضرت معاذؓ نے فرمایا۔ میں اس کی گردن ضرور  
اڑاؤں گا۔ عقدی اور وہب نے شعبہ سے متابعت کی ہے۔ اور وکیع نے شعبہ سے عن سعید  
عن ابیہ عن جدد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ابو موسیٰؓ  
سے یہ روایت مرسلہ اور متصلہ دونوں طرح سے مروی ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | لیسرا ولا تعسرا کا یہ معنی نہیں کہ حدود و قصاص میں نرمی کرو۔ بلکہ تو لا تافخذ بھارحمتہ کا حکم ہے اس مقام پر امور دینیہ اور امور انتظامی میں نرمی کرنے کا حکم ہے۔ تطادعا کا مطلب ہے کہ ایک دوسرے کی اطاعت کرو۔ باہمی اختلاف سے لوگوں کو پریشان نہ کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ عہد صحابہ کرامؓ میں تقلید شخصی پائی جاتی تھی۔

حدیث نمبر ۳۹۰۵ حَدَّثَنِي عَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنِي أَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ قَالَ بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أَرْضِ قَوْمِي فَجِئْتُ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنِيحٌ بِالْأَبْطَحِ فَقَالَ أَحْجَجْتُ يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنُ قَيْسٍ قُلْتُ نَعْدِيَا رَسُولُ اللَّهِ قَالَ كَيْفَ قُلْتُ قَالَ قُلْتُ لَبَيْكَ أَهْلًا لَكَ كَأَهْلًا لَكَ قَالَ فَمَهَلٌ سَقَتَ مَعَكَ هَذَا قُلْتُ لَمْ أَسْقُ قَالَ قَطُفْ بِالْبَيْتِ وَاسْعَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ جِدْ فَفَعَلْتُ حَتَّى مَشَطْتُ لِي أَمْرًا مِّنْ نِّسَاءِ بَنِي قَيْسٍ مَكْنًا بِذَلِكَ حَتَّى اسْتَخْلِفَ عُمَرُ

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اپنی قوم کے علاقہ یمن کا حاکم بنا کر بھیجا۔ میں اس حال میں آپ کے بلا واپر حاضر ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابطح یعنی خیف بنی کنانہ میں اونٹنی بٹھا کر پڑاؤ کرنے والے تھے۔ تو آپ نے مجھ سے پوچھا۔ اے عبد اللہ بن قیس کیا تم نے حج کا احرام باندھا ہے۔ میں نے کہا۔ یا رسول اللہ! ہاں میں نے احرام باندھا ہے۔ آپ نے پوچھا احرام باندھتے وقت تم نے کیا کہا تھا۔ میں نے کہا لبیک یہ احرام ایسا ہے جیسا کہ آپ کا احرام ہے۔ آپ نے پوچھا کیا تو نے قربانی کا جانور چلایا ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ میں نے سوق ہدی نہیں کیا۔ جس پر آپ نے فرمایا۔ کہ تم متمتع ہو جاؤ۔ کہ بیت اللہ کا طواف کرو۔ اور صفا اور مروۃ کے درمیان دوڑ لگاؤ۔ پھر عمرہ سے حلال ہو جاؤ۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ یہاں تک کہ بنو قیس قبیلہ کی ایک عورت نے مجھے کنگھا کیا۔ ہم اسی دستور متمتع پر قائم رکھے گئے۔ یہاں تک کہ جب حضرت عمرؓ خلیفہ بنائے

گئے تو انہوں نے حج تمتع سے منع کر دیا۔ بلکہ حج اور عمرہ کے لئے الگ الگ سفر کرنے کا حکم دیا۔  
**تشریح از شیخ مدنی** حضرت ابو موسیٰ اشعرئی اور حضرت معاذ بن عمرو نے ۹ھ  
 میں حاکم بنا کر یمن بھیجا تھا۔ اور حجۃ الوداع سلمہ میں واقع ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے تمام عرب میں اعلان کر دیا۔ کہ احکام حج سیکھنے کے لئے سب لوگ جمع ہوں اور تمام دایلو  
 کو بھی جمع ہونے کا حکم دیا۔ اسی کے مطابق حضرت ابو موسیٰ اشعرئی بھی تشریف لائے۔

**مینح اونٹ کے بیٹھنے کی جگہ۔** ابطح وہی خیف بنی کنانہ ہے۔ الحجۃ ای نوبت الحج او  
 اہلالت باحج کیونکہ یہ چھ ذی الحجہ کو پہنچے ہیں۔ جو لوگ سائق ہدی نہیں تھے۔ آپ نے اس  
 سال ان سب کو حکم دیا کہ وہ فسخ الحج الی العمرة کریں۔ یعنی اپنے حج کو عمرہ سے بدل لو۔ جس پر  
 آپ نے فرمایا یہ اسی سال کے ساتھ مختص ہے۔ کیونکہ اہل عرب اشھر حج میں افعال عمرہ کو  
 افجر الفجر شمار کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس عقیدہ کو باطل قرار دینا چاہتے تھے۔  
 چنانچہ ذی الحلیفہ میں اعلان کر دیا۔ کہ قد دخلت العمرة فی الحج کہ عمرہ حج میں داخل ہو گیا۔  
 پھر حجرانہ میں اعلان فرمایا۔ پھر عمرہ کے افعال پورے کرنے کے بعد حلال ہوئے کا حکم دیا اور  
 فرمایا المحل کلمہ یعنی پوری طرح حلال ہو جاؤ۔ کہ بیوی سے ہمبستری بھی کر سکتے ہو۔ یہ بات صحابہ  
 کرام کو گمراہ گندی۔ جس پر آپ نے سختی سے حکم دیا۔ کہ پورے حلال ہو جاؤ۔ تب صحابہ کرام  
 حلال ہوئے۔ حضرت ابو موسیٰ اسی پر عمل کرتے رہے۔ لیکن حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت  
 میں اعلان کر دیا تھا۔ کہ جو فسخ الحج الی العمرة کرے گا۔ اسے کوڑے لگائے جائیں گے۔ حضرت  
 ابو موسیٰ کو حضرت عمرؓ کا حکم ناگوار گذرا۔ کہنے لگے کہ حضرت عمرؓ اپنی رائے سے حکم دیتے  
 ہیں۔ جس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ قرآن مجید میں ہے۔ اتعوا الحج والعمرة للہ اور سنت  
 نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی پر دال ہے۔ کہ آپ نے احرام نہاں کھولا۔ بلکہ محرم  
 رہے۔ معلوم ہوا کہ یہ حکم اسی سال کے ساتھ مختص تھا۔

**تشریح از قاسمی** علامہ نووی فرماتے ہیں کہ مختار یہی ہے۔ کہ مطلقاً تمتع سے  
 ممانعت نہیں بلکہ اشھر الحج میں عمرہ کر کے پھر حج کا احرام باندھا جاتے۔ تو نہی تنزیہی ہوتی  
 جس سے حج مفرد کی ترغیب دینا مقصود ہے۔ ورنہ حج تمتع کے جواز پر بلا کر امتہ پر اجماع امر ہے۔

حدیث نمبر ۳۹۰۶ حَدَّثَنَا حَبَّانُ بْنُ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ حِينَ بَعَثَهُ إِلَى الْيَمَنِ إِنَّكَ سَتَأْتِي قَوْمًا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ فَإِذَا جِئْتَهُمْ فَأَذِّبْهُمْ إِلَى أَنْ يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ فَإِنْ هُمْ طَاعُوا لَكَ بِذَلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خُمْسَ صَلَوةٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ فَإِنْ هُمْ طَاعُوا لَكَ بِذَلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْكَ صَدَقَةً تَتُؤَخَذُ مِنْ أَغْنِيَاءِهِمْ فَتُرَدُّ عَلَى فَقَرَاءِهِمْ فَإِنْ هُمْ طَاعُوا لَكَ بِذَلِكَ فَأَيَّاكَ وَكَرَاهِيَةَ أَمْوَالِهِمْ وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ حِجَابٌ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ طَوَّعَتْ طَاعَتْ وَأَطَاعَتْ لُغَةً طِعْتُ وَطِعْتُ وَأَطَعْتُ.

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو انہیں فرمایا کہ عنقریب تم اہل کتاب کی ایک قوم کے پاس آؤ گے۔ جب آپ ان کے پاس آئیں تو سب سے پہلے انہیں کلمہ شہادت کی دعوت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ جب وہ کلمہ شہادت پڑھنے میں تمہارا کہنا مان لیں۔ تو انہیں بتلاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے دن اور رات میں تم پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ پس اگر وہ اس میں تمہاری اطاعت کریں۔ تو انہیں خبر دو کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے۔ جو ان کے مالداروں سے لی جائے گی اور ان کے محتاجوں پر خرچ کی جائے گی۔ اگر وہ اس پر عمل پیرا ہوں۔ تو ان کے عمدہ اموال سے سچو۔ زکوٰۃ میں درمیانہ مال لو۔ اور زکوٰۃ لینے میں مظلوم کی بددعا سے بچتے رہو۔ کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ وہ مظلوم کی بددعا جلد مقبول ہوگی۔ قال ابو عبد اللہ امام بخاریؒ الفاظ غریبہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں جو طوع و طاعت لہ نفسہ ہے۔ اس کے معنی طاعت کے ہیں۔ اور اطاعت بالہمزہ بھی طاعت بغیر ہمزہ کے ایک لغت ہے۔ اور مکمل ماضی کا صیغہ طعت بکسر الطاء اور طعت بضم الطاء

اور اطاعت بزیادۃ الہمزہ سب ہم معنی ہیں۔ اور طوع کراہت کی ضد ہے۔ اطلع بمعنی انقاد۔  
 حدیث نمبر ۳۹۰۰ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ  
 مَيْمُونٍ أَنَّهُ مَعَاذُ الْمَقَادِمِ إِلَيْكَ صَلَّى بِهِ الصُّبْحَ فَقَرَأَ وَاتَّخَذَ اللَّهُ  
 إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ لَقَدْ قَرَّتْ عَيْنُ أُمِّ إِبْرَاهِيمَ زَادَ  
 مُعَاذُكَ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي النَّبْتِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ  
 فَقَرَأَ مُعَاذٌ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ سُورَةَ الْبَقَرَةِ فَلَمَّا قَالَ وَاتَّخَذَ اللَّهُ  
 إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا قَالَ رَجُلٌ خَلْفَهُ قَرَّتْ عَيْنُ أُمِّ إِبْرَاهِيمَ۔

ترجمہ۔ حضرت عمرو بن ميمون سے مروی ہے کہ جب حضرت معاذ بن جهم پہنچے۔ تو انہوں نے  
 لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی۔ تو انہوں نے واتخذ اللہ ابراہیم خلیلاً تو قوم کے ایک آدمی نے  
 کہا۔ کہ حضرت ابراہیمؑ کی والدہ کی خوشی کی وجہ سے آنکھ ٹھنڈی ہو گئی۔ معاذ بصری نے یہ الفاظ  
 زائد کئے ہیں۔ کہ حضرت معاذ بن جبلؓ کو جہاں آپؐ نے اموال پر حاکم بنا کر بھیجا وہاں انہیں نماز  
 کا بھی امام بنایا۔ جنہوں نے صبح کی نمازیں سورۃ نسا پڑھی۔ جب انہوں نے اتخذ اللہ پڑھا  
 تو آپ کے پیچھے سے ایک آدمی نے کہا اُمّ ابراہیمؑ کی آنکھ خوشی سے ٹھنڈک والی ہو گئی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ [فان لهم اطاعوك الا اسرودايت سے معلوم ہوتا ہے۔

کہ احکام تدریجاً فرض ہوتے ہیں۔ لیکن کہا جائے گا کہ احکام تو یکبارگی فرض ہوئے ہیں۔ البتہ تبلیغ  
 تدریجی طور پر ہونے چاہئیں تاکہ لوگ متفقر نہ ہوں۔

قرت عین الہ غیر شعوری طور پر اس کے منہ سے یہ الفاظ نکل گئے۔ بظاہر یہ ہے کہ کلام مفسد  
 صلوة نہیں ہے۔ بنا بریں حضرت معاذؓ نے ان سے تعرض نہیں کیا۔ لیکن کہا جائے گا کہ ممکن ہے۔  
 انہوں نے فساد صلوة کا حکم سنایا ہو۔ جس کو راوی نے ذکر نہیں کیا۔ ورنہ جمہور ائمہ کلام الناس  
 کو مفسد صلوة قرار دیتے ہیں۔ خواہ عامداً ہو یا ناسیاً ہو عالمداً ہو یا جاہلاً ہو۔ احناف کا بھی یہی  
 مسلک ہے۔ شاید حضرت معاذؓ نے یہ سمجھا ہو کہ جاہل اور اعرجی کا کلام مفسد صلوة نہیں ہوتا۔  
 تشریح از شیخ زکریاؒ مولانا محمد حسن مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ ایسی صورت میں نماز  
 فاسد نہیں ہوگی۔ کیونکہ یہ ذکر میں داخل ہے۔ کیونکہ یہ ثنار علی المسلم ہے۔ پھر بھی ہمارے نزدیک

مکروہ ہے۔ یعنی اور قسطلانی نے ایک تیسرا جواب نقل کیا ہے کہ ممکن ہے وہ آدمی خارج صلوٰۃ ہو۔ جو از دعا فی الصلوٰۃ کے بارے میں درمختار میں ہے کہ مطلقاً سوال مغفرت سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ الی آخر۔

## بَابُ بَعَثَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَخَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ إِلَى الْيَمَنِ قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ

ترجمہ۔ حجۃ الوداع سے پہلے حضرت علی بن ابی طالبؓ اور خالد بن الولیدؓ کو یمن کی طرف بھیجا۔

حدیث نمبر ۳۹۰۸ حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ عُمَرَ الْإِسْهَاقِيُّ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ إِلَى الْيَمَنِ قَالَ ثُمَّ بَعَثَ عَلِيًّا بَعْدَ ذَلِكَ مَكَانَهُ فَقَالَ مَرُّ أَصْحَابِ خَالِدٍ مِنْ شَاءَ مِنْهُمْ أَنْ يُعَقِّبَ مَعَكَ فَلْيُعَقِّبْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُقْبِلْ فُكُنْتُ فِي يَمَنِ عَقَّبَ مَعَهُ قَالَ فَخِزْمَةُ أَوْاقٍ ذَوَاتِ عَدَدٍ۔

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولیدؓ کے ہمراہ یمن کو بھیجا۔ بعد ازاں حضرت علیؓ کو ان کی جگہ بھیج دیا۔ اور ارشاد فرمایا کہ خالدؓ کے ساتھیوں کو حکم دو کہ ان میں سے جو چاہے تمہارے ساتھ یمن کو لوٹے اور جو چاہے مدینہ واپس چلا آئے۔ تو میں بھی ان لوگوں میں سے تھا۔ جو حضرت علیؓ کے ہمراہ پیچھے رہ گئے تھے۔ چنانچہ مجھے بہت سے اوقیہ (سونے کا سکہ ہے) قیمت میں ملے۔

حدیث نمبر ۳۹۰۹ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ عَنْ أَبِيهِ بِرِيدَةَ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا إِلَى خَالِدٍ لِيُقْبِضَ الْخُمْسَ وَكُنْتُ أَبْغِضُ عَلِيًّا وَقَدْ اغْتَسَلْتُ لِحَالِئِهِ الْأَتْرَحِي إِلَى هَذَا فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ يَا بَرِيدَةُ تَبْغِضُ عَلِيًّا فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ لَا تَبْغِضْهُ فَإِنَّ لَهُ فِي الْخُمْسِ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ۔

ترجمہ۔ حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو حضرت خالدؓ کی طرف خمس قبضہ میں کرنے کے لئے بھیجا۔ مجھے حضرت علیؓ سے اس وقت بغض پیدا ہو گیا۔ جب کہ ایک باندی سے جماع کرنے کے بعد غسل کر چکے۔ جس پر میں نے حضرت خالدؓ سے شکایت کی۔ کہ اس کو دیکھتے نہیں۔ کہ اس نے خمس میں خیانت کی۔ کہ بغیر اذن کے باندی لے لی۔ اور بغیر استبراء رحم کے جماع کر لیا۔ جب ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو میں نے آپؐ سے اس کا ذکر کیا۔ آپؐ نے پوچھا اے بریدہؓ تم اس وجہ سے علیؓ سے بغض رکھنے لگے۔ میں نے کہا ہاں! آپؐ نے فرمایا اس سے بغض نہ رکھو۔ اس کا تو خمس میں اس باندی سے بھی زیادہ حق ہے۔ چنانچہ پھر وہ حضرت علیؓ سے محبت کرنے لگے۔

**تشریح از شیخ مدنی** | قد اغتسل ان جس شخص سے بغض ہو اس کی ہر بات عیب معلوم ہوتی ہے۔ انہوں نے سمجھا کہ حضرت علیؓ نے مال غنیمت میں غلول کیا ہے۔ حالانکہ وہ خمس لینے آتے تھے۔ اور ذوالقربیٰ ہونے کی وجہ سے خمس میں ان کا حق تھا۔ چنانچہ آپؐ فرما رہے ہیں۔ کہ ابھی انہوں نے اپنے حق سے حقوڑا وصول کیا ہے۔ البتہ یہ اشکال رہے گا۔ کہ استبراء رحم سے پہلے حضرت علیؓ نے کیسے جماع کر لیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ جاریہ باکرہ تھی یا حائضہ تھی۔ اسی رات حیض سے فارغ ہوئی۔ تو حضرت علیؓ اس سے متمتع ہوتے۔ اور ممکن ہے۔ کہ حضرت خالد بن ولیدؓ کی قید میں کافی عرصہ رہنے کو استبراء پر محمول کر لیا۔ البتہ یہ اشکال ضرور باقی رہے گا۔ کہ حضرت خالد بن ولیدؓ والی تھے۔ اس کی موجودگی میں ان کو تصرف کا کیا حق حاصل تھا۔ تو جواب یہ ہے۔ کہ حضرت علیؓ حضرت خالد بن ولیدؓ کی جگہ والی بنا کر بھیجے گئے تھے۔ تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہونے کی حیثیت سے تصرف کیا۔ جس کا ان حضرات کو علم نہ ہو سکا۔ اس لئے شکایت پیدا ہوئی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تسلی کر لی۔ تو پھر کوئی گلہ شکوہ نہ رہا۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | ابغض علیاً ص ۲۳۳ بغض اس لئے پیدا ہوا کہ انہوں نے باندی سے جماع کر لیا۔

**تشریح از شیخ زکریا** | ابد ایک روایت میں ہے۔ کہ انصیب آل علی فی الخمس افضل من وصیفة قال فما کان احد من الناس احب الی من علی یعنی اس باندی سے آل علی

کا حصہ خمس میں زیادہ ہے۔ تو حضرت علیؓ احب الناس ہو گئے۔

**حدیث نمبر ۳۹۱۰** حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ يَقُولُ  
بَعَثَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْيَمَنِ  
بِذُهِيبَةٍ فِي أَدِيمٍ مَقْدُودٍ ظِلْمٌ تَحْصُلُ مِنْ كُرَائِبِهَا قَالَ فَقَسَمَ بَابَيْنِ  
أَرْبَعَةَ نَفَرَيْنِ عَيْنِيَّةَ بْنِ بَدْرٍ وَأَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ وَزَيْدَ الْخَيْلِ وَالتَّرَاجُ  
إِمَاعَ لَقَمَةٍ وَإِمَاعَ عَمْرِؤَ ابْنِ الطُّفَيْلِ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ أَصْحَابِهِ كُنَّا فَخْنُ  
أَحَقَّ بِهِذَا مِنْ هَؤُلَاءِ قَالَ فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
فَقَالَ آيَاتُ مَنْوِيٍّ وَأَنَا أَمِينٌ مِّنْ فِي السَّمَاءِ يَأْتِينِي خَيْرُ السَّمَاءِ  
صَبَاحًا وَمَسَاءً قَالَ فَقَامَ رَجُلٌ غَائِرُ الْعَيْنَيْنِ مُشْرِفُ الْوَجْهَتَيْنِ  
نَاشِئُ الْجَبْهَةِ كَثُ اللَّحْيَةِ مَحْلُوقُ الرَّأْسِ مُشَقَّرُ الْأُذُنِ فَقَالَ يَا رَسُولَ  
اللَّهِ اتَّقِ اللَّهَ قَالَ فَيَلِكُ أَوْلَسْتُ أَحَقَّ أَهْلَ الْأَرْضِ أَنْ يُتَّقِيَ اللَّهُ قَالَ  
ثُمَّ وَلَّى الرَّجُلُ قَالَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَا أَضْرِبُ  
عُنُقَهُ قَالَ لَا لَعَلَّهُ أَنْ يَكُونَ يُصَلِّي فَقَالَ خَالِدٌ وَكَمَ مِنْ مُّصَلٍّ  
يَقُولُ بِلِسَانِهِ مَا لَيْسَ فِي قَلْبِهِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
رَأَيْتُ لَمْ أَوْمَرْتُ أَنْ أَنْقُبَ قُلُوبَ النَّاسِ وَلَا أَشُقُّ بَطُونَهُمْ قَالَ ثُمَّ نَظَرَ  
إِلَيْهِ وَهُوَ مُقَفِّ فَقَالَ إِنَّهُ يَخْدُجُ مِنْ ضُرُوضِي هَذَا اقْوَمُوا يَتَلَوْنَ  
كِتَابَ اللَّهِ رَضِبًا لَا يُجَاوِزُ حَاجِدَهُمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا  
يَمْرُقُ الشَّهْرُ مِنَ الرَّمِيَّةِ وَأَظْلَمُ قَالَ لَدُنْ أَدْرَكْتَهُمْ لَا قَتْلَهُمْ  
قَتْلَ شَمُودَ.

ترجمہ۔ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالبؓ جناب رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یمن سے کچھ سونے کا ٹکڑا بھیجا۔ جو بچے ہوئے چمڑے کی  
ادھوڑی میں تھا۔ جس سے اس کی مٹی الگ نہیں کی گئی تھی۔ یعنی اسے پگھلایا نہیں گیا تھا۔  
جس کو آپؐ نے چار آدمیوں میں تقسیم کر دیا۔ عیینہؓ بن بدر۔ اقرعؓ بن حابس۔ زید الخیلؓ جس کا



نام آپ نے زید الخیر رکھا تھا۔ اور چوتھا آدمی یا تو علقمہؓ تھا یا عامر بن الطفیلؓ تھا۔ لیکن تحقیق سے یہ ثابت ہے کہ وہ علقمہ بن علاثہ العامری تھا۔ کیونکہ عامر بن الطفیل عامری اس سے پہلے مرجکا تھا۔ پس آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے کہا کہ ان لوگوں کی بنسبت ہم لوگ اس مال کے زیادہ حقدار تھے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی۔ جس پر آپ نے فرمایا کہ کیا تم مجھے امانتدار نہیں سمجھتے۔ حالانکہ میں تو آسمان والوں کا امین ہوں۔ میرے پاس تو صبح و شام آسمان کی خبریں آتی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ایک ایسا آدمی اٹھ کھڑا ہوا۔ جس کی دونوں آنکھیں گڑھی ہوئی تھیں۔ اس کے رخسارے کی دونوں ہڈیاں ابھری ہوئی تھیں۔ پیشانی اٹھی ہوئی تھی۔ داڑھی گھنی تھی۔ سر کے بال منڈے ہوئے تھے۔ اور لنگی کو او سچا رکھنے والا جس کا نام ذوالخویرہ تھا۔ اور یہ سب علامات خوارج کی ہیں۔ کہنے لگا یا رسول اللہ! اللہ سے ڈریں۔ آپ نے فرمایا تیرے لئے ہلاکت ہو۔ کیا میں روئے زمین کے لوگوں میں سے سب سے زیادہ اس کا حقدار نہیں ہوں۔ کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈروں۔ راوی کہتے ہیں کہ جب وہ آدمی پیٹھ پھیر کر جانے لگا تو حضرت خالد بن الولیدؓ نے فرمایا۔ یا رسول اللہ! کیا میں اس کی گردن نہ اڑا دوں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ شاید وہ نماز پڑھتا ہو۔ حضرت خالدؓ نے فرمایا کہ حضرت! بہت سے نماز پڑھنے والے زبان سے وہ کچھ کہتے ہیں۔ جو ان کے دل میں نہیں ہوتا۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ میں لوگوں کے دل ٹٹولتا پھروں۔ اور نہ ہی مجھے ان کے پیٹ چاک کرنے کا حکم ملا ہے۔ پھر جب وہ پیٹھ دے کر جا رہا تھا۔ تو آپ اس کی طرف غور سے دیکھ رہے تھے۔ فرمایا کہ اس کی نسل سے کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے۔ کہ کتاب اللہ کی تلاوت سے ان کی زبانیں تر ہوں گی۔ لیکن وہ قرآن ان کی منسیلوں سے آگے نہیں بڑھے گا۔ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر نشانے سے نکل جاتا ہے۔ میرا گمان ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر میں نے ان کو پالیا۔ تو ایسے قتل کردوں گا۔ جیسے شہود کی قوم کا قتل ہوا۔ کہ بالکل تھس تھس ہو گئے۔

**تشریح از شیخ مدنیؒ** | یعقوب معک تعقیب عسا کر کا مطلب یہ ہے کہ لشکر کو

واپس آجانے کے بعد کوٹ جانے کا حکم دینا۔ کیونکہ حضرت عمرؓ سپاہیوں کو چار ماہ تک لشکر میں رہنے کی اجازت دیتے تھے۔ پھر واپس گھر بھیج دیتے تھے۔ اس لئے کہ ایک مرتبہ

گشت کے دوران ایک عورت کا گانا سنا۔ جو اپنے خاوند کے فراق میں غمگین تھی۔ صبح کو حضرت عمرؓ نے اس سے پوچھا کہ تم کتنا عرصہ خاوند کے بغیر رہ سکتی ہو۔ اس نے کہا چار ماہ تک صبر کر سکتی ہوں۔ تو آپ چار ماہ کے بعد فوجیوں کو رخصت پر بھیج دیتے تھے۔ تو جو فوج کسی جگہ مقرر ہوتی جب اسے واپس بلا کر اس کی جگہ دوسری فوج کو بھیجتے تو اس جانے کو تعقیب اور جانے والے کو معقین کہا جاتا ہے۔ اور ان آنے والوں میں سے جو واپس جانا چاہے اسے اجازت ہے۔ آنا جانا یہ تعقیب کہلاتی ہے۔

حدیث نمبر ۳۹۱۱ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ قَالَ جَابِرٌ فَقَدِمَ عَلَيَّ بَنُ أَبِي طَالِبٍ بِسَعَايَتِهِ قَالَ لَهُ الْبَيْتِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَ أَهْلَكْتَ يَا عَلِيُّ قَالَ بِمَا أَهَلَ بِهِ الْبَيْتِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَأَهْدِ وَأَمْكُثْ حَرَامًا كَمَا أَنْتَ قَالَ وَأَهْدِي لَهُ عَلِيُّ هَدِيًّا۔

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت علیؓ بن ابی طالب جب اپنی ولایت یمن سے آئے تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا۔ اے علیؓ! تم نے کس چیز سے احرام باندھا تھا۔ کہا جس سے اللہ کے نبی نے احرام باندھا۔ فرمایا چونکہ تم ہدی لائے ہو۔ اس لئے جیسے تم محرم ہو اسی طرح محرم ٹھہرے رہو۔ اور حضرت علیؓ آپ کے لئے یمن سے ہدی لائے تھے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | اَوْتَلَفْنَاهُمْ قَتْلَ مُحَمَّدٍ ۲۲۴۹ ان کا قتل اس لئے جائز ہوا۔

کہ انہوں نے امام کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ اگرچہ ذوالخویرہ کے اندر یہ سبب قتل موجود تھا کیونکہ اس نے ایسا کلمہ بولا جس کی سیاست سے قتل تھی۔ لیکن مصلحت کی وجہ سے آپ نے اس کے قتل سے روک دیا۔ تاکہ لوگ آپ کی صحبت سے متنفر نہ ہو جائیں۔ اور اشاعت دین میں خلل نہ پڑ جائے۔ لیکن اسلام شائع ذائع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اب تالیف قلوب سے مسلمانوں کو مستغنی کر دیا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | بنا بریں اب ان خوارج کے قتل کرنے میں کوئی حرج نہیں

جب کہ وہ علم بغاوت بلند کریں۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے جنگ نردوان میں ہزار باخارجیوں کو

قتل کیا۔ اور بعد کے خلفاء بھی ان سے نبرد آزما رہے۔ پہلے پہل ان کا خروج حضرت علیؓ کے زمانہ میں ظاہر ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ان کا ظہور وغلبہ نہیں ہوا۔ شبیب خارجی کی بیوی غزالہ نے سال بھر تک حجاج بن یوسف ثقفی ظالم کو محل سے مسجد تک نہ نکلنے دیا۔ اقامت غزالہ سوق الضراب بین العراقین حوالاً قیساً عاملاً (کا ملکہ) کہ غزالہ نے بصرہ اور کوفہ کے درمیان سال بھر تک تلوار زنی کا بازار گرم رکھا۔

حدیث نمبر ۳۹۱۲ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ أَنَّهُ ذَكَرَ لِابْنِ عُمرٍ أَنَسًا حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهَلَ بِعُمَرَةَ وَحَجَّةَ فَقَالَ أَهْلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ وَأَهْلَلْنَا بِهِ مَعَهُ فَلَمَّا قَدِمْنَا مَكَّةَ قَالَ عَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَذِي فَلْيَجْعَلْهَا عُمَرَةَ وَكَانَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذِي فَقَدِمَ عَلَيْنَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ مِّنَ الْيَمَنِ حَاجًّا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا أَهَلَّتْ فَإِنَّ مَعَنَا أَهْلَكَ قَالَ أَهَلَّتْ بِمَا أَهَلَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَأَمْسَكَ فَرَأَاهُ مَعَنَا هَذِيًا

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے ذکر کیا گیا۔ کہ حضرت انسؓ انہیں حدیث بیان کرتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قارن تھے۔ کہ عمرہ اور حج دونوں کا آپؐ نے احرام باندھا تھا۔ تو ابن عمرؓ نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا احرام باندھا تھا۔ ہم نے بھی آپؐ کے ہمراہ حج کا احرام باندھا۔ پس جب ہم لوگ مکہ پہنچے۔ تو جن لوگوں کے ہمراہ قربانی کا جانور نہیں تھا۔ ان کو آپؐ نے فرمایا کہ اسے اب عمرہ بناؤ اور بعد ازاں حلال ہو جاؤ۔ چونکہ آنحضرتؐ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ قربانی کا جانور موجود تھا۔ پس علیؓ بن ابی طالبؓ میں سے حج کے ارادہ سے آئے تھے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا۔ کہ احرام باندھتے وقت تم نے کیا نیت کی تھی۔ تمہاری بیوی ہمارے ساتھ ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام پر احرام کی نیت کی تھی۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ پس اسی احرام پر رک جاؤ۔ کیونکہ ہمارے ساتھ قربانی کے جانور موجود ہیں۔

## بَابُ غَزْوَةِ ذِي الْخَلَصَةِ

ترجمہ۔ باب ذی الخلصہ کے غزوہ کا بیان۔

حدیث نمبر ۳۹۱۳ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ جَبْرِ قَالَ كَانَ بَيْتٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ يُقَالُ لَهُ ذُو الْخَلَصَةِ وَالْكَعْبَةُ الْيَمَانِيَّةُ وَالْكَعْبَةُ الشَّامِيَّةُ فَقَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا تُرِيحُنِي مِنْ ذِي الْخَلَصَةِ فَتَفَرَّتْ مِنْ مِائَةِ وَخَمْسِينَ رَاكِبًا فَكَسَرْنَاهُ وَقَتَلْنَا مَنْ وَجَدْنَا عِنْدَهُ فَآتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ فَدَعَانَا وَلَا حُمْسَ.

ترجمہ۔ حضرت جبرؓ فرماتے ہیں کہ جاہلیت میں ایک گھر تھا جسے ذوالخلصہ کہا جاتا تھا۔ اور اسے کعبہ یمانیہ اور کعبہ شامیہ بھی کہتے تھے۔ تو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ کیا تم مجھے ذوالخلصہ سے آرام نہیں پہنچاتے۔ تو میں ڈیڑھ سو گھوڑے سواروں کو لے کر روانہ ہوا۔ تو ہم نے دہاں جا کر اسے توڑا پھوڑا اور جو لوگ اس کے آس پاس ملے انہیں قتل کر دیا۔ جس کی خبر آ کر ہم نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دی۔ تو آپؐ نے ہمارے لئے اور ہمارے قبیلہ احمس کے لئے دعا فرمائی۔

حدیث نمبر ۳۹۱۴ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ لِي جَبْرِ قَالَ قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا تُرِيحُنِي مِنْ ذِي الْخَلَصَةِ وَكَانَ بَيْتًا فِي خَشْعَةِ يُسَمَّى الْكَعْبَةُ الْيَمَانِيَّةَ فَأَنْطَلَقْتُ فِي خَمْسِينَ وَمِائَةِ فَارِسٍ مِنْ أَحْمَسَ وَكَانُوا أَصْحَابَ خَيْلٍ وَكُنْتُ لَا أَشِبْتُ عَلَى الْخَيْلِ فَضَرَبْتُ فِي صَدْرِي حَتَّى رَأَيْتُ أَشْرَاصًا يَعْجُ فِي صَدْرِي وَقَالَ اللَّهُمَّ شَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا ثُمَّ دَيَّا فَأَنْطَلَقَ إِلَيْهَا فَكَسَرَهَا وَحَرَّقَهَا ثُمَّ بَعَثَهُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ جَبْرِ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا جِئْتُكَ حَتَّى تَرْكُمَهَا كَأَنَّهَا جَمَلٌ أَجْرَبُ قَالَ

فَبَارَكَ فِي خَيْلِ أَحْمَسَ وَرِجَالِهَا خَمْسَ مَرَّاتٍ -

ترجمہ۔ حضرت جریرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ کیا تم مجھے ذی الخلد سے آرام نہیں پہنچاتے۔ ذی الخلد قبیلہ خثعم میں ایک گھر تھا۔ جسے کعبہ یمانیہ کے نام سے پکارتے تھے۔ تو میں اپنے قبیلہ احمس کے ڈیڑھ سو سوار لے کر چل پڑا اور یہ لوگ گھوڑوں والے تھے۔ میں اچھی طرح ٹھک کر گھوڑے پر نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ تو آپؐ نے میرے سینے میں مگمارا کہ جس سے میں نے اپنے سینے میں آپؐ کی انگلیوں کے نشان دیکھے۔ پھر فرمایا۔ اے اللہ! اسے ہلکا کر بٹھا دے اور اسے کامل مکمل کر دے۔ پس انہوں نے وہاں جا کر اسے توڑا۔ اس کو آگ لگا دی۔ تو حضرت جریرؓ نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف قاصد بھیجا۔ جس نے آکر کہا۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ میں آپؐ کے پاس اس حال میں آیا ہوں کہ اس بیت خانہ کو خارشہ اندھ کی طرح خاکسری رنگ بنا دیا ہے۔ تو آپؐ نے پانچ مرتبہ احمس کے گھوڑوں اور ان کے شہسواروں کے لئے برکت کی دعا فرمائی۔

**تشریح از شیخ مدنی** | قبیلہ خثعم کے لوگوں نے ایک گھر بنایا۔ جس میں ایک بت رکھا تھا۔ بیت اللہ کو وہ کعبہ شامیہ کہا کرتے تھے۔ اور اس کو کعبہ یمانیہ اور بت کو غلدہ کہتے تھے۔ حضرت جریرؓ جو قبیلہ بجیلہ کے فرد ہیں۔ ان کو اس بت کے گرانے کے لئے بھیجا گیا۔ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ذوالخلد کعبہ یمانیہ اور کعبہ شامیہ یہ تینوں اس بت کو کہ نام ہیں۔ مگر درحقیقت تینوں نام نہیں ہو سکتے۔ تو بعض نے کہا کہ راوی کو وہم ہو گیا اور بعض نے کہا۔ الکعبہ الشامیہ میں واؤ استیناف کے لئے ہے۔ اور الکعبۃ ہی الشامیہ کے معنی ہیں۔ پڑھنے میں غلطی ہو گئی۔ اور بعض نے کہا کہ چونکہ بعض بلاد کی نسبت سے یہ گھر شمال میں پڑتا تھا۔ اس لئے کعبہ شامیہ کہا گیا۔ اور بعض بلاد کی نسبت جنوب میں تھا۔ اس لئے اسے کعبہ یمانیہ کہا گیا۔

دعا لنادی احمس احمس والے قبیلہ بجیلہ کے حلیف ہیں۔ جو احمس بن عون بن انمار

کی طرف منسوب ہیں۔

حدیث نمبر ۳۹۱۵ حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ مُوسَىٰ عَنْ جَرِيرٍ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُرِيحُنِي مِنْ ذِي الْخَلَصَةِ فَقُلْتُ بَلَىٰ فَنَانُطَلَقْتُ خُمُسَيْنَ وَمِائَةَ قَارِسٍ مِنْ أَحْمَسَ وَكَانُوا أَصْحَابَ خَيْلٍ وَكُنْتُ لَا أَثْبُتُ عَلَى الْخَيْلِ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَرَبَ يَدَهُ عَلَى صَدْرِي حَتَّى رَأَيْتُ أَشْرِيْدَهُمْ فِي صَدْرِي وَقَالَ اللَّهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مُهْدِيًا قَالَ فَمَا دَفَعْتُ عَنْ قَرَسٍ بَعْدُ قَالَ وَكَانَ ذُو الْخَلَصَةِ بَيْتًا بِالْيَمَنِ لِيُخْتَعَرُ وَبِجِلَّةٍ فِيهِ نُصُبٌ يُعْبَدُ يُقَالُ لَهُ الْكُعْبَةُ قَالَ فَأَتَاهَا فَحَرَّمَهَا بِالنَّارِ وَكَسَرَهَا قَالَ وَلَمَّا قَدِمَ جَرِيرُ الْيَمَنِ كَانَ بِهَا رَجُلٌ يُسْتَقْبَلُ بِالْأَزْلَامِ فَقِيلَ لَهُ إِنَّ رَسُولَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُنَا فَإِنْ قَدَرَ عَلَيْكَ ضَرْبَ عُنُقِكَ قَالَ قَبِينَمَا هُوَ يُضْرِبُ بِهَا إِذْ وَقَفَ عَلَيْهِ جَرِيرٌ فَقَالَ لِنُكْسِرُهَا وَلَنُشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَوْ لَا ضَرِيْنَ عُنُقَكَ قَالَ فَكَسَرَهَا وَشَهِدَ ثُمَّ بَعَثَ جَرِيرٌ رَجُلًا مِنْ أَحْمَسَ يُكْنَى أَبَا رِطَاةٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا جِئْتُ حَتَّى تَرَكْتُمَا كَأَنَّهَا جَمَلٌ أَجْرَبُ قَالَ فَبَرَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى خَيْلِ أَحْمَسَ وَرِجَالِهَا خُمْسَ مَرَّاتٍ -

ترجمہ۔ حضرت جریرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ کعبہ میانی میرے لئے تکلیف دہ ہے کہ تم مجھے اس ذی الخلصہ کو تباہ کر کے راحت نہیں پہنچا سکتے۔ میں نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہ! پس میں قبیلہ اجمس کے ڈیڑھ سو گھوڑے سوار لے کر چل پڑا۔ جو گھوڑوں کی سواری کے ماہر تھے۔ اور میں گھوڑے پر چم کہ نہیں بیٹھ سکتا تھا بلکہ گھر پڑتا تھا۔ جس کا ذکر میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ تو آپ نے اپنا ہاتھ میرے سینہ پر مارا۔ جس کا نشان میں نے اپنے سینہ میں دیکھا اور آپ نے دعا کرتے ہوئے فرمایا اے اللہ! اس کو چم کہ بیٹھنے کی توفیق عطا فرما اور اسے کامل مکمل بنادے۔ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں کبھی

گھوڑے سے نہیں گرا۔ اور ذوالخصلۃ یمین میں قبیلہ خثعم اور سبلیہ کا ایک گھر تھا۔ جس میں مورتیاں رکھی ہوئی تھیں۔ جن کی پوجا پاٹ ہوتی تھی۔ اس پر جانور بھی ذبح کئے جاتے تھے جسے کعبہ کہا جاتا تھا۔ فرماتے ہیں کہ حضرت جریرؓ اس بتکدے کے پاس آئے۔ اسے آگ سے جلادیا۔ اور اس کی عمارت کو توڑ پھوڑ دیا۔ راوی کا کہنا ہے۔ کہ جب حضرت جریرؓ یمین میں تشریف لائے۔ تو وہاں پر ایک آدمی تھا جو تیروں سے لوگوں کی قسمت کے فیصلے کرتا تھا۔ اسے کہا گیا کہ یہاں پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک نمائندہ موجود ہے۔ اگر اسے تجھ پر قدرت حاصل ہو گئی تو وہ تیری گردن اڑا دے گا۔ پس دریں اثنا کہ وہ اپنی کارگزاری پر لگا ہوا تھا کہ حضرت جریرؓ ان کے سر پر جا کر کھڑے ہو گئے۔ پس اس سے کہا کہ یا تو ان تیروں کو توڑ کر کلمہ شہادت لا الہ الا اللہ پڑھ لو۔ ورنہ میں تیری گردن اڑا دوں گا۔ راوی کہتے ہیں کہ اس نے ان قسمت کے تیروں کو توڑ پھوڑ دیا اور کلمہ شہادت پڑھ لیا۔ پھر حضرت جریرؓ نے احمس قبیلہ کا ایک آدمی جس کی کنیت ابو اوطاة تھی اس کو جناب نبی اکرم علیہ وسلم کی خدمت میں خوشخبری دینے کے لئے بھیجا۔ جب وہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو کہنے لگا یا رسول اللہ! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ میں اس حال میں آپ کے پاس آیا ہوں۔ کہ اس بتکدہ کو ایسی حالت میں چھوڑ آیا ہوں۔ گویا کہ وہ غارشی اونٹ ہے جسے تار بن مل دیا گیا ہے۔ جس پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ احمس کے گھوڑوں اور ان کے شہسواروں کے لئے برکت کی دعا پانچ مرتبہ فرمائی۔

## بَابُ غَزْوَةِ ذَاتِ السَّلَاسِلِ

وَهُیَ غَزْوَةُ لُحْمٍ وَجَدَّامُ قَالَ إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ وَقَالَ  
ابْنُ اسْحَقَ عَنْ يَزِيدَ عَنْ عُذْوَةَ بِلَادُ بِلَیٍّ وَعُذْرَةُ وَبَنِي الْقَیْنِ۔

ترجمہ۔ زنجیروں والا غزوہ اسماعیل بن خالد کے قول کے مطابق یہ غزوہ لحم اور جدام قبائل کا ہے۔ اور ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت عروہ نے فرمایا کہ یہ بلاد بلی۔ عذرہ اور بنی القین پر مشتمل ہے۔

حدیث نمبر ۳۹۱۶ حَدَّثَنَا الشُّحُبُ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ عُمَرَو بْنَ الْعَاصِ عَلَى جَيْشِ ذَاتِ التَّلَاسِلِ قَالَ فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ أَيْ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ عَائِشَةُ قُلْتُ مِنَ التَّجَالِ قَالَ أَبُو هَاقُلْتُ ثَقَمْتُ قَالَ عُمَرُ فَقَدْ رَجَاهُ فَسَكْتُ مَخَافَةَ أَنْ يَجْعَلَنِي فِي أَحَدِهِمْ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو عثمان سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن العاصؓ کو جیش ذات السلاسل پر امیر بنا کر بھیجا۔ فرماتے ہیں جب میں واپسی پر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے پوچھا کہ حضرت! آپؐ کو تمام لوگوں میں سے کون زیادہ محبوب ہے۔ فرمایا حضرت عائشہؓ میں نے پوچھا مردوں میں سے آپؐ نے فرمایا ان کا باپ ابو بکرؓ پھر میں نے پوچھا پھر کون ہے فرمایا حضرت عمرؓ ہیں۔ پس آپؐ نے چند آدمیوں کے نام گئے۔ میں اس غدشہ سے خاموش ہو گیا کہ کہیں مجھے سب سے آخر میں نہ کر دیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | ذات السلاسل کی وجہ تسمیہ میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ اس غزوہ میں کفار نے مسلمانوں کے مقابلہ میں اپنے آپ کو زنجیروں سے باندھ لیا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ وہاں ایک پانی کا چشمہ تھا۔ جو دائمًا جاری تھا۔ تو اس جگہ کو ذات السلاسل کہنے لگے۔ اس غزوہ کے امیر سالار حضرت عمر بن العاصؓ تھے۔ اور ان کے لشکر میں حضرت ابو بکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ بھی شامل تھے۔ بنا بریں ان کو خیال پیدا ہوا کہ شاید میں آپؐ کو سب سے زیادہ محبوب ہوں۔ اس لئے آپؐ نے مجھے امیر لشکر بنایا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو اس کے خلاف واقع ہوا۔

تشریح از قاسمیؒ | یہ ذات السلاسل وادی القریٰ کے پیچھے مدینہ سے دس دن کے فاصلہ پر ہے۔ یہ غزوہ ۸ھ جمادی الاخریٰ میں واقع ہوا۔ قضاہ کے مختلف قبائل جمع ہو کر مدینہ پر چڑھائی کا منصوبہ بنایا۔ جن کی سرکوبی کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین سو نہا جرین اور انصار کا لشکر دے کر امیر بنایا اور انہیں سفید جھنڈا دیا۔ پھر ان کی کمک کے لئے دو سو آدمیوں پر مشتمل حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کی سیادت میں لشکر بھیجا۔ فرمایا



آپس میں اختلاف نہ کرنا۔ چنانچہ ابو عبیدہؓ نے جب امام صلوٰۃ بننے کا ارادہ کیا۔ تو حضرت عمرو بن العاصؓ نے ان کو روک دیا کہ امیر شکر میں ہوں۔ تم تو امداد کے لئے آئے ہو۔ امامت صلوٰۃ میرا حق ہے۔ چنانچہ ابو عبیدہؓ نے ان کی اطاعت کی۔ تو عمرو بن العاصؓ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ پھر یہ حضرات بلاد بلی۔ عذرہ۔ طے کی طرف چلے۔

## بَابُ ذَهَابِ جَرِيرٍ إِلَى الْيَمَنِ

ترجمہ۔ حضرت جریرؓ کا یمن کی طرف جانا۔

حدیث نمبر ۳۹۱۰ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ الْعَبْسِيُّ عَنْ جَرِيرٍ قَالَ كُنْتُ بِالْبَحْرِ فَلَقَيْتُ رَجُلَيْنِ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ ذَاكَ لَاءِ وَذَا عَمْرٍو فَجَعَلْتُ أَحَدَهُمَا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ ذُو عَمْرٍو لَيْسَ كَانَ الَّذِي تَذْكُرُ مِنْ أَمْرِ صَاحِبِكَ لَقَدْ مَرَّ عَلَى أَجْلِمٍ مِنْذُ ثَلَاثِ وَابْتِلَا مَعِيَ حَتَّى إِذَا كُنَّا فِي بَعْضِ الطَّرِيقِ رَفَعَ لَنَا رُكْبٌ مِنْ قِبَلِ الْمَدِينَةِ فَمَا لَنَا هُمْ فَقَالُوا قِصَصَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتَخْلَفَ أَبُو بَكْرٍ وَالنَّاسُ صَالِحُونَ فَقَالَا أَخْبِرْ صَاحِبَكَ أَنَّا قَدْ جِئْنَا وَلَعَلَّنَا سَنَعُوذُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ وَرَجَعْنَا إِلَى الْيَمَنِ فَأَخْبَرْتُ أَبَا بَكْرٍ بِحَدِيثِهِمْ قَالَ أَفَلَا جِئْتَ بِهِمْ فَلَمَّا كَانَ بَعْدُ قَالَ لِي ذُو عَمْرٍو يَا جَرِيرُ إِنَّ بِكَ عَلَى كَرَامَةٍ وَإِنِّي مُخْبِرُكَ خَبَرْتُكُمْ مَعْشَرَ الْعَرَبِ لَنْ تَزَالُوا بِخَيْرٍ مَا كُنْتُمْ إِذَا هَلَكَ أَمِيرٌ تَأَمَّرْتُمْ فِي آخِرِهَا إِذَا كَانَتْ بِالسَّيْفِ كَانُوا مُلُوكًا يَغْضَبُونَ غَضَبَ الْمُلُوكِ وَيَرْضَوْنَ رِضَا الْمُلُوكِ

ترجمہ۔ حضرت جریرؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں یمن میں تھا۔ کہ یمن کے دو آدمی ذو کلاء اور ذو عمرو

سے میری ملاقات ہوئی۔ میں ان دونوں کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بیان کرنے لگا۔ تو ان سے ذو عمرو نے کہا۔ کہ اگر تم نے مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق

ذکر کیا ہے۔ تو میں بھی تمہیں ان کے متعلق خبر دیتا ہوں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر تین دن گذر چکے ہیں۔ اور وہ دونوں میرے ہمراہ روانہ ہوئے یہاں تک کہ ہم نے کچھ راستہ طے کیا تھا۔ کہ ہمیں مدینہ کی طرف سے ایک قافلہ آتے ہوئے نظر آیا۔ ہم نے ان سے پوچھا تو انہوں نے بتلایا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو چکی ہے۔ اور حضرت ابوبکرؓ خلیفہ بنائے گئے۔ اور لوگ ان سے راضی ہیں۔ تو وہ دونوں کہنے لگے کہ اپنے خلیفہ کو ہماری طرف سے خبر دینا کہ ہم تو آ رہے تھے۔ اور اگر اللہ نے چاہا تو شاید ہم عنقریب واپس آئیں گے اور میں کی طرف واپس چلے گئے۔ جن کے حالات سے میں نے حضرت ابوبکرؓ کو آگاہ کیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ تم ان کو کیوں نہ لاتے کچھ عرصہ بعد مجھے ذوق عمر نے کہا کہ اے جبریلؑ! آپ کو ہم پر شرافت اور برتری حاصل ہے کہ آپ کی وجہ سے ہم مسلمان ہوئے اور یہ کہ میں آپ کو ایک اصولی بات بتاتا ہوں۔ کہ عرب کے لوگو! تم اس وقت تک بھلائی کے ساتھ رہو گے۔ جب تک تمہارا یہ معمول رہا کہ جب ایک امیر کی ہلاکت تم نے مشورہ سے امیر مقرر کیا۔ لیکن جب یہ امارت تلوار کے زور سے آئی۔ تو پھر وہ خلفاء بادشاہوں کی طرح ہوں گے۔ بادشاہوں کی طرح ان کا غصہ ہوگا۔ اور بادشاہوں کی طرح ان کی ناراضگی ہوگی۔

**تشریح از شیخ مدنیؒ** ذوقلاع اور ذوقمر و اہل کتاب میں سے تھے۔ اور کتب سابقہ

کے اچھی طرح عالم تھے۔ لہذا مرتبہ علی اجلہ ان کو یا تو علم نجوم اور کہانت سے معلوم ہوا۔ یا

کتب سابقہ سے یا الہام کے ذریعہ سے علم ہوا۔ یا کسی آنے والے نے ستر انہیں خبر کر دی۔

**تشریح از شیخ گنگوہیؒ** انا قد جئنا ص ۶۲۵ ہم لوگ زیارت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کے شوق سے آ رہے تھے۔ لیکن جب آپؐ کی رحلت کی اطلاع ہوئی۔ تو ہم اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے واپس جا رہے ہیں۔ انشاء اللہ ہم جلد ہی خلیفہ کی زیارت کے لئے حاضر ہوں گے ایماذ باللہ ہمارا واپس جانا ارتداد کی وجہ سے نہیں۔

**تشریح از شیخ زکریاؒ** چنانچہ اصابتہ میں حافظؒ نے نقل کیا ہے کہ ذوقلاع اور ذوقمر

دونوں حضرت جبریلؑ کی تبلیغ سے مسلمان ہو گئے۔ اور ذی کلاع نے مسلمان ہونے کے شکریہ میں چار ہزار غلام آزاد کر دیئے۔ اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں حاضر ہوا اور ان سے روایت بھی کی ہے۔

اور صفین کی لڑائی میں حضرت امیر معاویہؓ کے ہمراہ تھا۔ اور وہیں قتل ہوا۔ کہتے ہیں ذوالکلاع اور ذومعدوہ دونوں اپنی قوم کے سردار تھے۔ مسلمان ہو کر آرہے تھے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کریں۔ لیکن وہ پہنچ نہ سکے۔

## بَابُ غَزْوَةِ سَيْفِ الْبَحْرِ

وَهُمْ يَتَلَقُّونَ عِثْرَ الْقُرَيْشِ وَأَمِيرُهُمْ أَبُو عُبَيْدَةَ.

ترجمہ۔ سمندری کنارے کا غزوہ جس میں قریش کے قافلہ کا انتظار کر رہے تھے۔ ان کا

سالار حضرت ابو عبیدہ بن الجراح تھے۔ یعنی عامر بن عبد اللہ الجراح فہری قرشی۔

حدیث نمبر ۳۹۱۸ حَدَّثَنَا اسْمَعِيلُ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ قَبْلَ السَّاحِلِ وَأَمَرَ عَلَيْهِمْ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ وَهُمْ ثَلَاثُ مِائَةٍ فَخَرَجْنَا وَكُنَّا بِبَعْضِ الطَّرِيقِ فَنَیَ الزَّادُ فَأَمَرَ أَبُو عُبَيْدَةَ بِأَزْوَادِ الْجَيْشِ فَجُمِعَ فَكَانَ مِنْزِدِي تَمِيرًا كَانَ يَقُولُنَا كُلُّ يَوْمٍ قَلِيلٌ قَلِيلٌ حَتَّى فَنَیَ فَلَمْ يَكُنْ يُصِيبُنَا إِلَّا تَمَرَةٌ تَمَرَةٌ فَقُلْتُ مَا تُغْنِي عَنْكُمْ تَمَرَةٌ فَقَالَ لَقَدْ وَجَدْنَا قَدْ هَاجِلِينَ فَنَبِيتُ ثُمَّ أَنْتَهَيْنَا إِلَى الْبَحْرِ فَإِذَا حُوتٌ مِثْلُ الظَّرْبِ فَأَكَلْنَا مِنْهَا الْقَوْمَ ثَمَانِ عَشْرَةَ لَيْلَةً ثُمَّ أَمَرَ أَبُو عُبَيْدَةَ بِضَلْعَيْنِ مِنْ أَضْلَاعِهِمْ فَتُصَبَّأُ ثُمَّ أَمَرَ بِرَاحِلَةٍ فَرُجِلَتْ ثُمَّ مُرَّتْ تَحْتَهُمَا فَلَمْ تُصِبْهُمَا.

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر ساحل سمندر کی طرف بھیجا۔ جن پر حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کو امیر مقرر کیا۔ یہ لشکر تین سو افراد پر مشتمل تھا۔ ہم ابھی راستہ ہی میں تھے کہ ہمارا توشہ خور اک ختم ہو گیا۔ تو حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح نے لشکر کو اپنے توشہ جمع کرنے کا حکم دیا۔ تو کھجور کے دو تھیلے بھر گئے۔ جس میں سے ہر روز وہ ہمیں تھوڑی تھوڑی غذا دیتے تھے۔ یہاں تک وہ بھی ختم ہو گیا۔ تو وہ ہمیں صرف ایک ایک

کھجور کا دانہ دیتے تھے۔ میں نے کہا کہ ایک دانہ کھجور کا تمہیں کیا کام دیتا ہوگا۔ انہوں نے فرمایا۔  
واللہ! جب وہ ختم ہو گئے۔ تو ہم نے اس ایک ایک دانہ کو بھی گم پایا۔ پھر ہم سمندر تک پہنچے۔  
تو اچانک ایک چھوٹے پہاڑ کی مانند ایک بڑی مچھلی ملی۔ جس کو قوم نے اٹھارہ راتوں تک کھایا۔  
پھر حضرت ابو عبیدہؓ نے اس کے پہلوؤں میں سے دو پہلوؤں کے کھڑا کرنے کا حکم دیا۔ پھر ایک اونٹنی  
پر کجاوہ کسا گیا۔ جس کو ان دونوں پہلوؤں کے نیچے سے گزارا گیا۔ تو وہ اتنا اونچے تھے کہ وہ کجاوہ  
ان کی بلندی تک نہ پہنچ سکا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | سیف بمعنی ساحل و کنارہ۔ بحر سے بحر قزیم مراد ہے۔ یہ واقعہ  
فتح مکہ سے پہلے کا ہے۔ آپؐ کو اطلاع ملی کہ اہل مکہ کا کوئی قافلہ گزرنے والا ہے۔ تو آپؐ نے  
حضرت ابو عبیدہؓ کے ماتحت تین سو کا لشکر بھیجا۔

قلیل قلیل اس کا رسم الخط اسی طرح ہے۔ مگر اسے منصوب پڑھا جاتا ہے۔

ای یقوتنا قلیلاً قلیلاً۔ ظراب بمعنی چھوٹا پہاڑ۔

حدیث نمبر ۳۹۱۹ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ السَّمْعِيُّ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ  
يَقُولُ بَعَثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ مِائَةِ رَاكِبٍ آمِيرُنَا  
أَبُو عَبِيدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ نَرْمِدُ عَيْرُ قُرَيْشٍ فَأَقْعَمْنَا بِالسَّاحِلِ نِصْفَ  
شَهْرٍ فَأَصَابَنَا جُوعٌ شَدِيدٌ حَتَّى أَكَلْنَا الْخَبْطَ فَسَمِعْتُ ذَلِكَ الْجَيْشِ  
جَيْشُ الْخَبْطِ فَأَلْقَى لَنَا الْبُحْرُ دَابَّةً يُقَالُ لَهَا الْعَنْبَرُ فَأَكَلْنَا مِنْهُ  
نِصْفَ شَهْرٍ وَادَّهَمْنَا مِنْ ذَلِكَ حَتَّى ثَابَتَ إِلَيْنَا أَجْسَامُنَا فَأَخَذَ  
أَبُو عَبِيدَةَ ضُلْعًا مِنْ أَضْلَاعِهِ فَنَصَبَهُ فَعَمِدَ إِلَى أَطْوَلِ رَجُلٍ مَعَهُ قَالَ  
سُفْيَانُ مَرَّةً ضُلْعًا مِنْ أَضْلَاعِهِ فَنَصَبَهُ وَآخَذَ رَجُلًا وَبَعِيرًا فَمَرَّتْ تَحْتَهُ  
قَالَ جَابِرٌ وَكَانَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ نَحَرَتْ لَنَا ثَلَاثَ جَنَازٍ ثُمَّ نَحَرَتْ لَنَا  
جَنَازًا ثَمَّ إِنَّ أَبَا عَبِيدَةَ نَهَاهُ وَكَانَ عَمْرٌ يَقُولُ أَخْبَرَنَا أَبُو صَالِحٍ  
أَنَّ قَيْسَ بْنَ سَعْدٍ قَالَ لِأَبِيهِ كُنْتُ فِي الْجَيْشِ فَجَاعُوا قَالَ إِنْ حُرِّقَ  
نَحَرْتُ قَالَ ثَمَّ جَاعُوا قَالَ إِنْ حُرِّقَ نَحَرْتُ ثَمَّ جَاعُوا قَالَ إِنْ حُرِّقَ

قَالَ لَمْ حَدَّثْتُ قَالَ ثَلَاثَةً جَاعُوا قَالَ إِنْ حَدَّثْتُ قَالَ لَمْ حَدَّثْتُ.

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ ہم تین سو سواروں کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کے لئے بھیجا۔ ہمارے امیر حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ تھے۔ ہم قریش کے اونٹوں کے قافلہ کا انتظار کر رہے تھے۔ پس ہم سمندر کے کنارے آدھا مہینہ ٹھہرے رہے۔ جس میں ہمیں سخت بھوک نے ستایا۔ یہاں تک کہ ہم درختوں کے پتے کھانے پر مجبور ہو گئے۔ اسی لئے اس لشکر کا نام جیش النجبط پڑ گیا۔ پس سمندر نے ہماری طرف ایک مچھلی پھینکی۔ جس کو غنبر کہا جاتا ہے۔ ہم اس سے آدھا مہینہ کھاتے رہے۔ اور اس کی چربی سے ہم نے تیل بھی لگایا۔ جس سے ہمارے جسم کمزوری سے ٹھیک ہو گئے۔ تو حضرت ابو عبیدہؓ نے اس مچھلی کے ایک پہلو کی ہڈی کو لے کر کھڑا کر دیا۔ پھر شکر میں سے ایک لمبے قد والے آدمی کا قصد کیا۔ سفیان کہہ رہے ہیں کہ اس کی پسلی کی ہڈی کو کھڑا کر کے گاڑ دیا۔ اور ایک آدمی اور ایک اونٹ کو اس کے نیچے سے گزار دیا۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ قوم میں سے ایک آدمی تھا۔ جس نے ایک مرتبہ تین اونٹ ذبح کئے۔ پھر دوسری مرتبہ تین اونٹ ذبح کئے۔ پھر تیسری مرتبہ تین اونٹ ذبح کئے۔ پھر چوتھی مرتبہ حضرت ابو عبیدہؓ نے اس کو ذبح کرنے سے روک دیا۔ عمرو راوی کہتے ہیں کہ ہمیں ابوصالح نے خبر دی کہ قیس بن سعدؓ نے اپنے باپ سے کہا کہ میں اس لشکر میں موجود تھا۔ پس لشکر ہی بھوکے ہوئے۔ تو مجھے حکم ہوا کہ اونٹ ذبح کر دو۔ میں نے ذبح کر دیا۔ پھر بھوکے ہوئے تو مجھے دوسری مرتبہ حکم ہوا کہ اونٹ ذبح کر دو تو میں نے ذبح کر دیا۔ پھر بھوکے ہوئے تو تیسری مرتبہ ذبح کرنے کا حکم ملا۔ تو میں نے ذبح کر دیا۔ پھر بھوکے ہوئے تو مجھے اونٹ ذبح کرنے کا حکم ملا۔ فرمایا کہ مجھے روک دیا گیا ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | غبطہ بول کے پتے۔ القی لنا البحر دابتہ در حقیقت وہ

مچھلی تھی۔ چلنے کے اعتبار سے اسے دابتہ کہا گیا۔ کل ما یدب علی الارض۔ غنبر ایک قسم کی گھاس ہے۔ جو کہ ساحل کے کنارے پر ہوتی ہے۔ یہ غنبر مچھلی اس پر عاشق ہوتی ہے۔ وہ اسے کھا کرتے کہتی ہے یا پاخانہ پھینکتی ہے۔ اسے اعلیٰ درجہ کا غنبر کہا جاتا ہے۔ دنیا کی کوئی نعمت دنائت اور رذالت سے خالی نہیں ہے۔ انسان اگر غور کرے تو اس عالم کی ہر

چیز اسے قابل نفرت معلوم ہوگی۔ مگر ہم غافل ہیں۔ اس کے پیچھے مارے مارے پھرتے ہیں۔

عالم علوی کو ہم نے چھوڑ دیا۔  
**تشریح از شیخ گنگوہی** | قال سفیان مرۃ ۱۶۶۶ دونوں عبارتوں میں فرق ظاہر ہے۔ کیونکہ پہلی روایت میں اطول رجل کا ذکر ہے۔ دوسری روایت میں ذکر نہیں ہے۔

**تشریح از شیخ زکریا** | بخاری کے نسخوں میں اختلاف ہے۔ ہندی نسخہ میں پہلی روایت میں من اعضائہ ہے اور دوسری میں من اضلاعہ ہے۔ اور کہ مانی کے نسخہ میں دونوں جگہ من اضلاعہ ہے۔ قال قال سفیان مرۃ مکان اضلاعہ اعضائہ۔ اور قطب گنگوہی کے نزدیک مختار یہ ہے کہ دونوں میں فرق اطول کے ذکر اور عدم ذکر کے اعتبار سے ہے۔ تو اس میں کوئی مانع نہیں ہے۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | آٹھواں ۶۲۶ کیونکہ یہ باپ کے مال سے تجارت کرتے تھے۔ اگرچہ باپ کی طرف سے اذن صریح نہیں تھا۔ مگر دلالت اجازت تھی۔

**تشریح از شیخ زکریا** | حافظ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ قیس بن سعد نے جب لوگوں میں بھوک دیکھی۔ کہ کوئی ذبح کرنے کے لئے مجھے اونٹ دے دے تو میں مدینہ میں اسے کھجور دے دوں گا۔ تو جہینہ کے ایک آدمی نے اس کا نسب پوچھا کہ اس سے سودا کر لیا۔ پانچ اونٹ پانچ دستق کے بدلے خرید لئے۔ اور صحابہ کی ایک جماعت نے اس کے لئے گواہی دی۔ تو حضرت عمرؓ نے اسے روک دیا۔ کیونکہ قیس کا کوئی مال نہیں تھا۔ لیکن ایک اعرابی کے طعن پر قیس کے باپ سعد نے اسے چار باغ مہبہ کر دیئے۔ کہ کم از کم ایک باغ سے پچاس دستق حاصل ہوتے تھے۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قیس کا حال معلوم ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ سخاوت تو اس گھرانے کی خصوصی علامت ہے۔ اور حضرت ابو عبیدہؓ نے ان قیسؓ کو ذبح کرنے سے اس لئے روک دیا۔ کہ پھر سواری کے لئے جانور نہیں رہیں گے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ وہ اپنے باپ کے ذمہ پر قرض لیتے تھے۔ جس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ کہ اس نوجوان پر تعجب ہے کہ اپنا مال تو اس کا ہے نہیں۔ غیر کے مال کے لئے قرضہ لے رہا ہے۔ روایت میں تھیت ان سے پوچھا تمہیں کس نے روکا۔ کہا میرے امیر ابو عبیدہؓ نے روکا ہے۔ پوچھا گیا۔

کیوں۔ تو کہا کہ اس کا مال تو ہے نہیں دوسروں پر قرضہ لے رہا ہے۔ کیونکہ مال تو اس کے باپ کا ہے۔ تو میں نے کہا میرا باپ تو اباعد کے قرضے ادا کرتا ہے۔ میں تو اس کا بیٹا ہوں۔ میرا قرضہ کیوں نہیں ادا کرے گا۔ پھر حدیث باب میں تین دن سحر کا ذکر ہے۔ اور ہر ان تین اونٹ ذبح کئے۔ حالانکہ جھنی سے تو صرف پانچ اونٹ لئے تھے۔ تو زرقانی نے روایات کو جمع کرتے ہوئے کہا ہے کہ پہلے وہ چھ اونٹ انہوں نے ذبح کئے جو خود ان کے پاس تھے۔ پھر جھنی سے پانچ اونٹ قرض لئے۔ جن میں سے تین کو ذبح کیا۔ پھر روک دیئے گئے۔ اور مسند احمد میں چار مرتبہ تین تین اونٹ ذبح کرنے کا ذکر ہے۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | انخر سے مراد ایجاد فعل نہیں کیونکہ حکایت کے وقت نہ تو شکر تھانہ بھوک تھی۔ وقت گزر چکا تھا۔ بلکہ اس امر سے مراد اغراء اور ترغیب دینا ہے۔ معنی ہوتے کہ تم نے ذبح کئے ہوتے۔ جیسے اقرأ فلان اقرأ فلان میں ترغیب مقصود ہے۔ ایجاد فعل مطلوب نہیں۔

**تشریح از شیخ زکریا** | چنانچہ مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ انخر کے معنی ہے ذبح کئے ہوئے۔ انخر ذبح کئے ہوئے۔

**حدیث نمبر ۳۹۲** حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ أَنَّ سَمْعَ جَابِرٍ يَقُولُ غَزَوْنَا حَيْشَ الْخَبَطِ وَأَمَرَ أَبُو عُبَيْدَةَ فَجُعْنَا جُوعًا شَدِيدًا فَأَلْفَى الْبَحْرُ حُونَاقًا مِثْلَ نَرٍ مِثْلَهُ يُقَالُ لَهُ الْعَنْبَرُ فَأَكَلْنَا مِنْهُ نِصْفَ شَهْرٍ فَأَخَذَ أَبُو عُبَيْدَةَ عِظْمًا مِنْ عِظَامِهِ فَمَرَّ التَّرَاكِبُ تَحْتَهُ فَأَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّ سَمْعَ جَابِرٍ يَقُولُ قَالَ أَبُو عُبَيْدَةَ كُلُّوا فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ ذَكَرْنَا ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كُلُّوا رِزْقًا أَخْرَجَهُ اللَّهُ أَطْعَمُونَا إِنْ كَانَ مَعَكُمْ فَاتَاهُ بَعْضُهُمْ فَآكَاهُ۔

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حیش الخبط میں ہم بھی جہاد کے لئے گئے۔ اور ہم پر حضرت ابو عبیدہؓ کو امیر مقرر کیا گیا۔ ہمیں سخت بھوک نے ستایا تو سمندر نے ایک مردہ مچھلی بھیجی۔

اس جیسی ہم نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ جسے عنبر کہا جاتا تھا۔ پس ہم اس میں سے آدھا مہینہ کھاتے رہے۔ تو حضرت ابو عبیدہؓ نے اس کی ہڈیوں میں سے ایک ہڈی لی۔ جس کے نیچے سے اونٹ سوار گزر گیا۔ ابو الزبیر خبر دیتے ہیں۔ انہوں نے حضرت جابرؓ سے سنا۔ فرماتے تھے۔ کہ حضرت ابو عبیدہؓ نے فرمایا کہ کھاؤ۔ پس جب ہم لوگ مدینہ آئے تو ہم نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ جس پر آپؐ نے فرمایا کہ اس روزی کو کھاؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے نکالی ہے۔ ہمیں بھی کھلاؤ۔ اگر اس کا کچھ حصہ تمہارے پاس ہو تو بعض نے آپؐ کو دیا جس کو آپؐ نے تناول فرمایا۔

**تشریح از قاسمی** | ایک روایت میں اٹھارہ رات کا ذکر ہے۔ دوسری میں نصف شہر کا۔ اور ایک روایت میں اقمنہ شہر ہے۔ تو رفع تعارض کی صورت یہ ہوگی۔ کہ دراصل اٹھارہ راتیں ہیں۔ نصف شہر میں کسر کو حذف کر دیا۔ اور شہر میں کل مدت اقامت ذکر ہوئی۔ جو ع شدید سے قبل اور بعد سب زمانہ ایک ماہ کا تھا۔ واللہ اعلم۔

عنبر کہتے ہیں ایک بہت بڑی مچھلی ہے۔ یہ عنبر کی خوشبو اس کا پاخانہ ہے یا اس کی تھ اور اس کی لمبائی پچاس گز ہے۔ طافیہ کے بغیر باقی سب مچھلی حلال ہے ذبح کی ضرورت نہیں۔

## بَابُ حَجِّ ابْنِ بَكْرٍ بِالنَّاسِ فِي سَنَةِ تِسْعٍ

ترجمہ۔ ۹ھ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کا لوگوں کو حج کرانا۔

حدیث نمبر ۳۹۲۱ حَدَّثَنَا سُليْمَانُ بْنُ دَاوُدَ عَنْ ابْنِ هُدَيْرٍ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ بَعَثَهُ فِي الْحَجَّةِ الَّتِي آمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ يَوْمَ التَّحْرِيفِ رَهْطٌ يُؤَدِّنُ فِي النَّاسِ لَا يَحُجُّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَلَا يَطُوفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس حج میں بھیجا۔ جس میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع سے پہلے امیر بنایا تھا۔ قربانی کے دن وہ ایک جماعت کے ساتھ لوگوں میں اعلان کرتے تھے کہ اس سال کے بعد



کوئی مشرک حج نہیں کر سکے گا اور نہ ہی کوئی ننگا آدمی بیت اللہ کا طواف کر سکے گا۔  
 حدیث نمبر ۳۹۲۲ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَجَاءٍ الْعَمِينِيُّ قَالَ  
 أَخْبَرْتُ عَنْ نَزَلَتْ كَامِلَةً بِرَأْيِهِ وَأَخْبَرْتُ عَنْ نَزَلَتْ خَاتِمَةً سُورَةُ  
 الْبَقَرَةِ يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ۔

ترجمہ۔ حضرت برابر فرماتے ہیں کہ آخری سورۃ جو کامل اترتی وہ سورۃ بقرہ ہے۔ اور آخری  
 آیت جو آخر میں اترتی وہ سورۃ نسا کی یہ آیت ہے۔ يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي  
 الْكَلَالَةِ۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کو آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے نویں سال مکہ بھیجا تاکہ حج کے موقع پر لوگوں کو احکام سنائیں۔ اگر ان پر  
 عمل پیرا ہوں تو بھیجا ورنہ جن لوگوں نے معاہدہ کو نہیں توڑا ان کے لئے مدت مقرر کر دی۔ اور جن  
 سے معاہدہ تھا۔ ان کے لئے بھی اعلان تھا۔ کہ فلاں مدت تک ہمارا معاہدہ ہے۔ بعد ازاں معاہدہ  
 نہیں رہے گا۔ اور یہ بھی اعلان کر دیا کہ ننگے بدن کوئی حج نہ کرے۔ چونکہ اگلے سال آپ نے حج  
 کے لئے جانا تھا۔ اس لئے یہ احکام پہنچائے گئے۔ لیکن معاہدہ بمقرر رکھنے یا توڑنے کا اعلان  
 خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کرتے یا آپ کا کوئی قریبی کرتا۔ تب اس کا اعتبار ہوتا۔ حضرت  
 صدیق اکبرؓ نویں دسویں حد میں جا کر شریک ہوتے ہیں۔ حضرت علیؓ قریبی تھے۔ اس لئے ان کے بعد  
 معاہدات کے اعلان کے لئے حضرت علیؓ کو بھیجا گیا۔

تشریح از قاسمیؒ | کاملۃ بعض آیات کے اعتبار سے کہا گیا ورنہ بہت آیات وہ ہیں۔  
 جو وفات نبوی کے سال سے پہلے نازل ہوئیں۔ اگر اشکال ہو کہ سورۃ بقرہ کو حج ابوبکر سے کیا  
 مناسبت ہے تو جواب یہ ہے کہ اس میں اِنَّمَا الْبَشَرُ لِمَنْ عَمِلَ فِيهِ مَالًا فَلَا يَقْدِرُ عَلَى الْجِدِّ  
 الْحَدَامُ بَعْدَ عَامِهِمْ هَذَا حج ابوبکرؓ کے موقع پر نازل ہوئی ہے۔ اس لئے اس حدیث  
 کو باب سے مناسبت ہو گئی۔ آخر سورۃ فاتحہ اور ایک نسخہ میں آخر آیت ہے۔ صحیح یہی ہے۔  
 وہ سورۃ بچنے قطعہ کی تائید کی جائے گی۔

## بَابُ وَفْدِ بَنِي تَمِيمٍ

ترجمہ۔ بنو تمیم کا وفد شہ کے اواخر میں آیا جب کہ آپ جحرانہ سے واپس تشریف لائے۔  
 حدیث نمبر ۳۹۲۳ حَدَّثَنَا أَبُو نَعْمٍ الْإِمْدَانِيُّ عَنْ عُمَرَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ  
 أَتَى نَفَرٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَقْبِلُوا الْبُشْرَى  
 يَا بَنِي تَمِيمٍ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَدْ بَشَّرْتَنَا فَأَعْطِنَا فَبَشَّرْنَا ذَلِكَ فِي  
 وَجْهِهِ فَجَاءَ نَفَرٌ مِنَ الْيَمَنِ فَقَالَ أَقْبِلُوا الْبُشْرَى لِأَنَّهُ يَقْبَلُهَا بَنُو  
 تَمِيمٍ قَالُوا قَدْ قَبِلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ۔

ترجمہ۔ حضرت عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں کہ بنو تمیم کا ایک گروہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا بنو تمیم جنت میں داخل ہونے کی بشارت قبول کرو۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! آپ نے ہمیں بہت بڑی خوشخبری سنائی ہے۔ پس اب ہمیں کچھ مال بھی عطا فرمائیے۔ تو یہ ناراضگی آپ کے چہرہ انور میں دیکھی گئی کہ ان لوگوں نے دنیا کو تہ جیج دی۔ آخرت سے بے فکر ہیں۔ پھر یمن کی ایک جماعت آئی۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ تم بشارت کو قبول کرو۔ بنو تمیم نے قبول نہیں کیا۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ہم نے قبول کر لیا۔

بَابُ قَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ عَزْوَدَةُ عُيَيْنَةَ بْنِ حُصَيْنٍ ابْنِ حُذَيْفَةَ بْنِ  
 بَدْرِ بْنِ الْعَنْبَرِ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ بَعَثَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 إِلَيْهِمْ فَأَغَارُوا وَأَصَابَ مِنْهُمْ نَاسًا وَسَبَى مِنْهُمْ نِسَاءً۔

ترجمہ۔ عیینہ بن حصین بن حذیفہ بن بدر کا بنو تمیم کی شاخ بنو العنبر سے جہاد کرنا آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ان کی طرف روانہ فرمایا تھا۔ جس نے ان پر لوٹ مار کی۔ اور ان میں سے کچھ لوگ قتل کئے۔ اور ان کی کچھ عورتوں کو قیدی بنایا۔

حدیث نمبر ۳۹۲۴ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ الْإِمْدَانِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ  
 قَالَ لَا أَرَاهُ أَحَبَّ إِلَى بَنِي تَمِيمٍ بَعْدَ ثَلَاثِ سَمْعَتِهِ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَهَا فِيهِمْ هُمْ أَشَدُّ أَهْتِي عَلَى الدَّجَالِ

وَكَانَتْ فِيهِ سَبِيَّةٌ عِنْدَ عَائِشَةَ فَقَالَ أَعْتَقْهَا فَإِنَّهَا مِنْ وَلَدِ  
إِسْمَاعِيلَ وَجَاءَتْ صَدَقَاتُهُمْ فَقَالَ هَذِهِ صَدَقَاتُ قَوْمٍ أَقْوَمِي -  
ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ تین خصلتیں جو میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم سے بنو تمیم کے بارے میں سنی تھیں ان کی وجہ سے میں ہمیشہ ان سے محبت کرنے  
لگا۔ ایک تو یہ کہ وہ دجال کے مقابلہ میں لڑے۔ ساری امت سے زیادہ سخت ہوں گے۔  
دوسرے ان میں ایک قیدی عورت حضرت عائشہؓ کے پاس تھی۔ آپؐ نے ان سے فرمایا اسے  
آزاد کر دو۔ کیونکہ یہ حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں سے ہے۔ اور تیسرے یہ کہ جب ان کے صدقات  
آئے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ میری قوم کے صدقات ہیں تو اس نسبت شریفہ سے مجھے محبت  
ہو گئی۔

حدیث نمبر ۳۹۲۵ حَدَّثَنِي اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوسَى اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ  
الزُّبَيْرِ اَخْبَرَهُمْ اَنَّهُ قَدِمَ رَكْبٌ مِنْ بَنِي تَمِيْمٍ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَبُو بَكْرٍ اَمِيْرُ الْقَعْقَاعِ ابْنُ مَعْبُدٍ بْنُ زُرَّارَةَ قَالَ عُمَرُ  
بَلْ اَمِيْرُ الْاَقْدَرِ بْنِ حَابِسٍ قَالَ اَبُو بَكْرٍ مَا اَرَدْتُمْ الْاِخْلَافِي قَالَ  
عُمَرُ مَا اَرَدْتُ خِلَافَكَ فَمَا رِیَا حَتّٰی اُرْتَفَعَتْ اَصْوَاتُهُمْ فَاَنْزَلَ  
فِي ذَلِكَ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا حَتّٰی تُقَضَّتْ -

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ خبر دیتے ہیں کہ بنی تمیم کا ایک سوار قافلہ حضرت نبی  
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا۔ ان پر قعقاع بن  
معبد بن زرارة کو امیر مقرر کیا جائے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا نہیں بلکہ اقرع بن حابس کو امیر  
نامزد کیا جائے۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ تمہارا مقصد تو صرف میری مخالفت کرنا ہے۔  
حضرت عمرؓ نے فرمایا مخالفت مقصود نہیں۔ بلکہ صلاحیت مد نظر ہے۔ پس دونوں حضرات  
جھگڑ پڑے۔ یہاں تک کہ دونوں کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ تو اس بارے میں یہ آیت اتری ترجمہ۔  
اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے آگے بڑھ چڑھ کر نہ بولو۔ یہاں تک کہ آیت لا تشعرون  
تک ختم ہوئی۔

## تشریح از قاسمی | حضرت عیینہ بن حصن کے ہمراہ بچاس آدمی تھے جن میں کوئی انصاری

اور مہاجر نہیں تھا۔ انہوں نے خرواعہ پر حملہ کیا۔ ان کے گیارہ مرد اور گیارہ عورتیں اور تین سونے کے قیدی بنائے۔ جن کے چھڑانے کے لئے ان کے سردار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سردار مقرر کرنے کی درخواست کی۔ جس پر شیخین کا جھگڑا ہوا۔ یہ سہ ماہ کا واقعہ ہے۔

## بَابُ وَفْدِ عَبْدِ الْقَيْسِ

ترجمہ: عبد القیس کے ایلیچوں کا بیان۔

حدیث نمبر ۳۹۲۶ حَدَّثَنِي إِسْحَقُ بْنُ أَبِي جَعْفَرٍ قُلْتُ لِرَبِّ بْنِ عَبَّاسٍ إِنَّ لِي جَدَّةً يُتَبَذَّرُ لِي نَبِيذٌ فَأَشْرَبُهُ حُلُوًا فِي جَرَّانٍ أَكْثَرَتْ مِنْهُ فَجَالَسْتُ الْقَوْمَ فَأَطَلْتُ الْجُلُوسَ حَشِيتُ أَنْ أَفْتَضَحَ فَقَالَ قَدِيمٌ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَرَحَبًا بِالْقَوْمِ غَيْرِ خَزَائِيَا وَلَا نَدَامِي فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ الْمُشْرِكِينَ مِنْ مُضَرٍ وَإِنَّا لَا نَصِلُ إِلَيْكَ إِلَّا فِي أَشْهُرِ الْحُرْمِ حَدَّثَنَا بِجُمْلَةٍ مِنَ الْأَمْرِ أَنَّ عَمِلْنَا بِهِ دَخَلْنَا الْجَنَّةَ وَتَدْعُوَاهُ مَنْ قَدْ آمَنَّا قَالَ أَمْرُكُمْ بِأَرْبَعٍ وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ الْإِيمَانُ بِاللَّهِ هَلْ تَدْرُونَ مَا الْإِيمَانُ بِاللَّهِ شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاقَامُ الصَّلَاةِ وَادِّتَاءُ الزَّكَاةِ وَصَوْمُ رَمَضَانَ وَأَنْ تَعْطُوا مِنَ الْمَغَائِمِ الْخُمُسِ وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ مَا اخْتَبَذَ فِي الدُّبَاءِ وَالْتَقِيرِ وَالْحَنْتِ وَالْمُرْقَةِ

ترجمہ: حضرت ابو حمزہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ میرے پاس ایک مشکا ہے جو میرے لئے نبیذ تیار کرتا ہے۔ پس میٹھا میٹھا میں مشک سے پیتا رہتا ہوں۔ اگر زیادہ پنی لوں پھر قوم کے پاس بیٹھ جاؤں اور میرا بیٹھنا دراز ہو جائے۔ تو مجھے خطرہ لاحق ہو تا ہے کہ نشہ ہو جانے کی وجہ سے میں رسوا نہ ہو جاؤں۔ تو ابن عباسؓ نے فرمایا کہ عبد القیس کا وفد جناب رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جس پر آپؐ نے فرمایا کہ قوم کا آنا مبارک ہو۔ جو نہ رسوا ہوتے اور نہ ہی شرمندہ ہوتے بلکہ قید ہوتے بغیر مسلمان ہو کر آتے۔ پس کہنے لگے یا رسول اللہ! بے شک ہمارے اور آپؐ کے درمیان کہ مفر قبیلہ کے مشرک لوگ ہیں۔ جن کی وجہ سے ہم صرف اشہر حرم میں آپؐ کے پاس پہنچ سکتے ہیں۔ آگے پیچھے نہیں آ سکتے۔ ہمیں دین کے معاملہ میں سے ایک مختصر بات بتلائیے۔ جس پر عمل کر کے ہم جنت میں داخل ہوں۔ اور اپنے پیچھے رہنے والوں کو اس کی دعوت دیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ میں تمہیں چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور چار سے روکتا ہوں۔ ایمان باللہ۔ تمہیں کیا پتہ ہے کہ ایمان باللہ کیا چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ کی توحید کی گواہی دینا ہے۔ اور نماز کو پابندی سے ادا کرنا۔ مال کی زکوٰۃ ادا کرنا۔ اور ماہ رمضان کے روزے رکھنا اور یہ کہ غنیمت کے اموال میں سے پانچواں حصہ ادا کرنا۔ اور چار برتن۔ جن میں نبی بنا یا جاتا ہے ان سے منع کرتا ہوں۔ وہ دبار کدو کا مرتبان۔ نقیر سبز گھڑا اور روغنی مرتبان ہے۔

### تشریح از شیخ مدنیؒ | حضرت منقذ بن جابرؓ کے تجارت کرتے ہوئے مدینہ آنے پر اس

قبیلہ سے تعلق قائم ہوا ہے۔ کہ بحرین کے لوگ ایمان لے آئے ہیں۔ قدم وفد عبد القیس اس میں اس وفد میں تیرہ چودہ سوار سوار تھے۔ باقی لوگ سپید تھے۔ ان کی مجموعی تعداد چالیس تھی۔ غزایا خزیان سے ہے۔ بمعنی رسوائی۔ نہ امنی نہ مان اور نہ امت سے ہے۔ جس کے معنی پیشانی کے ہیں۔ بحرین عرب کے مشرقی کنارہ پر واقع ہے۔ جو کہ خلیج فارس سے ملتا ہے۔ اور حجاز بحر قلزم کے قریب مغربی کنارہ پر ہے۔ مفر اور ربیعہ میں باہمی لڑائی رہتی تھی۔ ایام اشہر حرم میں آنا جانا ممکن ہوتا تھا۔ غیر اشہر حرم میں آنا جانا مشکل تھا۔

ان تعطواہم المغانم الخمس آپؐ نے چار چیزوں کا فرمایا تھا۔ مگر تفصیل میں پانچ امور ذکر ہوئے۔ جب کہ اقام الصلوٰۃ کو مجبور پڑھا جائے۔ اگر مرفوع ہو۔ تو پہلی بات ایمان باللہ اور اس کی تفسیر شہادۃ الہ سے اعطاء خمس تک ایمان باللہ کی تفسیر ہوگی۔ تو یہ سب ایک چیز ہوتی باقی تین کا ذکر نہ ہوگا۔ تو ان شبہات کا جواب یہ ہے کہ مجبور کی صورت میں پانچ چیزیں ذکر ضرور ہوتیں۔ لیکن ان تعطوا ما مودہ نہیں ہے۔ ہر وقت کرنے کی چیزوں کا تو ذکر ہوا۔ اور جو چیز خاص وقت میں ہوتی تھی۔ تمیماً للفائده فائدہ کو پورا کرنے کے لئے آپؐ نے اس کا ذکر بھی کر دیا۔ اگر

اقام الصلوٰۃ مرفوع ہو اور یہ سب امور ایمان کامل کے اجزاء ہوں گے۔ تو راوی نے اختصاراً باقی تین کا ذکر نہیں کیا۔ تیسری توجیہ یہ ہے کہ یہ لوگ ایمان باللہ سے پہلے ہی متصف تھے۔ کیونکہ حضرت منقذ بن حبانؓ کے ذریعہ ان کو ایمان باللہ کی تعلیم دی جا چکی تھی۔ اس کا ذکر اس جگہ تبعلہ ہے۔ اقام الصلوٰۃ وغیرہ کی تعلیم دی گئی۔ جو نہایت ضروری ہیں۔ اور حج کے ایام ابھی آئے نہیں تھے۔ اور نہ ہی ابھی تک اس کے تفصیلی احکام بتائے گئے۔ اس لئے ان کا ذکر نہ ہوا۔

امھا کم عن اربع یعنی چار برتنوں میں نبیذ بنانے سے منع کرتا ہوں۔ دباء میں مسامات کم ہوتے ہیں۔ جس کی وجہ سے سکر اور نشہ جلد آجاتا ہے۔ ختم رنگیں گھڑا و غنی عزت زفت بمعنی رال سے مانوڈ ہے۔ جس کی وجہ سے مسامات بند ہو جاتے ہیں۔ اور نشہ جلد ہی پیدا ہو جاتا ہے۔ اولاً آپؐ نے ان چار سے منع فرمایا۔ پھر فرمایا کہ او غیر یعنی برتن کسی چیز کو حرام نہیں کرتے۔ اس لئے حکم دیا۔ کہ ان برتنوں کو استعمال میں لے آؤ۔ اور سکر و نشہ سے بچو۔ ابتداء میں چونکہ شراب سے نفرت دلائی تھی۔ اس لئے ممانعت ہوئی۔ بعد میں نبیذ بنانے کی اجازت دے دی گئی۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | قدم وفد عبد القیس ص ۶۲ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ

کی غرض اس استدلال سے یہ ہے۔ کہ ان برتنوں میں نبیذ بنانے کی ممانعت اس وجہ سے تھی۔ کہ ان برتنوں میں نشہ جلد ہی آجانے کا گمان تھا۔ اور مسکر نشہ آور چیز کا پینا حرام ہے۔ بنا بریں نبیذ بھی نہ بنانا چاہیے کہ کہیں جلد ہی نشہ نہ پیدا ہو جائے۔ تو قول ابن عباسؓ سے لطیف اشارہ ہوا کہ منبوذ تب ناجائز ہے۔ جب حد سکر کو پہنچ جائے ورنہ ممانعت نہیں ہے۔ اور منبوذ ابی جمرہ حد سکر کو نہیں پہنچا تھا۔ دیگر شرح بخاری | اس نکتہ کو نہیں پہنچ سکے۔

**تشریح از شیخ زکریا** | چنانچہ مولانا گنگوہی کی تقریر میں ہے۔ وان کثرت سے معلوم

ہوتا ہے کہ نبیذ تا حال نشہ آور نہیں ہوا تھا۔ البتہ شرب کثیر اور طوالت جلوس سکر کا باعث بن جاتے۔ جس سے میں لوگوں کے سامنے رسوا ہوتا۔ اب ابن عباسؓ سے انہوں نے سوال کیا۔ جس کے جواب کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ ایسے نبیذ کا پینا حلال نہیں ہے۔ کیونکہ نبیذ جمرہ سے مطلقاً ممانعت واقع ہوتی ہے۔ خواہ نشہ کثرت اور اطالت کے بعد ہو۔ کیونکہ کل مسکر حرام کا حکم ہے۔

یہاں پر یہ بات قابل غور ہے۔ وفد عبد القیس کے دوسری مرتبہ آنے میں کفار مضر حائل نہیں تھے۔ وہ پہلی حاضری کے وقت حائل تھے۔ جو شہ فتح مکہ سے قبل ہوئی۔ ۹ھ میں سنتہ الوفود کے اندر کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ اس لئے امام بخاریؒ کا قدم وفد عبد القیس کہنا صحیح نہ ہوگا۔ کیونکہ اس مرتبہ صرف تیرہ سوار تھے۔ جن کا بڑا اشتج تھا۔ اور پہلی مرتبہ چالیس آدمی تھے۔ جن میں تیرہ سوار سوار تھے۔ باقی ان کے اتباع تھے۔

**حدیث نمبر ۳۹۲۷** حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الْإِنْعَنِي جَمْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ هَذَا الْحَيَّ مِنْ رِبْعَةٍ وَقَدْ حَالَتْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ كُفَّارٌ مُضَرٌّ فَلَسْنَا نَخْلُصُ إِلَيْكَ إِلَّا فِي شَهْرٍ حَرَامٍ فَمُرْنَا بِأَشْيَاءَ نَأْخُذُ بِهَا وَنَدْعُو إِلَيْهَا مَنْ قَدْ آتَيْنَا قَالَ أَمْرُكُمْ بَارِئٌ وَأَنْتُمْ عَنْ أَرْبَعِ الْإِيمَانِ بِاللَّهِ شَهَادَةٌ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَعَقْدٌ وَاحِدَةٌ وَإِقَامُ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ وَأَنْ تُؤَدُّوا إِلَيْهِ خُمْسَ مَا غَنِمْتُمْ وَأَنْتُمْ عَنْ الدُّبَاوِ وَالنَّقِيرِ وَالْحَنْتِ وَالْمُرْقَتِ .

ترجمہ۔ حضرت ابو جمرہؓ فرماتے ہیں۔ میں نے ابن عباسؓ سے سنا۔ فرماتے تھے کہ عبد القیس کا وفد جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کہنے لگا یا رسول اللہ! ہمارا یہ قبیلہ ربیعہ میں سے ہے۔ ہمارے اور آپ کے درمیان کفار مضر حائل ہیں۔ ہم آپ تک سولے اشھر حرم کے نہیں پہنچ سکتے۔ پس ہمیں چند ایسے امور کا حکم دیں۔ جن کو ہم تمہیں دیں۔ اور ہمارے پیچھے جو لوگ ہیں۔ ان کو بھی اس کی طرف دعوت دیں۔ فرمایا میں تم کو چار امور کا حکم دیتا ہوں اور چار سے تمہیں روکتا ہوں۔ الایمان باللہ تو لا الہ الا اللہ کی گواہی دینا ہے۔ ایک گیرہ لگانی۔ دوسرا نماز کو پابندی سے قائم کرنا ہے۔ مال کی زکوٰۃ دینا ہے۔ اور یہ کہ جو کچھ غنیمت کا مال حاصل کرو اس کا پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ کے لئے ادا کرو۔ اور تمہیں دبار۔ حنم۔ نقیر اور مرقۃ سے منع کرتا ہوں۔

**حدیث نمبر ۳۹۲۸** حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ أَنَّ كُرَيْبًا مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ حَدَّثَهُ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنِ أَزْهَرَ وَالْعُسُورِ بْنِ مَخْرَمَةَ

أَرْسَلُوا إِلَى عَائِشَةَ فَقَالُوا اقْرَأْ عَلَيْنَا السَّلَامَ وَمَنَّا جَمِيعًا وَسَلَامًا عَنِ  
الرَّكَعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَإِنَّا أَخْبَرْنَا أَنَّكَ تُصَلِّيْهَا وَقَدْ بَلَّغْنَا أَنَّ الْبَيْتَ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْهَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَكُنْتُ أَضْرِبُ مَعَ عُمَرَ  
النَّاسَ عَنْهَا قَالَ كَرِيبٌ قَدْ خَلْتُ عَلَيْهَا وَبَلَّغْتُهَا مَا أَرْسَلُونِي فَقَالَتْ  
سَلِّ أُمَّ سَلَمَةَ فَأَخْبَرْتُهُمْ قَرَدٌ وَنِيَّ إِلَى أُمِّ سَلَمَةَ بِمِثْلِ مَا أَرْسَلُونِي  
إِلَى عَائِشَةَ فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ سَمِعْتُ الْبَيْتَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى  
عَنْهَا مَا وَارِثَهُ صَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ دَخَلَ عَلَى وَعِنْدِي نِسْوَةٌ مِّنْ بَنِي حَرَامٍ  
مِّنَ الْأَنْصَارِ فَصَلَّيْتُ مَا فَا رَسَلْتُ إِلَيْهِ الْخَادِمَ فَقُلْتُ قَوْمِي إِلَى جَنْبِهِ  
فَقَوْنِي تَقُولُ أُمُّ سَلَمَةَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَمْ أَسْمَعْكَ تَنْهَى عَنْ هَاتَيْنِ  
الرَّكَعَتَيْنِ فَإِنَّكَ تُصَلِّيْهُمَا فَإِنْ أَشَارَ بِيَدِهِ فَاسْتَأْخِرْنِي فَقَعَلْتُ  
الْجَارِيَةَ فَاسْتَأْخِرْنِي بِيَدِهِ فَاسْتَأْخَرْتُ عَنْهُ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ يَا بَيْتُ  
أَبْنِي أُمِّيَّةٌ سَأَلَتْ عَنِ الرَّكَعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ أَنَّهُ أَتَانِي أَنَاسٌ مِّنْ  
عَبْدِ الْقَيْسِ بِالْإِسْلَامِ مِنْ قَوْمِهِ فَشَغَلُونِي عَنِ الرَّكَعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ بَعْدَ  
الظُّهْرِ فَمَا هَاتَيْنِ -

ترجمہ۔ حضرت کریم ابن عباسؓ کے آزاد کردہ حدیث بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت ابن عباسؓ  
اور عبد الرحمنؓ بن ازہر اور مسور بن مخزومؓ نے انہیں کریم کو حضرت عائشہ صدیقہؓ کی طرف بھیجا کہ  
ہم سب کی طرف سے سلام کہہ کر ان سے ان دو رکعات کے متعلق پوچھنا ہے جو عصر کے بعد ہیں۔  
کہ ہمیں اطلاع ملی ہے کہ آپ ان کو پڑھا کرتی ہیں۔ حالانکہ ہمیں تو یہ خبر پہنچی ہے کہ جناب نبی اکرم  
صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پڑھنے سے منع فرماتے تھے۔ اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں تو  
حضرت عمرؓ کے ہمراہ ان دو رکعتوں کی وجہ سے لوگوں کو مارتا تھا۔ تو کریمؓ فرماتے ہیں کہ میں  
حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان حضرات کا پیغام پہنچایا۔ جس پر انہوں نے فرمایا کہ  
حضرت اُمّ سلمہؓ سے پوچھو۔ میں نے واپس جا کر ان کو اطلاع کی۔ انہوں نے پھر مجھے وہی پیغام  
حضرت عائشہؓ والا دے کر حضرت اُمّ سلمہؓ کے پاس بھیجا۔ حضرت اُمّ سلمہؓ نے فرمایا۔



میں نے بھی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ وہ ان دو رکعات کے پڑھنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔ لیکن خود ایک مرتبہ آپ نے عصر کی نماز پڑھ کر میرے پاس تشریف لائے۔ میرے پاس انصار کے قبیلہ بنی حرام کی کچھ عورتیں موجود تھیں۔ آپ نے ان دونوں رکعات کو پڑھا۔ تو میں نے آپ کی طرف ایک خادمہ کو بھیجا۔ جس سے میں نے کہا کہ آپ کے پہلو میں جا کر کھڑی ہو جا۔ اور آپ سے عرض کر دو کہ حضرت اُم سلمہؓ فرماتی ہیں یا رسول اللہ! کیا آپ ان کے پڑھنے سے روکا نہیں کرتے تھے۔ اور اب میں دیکھ رہی ہوں کہ آپ ان کو پڑھ رہے ہیں۔ تو آپ نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ ذرا پیچھے ہٹ جاؤ۔ پس اس لڑکی نے ایسا کیا۔ آپ کے اشارہ سے وہ خادمہ پیچھے ہٹ گئی۔ پس جب آپ فارغ ہو کر پھرے تو آپ نے فرمایا کہ اے ابوامیہؓ کی بیٹی! تو نے عصر کے بعد دو رکعت کے متعلق پوچھا ہے۔ بات یہ ہوئی کہ میرے پاس عبدالقیس کے کچھ لوگ اپنی قوم کی طرف سے اسلام لے کر آئے جنہوں نے مجھے ظہر کے بعد کی دو رکعت سے غافل کر دیا۔ یہ وہی دو رکعات ہیں۔

تشریح از شیخ مدنی حضرت عائشہؓ سے تین روایات بہت مضطرب واقع ہوئی ہیں۔ ایک تو عصر کے بعد کی دو رکعات کے بارے میں۔ دوسری روایت صلوٰۃ اللیل کے بارے میں۔ اور تیسری حج کے بارے میں کہ آیا حضرت عائشہؓ متمتعہ تھیں۔ قارنہ تھیں یا منفردہ تھیں۔ چونکہ عصر کے بعد کی دو رکعت دالی روایت میں اضطراب ہے۔ بنابرین امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ نوافل ذوات الاسباب کا عصر کے بعد پڑھنا جائز ہے۔ واجب ہونا ضروری نہیں۔ حضرت امام اعظمؒ اس اضطراب کی وجہ سے عصر کے بعد ہر قسم کے نفل کو ناجائز کہتے ہیں۔ کیونکہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اُم سلمہؓ نے ان کو خبر دی۔ ان کو خود علم نہیں۔ دوسری جگہ فرماتی ہیں کہ مجھے علم ہے۔ اس کے علاوہ قوی روایت میں ہے نہی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الصلوٰۃ بعد العصر قبل الغروب الخ تو ان قوی روایات کو ترجیح ہوگی۔ یا آپ کی خصوصیت پر محمول کیا جائے گا۔ اور قضا نماز کو ہمیشہ پڑھتے رہنا نہ آپ نے ایسا کیا اور نہ ہی اُمت کو ایسے کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ صبح کی نماز کو آپ نے قضا پڑھی۔ لیکن ہمیشہ سے نہیں پڑھا گیا۔ اور ان حضرات کا لوگوں کو مارنا یہ بھی نہیں کی دلیل ہے۔

حدیث نمبر ۳۹۲۹ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ عَنْ  
ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَوَّلُ جُمُعَةٍ جُمِعَتْ بَعْدَ جُمُعَةِ جُمِعَتْ فِي مَسْجِدِ  
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَسْجِدِ عَبْدِ الْقَيْسِ بِجَوَاثِي يَعْنِي  
قَرِيَّةً مِنَ الْبَحْرَيْنِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ پہلا جمعہ جو مسجد نبوی کے بعد ادا کیا گیا ہے۔  
وہ مسجد عبد القیس میں ہے۔ جو بحرین کے جواثی بستی میں ادا کیا گیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | مسجد نبوی کے بعد پہلا جمعہ جواثی میں پڑھا گیا۔  
اسکے مسجد نبوی کے سوا اور کسی جگہ جمعہ نہیں پڑھا گیا۔ حالانکہ عوالی کے قریبی موجود تھے۔  
ان قریبی میں جمعہ نہیں پڑھا گیا۔ بعض نے لفظ قریہ سے استدلال کیا ہے کہ مصر کی کوئی قریہ  
نہیں۔ لیکن کہا جائے گا کہ قریہ کا اطلاق بلاد پر بھی ہوتا ہے۔ تولد انزل علیٰ رجل من  
القریبتین عظیم۔ قریتین سے بلدتین مراد ہیں۔ تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بستی میں  
جمعہ جائز ہو جائے۔ اور جواثی میں تو چار ہزار آدمی آباد تھے۔ اسے بستی کیسے کہا جاسکتا ہے۔  
اس سے ان لوگوں کا رد ہوا۔ جو صرف بارہ آدمیوں پر جمعہ جائز کہتے ہیں۔ اور بعض قریہ مسکنہ  
فی الصیف والشتاء یعنی جن بستیوں میں گرمی اور سردی کے موسم میں سکونت اختیار کی جائے۔  
یہ شرط بھی صحیح نہیں۔ جیسے امام احمدؒ اس کی شرط لگاتے ہیں۔ کیونکہ مسجد نبوی کے بعد عوالی  
اور عوالی میں جمعہ نہیں پڑھا گیا۔ پہلا جمعہ شہ میں بحرین کے جواثی میں پڑھا گیا ہے۔

بَابُ وَفْدِ بَنِي حَنِيفَةَ وَحَدِيثِ ثُمَامَةَ بْنِ أَثَالٍ

ترجمہ۔ باب بنی حنیفہ کے ایلیچوں کے اور ثمامہ بن اثال کا قصہ۔

حدیث نمبر ۳۹۳ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ السَّمْعِ  
أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْلًا قَبْلَ نَجْدٍ  
فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِّنْ بَنِي حَنِيفَةَ يُقَالُ لَهُ ثُمَامَةُ بْنُ أَثَالٍ فَرَبَطُوهُ  
بِسَارِيَةٍ مِّنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ فَخَرَجَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَقَالَ مَا عِنْدَكَ يَا ثَمَامَةُ فَقَالَ عِنْدِي خَيْرٌ يَا مُحَمَّدُ إِنْ تَقْتُلْنِي  
تَقْتُلْ ذَا دِمٍ وَإِنْ تُنْعِمُ تُنْعِمُ عَلَيَّ شَاكِرٌ وَإِنْ كُنْتَ تُرِيدُ الْمَالَ فَسَلْ  
مِنْهُ مَا شِئْتَ حَتَّى كَانَ الْغَدُ ثُمَّ قَالَ لَهُ مَا عِنْدَكَ يَا ثَمَامَةُ قَالَ  
مَا قُلْتَ لَكَ إِنْ تُنْعِمُ تُنْعِمُ عَلَيَّ شَاكِرٌ فَتَرَكَهُ حَتَّى كَانَ بَعْدَ الْغَدِ  
فَقَالَ مَا عِنْدَكَ يَا ثَمَامَةُ فَقَالَ عِنْدِي مَا قُلْتَ لَكَ فَقَالَ أَطْلِقُوا  
ثَمَامَةَ فَأَنْطَلَقَ إِلَى نَخْلٍ قَرِيبٍ مِنَ الْمَسْجِدِ فَأَغْتَسَلَ ثُمَّ دَخَلَ  
الْمَسْجِدَ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ  
يَا مُحَمَّدُ وَاللَّهِ مَا كَانَ عَلَى الْأَرْضِ وَجْهُ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ وَجْهِكَ  
فَقَدْ أَصْبَحَ وَجْهُكَ أَحَبَّ الْوُجُوهِ إِلَيَّ وَاللَّهِ مَا كَانَ مِنْ دِينٍ أَبْغَضَ  
إِلَيَّ مِنْ دِينِكَ فَاصْبَحَ دِينُكَ أَحَبَّ الدِّينِ إِلَيَّ وَاللَّهِ مَا كَانَ مِنْ  
بَلَدٍ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ بَلَدِكَ فَاصْبَحَ بَلَدُكَ أَحَبَّ الْبِلَادِ إِلَيَّ وَإِنِ  
خَيْلُكَ أَخَذَتْ نِيَّ وَأَنَا أُرِيدُ الْعُمْرَةَ فَمَاذَا تَرَى فَبَشَّرَهُ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَرَهُ أَنْ يُعْتَمَرَ فَلَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ قَالَ  
لَهُ قَاتِلٌ صَبَوْتُ قَالَ لَا وَلَكِنْ أَسْلَمْتُ مَعَ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا وَاللَّهِ لَا يَأْتِيكُمْ مِنَ الْيَمَامَةِ جَنَّةٌ حِنْطَةٍ حَتَّى  
يَأْذَنَ فِيهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گھوڑ سوار  
فوجی دستہ نجد کی طرف بھیجا جو قبیلہ بنو حنیفہ کے ایک آدمی کو پکڑ کر لائے۔ جس کو ثمامہ بن اثال  
کہا جاتا تھا۔ جسے مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ اسے باندھ دیا۔ جناب  
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے۔ پوچھا اے ثمامہ تمہارے ساتھ  
کیا سلوک کیا جاتے۔ اس نے جواب دیا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس خیر ہی خیر  
ہے۔ اگر آپ مجھے قتل کریں گے تو ایک خون والے کو قتل کریں گے جس کا بدلہ لیا جائے گا۔  
اگر آپ مجھ پر احسان کریں گے تو یہ احسان آپ کا ایک قدر دان پر ہو گا۔ اور اگر آپ مال چاہتے

ہیں۔ تو جس قدر آپ چاہیں آپ کو ملے گا۔ پس آپ نے اس کو اپنے حال پر چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ دوسری صبح ہوئی۔ پھر آپ نے اس سے پوچھا۔ کہ اے ثمامہ اب سلوک کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔ اس نے کہا وہی ہے جو کچھ میں آپ سے کہہ چکا ہوں کہ اگر آپ احسان کریں گے۔ تو ایک شکر گزار پر آپ کا احسان ہوگا۔ پس آپ نے اس کو تیسری صبح تک اپنے حال پر چھوڑ دیا۔ پھر اس سے پوچھا۔ اے ثمامہ کیا خیال ہے۔ اس نے جواب دیا وہی جو آپ سے کہہ چکا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ ثمامہ کو چھوڑ دو۔ تو وہ مسجد کے قریب ایک کھجور کے باغ کی طرف چلا۔ غسل کر کے پھر مسجد نبوی میں داخل ہوا۔ کہنے لگا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اے محمد! واللہ! آپ کے چہرے سے زیادہ مبغوض میرے نزدیک کوئی چہرہ نہیں تھا۔ اب آپ کا چہرہ سب چہروں سے زیادہ محبوب ہو گیا ہے۔ واللہ! کوئی شہر آپ کے شہر سے زیادہ مبغوض نہیں تھا۔ اب سب شہروں سے زیادہ محبوب ہو گیا ہے۔ واللہ! کوئی دین آپ کے دین سے زیادہ مبغوض نہیں تھا۔ اب آپ کا دین سب دینوں سے میرے نزدیک زیادہ محبوب ہو گیا ہے۔ میں عمرہ کے ارادہ سے جا رہا تھا کہ آپ کے گھوڑے سوار دستے نے مجھے پکڑ لیا۔ اب جیسے حکم ہو اس پر عمل کیا جائے۔ پس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو خوش خبری سنائی اور عمرہ کرنے کا انہیں حکم دیا۔ پس جب وہ مکہ میں آئے۔ کہ کسی کہنے والے نے اس سے کہا کہ تو آبائی دین سے پھر گیا۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ میں صابانی نہیں ہوا۔ لیکن میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مسلمان ہو گیا ہوں۔ واللہ! اب ایسا نہیں ہوگا۔ تمہارے پاس یمامہ سے گندلم ایک دانہ بھی نہیں آئے گا۔ جب تک جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اجازت نہیں دیں گے۔

**تشریح از شیخ منی** قبیلہ بنو حنیفہ سرزمین یمامہ میں سکونت پذیر تھا۔ اسی قبیلہ

میں سے میلہ کہ اب تھا۔ حضرت ثمامہ قبیلہ کے سردار تھے۔ عمرہ ادا کرنے کی غرض سے مکہ کو جا رہے تھے کہ محمدی فوج نے انہیں پکڑ لیا۔ جس نے مسلمانوں کے چند آدمی بھی قتل کئے تھے۔ آپ نے تین دن تک انہیں مسجد کے ستون سے باندھے رکھا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد کفار کو قتل کرنا نہیں تھا بلکہ کفر کو مٹانا تھا۔ اس لئے جب آپ نے اس کے اندر

اسلام کی صلاحیت و رغبت محسوس کی تو اسے چھوڑ دیا۔

واللہ تائیکم من الیماۃ حبۃ حفطۃ اس سے معلوم ہوا کہ ترک موالات جائز ہے۔  
چنانچہ جب کفار مکہ تنگ ہوئے۔ اور عاجز آ گئے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قسم دے کر اور قرابت کا واسطہ دے کر کہلا بھیجا۔ کہ غلہ نہ روکا جائے۔ آپ کے کہنے پر حضرت ثمامہ نے غلہ بھیجنا شروع کیا۔

حدیث نمبر ۳۹۳۳ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ عَنْ أَبِي عُبَيْسٍ قَالَ قَدِمَ  
مُسَيْلَمَةُ الْكَذَّابُ عَلَى عَمْرِو رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ  
يَقُولُ إِنْ جَعَلَنِي مُحَقَّقًا مِنْ بَعْدِهِ تَبِعْتُهُ وَقَدْ مَهَّأَنِي بِشِرْكَائِهِ  
مَنْ قَوْمِهِ فَأَقْبَلَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ ثَابِتُ  
بْنُ قَيْسٍ بْنُ شَقَّاسٍ وَفِي يَدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِطْعَةٌ جَرِيدٍ  
حَتَّى وَقَفَ عَلَى مُسَيْلَمَةَ فِي أَصْحَابِهِ فَقَالَ لَوْ سَأَلْتَنِي هَذِهِ الْقِطْعَةَ  
مَا أَعْطَيْتُكَهَا وَلَنْ تَعُدَّ وَأَمَرَ اللَّهُ فِيكَ وَلَئِنْ أَدْبَرْتَ لَيَعْقِرَنَّكَ  
اللَّهُ فَإِنِّي لَا أَرَاكَ الَّذِي أُرِيتُ فِيهِ مَا رَأَيْتُ وَهَذَا أَثَابْتُ يُجِيبُكَ عَنِّي  
شَقْرَ أَنْصَرَفَ عَنْهُ قَالَ أَبُو عُبَيْسٍ فَسَأَلْتُ عَنْ قَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكَ أَرَى الَّذِي أُرِيتُ فِيهِ مَا رَأَيْتُ فَأَخْبَرَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ  
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُ فِي  
يَدَيَّ سَوَارَيْنِ مِنْ ذَهَبٍ فَأَهَمَّنِي شَأْنُهُمَا فَأَوْحَى إِلَيَّ فِي الْمَنَامِ  
أَنْ أَتُفْخِهُمَا فَأَتَفْخِخُهُمَا فَطَارَا فَأَوَّلَتْهُمَا كَذَّابَيْنِ يَخْرُجَانِ  
بَعْدِي أَحَدُهُمَا أَسْوَدُ الْعَنَسِيِّ وَالْآخَرُ مُسَيْلَمَةُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ مسیلمہ کذاب جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آکر کہنے لگا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعد خلافت میرے لئے مقرر کر دیں۔ تو میں آپ کی پیروی کروں گا۔ اور وہ اپنی قوم کے بہت سے لوگ ہمراہ لے کر آیا تھا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف تشریف لائے۔ اور آپ کے ہمراہ حضرت ثابت بن قیس بن شماس

تھے۔ اور آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں کھجور کی ٹہنی کا ایک ٹکڑا تھا۔ کہ آپ  
 مسلمان اور اس کے ساتھیوں کے پاس آکر ٹھہر گئے۔ فرمایا کہ اگر تو مجھ سے کھڑی کا یہ ٹکڑا مانگے  
 تو تجھے نہیں دوں گا اور اللہ تعالیٰ نے تیرے بارے میں جو فیصلہ فرمایا ہے کہ تو جہنمی ہے۔ اور  
 مقتول ہوگا۔ تو اس سے آگے تجاوز نہیں کرے گا۔ اور اگر تو نے میری اطاعت سے پیٹھ پھیری تو  
 یقیناً اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کر دے گا۔ اور بے شک میرا گمان تمہارے متعلق وہی ہے جو مجھے  
 تمہارے متعلق خواب میں دکھایا گیا ہے۔ ضروری باتیں میں نے کہہ دی ہیں۔ باقی تمہاری لمبی  
 تقریر کا جواب قوم کے خطیب حضرت ثابتؓ ہیں۔ جو میری طرف سے تمہیں جواب دیں گے۔  
 چنانچہ پھر آپ اس کے پاس سے چلے گئے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے اس قول کے متعلق دریافت کیا۔ انک اری الذی اریت فیہ ما رأیت  
 کا کیا مطلب ہے۔ تو مجھے حضرت ابو ہریرہؓ نے خبر دی۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے فرمایا۔ دریں اثنا میں سویا ہوا تھا۔ کہ میں نے اپنے ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن دیکھے۔ جن  
 کے حال نے مجھے پریشان کر دیا۔ تو خواب میں ہی مجھے وحی کی گئی۔ کہ آپ ان میں پھونک  
 مائیں۔ میں نے پھونک ماری تو وہ دونوں اڑ گئے۔ تو میں نے اس کی تعبیر ان دو کذابوں  
 سے دی جن کا میرے بعد خروج ہوگا۔ ایک ان میں سے اسود غنسی ہوگا اور دوسرا مسلمہ  
 کذاب ہوگا۔

تشریح از شیخ مدنی | رأیت فی یدہ سوارین سونے کا زیور عورت کی زینت

ہے۔ آپ نے جب ان کو وضع الشی فی غیر محلہ کے مطابق دیکھا تو کذابین سے تعبیر دی۔  
 یخرجان بعدی اسی بعد خروچی وسطوتی۔ اسود غنسی کے تابع دو جن تھے۔ جن میں سے  
 ایک کا نام سیحی اور دوسرے کا شقیق تھا۔ جو اسے حوادث یومیہ کی خبر دیتے تھے۔ جس کی وجہ  
 سے وہ صنعا پر غالب آگیا۔ اور باذان کی عورت مرزبانہ سے اس نے نکاح کیا۔ بہر حال وہ  
 جن دور کے قبائل کی خبریں اس کے پاس لاتے تھے۔ جس کی وجہ سے اس کی نبوت کی تردید  
 ہوئی۔ فیروز دیلمی نے اسود غنسی کو قتل کر کے اطلاع دی۔ اور مسلمہ کو حضرت حبشیؓ نے قتل  
 کیا تھا۔ جس نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ حالانکہ ہر قتل کے قول کے مطابق پہلے عرب میں نبوت

تھی ہی نہیں۔  
**تشریح از قاسمی** | فتح الباری میں ہے کہ کنگن اور اس طرح کے دوسرے زیورات جو عورتوں کے لائق ہیں۔ ان کی تعبیر مردوں کے لئے یہ ہے کہ کوئی مصیبت آنے والی ہے اور ایسے امور پیش آئیں گے جن سے خوشی نہیں ہوگی۔

قطار سے اشارہ ہے کہ ان دونوں کو دولت حاصل ہوگی۔  
**حدیث نمبر ۳۹۳۲** حَدَّثَنَا اسْحَقُ بْنُ نَصْرِ بْنِ اَنَّثَةَ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بَيْنَنَا اَنَا وَابْنُ اَبِی بَخْرَآئِیْنِ الْاَرْضِ فَوَضَعَ فِیْ کَفِّیْ سِوَارَانِ مِنْ ذَهَبٍ فَکَبَّرَ عَلٰی فَاَوْحٰی اِلَیَّ اَنْ لِّفُخْہُمْ مَا فَتَفَخَتْہُمْ مَا فَذَہِبًا فَاَوْلَتْہُمْ مَا لَکَذَابِیْنِ اللّٰذِیْنِ اَنَا بَیْنَهُمَا صَاحِبُ صَنْعَاءَ وَصَاحِبُ الْیَمَامَةِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ دریں اثنا کہ میں سویا ہوا تھا۔ کہ مجھے زمین کے خزانے دیئے گئے۔ پس میری دونوں ہتھیلیوں میں سونے کے دو کنگن رکھ دیئے گئے۔ جو مجھ پر گمراہ گزرے۔ پس مجھے وحی کی گئی۔ کہ میں ان کو پھونک مار دوں۔ چنانچہ میں نے پھونک ماری تو وہ چلے گئے۔ جس کی تعبیر میں نے ان کذابین سے دی۔ جن کے درمیان میں ہوں۔ ایک صنعار والا دوسرا یمامہ والا۔

**تشریح از قاسمی** | صنعار بن کا دار الخلافہ ہے۔ جس میں آخر عہد نبوت میں سے اسود غسانی نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ جس کو آپؐ کی وفات کے وقت فیروز دہلی نے قتل کیا۔ جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ فائز فیمروزہ فیروز کامیاب ہو گیا۔ اور یمامہ بھی یمن میں ایک شہر ہے۔ جو مکہ سے چار مراحل پر واقع ہے۔ سلیمہ کذاب کو وحشی قاتل حمزہؓ نے خلافت صدیقی میں قتل کیا۔

**حدیث نمبر ۳۹۳۳** حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ السَّعْمَتِيُّ اَبَا رَجَاءٍ الْعُطَارِدِيُّ يَقُولُ كُنَّا نَعْبُدُ الْحَجَرَ فَيَاذَا وَجَدْنَا حَجَرًا هُوَ اَخْيَرُ مِنْهُ اَلْقَيْنَاهُ وَآخَذْنَا الْاُخْرَ فَيَاذَا لَمْ نَجِدْ حَجَرًا جَمَعْنَا جُثُوَّةَ

مِنْ شَرَابٍ شَرَجْنَاهُ بِالشَّاةِ فَحَلَبْنَاهُ عَلَيْهِ ثُمَّ طَفْنَاهُ فَلِذَا دَخَلَ  
شَهْرُ رَجَبٍ قُلْنَا مَنْصِلُ الْأَسِنَّةِ فَلَا نَدْعُ رُحْمًا فِيهِ حَدِيدَةٌ  
وَلَا سَهْمًا فِيهِ حَدِيدَةٌ إِلَّا نَزَعْنَاهُ وَالْقَيْنَاهُ شَهْرَ رَجَبٍ وَسَمِعْتُ  
أَبَا رَجَاءٍ يَقُولُ كُنْتُ يَوْمَ بُعْثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُلَامًا أَرْغَى  
الْإِبِلَ عَلَى أَهْلِي فَلَمَّا سَمِعْنَا بِخُرُوجِهِ قَدَرْنَا إِلَى النَّارِ إِلَى  
مُسَيْلَمَةَ الْكَذَّابِ -

ترجمہ۔ حضرت ابو رجاء عطار دی فرماتے ہیں کہ ہم پھروں کی پوجا کرتے تھے۔ پس جب ہم  
کوئی اچھا پتھر پالیتے۔ تو اس کو پھینک دیتے اور دوسرا لے لیتے۔ جب ہمیں کوئی پتھر نہ ملتا۔ تو  
ہم مٹی کا ایک ڈھیر بنا لیتے۔ پھر ایک بکری لاکر اس پر دودھ دوہ لیتے پھر اس کا طواف کرتے  
پس جب رجب کا مہینہ داخل ہوتا۔ تو ہم کہتے کہ یہ نیزوں کی دھاریں نکال لینے کا زمانہ ہے۔  
پس ہم کسی نیزے کو نہیں چھوڑتے تھے۔ جس میں دھاہ ہوتی یا کوئی تیر جس میں دھاہ ہوتی۔ مگر ہم  
اسے کھینچ لیتے اور پھر رجب کا مہینہ میں۔ اسے پھینک دیتے۔ اور اسی سند کے ساتھ ابو رجاء  
کہتے ہیں کہ جس دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی۔ میں ایک نوجوان لڑکا تھا۔  
جو گھروالوں کے اونٹ چرایا کرتا تھا۔ پس جب ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلبہ قوم  
اور فتح مکہ کی خبر پہنچی تو ہم آگ کی طرف بھاگے۔ یعنی مسیلمہ کذاب کو نبی مان لیا۔

تشریح از شیخ مدنی | منصل الاسنة ای نزع فصل الاسنة شان اور

رجح نیزہ فصل اس کی بھال منصل الاسنة یعنی بھالے کو نیزے سے نکالنے والا۔

فَلَا نَدْعُ رُحْمًا اِس کی تفسیر ہے۔

## بَابُ قِصَّةِ الْأَسْوَدِ الْعَنَسِيِّ

ترجمہ۔ اسود عنسی کا قصہ

حدیث نمبر ۳۹۳۴ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجَرْمِيُّ عَنْ ابْنِ عَبِيدَةَ  
بْنِ نَشِيطٍ وَكَانَ فِي مَوْضِعٍ آخَرَ اسْمُهُ عَبْدُ اللَّهِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ



بْنِ عُبَيْتَةَ قَالَ بَلَّغْنَا أَنَّ مُسَيْلِمَةَ الْكَذَّابَ قَدِمَ الْمَدِينَةَ فَانْزَلَ فِي  
 دَارِ بِنْتِ الْحَارِثِ وَكَانَتْ تَحْتَهُ ابْنَةُ الْحَارِثِ بْنِ كَرِيزٍ وَهِيَ أُمُّ  
 عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَامِرٍ فَأَتَاهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ ثَابِتُ  
 بْنُ قَيْسٍ بْنُ شَمَّاسٍ وَهُوَ الَّذِي يَقَالُ لَهُ خَطِيبُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
 وَسَلَّمَ وَفِي يَدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضِيبٌ فَوَقَفَ عَلَيْهِ  
 فَكَلَّمَهُ فَقَالَ لَهُ مُسَيْلِمَةُ إِنَّ شَيْئًا فَكَلَّمْتُ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْأَمْرِ ثُمَّ جَعَلَتْهُ  
 لَنَا بَعْدَكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ سَأَلْتَنِي هَذَا الْقَضِيبَ  
 مَا أَعْطَيْتُكَ وَلَا نِيَّ لِأَرَاكَ الَّذِي أُرِيتُ فِيهِ مَا أُرِيتُ وَهَذَا ثَابِتُ بْنُ  
 قَيْسٍ وَسَيُجِيبُكَ عَنِّي فَأَنْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ  
 عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ سَأَلْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ عَنْ رُؤْيَا رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى  
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِي ذَكَرَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ذَكَرَ لِي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى  
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَنَا أَنَا نَابِئُهُ أُرِيتُ أَنَّهُ وَضَعَ فِي يَدَيَّ سِوَارَانِ  
 مِنْ ذَهَبٍ فَفَطَعْتُهُمَا وَكَرِهْتُهُمَا فَأَذِنَ لِي فَنَفَخْتُهُمَا فَاظْطَارَا فَأَوْثَقْتُهُمَا  
 كَذَّابَيْنِ يَخْرُجَانِ فَقَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ أَحَدُهُمَا الْعَنَسِيُّ الَّذِي قَتَلَهُ  
 قَيْرُوزُ بَالِيَمِينَ وَالْآخَرُ مُسَيْلِمَةُ الْكَذَّابُ -

ترجمہ - ابن عبیدہ بن نشیط جن کا دوسری جگہ عبد اللہ نام ہے کہ عبید اللہ بن عبد اللہ بن  
 عقبہ فرماتے ہیں کہ ہمیں اطلاع پہنچی کہ مسیلمہ کذاب مدینہ آیا ہوا ہے - اور وہ دار بنت الحارث  
 میں مقیم ہے - در آنجا لیکہ حارث بن کرین کی بیٹی اس کے نکاح میں تھی جو عبد اللہ بن عامر کی  
 ماں تھی - تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لاتے - جب کہ آپ کے  
 ہمراہ ثابت بن قیس بن شماس تھا - جس کو خطیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا جاتا تھا اور  
 جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں کھجور کی چھڑی تھی - پس آپ اس کے پاس آکر  
 کھڑے - اور اس سے ہم کلام ہوئے - مسیلمہ علیہ ما علیہ نے آپ سے کہا کہ اگر آپ چاہیں  
 تو اپنے بعد خلافت اور حکومت ہمارے حوالے کر دیں - آپ کی زندگی میں وہ حکومت آپ کے

پاس رہے گی۔ جس پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اگر تو کھجور کی یہ چھڑی مانگنا چلے تو یہ بھی میں تجھے نہیں دوں گا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ تو وہی شخص ہے جو مجھے خواب میں دکھایا گیا ہے۔ یہ ثابت بن قیس ہیں۔ اب میری طرف سے یہی تمہیں جواب دیں گے۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم واپس چلے آئے۔ عبید اللہ بن عبد اللہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کردہ خواب کے متعلق پوچھا تو ابن عباسؓ نے مجھ سے ذکر کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دریں اثنا کہ میں سویا ہوا تھا کہ مجھے دکھایا گیا کہ میرے دونوں ہاتھوں میں دو لنگن سونے کے رکھ دیئے گئے ہیں۔ جن سے میں گھبرا گیا۔ اور ان کو ناپسند کیا۔ مجھے حکم ہوا۔ تو میں نے انہیں پھونک ماری تو وہ دونوں اڑ گئے۔ جن کی تعبیر میں نے بھوٹے مدعیان نبوت سے دی جن کا میرے بعد غلبہ ہوگا۔ عبید اللہ فرماتے ہیں کہ ایک تو ان میں سے اسود غنسی ہے جس کو فیروز دیلمی نے یمن میں قتل کر دیا۔ اور دوسرا میلہ کذاب ہے جو یمامہ میں قتل ہوا۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | مقصد یہ ہے کہ اس روایت کے اندر لفظ ابن کے ساتھ مبہم چھوڑ دیا گیا ہے۔ دوسری سند سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عبد اللہ ہے جو ثقہ ہے۔ اس کا بھائی موسیٰ مراد نہیں ہے۔ کیونکہ موسیٰ بہت ضعیف ہیں۔ اور عبد اللہ موسیٰ سے اسی سال بڑا ہے۔ قالہ شیخ ذکر کیا۔

## بَابُ قِصَّةِ أَهْلِ نَجْرَانَ

ترجمہ۔ باب نجران کے نصاریٰ کا قصہ۔

حدیث نمبر ۳۹۳۵ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْحُسَيْنِ عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ جَاءَ الْعَاقِبُ وَالسَّيِّدُ صَاحِبَا نَجْرَانَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيدَانِ أَنْ يَسْلَمَاهُ قَالَ فَقَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ لَا تَفْعَلْ فَوَاللَّهِ لَيْسَ كَانَ نَبِيًّا فَلَا عَمَلًا لَا تُفْلِحُ نَحْنُ وَلَا عَقِبُنَا هُنَّ بَعْدَنَا قَالَا إِنَّا نَعْطِيكَ مَا سَأَلْتُنَا وَابْعَثْ مَعَنَا رَجُلًا أَمِينًا وَلَا تَبْعَثْ

مَعَنَا إِلَّا آمِنًا فَقَالَ لَا بَعَثْنَا مَعَكُمْ رَجُلًا آمِنًا حَتَّى آمِنُنَا فَاسْتَشْرَفَ  
لَهُ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ قُمْ يَا أَبَا عُبَيْدَةَ  
بَنَ الْجَرَّاحِ فَلَمَّا قَامَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا  
آمِنٌ هَذِهِ الْأَمَّةُ -

ترجمہ۔ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ عاقب اور سید جو بخران کے سردار تھے۔ جناب  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کا ارادہ تھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ  
علیہ وسلم سے مباہلہ کریں۔ تو ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا کہ مباہلہ نہ کرو۔ کیونکہ  
اگر آپ سچ مچ نبی ہوتے۔ اور ہم نے ان سے مباہلہ کر لیا۔ تو پھر نہ تو ہم کو فلاح نصیب ہوگی اور  
نہ ہی ہماری نسل ہمارے بعد کامیاب ہوگی۔ تو انہوں نے اگر آپ سے کہا کہ جو کچھ بدل صلح آپ  
ہم سے چاہتے ہیں۔ وہ ہم آپ کو دیں گے۔ جس کے قبض کرنے کے لئے آپ ہمارے ہمراہ ایک  
امانتدار آدمی بھیجیں۔ ہمارے ساتھ امین کے بغیر اور کوئی نہ بھیجیں۔ جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا۔ کہ میں تمہارے ساتھ ایسا امانتدار بھیجوں گا۔ جو کہ حق امانت پوری دیا ننداری سے ادا  
کرے گا۔ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا انتظار کرتے رہے۔ کہ کون خوش قسمت  
ایسا ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابو عبیدہؓ بن الجراح تم اٹھو۔ جب  
وہ کھڑے ہو گئے۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ یہ ہماری امت کا امین ہے۔

حدیث نمبر ۳۹۳۶ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الْإِسْطَنْبُولِيُّ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ  
جَاءَ أَهْلُ نَجْرَانَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا بَعَثْ لَنَا  
رَجُلًا آمِنًا فَقَالَ لَا بَعَثْنَا إِلَيْكُمْ رَجُلًا آمِنًا حَتَّى آمِنُنَا فَاسْتَشْرَفَ  
لَهُ النَّاسُ فَبَعَثَ أَبَا عُبَيْدَةَ بَنَ الْجَرَّاحِ -

ترجمہ۔ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ اہل بخران حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت  
میں حاضر ہوئے کہنے لگے۔ کہ ہمارے مال کو قبض کرنے کے لئے ایک امین آدمی روانہ فرمائیے۔  
آپ نے فرمایا۔ میں تمہاری طرف ایسا امین بھیجوں گا جو پوری طرح امانت دار ہوگا۔ تو اس  
کے لئے لوگ انتظار کرتے رہے۔ تو آپ نے حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح کو بھیجا۔

حدیث نمبر ۳۹۳۲ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَمِينٌ وَآمِنُ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ بْنُ الْجُرَّاحِ.

ترجمہ۔ حضرت انس بن جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے۔ اس امت کا امین حضرت ابو عبیدہ بن الجراح ہے۔  
**تشریح از شیخ مدنی** | سحران مکہ معظمہ سے سات مراحل پر واقع ہے۔ یہاں کے لوگ نصرانی ہو گئے تھے۔ جو نصاریٰ حبشہ کے تحت تھے۔ اب رہہ اہل حبشہ کی طرف سے ان پر عامل مقرر تھا۔ جس کی وجہ سے نصرانیت کی اشاعت ہو گئی تھی۔

**تشریح از قاسمی** | عاقب کا نام عبد المسیح تھا۔ اور سید کا نام ایہم تھا۔ جو اکابر نصاریٰ سحران میں سے تھے۔ جو مسلمان تو نہ ہوئے۔ لیکن ایک ہزار حملہ رجب میں ایک ہزار صفر میں اور ہر حملہ کے ساتھ ایک اوقیہ پر صلح ہو گئی۔

## بَابُ قِصَّةِ عَمَّانَ وَالْبَحْرَيْنِ

ترجمہ۔ عمان اور بحرین کا قصہ۔

حدیث نمبر ۳۹۳۸ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ السَّعَمِيُّ عَنْ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ قَدْ جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ لَأَعْطَيْتُكَ هَكَذَا وَهَكَذَا أَثْلَاثًا فَلَمْ يَقْدِرْ مَالُ الْبَحْرَيْنِ حَتَّى قُبِضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ عَلَى ابْنِ بَكْرٍ أَمْرٌ مُنَادٍ يَأْفَنَادِي مَنْ كَانَ لَهُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِينَ أَوْ عِدَّةٌ فَلْيَأْتِنِي قَالَ جَابِرٌ فَجِئْتُ أَبَا بَكْرٍ فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ قَدْ جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ لَأَعْطَيْتُكَ هَكَذَا وَهَكَذَا أَثْلَاثًا قَالَ فَأَعْطَانِي قَالَ جَابِرٌ فَلَقِيتُ أَبَا بَكْرٍ بَعْدَ ذَلِكَ فَسَأَلْتُهُ فَلَمْ يُعْطِنِي ثُمَّ أَتَيْتُهُ فَلَمْ يُعْطِنِي ثُمَّ أَتَيْتُهُ الثَّلَاثَةَ فَلَمْ

يُعْطِيَنِي فَقُلْتُ لَهُ قَدْ آتَيْتُكَ فَلَمْ تُعْطِنِي ثُمَّ آتَيْتُكَ فَلَمْ تُعْطِنِي ثُمَّ  
 آتَيْتُكَ فَلَمْ تُعْطِنِي فَمَا آتَانُ تُعْطِينِي وَلَا مَا لِي أَنْ تَبْخُلَ عَنِّي فَقَالَ  
 أَقُلْتُ تَبْخُلُ عَنِّي وَأَمَّا دَأْدَاءُ وَمِنْ الْبُخْلِ قَالَهَا ثَلَاثًا مَا مَنَعَتْكَ  
 مِنْ مَرَّةٍ إِلَّا وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أُعْطِيَكَ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ  
 يَقُولُ جَنَّتُهُ فَقَالَ لِي أَبُو بَكْرٍ عَدَّهَا فَعَدَّ دُثْنًا فَوَجَدْتُهَا خَمْسَ مِائَةٍ  
 فَقَالَ خُذْ هِثْلَهَا مَرَّتَيْنِ -

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے  
 فرمایا کہ اگر بحرین کا مال آگیا تو میں تجھے اس قدر دوں گا اس قدر دوں گا اس قدر دوں گا تین  
 مرتبہ فرمایا۔ بحرین کا مال اس وقت تک نہ آیا کہ یہاں تک کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی وفات ہو گئی۔ پس جب وہ مال حضرت ابو بکرؓ کے پاس آیا تو انہوں نے منادی کا حکم دیا کہ  
 وہ اعلان کرے جس شخص کا کوئی قرض جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہو یا آپ  
 نے کسی سے کوئی وعدہ کیا ہو تو وہ میرے پاس آئے۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت  
 ابو بکرؓ صدیقؓ کے ہاں حاضر ہوا اور میں نے انہیں خبر دی کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ اگر بحرین کا مال آگیا تو تین مرتبہ فرمایا کہ اتنا مال تجھے دوں گا۔ بہر حال مجھے  
 انہوں نے مال دے تو دیا۔ لیکن اس کی صورت یہ ہوئی کہ میں اس اعلان کے بعد حضرت ابو بکرؓ  
 سے ملا۔ میں نے ان سے مانگا۔ پس انہوں نے مجھے نہ دیا۔ پھر دوسری مرتبہ مانگا تو مجھے نہ دیا۔ تیسری  
 دفعہ مانگا تو مجھے نہ دیا۔ تو میں نے ان سے کہا کہ ایک مرتبہ میں آپ کے پاس آیا۔ آپ نے مجھے نہیں دیا۔  
 دوسری مرتبہ آیا تو آپ نے نہیں دیا۔ تیسری مرتبہ آیا تو بھی آپ نے نہیں دیا۔ پس اگر دینا ہے تو  
 دے دو۔ یا میرے سے بخل کرنا ہے تو یہ بھی بتا دو۔ انہوں نے فرمایا کیا تم یہی کہتے ہو کہ میں تم سے  
 بخل کر رہا ہوں۔ بخل سے بڑی بیماری اور کون ہو سکتی ہے۔ یہ کلمہ انہوں نے تین مرتبہ فرمایا۔  
 کہنے لگے کہ میں نے ایک مرتبہ بھی تم سے روکنے کا ارادہ نہیں کیا۔ مگر میں چاہتا تھا کہ ذرا کھڑے  
 کہ تجھے دوں گا۔ عمر واپنی سند سے ذکر کرتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے تھے کہ  
 میں ابو بکرؓ کی خدمت میں آیا تو انہوں نے فرمایا کہ ان کو شمار کر دو میں نے شمار کیا۔ تو وہ پانچ سو بیس

تھے۔ فرمایا۔ اس طرح دو مرتبہ اور لے لو۔

## بَابُ قُدُومِ الْأَشْعَرِيِّينَ

وَأَهْلُ الْيَمَنِ وَقَالَ أَبُو مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
هُمْ قَبِيلِي وَأَنَا مِنْهُمْ

ترجمہ۔ قبیلہ اشعر اور یمن والوں کا آنا اور ابو موسیٰ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ یہ اہل یمن میرے میں سے ہیں۔ اور میں ان میں سے ہوں۔

حدیث نمبر ۳۹۳۸ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ  
قَدِمْتُ أَنَا وَآخِي مِنَ الْيَمَنِ فَمَكَّنَّا حِينَئِذٍ ابْنَ مَسْعُودٍ وَأُمَّهُ  
الْأَمْرُ أَهْلَ الْبَيْتِ مِنْ كَثَرَةِ دُخُولِهِمْ وَلَزُومِهِمْ لَهُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰ فرماتے ہیں کہ میں اور میرا بھائی یمن سے مدینہ آئے اور کچھ عرصہ ہم ٹھہرے رہے۔ ہم یہی سمجھتے رہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور ان کی والدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں میں سے ہیں۔ کیونکہ ان کا آنا جانا بہت تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چمٹے رہتے تھے۔

حدیث نمبر ۳۹۳۹ حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ عَنْ زُهْدِمٍ قَالَ لَمَّا قَدِمَ  
أَبُو مُوسَى أَكْرَمَ هَذَا الْحَيَّ مِنْ جَرْمٍ وَإِنَّا لَجُلُوسٌ عِنْدَهُ وَهُوَ يَتَغَدَّى  
دُجَاجًا وَفِي الْقَوْمِ رَجُلٌ جَالِسٌ فَدَعَا إِلَى الْغَدَاةِ فَقَالَ إِنِّي رَأَيْتُهُ  
يَأْكُلُ شَيْئًا فَقَذَرْتُهُ قَالَ هَلُمَّ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ يَأْكُلُهُ فَقَالَ إِنِّي حَلَفْتُ لَا أَكُلُهُ فَقَالَ هَلُمَّ أَخْبِرْكَ عَنْ  
يَمِينِكَ إِنَّا آتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفَرَّقْنَا الْأَشْعَرِيِّينَ  
فَأَسْتَحْمَلْنَاهُ فَا بِي أَنْ يَحْمِلَنَا فَاسْتَحْمَلَنَا هُ فَحَلَفَ أَنْ لَا يَحْمِلَنَا  
ثُمَّ لَمْ يَلْبَثِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَتَى بِمَبْرُكٍ فَأَمَرَنَا  
بِخَفْسِ دَوْدَ فَلَمَّا قَبَضْنَا هَا قُلْنَا تَغْفُلْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يَمِينُهُ لَا تَفْلَحُ بَعْدَهَا أَبَدًا فَاتَيْتُهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّكَ حَلَفْتَ  
أَنْ لَا تَحْمِلَنَا وَقَدْ حَمَلْتَنَا قَالَ أَجَلٌ وَلَكِنْ لَا أَحْلِفُ عَلَى يَمِينٍ قَارَى  
غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا إِلَّا أَتَيْتُ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ مِنْهَا -

ترجمہ: حضرت زہد فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابو موسیٰ کوفہ کے امیر ہو کر آئے تو اس  
قبیلہ حرم نے بڑی عزت افزائی کی۔ ہم لوگ ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور وہ مرغی کا ناشتہ  
کر رہے تھے۔ اور قوم میں ایک اور آدمی بیٹھا تھا جس کو انہوں نے صبح کے کھانے کی طرف دعوت  
دی۔ اس نے کہا کہ میں نے تو مرغی کو حرام گندگی کھاتے دیکھا ہے۔ جس سے مجھے گھن ہو گئی  
ہے۔ انہوں نے فرمایا آؤ کھا لو۔ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مرغی کا گوشت کھاتے  
دیکھا ہے۔ آپ سے زیادہ نظافت پسند اور کون ہو سکتا ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے تو قسم کھالی ہے۔  
کہ میں اس کا گوشت نہیں کھاؤں گا۔ تو حضرت ابو موسیٰ نے فرمایا۔ تمہیں تمہاری قسم کے متعلق بھی  
بتلاتا ہوں۔ ہمارے قبیلہ اشعر کے کچھ لوگ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر  
ہو کر سواری کے اونٹ مانگنے لگے۔ آپ نے ہمیں سواری مہیا کرنے سے انکار کر دیا۔ ہم نے پھر  
سواری کا مطالبہ کیا۔ آپ نے قسم کھالی کہ آپ ہمیں سواری مہیا نہیں کریں گے۔ خدا کا کرنا یہ ہوا  
کہ آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی دیر ٹھہرے ہوں گے کہ آپ کے پاس غنیمت  
کے اونٹ آگئے۔ جن میں سے پانچ اونٹ ہمیں دینے کا حکم فرمایا۔ جب ہم نے ان اونٹوں پر قبضہ  
کر لیا۔ تو ہمیں خیال آیا کہ ہم نے تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی قسم سے غافل  
کر دیا ہے۔ اس کے بعد تو ہم کبھی کامیاب نہیں ہوں گے۔ تو میں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر  
عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ نے تو قسم کھالی تھی کہ میں تمہیں سواری مہیا نہیں کروں گا۔ اب آپ  
نے ہمیں سواری عطا کر دی۔ آپ نے فرمایا۔ اے ایسا ہی ہے۔ لیکن جب میں کسی بات پر قسم کھالیتا  
ہوں۔ اور اس کے علاوہ کو اچھا سمجھتا ہوں تو پھر وہی کرتا ہوں جو اچھا اور بہتر ہوتا ہے۔

تشریح از شیخ مدنی اشعرین کا رہنما والا ایک قبیلہ ہے۔ تو اہل الیمین ذکر العالم

بعد الخاص ہوگا۔

ہم منی دانا منہم میں من تبعیضیہ نہیں ہے۔ بلکہ اتصال اور قرب کے لئے ہے۔

جیسے کہ حضرت علیؓ کے بارے میں آپؐ نے فرمایا۔ کہ علیؓ مٹے دانا ہنہ جس سے روافض ان کی کٹی فضیلت ثابت کرتے ہیں۔ اور اس کی وجہ سے انہیں خلافت کا حق دار قرار دیتے ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ کلمہ آپؐ نے اور کسی کے حق میں نہیں فرمایا۔ خصوصاً خلفاء راشدین کے بارے میں تو نہیں فرمایا۔ لیکن اگر اتصال کی بجائے بعصیت مراد لی جائے۔ پھر تو حضرت فاطمہؓ سے آپؐ علی المرتضیٰؑ کا نکاح صحیح نہیں رہے گا۔ اور اس جگہ آپؐ اشعریوں کے لئے اتصال ثابت فرما رہے ہیں۔ تو ان کلمات سے فضیلت کٹی اور استحقاتِ خلافت ثابت کرنا صحیح نہیں ہوگا۔ حضرت ابو موسیٰؓ کے دو بھائی تھے۔ ایک کا نام ابو رہم اور دوسرے کا ابو بردہ تھا۔

اگر مہذا الحی من جرم چونکہ قبیلہ جرم بھی یمن کا رہنے والا تھا۔ اور حضرت ابو موسیٰؓ حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت میں کوفہ کے امیر بنا کر بھیجے گئے تھے۔ تو اس قرابت کی وجہ سے انہوں نے قبیلہ جرم کی تعظیم و تکریم کی۔

استعملناہ غزوہ تبوک میں شمولیت کے لئے اشعریین کے پاس سواریاں نہیں تھیں جس پر انہوں نے آپؐ سے جا کر سواری مانگی۔ آپؐ کسی اور وجہ سے ناراض تھے۔ آپؐ نے سواری دینے سے انکار کر دیا۔ بلکہ قسم کھالی۔ پھر قسم کے خلاف ان کو سواریاں دے دیں۔ کیونکہ قسموں کو برادر تقویٰ چھوڑنے کا بہانہ نہ بنانا چاہیے۔ لا تجعلوا اللہ عرضۃ لایمالکم ان تاتروا و تفتقوا۔ تشریح از شیخ گنگوہیؒ | اگر مہذا الحی من جرم ص ۶۲۹ اس سے مراد قبیلہ زہدم ہے جن کے پاس حضرت ابو موسیٰؓ اشعریؓ جا کر مقیم ہوتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | اگر مانیؓ نے کہا کہ زہدم اہل یمن میں سے نہیں ہے۔ لیکن شیخ گنگوہیؒ کی توجیہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ زہدم بھی جرمی قبیلہ میں سے ہے۔ جیسا کہ عنقریب کتاب الایمان والندو میں آ رہا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | اتی بنصب اہل منہ ۶۳ بعض روایات میں ہے۔ کہ آپؐ نے ان اونٹوں کو خرید کر لیا تھا۔ تو جمع کی صورت یہ ہوگی۔ کہ ممکن ہے کہ اس شخص سے خرید کیا ہو۔ جس کے حصہ میں یہ مال غنیمت آیا تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | چنانچہ غزوہ تبوک میں آ رہا ہے کہ آپؐ نے چھ اونٹ



حضرت سعدؓ سے خرید فرمائے۔ اور دو دو کر کے ان کو دیتے۔ البتہ اونٹوں کی تعداد کے بارے میں روایات مختلف ہیں۔ کسی میں تین کسی میں پانچ اور کسی میں چھ ہے۔ توجہ کی صورت یہ ہوگی کہ تین تو جوڑی تھی۔ پانچ کل تھے۔ چھتا بتعداد دے دیا۔ یا اسے تعدد واقعات پر محمول کیا جائے کہ ایک مرتبہ تو ان کے قدم کے وقت دیتے۔ اور دوسری مرتبہ غزوہ تبوک میں عطا فرمائے۔ پہلے واقعہ میں پانچ اونٹ اور دوسرے میں چھ اونٹ تھے۔

حدیث نمبر ۳۹۴۰ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عُمَرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ قَالَ جَاءَتْ بَنُو تَمِيمٍ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ابْشُرُوا يَا بَنِي تَمِيمٍ قَالُوا أَمْأًا إِذَا ابْشَرْنَا فَأَعْطَيْنَا فَنَحْنُ خَيْرُ وَجْهِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ نَاسٌ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْبِلُوا الْبُشْرَى إِذْ لَمْ يُقْبَلْهَا بَنُو تَمِيمٍ قَالُوا قَدْ قَبِلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ۔

ترجمہ۔ حضرت عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں کہ بنو تميم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اے بنو تميم! خوشخبری حاصل کرو۔ انہوں نے کہا۔ کیا آپؐ نے کئی مرتبہ ہمیں بشارتیں نہیں سنائیں۔ اب کچھ ہمیں دیں بھی سہی۔ جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک غصہ سے متغیر ہو گیا۔ کہ یہ لوگ تو آخرت غافل ہیں صرف طالب دنیا ہیں۔ پھر کچھ لوگ یمن سے آگئے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم بشارت قبول کر لو۔ بنو تميم نے تو قبول نہیں کی۔ انہوں نے کہا۔ یا رسول اللہ! ہم نے قبول کر لی ہے۔

حدیث نمبر ۳۹۴۱ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْأَعْمَدِيُّ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْإِيْمَانُ هُمْنًا وَأَشَارٌ بِيدِهِ إِلَى الْيَمَنِ وَالْجَفَاءُ وَغَلِظَ الْقُلُوبِ فِي الْفَدَا إِذْ نَابَ الْإِبِلُ مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنَا الشَّيْطَانِ رِبْعَةً وَمُضَرَّ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو مسعودؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

کہ ایمان اس جگہ ہے اور ہاتھ سے یمن کی طرف اشارہ فرمایا۔ اور دور دور رہنا اور دلوں کا سخت ہونا یہ اونٹوں کی دُموں کی جڑوں کے پاس آواز دینے والوں کے اندر ہے جہاں سے شیطان کے دو کنارے نکلتے ہیں۔ یعنی وہ ربیعہ اور مضر ہیں۔

**تشریح از شیخ مدنی** | الایمان لہمنا اگر اشکال ہو کہ ایمان تو مہاجرین سے شروع ہوا۔ اور بعد میں انصار میں آیا۔ تو آپ اہل یمن کے لئے کیسے فرما رہے ہیں۔ تو بعض حضرات نے جواب دیا۔ کہ ایمان ایمان باعتبار نسب کے ہے۔ کیونکہ اوس اور خزرج یمن کے رہنے والے تھے۔ نیک لوگ سب اچھوڑ کر مدینہ میں سکونت پذیر ہوئے۔ درحقیقت یہ اہل یمن ہیں۔ تو اوس و خزرج کے اعتبار سے الایمان مہمنا فرمایا گیا۔ اور بعض نے باعتبار مکان کے کہل ہے۔ کہ اس سے اہل مکہ مراد ہیں۔ کیونکہ مکہ تہامہ میں ہے اور تہامہ یمن کا ایک ٹکڑا ہے۔ اور بعض فرماتے ہیں کہ آپ کا یہ ارشاد غزوہ تبوک میں ہوا ہے۔ اور تبوک سے مکہ اور مدینہ جانب جنوب میں ہیں۔ آپ نے جانب جنوب کی طرف اشارہ فرمایا۔ اس میں مکہ و مدینہ اور یمن سب داخل ہو گئے۔ یہ تین تاویلیں مشہور ہیں۔ جن کا مدار اسی پر ہوا۔ مہاجرین اور انصار کا ایمان سب سے افضل ہے۔ لیکن ان تمام تاویلات کو اگلی حدیث اتاکم اهل الیمن ہم ارق افئدة بالکل قطع کرتی ہے۔ کیونکہ مکہ کا خطاب مہاجرین اور انصار میں شامل نہیں۔ بلکہ قطع یمن ان سے الگ ہے۔ تو ممکن ہے کہ اہل یمن میں کوئی ایسی خصوصیت ہو۔ جو اہل حجاز میں نہ ہو۔ بنا بریں آپ نے الایمان ایمان فرمایا ہو۔ اور فضیلت کلیہ مہاجرین اور انصار کو حاصل ہو۔

فدا بہت زور سے چلا کر آواز کرنے والا۔ چونکہ اونٹ کے لئے ایک خاص آواز ہوتی ہے۔ جو بلند آواز سے کہی جاتی ہے۔ آپ نے قلب کی سختی فدا دین کے لئے فرمائی۔ کیونکہ ہر چیز کی صحبت مؤثر ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے آپ نے شیر اور چیتے کی کھال پر بیٹھنے سے منع فرمایا۔ ایسے دیگر درندوں کے گوشت اور کھال میں بھی تاثیر ہے۔ کہ کہیں درندگی نہ آجائے۔ اس لئے درندوں کے گوشت کھانے سے منع کر دیا گیا۔

من حدیث تطلع قرنا الشیطان طلوع شمس جانب شرق سے ہوتا ہے۔ تو قرنا الشیطان سے قبیلہ ربیعہ اور مضر مراد ہوں گے۔ جو کہ جانب شرق میں آباد تھے۔

حدیث نمبر ۳۹۴۲ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَسَّارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ آتَاكُمْ أَهْلُ الْيَمَنِ هُمْ أَرْقَى أَفْئِدَةً وَأَلْيَنُ قُلُوبًا الْإِيمَانُ يَمَانٍ وَالْحِكْمَةُ يَمَانِيَّةٌ وَالْفَخْرُ وَالْخِيَلَاءُ فِي أَصْحَابِ الْإِبِلِ وَالشَّكِينَةُ الْوَقَارُ فِي أَهْلِ الْعِلْمِ وَقَالَ عُنْدُ الرَّبِّ تَرْتِيبٌ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ تمہارے پاس یمن والے آتے ہیں۔ جن کے دل کی جھلی نہایت باریک ہے۔ اور ان کے دل بڑے نرم ہیں۔ ایمان یمن والوں کا اور حکمت بھی یمن والوں کی۔ فخر اور بڑائی اونٹ والوں میں ہوتی ہے۔ اور ہر دباری اور وقار بکری والوں میں ہوتا ہے۔

تشریح از شیخ مدنی | فواد اس جھلی کو کہتے ہیں۔ جو قلب کو گھیرے ہوئے ہو۔ اگر یہ جھلی رقیق اور پتلی ہوگی۔ تو باہر کی نصیحت وغیرہ دل کے اندر اثر کرے گی۔ ورنہ نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ امر حق اہل یمن کے قلوب میں آسانی سے اثر کرتا ہے۔ حکمت دانش مندی یعنی اصابت فی القول والعمل والعقیدہ کو کہتے ہیں۔ کہ بات بھی صحیح ہو اور عمل بھی ٹھیک ہو۔ آپؐ نے جہات کے اعتبار سے روئے زمین کو تقسیم فرمایا۔ اہل مشرق کو سخت دل والے فرمایا۔ اور جنوب والوں کو باریک دل والا۔ اور اہل شام کے لئے بھی سخت دل والا فرمایا ہے۔ اہل مغرب کے لئے کچھ نہیں فرمایا۔ ارض یمن انبیاء کے پیدا ہونے کی جگہ ہے۔ علماء اور صلحا میں سے امام ابو الحسن اشعری اور امام شافعیؒ کی ولادت یمن میں ہوئی ہے۔ اور امام اعظمؒ اگرچہ یہ کوفہ کے رہنے والے ہیں۔ مگر ولادت یمن میں ہوئی۔ اس زمانہ میں فخر و خیلا اہل مشرق میں پایا جاتا تھا۔ آپؐ نے اس زمانہ میں باعتبار قطعات اور معاشات کے یہ تقسیم فرمائی تھی۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ وقار اور سکینہ دوسروں میں نہیں پایا جاتا تو حدیث سے صرف اثبات مقصود ہے۔ دوسروں سے نفی کو نہ حدیث اس سے سکت ہے۔

حدیث نمبر ۳۹۴۳ حَدَّثَنَا اسْمَعِيلُ الْاَعْنُ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْإِيمَانُ يَمَانٍ وَالْفِتْنَةُ هَمَانٌ وَهُمْ يُنَاطِعُونَ قَرْنُ الشَّيْطَانِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان  
یمنیوں کا ہے اور فتنہ و فساد اس جگہ ہوگا جہاں سے شیطان کا کنارہ نکلتا ہے۔

حدیث نمبر ۳۹۴۲ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الْأَعْنَبِيُّ هُرَيْرَةُ عَنِ النَّبِيِّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ آتَاكُمْ أَهْلُ الْيَمَنِ أضعف قلوباً وأرق  
أفئدةً ألفتهم يَمَانٍ وَالْحِكْمَةُ يَمَانِيَّةٌ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ  
نے فرمایا۔ تمہارے پاس اہل یمن آتے ہیں کہ دل بڑے نرم ہیں اور ان کی جھیلیاں بڑی باریک ہیں۔  
جو امر حق کو جلد قبول کرتی ہیں۔ سمجھ اور دانش یمن والوں کی اور درستگی اور دانش مندی بھی  
یمنیوں کی ہے۔

حدیث نمبر ۳۹۴۵ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْنَعْلَمَةُ قَالَ كُنَّا جُلُوسًا  
مَعَ ابْنِ مَسْعُودٍ فَجَاءَ خَبَّابٌ فَقَالَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَيْسَاطِيْعُ هَؤُلَاءِ الشَّبَابُ  
أَنْ يَقْرَأُوا كَمَا تَقْرَأُ قَالَ أَمَّا إِنَّكَ لَوِشْتُ أَمْرَتُ بَعْضَهُمْ يَقْرَأُ  
عَلَيْكَ قَالَ أَجَلُ قَالَ أَقْرَأْ يَا عَلْقَمَةُ فَقَالَ زَيْدُ بْنُ حُدَيْرٍ أَخُو زِيَادِ  
بْنِ حُدَيْرٍ أَمْرُ عَلْقَمَةَ أَنْ يَقْرَأَ وَلَيْسَ بِأَقْرَبِنَا قَالَ أَمَّا إِنَّكَ إِنْ  
شِئْتَ أَخْبَرْتُكَ بِمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قَوْمِكَ  
وَقَوْمِهِ فَقَرَأْتُ خَمْسِينَ آيَةً مِنْ سُورَةِ مَرْيَمَ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ  
كَيْفَ تَرَى قَالَ قَدْ أَحْسَنَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ مَا أَقْرَأُ شَيْئًا إِلَّا وَهُوَ  
يَقْرَأُ هُ شَمَّ النَّفْتَ إِلَى خَبَّابٍ وَعَلَيْهِ خَاتَمٌ مِنْ ذَهَبٍ فَقَالَ أَلَمْ  
يَأْنِ لِهَذَا الْخَاتَمِ أَنْ يُلْفَى قَالَ أَمَّا إِنَّكَ لَنْ تَرَاهُ عَلَى بَعْدِ الْيَوْمِ  
فَالْقَاهُ رَوَاهُ عُذْرَةُ عَنْ هُجَبَةَ۔

ترجمہ۔ حضرت علقمہؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس بیٹھے ہوئے  
تھے کہ حضرت خبابؓ تشریف لے آئے۔ کہنے لگے کہ اے ابو عبد الرحمن! کیا یہ نوجوان آپ کے  
شاگرد اس طرح قرآن مجید پڑھ سکتے ہیں جس طرح آپ پڑھتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا۔ اگر

آپ چاہیں تو ان میں سے کسی کو حکم دیں وہ آپ کو پڑھ کر سنائے گا۔ انہوں نے فرمایا ہاں ایسا کرتا ہوں۔ تو فرمایا اے علقمہ تم پڑھو۔ تو زید بن حدیر جو زیاد بن حدیر کا بھائی ہے۔ اس نے کہا۔ کیا آپ علقمہ کو پڑھنے کا حکم دیتے ہیں۔ وہ تو ہم میں سے زیادہ قرأت کرنے والا نہیں ہے۔ تو ابن مسعودؓ نے فرمایا۔ کہ تم چاہو تو میں تمہیں وہ بات بتلاؤں جو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیری اور اس کی قوم کے بارے میں فرمائی۔ بہر حال حضرت علقمہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے سورہ میرم کی سچا پس آیات کی تلاوت کی۔ تو حضرت عبداللہؓ نے ان سے پوچھا کہ کیا رائے ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ اس نے بہت اچھا پڑھا۔ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا۔ کہ جو کچھ میں پڑھ سکتا ہوں وہی یہ بھی پڑھ سکتے ہیں۔ پھر حضرت جنابؓ کی طرف متوجہ ہوئے۔ جن پر سونے کی انگوٹھی تھی۔ فرمایا کیا ابھی اس انگوٹھی کے پھینکنے کا وقت نہیں آیا۔ انہوں نے فرمایا۔ آج کے دن کے بعد آپ اس کو مجھ سے نہیں دیکھیں گے۔ چنانچہ اسی وقت انہوں نے اسے پھینک دیا۔

**تشریح از شیخ مدنیؒ** حضرت علقمہ قبیلہ نخع کے آدمی ہیں حضرت ابن مسعودؓ سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ نخع کی اس قدر تعریف فرمائی۔ کہ مجھے شوق لاحق ہوا کہ میں قبیلہ نخع سے ہوتا۔ اور زید بن حدیر قبیلہ بنو اسد میں سے تھے۔ جن کی آپؐ نے مذمت فرمائی۔ فرمایا جھینڈ وغیرہا خیر بن بنی اسد عظمان اور اسی فضیلت کی وجہ سے ابن مسعودؓ نے ان کو قرأت کرنے میں ترجیح دی کیونکہ قبیلہ نخع میں کارہنے والا ہے۔ اس طرح باب سے مناسبت ہو گئی۔

**تشریح از شیخ گنگوہیؒ** ہؤلاء الشباب ۶۳ حضرت ابن مسعودؓ کے ان شاگردوں

کی طرف اشارہ ہے جو اس وقت مجلس میں حاضر تھے۔ زید بن حدیر بھی ان میں شامل تھے۔ جن کو رشک کی بنا پر یہ کہنا پڑا۔ ما اقرئ شیئاً الا اس سے مساوات ثابت کرنا ہے۔

**تشریح از شیخ زکریاؒ** مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ ابن مسعودؓ کی غرض یہ تھی کہ اگرچہ

یہ دونوں میرے تلمیذ ہیں۔ لیکن علقمہ کا اصل زید کے اصل سے بہتر ہے کیونکہ علقمہ نخعی ہیں۔ جن کے قبیلہ کے لئے آپؐ نے دعا فرمائی ہے۔ اور تم بنو اسد سے ہو۔ جن کی آپؐ نے مذمت فرمائی ہے۔ ما اقرئ شیئاً الا علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں حضرت علقمہ نخعی کی بڑی منقبت ہے۔

کہ ابن مسعودؓ نے مساوات فی القراءۃ کی شہادت دی۔ چنانچہ حافظ نے تہذیب میں لکھا ہے کہ حضرت علقمہ اپنے استاد ابن مسعودؓ سے مشابہ تھے۔ سمثا وھدیا۔

**تشریح از قاسمی** | سونے کی انگوٹھی کے متعلق یا تو حضرت جنابؓ کو نہی کا علم نہیں۔ یا وہ نہی تفسیر پر محمول کرتے تھے۔ ابن مسعودؓ نے نہی تحریمی کہا تو فوراً اس پر عمل کیا۔

## بَابُ قِصَّةِ دَوْسٍ وَالتُّفَيْلِ بْنِ عَمْرِو الدَّوْسِيِّ

ترجمہ۔ باب دوس قبیلہ اور طفیل بن عمرو دوسی کا بیان۔

حدیث نمبر ۳۹۶۶ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ الْإِسْخَارِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ التُّفَيْلُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ دَوْسًا قَدْ هَلَكَتْ عَصَتْ وَأَبَتْ فَأَذْعُ اللَّهُ عَلَيْهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ أَهْدِ دَوْسًا وَاتَّ

بِهِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ طفیل بن عمرو دوسی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ قبیلہ دوس ہلاک ہو گیا۔ انہوں نے نافرمانی کی اور اسلام لانے سے انکار کر دیا۔ پس آپؐ ان کے بارے میں بد دعا فرماتیں۔ پس آپؐ نے فرمایا۔ اے اللہ دوس قبیلہ کو اسلام کی ہدایت دے اور انہیں ہمارے پاس لے آ۔

حدیث نمبر ۳۹۶۷ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْإِسْخَارِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لَمَّا قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ فِي الطَّرِيقِ۔

يَا لَيْلَةَ مِثْ طَوْلِهَا وَعَنَايَهَا

عَلَى آلِهَا مِنْ دَارَةِ الْكُفْرِ نَجَّتْ

وَأَبَقَ غُلَامٌ لِي فِي الطَّرِيقِ فَلَمَّا قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبَايَعَتْهُ فَبَيْنَا أَنَا عِنْدَهُ إِذْ طَلَعَ الْغُلَامُ فَقَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ هَذَا غُلَامُكَ فَقُلْتُ هُوَ لِي وَجْهٌ اللَّهُ فَاغْتَقَتْهُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں جب میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا۔ تو راستے میں یہ شعر کہتا تھا۔

اے رات! وہ کس قدر لمبی ہے اور کس قدر تکلیف دہی ہے۔ اس کے باوجود اس نے مجھ کو کفر کے علاقہ سے نجات دے دی ہے۔

راستہ میں میرا ایک غلام تھا جو بھاگ گیا۔ پس جب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گیا۔ اور بیعت کر لی۔ تو دریں اثنا کہ میں ابھی آپ کے پاس بیٹھا تھا کہ اچانک میرا غلام نمودار ہوا۔ جس پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابو ہریرہ! یہ تیرا غلام ہے۔ پس آپ نے فرمایا۔ اب یہ اللہ کے لئے ہے۔ پس میں نے اسے آزاد کر دیا۔

**تشریح از شیخ مدنی** | قبیلہ دوس بھی یمن کا رہنے والا ہے۔ اس قبیلہ میں سے سب سے پہلے طفیل بن عمرو دوسی اکرم مسلمان ہوا ہے۔ اور اسلام کی ترویج کے لئے اس نے آپ سے ایک علامت طلب کی۔ آپ کی دعا سے اس کی آنکھوں کے درمیان روشنی پیدا ہو گئی جس پر انہوں نے کہا۔ حضرت! اس کو تو برص پر محمول کیا جائے گا۔ تو آپ کی دعا سے اس کے کوٹے میں روشنی پیدا ہو گئی۔ بعد ازاں انہوں نے اپنے قبیلہ میں جا کر اسلام کی تبلیغ کی۔ ان کے والد مسلمان ہوئے۔ حضرت ابو ہریرہؓ اور دو تین اور آدمی مسلمان ہو گئے۔ باقی افراد قبیلہ نے اسلام قبول نہ کیا۔ جس کی انہوں نے بارگاہ نبوت میں شکایت کر کے ان کے حق میں بددعا کی درخواست کی۔ لیکن آپ نے بجائے بددعا کے ان کے حق میں دعا کی۔ اللھم اھمہ دوساً کہ اے اللہ! دوس قبیلہ کو ہدایت نصیب فرما۔ چنانچہ اس کی بددلت سارا قبیلہ مسلمان ہو گیا۔ اور یہ کثیر پلائی گھرانے مسلمان کر کے خیر میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک مدینہ میں رہے۔ بعد ازاں یامہ میں شہید ہوئے۔ اللھم ارحمہ علیہ۔

## بَابُ قِصَّةِ وَفْدِ طَيْئٍ وَحَدِيثِ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ۔

ترجمہ۔ باب بنی طے کے ایچیوں اور عدی بن حاتم کا قصہ۔

حدیث نمبر ۳۹۴۰ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ أَتَيْنَا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَفَدِي جَعَلُ يَدُ عُوَارٍ جَلَّادٍ رَجُلًا وَيُسَيْمُهُمْ فَقُلْتُ

أَمَّا تَعْرِفُنِي يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ قَالَ بَلَى اسَلَمْتُ إِذْ كَفَرُوا وَأَقْبَلْتُ  
إِذْ آدَبُوا وَوَقَيْتُ إِذْ غَدَرُوا وَعَدْتُ إِذْ أَنْكَرُوا فَقَالَ عَدِيٌّ فَلَا  
أَبَا لِي إِذَا -

ترجمہ: حضرت عدی بن حاتمؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک وفد کی شکل میں حضرت عمرؓ کی خدمت  
میں حاضر ہوئے۔ آپ ایک ایک آدمی کا نام لے کر پکارتے تھے۔ بس میں نے کہا۔ اے امیر المؤمنین  
کیا آپ مجھے نہیں پہچانتے۔ آپ نے فرمایا۔ کیوں نہیں تم اسلام لاتے جب کہ تیرے قبیلہ کے  
لوگوں نے کفر اختیار کیا۔ جب انہوں نے پیٹھ پھیری تو ٹوسا منے آیا۔ جب انہوں نے غدار کی  
تو تو نے اسلامی عہد کو نبھایا۔ اور جب انہوں نے اسے ادا پر سمجھا تو تو نے اسلام کو پہچانا جس پر  
حضرت عدیؓ نے فرمایا۔ اب مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔

**تشریح از شیخ مدنی** قبیلہ طیبی بھی یمن کے قبائل میں سے ہے۔ حاتم طائی مشہور سخی اسی  
قبیلہ کا فرد تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے پہلے فوت ہو چکا تھا۔ عدی بن حاتم  
نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی خبر سنی۔ تو یہ روم کی طرف بھاگ گیا۔ اور نصرا نیت  
کو اختیار کر لیا۔ کچھ عرصہ بعد حقانیت اسلام کی تفتیش کے لئے آئے۔ لیکن قبل ازیں ان کی بہن  
قیدی ہو کر آپ کے پاس پہنچ چکی تھی۔ اسارت سے نجات کے لئے ان سے کہا گیا کہ تم فصیح بلیغ  
ہو۔ اس طرح کلام کرو۔ جس کی وجہ سے تم پر شفقت کی جائے۔ چنانچہ اس نے فی البدیہہ کہا۔

هَلْكَ الْوَالِدُ - غَاب الْوَالِدُ فَاتَّخَذْتُ عَلِيَّ بْنَ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ - کہ میرا باپ ہلاک ہو گیا۔ وفد کے لوگ  
غائب ہو گئے۔ اب آپ مجھ پر احسان فرمائیں۔ اللہ کی طرف سے آپ پر رحمت ہو گی۔ جس پر آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چھوڑ دیا۔ جب وہ گھر پہنچی تو عدی بن حاتمؓ بھی پھرتا پھرتا گھر واپس  
آیا۔ تو ان کی بہن نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حمیدہ سے آگاہ کیا۔ تو یہ مدینہ آ  
کر مسلمان ہوئے ہیں۔ اور ترمذی میں ہے کہ جب عدی بن حاتم مدینہ میں آیا ہے تو لوگوں نے کہا  
کہ یہ عدی بن حاتم ہے۔ کیونکہ آپ نے اس سے قبل فرمایا تھا کہ مجھے اللہ سے امید ہے کہ وہ  
اس کا ہاتھ میرے ہاتھ میں کر دے گا۔

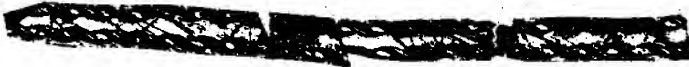
**تشریح از شیخ گنگوہی** فلا ابالی ص ۶۲ یعنی جب آپ میرے حال سے واقف ہیں۔



تو اب مجھے پرواہ نہیں ہے۔ کہ آپؐ نے میرے احوال کی تفتیش میں مجھے پیچھے کیوں رکھا اور مجھ سے

پہلے سوال کیوں نہ کیا۔  
**تشریح از شیخ زکریا** | اساحت اذکفرہ الخ سے اس طرف اشارہ ہے۔ کہ جناب  
 نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ان کا قبیلہ مرتد ہو گیا۔ اور انہوں نے صدقات وغیرہ  
 روک لئے۔ لیکن حضرت عدی بن حاتمؓ نے اسلامی عہد کو پورا کیا۔ اور صدقات بھی باقاعدگی سے  
 پہنچائے۔ اور جو جو لوگ ان کی اطاعت میں تھے۔ ان کو مرتد ہونے سے روکا۔ اہل علم کے نزدیک یہی  
 مشہور ہے۔ لا ابالی۔ کہ جب آپؐ میری شان سے واقف ہیں۔ تو اب مجھے کوئی فکر نہیں ہے۔ کہ  
 آپؐ نے دوسروں کو مجھ پر مقدم کیوں کیا۔ چنانچہ امام احمدؒ کی روایت میں ہے کہ جب میں اپنی قوم  
 کے ہمراہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے مجھ سے منہ پھیر لیا۔ تو میں نے سامنے آکر  
 عرض کی۔ جس پر آپؐ نے یہ ارشاد فرمایا۔ اور عینی میں ہے۔ کہ جب آپؐ کو میرا یہ مرتبہ معلوم ہے۔  
 تو میری سعادت کے لئے یہی کافی ہے۔ طہی کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے۔ کہ یہ پہلا شخص ہے۔  
 جس نے کنوئیں کی من بنوائی اور اسی طرح اور منازل پر بھی من بنوائی۔ اس کا نام چلہمہ تھا۔

اس پر ستر تھواں پارہ ختم ہوا۔ الحمد للہ علی ذلک۔  
 بارہ جمادی الاول ۱۱۱۱ھ بوقت دس بجے قبل از دوپہر  
 حجۃ الوداع سے اٹھا رداں پارہ شروع ہو رہا ہے۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# انہار سوال پاره

## بَابُ حَجَّةِ الْوَدَاعِ

ترجمہ۔ باب حجۃ الوداع کے بیان میں۔

حدیث نمبر ۳۹۸۹ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَأَهْلَلْنَا بِعُمْرَةٍ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيُهْلِلْ بِالْحَجِّ مَعَ الْعُمْرَةِ ثُمَّ لَا يَحِلَّ حَتَّى يَحِلَّ مِنْهُمَا جَمِيعًا فَقَدِمْتُ مَعَهُ مَكَّةَ وَأَنَا حَائِضٌ وَلَمْ أَطْفِ بِالْبَيْتِ وَلَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَشَكَوْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ انْقِضِي رَأْسَكَ وَامْتَشِطِي وَأَهْلِي بِالْحَجِّ وَدَعِي الْعُمْرَةَ ففعلتُ فَلَمَّا قَضَيْنَا الْحَجَّ أَرْسَلَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ إِلَى التَّنْعِيمِ فَلَعَنَ نِسَاءَ مَنْ قَالَ هَذِهِ مَكَانُ عُمْرَتِكَ قَالَتْ فَطَافَ الَّذِينَ أَهَلُّوا بِالْعُمْرَةِ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ حَلُّوا طَوَافًا وَطَوَافًا أُخْرَى بَعْدَ أَنْ رَجَعُوا مِنْ الْمِنًى وَأَمَّا الَّذِينَ جَمَعُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَإِنَّمَا طَوَافًا وَاحِدًا۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب ہم حجۃ الوداع کے موقع پر آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ روانہ ہوئے تو ہم نے عمرہ کا احرام باندھا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے ساتھ قربانی کا جانور ہو۔ پس وہ حج اور عمرہ کا احرام باندھے۔ پھر وہ اس دقیق احرام

نہ کھولے۔ جب تک اکٹھا دونوں سے فارغ نہ ہو جائے۔ پس بی بی فرماتی ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مکہ میں پہنچی تو میں حائضہ تھی۔ نہ میں نے بیت اللہ کا طواف کیا۔ اور نہ ہی صفا و مروہ پہاڑیوں کے درمیان دوڑ لگائی۔ جس کا میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکوہ کیا۔ پس آپ نے فرمایا۔ سر کے مینڈھیوں کے بال کھول دو۔ کنگھا کرو۔ اور حج احرام باندھ لو اور افعال عمرہ کو چھوڑ دو۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ پس جب ہم لوگ افعال حج سے فارغ ہو گئے۔ تو آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے میرے بھائی عبدالرحمن بن ابی بکر کے ہمراہ تنعیم کے میقات کی طرف بھیجا۔ جس سے میں نے عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ ادا کیا۔ جس پر آپ نے فرمایا۔ پس یہ عمرہ تیرے اس عمرہ کی جگہ ہو گیا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جن لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا۔ انہوں نے تو بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا و مروہ پہاڑی کے درمیان سعی بھی کی۔ پھر وہ حلال ہو گئے۔ اور بعد ازاں انہوں نے دوسرا طواف منیٰ سے واپسی کے بعد کیا۔ لیکن جن لوگوں نے حج اور عمرہ کو جمع کیا تھا۔ انہوں نے صرف ایک طواف کیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | مناسب یہ تھا کہ حجۃ الوداع کا بیان غزوہ تبوک کے بعد ہوتا۔

کیونکہ غزوہ ۳۳ھ میں واقع ہوا اور حجۃ الوداع ۳۳ھ کا واقعہ ہے۔ تو یہ تقدیم یا سہوا ہوئی ہے۔ یا کاتب کی غلطی ہے۔ بہر حال حجۃ الوداع اس کو اس لئے کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ کے اخیر میں ایسے الفاظ ذکر فرمائے۔ جن سے وداعی معلوم ہوتی تھی۔ اس خطبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام دین کا خلاصہ بیان فرمایا۔ اور آخر میں فرمایا۔ اللھم اشہد اللھم اشہد تو اس موافقہ کی وجہ سے اسے حجۃ الوداع کہا جاتا ہے اور اسے حجۃ البلاغ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں جمیع عرب کو تبلیغ کی گئی۔ جس سے اسلام کا ایک اہم فریضہ تکمیل کو پہنچا بنا۔ پس اسے حجۃ الاسلام بھی کہا جاتا ہے۔ غرضیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چھبیس ذیقعدہ ۳۳ھ کو مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ اور چار ذی الحجہ کو مکہ معظمہ پہنچے ہیں۔ اور آٹھویں کی صبح کو منیٰ کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور نویں تاریخ کی صبح تک پانچ نمازیں دیاں پڑھی ہیں۔ اور نویں کی ظہر کو عرفات پہنچے ہیں۔ ظہر اور عصر کو ظہر کے وقت جمع کر کے پڑھا۔ مغرب و عشاء دونوں کو مزدلفہ میں جمع کر کے پڑھا۔ پھر صبح کی نماز کے بعد روانہ ہو کر واپس منیٰ پہنچے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے دور سے پہلے اشہر حج میں عمرہ کرنا فجر الفجر شمار کیا جاتا تھا۔ آپ نے اس عقیدہ کے ابطال و بطلان کیلئے ذوالحلیفہ میں عمرہ کے احرام باندھنے کا اعلان فرمایا۔ دیگر عوام نے محض حج ہی کا احرام باندھا، کیونکہ ابھی نفرت موجود تھی۔ البتہ ازدواجِ مطہرات نے عمرہ کا احرام باندھا تھا۔

فلیحصل بالجمع مع العمرۃ اس سے معلوم ہوا۔ کہ آپ قارن تھے۔ ہجرت سے پہلے تو اللہ کو معلوم ہے کہ آپ نے کتنے بار حج ادا کئے۔ لیکن اس پر اتفاق ہے کہ ہجرت کے بعد آپ نے صرف ایک حج کیا ہے۔ اور وہی آپ کا آخری حج ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ آیا آپ قارن تھے۔ متمتع تھے یا مفرد تھے۔ امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ آپ ابتدا ہی سے قارن تھے۔ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ آپ اپنے ابتدا ہی سے مفرد تھے۔ اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ آپ متمتع تھے۔ چونکہ مجمع کثیر تھا۔ اس لئے ہر ایک کو رائے قائم کرنے میں اختلاف پیش آیا۔ امام طحاویؒ نے ایک رسالہ لکھ کر ان تینوں اقوال کو جمع کیا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ، علامہ عینیؒ، ابن ہمامؒ اور محققین احناف و شوافع فرماتے ہیں کہ آپ یقیناً ابتدا میں مفرد تھے۔ لیکن مکہ پہنچنے سے پہلے قارن ہو گئے۔ پھر شوافع فرماتے ہیں کہ احرام حج میں عمرہ داخل کیا۔ کیونکہ عقیدہ باطلہ کا ازالہ کرنا تھا۔ بنا بریں وہ حج افراد کو افضل کہتے ہیں۔ احناف فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے افضلیت پر عمل کرتے ہوئے قرآن کا احرام باندھا۔ اب حضرت عائشہؓ کے احرام باندھنے میں روایات مختلفہ ہیں۔ چنانچہ اس طرح حضرت عائشہؓ سے تین جگہ اضطراب واقع ہوا ہے۔ ایک حج میں دوسرا صلوٰۃ لیل میں اور تیسرا رکعتیں بعد العصر میں۔ چونکہ روایات صحیحہ ہیں۔ ان میں اضطراب کی وجہ سے اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ شوافعؒ حضرت عائشہؓ کی روایات کو استدلال میں پیش کرتے ہیں۔ اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ آپ سائقِ ہدی تھے۔ یعنی قربانی کا جانور ساتھ لئے ہوئے تھے۔ اور ہدی کی تکمیل مکہ میں ہوئی۔ اس وقت آپ نے فرمایا۔ فلیحصل بالجمع مع العمرۃ۔ تو اس امر کی وجہ سے آپ ضرور قارن ہوئے۔ امام نوویؒ بھی اسے تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن ابتداء میں قرآن کو تسلیم نہ کرتے ہوئے افراد کو افضل کہتے ہیں۔ احنافؒ فرماتے ہیں۔ فلیحصل بالجمع مع العمرۃ یہ آپ کا ارشاد تو میقات پر احرام باندھتے وقت ہے۔ اور حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے بیدار میں اللہم لبیک حجۃ و عمرۃ کہتے ہوئے سنا ہے۔ اور یہ تبلیہ قارن کے علاوہ اور کوئی نہیں

کہہ سکتا۔ اگر ابتداء میں مفرد ہوتے تو یہ تبلیہ کے کلمات کیسے فرماتے۔ چنانچہ جب حضرت انسؓ سے کہا گیا کہ آپؐ ابتداء میں مفرد تھے۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کیا تم ہمیں سچہ سمجھتے ہو۔ ہم نے آپؐ کو ابتداء میں قارن کا تبلیہ سنا ہے۔ بنا بریں ابن قیمؒ اور ابن تیمیہؒ تحقیق اسی طرف ہیں کہ آپؐ ابتداء میں ہی قارن تھے۔ اور اس وقت آپؐ کے ہمراہ ایک لاکھ پچیس ہزار اور کم از کم انسی ہزار آدمی تھے۔ حتیٰ کل منہما جمیعا متمتع تو افعال عمرہ ادا کرنے کے بعد درمیان میں حلال ہو جاتا ہے۔ مگر قارن دونوں احراموں سے ایک ہی وقت حلال ہوتا ہے۔ درمیان میں حلال ہو ہی نہیں سکتا حضرت عائشہؓ نے ذوالحلیفہ پر عمرہ کا احرام باندھا۔ مقام ہنرف پر جو مکہ معظمہ سے اٹھارہ میل کے فاصلہ پر ہے۔ دہاں پر یہ حالت ہو گئی اور رو رہی تھیں۔ آپؐ نے تسلی دی۔ بنا بریں یہ قیام مکہ کے دوران طواف اور سعی نہ کر سکیں۔ آپؐ سے انہوں نے تین مرتبہ شکایت کی۔ ایک مقام ہنرف میں دوسرے منیٰ کے جلتے وقت اور تیسری شکایت تیرھویں تاریخ کو جب آپؐ مدینہ روانہ ہونے والے تھے۔

شکوہات الی رسول اللہؐ غالباً یہ دوسری شکایت ہے۔ جب کہ آپؐ منیٰ کی طرف آٹھویں تاریخ کو جا رہے تھے۔ ان کے بارے میں بھی سب کا اتفاق ہے۔ کہ حضرت عائشہؓ نے ابتداء میں احرام بالعمرة باندھا تھا۔ پھر قارن نہ ہوئیں یا مفردہ۔ شوافعؒ فرماتے ہیں قارن نہ ہو گئیں۔ لیکن احنافؒ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے ان سے منیٰ جاتے وقت فرمایا کہ عمرہ فسخ کر دو۔

انقضی رأسک اس سے معلوم ہوا کہ فسخ عمرہ کے بعد مفردہ رہ گئیں۔ شوافعؒ فرماتے ہیں۔ کہ آپؐ نے احرام عمرہ پر احرام حج کا حکم دیا ہے۔ عمرہ فسخ کرنے کا حکم نہیں دیا۔ احنافؒ کے دلائل میں انقضی رأسک امتشطی مینڈھیٹھا کھولنا اور کنگھا کرنا۔ یہ احرام عمرہ کے منافی افعال ہیں۔ اور دعویٰ العمرة کے الفاظ تو صراحتہً دال ہیں کہ عمرہ فسخ ہو گیا۔

اور سنی یہ تیسری شکایت ہے۔ کہ آپؐ لوگ تو دو دو عبادتوں حج اور عمرہ کا ثواب لے کر جاؤ۔ اور میں صرف حج کے ثواب کی مستحق ہوں۔ عمرہ کا ثواب نہ ملا۔ اس سے بھی فسخ عمرہ کی تائید ہوتی ہے۔ شوافعؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کا منشاء یہ تھا کہ پہلے توجہ اور عمرہ ساتھ ساتھ کئے کا ارادہ تھا۔ اب الگ الگ کرنے کی اجازت دیجیے۔ نیز اس پر بھی اتفاق ہے کہ دونوں کے

افعال میں جنائیت کرنے سے دو دم واجب ہوں گے۔ تو احرام میں تداخل بالاتفاق ہوا۔ اور جنائیت میں عدم تداخل بھی بالاتفاق ہوا۔ البتہ طواف اور سعی کے تداخل کے خلاف اور شوافع قائل ہیں۔ احناف تداخل کے قائل نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا طوافک بالبيت والصفا والمروة یکفیک بھتک وعمر تک اس سے شوافع حضرت عائشہؓ کو قارنہ ثابت کرتے ہیں۔ احناف ان کی مفردہ ہونے کے کوشاں ہیں۔ اگرچہ احناف کو بھی تاویل کرنی پڑتی ہے۔ لیکن شوافع کو ان سے زیادہ تاویل کرنی پڑے گی۔ انقضیٰ اسک شوافع کھلانے کے معنی لیتے ہیں۔ اور احناف سرکھولنے کے معنی کرتے ہیں۔

طوافک بالبيت کے معنی یہ لیتے ہیں کہ ثواب میں یہ طواف حج اور عمرہ کے لئے کافی ہوگا۔ کیونکہ حضرت عائشہؓ عمرہ کا احرام باندھ چکی تھیں۔ انہوں نے ادائیگی افعال میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ چنانچہ بخاری اور مسلم کی روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا۔ چونکہ تم نے مشقت برداشت کی ہے۔ اجرک علی قدر نصیبک اس لئے حج اور عمرہ دونوں کا ثواب ملے گا۔ جیسے عمرہ حدیبیہ کا ثواب ملا۔ تنعیم مکہ معظمہ سے چار میل کے فاصلہ پر حل میں واقع ہے۔ جسے اب مسجد عائشہ سے یاد کیا جاتا ہے۔

ہذہ مکان عمر تک اس سے معلوم ہوا کہ پہلا عمرہ فسخ ہو چکا۔ ورنہ مکان کے لفظ لانے کی ضرورت نہ تھی۔ بدل تو تب ہو سکتا ہے۔ جب کہ پہلے عمرہ فسخ ہو چکا ہو۔

فانما طوافوا طوافاً واحداً اس کے ایک معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ قرآن کرنے والوں نے صرف ایک ہی طواف کیا۔ دخول سے خروج تک۔ اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ حج اور عمرہ ہر ایک سے حلال ہونے کے لئے ایک ایک طواف کیا۔ اسی طوافاً واحداً للمحل منھما جیسے پہلے جملہ سے ہر ایک کے لئے الگ الگ طواف کرنا معلوم ہوتا ہے۔ جب کہ سوقِ ہدی شوافع پہلے معنی لیتے ہیں۔ اور احناف فرماتے ہیں کہ حج کے لئے طواف اور سعی علیحدہ ہے اور عمرہ کے لئے علیحدہ ہے۔ کیونکہ ایک تو معطوف علیہ میں یہی صورت ہے۔ للمحل منھما جمیفاً۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ آپؐ کا ارشاد فلیصل بالیوم مع العمرۃ ثم لا یحل حتی یحل منھما جمیفاً اس پر دلالت کرتا ہے کہ دوسرے معنی لئے جائیں۔ علاوہ ازیں تمام محدثین اور فقہاء یوم دخول مکہ میں آپؐ کا طواف اور

سعی تسلیم کرتے ہیں۔ اور دسویں تاریخ کو بھی آپ سے طواف اور سعی ثابت ہے۔ تو جب یہ مسئلہ متفق علیہا ہو کہ آپ نے سائق ہدی ہوتے ہوئے دو طواف اور دو سعی کی ہیں تو پھر حضرت عائشہؓ کا طواف طواف واحد اتمہارے معنی کے مطابق کیسے صحیح ہوگا۔ اگر ہمارے معنی مراد لئے جائیں۔ تو بلا تکلف مسئلہ صحیح ہو جاتا ہے۔

**حدیث نمبر ۳۹۵** حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ إِذَا طَافَ بِالْبَيْتِ فَقَدْ حَلَّ فَقُلْتُ مِنْ آيِنُ قَالَ هَذَا ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ مِنْ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى ثُمَّ مَجَّئَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ وَمِنْ أَمْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْحَابَهُ أَنْ يَجْلُؤُوا فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ قُلْتُ إِنَّ مَا كَانَ ذَلِكَ بَعْدَ الْمُعَرَّفِ قَالَ كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَرَاهُ قَبْلُ وَبَعْدُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ جب بیت اللہ کے طواف سے فارغ ہو جاتے تو قبل از سعی اور حلق راس احرام سے حلال ہو جاتے۔ تو ابن جریرؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عطارؓ سے پوچھا کہ کہاں سے فرمایا۔ کہ یہ ابن عباسؓ ہیں جو کہتے ہیں کہ میرا استدلال اللہ تعالیٰ کے قول سے ہے کہ پھر حلال کی جگہ بیت عتیق ہے۔ اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اپنے اصحاب سے فرمایا تھا کہ طواف کے بعد حلال ہو جاؤ۔ تو ابن جریرؒ کہتے ہیں۔ میں نے کہا کہ یہ تو عرفات کے ٹھہرنے کے بعد کا حکم ہے۔ تو عطارؓ نے فرمایا۔ کہ ابن عباسؓ وقوف بالعرفہ سے پہلے اور بعد دونوں صورتوں میں احرام کھولنے کے قابل تھے۔

**تشریح از شیخ منی** عمرہ کرنے والا اگر طواف سے فارغ ہو کر بغیر قصر یا طہن اور سعی کے

حلال ہو جائے گا۔ یہ حضرت ابن عباسؓ کا مذہب ہے۔ جمہور علماء کے مسلک کے خلاف ہے۔ جمہور فرماتے ہیں کہ رمی بالحجر کے بعد حاجی حلال ہو جاتا ہے۔ الا انشاء طواف زیارۃ کے بعد مکمل احلال ہوگا۔ تو بعد وقوف عرفہ حلال ہونے کا حکم ہوا۔ حضرت ابن عباسؓ کا اپنا اجتہاد ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں صحابہ کرام کو فسخ الحج الی العمرة کا حکم دیا تھا۔ جو اسی سال کے ساتھ محقق تھا۔ تو یہ روایت دلیل نہ بن سکے گی۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** اِذَا طَافَ بِالْبَيْتِ فَقَدْ حَلَّ ص ۳۳ شرح نے ابن عباسؓ

کے اس کلام سے وہ معنی مراد لئے ہیں۔ جو جمہور علماء کی رائے کے خلاف ہے۔ یعنی یہ کہ حاجی محض طواف کر لینے سے ہی حلال ہو جائے گا۔ اس کے بعد کسی دوسرے امر کی ضرورت نہیں۔ حالانکہ ان کے کلام کی ایسی توجیہ ممکن ہے جو جمہور کی رائے کے خلاف نہ ہو۔ وہ یہ کہ بالفعل حلال ہونا مراد نہ لیا جائے۔ بلکہ حل کے معنی ہوں۔ کہ حل کے وقت میں داخل ہو گیا۔ جس سے اس کو حلال ہونے کی قدرت حاصل ہو گئی۔ جیسے اذا وجبت الشمس فقد افطر الصائم یعنی غیبتہ شمس کے وقت صائم افطار کے وقت میں داخل ہو گیا۔ اور اسے افطار کی قدرت حاصل ہو گئی۔ یہ نہیں کہ اسے بالفعل افطار حاصل ہو گیا۔ کسی چیز کے کھانے پینے کی ضرورت نہ رہی۔ تو جب ان کی مراد یہ ہوتی۔ تو اب ان کے کلام کو معتمر پر محمول کیا جائے۔ یا حج کرنے والے پر حمل کیا جائے۔ پہلی صورت میں معتمر پر طواف کے بعد اب اور کوئی چیز واجب نہیں رہی۔ کیونکہ سعی بین الصفا والمروة تو طواف کے توابع میں سے ہے۔ اس کو الگ کوئی چیز شمار نہ کیا جائے۔ اگر حاجی مراد ہو تو طواف سے طواف زیارت مراد ہو گا نہ کہ طواف قدم مراد ہے۔ تو اب معنی یہ ہوں گے۔ کہ حاجی جب طواف قدم کے بعد ارکان حج سب کے سب ادا کر لے۔ پھر طواف زیارت کر لے۔ جو کہ رکن حج ہے۔ تو اب وہ حلال ہو جائے گا۔ یہ تو متفق علیہا مسئلہ ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے۔ کہ ابن عباسؓ کے کلام کے یہ معنی لئے جائیں۔ کہ حاجی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے حج کو عمرہ کی طرف فسخ کر سکتا ہے۔ اگرچہ یہ مسئلہ جمہور ائمہ کے مسلک کے خلاف ہے۔ مگر کتاب و سنت میں اس کی اصل موجود ہے۔ کیونکہ حجۃ الوداع میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب کرام کو حکم دیا تھا۔ کہ وہ اپنے حج کو عمرہ میں تبدیل کر لیں۔ تو ان کا کلام بالکلینہ جمہور کے مخالف نہ ہوا۔ زیادہ سے زیادہ یہ بات ہوگی۔ کہ ان کو فسخ کا حکم نہیں پہنچایا یہ کہ یہ فسخ کا حکم اسی سال کے ساتھ مختص تھا۔ اور اسی طائفہ صحابہ کے لئے مختص تھا۔ جس سے عمرہ فی اشھر الحج افجر الغور کے عقیدہ کو باطل کرنا تھا۔ الحاصل ابن عباسؓ کے کلام کے تین محل ہو سکتے ہیں۔ البتہ حضرت عطاء بن رباحؓ کا استدلال نہ تو آیت سے ان وجوہ مذکورہ پر منطبق ہوتا ہے۔ اور نہ روایت سے۔ مگر ایک بعید سی تاویل یہ ہو سکتی ہے۔ کہ حرم جب ہدی کے حلال ہونے کی جگہ ہے۔ تو حرم کے لئے بھی حلال ہونے کا سبب بن جائے گا۔

تشریح از شیخ زکریا | حضرت ابن عباسؓ کی توہمات ثلاثہ جو قطب لنگوٹی نے بیان



فرمائی ہیں جن سے ان کا قول جمہور کے موافق ہو جاتا ہے۔ یہ بہترین توجیحات ہیں۔ لیکن جمیع تشریح کے نزدیک ابن عباسؓ کا کلام جمہور کے مخالف ہے۔ چنانچہ محشی مولانا احمد علیؒ سہارن پوری نے قسطلانیؒ اور کرمائیؒ سے یہی نقل کیا ہے۔ فقہ حلالی من اہرامہ قبل السعی والخلق۔ اور یہی ہے ابن عباسؓ کا مشہور مذہب ہے۔ اور یہ سلف و خلف جمہور علماء کے مذاہب کے خلاف ہے کیونکہ حاجی محض طواف قدم سے حلال نہیں ہو جاتا۔ حافظؒ نے ابن بطلال کا قول نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس ترجمہ سے غرض ان لوگوں کا رد کرنا ہے جو کہتے ہیں کہ معتز جب طواف سے فارغ ہو جائے۔ تو قبل الاسعی حلال ہو جاتا ہے۔ اور مسلم میں روایت ابن عباسؓ اس طرح ہے۔ لایطوف بالبيت حاج ولا غیرہ الا حلت اور قتادہ کے طریق سے ہے کہ ابن عباسؓ سے کسی شخص نے کہا۔ یہ کیا فتویٰ ہے۔ من طاف بالبيت حلت۔ جس پر انہوں نے فرمایا۔ سنتہ بنیائکم وان رحمتم تو ان سب روایات مذکورہ سے ثابت ہوا۔ کہ ابن عباسؓ کا مذہب جمہور کے مذہب کے خلاف ہے۔ بہت تھوڑے لوگوں نے ان کا اتباع کیا ہے۔ جیسے اسحاق بن راہویہ قسطلانیؒ نے بھی ابن عباسؓ کا یہی مذہب نقل کیا ہے۔ فالمراد بالطواف طواف الزيارةؑ لیکن اس پر اشکال ہوگا۔ کہ حدیث الباب میں تو ہے۔ انما کان ذلک بعد المعرفۃؑ اور ابن عباسؓ کا مشہور مذہب یہ نقل کیا جاتا ہے۔ کہ وہ بعد الطواف مطلقاً حلال ہونے کے قائل ہیں۔ تو جواب یہ ہے کہ شیخ گنگوہیؒ نے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ عرفات سے پہلے کوئی طواف نہ کرے۔ جیسے سلم نے روایت کیا ہے۔ اور ابن عمرؓ کا مناظرہ بھی ہے۔ کہ ہم ابن عباسؓ کے قول کو لیں یا آنحضرتؐ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کا اعتبار کریں۔ فقہ حرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فطواف بالبيت قبل ان یأتی الموقفؑ

ہذہ المسئلۃؑ ائمہ ثلاثہ امام ابو حنیفہؒ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ اور جہاں یہ سلف و خلف یہ فرماتے ہیں کہ نسخ الحج الی العمرة اسی سال کے ساتھ مختص تھا۔ جس میں آپؐ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابطال عقیدہ کے لئے صحابہ کرام کو نسخ کرنے کا حکم دیا تھا۔ البتہ امام احمدؒ اور اہل ظاہر فرماتے ہیں۔ یہ حکم نسخ اب بھی باقی ہے۔ اور ابن عباسؓ بھی اسی کے قائل ہیں۔

بالآیت ولا الہ الا اللہ روایت مولانا حسین علیؒ پنجابی کی تقریر میں ہے کہ محلہا الی البیت میں صاف میرہ

کی طرف راجع ہے۔ تو اس صورت میں ابن عباسؓ کے نزدیک قبل المغرب قربانی کے جانور کا ذبح کرنا جائز ہوگا۔ اور منحر جمیع ارض حرم ہوگا۔ اور جو لوگ شعائر سے مناسک مراد لیتے ہیں۔ ان کے نزدیک محلکھا کے معنی ہوں گے کہ لوگوں کا اپنے احرام سے حلال ہونا الی البیت العتیق یعنی طواف زیارت کے بعد ہوگا۔ لیکن مفسرین کے نزدیک پہلے معنی مشہور ہیں۔ البتہ امام سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ محل هذه الشعائر کلھا الطواف بالبيت العتیق اور شعائر میں وقوف بعرفہ۔ وقوف مزدلفہ۔ رمی جمار حلق وغیرہ سب داخل ہیں۔ لیکن جہور مفسرین کا قول اقرب الی التحقيق ہے۔

**تشریح از شیخ گنگوہیؒ** | انما کان ذلک بعد المعرف <sup>۳۳</sup> ابن عباسؓ کے استدلال

بالآیت پر ابن جریر نے اعتراض کیا ہے کہ آیت میں محلکھا سے مراد تو وقوف بعرفہ کے بعد ہے۔ کیونکہ قربانی تو وقوف بعرفہ کے بعد ہوتی ہے۔ تو انہوں نے خود ہی جواب دیا کہ آیت میں اگرچہ منحر بعد الوقوف مراد ہے۔ لیکن ابن عباسؓ حکم کو عام کرتے ہیں۔ اور ظاہر یہ ہے کہ ان کی یہ تعلیم عموم لفظ پر مبنی ہے۔ کیونکہ آیت میں حل قبل الوقوف یا بعد الوقوف کی کوئی قید نہیں ہے۔ اگرچہ واقع یہی ہے کہ بعد الوقوف مراد ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ محض حرم میں داخل ہونے اور بیت اللہ تک پہنچ جانے سے حلال ہونے کے جواز کا کوئی بھی قائل نہیں۔ اگرچہ ظاہر الفاظ کا تقاضا یہ ہے کہ ابن عباسؓ کا طرز استدلال اس کے بھی جواز کا تقاضا کرتا ہے۔ اگر ابن عباسؓ کا یہ بھی مذہب ہو۔ پھر تو احرام بغیر فائزہ کے رہ جائے گا۔ کہ اس سے کوئی فعل حج روانہ ہوا۔ حالانکہ حج میں احرام تو وضو فی الصلوٰۃ کی طرح ہے کہ جس وضو سے کوئی عبادت ادا نہ کی جائے۔ وہ غیر معتد علیہ ہے۔ اس طرح جب تک احرام سے کوئی حج کی عبادت نہ کی جائے۔ وہ لا حاصل ہے۔ اور کچھ نہیں تو صرف طواف ہی اس سے ادا کر دیا جائے۔ باقی ابن جریر نے حضرت عطاءؒ پر روایت کے استدلال پر اعتراض نہیں کیا۔ کیونکہ انہیں علم تھا کہ روایت منسوخۃ العمل ہے۔ پس اس سے استدلال صحیح نہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی ثابت ہے کہ جواز الفسخ اسی ایک مرتبہ کے ساتھ محقق تھا۔ بنا بریں استدلال بالروایت اعتراض وارد کرنا سرے سے صحیح نہ ہوگا استدلال پر نقض تو تب ہوتا جب خود استدلال صحیح ہوتا۔ اگر مان بھی لیا جائے کہ استدلال بالروایہ صحیح ہے تو اس پر اعتراض وارد ہوگا کہ اس صورت میں تو صرف وصول الی البیت اور اس کے طواف

سے ہی محرم کو حلال قرار دے دیا۔ حالانکہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو حلال ہوئے تھے۔ وہ تو محض طواف سے نہیں بلکہ قصر یا حلق کرانے کے بعد حلال ہوئے۔ اور یہ توجیہ ہماری توجیہات ثلاثہ میں سے ایک کی تائید کرتی ہے۔ کیونکہ ظاہر اس توجیہ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ابن عباسؓ جواز فسخ الحجۃ الی العمرة کے قائل تھے۔ اور ان کا استدلال حضرات صحابہ کرام کے فعل سے ہوگا۔ کیونکہ اس حکم کے فسخ کا ان کو علم نہیں ہو سکا۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ مقام شبہات اور اوہام سے خالی نہیں ہے۔

د علی اللہ التوکل وبہ الاعتصام۔

**تشریح از شیخ زکریا** | اور جمہور کا استدلال مسلم کی روایت ابنی ذر سے ہے۔

كانت المتعة في الحج لاصحاب محمد بن عبد الله خاصة يعني فسخ الحج الى العمرة۔ اور نسائی میں ہے کہ حضرت بلالؓ فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ! یہ فسخ الحج الى العمرة ہمارے لئے خاص ہے یا عام لوگوں کے لئے بھی یہ حکم ہے۔ آپ نے فرمایا۔ بل لنا خاصة۔ لیکن ابن عباسؓ ان لوگوں میں سے ہیں جو اب بھی جواز فسخ الحج الى العمرة کے قائل ہیں۔ لہذا تقدم من قريب والله اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

حدیث نمبر ۳۹۵۱ حَدَّثَنَا بَيَّانُ بْنُ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ قَالَ قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَيْتِ فَقَالَ أَحْبَبْتُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ كَيْفَ أَهْلَلْتُ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا هَلَالٍ كَيْ هَلَلْتُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ كَيْفَ أَهْلَلْتُ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا هَلَالٍ كَيْ هَلَلْتُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ كَيْفَ أَهْلَلْتُ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا هَلَالٍ كَيْ هَلَلْتُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ كَيْفَ أَهْلَلْتُ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا هَلَالٍ كَيْ هَلَلْتُ قُلْتُ نَعَمْ

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰ اشعرئی فرماتے ہیں کہ میں وادی بطحار میں آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ نے پوچھا کیا تم نے حج کا احرام باندھا ہے۔ میں نے ہاں میں جواب دیا۔ آپ نے پوچھا۔ تم نے کیسے احرام باندھا تھا۔ میں نے جواب دیا کہ لبیک میرا احرام اس طرح ہے جس طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ تم بیت اللہ کا طواف کرو۔ اور صفا و مردہ کے درمیان سعی کرو۔ پھر حلال ہو جاؤ۔ پس میں نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا اور مردہ کے درمیان سعی کی۔ پھر میں قبیلہ قیس کی ایک عورت کی طرف آیا۔ جس نے میرے سر سے جوتیں نکالیں۔

**تشریح از شیخ مدنی** | بالبطحاء ای حال کوئہ ما زاد بالبطحاء یہ وہی خیف بنی کنانہ

ہے۔ فلت رأسی جو تیں نکالیں۔ طف بالیبت الیہ نسخ الحج الی العمرة کے لئے ہے۔ جو اسی سال کے ساتھ مختص تھا۔

**حدیث نمبر ۳۹۵۳** حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ عَنْ نَافِعِ ابْنِ عُمَرَ أَخْبَرَهُ أَنَّ حَفْصَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ أَنْ وَاجَهُ يَحْلِلَنَّ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَقَالَتْ حَفْصَةُ فَمَا يَمْنَعُكَ فَقَالَ لَبَذْتُ رَأْسِي وَقَلَدْتُ هَذِي فَلَستُ أَحِلُّ حَتَّى أَنْحَرَهُ ذِيئِي۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت حفصہؓ زوجہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کو حجۃ الوداع کے سال حکم دیا کہ وہ احرام کھولیں حضرت حفصہؓ نے پوچھا آپ کو احرام کھولنے سے کس چیز نے روکا۔ آپ نے فرمایا۔ میں نے اپنے سر کو تھمن لگایا ہے۔ اور قربانی کے جانور کو مار پہنایا ہے۔ پس میں اس وقت تک حلال نہیں ہوں گا۔ جب تک میں اپنی قربانی کو ذبح نہ کر لوں۔

**تشریح از شیخ مدنی** | التلبید کے معنی ہیں گوند کے ساتھ بالوں کو جھایا تاکہ گرد و غبار

داخل نہ ہو۔ اور اونٹ کی حرکت کی وجہ سے بالوں میں انتشار پیدا نہ ہو اس سے معلوم ہوا کہ آپ دیر تک احرام کے ساتھ رہنے کا ارادہ کر چکے تھے۔ اگر عمرہ کے بعد حلال ہو جاتے تو پھر ایسا اہتمام نہ کرتے۔ وقلات ہدی اور ابوداؤد اور نسائی کی روایت میں ہے۔ وقرنت یہ الفاظ صراحۃً قرآن پر دال ہیں۔

**حدیث نمبر ۳۹۵۴** حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ امْرَأَةً مِنْ خُثَعَمَاءِ اسْتَفْتَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَالْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ رَدِيفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ فَرِيطَ اللَّهُ عَلَى عِبَادِهِ أَدْرَكَتْ أَرْنِي شَيْخًا كَبِيرًا لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَسْتَوِيَ عَلَى الرَّاحِلَةِ فَمَهْلُ يَقْضَى أَنْ أَحْجَّ عَنْهُ قَالَ نَعَمْ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ قبیلہ خثعم کی ایک عورت نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حجۃ الوداع میں فتویٰ پوچھا۔ جب کہ حضرت فضل بن عباسؓ آپ کے ردیف تھے۔ اس نے پوچھا یا رسول اللہ! بیشک اللہ کے فرض چھ جو اپنے بندوں پر ہے۔ وہ میرے باپ پر اس وقت واجب ہوا جب کہ وہ بہت بوڑھے ہو چکے کہ وہ سواری پر ٹھیک طرح سے نہیں بیٹھ سکتے۔ کیا میں اس کی طرف سے قضا کر سکتی ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں کر سکتی ہو۔

**تشریح از شیخ مدنیؒ** | یہاں پر اشکال ہے کہ حج قدرت میسر ہو موقوف ہے۔ قدرت ممکنہ کافی نہیں۔ بلکہ زاد و راحلہ کا مالک ہو۔ اہل دعیال کو نفقہ مہیا کر جائے۔ تو جب اس عورت کا باپ غیر مستطیع تھا۔ کہ راحلہ پر بیٹھ کر سفر نہیں کر سکتا تھا۔ تو اس پر حج کیسے فرض ہوا کیونکہ قرآن مجید میں من استطاع الیہ سبیلاً کی قید ہے۔ تو جب اصل پر حج فرض نہیں تو نیابت کے کیا معنی ہوتے۔ اس کے کئی جوابات دئے گئے ہیں کہ حج اس پر فرض نہیں تھا نفلی حج تھا۔ دوسرا اس سے نیابت کر سکتا ہے۔ یہ مسئلہ متفق علیہا ہے۔ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ اس پر حج فرض ہے۔ بلکہ فرض کے معنی حکم فرض کے نہیں بلکہ نفل کے ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ شیخا کبیرؒ ادرکت کا مفعول نہیں ہے۔ بلکہ وہ کہتی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حج فرض کیا تو میرا باپ شیخ کبیرؒ تھا۔ اللہ تعالیٰ فوق الطاقۃ واجب نہیں کرتا۔ تو کیا میں اس کی طرف سے حج بدل کر سکتی ہوں۔ آپ نے حج نفل میں اس کو حج بدل کی اجازت دے دی۔ دوسری جماعت کہتی ہے کہ جو شخص زاد و راحلہ کا مالک تو ہے۔ لیکن ادا نہیں کر سکتا۔ تو حج اس پر فرض ہوا۔ تو وہ اجماع کر لے۔ جس کی ایک صورت یہ ہے کہ ایک آدمی کسی بڑے مرض میں مبتلا ہوا۔ مال تو اسے میسر ہے۔ تو ایک جماعت کہتی کہ جب وہ ادا نہیں کر سکتا۔ تو حج فرض نہیں ہوا۔ جب اصل نہیں تو نیابت بھی نہ ہوگی۔ دوسری جماعت کہتی ہے کہ حج کے لئے استطاعت اور ملک شرط ہے۔ وہ پایا جاتا ہے۔ اب اگر وہ خود اجماع نہیں کر سکتا تو دوسرے کسی شخص سے حج کرا لے۔ احنافؒ اسی کے قائل ہیں۔ پھر استطاعت کے ہوئے ہیں احنافؒ کا اختلاف ہے۔ امام صاحبؒ استطاعت میں قدرت ذاتیہ کو شرط قرار نہیں دیتے۔ صاحبین قدرت ذاتیہ کو استطاعت میں شرط قرار دیتے ہیں۔ تو حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ جب آیت حج اتری تو میرا باپ شیخ کبیرؒ تھا۔ حج علی الفور واجب الاداء نہیں تھا۔ تاخیر کی

وجہ سے سخت بیماری میں مبتلا ہو گیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ تم اس کی طرف سے نیابت کر سکتی ہو۔

**حدیث نمبر ۳۹۵۵** حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ أَقْبَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ وَهُوَ مُرْدِفٌ أَسَامَةَ عَلَى الْقُصُورِ وَمَعَهُ بِلَالٌ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ حَتَّى آتَاكَ عِنْدَ الْبَيْتِ ثُمَّ قَالَ لِعُثْمَانَ اسْتِنَا بِالْمِفْتَاحِ فَجَاءَهُ بِالْمِفْتَاحِ فَفَتَحَ لَهُ الْبَابَ فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَسَامَةُ وَبِلَالٌ وَعُثْمَانُ ثُمَّ أَغْلَقُوا عَلَيْهِ الْبَابَ فَمَكَثَ نَهَارًا طَوِيلًا ثُمَّ خَرَجَ وَابْتَدَرَ النَّاسُ الدُّخُولَ فَسَبَقَتْهُمْ فَوَجَدَتْ بِلَالًا قَائِمًا مِنْ رَأَى الْبَابِ فَقُلْتُ لَهُ آيَنَ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ صَلَّى بَيْنَ دَيْنِكَ الْعُمُودَيْنِ الْمُقَدَّمَيْنِ وَكَانَ الْبَيْتُ عَلَى سِتَّةِ أَعْمِدَةٍ سَطْرَيْنِ صَلَّى بَيْنَ الْعُمُودَيْنِ مِنَ السَّطْرِ الْمُقَدَّمِ وَجَعَلَ بَابَ الْبَيْتِ خَلْفَ ظَهْرِهِ وَاسْتَقْبَلَ بِوَجْهِهِ الَّذِي يَسْتَقْبِلُكَ حِينَ تَلِجُ الْبَيْتَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِدَارِ قَالَ وَلَسِيْتُ أَنْ أَسْأَلَهُ كَمَا صَلَّى وَعِنْدَ الْمَكَانِ الَّذِي صَلَّى فِيهِ مَرْمَرَةٌ حُمْرَاءُ

ترجمہ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے سال جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو حضرت اسامہؓ کو اپنی قصور اور ثنی پر مدینہ بنایا ہوا تھا۔ اور آپ کے ہمراہ حضرت بلالؓ اور عثمان بن طلحہؓ بھی تھے یہاں تک کہ آپ نے اپنی اور ثنی کو بیت اللہ کے پاس بٹھلادیا۔ پھر حضرت عثمانؓ سے فرمایا کہ چاہیے آؤ۔ تو آپ کے لئے دروازہ کھولا گیا۔ جس میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسامہؓ حضرت بلالؓ اور حضرت عثمانؓ داخل ہوئے۔ پھر دروازہ ان پر بند کر دیا گیا۔ دن کا بہت لمبا وقفہ آپ اندر ٹھہرے رہے۔ پھر باہر تشریف لائے تو لوگوں نے اندر داخل ہونے میں جلدی کی۔ میں ان سب سے آگے بڑھا تو حضرت بلالؓ کو دروازے کے پیچھے کھڑے ہوئے دیکھا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہاں نماز پڑھی تھی۔ انہوں نے فرمایا کہ ان اگلے دوستوں کے درمیان پڑھی۔ اور بیت اللہ چھ دستونوں پر دو قطاروں میں قائم تھا۔ تو آپ نے اگلی قطار کے دستونوں کے درمیان نماز پڑھی اور بیت اللہ کے دروازے کو اپنی پیٹھ کے پیچھے رکھا۔ اور اپنا چہرہ اس سمت کی طرف رکھا۔

جو آپ کے سامنے آتا ہے۔ جب کہ آپ بیت الشریں داخل ہوتے ہیں۔ وہ جہت جو آپ کے اور دیوار کے درمیان ہے۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں یہ حضرت بلالؓ سے پوچھنا بھول گیا۔ کہ آپ نے کتنی رکعت نماز پڑھی۔ اور اس مکان کے پاس جہاں آپ نے نماز پڑھی۔ ممر کا ایک خوب صورت سمرخ پتھر ہے۔

**تشریح از شیخ مدنیؒ** | یہ واقعہ حدیث فتح مکہ کا ہے اور باب حجۃ الوداع کا ہے۔

شراح قسطلانیؒ نے بھی یہ اشکال وار کیا ہے۔ جس کا جواب یہ ہے کہ اس میں اختلاف ہے۔ کہ آیا آپ خانہ کعبہ میں ایک مرتبہ داخل ہوئے ہیں یا دو مرتبہ فتح مکہ سے پہلے تو دخول نہیں ہوا۔ اس پر سب کا اتفاق ہے۔ فتح مکہ میں اندر داخل ہو کر تماثیل اور موتیوں کو توڑا ہے۔ اور حجۃ الوداع میں آپ نے اندر نماز پڑھی ہے۔ تو اگر یہ واقعہ حجۃ الوداع پر محمول ہو۔ تو پھر عام فتح مکہ وہم را دی پر محمول ہوگا۔ اگر فتح مکہ کا ہے تو پھر صحیح ہوگا۔ گو مؤلفؒ اس جماعت کے قول کو ترجیح دینا چاہتے ہیں۔ جو دخول فتح مکہ کے قائل ہیں جو ایک دفعہ کے دخول کے قائل ہیں۔ کہ آپ نے نماز بھی فتح مکہ کے موقع پر اندر پڑھی ہے اور بس۔ مگر چونکہ ایک جماعت حجۃ الوداع پر بھی اسے محمول کرتی تھی۔ تو ان کے قول پر اس واقعہ کو حجۃ الوداع میں ذکر کر دیا۔ اور ممکن ہے کہ وہم راوی نہ ہو۔ جزر اقل عام الفتح پر محمول ہو۔ اور جزر ثانی حجۃ الوداع پر محمول ہو۔ جسے شمس غلقوا علیہم الباب سے شروع کیا۔ اس کے زمانہ کو ذکر نہیں کیا۔

**تشریح از شیخ گنگوہیؒ** | ففتح لہ الباب ۶۳۱ واقعہ کی تصریح فتح مکہ کے لئے ہے۔

اور حدیث کو حجۃ الوداع کے باب میں لاتے ہیں۔ تو ایک اختلافی مسئلہ کو ثابت کرنا ہے۔ کہ آیا حجۃ الوداع میں دخول البیت ہوا ہے یا نہیں۔ تو اس حدیث سے ثابت کر دیا۔ کہ حجۃ الوداع میں بھی دخول ہوا ہے۔ یہ حدیث لا کر اپنے مدعی پر تنبیہ کر دی۔ کہ جب یوم الفتح میں بیت اللہ کے اندر دخول ہوا ہے۔ حالانکہ اس سفر کا مقصد صرف جہاد اور غزوہ تھا۔ بیت اللہ کی زیارت مقصود نہ تھی۔ توج میں تو بطریق ادلی دخول ہوگا۔ کیونکہ یہ سفر حج تو محض زیارت بیت اللہ کے لئے تھا۔ اور حجۃ الوداع میں دخول البیت کی تصریح روایت بھی موجود ہے۔ کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ اُم المؤمنین کے پاس واپس تشریف لائے تو چہرہ پر حزن و ملال تھا۔

جب ان کے پاس سے گئے تھے۔ تو خوشی اور سرور تھا۔ میں نے وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا۔ کہ دخول البیت کر کے میں نے اہمیت کو تعب اور مصیبت میں ڈال دیا ہے۔ کہ اب ہر ایک اندر گھسنے کی سعی کرے گا۔

**تشریح از شیخ زکریا** صحابیہ کا نام اصل میں رہ گیا۔ وہ حضرت عائشہ صدیقہ ہیں۔ چنانچہ ابوداؤد میں اس کی تصریح ہے۔ اگرچہ حدیث میں دخول حجۃ کی تصریح نہیں۔ لیکن شیخ نے بذل میں اس کے حجۃ الوداع ہونے کی دلیل یہ بتلائی ہے کہ حضرت عائشہ عام الفتح میں آپ کے ہمراہ نہیں تھیں۔ البتہ حجۃ الوداع میں تھیں۔ اور حدیث عائشہ کو ترمذی اور حاکم نے بھی نقل کیا ہے۔ اس لئے ابن جہان فرماتے ہیں۔ کہ یہ دو وقوتوں کی دو خبریں ہیں۔ حجۃ الوداع اور فتح مکہ کی۔ لیکن شہینلی نے دونوں دخول حجۃ الوداع کے قرار دیتے ہیں۔ کہ یوم النحر میں بیت اللہ میں داخل ہوتے کوئی نماز نہیں پڑھی۔ دوسری صبح داخل ہوتے تو نماز پڑھی اس طرح مثبت اور نافی میں جمع ہو جاتے گی۔ اس کو دارقطنی نے ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے۔

عند المكان الذی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا مصلیٰ ہے جو دروازے کے سامنے بیت اللہ سے خارج ہونے کے بعد آپ نے پڑھی ہے۔ لیکن اغلقوا علیہم الباب کے الفاظ اس سے رباہ کرتے ہیں۔

**حدیث نمبر ۳۹۵۶** حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَنَّهُ عَائِشَةُ زَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُمَا أَنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُجَيْجٍ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاضَتْ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَابَسْتُنَاهِي فَقُلْتُ إِنَّهَا قَدْ أَفَاضَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَطَافَتْ بِالْبَيْتِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْتَنْفِرْ۔

ترجمہ حضرت عائشہ زوجہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم خبر دیتی ہیں کہ حجۃ الوداع میں حضرت صفیہ بنت حنی حائضہ ہو گئیں تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ کیا وہ ہمیں روکنے والی ہے۔ میں نے کہا۔ کہ اے رسول اللہ! وہ طواف افاضہ کر چکی ہے۔ طواف وداع نہیں کیا۔ یعنی وہ بیت اللہ کے طواف زیارۃ سے فارغ ہو چکی ہے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔



کہ اب وہ مدینہ کی طرف چل پڑے۔

**تشریح الشیخ مدنی** | ایک طواف فرض ہے۔ جسے طواف زیارۃ۔ طواف صدر اور طواف افاضہ کہا جاتا ہے۔ جس کا بارہویں کی شام تک وقت ہے۔ تاخیر پر ایک دم دینا پڑے گا۔ اگر کوئی عورت حیض و نفاس کی وجہ سے تاخیر کرے۔ تو اس کا حج اس وقت تک ادا نہیں ہوگا۔ جب تک یہ طواف نہ کرے۔ البتہ تاخیر پر دم جبر نہ دینا ہوگا۔ دوسرا طواف وداع ہے جو آفاقی کے لئے واجب ہے۔ حائضہ عورت کو طواف زیارۃ کے لئے تو ٹھہرنا پڑے گا۔ لیکن طواف وداع کے لئے ٹھہرنا ضروری نہیں۔ چنانچہ حضرت صفیہ اُم المؤمنین حائضہ ہوتیں۔ آپ کا گمان تھا کہ شاید انہوں نے طواف افاضہ نہیں کیا۔ جس پر آپ نے گھبراہٹ کا اظہار کیا۔ جب معلوم ہوا کہ طواف افاضہ کر چکی ہیں تو آپ نے روانگی کا حکم دے دیا۔ اور تیسرا طواف قدم ہے جو سنت ہے۔

**حدیث نمبر ۳۹۵** حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا نَحْدُثُ بِحَجَّةِ الْوَدَاعِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبِينُ أَظْهَرَنَا وَلَا نَذِرُ مِثْلَ مَا حَجَّ الْوَدَاعِ فَحَمِدَ اللَّهُ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ ذَكَرَ الْمَسِيحَ الدَّجَالَ فَأُطْنِبَ فِي ذِكْرِهِ وَقَالَ مَا بَعَثَ اللَّهُ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا أَنْذَرَ أُمَّتَهُ أَنْذَرَهُ نُوحٌ وَالنَّبِيُّونَ مِنْ بَعْدِهِ وَإِنَّهُ يُخْرِجُ فِيكُمْ فَمَا خِفَى عَلَيْكُمْ مِنْ شَأْنِهِ فَلَيْسَ يَخْفَى عَلَيْكُمْ إِنْ رَبِّكُمْ لَيْسَ عَلَى مَا يَخْفَى عَلَيْكُمْ شَلَاثًا إِنْ رَبِّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرٍ وَإِنَّهُ أَعْوَرُ عَيْنِ الْيُمْنَى كَانَ عَيْنُهُ عِنَبَةً طَافِيَةً إِلَّا إِنْ أَبَى اللَّهُ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا إِنْ بَلَدَكُمْ هَذَا فِي شَرْبِكُمْ هَذَا الْآهَلُ بَلَّغَتْ قَالُوا نَعَمْ قَالَ اللَّهُمَّ اشْهَدْ شَلَاثًا وَيْلَكُمْ أَوْ وَيْحَكُمْ أَنْظَرُوا لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم حجۃ الوداع کی باتیں کرتے تھے۔ حالانکہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان میں تھے۔ لیکن ہمیں معلوم نہیں تھا کہ حجۃ الوداع کیا چیز ہے۔ پس اللہ کی حمد بیان کی اور اس کی ثنا کی پھر صبح وصال کا ذکر کیا اور اس کے ذکر کو خوب طول دیا۔

اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس نے اپنی امت کو اس سے نہ ڈرایا ہو۔ چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے اور ان کے بعد دوسرے انبیاء علیہم السلام نے اپنی امتوں کو اس سے ڈرایا ہے۔ وہ تمہارے ظاہر ہوگا۔ جس کا حال تم پر پوشیدہ نہیں رہے گا۔ پس تم پر پوشیدہ نہ رہے کہ تمہارا رب کا نام نہیں ہے۔ اور وہ دجال اس کی دائیں آنکھ کا فی ہوگی۔ گویا کہ اس کی آنکھ ایک ابھرا ہوا انگور ہے۔ خبردار! بے محک اللہ تعالیٰ نے تم پر تمہارے خون اور تمہارے مال اس طرح تم پر حرام کئے ہیں۔ جس طرح اس دن یوم نحر کی حرمت ہے۔ تمہارے اس شہر کی اور تمہارے اس مہینہ کی حرمت ہے۔ خبردار! کیا میں تم تک احکام شریعت پہنچا چکا سب نے ہاں میں جواب دیا۔ آپ نے فرمایا اے اللہ! گواہ رہنا۔ یہ تین مرتبہ فرمایا۔ تمہارے لئے افسوس ہوگا۔ دیکھنا کہیں میرے بعد پھر کافروں والے کام نہ شروع کر دینا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | لاندہری ما حجة الوداع صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر اس حدیث سے معلوم

ہو تا ہے کہ حضرات شیخین اور دیگر اہل فضل و کمال توجہ الوداع کی وجہ تسمیہ کو جانتے تھے۔ مگر عامۃ الناس تقلیداً نام توجہ الوداع لیتے تھے۔ لیکن وجہ تسمیہ نہیں پہچانتے تھے۔ اور بسا اوقات ایسا ہو تا ہے کہ وجہ تسمیہ کا علم نہیں ہوتا۔ لیکن وہ نام استعمال کرتے رہتے ہیں۔ اور حجۃ الوداع کے نام کی ابتداء کی وجہ یوں سمجھ میں آتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ فرمایا۔ لعلى لا اراکم بعد عذیٰ هذا کہ شاید اس سال کے بعد میں تمہیں نہ دیکھ سکوں۔ تو عام لوگوں نے تو یہ سمجھا کہ اس سال کے بعد پھر ایسے اجتماع کے ساتھ آپ حج نہیں کریں گے۔ اس وجہ سے انہوں نے اسے حجۃ الوداع کہا۔ جب آپ کا اسی سال وصال ہو گیا۔ تو لوگوں کو معلوم ہوا کہ آپ کی یہ الوداعی کسی خاص گمردہ کے ساتھ مختص نہیں تھی۔ بلکہ آپ عوام اور خواص سب سے رخصت ہو رہے تھے۔ اور نہ ہی یہ رخصتی اس سال کے حج میں جمع ہونے والے عوام کے لئے تھی۔

**تشریح از شیخ زکریا** | مولانا محمد علی کی تقریر میں ہے کہ غایت محبت کی وجہ سے ہمارا

دہم و گمان ہی نہیں تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے الوداع ہو رہے ہیں۔ ویسے ہم حجۃ الوداع کہتے تھے۔ لیکن مراد کو نہیں سمجھتے تھے۔ پھر جب وفات ہو چکی تو سب کو معلوم ہوا کہ آپ الوداع ہو کر وصیت فرما رہے ہیں۔ لیضرب بعضکم رقاب بعض الا اور اس کی مزید تائید اللہم اشہد

سے بھی ہوئی۔ الظاہر ہے اس لئے فرمایا کہ روایات کثیرہ سے واضح ہے کہ اذا جاء نصر اللہ  
جب نازل ہوئی۔ تو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو آپ کے وصال کا علم ہو گیا۔  
لا یوجد بعض نسخوں میں لا کا حرف ہے بعض میں نہیں ہے۔ لفظ لا زائد ہو تو یہ دلیل ہے کہ بعض  
کو وہ تسمیہ کا علم تھا۔ اور لا کا حرف موجود ہو تو تب بھی عامۃ الناس کے متعلق ہو گا کہ کوئی آدمی وجہ تسمیہ  
نہ جانتا ہو۔ دوسروں کی تقلید میں وہ اس کا نام لے رہا ہو۔

بقولہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلم کی روایت میں اس سے زیادہ واضح ہے۔ خذوا مناسککم فانى لا ادرى لعلی لا اجمع بعد بھی ہذا۔ اس طرح کی اور روایات بھی ہیں۔ جن سے قرب وفات کا علم ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے اسے حجتہ الوداع کہا گیا۔ اور حجتہ الاسلام بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ اس حج کے بعد آپ نے مدینہ سے اور کوئی حج نہیں کیا۔ اور حجتہ البلاغ بھی کہتے ہیں۔ کہ آنحضرت نے اس میں احکام شریعی کی تبلیغ کی۔ قولاً بھی اور فعلاً بھی۔ اور اسے حجتہ التمام والکمال بھی کہا گیا ہے۔ کیونکہ اسی میں آیت الیوم اکملت لکم دینکم و انعمت علیکم نعمتی نازل ہوئی۔

حدیث نمبر ۳۹۵۸ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ خَالِدٍ الْأَحَدَثِيُّ زَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ  
أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزَا تِسْعَ عَشْرَةَ غَزْوَةً وَلَمَّا تَهُ حَجَّ بَعْدَ مَا هَاجَرَ  
حَجَّةً وَاحِدَةً لَمْ يُحِجَّ بَعْدَهَا حَجَّةَ الْوَدَاعِ قَالَ أَبُو اسْحَقَ وَيَمْلِكُ أُخْرَى -  
ترجمہ: حضرت زید بن ارقمؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے  
غزوات میں شمولیت فرمائی۔ اور ہجرت کے بعد آپؐ صرف ایک ہی حج حجۃ الوداع کیا ہے جس کے بعد  
آپؐ نے کوئی حج نہیں کیا۔ ابواسحاق فرماتے ہیں کہ دوسرا حج مکہ معظمہ میں تھا۔ جو ہجرت سے پہلے تھا۔  
جو ملۃ اہل یہی کے مطابق تھا۔

تشریح از شیخ مدنی | روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے ہجرت سے پہلے صرف ایک حج کیا ہے۔ حالانکہ بیعت عقبہ ثلثہ حج کے موقع پر ہوئی ہیں۔ تو جواب یہ ہے کہ راوی کو ایک کا علم ہو سکا۔ کیونکہ زید بن ارقم انصاری ہیں۔ یہ بیعت عقبہ ثانیہ میں حج کے لئے گئے تھے۔ تو انہوں نے اپنے علم کے مطابق روایت بیان کی ہے۔

حدیث نمبر ۳۹۵۹ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غُمَرَ الْوَعْدِيُّ عَنْ جَرِيرٍ عَنِ النَّبِيِّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ لَجَرِيرٍ اسْتَنْصَتِ النَّاسَ  
فَقَالَ لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كَقَارِ الْخَضِرِ بِبَعْضِكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ -

ترجمہ۔ حضرت جریرؓ سے مروی ہے۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں ان  
سے فرمایا کہ جریر لوگوں کو چپ کراؤ۔ پھر فرمایا میرے بعد کفر کا طریقہ اختیار نہ کرنا۔ کہ ایک دوسرے  
کی گردنیں کاٹنے لگو۔

تشریح از شیخ مدنی | بعض نے اسے حلال سمجھنے والے پر مجبور کیا ہے اور ممکن ہے۔  
کفار معنی مثل کنار کے ہو۔ چنانچہ بعض روایات میں ضلالاً کا لفظ ہے۔

حدیث نمبر ۳۹۶۰ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى عَنْ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ  
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الزَّيْمَانُ قَدْ اسْتَدَارَ كَمَا كُنْتُمْ يَوْمَ  
خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ثَلَاثَةٌ  
مُتَوَالِيَاتٌ ذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِي  
بَيْنَ جُمَادَى وَشُعْبَانَ أَمَّا شَهْرٌ هَذَا أَقْلُنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ فَسَكَتَ  
حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ قَالَ أَلَيْسَ ذُو الْحِجَّةِ قُلْنَا بَلَى  
قَالَ فَأَيُّ بَلَدٍ هَذَا أَقْلُنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ  
سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ قَالَ أَلَيْسَ الْبَلَدَةُ قُلْنَا بَلَى قَالَ فَأَيُّ يَوْمٍ  
هَذَا أَقْلُنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ  
اسْمِهِ قَالَ أَلَيْسَ يَوْمَ التَّحْرِ قُلْنَا بَلَى قَالَ فَإِنَّ دِمَائَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ  
قَالَ مُحَمَّدٌ وَآحِسِيهِ قَالَ وَأَعْرَاضُكُمْ عَلَيْكُمْ حُرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ  
هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا أَوْسَلَقُونَ رَبَّكُمْ فَيَسْأَلُكُمْ  
عَنْ أَعْمَالِكُمْ فَمَا لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي ضَلَالًا لَا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ  
بَعْضٍ إِلَّا لِيُبَلِّغَ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَلَعَلَّ بَعْضٌ مَن يُبَلِّغُهُ يَكُونُ  
أَوْعَى لَهُ مِنْ بَعْضٍ مَن سَمِعَهُ فَكَانَ مُحَمَّدٌ إِذَا ذَكَرَهُ يَقُولُ صَدَقَ  
مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ الْاهْلُ بَلَغَتْ مَرَّتَيْنِ -

ترجمہ۔ حضرت ابوبکرؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ زمانہ اسی طرح پھر آیا۔ جیسے اس کی حالت اس دن تھی جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا۔ سال بارہ مہینہ کا ہے۔ جن میں سے چار حرمت والے ہیں۔ تین تو مسلسل ہیں۔ ذوالقعدہ، ذی الحجہ اور محرم اور مضر قبیلہ والا رجب جو جمادی اور شعبان کے درمیان ہے۔ یہ کون سا مہینہ ہے۔ ہم نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جاننے والے ہیں۔ جس پر آپؐ خاموش ہو گئے۔ ہمیں گمان ہوا کہ عنقریب آپؐ اس کا کوئی اور نام بدل کر رکھ دیں گے۔ فرمایا کیا یہ ذی الحجہ نہیں ہے۔ ہم نے کہا کیوں نہیں۔ پھر آپؐ نے پوچھا یہ کون سا شہر ہے۔ ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جاننے والا ہے۔ جس پر آپؐ خاموش ہو گئے۔ ہم نے سمجھا کہ آپؐ اس کا کوئی نام عنقریب تجویز کریں گے۔ آپؐ نے فرمایا کیا بلدہ مکہ نہیں ہے۔ ہم نے کہا کیوں نہیں۔ پھر آپؐ نے پوچھا یہ کون سا دن ہے۔ ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جاننے والا ہے۔ آپؐ پھر بھی خاموش رہے۔ جس سے ہمیں گمان ہوا کہ عنقریب آپؐ اس کا کوئی نام تجویز کریں گے۔ آپؐ نے فرمایا کیا یہ یوم النحر قربانی کے ذبح کرنے کا دن نہیں ہے۔ ہم نے کہا کیوں نہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ بے شک تمہارے خون تمہارے اموال اور محمد بن سیرین فرماتے ہیں۔ میرا گمان ہے کہ آپؐ نے فرمایا۔ تمہاری عزتیں اور آبروئیں تم پر اس طرح حرام ہیں جس طرح اس دن کی حرمت اس شہر کے اندر تمہارے اس مہینہ میں ہے۔ عنقریب تم اپنے رب سے ملاقی ہو گے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کے متعلق پوچھے گا۔ خبردار! تم لوگ میرے بعد اٹے گمراہ نہ ہو جانا۔ کس ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو۔ خبردار! تم میں سے حاضر غائب کو پہنچا دے۔ شاید ان پہنچاتے ہوئے میں سے کوئی سننے والوں سے زیادہ اس پیغام کو محفوظ کرنے والا ہو۔ محمد بن سیرین جب حدیث کو ذکر کرتے تھے۔ تو کہتے تھے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔ پھر فرمایا کیا میں تم تک پہنچا چکا۔ دو مرتبہ ایسے فرمایا۔

تشریح الشیخ مدنیؒ | عرب کے لوگ اپنے مفاد کی خاطر مہینوں کو آگے پیچھے کر لیا کرتے تھے۔ جسے نسیئہ کہا جاتا تھا۔ تو حسن اتفاق سے حجۃ الوداع کے موقع پر اصلی ترتیب آگئی۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | السنۃ اثناعشر ۶۳۲ محرم تو منصرف ہے اور صفر سے اگر مقرر مہینہ مراد لیا جائے پھر تو وہ غیر منصرف ہوگا اور غیر مقرر مراد ہو تو پھر منصرف ہوگا۔ ربیع کے دونوں مہینہ منصرف ہیں۔ اور جمادی کے دونوں مہینہ غیر منصرف ہیں۔ رجب کا حال ماہ صفر کی طرح ہے۔ رمضان اور شعبان دونوں غیر منصرف ہیں۔ شوال۔ ذوالقعدہ اور ذی الحجۃ تینوں منصرف ہیں۔

**تشریح از شیخ زکریا** | المحرم ہمیشہ معرف باللّام ہوتا ہے۔ اور اس پر علمیت کا غلبہ ہے۔ اور اعلام میں تصرف و تغیر نہیں ہوا کرتا۔ صفر محرم کے بعد کا مہینہ ہے۔ کبھی منصرف اور کبھی غیر منصرف ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے۔ یحبلون المحرم صفرًا یہ منصرف ہے۔ اور رجب غیر منصرف ہوتا ہے۔ تو اس میں دو سبب معرفۃ اور ساعۃ ہے۔ لیکن قطب گنگوہی نے معین وغیر معین کے فرق سے اسے واضح کیا ہے۔

الربیع عرب کے نزدیک ربیع دو ہیں۔ ایک ربیع شہور اور دوسرا ربیع الزمان ہے اور ربیع الشہور دو ہیں۔ ربیع الاول و ربیع الثانی۔ جو دراصل شہر ربیع الاول و شہر ربیع الثانی ہیں۔ اول و آخر اعراب میں وصف ہونے کی وجہ سے تالچ ہیں۔

جمادی ثنوتہ ہے۔ یہ دونوں غیر منصرف ہیں۔ ان میں دو سبب تائید اور علمیت ہیں۔ اور مفتاح الصحاح میں ہے۔ جمادی الاولیٰ و جمادی الاخریٰ بفتح ہوگی۔

رہب کے متعلق قمر الاقمار میں ہے۔ رجب بغیر تنوین کے غیر منصرف ہے۔ علمیتہ اور عدل کی وجہ سے۔ کیونکہ قسم میں معین ہو کر مستعمل ہوتا ہے۔ علی صوم رجب اور رجب منون منصرف ہوگا کیونکہ دو سبب نہیں ہیں۔ کیونکہ رجب معین نہ ہونے کی وجہ سے علمیتہ زائل ہو گئی۔ اور رمضان شعبان غیر منصرف ہیں۔ علمیتہ اور الف نون زائد تان کی وجہ سے۔ رمضان رمضان سے ہے۔ جس کے معنی جلنے کے ہیں۔ وجہ تسمیہ کے بارے میں قسطلانی نے فرمایا ہے کہ جب عرب اپنی قتل و غارت کی عادت چھوڑ دیں تو ماہ محرم ہے۔ جب ان کے بدن کمزور اور رنگ زرد پڑ جائیں تو صفر ہے۔ جب باغات پھل پھول لے آئیں۔ خوشبوئیں پھکنے لگیں تو ربیعان ہیں۔ جب پھلوں کی قلت ہو جائے۔ اور پانی جم جائے۔ تو یہ جمادیان ہیں۔ نہریں چالو ہو جائیں اور درخت سرسبز ہو جائیں تو یہ رجب ہے۔ جب ادنیوں کے بچے ماؤں سے الگ ہو جائیں اور قبائل پھیل جائیں تو یہ شعبان ہے۔

اور فضا میں گرمی آجائے اور سخت گرمی اور انگارے دہکنے لگیں۔ تو یہ رمضان ہے۔ جب بادل قلیل ہوں۔ مکھیاں بہت ہوں۔ اور جانوروں نے زمیں اٹھائی ہوں تو یہ شوال ہے۔ اور جب تجارت سرفروں سے بیٹھ جائیں تو یہ ذوالقعدہ ہے۔ اور جب ہر طرف سے غزین حج کے قافلے جا رہے ہوں۔ تو یہ ذی الحجہ ہے۔

**حدیث نمبر ۳۹۶۱** حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ أَنَّ أَنَسًا قَالَتِ الْيَهُودُ قَالُوا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فَيُنَالَا لَا تَخْذُ نَاذِلَكَ الْيَوْمَ عِيْدًا فَقَالَ عُمَرُ آيَةُ آيَةٍ قَالُوا الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا فَقَالَ عُمَرُ رَأَيْتُمْ لَا أَعْلَمُ أَحَدًا مَكَانٍ أَنْزِلَتْ أَنْزِلَتْ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاقِفٌ بِحَدَفَةٍ۔

ترجمہ۔ ابن شہاب فرماتے ہیں کہ یہود کے کچھ لوگوں نے کہا۔ اگر یہ آیت ہمارے اندر نازل ہوتی۔ تو ہم اس دن کو یوم عید بنا لیتے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کون سی آیت ہے۔ انہوں نے کہا۔ الیوم اکملت لکم دینکم الا جس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے جس جگہ یہ آیت نازل ہوئی۔ یہ اس وقت نازل ہوئی۔ جب کہ آپ عرقات کے میدان میں وقوف کرنے والے تھے۔

**تشریح از شیخ مدنی** | اناسا من اليهود اور ترمذی میں رجالا من اليهود ہے۔ چونکہ اس جماعت یہود کے سردار کعب اجار تھے۔ اس لئے رجالا کہا۔ جماعت ہمراہ تھی تو اناسا من اليهود کہا۔ بعض علماء کا کہنا ہے کہ کعب اجار عہد صدیقی میں مسلمان ہو گئے۔ اور بعض کا کہنا ہے کہ انہیں عہد نبوی میں ہی مسلمان ہو گئے تھے۔ اجار ان کو اس لئے کہا جاتا تھا کہ یہ کتب سابقہ کے عالم تھے۔ اکملت لکم میں خطاب جمیع مذاہب کو ہے۔ چونکہ ایسی آیت کسی مذہبی کتاب میں نہیں اترتی تھی۔ اس لئے نعمتوں کے شکریہ کے طور پر ایک دن خوشی کا مقرر ہونا چاہیے۔ کیونکہ پہلے ادیان تو حید میں متفق تھے۔ فروع میں کمال ہوتے ہوتے یہاں تک پہنچا کہ الیوم اکملت لکم دینکم فرمایا گیا۔ اس کے بعد کوئی کمال نہ ہوگا۔ بلکہ نقصان ہی ہوگا۔

**تشریح از قاسمی** | حضرت عمرؓ کے فرمان کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم اس کی فضیلت سے غافل

نہیں ہیں بلکہ یہ آیت یوم عیدین میں نازل ہوئی۔ یوم جمعہ یوم عرفہ۔

حدیث نمبر ۳۹۶۲ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمَةَ الْأَعْنَعَائِيَّةُ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمِثَّمَنْ أَهْلَ بَعْثَةِ وَمِثَّمَنْ أَهْلَ بِحَجَّةٍ وَمِثَّمَنْ أَهْلَ بِحِجٍّ وَعُمْرَةٍ وَأَهْلَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَلْحِجِّ فَمِثَّمَنْ أَهْلَ بِأَلْحِجِّ أَوْ جَمَعَ الْحِجَّ وَالْعُمْرَةَ فَلَمْ يَجْلُوا حَتَّى يَوْمَ التَّحْرِ.

ترجمہ۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ہم لوگ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مدینہ سے روانہ ہوئے۔ تو بعض لوگ ہم میں سے وہ تھے جنہوں نے صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا۔ اور بعض وہ تھے جنہوں نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا تھا۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف حج کا احرام باندھا تھا۔ پس جن لوگوں نے حج کا احرام باندھا یا حج اور عمرہ کو جمع کیا۔ انہوں نے یوم النحر سے پہلے احرام نہیں کھولا۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ وَقَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوُدَاعِ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي مَالِكٌ مِثْلَهُ۔

حدیث نمبر ۳۹۶۳ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ الْأَعْنَعَائِيَّةُ سَعْدِ قَالَ عَادَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوُدَاعِ مِنْ وَجْعِ أَشْفِيَتْ مِنْهُ عَلَى الْمَوْتِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ بَلِّغْنِي مِنَ الْوَجْعِ مَا تَرَى وَأَنَا ذُو مَالٍ وَلَا يَرِشْنِي إِلَّا ابْنَتِي وَاحِدَةٌ أَنَا تَصَدَّقُ بِشَلْتِي مَا لِي قَالَ لَا قُلْتُ أَنَا تَصَدَّقُ بِشَطِيرِهِ قَالَ لَا قُلْتُ فَالْثُلُثُ قَالَ الْثُلُثُ وَالْثُلُثُ كَثِيرًا إِنَّكَ أَنْ تَذَرُ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَتَلَفُونَ النَّاسَ وَلَسْتَ تُنْفِقُ نَفَقَةً تَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللَّهِ إِلَّا أَجَرْتَ بِهَا حَتَّى اللَّقْمَةَ تَجْعَلَهَا فِي فِي امْرَأَتِكَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَخْلَفَ بَعْدَ أَصْحَابِي قَالَ إِنَّكَ لَنْ تُخْلَفَ فَعَمَلٌ عَمَلًا تَبْتَغِي بِهِ وَجْهَ اللَّهِ إِلَّا أَرَدَتْ بِهِ



دَرَجَةً وَرَفَعَهُ وَلَعَلَّكَ تُخَلِّفُ حَتَّى يَنْتَفِعَ بِكَ أَقْوَامٌ وَيَضُرُّ بِكَ  
آخَرُونَ اللَّهُمَّ اَمْضِ لِأَصْحَابِي هَجْرَتَهُمْ وَلَا تَرُدَّهُمْ عَلَى أَغْقَابِهِمْ  
لَكِنَّ الْبَائِسَ سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ رَفَعِيَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
أَنْ تُؤْتِيَنِي بِمَكَّةَ -

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ حجۃ الوداع میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
میری بیماری پر سی کے لئے تشریف لائے۔ اس بیماری کی وجہ سے جس کے سبب میں موت کے قریب  
پہنچ گیا تھا۔ پس میں نے عرض کی یا رسول اللہ! مجھے تو بیماری نے اس حد تک پہنچا دیا ہے۔ جو آپؐ  
دیکھ رہے ہیں۔ اور میں مال دار آدمی ہوں۔ میری وارث صرف میری ایک لڑکی ہے۔ کیا میں دو تہائی  
مال صدقہ کر دوں۔ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ میں نے کہا چلو اس کا آدھا کر دوں۔ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ میں  
نے کہا ایک تہائی۔ آپؐ نے فرمایا ایک تہائی بھی بہت ہے۔ کیونکہ اپنے ورثا کو غنی بنا کر چھوڑ جاؤ۔ یہ  
بہتر ہے۔ کہ تم ان کو محتاج چھوڑ جاؤ۔ ہتھیلی پھیلا کر لوگوں سے مانگتے پھریں۔ سن لو! جو خرچہ بھی کر دو گے۔  
جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہو۔ اس کا تمہیں ثواب ملے گا۔ حتیٰ کہ روٹی کا وہ لقمہ تم اپنی بیوی  
کے منہ میں ڈالتے ہو اس کا بھی ثواب ہو گا۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا میں اپنے ساتھیوں سے پیچھے  
مکہ میں رہ جاؤں گا۔ آپؐ نے فرمایا۔ تم پیچھے نہیں رہو گے۔ اے اللہ! تمہاری عمر دراز ہوگی۔ جو عمل بھی  
اس میں تم اللہ کی رضا مندی کے لئے کر دو گے۔ اللہ تعالیٰ اس سے تمہارا مرتبہ اور بلندی کو بڑھائیں  
گے۔ اور شاید تمہیں اتنی زندگی ملے۔ کہ کچھ لوگ تم سے نفع اٹھائیں گے۔ فتوحات کے ذریعہ۔ اور  
دوسرے مشرکین اور منافقین کو تم سے نقصان پہنچے گا۔ پھر آپؐ نے دعا فرمائی۔ اے اللہ! میرے  
اصحاب کی ہجرت کو برقرار رکھنا۔ ان کو اپنی ایڑیوں پر نہ پھیر دینا۔ کہ وہ اپنے سیدھے حال سے واپس  
آجائیں۔ لیکن سختی میں پڑنے والا سعد بن خولہ ہے۔ آپؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے حال پر  
رحم کھا رہے تھے۔ کہ وہ مکہ میں وفات پا گئے۔ جہاں سے وہ ہجرت کر گئے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اہل رسول اللہ ﷺ پہلی روایت سے معلوم ہو چکا ہے کہ

آپؐ نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا تھا۔ اور اس حدیث میں اہل بالچ کے الفاظ ہیں۔  
پہلے تو یہاں فقط کے الفاظ نہیں۔ دوسرے یہاں معطوف محذوف ہے۔ اور ایسے ہوا کرتا ہے۔ ورنہ

روایات میں تعارض ہوگا۔ شواہع فرماتے ہیں۔ کہ آپ پہلے مفرد تھے۔ پھر عمرہ کو داخل کیا۔ علامہ علی بن حجر اور نووی وغیرہم ہی تأویل کرتے ہیں۔ لیکن امام اعظم فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابتداء ہی سے قارن تھے۔ جیسا کہ پچھلی روایت سے معلوم ہوا۔

اشفیت منہ اسی اشرفیت یعنی اس کی وجہ سے موت کو جھانک رہا تھا۔ آپ نے پانی پر دم کر کے ان پر چھڑکا جس سے وہ ہوش میں آئے اور یہ سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوا۔  
بلغ بی من الودع چونکہ حضرت سعد غزوہ میں شمولیت کی وجہ سے غنیمت کے مال کے باعث مالدار ہو گئے تھے۔ اس لئے اس کی تقسیم کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ اور ان کی بیٹی بھی ذوال مال ہو گئی تھی۔

لست تنفق یہ ایک شبہ کا دفعیہ ہے۔ کہ ترکہ جب میرے بال بچوں پر خرچ نہ ہوا۔ تو مجھے اس سے کیا فائدہ ہوا۔ اپنی زندگی میں صدقہ و خیرات کر جاؤں۔ تو آپ نے فرمایا۔ اگرچہ تم نفقہ واجبہ بھی ادا کرو جس سے مقصود رضا الہی ہو۔ تو اس کا بھی اجر ملے گا۔ کیونکہ بیوی کا خرچہ واجب ہے۔  
اخلف بعد اصحابی چونکہ یہ مہاجر تھے۔ مکہ میں سخت علیل ہو گئے۔ خیال آیا کہ اگر مکہ میں ہی انتقال ہو گیا تو شاید ہجرت کا ثواب جٹ ہو جائے۔ تو آپ نے تسلی دی۔ کہ ابھی تم نے نہیں مرنا۔ بلکہ تم سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچے گا۔ اور مشرکین اور منافقین کو نقصان ہوگا۔ چنانچہ فارح فارس ہوئے۔ عہد فاروقی میں قادیسیہ کی لڑائی میں سپہ سالار تھے۔

لکن البائس حضرت سعد بن خولہ عرفات کے میدان میں سر کے بل اونٹنی سے گر پڑے۔ اس طرح مقام ہجرت میں ان کی وفات ہو گئی۔ جس پر آپ نے اظہارِ حزن کیا۔  
البائس سختی میں پڑنے والا۔ ذوحاجۃ۔

**حدیث نمبر ۳۹۶۲ حَدَّثَنِي اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ عَنْ نَافِعِ ابْنِ اَبْنِ عُمَرَ اَخْبَرَهُمْ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَلَقَ رَاسَهُ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ۔**

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ ان حضرات کو خبر دیتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اپنا سر مبارک منڈوا دیا تھا۔

**تشریح از شیخ مدنی** | **حلقہ** **راسہ** **ال** **آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم** سے حج اور عمرہ کے

علاوہ کہیں سر منڈوانا ثابت نہیں ہے۔ بلکہ آپ ہمیشہ سر پہ بال رکھا کرتے تھے۔ جو کبھی دفرہ کبھی جُمہ وغیرہ کی مقدار میں ہوتے تھے۔

**حدیث نمبر ۳۹۶۵** **حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ** **ال** **أَخْبَرَهُ ابْنُ عُمَرَ**

**أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَلَقَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَأُنَاسٌ مِّنْ أَصْحَابِهِ وَقَصَّ بَعْضُهُمْ**

ترجمہ۔ حضرت ابی عمر خبر دیتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے کچھ اصحاب نے حجۃ الوداع میں سر منڈوایا اور بعض نے بال کٹوائے۔

**حدیث نمبر ۳۹۶۶** **حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ** **ال** **أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ**

**أَخْبَرَهُ أَنَّهُ أَقْبَلَ يَسِيرُ عَلَى حِمَارٍ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ بِمَنْى فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ يُصَلِّي بِالنَّاسِ قِصَارَ الْحِمَارِ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ ثُمَّ نَزَلَ عَنْهُ فَصَفَّ مَعَ النَّاسِ**

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عباس خبر دیتے ہیں کہ وہ گدھیا پر سوار ہو کر آئے جب کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے موقع پر منی کے مقام پر کھڑے ہو کر لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ پس میری گدھیا صف کے آگے سے گزر رہی تھی۔ پھر یہ اس سے اتر کر لوگوں کے ساتھ قطار میں شامل ہو گئے۔

**تشریح از شیخ مدنی** | **ابن عباس** بعض مقتدیوں کے آگے سے گزرے ہیں۔

**آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم** کے آگے سے نہیں گزرے۔ چونکہ سترۃ الامام سترۃ القوم ہوا کرتا ہے۔ اس لئے ان پر کوئی سرزنش نہیں کی گئی۔

**حدیث نمبر ۳۹۶۷** **حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ** **ال** **عَنْ هِشَامِ حَدَّثَنِي أَبِي**

**قَالَ سُئِلَ أَسَامَةُ وَأَنَا شَاهِدٌ عَنْ سَيْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّتِهِ فَقَالَ الْعَنْقُ فَإِذَا وَجَدَ فِي جُودَةٍ نَقْصًا**

ترجمہ۔ حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ حضرت اسامہ سے حجۃ الوداع میں آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کی رفتار کے بارے میں پوچھا۔ جب کہ میں بھی موجود تھا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ عام طور پر تو عنق یعنی درمیان فی رفتار ہوتی تھی۔ جب راستہ کی کشادگی مل جاتی تو پھر دوڑا تے تھے۔

**حدیث نمبر ۳۹۶۸** حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ أَبِي الْأَكْبُوبِ أَخْبَرَنِي أَنَّهُ صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوُدَاعِ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ جَمِيعًا۔

ترجمہ۔ حضرت ابوالیوثب خبر دیتے ہیں۔ کہ حجۃ الوداع میں انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مغرب اور عشاء کی نماز اکٹھے ادا کی ہے۔ یہ جمع بین الصلوٰتین تاخیر کے ساتھ تھی۔ ظہر اور عصر میں جمع تقدیم تھی۔

**تشریح از شیخ مدنی** | عنق اور نصّ اونٹ کی چال کے نام ہیں۔ اونٹ کی تیز رفتاری اس کی گردن سے معلوم ہوتی ہے۔ متوسط درجہ کی چال عنق کہلاتی ہے۔ اور تیز رفتاری کو نصّ کہتے ہیں۔ فحجۃ بمعنی فریہ۔

## بَابُ غَزْوَةِ تَبُوكَ وَهِيَ غَزْوَةُ الْعُسْرَةِ۔

ترجمہ۔ جنگ تبوک کا بیان جس کو غزوۃ عسرت بھی کہتے ہیں۔

**حدیث نمبر ۳۹۶۹** حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ أَرْسَلَنِي أَصْحَابِي إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْأَلُهُ الْحُمْلَانَ لَهُمْ إِذْ هُمْ مَعَهُ فِي جَيْشِ الْعُسْرَةِ وَهِيَ غَزْوَةُ تَبُوكَ فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ إِنْ أَصْحَابِي أَرْسَلُونِي إِلَيْكَ لِتَحْمِلَهُمْ فَقَالَ وَاللَّهِ لَا أَحْمِلُكُمْ عَلَى شَيْءٍ وَوَأَفْقَتُهُ وَهُوَ غَضَبَانٌ وَلَا أَشْعُرُ وَرَجَعْتُ حَزِينًا مِنْ مَنَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمِنْ مَخَافَةٍ أَنْ يَكُونَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَنِي فِي نَفْسِهِ عَلَيَّ فَرَجَعْتُ إِلَى أَصْحَابِي فَأَخْبَرْتُهُمْ الَّذِي قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَمْ أَلَيْشَ إِلَّا سَوْيَعَةً إِذْ سَمِعْتُ بِلَا لَيْثَانِي أَيُّ عَبْدَ اللَّهِ بَنِي قَيْسٍ فَأَجَبْتُهُ فَقَالَ أَجِبْ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوكَ فَلَمَّا أَتَيْتَهُ قَالَ خُذْ هَذَيْنِ  
الْقَرَيْنَيْنِ وَهَذَيْنِ الْقَرَيْنَيْنِ لِسِتَّةِ أَبْعَدَةٍ ابْتَاهُمُنَّ حِينَئِذٍ مِنْ  
سَعْدٍ فَأَنْطَلِقَ بِهِنَ إِلَى أَصْحَابِكَ فَقُلْ إِنَّ اللَّهَ أَوْ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْمِلُكُمْ عَلَى هَؤُلَاءِ فَارْكَبُوهُنَّ فَأَنْطَلَقْتُ  
إِلَيْهِمْ بِهِنَّ فَقُلْتُ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْمِلُكُمْ عَلَى  
هَؤُلَاءِ وَلَكِنِّي وَاللَّهِ لَا أَدْعُكُمْ حَتَّى يَنْطَلِقَ مَعِيَ بَعْضُكُمْ إِلَى مَنْ سَمِعَ  
مَقَالَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَنْظُنُّوا إِنِّي حَدَّثْتُكُمْ شَيْئًا  
لَمْ يَقُلْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا إِنَّا نَكُونُ عِنْدَ نَاكُصِ الدِّقِّ  
وَلَنْفَعَلَنَ مَا أَحْبَبْتَ فَأَنْطَلَقَ أَبُو مُوسَى يَنْفَرُ مِنْهُمْ حَتَّى أَتَى آلَ ذِي  
السُّبْيَانَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنَعَهُ إِيَّاهُمْ ثُمَّ أَعْطَاهُمْ  
بَعْدَ فَحْدٍ ثَوْبَهُ بِمِثْلِ مَا حَدَّثَهُ بِهِ أَبُو مُوسَى -

ترجمہ حضرت ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے ساتھیوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تاکہ میں ان کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سواریاں طلب کروں۔ کیونکہ وہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جیش عسقرہ میں جا رہے تھے۔ اور یہ غزوہ تبوک کا موقع تھا۔ پس میں نے جا کر عرض کی یا رسول اللہ! میرے ساتھیوں نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے۔ تاکہ آپ انہیں سواریاں مہیا کر دیں۔ آپ نے فرمایا۔ میں تمہیں کسی چیز پر سوار نہیں کروں گا۔ لیکن مجھے آپ سے ملنے کا اس وقت اتفاق ہوا کہ آپ اس وقت کسی وندہ سے غضب ناک تھے۔ مجھے اس کا علم نہ ہو سکا۔ میں آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روک دینے کی وجہ سے غمگین ہو کر لوٹا اور اس خوف سے بھی کہ کہیں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دل میں مجھ پر ناراض نہ ہو جائیں۔ میں نے واپس لوٹ کر اپنے ساتھیوں کو اس بات کی اطلاع کی جو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمائی تھی۔ پس ایک تھوڑی سی دیر گزری ہوگی کہ میں نے حضرت بلالؓ کی آواز سنی جو پکار رہے تھے کہ عبد اللہ بن قیس کہاں ہے۔ جب مجھے ملے تو کہنے لگے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں بلارہے ہیں۔ جلدی چلو۔ جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے

فرمایا کہ یہ اکٹھے بندھے ہوئے دوا دنٹ لے لو۔ اور یہ جوڑا بھی لے لو۔ ان چھادنٹوں کے متعلق فرمایا جن کو آپ نے حضرت سعد بن عبادہؓ سے خرید لیا تھا۔ مجھے فرمایا کہ ان کو اپنے ساتھیوں کے پاس لے جاؤ۔ اور ان سے کہو کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کہا۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے لئے یہ سواریاں بھیجی ہیں۔ پس تم ان پر سوار ہو کر جہاد کرو۔ میں ان سوار یوں کو لے کر ان کے پاس گیا۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہاری سواری کے لئے ان کو بھیجا ہے۔ لیکن واللہ! میں تمہیں اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا یہاں تک کہ تمہارے کچھ آدمی میرے ساتھ ان لوگوں کی طرف چلیں جنہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ گفتگو سنی تھی کہ میں تم یہ گمان نہ کروں کہ میں نے تمہیں کوئی ایسی بات آکر کہی تھی جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کہی ہو۔ انہوں نے میرے سے کہا کہ واللہ! آپ ہمارے نزدیک سچے ہیں۔ ویسے آپ کی مرضی آپ جو چاہیں ہم وہی کرنے کے لئے تیار ہیں۔ چنانچہ حضرت ابو موسیٰؓ ان کے کچھ آدمی لے کر ان آدمیوں کے پاس پہنچے۔ جنہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سنی تھی۔ پہلے آپ نے ان کو سواریاں دینا روک دیا۔ اس کے بعد ان کو دے بھی دیا۔ چنانچہ ان لوگوں نے انہیں اسی طرح بتلایا۔ جس طرح حضرت ابو موسیٰؓ نے ان کو بات بتلائی تھی۔

**تشریح از شیخ مدنی** | غزوہ موتہ سے قبل ہی رومیوں سے جنگ چھڑ گئی تھی۔ اور غزوہ موتہ کا سبب یہ ہوا تھا کہ آپ کے سفیر کو حدود شام میں قتل کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہؓ کی سالاری میں ان کی طرف ایک لشکر بھیجا۔ حضرت زیدؓ، حضرت جعفر طیارؓ اور عبداللہ بن رواحہؓ سب شہید ہو گئے۔ بالآخر حضرت خالد بن ولیدؓ کے ہاتھ پر فتح ہوئی۔ بعد ازاں آپ کو اطلاع ملی کہ ہر قتل بادشاہ روم نے مسلمانوں سے لڑنے کے لئے بہت سی فوج جمع کر کے بھیج دی ہے۔ تو آپ نے غزوہ تبوک کے لئے تیار ہی شروع کی وجہ سے کاداقہ ہے۔ گرمی کا موسم تھا۔ تبوک کا مقام مدینہ سے سترہ اٹھارہ منزل دور شام کے قریب تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ جب کسی غزوہ کے جانے کا پروگرام ہوتا۔ تو تواریہ کر لیتے تھے جانا کہیں ہوتا اس طرف کی کسی اور جگہ کا نام لے لیتے تاکہ منافقین دشمنان اسلام کو خبردار نہ کر دیں۔ لیکن چونکہ یہ سترہ اٹھارہ منزل دور کا سفر تھا۔ گرمی کا سخت موسم فصل پکے

ہوتے۔ اس لئے آپ نے صاف اعلان کر دیا کہ ہم تبوک کی طرف جا رہے ہیں۔ اس غزوہ میں سب سے زیادہ آپ کے پاس تیس ہزار فوجی تھے۔ بعض نے چالیس ہزار کہا ہے۔ اور بعض نے ستر ہزار بھی کہا ہے۔ جنہوں نے تیس ہزار کہا۔ انہوں نے کہا کہ دس ہزار گھوڑوں پر سوار تھے۔ اور باقی بیس ہزار اونٹوں پر سوار تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مقام تبوک پہنچے ہیں۔ تو کوئی جیش مقابلہ میں نہیں آیا۔ بیس دن آپ نے وہاں پر قیام کیا۔ اور گرد و نواح کی ریاستوں پر قابض ہوئے۔ اس غزوہ کو غزوہ عسرت بھی کہتے ہیں کیونکہ مال کی تنگی تھی۔ کھجوریں پک رہی تھیں دیگر ساز و سامان بھی قلیل تھا۔ خوراک ختم ہو گئی۔ تو کھجور پر اکتفا کیا وہ ختم ہو گئیں تو گٹھلیاں چوس چوس کر گزارا کیا۔ پانی نہیں ملا۔ تو اونٹ ذبح کر کے اس کی ادھری سے پانی نکالا۔ دس دس آدمی نوبت بنو بت ایک ایک اونٹ پر سوار ہوتے تھے۔ بدیں و جہا سے غزوہ عسرت بھی کہا جاتا ہے۔

ہذین القرینین اونٹوں اور سیلوں میں عادت ہے کہ دو مناسب اونٹوں اور سیلوں کو آپس میں ملا کر باندھ دیا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے ان کا بھاگنا مشکل ہو جاتا ہے۔ تو آپ نے چھ اونٹوں کے دو قرین ان کو دیئے تھے۔

**تشریح از شیخ کنگوہی** | اذ ہم معہ فی جیش العسرة ص ۱۲۳ | اذ طرفیہ او تعلیلہ۔

**تشریح از شیخ زکریا** | جیش العسرة یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ماخوذ ہے۔

الذین اتبعوه فی ساعۃ العسرة امام بخاریؒ نے اسے حجۃ الوداع کے بعد ذکر کیا ہے۔ حالانکہ حجۃ الوداع سلمہ میں ہے اور یہ رجب ۹؎ میں واقع ہوا ہے۔ شاید امام بخاریؒ نے عمدًا اس کو مؤخر کیا ہے کیونکہ یہ آخر المغازی ہے۔ جس پر انہوں نے کتاب المغازی کو ختم کیا ہے۔ جس کا پہلا انہوں نے ترجمہ باندھا ہے۔ دوسرے ترتیب کا امام بخاریؒ نے التزام بھی نہیں کیا۔ اور میرے نزدیک بھی یہی ہے کہ امام بخاریؒ سے غلطی نہیں ہوتی اور نہ ہی شائع غلطی ہے امام بخاریؒ نے عمدًا ایسا کیا ہے۔ وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے۔ کہ غزوہ فتح کے بعد سے وفود کا سلسلہ آرہا ہے اس کثرت سے وفود آتے کہ ان کا سلسلہ حجۃ الوداع تک جاری رہا۔ اس لئے ان کی انتہا بیان کرنے کے لئے حجۃ الوداع کا باب باندھا۔ کیونکہ حجۃ الوداع کا غزوہ تبوک کے بعد ہونا تو مشہور و معروف تھا۔ اور فتح مکہ سے پہلے اور حجۃ الوداع کے بعد۔ وفود کا آنا نادر الوقوع تھا۔ واللہ اعلم بالصواب

حدیث نمبر ۳۹۰۰ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الْإِمْلَءُ عَنْ أَبِيهِ سَعْدِ بْنِ أَبِي سَعْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَى تَبُوكَ وَاسْتَخْلَفَ عَلِيًّا فَقَالَ أَخْلِفْنِي فِي الصَّبِيَّانِ وَالنِّسَاءِ قَالَ لَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَيْسَ مِنِّي بَعْدِي وَقَالَ أَبُو دَاوُدَ السَّمْعَتُ مُصْعَبًا۔

ترجمہ۔ حضرت سعدؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کی طرف روانہ ہونے لگے تو حضرت علیؓ کو گھریلو معاملات میں نگران بنا کے پیچھے چھوڑ گئے۔ تو حضرت علیؓ نے فرمایا۔ کیا آپ بچوں اور عورتوں میں مجھے پیچھے چھوڑے جا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اے علیؓ! کیا تجھے یہ پسند نہیں کہ تم میرے ایسے قائم مقام ہو۔ جیسے حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جانشین تھے۔ لیکن یاد رکھو۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا۔ ابو داؤد نے سماع کی تصریح کرتے ہوئے کہا۔ سمعت مصعباً۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | پہلے تو آپؐ غزوات میں جاتے وقت حضرت عبداللہ بن ام مکتوم اور دیگر حضرات کو جن کی شجاعت مشہور نہیں ہوتی تھی ان کو جانشین بنا جاتے تھے۔ چونکہ اب کی مرتبہ سفر دور دراز کا تھا۔ اس لئے حضرت علیؓ کو نگران بنا گئے۔ بن کی جوانی اور شجاعت مشہور تھی۔ منافقین نے یہ خبر اڑادی۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو چھوڑ گئے ہیں۔ تو انہوں نے جاکر پڑاؤ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ کہ تم میرے خلیفہ ہو۔ لیکن بغیر نبوت کے خلیفہ ہو۔ حضرت ہارون علیہ السلام تو خلیفہ بھی تھے اور نبی بھی تھے۔ روافض اس سے آپؐ کی خلافت بلا فصل ثابت کرتے ہیں۔ حالانکہ تشبیہ تو محض قائم مقامی میں ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے ہارون علیہ السلام کو نگران بنایا۔ میں تمہیں امور خانگی کا نگران بناتا ہوں۔ نمازیں پڑھانا حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کے ذمہ لگایا تھا۔ دوسرے یہ کہ حضرت ہارون علیہ السلام تو موسیٰ علیہ السلام سے ایک سال پہلے وفات پا گئے۔ وہ تو وقتی طور پر نگران تھے نہ کہ مہمات کے بعد خلیفہ بنے۔ اگر حضرت علیؓ کی خلافت مطلقہ ہوتی تو امام صلوٰۃ بھی وہی سنبھالتے۔ حالانکہ امام الناس حضرت ابن ام مکتوم تھے۔ پھر خبر واحد اجماع کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

حدیث نمبر ۳۹۰۱ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ الْإِمْلَءُ عَنْ أَبِيهِ لَيْلَى بْنِ أُمَيَّةَ



قَالَ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعُسْرَةَ قَالَ كَانَ يَعْلى يَقُولُ  
بِتِلْكَ الْعُزْرَةِ أَوْ ثَوَّاعِمَالِي عِنْدِي قَالَ عَطَاءٌ فَقَالَ صَفْوَانُ قَالَ يَعْلى  
فَكَانَ لِي أَجِيرٌ فَقَاتَلَ إِنْسَانًا فَعَصَّ أَحَدُهُمَا يَدَ الْآخِرِ قَالَ عَطَاءٌ  
فَلَقَدْ أَخْبَرَنِي صَفْوَانُ أَنَّهُ لَمْ يَعْصِ الْآخِرَ فَتَنَسَّيْتُهِ قَالَ فَانْتَزَعَ الْمَغْضُوضُ  
يَدَهُ مِنْ فِي الْعَاضِ فَانْتَزَعَ أَحَدِي ثَنِيَّتَيْهِ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَهْدَرَ ثَنِيَّتَهُ قَالَ عَطَاءٌ وَحَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفِيدَعُ يَدَهُ فِي فَيْكِ تَقْضُمُهَا كَأَنَّهُمَا فِي  
فِي فَحَلٍ يَقْضُمُهَا.

ترجمہ۔ حضرت یعلیٰ بن امیہ فرماتے ہیں کہ میں غزوہ عسره میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
کے ہمراہ تھا۔ اور حضرت یعلیٰ بن امیہ فرماتے تھے کہ اس غزوہ کی شمولیت میرے نزدیک میرے تمام اعمال  
میں سے زیادہ قابل بھروسہ تھی۔ اور یعلیٰ بن امیہ فرماتے ہیں کہ میرا ایک اجمعی تھا۔ جو دوسرے آدمی سے لڑ  
پڑا۔ ان میں سے ایک نے دوسرے کا ہاتھ دانتوں سے کاٹ لیا۔ عطار فرماتے ہیں کہ حضرت صفوان  
نے تو مجھے بتلایا تھا کہ کسی نے دوسرے کو دانتوں سے کاٹا۔ لیکن میں بھول گیا۔ بہر حال جس کا ہاتھ  
کاٹا گیا۔ اس نے اپنا ہاتھ کاٹنے والے کے منہ سے کھینچ لیا تو اس کے اگلے دو دانتوں میں سے ایک  
دانت ٹوٹ کر گر پڑا۔ تو وہ دونوں اپنا مقدمہ لے کر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت  
میں حاضر ہوئے۔ آپ نے اس کے دانت کا قصاص باطل قرار دے دیا۔ عطاء فرماتے ہیں۔ میرا  
گھمان یہ ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کیا وہ اپنا  
ہاتھ تیرے منہ کے اندر چھوڑ دیتا۔ تاکہ تو اسے اس طرح کاٹ کھائے جس طرح گویا کہ وہ براؤنٹ  
کے منہ میں ہے۔ جس کو وہ کاٹ کر کھا رہا ہے۔

## بَابُ حَدِيثِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ

وَقَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خَلَفُوا.

ترجمہ۔ حضرت کعب بن مالک کا واقعہ اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ اس نے ان تین آدمیوں کی

توبہ قبول کر لی جو پیچھے رکھے گئے تھے۔

حدیث نمبر ۳۹۷۲ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ كَعْبٍ  
 بْنَ مَالِكٍ كَانَ قَائِدَ الْكُفَّيْنِ مِنْ بَنِيهِ حِينَ عَمِيَ قَالَ سَمِعْتُ كَعْبَ  
 بْنَ مَالِكٍ يُحَدِّثُ حِينَ تَخَلَّفَ عَنْ قِصَّةِ تَبُوكَ قَالَ كَعْبٌ لَمَّا تَخَلَّفَ  
 عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ غَزَاهَا إِلَّا فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ  
 غَيْرَ آتِي كُنْتُ تَخَلَّفْتُ فِي غَزْوَةِ بَدْرٍ وَلَمْ يُعَاتِبْ أَحَدًا تَخَلَّفَ  
 عَنْهَا إِنَّمَا خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيدُ عِيرَ قُرَيْشٍ  
 حَتَّى جَمَعَ اللَّهُ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ عَدُوِّهِمْ عَلَى غَيْرِ مِيعَادٍ وَلَقَدْ شَهِدْتُ  
 مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ حِينَ تَوَاقَفْنَا عَلَى  
 الْإِسْلَامِ وَمَا أَحْبَبْتُ أَنْ يَبْهَامَ شَهِدَ بَدْرًا وَإِنْ كَانَتْ بَدْرًا أَذْكَرُ فِي  
 النَّاسِ مِنْهَا كَانَ مِنْ خَبَرِي أَنِّي لَمْ أَكُنْ قَطُّ أَقْوَى وَلَا أَيْسَرُ حِينَ  
 تَخَلَّفْتُ عَنْهُ فِي ذَلِكَ الْغَزَاةِ وَاللَّهُ مَا اجْتَمَعْتُ عِنْدِي قَبْلَهُ رَاجِلَتَانِ  
 قَطُّ حَتَّى جَمَعَهُمَا فِي تِلْكَ الْغَزْوَةِ وَلَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيدُ غَزْوَةَ إِلَّا وَرَى بِغَيْرِهَا حَتَّى كَانَتْ تِلْكَ الْغَزْوَةُ  
 غَزَاهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَرِّ شَدِيدٍ وَاسْتَقْبَلَ سَفَرًا  
 بَعِيدًا أَوْ مَفَارًا وَعَدُّوا كَثِيرًا فَجَلَّى لِلْمُسْلِمِينَ أَمْرَهُمْ لِيَتَأَهَّبُوا  
 أَهْبَةً غَزَوْهُمْ فَأَخْبَرَهُمْ بِوَجْهِهِ الَّذِي يُرِيدُ وَالْمُسْلِمُونَ  
 مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَثِيرٌ وَلَا يَجْمَعُهُمْ كِتَابٌ حَافِظٌ  
 يُرِيدُ أَنْ يَتَخَيَّبَ الْأَظْنَ أَنْ سِيَخْفَى لَهُ مَا لَمْ يَنْزِلْ فِيهِ وَحَى اللَّهُ وَغَزَا  
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ الْغَزْوَةَ حِينَ طَابَتِ الثَّمَارُ وَالظَّلَالُ  
 وَتَجَمَّعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمُونَ مَعَهُ فَطَفِفْتُ  
 أَغْدُو الْكِيَّ أَتَجَمَّعُ مَعَهُمْ فَأَرْجِعُ وَلَمْ أَقْضِ شَيْئًا فَأَقُولُ فِي نَفْسِي  
 أَنَا قَادِرٌ عَلَيْهِ فَلَمْ يَنْزِلْ يَتِمَّ أَدَى فِي حَتَّى أَشْتَدَّ بِالنَّاسِ الْجَدُّ فَاصْبَحَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمُونَ مَعَهُ وَلَمَّا أَقْبَضَ مِنْ  
جِهَانِي شَيْئًا فَقُلْتُ أَتَجَمُّذُ بَعْدَهُ يَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ ثُمَّ الْحَقُّهُ  
فَعَدُّتُ بَعْدَ أَنْ فَصَلُّوا إِلَّا تَجَمُّذًا فَرَجَعْتُ وَلَمَّا أَقْبَضَ شَيْئًا ثَلَاثَةَ عَدَدَاتٍ  
ثُمَّ رَجَعْتُ وَلَمَّا أَقْبَضَ شَيْئًا فَلَمْ يَنْزِلْ فِي حَتَّى أَسْرَعُوا وَتَفَارَطَ الْغَرُورُ  
وَهَمَمْتُ أَنْ أَرْجُلَ فَأَذْرِكُهُ وَلَيْتَنِي فَعَلْتُ فَلَمْ يَقْدِرْ لِي ذَلِكَ  
فَكُنْتُ إِذَا أَخْرَجْتُ فِي النَّاسِ بَعْدَ خُرُوجِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
فَطَفْتُ فِيهِمْ أَحْزَنِي أَتَى لَا أَرَى إِلَّا رَجُلًا مَعْمُومًا عَلَيْهِ النِّقَاقُ أَوْ رَجُلًا  
مِمَّنْ عَذَّرَ اللَّهُ مِنَ الضُّعَفَاءِ وَلَمْ يَذْكُرْ فِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
وَسَلَّمَ حَتَّى بَلَغَ تَبُوكَ فَقَالَ وَهُوَ جَالِسٌ فِي الْقَوْمِ بِتَبُوكَ مَا فَعَلَ  
كَعْبٌ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِي سَلَمَةَ يَا رَسُولَ اللَّهِ حَبَسَهُ بِرَادَهُ وَنَظَرُهُ فِي  
عُطْفِهِ فَقَالَ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ بِئْسَ مَا قُلْتَ وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا عَلِمْنَا  
عَلَيْهِ إِلَّا خَيْرًا فَسَكَتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَعْبُ بْنُ  
مَالِكٍ فَلَمَّا بَلَغْنِي أَنَّهُ تَوَجَّهَ قَافًا لِحَضْرَتِي هَوًى وَطُفِئَتْ أَتَذْكُرُ  
الْكُذِبَ وَأَقُولُ بِمَاذَا أَخْرَجُ مِنْ سَخِطِهِ عَدَاؤُا اسْتَعْنَتْ عَلَى ذَلِكَ  
بِكُلِّ ذِي رَأْيٍ مِنْ أَهْلِي فَلَمَّا قِيلَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
قَدْ أَظَلَّ قَادِمًا زَاحَ عَنِّي الْبَاطِلُ وَعَرَفْتُ أَنِّي لَمْ أَخْرَجْ مِنْهُ أَبَدًا  
بِشَيْءٍ فِيهِ كَذِبٌ فَاجْتَمَعْتُ صِدْقَهُ وَأَصْبَحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَادِمًا وَكَانَ إِذَا أَقْدِمَ مِنْ سَفَرٍ بَدَأَ بِالْمَسْجِدِ فَيَرْكَعُ  
فِيهِ رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ لِلنَّاسِ فَلَمَّا فَعَلَ ذَلِكَ جَاءَهُ الْمُخَلَّفُونَ فَطَفِقُوا  
يَعْتَذِرُونَ إِلَيْهِ وَيُحْلِفُونَ لَهُ وَكَانُوا بِضَعَةِ وَثَمَانِينَ رَجُلًا فَقِيلَ  
مِنْهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَانِيَةً هُمْ وَيَا أَيْعُهُمْ وَاسْتَغْفَرُوا  
وَوَكَّلَ سَرَّاءُ بِهِمْ إِلَى اللَّهِ فَجِئَتْهُ فَلَمَّا سَأَلَتْ عَنْهُ تَبَسَّ وَتَبَسَّ  
الْمُغْضِبُ ثُمَّ قَالَ تَعَالَى فَجِئْتُ أَمْشِي حَتَّى جَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ لِي

مَا خَلَفَكَ أَلَمْ تَكُنْ قَدِ ابْتَعْتَ ظَهْرَكَ فَقُلْتُ بَلَىٰ إِنِّي وَاللَّهِ لَوَجَلَسْتُ  
عِنْدَ غَيْرِكَ مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا لَرَأَيْتُ أَنْ سَاحُجٌ مِنْ سَخَطِهِ يُعْذِرُ  
وَلَقَدْ أُعْطِيتُ جَدًّا وَلَكِنِّي وَاللَّهِ لَقَدْ عَلِمْتُ لَئِنْ حَدَّثْتُكَ الْيَوْمَ  
حَدِيثَ كَذِبٍ تَرْضَىٰ بِهِ عَنِّي لَيُوشِكَنَّ اللَّهُ أَنْ يَسْخِطَكَ عَلَيَّ  
وَلَئِنْ حَدَّثْتُكَ حَدِيثَ صِدْقٍ تَجِدُ عَلَيَّ فِيهِ إِنِّي لَا رَجُوفِيهِ عَفْوًا لِلَّهِ  
لَا وَاللَّهِ مَا كَانَ لِي مِنْ عُذْرٍ وَاللَّهِ مَا كُنْتُ قَطُّ أَقْوَى وَلَا أَيْسَرُ مِنِّي  
حِينَ تَخَلَفْتُ عَنْكَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا هَذَا فَقَدْ  
صَدَقَ فَقُمْ حَتَّى يَقْضِيَ اللَّهُ فِيكَ فَقُمْتُ وَسَارَ رِجَالُ مَنْ بَنَى سَلَمَةً  
فَاتَّبَعُونِي فَقَالُوا لِي وَاللَّهِ مَا عَلِمْنَاكَ كُنْتَ أَذْنِبْتَ ذَنْبًا قَبْلَ هَذَا  
وَلَقَدْ عَاجَزْتَ أَنْ لَا تَكُونَ أَعْتَذَرْتَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ بِمَا أَعْتَذَرَ إِلَيْهِ الْبُتَّاءُ خَلْفُونَ قَدْ كَانَ كَافِيكَ ذَنْبَكَ اسْتَغْفَارُ  
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكَ فَوَاللَّهِ مَا زِلْنَا يُؤْتِيُونِي حَتَّى  
أَرَدْتُ أَنْ أَرْجِعَ فَأُكَذِّبَ نَفْسِي ثُمَّ قُلْتُ لَهُمْ هَلْ لَفِيَ هَذَا مِنِّي أَحَدٌ  
قَالُوا نَعَمْ رَجُلَانِ قَالَا مِثْلَ مَا قُلْتَ فَقِيلَ لَهُمَا مِثْلَ مَا قِيلَ لَكَ فَقُلْتُ  
مَنْ هَذَا قَالَا مَرَارَةُ بِنْتُ الرَّبِيعِ الْعُمَرَوِيَّةُ وَهَلَالُ بْنُ أُمَيَّةَ الْوَاقِئِيُّ  
فَذَكَرُوا لِي رَجُلَيْنِ صَالِحَيْنِ قَدْ شَهِدَا بَدْرًا فِيهِمَا أَسُوءُ فَمَضَيْتُ  
حِينَ ذَكَرُوهُمَا لِي وَلَهُمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمِينَ مِنْ  
كَأَلَمِنَا أَتَمَّ الثَّلَاثَةِ مِنْ بَيْنِ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهُ فَاجْتَنَبْنَا النَّاسَ وَتَغَيَّرُوا  
لَنَا حَتَّى تَنَكَّرْتُ فِي نَفْسِي الْأَرْضَ فَمَا هِيَ إِلَّا بَيْتِي أَعْرِفْ فَلَبِثْنَا عَلَى ذَلِكَ  
خَمْسِينَ لَيْلَةً فَمَا صَاحِبَايَ فَاسْتَكْنَا وَقَعَدَا فِي بُيُوتِهِمَا يَبْكِيَانِ  
وَأَمَّا أَنَا فَكُنْتُ أَشَبَّ الْقَوْمِ وَأَجْلَدَهُمْ وَكُنْتُ أَخْرُجُ فَاشْهَدُ الصَّلَاةَ  
مَعَ الْمُسْلِمِينَ وَأَطُوفُ فِي الْأَسْوَاقِ وَلَا يُكَلِّمُنِي أَحَدٌ وَإِنِّي رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْلَمَ عَلَيْهِ وَهُوَ فِي مَجْلِسِهِ بَعْدَ الصَّلَاةِ

فَأَقُولُ فِي نَفْسِي هَلْ حَرَكْتُ شَفَتَيْهِ بِرِدِّ السَّلَامِ عَلَيَّ أَمْ لَا ثُمَّ أَصْلَى قَرِيبًا مِنْهُ فَأَسَارِقُهُ النَّظْرَ فَإِذَا أَقْبَلْتُ عَلَى صَلَواتِي أَقْبَلَ إِلَيَّ وَإِذَا انْتَفَتُ نَحْوَهُ أَعْرِضَ عَنِّي حَتَّى إِذَا طَالَ عَلَيَّ ذَلِكَ مِنْ جَهْوَةِ النَّاسِ مَشَيْتُ حَتَّى تَسَوَّرْتُ جِدَارَ حَائِطِ أَبِي قَتَادَةَ وَهُوَ ابْنُ عَمِّي وَأَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَوَاللَّهِ مَا رَدَّ عَلَيَّ السَّلَامَ فَقُلْتُ يَا أَبَا قَتَادَةَ أُنْشِدْكَ بِاللهِ هَلْ تَعْلَمُنِي أَحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ فَسَكَتَ فَعُدْتُ لَهُ فَتَشَدَّدْتُ فَسَكَتَ فَعُدْتُ لَهُ فَتَشَدَّدْتُ فَقَالَ اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ فَقَاضَتْ عَيْنَايَ وَكَوَلَيْتُ حَتَّى تَسَوَّرْتُ الْجِدَارَ قَالَ فَبَيْنَا أَنَا أَهْشَى بِسُوقِ الْمَدِينَةِ إِذَا نَبِيْطِي مِنْ أَنْبَاطِ أَهْلِ الشَّامِ مَعْنٍ قَدِيمٍ بِالطَّعَامِ يَبِيعُهُ بِالْمَدِينَةِ يَقُولُ مَنْ يَسِدُّ عَلَيَّ كَعْبٍ بَنِ مَالِكٍ فَطَفِقَ النَّاسُ يَشِيرُونَ لَهُ حَتَّى إِذَا اجْأَعَنِي دَفَعَ إِلَيَّ كِتَابًا مِنْ مَلِكِ غَسَّانَ فَإِذَا فِيهِ أَمَّا بَعْدُ فَيَا تُهْ قَدْ بَلَغَنِي أَنَّ صَاحِبَكَ قَدْ جَفَاكَ وَلَمْ يَجْعَلْكَ اللهُ بِدَارِ هَوَانٍ وَلَا مَضِيعَةً خَالِ حَقِّ بَنَانٍ وَأَسِئْتَ فَقُلْتُ لَمَّا قَرَأْتُهَا وَهَذَا أَيْضًا مِنَ الْبَلَاءِ فَتَيَمَّمْتُ بِهَا التَّنَوُّرَ فَسَجَرْتُهُ بِهَا حَتَّى إِذَا مَضَتْ أَرْبَعُونَ لَيْلَةً مِنَ الْخَمْسِينَ إِذَا رَسُولُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِيَنِي فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُكَ أَنْ تَعْتَزَلَ أَمْرًا تَكُ فَقُلْتُ أَطْلَقُهَا أَمْ مَاذَا أَفْعَلُ قَالَ لَا بَلِ اعْتَزَلْهَا وَلَا تَقْرُبْهَا وَأَرْسَلَ إِلَى صَاحِبِي وَمَثَلُ ذَلِكَ فَقُلْتُ لِإِمْرَأَتِي الْحَقِّي بِأَهْلِكَ فَتَكُونِي عِنْدَهُ حَتَّى يَقْضِيَ اللهُ فِي هَذَا الْأَمْرِ قَالَ كَعْبٌ فَجَاءَتْ أَمْرَأَةٌ هَلَالُ بْنُ أُمَيَّةَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ هَلَالَ بْنَ أُمَيَّةَ شَيْخٌ ضَائِعٌ لَيْسَ لَهُ خَادِمٌ فَهَلْ تَكْرَهُ أَنْ أَخْدِمَهُ قَالَ لَا وَلَكِنْ لَا يَقْرُبُكَ قَالَتْ إِنَّهُ وَاللهُ مَا بِهِ حَرَكَةٌ إِلَى شَيْءٍ وَاللهُ مَا زَالَ يَبْكِي مُنْذُ كَانَ مِنْ أَمْرِهِ مَا كَانَ إِلَى يَوْمِهِ هَذَا فَقَالَ لِي بَعْضُ أَهْلِي لَوْ اسْتَأْذَنْتَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فِي امْرَأَتِكَ كَمَا اِذْنُ لِمَرْأَةِ هَالِلِ بْنِ اُمَيَّةَ اَنْ تَخْدِمَهُ فَقُلْتُ لَا وَاللّٰهِ  
لَا اَسْتَاذِنُ فِيْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يُدْرِىْنِيْ مَا يَقُوْلُ  
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَاذَنْتُهُ فِيْهَا وَاَنَا رَجُلٌ شَابٌّ  
فَلَبِثْتُ بَعْدَ ذَلِكَ عَشْرَ لَيَالٍ حَتّٰى كَمَلْتُ لَنَا خَمْسُوْنَ لَيْلَةً مِنْ حَيْثُ نَهَى  
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كَلَامِنَا فَلَمَّا صَلَّيْتُ صَلَاةَ الْفَجْرِ  
صَبَحَ خَمْسِيْنَ لَيْلَةً وَاَنَا عَلَى ظَهْرِ بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِنَا فَبَيْنَا اَنَا جَالِسٌ عَلَى  
الْحَالِ الَّذِي ذَكَرَ اللّٰهُ قَدْ ضَاقَتْ عَلَيَّ نَفْسِيْ وَضَاقَتْ عَلَيَّ الْاَرْضُ بِمَا  
رَحَبَتْ سَمِعْتُ صَوْتَ صَارِيْخٍ اَوْ فِيْ عَلَى جَبَلٍ سَلَجٍ بِأَعْلَى صَوْتِهِ يَأْكُعبُ  
بْنُ مَالِكٍ اَبَشَرَ قَالَ فَخَرَدْتُ سَاجِدًا وَعَرَفْتُ اَنْ قَدْ جَاءَ فَرَجٌ وَاَذْنُ رَسُوْلٍ  
اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتُوبَةِ اللّٰهِ عَلَيْنَا صَلَّيْتُ صَلَاةَ الْفَجْرِ فَذَهَبَ النَّاسُ  
يُبَشِّرُوْنَنا وَذَهَبَ قَبْلَ صَاحِبَيَّ مُبَشِّرُوْنَ وَرَكَضَ اِلَيَّ رَجُلٌ فَرَسًا وَسَعَى  
سَاعٍ مِنْ اَسْلَمَ فَأَوْفَى عَلَى الْجَبَلِ وَكَانَ الصَّوْتُ اَسْرَعَ مِنَ الْفَرَسِ فَلَمَّا  
جَاءَ فِي الَّذِي سَمِعْتُ صَوْتَهُ يُبَشِّرُنِيْ نَزَعْتُ لَهُ ثَوْبِيْ فَكَسَوْتُهُ اِيَّاهُمَا  
بِبَشْرَاهُ وَاللّٰهُ مَا اَمْلِكُ غَيْرَهُمَا يَوْمَئِذٍ وَاسْتَعَرْتُ ثَوْبَيْنِ فَلَيْسَتْهُمَا  
وَانْطَلَقْتُ اِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَتَلَقَّانِي النَّاسُ فَوْجًا فَوْجًا  
يُهَيِّئُوْنِيْ بِالتَّوْبَةِ يَقُوْلُوْنَ لَكَ هُنِكَ تُوْبَةُ اللّٰهِ عَلَيْكَ قَالَ كَعْبٌ حَتّٰى دَخَلْتُ  
الْمَسْجِدَ فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ حَوْلَهُ النَّاسُ فَقَامَ  
اِلَيَّ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ يَهْرُوْلُ حَتّٰى صَافَحَنِيْ وَهَتَّانِيْ وَاللّٰهُ مَا قَامَ اِلَيَّ رَجُلٌ  
مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ غَيْرُهُ وَلَا اَسْمَاهَا لَطَلْحَةُ قَالَ كَعْبٌ فَلَمَّا سَلَمْتُ عَلَى رَسُوْلِ  
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَبْرُقُ  
وَجْهُهُ مِنَ السُّرُورِ اَبَشِرْ بِخَيْرٍ يَوْمَ مَرَّ عَلَيْكَ مِنْذُ وَلَدَتْكَ اُمُّكَ قُلْتُ  
اَمِنْ عِنْدِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَمْ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ قَالَ لَا بَلْ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَانَ  
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْرَأَسْتَنَارَ وَجْهُهُ حَتّٰى كَانَ قِطْعَةً

قَمَرٍ وَكَتَابُكَ نَعْرِفُ ذَلِكَ مِنْهُ فَلَمَّا جَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ  
 إِنَّ مِنْ تَوْبَتِي أَنْ أَخْلُجَ مِنْ مَالِي صَدَقَةً إِلَى اللَّهِ وَإِلَى رَسُولِ اللَّهِ قَالَ  
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ  
 قُلْتُ فَإِنِّي أَمْسِكُ سَهْلِي الَّذِي بِخَيْبَرَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ إِنَّمَا  
 نَجَانِي بِالصَّدَقِ وَإِنْ مِنْ تَوْبَتِي أَنْ لَا أُحَدِّثَ إِلَّا صِدْقًا مَا بَقِيْتُ فَوَاللَّهِ  
 مَا أَعْلَمُ أَحَدًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ أَبْلَاهُ اللَّهُ فِي صِدْقِ الْحَدِيثِ مُنْذُ ذَكَرْتُ  
 ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْسَنَ مِنَّمَا أَبْلَانِي مَا تَعَمَّدَتْ  
 مُنْذُ ذَكَرْتُ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى يَوْمِي هَذَا  
 كَذِبًا وَلِي لَا رَجُوءَ أَنْ يَحْفَظَنِي اللَّهُ فِي مَا بَقِيْتُ وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ إِلَى قَوْلِهِ  
 وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ فَوَاللَّهِ مَا أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيَّ مِنْ نِعْمَةٍ قَطُّ بَعْدَ أَنْ  
 هَدَانِي لِلْإِسْلَامِ أَعْظَمَ فِي نَفْسِي مِنْ صِدْقِي لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 أَنْ لَا أَكُونَ كَذِبْتُهُ فَأَهْلِكَ كَمَا هَلَكَ الَّذِينَ كَذَبُوا فَإِنَّ اللَّهَ قَالَ  
 لِلَّذِينَ كَذَبُوا حِينَ أَنْزَلَ الْوَحْيَ شَرَّمَا قَالَ لِأَحَدٍ فَقَالَ تَبَارَكَ  
 وَتَعَالَى سَيَحْلِقُونَ يَا اللَّهُ لَكُمُ آذَانُ الْقُلُوبِ إِلَى قَوْلِهِ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَرْضَى  
 عَنِ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ قَالَ كَعْبٌ وَكَتَاتٌ خَلَفْنَا أَيُّهَا الثَّلَاثَةُ عَنْ أَمِيرِ أَوْلِيَاكَ  
 الَّذِينَ قِيلَ مِنْهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ حَلَفُوا لَهُ  
 فَبَايَعَهُمْ وَاسْتَغْفَرَهُمْ وَارْجَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْرَنَا  
 حَتَّى قَضَى اللَّهُ فِيهِ فَبِذَلِكَ قَالَ اللَّهُ وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خَلَفُوا وَلَيْسَ  
 الَّذِي ذَكَرَ اللَّهُ مِمَّا خَلَفْنَا عَنِ الْغُرُورِ وَإِنَّمَا هُوَ خَلِيفَةُ إِيَّانَا وَارْجَاؤُهُ  
 أَمْرَنَا عَمَّنْ حَلَفَ لَهُ وَاعْتَدَرَ إِلَيْهِ فَقِيلَ مِنْهُ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن کعب بن مالکؓ جو اپنے باپ کے ان کے بیٹوں میں سے قائد تھے جب  
 کہ وہ نابینا ہو گئے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت کعب بن مالکؓ سے سنا۔ وہ اپنے غزوہ تبوک سے

پیچھے رہ جانے کا قصہ بیان کرتے تھے۔ حضرت کعب بنہ نے فرمایا۔ میں سوائے غزوہ تبوک کے اور کسی غزوہ میں جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شمولیت کی تھی۔ اور کسی غزوہ میں پیچھے نہیں رہا۔ علاوہ اس کے میں غزوہ بدر سے پیچھے رہ گیا تھا۔ جس سے پیچھے رہنے والے کسی پر بھی آپ نے ناراضگی کا اظہار نہیں فرمایا۔ وجہ یہ تھی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو محض قریش کے قافلہ کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ وہ تو اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے مسلمانوں کو اور ان کے دشمنوں کو بغیر کسی مدت مقرر کئے جمع کر دیا تھا۔ اور میں بیعت عقبہ میں جب کہ ہم نے اسلام پر قائم رہنے کا آپ سے معاہدہ کیا تھا۔ اس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حاضر تھا۔ اور اس کے بدلہ میں میں بدر کی حاضری کو زیادہ پسند نہیں کرتا۔ اگرچہ غزوہ بدر بیعت عقبہ کی بنسبت لوگوں میں زیادہ مشہور ہے۔ اور اس کا بڑا چرچا ہے۔ بہر حال میرا واقعہ یہ ہے۔ کہ جب کہ میں غزوہ تبوک سے پیچھے رہ گیا۔ تو اس سے قبل نہ میں اتنا طاقتور تھا اور نہ ہی آسودہ حال تھا۔ واللہ! اس سے پہلے میرے پاس سواری کی دو اونٹنیاں کبھی جمع نہیں ہوئی تھیں۔ یہ اللہ کا انعام تھا کہ اس غزوہ میں میرے پاس دو سواری کی اونٹنیاں جمع ہو گئی تھیں۔ اور آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ جب کسی غزوہ کے لئے تشریف لے جاتے تو کسی اور مقام کا توریہ کر لیتے۔ تاکہ دشمن خبردار نہ ہو جائے۔ چونکہ یہ غزوہ تبوک سخت گرمی کے موسم میں تھا۔ اور سفر بھی دور دراز کا تھا۔ جس میں پٹیل جنگلات عبور کرنے تھے۔ اور دشمن کی تعداد کثیر بھی لاکھوں تک تھی۔ بنا بریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے لئے ان کے معاملہ کو کھول کر بیان کر دیا۔ تاکہ وہ اپنے جہاد کے لئے خوب سامان تیار کر لیں۔ اس لئے آپ نے ان کو وہ سمت اور مقام بتلادیا جس کی طرف آپ ارادہ فرما رہے تھے۔ اس غزوہ میں مسلمانوں کی جماعت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت تھی۔ جو تیس ہزار اور کسی غزوہ میں نہیں تھی۔ ان فوجیوں کے لئے کوئی رجسٹر دیوان نہیں جو ان کی گنتی کو محفوظ رکھتا۔ زہری فرماتے ہیں کہ کتاب حافظ سے دیوان اور دفتر مراد ہے۔ حضرت کعب فرماتے ہیں۔ کہ اس دفتری نظام کے نہ ہونے کی وجہ سے کوئی شخص اگر غائب ہونا چاہتا تو کثرت ہیش کی وجہ سے وہ چھپ سکتا تھا۔ جب تک کہ اس کے بارے میں اللہ کی وحی نازل نہ ہو۔ نیز یہ جہاد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے موسم میں کیا جب کہ پھل پک چکے تھے اور لوگ سایوں کے نیچے رہنا پسند



کرتے تھے۔ بہر صورت آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیاری کی اور مسلمان بھی آپ کے ہمراہ تیار ہوئے۔ میں بھی صبح سویرے ان کے پاس تیاری کے لئے آتا۔ ایسے ہی واپس ہو جاتا تھا۔ میں نے تیاری کا کوئی سامان نہ کیا۔ میں اپنے دل میں کہتا تھا کہ مجھے تو ہر طرح کی قدرت حاصل ہے۔ فوراً انتظام کر لوں گا۔ پس اس طرح یہ حال مجھے ڈھیل دیتا رہا۔ یہاں تک کہ لوگوں کی کوشش سخت ہو گئی اور انہوں نے اپنا انتظام کر لیا۔ اور صبح کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے ہمراہ روانہ ہو گئے۔ میں نے اپنا کوئی سامان بھی تیار نہیں کیا تھا۔ میں نے کہا کہ میں ایک دو دن بعد تیاری کر کے ان کو جا لوں گا۔ پس جب وہ لوگ فاصلہ پر چلے گئے۔ تو میں تیاری کرنے کے لئے صبح سویرے گیا۔ لیکن واپس آ گیا۔ جب کہ میں نے کچھ بھی تیار نہ کیا تھا۔ پھر دوسری صبح کو گیا اور خالی واپس آ گیا۔ کوئی تیاری نہ کر سکا۔ پس میرا یہی حال رہا۔ یہاں تک کہ وہ لوگ مجاہدین تو جلد ہی اپنی منزل پر پہنچ گئے۔ اور میں غزوہ سے دور رہ گیا اور اور میں نے پکا ارادہ کر لیا تھا کہ سواری کس کر جلد ہی ان حضرات کو پا لوں گا۔ کاش! کہ میں ایسے کر پاتا۔ لیکن میں کچھ نہ کر سکا۔ اب میرا حال یہ ہو گا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد جب بھی میں لوگوں میں گھومتا پھرتا ہوں گا۔ تو مجھے یہ غم کھاتے جا رہا تھا کہ میں تو اب ان میں ایک ایسا آدمی معلوم ہوں گا جس کو نفاق کا طعنہ دیا جائے یا وہ آدمی جس کو اللہ تعالیٰ نے کمزوری کی وجہ سے معذور قرار دے دیا ہو۔ اور آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے راستہ میں مجھے یاد نہ فرمایا۔ یہاں تک کہ آپ مقام تبوک تک پہنچ گئے۔ آپ تبوک میں لوگوں کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے فرمایا۔ کعبہ کو کیا ہو گیا۔ بنو سلمہ کے ایک آدمی عبد اللہ بن انیس نے کہا یا رسول اللہ! اب وہ بڑا آدمی ہو گیا ہے۔ عمدہ لباس اور بڑائی نے اسے روک دیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو بڑا اور اپنے لباس کو عمدہ سمجھنے لگا ہے۔ ملکہ ہو گیا ہے۔

ناز پروردہ تمنع نہ بر در راہ بد است

حضرت معاذ بن جبلؓ نے فرمایا۔ تو نے ٹھیک نہیں کہا۔ واللہ! یا رسول اللہ! ہمیں بھلائی کے سوا اس پر اور کسی چیز کا علم نہیں ہے۔ جن پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔ حضرت کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واپس مدینہ لوٹ رہے ہیں تو مجھے فکر دامن گیر ہوئی۔ اور جھوٹ گھڑنے لگا۔ اور میں سوچتا تھا کہ کل آپ کے غصہ اور ناراضگی سے میری کس طرح خلاصی ہوگی اس سلسلہ میں میں نے اپنے گھر کے لوگوں سے جو دانشور تھے۔ ان سے بھی مدد لی۔ پس جب مجھے کہا گیا کہ جناب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریب والپس پہنچ گئے ہیں تو سب بھوٹ بھوٹ اور باطل خیالات میرے ذہن سے نکل گئے۔ اور میں سمجھ گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی سے میں کسی ایسی بات سے نہیں بھل سکتا جس میں بھوٹ کی ملاوٹ ہو۔ پس میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سچ سچ کہنے کا عزم کر لیا۔ پس آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت مدینہ تشریف لے آئے آپ کا دستور تھا جب کسی سفر سے واپس تشریف لاتے۔ تو مسجد سے ابتداء کرتے۔ اس میں دو رکعت نماز تہیۃ المسجد ادا کرتے۔ پھر لوگوں سے ملنے کے لئے بیٹھ جاتے۔ پس جب آپ نے ایسا کر لیا۔ تو پیچھے رہ جانے والے لوگ آکر اپنے عذر و معذرت بیان کرنے لگے اور قسمیں کھا کر اپنا عذر بیان کرتے تھے۔ وہ کئی انسی سے زیادہ تعداد میں تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ظاہری اعذار کو قبول کر لیتے ان سے بیعت لیتے اور نفرت کی دعا طلب کرتے۔ اور ان کے باطنی حالات کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے۔ پس میں بھی حاضر ہوا جب میں نے آپ پر سلام کیا۔ تو آپ ناراضی ظاہر کرنے والے آدمی کی طرح مسکراتے۔ فرمایا آگے آؤ۔ میں چلتے چلتے آپ کے سامنے آکر بیٹھ گیا۔ جس پر آپ نے مجھ سے پوچھا کہ تم کیوں پیچھے رہ گئے۔ کیا تم نے سواری خرید نہیں کر لی تھی۔ میں نے کہا کیوں نہیں۔ واللہ! اگر میں آپ کے علاوہ کسی اور اہل دنیا کے پاس بیٹھا ہوتا۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ میں عذر و معذرت کر کے اس کے غصہ سے آسانی سے نکل سکتا ہوں۔ کیونکہ مجھے جھگڑے پر استعداد ہے۔ لیکن واللہ! میں جانتا ہوں کہ اگر میں آج آپ سے بھوٹ باتیں کر کے آپ کو ناراضی کر لوں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اصل حقیقت بتلا کر آپ کو مجھ پر ناراض کر دیں گے۔ اور اگر میں آپ سے سچ سچ بات بیان کر دوں۔ تو آپ مجھ پر ناراض تو ہوں گے۔ لیکن مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ مجھے معاف کر دے گا۔ ایسا معاملہ نہیں۔ واللہ! مجھے کوئی عذر نہیں تھا۔ بلکہ واللہ! میں جب آپ سے پیچھے رہا ہوں تو اس وقت سے پہلے میں کبھی اتنا طاقتور نہ تھا اور نہ ہی آسودہ حال تھا۔ جس پر آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لیکن اس شخص نے سچ سچ کہہ دیا ہے۔ پس اٹھ جاؤ۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے بارے میں کوئی فیصلہ فرمائیں۔ پس میں اٹھ کھڑا ہوا۔ تو بنی سلمہ کے کچھ آدمی میرے پیچھے چل پڑے۔ اور میرے سے کہنے لگے واللہ! ہم جانتے ہیں کہ تم نے اس سے پہلے کوئی ایسا سنگین جرم نہیں کیا کیا آپ اس سے عاجز تھے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا عذر بیان کر دیتے جو دوسرے پیچھے رہنے والوں نے کیا ہے۔ پھر آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مغفرت طلب کرنا

تمہارے گناہ مکے لئے کافی ہو جاتا۔ پس وہ مجھے برابر ملا مت کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے واپس جانے کا ارادہ کر لیا۔ کہ میں اپنے آپ کی تکذیب کروں۔ پھر میں نے ان سے پوچھا۔ کہ کیا میرے جیسا کسی اور نے بھی کیا ہے۔ انہوں نے بتلایا کہ ہاں! دو آدمی اور ہیں۔ جنہوں نے تمہاری طرح سچ بات کہی ہے ان کو بھی یہی حکم سنایا گیا ہے جو تمہیں کہا گیا ہے۔ میں نے پوچھا وہ کون ہیں۔ انہوں نے کہا۔ ایک تو مرارہ بن المزیج عمروی ہیں اور دوسرے ہلال بن امیہ واقفی ہیں۔ پس انہوں نے میرے سامنے ایسے دو آدمیوں کا ذکر کیا جو نیک تھے اور بدر میں حاضری دے چکے تھے۔ جن کی پیروی میرے لئے ضروری تھی۔ چنانچہ جب انہوں نے مجھے ان دونوں کا ذکر کیا تو میں بھی ان کے طریقہ پر چلا سا ب جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے۔ ان میں سے بالخصوص ہم تینوں سے بات چیت کرنے سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو روک دیا۔ پس لوگ ہم سے الگ ہو گئے اور انہوں نے ہم سے رخ بدل لیا۔ یہاں تک زمین بھی ہمارے بارے میں بدل گئی۔ پس اب وہ زمین نہیں رہی تھی جسے میں پہچانتا تھا۔ پس اس حالت میں ہماری بچاس راتیں بیت گئیں۔ لیکن وہ میرے دو ساتھی تو ملک کر اپنے گھروں میں رونے بیٹھ گئے۔ میں ان میں سے نوجوان اور طاقتور تھا۔ مجھے تو باہر نکلنا تھا۔ میں نماز میں مسلمانوں کے ہمراہ حاضر ہوتا۔ بازاروں میں گھومتا پھرتا تھا۔ اور مجھ سے بات چیت کوئی نہیں کرتا تھا۔ نماز کے بعد میں آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ آپ اپنی مجلس میں بیٹھتے ہوتے میں آپ کو سلام کرتا۔ میں اپنے دل میں کہتا کہ دیکھوں سلام کا جواب دینے میں آپ کے ہونٹ مبارک حرکت کرتے ہیں یا نہیں۔ پھر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب جا کر نماز پڑھتا۔ اور چوری چھپے میں آپ کی طرف نگاہ کرتا۔ پس جب میں اپنی نماز میں شروع ہوتا تو آپ میری طرف متوجہ ہوتے۔ اور جب میں آپ کی طرف متوجہ ہوتا تو آپ میرے سے روگردانی فرما لیتے۔ یہاں تک کہ لوگوں کا یہ سخت رویہ میرے اوپر دراز ہوا۔ تو میں حضرت ابوقتادہؓ کے باغ کی دیوار پر چڑھ گیا۔ جو میرا بچا زاد بھائی تھا۔ اور تمام لوگوں میں سے مجھے زیادہ محبوب تھا۔ پس میں نے اس کو سلام کیا۔ تو واللہ! اس نے مجھے سلام کا جواب نہ دیا۔ میں نے کہا۔ ابوقتادہ! میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ کہ کیا تم مجھے جانتے نہیں ہو کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں۔ وہ خاموش رہے۔ میں نے پھر بات دہرائی۔ اور اسے اللہ کی قسم دی۔ پھر بھی وہ خاموش رہے۔ تیسری بار بات

دہرائی۔ اور اسے اللہ کی قسم دی۔ پھر بھی وہ خاموش رہے۔ میں نے تیسری بار بات دہرائی۔ اور انہیں قسم دے کر پوچھا۔ پس ان کی زبان سے صرف یہ ایک کلمہ ہی نکلا۔ کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے والا ہے۔ پس میرے آنسو بہ نکلے۔ اور میں پیچھے ہٹ کر اترنے کے لئے دیوار پر چڑھا۔ حضرت کعبؓ فرماتے ہیں۔ کہ ایک اور واقعہ پیش آیا۔ میں مدینہ کے بازار میں جا رہا تھا۔ کہ شام کے کاشتکاروں میں سے ایک کاشتکار جو مدینہ میں غلہ بیچنے کے لئے آیا تھا۔ پوچھ رہا ہے۔ کہ کوئی کعب بن مالکؓ کا اٹہ پتہ بتائے۔ لوگوں نے اسے میری طرف اشارہ کیا۔ جب وہ میرے پاس آیا تو اس نے غسان کے بادشاہ کا ایک خط مجھے دیا۔ جس میں لکھا تھا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے۔ کہ تمہارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے ساتھ سخت برتاؤ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے کوئی ذلت اور ضائع ہونے کی جگہ نہیں بنائی۔ ہمارے پاس آجاؤ۔ ہم تمہارے ساتھ مجددانہ سلوک کریں گے۔ پس جب میں نے اس خط کو پڑھا۔ تو میں نے کہا۔ اب یہ ایک اور آزمائش آگئی۔ پس میں نے ایک تنور کا قہد کیا اور اس خط کو اس میں جھونک دیا جو جلنے لگا۔ الغرض بچاس میں سے چالیس راتیں تو اس حال میں گزر گئیں۔ اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک قاصد میرے پاس آکر یوں کہتا ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں حکم دے رہے ہیں کہ تم اپنی بیوی سے بھی الگ ہو جاؤ۔ میں نے پوچھا کیا طلاق دے دوں اور کیا کروں۔ اس نے کہا نہیں۔ بلکہ تم اس سے الگ تھلگ رہو۔ اس کے قریب نہ جاؤ۔ میرے دوسرے دوسا قہیوں کے پاس بھی ایسا پیغام بھیجا۔ میں نے تو اپنی بیوی سے کہا۔ کہ تو اپنے میکے میں چلی جا۔ اور اس وقت تک اہی کے پاس رہ جا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس معاملہ میں کوئی فیصلہ فرمادیں۔ حضرت کعبؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت ہلال بن امیہؓ کی بیوی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگی۔ یا رسول اللہ! کہ ہلال بن امیہؓ ایک بے کس بے سہارا بوڑھا آدمی ہے۔ جس کا کوئی بھی خدمت کرنے والا نہیں ہے۔ کیا آپ ناپسند کریں گے۔ اگر میں اس کی خدمت کروں آپ نے فرمایا نہیں۔ البتہ وہ تمہارے قریب نہ آئے۔ یعنی ہمبستر نہ ہو۔ اس نے کہا حضرت واللہ! اس میں تو کسی چیز کی طرف جنبش ہی نہیں۔ جس دن سے اس کے ساتھ یہ سلوک ہوا ہے۔ رونے کے سوا اس کا اور کوئی کام نہیں ہے۔ بس برابر رونے جا رہا ہے۔ مجھے بھی میرے گھر کے لوگوں نے کہا۔ کہ تم بھی

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی بیوی کے بارے میں اجازت طلب کر لو۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہلال بن امیہ کی بیوی کو ان کی خدمت کرنے کی اجازت دے دی۔ میں نے کہا۔ واللہ! میں تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب نہیں کروں گا۔ تا معلوم جب میں اجازت طلب کروں تو آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا جواب دیں گے۔ کیونکہ میں تو نوجوان آدمی ہوں۔ پس اس کے بعد کوئی دس راتیں گزری ہوں گی جب سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ سلام و کلام کرنے سے لوگوں کو روکا ہو گا۔ یہاں تک کہ پچاس راتیں پوری ہو گئیں۔ پس میں پچاس راتیں گزرنے کے بعد دوسری صبح کو فجر کی نماز پڑھ کر میں اپنے گھروں میں کسی گھر کی چھت پر بیٹھا ہوا تھا۔ اور ہمارا وہ حال ہو چکا تھا جس کا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ذکر کیا ہے۔ کہ میں اپنی جان سے بھی تنگ آ گیا تھا۔ اور اللہ کی زمین بادرود فرخی کے مجھ پر تنگ ہو گئی تھی۔ کہ اچانک میں نے ایک پیچھے والے کی آواز سنی جو جبل سلح پر چڑھ کر اونچی آواز سے کہہ رہا تھا۔ کہ اے کعب بن مالک! خوش ہو جاؤ۔ فرماتے ہیں کہ میں سجدے میں گر گیا۔ اور جان گیا کہ اب کشادگی آگئی ہے۔ اور آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز ادا کر لینے کے بعد لوگوں کو بتلایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری توبہ قبول کر لی ہے۔ تو لوگ ہمیں خوشخبری دینے کے لئے دوڑے۔ اور میرے ان دو ساتھیوں کی طرف بھی بشارت دینے والے دوڑے اور میری طرف ایک شخص گھوڑے کو دوڑا کر آیا۔ اور قبیلہ اسلم کا ایک خوب دوڑ لگانے والا دوڑ کر پہاڑ پر چڑھ گیا۔ اور مجھے آواز دی یقیناً آواز گھوڑے سے تیز چلنے والی تھی۔ پس جب میرے پاس وہ شخص پہنچ گیا جس کی بشارت کی آوازیں نے پہلے سنی تھی۔ تو میں نے اپنے دونوں کپڑے اتار کر اس کو پہنا دیئے۔ یہ اس کی خوشخبری سنانے کا انعام تھا۔ واللہ! اس دن ان دو کپڑوں کے سوا میرے پاس اور کوئی کپڑا نہیں تھا۔ جس کا میں مالک ہوتا۔ تو میں نے دو اور کپڑے کسی سے عاریت لئے کہ پہن لئے۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چل پڑا۔ راستہ میں فوج در فوج مجھے لوگ ملتے اور مجھے توبہ کے قبول ہونے پر مبارکبادی دیتے ہوئے کہتے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا تمہاری توبہ قبول کر لینا تمہارے لئے مبارک ہو۔ حضرت کعبؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں مسجد نبوی میں داخل ہوا۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے۔ اور آپ کے ارد گرد صحابہ کرام کا مجمع تھا۔

تو حضرت طلحہؓ بن عبید اللہؓ کہ جلد ہی چل کر میری طرف آئے۔ اور میرے سے مصافحہ کیا۔ اور مجھے مبارکباد دی۔ واللہ! ہاجرین میں سے ان کے علاوہ اور کوئی صاحب اللہ کر میری طرف نہ آئے۔ میں حضرت طلحہؓ کا یہ احسان نہیں بھول سکتا۔ حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ جب میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام پڑھا۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب کہ آپؐ کا چہرہ انور خوشی سے دمک رہا تھا۔ فرمایا کہ خوش ہو جاؤ۔ جب سے تمہیں تمہاری ماں نے جنا ہے جتنے دن تم پر گزرے ہیں۔ ان میں بہتر دن آج کا دن ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ! یہ توبہ کا اعلان آپؐ کی طرف سے ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ جب آپؐ کو خوشی لاحق ہوتی۔ تو آپؐ کا چہرہ انور ایسے روشن ہو کر چمکتا گویا کہ چاند کا کھڑا ہے۔ اور ہم آپؐ کی یہ عادت پہچانتے تھے۔ پس جب میں آپؐ کے سامنے جا کر بیٹھ گیا۔ تو میں نے کہا یا رسول اللہ! چونکہ یہ کوتاہی مال کی وجہ سے ہوئی ہے۔ اس لئے میری توبہ کی تکمیل اس طرح ہوگی کہ میں اپنے سب مال سے دستبردار ہوتا ہوں۔ اب یہ مال اللہ اور اس کے رسول کی طرف صدقہ و خیرات ہے۔ جس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مال کا کچھ حصہ روک لو۔ آخر مال بچوں پر بھی خرچ کرنا ہے۔ یہ تیرے لئے بہتر ہوگا۔ میں نے کہا حضرت! مجھے جو خیر سے غنیمت کا حصہ ملا تھا۔ مجھے وہی کافی ہے۔ اسے میں نے روک لیا ہے۔ پھر میں نے کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے سچ بولنے کی وجہ سے نجات عطا فرمائی ہے۔ اس لئے اب میری توبہ کا یہ نتیجہ ہوگا کہ اب میں سچ کے سوا جب تک میری زندگی ہے۔ اور کچھ نہیں بولوں گا۔ اور اللہ کی قسم! مسلمانوں میں سے میں کسی کو نہیں جانتا۔ کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے سچی بات کی وجہ سے اس طرح آزمایا ہو۔ جس خوب صورتی سے مجھے آزمایا ہے۔ جب سے میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کا ذکر کیا۔ اس دن سے لے کر آج کے دن تک میری آزمائش سے کسی اور کی اچھی آزمائش ہوتی ہو۔ یہ میرا ہی نصیب تھا۔ اور جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا اس دن سے آج تک میں نے کبھی جھوٹ بولنے کا قصد نہیں کیا۔ اور مجھے امید ہے کہ بقیہ زندگی میں بھی اللہ تعالیٰ مجھے اس سے محفوظ رکھیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت

نازل فرمائی۔ لے کتاب اللہ علی النبی والمہاجرین الخ کو نوا مع الصادقین تک۔ پس واللہ! اسلام کی طرف ہدایت کے بعد جس قدر نعمتیں اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کی ہیں۔ ان میں سے میرے دل میں اس سے بڑا کوئی انعام نہیں جو میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سچی بات کہی۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے سامنے جھوٹ بولنے سے بچا لیا۔ ورنہ میں بھی ان لوگوں کی طرح ہلاک ہو جاتا جن لوگوں نے آپ سے جھوٹ موٹ باتیں کہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کرتے وقت ایسا بدتر قول کسی کے لئے نہیں کہا۔ جو ان جھوٹ بولنے والوں کے بارے میں فرمایا۔ چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں۔ سيجلفون باللہ لکم الخ ان اللہ لا یرضی عن القوم الذاسقین۔ حضرت کعب بن جریج فرماتے ہیں۔ کہ جن لوگوں نے جھوٹی قسمیں کھاتیں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بات مان لی۔ ان سے بیعت لے لی۔ اور ان کے لئے مغفرت کی دعا مانگی۔ ہم تین آدمیوں کے معاملہ کو مؤخر کیا گیا۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے معاملہ کو اس وقت تک پیچھے کر دیا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے بارے میں فیصلہ فرما دیا۔ پس اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ علی الثلثة الذین خلفوا۔ یہ ہمارا پیچھے رہنا جس کو اللہ تعالیٰ ذکر فرما رہے ہیں۔ یہ غزوہ سے پیچھے رہنا نہیں تھا۔ بلکہ ہمارے توبہ کے معاملہ کو پیچھے رکھنا مراد ہے۔ کہ دوسروں کے عذر معذرت قبول کر لئے گئے۔ اور ہمارے معاملہ کو پچاس دن تک مؤخر رکھا۔ تو وہ ہمیں پیچھے رکھنا یہ تھا۔ کہ ہمارے معاملہ کو ان لوگوں کے معاملہ سے پیچھے کر دیا۔ جنہوں نے آپ کے سامنے قسمیں کھائیں۔ اور عذر معذرت کئے۔ جن کو آپ نے قبول فرما لیا۔

**تشریح از شیخ مدنی** حضرت کعب بن مالک کی عمر طبعی تھی۔ جس کی وجہ سے ان کی

بینائی جاتی رہی۔ ان کا بیٹا عبد اللہ بن کعب ان کا قائد بنا۔ ولقد شہدت مع رسول اللہ الخ اس پر شبہ ہوتا تھا۔ کہ آپ غزوہ بدر میں شامل نہ ہو سکے۔ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر عتاب نہ فرمایا۔ مگر اس نعمت عظمیٰ سے تو محروم رہے جو اہل بدر کو نصیب ہوئی۔ تو اس کا انہوں نے جواب دیا۔ کہ بیعت عقبہ ثانیہ جو اسلام کی اشاعت کا باعث بنی۔ میں اس میں حاضر تھا۔ جو غزوہ بدر سے افضل ہے۔

را حلتا ضی اگرچہ لوگوں کے پاس اوشنیاں ہوتی تھیں۔ لیکن راحلۃ سواری کے قابل تھیں

سے ایک ہوتی تھی۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی کی مثال اونٹ کی سی بتائی ہے کہ جیسے ستواؤں میں سے سواری کے قابل ایک راحلہ ہوتا ہے۔ انسانوں میں سے بھی اسی طرح تنوں میں سے ایک قابل نکلتا ہے۔ مغاذہ وہ چٹیل میدان جس میں تفاؤل یعنی نیک فالی کے طور پر کامیابی سے نکلنے کا خیال ہو۔ الہبہ تیاری۔ یتماذی بامعنی تاخر۔ تغارط الغزو یعنی غزوہ کے ایام گزر گئے۔ اور بعید ہو گئے۔ حبسہ ہرادی یعنی چادر اور تہبند نے اس کو روک لیا ہے۔ یا یہ کہ وہ دوشالہ اوڑھتا ہے۔ اور غریب ایک شال سے گزارہ کرتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ کثرت مال نے اسے روک لیا ہے۔ ونظروہ فی عطیفہ یعنی جسمانی قوت اور جوانی تو یہ اعجاب نفس اور تکبر سے کنایہ ہوا۔ اظلل قادمًا یعنی سایہ ڈالتے ہوئے آئے۔ یعنی قریب آگئے۔ جلدہ بمعنی قوت کلام۔ تجھگڑے کا مادہ۔ تأنیب بمعنی ملامت کرنا۔

فقال اللہ ورسولہ اعلم اگر شبہ ہو کہ یہ کلام تو ہو گیا۔ حالانکہ انہیں کلام کرنے سے منع کیا گیا تھا۔ تو جواب یہ ہے اس کلام سے مخاطب مقصود نہیں تھا۔ بلکہ انہوں نے اپنے اعتقاد کا اظہار کیا۔ اور جو شخص قسم کھائے کہ میں فلاں سے ہم کلام نہیں ہوں گا اور وہ اللہ ورسولہ اعلم کہے تو حانث نہ ہوگا۔ یہ فقہی مسئلہ ہے۔ نبطی بمعنی فلاح غلہ فروش کاشت کار۔ ملک غسان غالباً جبلہ بن ایہم ہے۔ جو کہ بعد میں مسلمان ہوا۔ ایک دن وہ خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا۔ کسی مسلمان کا اس کی لنگی پر پاؤں آگیا۔ جس پر اس نے اسے تھپڑ رسید کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ کہ قصاص دینا پڑے گا۔ ایک رات کی ہلٹ مانگ کر یہ بھاگ گیا۔ اور مرتد ہو کر پھر نصرانی بن گیا۔ یا ممکن ہے کہ اور بادشاہ ہو۔ غسان کے لوگ اوس خزر ج کے ہم نسب تھے۔ جنہوں نے ایک زمانہ میں اوس و خزر ج کی امداد بھی کی تھی۔ جب کہ یہود نے ان کو تنگ کر رکھا تھا۔ کیونکہ ان یہودی بادشاہ نے اعلان کر رکھا تھا۔ کہ جو شخص بھی شادی کرے اس کی دہن پہلی رات بادشاہ کے پاس رہے گی۔ پھر دولہا کے پاس جا کر آباد ہوگی۔ ایک مرتبہ ایک دہن باہر پھر رہی تھی۔ جس پر اس کے بھائی نے اسے عار دلائی۔ وہ بولی شرم تہیں آئی چاہتے۔ کہ کل تم مجھے ایک غیر زوج کے پیش کرنے والے ہو۔ جس پر اس کے بھائی نے یہودی بادشاہ کو قتل کر دیا۔ اس طرح ان کے درمیان لڑائی چھڑ گئی۔ جس پر غسانیوں نے ان کی امداد کی جس کی وجہ سے بنو قریظہ اور بنو النضیر ان سے بدکتے رہتے تھے۔ اور دب کر رہتے تھے۔

سمعت صوت صارخ وعلى الثلاثة الذين خلفوا الا واقع به هوا كه تجهروا في نماز کے وقت



آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہ آیت توبہ نازل ہوئی۔ جس کی اطلاع آپ نے حضرت ام المؤمنین ام سلمہؓ کو دی۔ جنہوں نے اسی وقت اطلاع کرنی چاہی۔ جس پہ آپ نے فرمایا۔ کہ صبح کی نماز کے بعد اطلاع کر دی جائے گی۔ جلدی کی ضرورت نہیں۔ صبح کو حضرت زبیر بن عوامؓ نے گھوڑا تیار کیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے سبقت کر کے جبل سلج پہ چڑھ کر بلند آواز کر کے خبر دے دی۔ بعض نے کہا۔ وہ حمزہ بن عمرو اسلمی تھے۔ صبح ہی معلوم ہوتا ہے۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | کان من غبرہ ص ۶۳۴ یہاں سے تخلف غزوہ تبوک کا واقعہ

شروع ہوتا ہے۔ پہلے حصہ کا اس سے تعلق نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں تو بیعت عقبہ کی غزوہ بدر پہ فضیلت بیان کی گئی ہے۔

راہلستان ص ۶۳۴ راہلہ سواری کے قابل تو بہت تھوڑی اونٹنیاں ہوتی ہیں۔ جس کے پاس دور راہلہ ہوں وہ تو مالدار شمار ہوتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ لوگ تو ستواؤنٹوں کی طرح ہیں جس میں سے سواری کے قابل ایک ہوتا ہے۔ اسی طرح ستواؤنٹوں میں سے ایک قابل ہوتا ہے۔

**تشریح از شیخ زکریا** | علامہ عینیؒ فرماتے ہیں۔ کہ راہلہ بہترین عمدہ اور کامل الاوصاف

اونٹنی کو کہتے ہیں۔ جو خوب صورت بھی ہو اور اچھی نسل کی ہو۔ اور بعض نے کہا کہ راہلہ عمدہ اونٹ کو کہتے ہیں۔ تو اس صورت میں حرف بار مبالغہ کے لئے ہو گا۔ حافظؒ فرماتے ہیں۔ کہ راہلہ حملہ کے معنی میں ہے۔ جو بار برداری کے لئے ہو۔ سواری کے لئے نہ ہو۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | اشتد بالناس الحمد ص ۶۳۴ مقصد یہ ہے کہ کوچ کا وقت قریب آ

گیا۔ ولفارط الغزو یعنی اہل الغزو دور چلے گئے۔

ما علینا علیہ الاخیر ص ۶۳۴ یہ تعدیل کے الفاظ ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ وہ کسی غدر کی وجہ سے

رہ گئے ہیں۔ ورنہ وہ پیچھے رہنے والے نہیں تھے۔

**تشریح از شیخ زکریا** | کتاب الشہادت میں گزر چکا ہے۔ کہ ان الفاظ سے عموماً تعدیل

کی جاتی ہے۔ عطف کنارہ اور جانب کو کہتے ہیں۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | عن کلامنا ایھا الشلاشۃ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی مجرم

اور فاسق سے قطع تعلق کرنا جائز ہے۔ خواہ وہ ترک کلام و سلام سے ہو یا کسی اور صورت میں ہو۔ ان منافقین کے ساتھ کلام و سلام سے اس لئے نہیں روکا گیا۔ کہ انہوں نے اعذار بیان کئے تھے۔ اگرچہ وہ ان میں جھوٹے تھے۔ لیکن ان کو مجرم نہیں گردانا گیا۔ اس لئے کہ زمرہ معذورین میں آگئے تھے خواہ ان کے اعذار قابل قبول تھے یا نہ تھے۔ نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس شخص کا باطن خبیث ہو اور ظاہر اچھا ہے۔ تو اس سے قطع تعلق کرنا واجب نہیں ہے۔ بلکہ جائز نہیں ہے۔

**تشریح از شیخ زکریا** کتاب ادب میں امام بخاری نے بھی اسی سے استدلال کیا ہے کہ

ہر فاسق سے ترک تعلق جائز نہیں ہے۔ اور حدیث الباب سے ظاہر ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر کا اعتبار کرتے تھے۔ رموز و اسرار کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے تھے۔ اور ان کے جھوٹ پر گرفت نہیں کرتے تھے۔ بس حضرت کعبہ کے متعلق فرمادیا۔ اما ہذا فقتہ صدق۔ جس پر علامہ سندھوی فرماتے ہیں۔ کہ تحقیق توبہ کے لئے ادنیٰ ندامت کافی ہے۔ اور جب وہ ثابت ہو جاتے تو اسے رد نہ کیا جائے۔ البتہ شرائط تین ہیں۔ ماضی پر ندامت۔ تلافی مانا۔ اور عدم اصرار۔ لیکن یہ بھی ہے کہ عوام کے لئے جو خواص پر گرفت کی گئی۔ جیسے ان تینوں حضرات سے مسلسل پچاس دن تک بائیکاٹ کیا گیا۔ تو خواص کو عوام پر قیاس نہیں کیا جائے گا۔ امام بخاری کتاب الشہادت میں کیف تعرف توبتہ کے ذیل میں اس کو بیان کر چکے ہیں۔ اور حضرت عمرؓ کا ارشاد بھی گزر چکا ہے۔ کہ من اظہر لنا خیرا اماناہ وقریناہ ولیس الینا من سریرۃ شیئ اللہ محاسبہ فی سریرۃ الخ کہ ہم تو ظاہر کو دیکھیں گے۔ ہمارا اسی پر عمل ہوگا۔ باطن کا حساب اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ اور آپ کا ارشاد ہے۔ لا اشق بطلوخم۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** ہذا ایضا من البلاء ۶۳۵ کہ یہ بھی ایک امتحان تھا۔ کہ مجھے

کفر کی طرف رغبت دی گئی۔ شاید میرے اندر کوئی نسبت کفر محسوس کی گئی۔ نیز ملک غسان کفر اور ارتداد کی دعوت دینا اس کا آزمائش ہونا ظاہر ہے۔ شاید اسی موقعہ پر کہا گیا ہے۔

الجنس میل الی الجنس کند ہم جنس یا ہم جنس مردار

واللہ لا املک غیرہما یومئذ ۶۳۶ ظاہر یہ ہے کہ دراہم و دینار میں سے کوئی چیز ان کے پاس موجود نہ تھی۔ اگرچہ ملک میں تھی۔

**تشریح از شیخ زکریا** حافظ فرماتے ہیں کہ تیمت بمعنی قصدت کہ ہے کہ میں نے اس خطا کو

تو میں پھینک کر جلادیا۔ یہ عمل حضرت کعب کی قوت ایمانی اور اللہ اور اس کے رسول سے محبت پر دلالت کرتا ہے۔ ورنہ ایسے موقع پر جب کہ بائیکاٹ کا یہ عالم ہو کہ کلام و سلام بند ہے۔ کوئی توجہ نہیں کرتا۔ کمزور آدمی تو بیزار ہو جاتا ہے۔ اور جاہ و مال کی طرف رغبت کرتا ہے۔ انسان کہتا ہے کہ مقاطعہ کرنے والوں کو چھوڑ دو۔ کچھ دن آرام سے گزریں گے۔ جب کہ ایک بادشاہ کی طرف سے امن اور خوشحالی کا پیغام پہنچ چکا ہے۔ اور اس کا یہ بھی کہنا ہے کہ تمہیں دین چھوڑنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ لیکن بایں ہمہ انہوں نے اس کو ایک امتحان سمجھا۔ انہوں نے سرے سے اس خط کو ہی جلادیا۔ کہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ اور کوئی جواب بھی نہیں دیا۔ حالانکہ شعراء لوگ تو ایسے موقع سے خوب فائدہ اٹھاتے ہیں۔ جب کہ قریب و نسیب بھی انہیں اس کی ترغیب دے رہے ہوں۔ جس پر ان کا دین و ایمان غالب آیا۔ کسی طرح کے جھکاؤ کا اظہار نہ ہونے دیا۔ واقعی اللہ و رسولہ احب الیہ تھا سوا اہما کا مصداق تھے۔

لا املک غیرہما حافظ فرماتے ہیں کہ جنس ثیاب مراد ہے کہ اگر کوئی کپڑے میرے پاس نہیں تھے۔ چنانچہ ابن ابی شیبہ کی روایت ہے۔ لا املک یومئذ ثوبین غیرہما اس کی تائید اخلع موضعی مالی صدقۃ اقویٰ اور اسیر کے الفاظ سے ہوتی ہے۔ اور امسک سہمی بخیر سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے املاک اور بھی تھے۔ یہاں کپڑوں کی نفی ہو رہی ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | یعنی یہ آپ کی کوشش سفارش اور دعا کا نتیجہ ہے یا اللہ کا فضل ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | شیخ نے جو توجیہ بیان فرمائی ہے وہ واقعی لطیف ہے۔ لیکن میرے نزدیک یہ ہے کہ جب ابھی تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نزول آیت کی خبر نہ تھی۔ بلکہ اتنا فرمایا تھا۔ البشر بخیر یومؑ ان تو ان پر معاملہ مشتبه ہو گیا کہ آیا یہ معافی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو پھر باعث افتخار ہے۔ جیسا کہ حضرت عائشہؓ کی برآہ جب آسمان سے اتری تو وہ اس پر فخر کرتی تھیں۔ حضرت زینبؓ اُم المؤمنینؓ باقی اندولج مطہرات پر فخر کرتی تھیں کہ میرا نکاح آسمانوں پر ہوا۔ سید القرار حضرت ابی بن کعبؓ فخر کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے میرا نام لے کر فرمایا کہ آپ ان کو قرآن سنائیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | فس علیٰ نداد لیس الذی ذکر اللہ ﷻ حضرت کعبؓ کا

مقصود یہ ہے کہ علی التلاۃ الذی فی خلفوا الہیں مختلفین عن الغزو مراد نہیں کیونکہ وہ تو انہی کے قریب تھے۔ بلکہ اس سے مراد ہم تین ہیں۔ جن کی توبہ مؤخر کی گئی۔ دوسروں کی توبہ ہم سے پہلے قبول کر لی گئی تھی۔ اس لئے کہ اگر مدار تخلف عن الغزو ہوتا پھر تین کی تخصیص کی کوئی وجہ نہیں۔

**تشریح از شیخ زکریا** | حافظ بھی فتح الباری میں ہی فرماتے ہیں کہ حضرت کعب بن علی التلاۃ الذین خلفوا کی تفسیر تخلف عن التوبہ سے کرتے ہیں۔ تخلف عن الغزو مراد نہیں ہے۔ اور حضرت عکرمہ بھی الذین خلفوا عن التوبہ سے تفسیر کرتے ہیں۔ دوسرے ولیس للذی ذکرہ اللہ الیہ ترکیب کے اعتبار سے صحیح نہیں بنتا۔ کیونکہ ظاہر عبارت یوں ہونی چاہیے۔ لیس الذی ذکرہ اللہ جیسا کہ بخاری کے ایک نسخہ میں ایسے ہی ہے۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ معنی یہ ہوں۔ کہ لیس الوجه للذی ذکرہ اللہ تخلیفنا عن الغزو جب کہ کلمہ من زائد مانا جائے۔ ممکن ہے اصل عبارت یوں ہو۔ لیس مما خلفنا عن الغزو چونکہ لیس کا اسم ظاہر نہیں تھا۔ راوی نے اس کو ظاہر کر دیا۔ کہ یوں کہنا چاہتے تھے۔ للذی ذکرہ بقولہ و علی التلاۃ الذین

**تشریح از شیخ زکریا** | فرماتے ہیں کہ ہندی نسخہ کی عبارت یہی ہے لیکن حاشیہ کے نسخہ میں لیس الذی ہے۔ اور یہی عبارت شروح اربعہ میں ہے کہ انہوں نے للذی کے لفظ کو چھیڑا نہیں۔ تو اصل عبارت یوں ہوئی۔ لیس الذی ذکرہ اللہ تخلفنا عن الغزو بلکہ وہ تخلف عن التوبہ ہے۔

## بَابُ نَزُولِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَجَرَ

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام حجر میں پڑاؤ کرنا۔

حدیث نمبر ۳۹۷۴ | حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَمَّا مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجَرِ قَالَ لَا تَدْخُلُوا مَا كُنَ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ أَنْ يُصِيبَكُمْ مَا أَصَابَهُمْ إِلَّا أَنْ تَكُونُوا بَابِ عَيْنٍ شَقَّ قَنْعَ رَأْسِهِ وَأَسْرَعَ السَّيْرَ حَتَّى آجَازَ الْوَادِيَّ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب حجر کے مقام سے جو منازل بنو دہین آپؐ کا گزر ہوا۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ اے مسلمانو! ان لوگوں کے ٹھکانوں سے

روتے ہوئے گزر رہے۔ جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ کیونکہ کہیں تم پر وہ عذاب نہ ٹوٹ پڑے۔ جن کا وہ لوگ شکار ہوئے۔ پھر آپ نے سر مبارک کو اپنی چادر سے چھپا لیا۔ اور جلدی چل کر دادی کو غمو کر لیا۔

**تشریح از شیخ مدنی** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کی طرف جاتے ہوئے منازلِ شہود سے گزرے۔ جن کو مدائنِ صلح کہا جاتا ہے۔ وہاں پر ایک سو تیس بستیاں تھیں۔ پتھروں کو تراش کر ان سے مکانات بنائے تھے۔ جن میں ہر قسم کی راحت اور عیش کا سامان تھا۔ جن کے نشانات آج بھی موجود ہیں۔

لَا تَدْخُلُوا مَسَاكِنَ الْبَارِي تَعَالَى كَاعْذَابِ دُوقَسْمِ هُوَ تِلْكَ هِيَ۔ ایک عذاب عام دوسرا عذاب خاصہ ہوتا ہے۔ اس سرزمین پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غضبِ الہی کا مشاہدہ کیا تھا۔ چونکہ یہ عذاب عام تھا۔ اسی قوم کے ساتھ مختص نہ تھا۔ بلکہ وہ زمین بھی مغضوب علیہا تھی۔ جس میں یہ نہیں دیکھا جاتا۔ کہ کون مجرم ہے اور کون مطیع ہے۔ بلکہ جو بھی وہاں پر جا کر ٹھہرے وہ عذابِ الہی کا شکار ہو جاتا ہے۔ جیسے بعض انبیاء نے بیت المقدس پر پہنچ کر فرمایا۔ اے اللہ! اس میں تو غیر مجرم بھی تھے۔ ان پر عذاب کیوں ہوا۔ تو جواب ملا۔ اتقوا فتنۃ لا تصیب من الذین ظلموا منکمم خاصہ۔ تو اس مقام پر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا کہ تم لوگ اگر اس مقام سے روتے ہوئے گزر دو گے۔ تو نجات پا جاؤ گے۔ ورنہ ٹھہرنے کی صورت میں تم بھی معذب ہو جاؤ گے۔ چنانچہ آپ نے صحابہ کرام کو حکم دیا۔ کہ اس کے کنویں کا پانی نہ خود پیو اور نہ ہی جانوروں کو پلاؤ۔ چونکہ واقعہ غزوہ تبوک میں پیش آیا تھا۔ اس مناسبت سے یہ حدیث ذکر کی گئی۔

حدیث نمبر ۳۹۷۷ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَحَابَ الْحَجَرِ لَا تَدْخُلُوا عَلَى هَؤُلَاءِ الْمُعَذِّبِينَ إِلَّا أَنْ تَكُونُوا بَاكِينَ أَنْ يُصِيبَكُمْ مِثْلَ مَا أَصَابَهُمْ۔ ترجمہ۔ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ان صحابہ کرام سے فرمایا جو حجر کے مقام تک پہنچ چکے تھے۔ کہ تم لوگ ان عذاب دیئے ہوئے لوگوں کے پاس سے روتے ہوئے گزر رہے۔ کہیں تمہیں بھی وہ عذاب نہ پہنچ جائے۔ جو ان کو پہنچا۔

**تشریح از شیخ مدنی** اصحاب الحجر میں لام بمعنی عن کے ہے۔ اور اصحاب حجر سے قومِ شہود

مراد ہے۔ جس میں ان کی کیفیت اور حالت بیان کی جا رہی ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ لام بمعنی عند کے ہو۔ یعنی جب آپ ان کے قریب پہنچے تو لاتر خلوا کا حکم دیا۔ یا اصحاب حجر سے صحابہ کرام بوجہ ادنیٰ ملاقات کے مراد ہوں۔ لیکن یہ معنی بعید تو ہیں لیکن تکلف سے غالی ہیں۔

**باب حدیث نمبر ۳۹۷۵** حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ الْمَغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ ذَهَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِبَعْضِ حَاجَتِهِ فَقُمْتُ أَسْكَبُ عَلَيْهِ الْمَاءَ لَا أَعْلَمُهُ إِلَّا قَالَ فِي غَزْوَةٍ تَبُوكُ فغسل وجهه وذهب يغسل ذراعيه فضاقت عليه كفة الجبّة فأخرجها من تحت جيبته فغسلها ثم مسح على خفيه۔

ترجمہ۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب قضاۃ حاجت سے فارغ ہو گئے۔ تو پس کھڑے ہو کر آپ پر پانی ڈالنے لگا۔ میرا یقین ہے کہ یہ واقعہ غزوہ تبوک میں پیش آیا۔ پس آپ نے چہرہ انور کو دھویا۔ پھر اپنے دونوں بازو دھونے لگے۔ تو آپ کے چغہ کی آستین تنگ ہو گئی۔ تو آپ نے اپنے جبہ کے نیچے سے دونوں بازو نکال کر ان کو دھویا۔ پھر آپ نے اپنے دونوں موزوں کا مسح کیا۔

**حدیث نمبر ۳۹۷۶** حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ قَالَ أَقْبَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوَةٍ تَبُوكَ حَتَّى إِذَا أَشْرَفْنَا عَلَى الْمَدِينَةِ قَالَ هَذِهِ طَابَةٌ وَهَذَا أَحَدُ جِبَلٍ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو حمیدؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ غزوہ تبوک سے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ واپس آرہے تھے۔ یہاں تک کہ جب ہم نے مدینہ کو جھانک کر دیکھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ طابہ ہے۔ جہاں کے باشندے اچھے ہیں۔ اور یہ اُحد پہاڑ ہے۔ جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

**حدیث نمبر ۳۹۷۷** حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجَعَ مِنْ غَزْوَةٍ تَبُوكَ فَدَنَا مِنَ الْمَدِينَةِ فَقَالَ إِنَّ بِالْمَدِينَةِ أَقْوَامًا مَاسِرَتُمْ مَسِيرًا وَلَا وَا دِيًّا إِلَّا كَانُوا مَعَكُمْ

قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَهُمْ بِالْمَدِينَةِ فَقَالَ وَهُمْ بِالْمَدِينَةِ حَسْبُهُمُ الْعَذْرُ  
ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے۔ اور مدینہ منورہ کے قریب پہنچے۔ تو فرمایا کہ مدینہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جس راستے پر تم چلے اور جس وادی کو تم نے عبور کیا وہ تمہارے ساتھ تھے صحابہ کرامؓ نے عرض کی یا رسول اللہ وہ مدینہ میں تھے۔ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں وہ مدینہ میں تھے کہ ان کو عذر نے رد کر رکھا تھا۔ ان کی ہمدردیاں تمہارے ساتھ تھیں۔ نیت پر ثواب ملتا ہے۔

حدیث سے معلوم ہوا کہ معذور جب کسی عذر کی وجہ سے کوئی کام چھوڑ دے تو اسے کام کرنے والے کا ثواب ملے گا۔

## بَابُ كِتَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى كِسْرَى وَقَيْصَرٍ

ترجمہ: جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فارس کے بادشاہ کسری اور روم کے بادشاہ قیصر کو خطوط روانہ فرمانا۔

حدیث نمبر ۳۹۷۴ حَدَّثَنَا السُّحُقِيُّ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بِكِتَابِهِ إِلَى كِسْرَى مَعَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حُذَافَةَ السَّهْمِيِّ فَأَمَرَهُ أَنْ يَدْفَعَهُ إِلَى عَظِيمِ الْبَحْرَيْنِ فَدَفَعَهُ عَظِيمُ الْبَحْرَيْنِ إِلَى كِسْرَى فَلَمَّا قَرَأَهُ مَرْقَهُ فَحَسِبْتُ أَنَّ ابْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ قَدْ عَا عَلِيَهُمُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُمَرَّقُوا كُلُّ مَمَرَّقٍ۔

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ خبر دیتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خط حضرت عبد اللہ بن حذافہؓ کے ذریعہ کسری بادشاہ کی طرف بھیجا۔ انہیں حکم دیا کہ پہلے وہ خط بحرین کے رئیس کو دیں وہ کسری کی طرف پہنچے گا۔ پس جب اس نے آپؐ کا خط پڑھا تو اسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینک دیا۔ میرا گمان ہے کہ ابن المسیب نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں بد دعا کی کہ جس طرح انہوں نے میرے خط کے ٹکڑے ٹکڑے کئے ہیں۔ اس طرح یہ لوگ بھی پوری طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ہلاک ہو جائیں۔ چنانچہ ایسا ہوا۔

**تشریح از شیخ مدنی** | اہل سیر میں اختلاف ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطوط کسب بھیجے ہیں۔ بعض نے ستمہ کہا ہے اور بعض نے ستمہ بتلایا ہے۔ امام بخاری نے دونوں روایتوں پر عمل کیا۔ وہاں بھی ذکر کر دیا اور یہاں بھی غزوہ تبوک کے بعد ذکر کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا قبول ہوئی۔ کسری پر اس کا بیٹا شیرویہ مسلط ہوا۔ جس نے اس کا پیٹ چاک کر کے ہلاک کر دیا۔ یکے بعد دیگرے چودہ بادشاہ ہلاک ہوئے۔ اور خلافت فاروقی میں یہ سلطنت تباہ و برباد ہو کر رہ گئی۔

**حدیث نمبر ۳۹۷۹** حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ الْهِثَمِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ لَقَدْ نَفَعَنِي اللَّهُ بِكَفَلَةٍ سَمِعْتُهَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيَّامَ الْجَمَلِ بَعْدَ مَا كُنْتُ أَنْ أَلْحَقَ أَصْحَابَ الْجَمَلِ فَأَقَاتِلُ مَعَهُمْ قَالَ لَمَّا بَلَغَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ أَهْلَ فَارِسَ قَدْ مَلَكُوا عَلَيْهِ بَنَتْ كِسْرَى قَالَ لَنْ يَفْلَحَ قَوْمٌ وَلَوْ أَمَرَهُمْ امْرَأَةٌ۔ ترجمہ۔ حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے جمل کی لڑائی میں اللہ تعالیٰ نے ایک کلمہ سے فائدہ پہنچایا۔ جو میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔ بعد اس کے کہ قریب تھا کہ میں اصحاب جمل کے ساتھ مل کر ان کی ہمارا ہی میں حضرت علیؓ کے خلاف لڑائی میں شامل ہو جاتا۔ وہ بات یہ تھی کہ جب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ فارس کے لوگوں نے کسری کی بیٹی بوران بنت شیرویہ کو اپنی ملکہ بنایا ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ وہ قوم کبھی کامیابی حاصل نہیں کر سکتی۔ جنہوں نے اپنی حکومت کا والی ایک عورت کو بنایا ہوا ہو۔

یہ حدیث کتاب کسری کا تتمہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والا نام کو پھاڑنے والے کو اس کے بیٹے نے پیٹ پھاڑ کر قتل کر دیا۔ جب بیٹا زہر سے مر گیا تو اس کی بیٹی بوران کو ملکہ بنایا گیا۔ اس طرح کتاب المغازی سے مناسبت ہوئی۔

**حدیث نمبر ۳۹۸۰** حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدٍ يَقُولُ أَذْكَرُ أَتَى خَرَجْتُ مَعَ الْغُلَمَانِ إِلَى ثَنِيَّةِ الْوُدَاعِ نَتَلَقَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً مَعَ الصَّبْيَانِ نَتَلَقَى النَّبِيَّ



صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى ثِنْتَيْهِ الْوَدَاعِ مَقْدَمَهُ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوكَ -

ترجمہ۔ حضرت سائب بن یزیدؓ فرماتے ہیں۔ کہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں لڑکوں کے ہمراہ ثنیتہ الوداع تک گئے۔ کہ ہم جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کر رہے تھے۔ جب کہ آپ غزوہ تبوک سے واپس آرہے تھے۔

بَابُ مَرَضِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
وَوَفَاتِهِ وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ شُعْرَانَكُمْ  
يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ -

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بیمار ہونا اور وفات پا جانا۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے۔ کہ آپ بھی وفات پانے والے ہیں اور وہ بھی مرنے والے ہیں۔ پھر تم قیامت کے دن اپنے رب کے پاس ایک دوسرے سے جھگڑا کر دو گے۔

حدیث نمبر ۳۹۸۱ قَالَ يُونُسُ ۱۱ قَالَتْ عَائِشَةُ ۱۲ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ يَا عَائِشَةُ مَا أَزَالُ أَجِدُ أَلَمَ الطَّعَامِ الَّذِي أَكَلْتُ بِخَيْرٍ مِنْ هَذَا أَوْ أُنْ وَجَدْتُ انْقِطَاعَ أَبْهَرِي مِنْ ذَلِكَ السَّعَةِ -

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اس بیماری میں فرماتے تھے۔ جس بیماری میں آپ کی وفات ہوئی۔ اے عائشہ! اس کھانے کا درد میں برابر محسوس کر رہا ہوں۔ جو میں نے خیر میں کھایا تھا۔ پس یہ اس کا وقت ہے۔ کہ اس زہر کی دجہ سے میں محسوس کر رہا ہوں۔ کہ میرے دل کی رگ پھٹ رہی ہے۔

تشریح الشیخ مدنیؒ | بظاہر اس باب کی مناسبت کتاب المغازی سے معلوم نہیں ہوتی۔ لیکن کہا جائے گا۔ کہ کبھی غزوہ کے معنی مطلقاً کسی مکان کے قصد کرنے کے بھی آتے ہیں۔ اسی معنی کے اعتبار سے حجۃ الوداع کو ذکر کیا گیا تھا۔ اسی مناسبت سے مرض النبی کو بیان فرمایا۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام اور مقربین لایموتون بل ینقلون کہ انبیاء علیہم السلام پر موت نہیں آتی۔ بلکہ وہ ایک مقام سے دوسرے

مقام تک منتقل کئے جاتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ مقربین پر فنائیت نہیں آتی۔ بلکہ ان کے لئے انتقال من مکان الی آخر ہوتا ہے۔ اسی مناسبت سے مرض البی کو کتاب المغازی میں ذکر کیا گیا۔

ابھری ایک رگ ہے جو بیٹھ سے ہو کر گزرتی ہے۔ جس کا تعلق دل سے ہوتا ہے۔ جب وہ پھٹتی ہے تو موت واقع ہو جاتی ہے۔ آپ کو قرب الموت میں اس کا علم ہوا۔ اس اعتبار سے آپ بھی شہید ہوئے۔ اگرچہ انتقال فراش (بستر) پر ہوا۔

**حدیث نمبر ۳۹۸۲** حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ قَالَتْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِالْعُرْسِلَةِ عُرْفًا ثُمَّ مَا صَلَّيْنَا بَعْدَهَا حَتَّى قَبِضَهُ اللَّهُ۔

ترجمہ۔ حضرت ام الفضل بنت الحارث فرماتی ہیں۔ کہ میں نے مغرب کی نماز میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ والمرسلات عرفاً پڑھتے ہوئے سنا۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کوئی نماز نہ پڑھائی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اٹھالیا۔ قبض کر لیا۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | ہذا اذان و جدت انقطاع ابھری ص ۶۳۴ وہ زہر آج تک مغلوب اور چھپا ہوا تھا۔ جب کمزوری آگئی تو طبیعت پر غلبہ ہوا۔ قوت مدافعت نہ کر سکی۔

**تشریح از شیخ زکریا** | اذان اگر مرفوع ہے تو خبر ہونے کی بنا پر ہے۔ فتح ہے تو پھر مبنی کی طرف

اضافت ہونے کی وجہ سے ہے۔ معنی ہوں گے۔ ہذا زمان صادفت فیہ انقطاع ابھری۔ ابہر دل کی رگ ہے۔ جس کے انقطاع سے موت واقع ہو جاتی ہے۔ اور نہایہ میں ہے بیٹھ سے گزرتی ہوئی دل تک پہنچتی ہے۔

**حدیث نمبر ۳۹۸۳** حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرَفَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَذِي ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ إِنَّ لَنَا أَبْنَاءً مِثْلَهُ فَقَالَ إِنَّهُ مِنْ حَيْثُ تَعْلَمُ فَسَالَ عُمَرُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ هَذِهِ الْآيَةِ إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ فَقَالَ أَجَلَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْلَمَهُ آيَاهُ فَقَالَ مَا أَعْلَمُهُ مِنْهَا إِلَّا مَا تَعْلَمُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب کو اپنے قریب رکھتے تھے جس پر حضرت عبد الرحمن بن عوف

نے ان سے کہا۔ کہ ان جیسے تو ہمارے بیٹے بھی ہیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ اس کی فوقیت جان لو گے۔ تو حضرت عمرؓ نے ابن عباسؓ سے اذاجاء نصر اللہ الخ آیت کے متعلق پوچھا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کی وفات کی اطلاع دی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں بھی وہی جانتا ہوں جو تم جانتے ہو۔

**حدیث نمبر ۳۹۸۲** حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَوْمَ الْخُمَيْسِ وَمَا يَوْمُ الْخُمَيْسِ إِشْتَدَّ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهُ فَقَالَ لَا يَتَوْنِي أَكْتُبُ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ أَبَدًا فَنَتَّزِعُوا وَكَانَ يَنْبَغِي عِنْدَ نَبِيِّي تَنَازُعٌ فَقَالُوا مَا شَأْنُ أَهْجَرَ اسْتَفْهَمُوهُ فَذَهَبُوا يَرُدُّونَ عَلَيْهِ فَقَالَ دَعُونِي فَإِنِّي أَنَا فِيهِ خَيْرٌ مِمَّا تَدْعُونِي إِلَيْهِ وَأَوْصَاهُمْ بِثَلَاثٍ قَالَ أَخْرِجُوا الْمُشْرِكِينَ مِنَ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ وَأَجِيزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ أَجِيزُهُمْ وَسَكَتَ عَنِ الثَّالِثَةِ أَوْ قَالَ فَفَسَيْتُهَا۔

ترجمہ۔ حضرت سعید بن جبیرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا۔ یوم الخمیس تمہیں کیا معلوم کہ وہ یوم الخمیس کیا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری سخت ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا۔ میرے پاس قلم و دات اور کاغذ لے آؤ۔ تاکہ تمہیں ایسی دستاویز لکھ دوں۔ جس کے بعد تم ہرگز کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ پس لوگ آپس میں دینے نہ دینے پر جھگڑنے لگے۔ کسی نبی کے پاس باہمی جھگڑا کرنا مناسب نہیں ہے۔ پس انہوں نے کہا کہ آپ کا کیا حال ہے۔ کیلئے فائدہ بات سمجھتے ہو۔ پس یہ لوگ آپ کو اپنے ارادے سے لوٹنے لگے۔ آپ نے فرمایا۔ مجھے اپنے حال پر چھوڑ دو۔ جس حال میں میں اس وقت ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو۔ اور آپ نے ان کو تین باتوں کی وصیت فرمائی۔ ایک تو یہ فرمایا کہ مشرکین کو جزیرۃ العرب سے نکال دو۔ اور جو لوگ وفد بن کر آئیں ان کو ایسے عطایا دو جیسے میں دیا کرتا ہوں۔ تیسری سے خاموش ہو گئے۔ یا میں بھول گیا ہوں۔

**تشریح از شیخ مندنیؒ** | حضرت ابن عباسؓ کے اس قول پر رد افض نے بڑا شور مچایا۔ اس کو حدیث قرطاس کہا جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات یوم الاثنين یعنی پیر کے دن ہوئی ہے۔ اس سے کئی دن پہلے یوم الخمیس میں اتنونی الکتاب لکم کتاباً فرمایا ہے۔ جس پر صحابہ کرام میں تنازع ہوا۔ بعض کا کہنا تھا۔ اھجر استفھم وہ کیا یہ ہدیاں ہے جو بیماری کی شدت میں انسان سے ہدیاں ہو جاتا ہے۔ اس کو ہجر

کہتے ہیں۔ تنازع کی بنا پر آپ نے دستاویز نہ لکھی۔ ردافض کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ کے لئے خلافت لکھ دینا چاہتے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ کا قول بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔ اور انکار کرنے والے حضرت عمرؓ ہیں۔ جن پر طرح طرح سے الزام دھرے جاتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مامور بالتبلیغ ہیں۔ یا ایہذا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک کا ارشاد موجود ہے۔ کسی کے خوف سے آپؐ تبلیغ کو نہیں چھوڑ سکتے۔ وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ کا فرمان ہے۔ خصوصاً ایسی چیز کو تو چھوڑ نہیں سکتے۔ جو گمراہی سے بچاتی ہو۔ اور آپؐ نے اختلاف کی پردہاہ بھی کبھی نہیں کی۔ جس پر تاریخ شاہد ہے۔ کہ آپؐ نے اپنی وفات کی خبر سنا دی۔ حجۃ الوداع میں کسی کی پردہاہ کئے بغیر ایک دائمی دستور امت کو دے گئے۔ تنہا اللہ کی توحید کا پیغام دوست، دشمن تک پہنچایا۔ ایسی بات تھی تو حضرت عمرؓ کو روک دیتے۔ جیسے صلح حدیبیہ کے موقع پر ان کو روکا۔ یہ صحیح ہے کہ حضرت عمرؓ کو محدث کہا گیا ہے۔ آپؐ کا ارشاد ہے۔ لو کان بعدی نبی لکان عمرؓ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو حضرت عمرؓ ہوتے۔ وہ صائب الرائے تھے۔ ان کی رائے کے مطابق کئی مقامات پر نزول قرآن ہوا۔ ایسے آدمی نے اگر روک دیا تو ضرور اس میں مصلحت ہوگی۔ اور ان کی رائے پر خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے رجوع کیا ہے۔ چلو! تسلیم ہے کہ تنازع کی وجہ سے اس وقت دستاویز نہ لکھی گئی۔ یوم النحیس کے بعد تو تین چار دن آپؐ زندہ رہے۔ ان ایام میں کسی سے لکھوا لیتے۔ نیز! قبل از یوم اکملت لکم دینکم آیت نازل ہو چکی ہے۔ اب اگر گمراہی سے روکنے والی کوئی چیز باقی رہ گئی تھی۔ تو پھر تکمیل دیں گے کیا معنی ہوں گے۔ منیٰ اور عرفات میں احکام شرعیہ کی تبلیغ کر کے آپؐ پوچھتے ہیں۔ هل بلغت تمام حاضرین بیک زبان ہو کر کہتے ہیں۔ نعم۔ آپؐ نے حق تبلیغ ادا کر دیا۔ بناءً علیہ معلوم ہوتا ہے۔ آپؐ کوئی نئی بات بیان نہیں کرنا چاہتے تھے۔ بلکہ یا تو مفصلات کو مجمل بیان کرنا چاہتے تھے۔ یا پہلی باتوں میں سے کسی بات کی تاکید کرنا چاہتے تھے۔ جس کے لئے حضرت عمرؓ آپؐ کو تکلیف دینا نہیں چاہتے تھے۔ لہذا فہم فاروقی کو فہم ابن عباسؓ پر ترجیح دی جلتے گی۔ تاکہ اجتہاد کا دروازہ بند نہ ہو۔ مجتہدین کے لئے جو مراتب رکھے گئے ہیں۔ وہ ان کو حاصل ہوں۔ ورنہ آخر میں آپؐ نے تین چیزوں کی وصیت کی تھی۔ جس پر حضرت عمرؓ عمل پیرا ہوئے۔ نیز! حضرت ابن عباسؓ بھی حضرت عمرؓ پر کوئی اعتراض نہیں کرنا چاہتے۔ بلکہ ان کا مقصد یہ تھا کہ اگر آپؐ لکھ دیتے۔ تو منافقین اور ردافض کو حضرت عمرؓ پر

اعتراض کی گنجائش نہ رہتی۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | لن تَضَلُّوا بَعْدَهُ اَبَدًا ص ۶۳۸ مفہوم مخالف کے طور پر اس جملہ کا یہ مقتضی نہیں کہ کتابت نہ ہوئی۔ اس لئے گمراہی آگئی۔ کیونکہ زیادہ سے زیادہ اگر عدم کتابت سے کوئی چیز ثابت ہوئی تو احتمال گمراہی ہے۔ اور اس کے درجات مختلف ہیں۔ مثلاً انصار اور مہاجرین کا اختلاف اور حضرت سعد بن عبادہ کا اختلاف بھی ایک قسم کی گمراہی ہے۔ اگر خلافت لکھ دی جاتی تو ایسی گمراہی بھی واقع نہ ہوتی۔ حالانکہ سوائے سعد بن عبادہ کے بقیہ انصار اور مہاجرین اس گمراہی پر بھی قائم و دائم نہیں رہے۔ سب جھگڑا ختم ہو گیا۔ اس طرح خلافت صدیقی کے بارے میں عرصہ چھ ماہ تک کا خلاف وہ بھی ایک قسم کی گمراہی تھی۔ کہ اجماع صحابہ کا خلاف ہوا۔ لیکن اس کا بھی جلد ازالہ ہو گیا۔ اور وہ بھی اجماع امت کی طرف رجوع کر گئے۔ اگر دستاویز لکھی جاتی تو اس قسم کے شبہات پیش نہ آتے۔

**تشریح از شیخ زکریا** | قطب گنگوہی نے لن تَضَلُّوا بَعْدَهُ کا عجیب فائدہ بتلایا ہے اس مسئلہ پر بحث کتاب العلم کتاب الجہاد میں گزر چکی ہے۔ اور تیسری بات کو داؤد دی سے حافظ نے نقل کیا ہے۔ وہ وصیت بالقرآن ہے۔ اور بعض نے کہا کہ وہ جیش اسامہ کی روانگی ہے۔ اور قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ وہ لاتخذ واقبری وثنا لبعده کہ میری قبر کو بت نہ بنانا جس کی پوجا کرنے لگو۔ اور بعض بین والصلوة واما ملک ایمانکم اور بھولنے والے سعید بن جبیر میں یا بقول سفیان سلیمان ہیں۔

**حدیث نمبر ۳۹۸۵** حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْعَيْنِ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا حَضَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي الْبَيْتِ رِجَالٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلُمُّوا أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضَلُّوا بَعْدَهُ فَقَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ غَلَبَهُ الْوَجَعُ وَعِنْدَكُمْ الْقُرْآنُ حَسْبُنَا كِتَابُ اللَّهِ فَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْبَيْتِ وَاخْتَصَمُوا فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ قَرَّبُوا يَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضَلُّوا بَعْدَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ غَيْرُ ذَلِكَ فَلَمَّا اكْتُمِرُوا وَاللَّغْوُ وَالْإِخْتِلَافُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْمُوا قَالَ عَبْدُ اللَّهِ فَكَانَ يَقُولُ ابْنُ عَبَّاسٍ إِنَّ الرِّزِيَّةَ كُلَّ الرِّزِيَّةِ

مَا حَالَ بَيْنَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ أَنْ يَكْتُبَ لَهُ ذَلِكَ الْكِتَابَ لِاخْتِلَافِهِمْ وَلَغْطِهِمْ .

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کا وقت قریب آیا۔ جب کہ آپ کے گھر کے اور کچھ لوگ جمع تھے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قلم دوات کا غزلے آؤ تاکہ تمہیں میں ایسی دستاویز لکھ دوں جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو گے۔ بعض حضرات نے کہا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بیماری کا غلبہ ہے۔ جب کہ ہمارے پاس قرآن مجید موجود ہے۔ پس ہمیں اللہ کی کتاب کافی ہے۔ لیکن گھر والوں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ پس وہ جھگڑنے لگے۔ بعض کا کہنا تھا کہ آپ کے کاغذ دوات قریب کر دیا جائے۔ تاکہ آپ ایسی دستاویز لکھ دیں جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو گے۔ بعض اس کے خلاف کہتے تھے جب یہ بے فائدہ کلام اور اختلافی باتیں زیادہ ہونے لگیں۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔ عبید اللہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے تھے کہ یہ پوری مصیبت پر مصیبت تھی۔ جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے کتاب لکھ دینے میں اختلاف اور شور و شغب کی وجہ سے حائل ہو گئی۔

**تشریح از قاسمی** حضرت ابن عباسؓ اس نہ لکھنے کو پوری مصیبت قرار دے رہے ہیں چونکہ حضرت عمرؓ ابن عباسؓ سے آفہ تھے کیونکہ اگر وہ کتاب احکام دین پر مشتمل تھی۔ تو وہ الیوم املت الہ کے اندر آچکی کہ قیامت کے حوادث کا حل کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں نصایا دلالت آگیا۔ تاکہ اجتہاد کا دروازہ بند نہ ہو۔ اس لئے حضرت عمرؓ نے ترک کتابت کو مناسب سمجھا اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کی رائے سے اتفاق کیا۔ ورنہ بعد کے ایام میں لکھوا سکتے تھے۔ تو یہ واقعہ بھی حضرت عمرؓ کے موافقات میں سے ہوا۔

**حدیث نمبر ۳۹۸۶** حَدَّثَنَا بُسْرَةُ بْنُ صَفْوَانَ الْإِمْلِيُّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ فِي شُكْوَاهُ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ فَسَارَّهَا بِشَيْءٍ فَبَكَتْ ثُمَّ دَعَاَهَا فَسَارَّهَا فَضَحِكْتُ فَسَأَلْنَا عَنْ ذَلِكَ فَقَالَتْ سَارَّ نِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ يُقْبِضُ نِي وَجَعُهُ الَّذِي تُوِفِّي فِيهِ بَكَايَتُ

ثُمَّ سَارَ فِي مَا خَبَرَنِي أَرَأَيْتَ أَوَّلُ أَهْلِهِ يَتَّبِعُهُ فَضَحِكْتُ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس بیماری میں جس میں آپؐ کی وفات ہوئی۔ حضرت فاطمہ الزہراءؓ کو بلایا۔ اور ان سے آہستہ سے ایک بات کی جس سے وہ رو پڑیں۔ پھر دوسری دفعہ بلا کر کوئی ایسی خفیہ بات کی جس سے وہ ہنس پڑیں۔ ہم نے ان سے اس بارے میں دریافت کیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ پہلی مرتبہ جو آپؐ نے خفیہ بات کی۔ وہ یہ تھی کہ آپؐ کی وفات اسی بیماری میں واقع ہوگی جس میں آپؐ نے وفات پائی۔ جس پر میں رو پڑی۔ پھر مجھ سے خفیہ بات کی۔ تو مجھے بتلایا کہ آپؐ کے خاندان میں سے سب سے پہلے میں ہی آپؐ کے پیچھے جاؤں گی۔ جس پر میں ہنس پڑی۔

حدیث نمبر ۳۹۸۷ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَسْمَعُ أَنَّهُ لَا يَمُوتُ نَبِيٌّ حَتَّى يُخَيَّرَ بَيْنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَسَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ وَأَخَذَتْهُ بُحَّةٌ يَقُولُ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ فَظَنَنْتُ أَنَّهُ خَيْرٌ۔

ترجمہ۔ حضرت ام المؤمنین عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کرتی تھی کہ کسی نبی پر وفات نہیں۔ یہاں تک کہ اسے دنیا اور آخرت میں اختیار دیا جاتا ہے۔ تو میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپؐ کی اس بیماری میں سنا جس میں آپؐ کی وفات ہوئی۔ جب کہ آپؐ کو سخت کھانسی نے آکھڑا۔ فرماتے تھے کہ ان لوگوں کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے۔ مجھے یقین ہو گیا کہ اب آپؐ کو اختیار دیا گیا ہے۔

حدیث نمبر ۳۹۸۸ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا مَرَضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَرَضَ الَّذِي مَاتَ فِيهِ جَعَلَ يَقُولُ فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلَى۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ جب جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ بیماری لاحق ہوئی۔ جس میں آپؐ کی وفات ہوئی۔ تو فرمانے لگے۔ فی الرفیق الاعلیٰ۔

تشریح از شیخ مدنی<sup>۱۲</sup> رفیق الاعلیٰ سے بعض نے باری تعالیٰ مراد لیا ہے۔ بعض نے انبیاء علیہم السلام مراد لئے۔ بعض نے کہا۔ ملائکہ مراد ہیں۔ یا وہ مکان مراد ہے جن میں ان کی مراقبہ حاصل ہوتی ہے وہ جنت ہے۔ اور بعض نے آسمان مراد لیا ہے۔ بہر حال مختلف اقوال ہیں۔ اور واقدی کی کتاب میں ہے کہ دایہ علیمہ کے پاس دودھ پیتے وقت جواقل کلمہ آپ نے بولا وہ اللہ اکبر تھا۔ اور آخری کلمہ جو آپ کی زبان سے نکلا وہ الرفیق الاعلیٰ تھا۔

حدیث نمبر ۳۹۸۹ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ صَاحِبُ يَقُولُ إِنَّهُ لَمْ يُقْبَضْ نَبِيٌّ قَطُّ حَتَّى يَرَى مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ ثُمَّ يُحْيَا أَوْ يُخَيَّرُ فَلَمَّا اشْتَكَى وَحَضَرَهُ الْقَبْضُ وَرَأْسُهُ عَلَى فخذِ عَائِشَةَ غُشِيَ عَلَيْهِ فَلَمَّا أَفَاقَ شَخَصَ بَصَرَهُ نَحْوَ سَقْفِ الْبَيْتِ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلَى فَقُلْتُ إِذَا لَا يُجَاوِرُنَا فَعَرَفْتُ أَنَّ لَهُ حَدِيثَهُ الَّذِي كَانَ يُحَدِّثُنَا وَهُوَ صَاحِبُ

ترجمہ حضرت عائشہؓ ائمہ المؤمنین فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تندرستی کی حالت میں فرماتے تھے کہ کسی نبی کی اس وقت تک وفات نہیں ہوتی یہاں تک کہ انہیں ان کا جنت کا ٹھکانا دکھایا جاتا ہے۔ پھر ان کو سلام کیا جاتا ہے یا انہیں اختیار دیا جاتا ہے۔ پس جب آپ بیمار ہوئے اور وفات کا وقت قریب آگیا۔ جب کہ آپ کا سر مبارک یعنی میری عائشہؓ کی ران پر تھا۔ تو آپ پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ جب افادہ ہوا تو آپ گفتگو باندھ کر گھر کی چھت کی طرف دیکھنے لگے پھر فرمایا اللھم فی الرفیق الاعلیٰ جس پر میں نے کہا۔ کہ اب آپ ہمارے ساتھ نہیں رہیں گے۔ تو مجھے وہ آپ کی حدیث یاد آگئی جو آپ ہمیں تندرستی کی حالت میں بیان فرمایا کرتے تھے۔

تشریح از شیخ گنگوہی<sup>۱۳</sup> ششم بھیجی اور یحییٰ ص ۶۳۸ یہ راوی کی طرف سے شک کا اظہار ہے۔ مدعی اور مقصد ایک ہے۔ کیونکہ ملک الموت کی طرف سے سلام کرنا آپ سے اجازت طلب کرنا ہے۔ گویا کہ یہ تغیر ہے۔ ورنہ جن فرض کو حتمی طور پر ادا کرنا ہے اس میں اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ تشریح از شیخ زکریا<sup>۱۴</sup> اہتمام شراح نے بھی رد کو شک راوی پر محمول کیا ہے اور مولانا کملی<sup>۱۵</sup> کی تقریر میں یہی ہے۔ کہ ان پر سلام کیا جاتا ہے یا انہیں اختیار دیا جاتا ہے۔ لیکن میرے نزدیک یہ ہے۔



کہ دخول کے لئے اجازت طلب کر کے سلام کرنا اور ہے اور تنخیر اور ہے۔ اس لئے شک پر محمول نہ کیا جائے۔ بلکہ بغیر اجازت کے موسیٰ علیہ السلام پر داخل ہونے کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قہقہہ رسید کیا تھا۔ تو یہ سلام دخول ہوگا۔

حدیث نمبر ۳۹۹۰ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا دَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا مُسْنِدَةٌ لَهُ إِلَى صَدْرِي وَمَعَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ سَوَاكٌ رَطْبٌ يَسْتَنْ بِهٖ فَأَبَدَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَصْرَهُ فَأَخَذْتُ السَّوَاكَ فَقَصَمْتُهُ وَنَفَضْتُهُ ثُمَّ دَفَعْتُهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَنْ بِهٖ فَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَنْ اسْتِنَانًا قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهُ فَمَا عَدَا أَنْ فَرَّغَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَفَعَ يَدَهُ أَوْ أَصْبَعَهُ ثُمَّ قَالَ فِي التَّرْفِيقِ الْأَعْلَى ثَلَاثًا ثُمَّ قَضَى وَكَانَتْ تَقُولُ مَاتَ بَيْنَ حَاقِنَتِي وَذَاقِنَتِي۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ میرے بھائی حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔ جب کہ میں آپ کو اپنے سینہ کا سہارا دے کر بیٹھی تھی حضرت عبدالرحمنؓ کے پاس تازی مسواک تھی۔ جس سے وہ مسواک کر رہے تھے۔ پس آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیر تک اسے دیکھتے رہے۔ میں نے مسواک ان سے لے کر چبائی۔ اسے جھاڑ پاک صاف کیا۔ پھر اسے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیا۔ جس سے آپ نے مسواک کی۔ میں نے آپ کو اس سے پہلے اچھی طرح مسواک کرتے نہیں دیکھا۔ پس اتنی دیر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کرنے سے فارغ ہوئے تو اپنا ہاتھ یا اپنی انگلی مبارک اوپر کو اٹھائی اور تین مرتبہ فرمایا۔ فی الرقیق الاعلیٰ۔ پھر آپ کی قضا آگئی۔ اور فرخ سے حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ اسے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات میری جھولی اور ٹھوڑی کے درمیان ہوتی۔

تشریح از شیخ گنگوہی | احسن منه ۶۳۸ مقصد حضرت عائشہؓ کا یہ ہے کہ یہ مسواک

کرنا نہایت عمدگی طاقت اور آداب معلومہ کو ادا کرنے کی صورت میں تھا۔ اس لئے اچھا طریقہ تھا۔ تشریح از شیخ زکریا | مولانا کی تقریر میں ہے۔ فابدہ یعنی دیر تک دیکھتے رہے۔

یہ استئذان آخری عند الموت ہے اور اس سے پہلے وہ اور تھا۔ لیکن یہ صحیح نہیں۔ اس لئے کہ دو مرتبہ مسواک کرنے کا ذکر نہیں ملتا۔ اور روایت میں ابتداء کی بجائے امتداد آیا ہے۔ دونوں کے معنی ہیں۔ اسی مد نظرہ الیہ۔ قصم کے معنی توڑنا۔ اور قصم کے معنی چبانے کے ہیں۔ توڑنا لمبائی کی وجہ سے یا حضرت عبدالرحمنؓ کے مسواک کرنے کی جگہ کو توڑ دیا۔ اور بعض روایات میں حجر علی آیا ہے۔ جس کے سبب رواۃ رافضی ہیں۔ اس لئے لایحتاج بہ۔

حدیث نمبر ۳۹۹۱ حَدَّثَنَا حَبَّانُ بْنُ عَائِشَةَ أَخْبَرْتُهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا اشْتَكَى نَفْسًا عَلَى نَفْسِهِ بِالْمُعَوَّذَاتِ وَمَسَحَ عَنْهُ يَدِهِ فَلَمَّا اشْتَكَى وَجَعَهُ ثَوْبِي فِيهِ طِفْطِفَاتُ أَنْفُثُ عَلَى نَفْسِهِ بِالْمُعَوَّذَاتِ الَّتِي كَانَ يَنْفِثُ وَأَمْسَحُ بِإِدِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرمادیتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیمار ہو جاتے تو معوذات (قل اعوذ برب الفلق۔ قل اعوذ برب الناس) سے اپنے بدن پر دم کرتے تھے۔ اور اپنا ہاتھ اپنے بدن پر پھیرتے تھے۔ پس جب آپؐ اس بیماری میں مبتلا ہوئے جس میں آپؐ کی وفات ہوئی۔ تو میں معوذات سے آپؐ پر اس طرح کرتی تھی جس طرح آپؐ دم کرتے تھے۔ اور آپؐ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو آپؐ کے بدن پر پھیرتی تھی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | دامسح ببید النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۳۹ یعنی معوذات پڑھ کر دم کر کے پھر آپؐ کا ہاتھ آپؐ کے بدن پر پھیرتی تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | باب فضل المعوذات میں بھی اسی طرح آ رہا ہے کہ معوذات کو پڑھ کر آپؐ کا برکت والا ہاتھ آپؐ کے بدن پر پھیرتی تھیں۔ بہر حال پہلے نفث و قرأت اور بعد ازاں مسح ہوتا تھا۔ اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر رات کا یہی معمول تھا کہ قرأت کر کے دم کرتے۔ پھر ہاتھ پھیرتے تھے۔

حدیث نمبر ۳۹۹۲ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْغَتْ إِلَيْهِ قَبْلَ أَنْ يَمُوتَ وَهُوَ

مُسْنِدٌ إِلَى ظَهْرِهِ يَقُولُ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي وَالْحَقْنِي بِالرَّفِيقِ الْأَعْلَى۔  
ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ خبر دیتی ہیں کہ انہوں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا  
اور موت سے پہلے آپؐ کی طرف کان لگایا۔ جب کہ آپؐ نے اپنی پیٹھ کا میرے لئے سہارا لیا ہوا  
تھا۔ فرماتے تھے۔ اے اللہ! میری مغفرت فرما۔ مجھ پر رحم فرما اور مجھے رفیقِ اعلیٰ تک پہنچا دے۔  
حدیث نمبر ۳۹۹۳ حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ  
قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي لَمْ يَقُمْ مِنْهُ لَعَنَ اللَّهُ  
الْيَهُودَ أَتَّخَذُوا أَنْبِيَاءَهُمْ مَسَاجِدَ قَالَتْ عَائِشَةُ لَوْلَا ذَلِكَ  
لَأَبْرَزَ قَبْرُهُ حَشَى أَنْ يَتَّخَذَ مَسْجِدًا۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس بیماری میں  
فرمایا۔ جس سے پھر کھڑے نہ ہو سکے کہ اللہ تعالیٰ یہود پر لعنت کرے۔ جنہوں نے اپنے انبیاء کی  
قبروں کو مسجد بنادیا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ اسے مسجد بنایا  
جائے گا۔ تو میں آپؐ کی قبر کو ظاہر کر دیتی۔ کیونکہ آپؐ کو بھی مسجد بنائے جانے کا خطرہ تھا۔

حدیث نمبر ۳۹۹۴ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَفِيرٍ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَمَّا ثَقُلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
وَاشْتَدَّ وَجَعُهُ اسْتَأْذَنَ أَنْ يَمْرُضَ فِي بَيْتِي فَأَذِنَ لَهُ فَخَرَجَ  
وَهُوَ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ تَحْطُرُ رِجْلَاهُ فِي الْأَرْضِ بَيْنَ عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ  
وَبَيْنَ رَجُلٍ آخَرَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ فَأَخْبَرْتُ عَبْدَ اللَّهِ بِالَّذِي قَالَتْ  
عَائِشَةُ فَقَالَ لِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ هَلْ تَذَرِينِي مِنَ الرَّجُلِ الْآخِرِ الَّذِي  
لَمْ تُسَمِّ عَائِشَةُ قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هُوَ عَلِيٌّ وَكَانَتْ عَائِشَةُ  
زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْدِثُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
وَسَلَّمَ لَمَّا دَخَلَ بَيْتِي وَاشْتَدَّ بِهِ وَجَعُهُ قَالَ هَرِّيقُوا عَلِيٍّ مِنْ سَبْعِ  
قَرَبٍ لَمْ تَحْلُلْ أَوْ كَيْتُهُنَّ لَعَالِيٍّ أَعْمَدُ إِلَى النَّاسِ فَأَحْبَسْتَاهُ فِي مِخْصَبٍ  
لِحَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ طَفَقْنَا نَصُبُ عَلَيْهِ مِنْ

تِلْكَ الْقُرْبِ حَتَّى يُشِيرَ إِلَيْنَا بِيَدِهِ أَنْ قَدْ فَعَلْتَنِي قَالَتْ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى النَّاسِ  
فَصَلَّى لَهُمْ وَخَطَبَهُمْ وَأَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْبَةَ أَنَّ عَائِشَةَ وَعَبْدُ اللَّهِ  
بْنَ عَبَّاسٍ قَالَا لَمَّا نَزَلَ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طُفِقَ يَطْرَحُ خَمِيصَتَهُ  
لَهُ عَلَى وَجْهِهِ فَإِذَا اغْتَمَّ كَشَفَهَا عَنْ وَجْهِهِ فَقَالَ وَهُوَ كَذَلِكَ يَقُولُ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى  
الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ يَحْدُرُ مَا صَنَعُوا أَخْبَرَنِي  
عُبَيْدُ اللَّهِ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ قَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذَلِكَ  
وَمَا حَمَلَنِي عَلَى كَثْرَةِ مُرَاجَعَتِهِ إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَقَعْ فِي قَلْبِي أَنْ يُحِبَّ النَّاسَ  
بَعْدَهُ رَجُلًا قَامَ مَقَامَهُ أَبَدًا أَوْ لَا كُنْتُ أَرَى أَنَّهُ لَنْ يَقُومَ أَحَدٌ مَقَامَهُ إِلَّا  
تَشَامَ النَّاسُ بِهِ فَأَرَدْتُ أَنْ يَعْدِلَ ذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ  
أَبِي بَكْرٍ وَاهُ بْنُ عُمَرَ وَأَبُو مُوسَى وَابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ: حضرت عائشہ زوجہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتی ہیں۔ جب آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
بیمار اور آپ کا مرض شدت اختیار کر گیا۔ تو آپ نے اپنی بیویوں سے میرے گھر میں بیماری کے دن گزارنے کی  
اجازت مانگی۔ تو انہوں نے آپ کو اجازت دے دی۔ تو آپ اس حال میں تشریف لائے کہ آپ کے دونوں  
قدم زمین پر خط کھینچتے تھے۔ آپ حضرت عباس بن عبد المطلب اور ایک دوسرے آدمی کے درمیان کندھوں پر  
ہاتھ رکھ کر آئے۔ عبید اللہ فرماتے ہیں۔ جب میں نے حضرت ابن عباس کو اس واقعہ کی اطلاع دی جو حضرت  
عائشہ نے کہا تھا۔ تو حضرت ابن عباس نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تم جانتے ہو وہ دوسرا آدمی کون تھا جس کا حضرت  
عائشہ نے نام نہیں لیا۔ میں نے کہا نہیں۔ تو انہوں نے فرمایا وہ حضرت علیؓ تھے۔ حضرت عائشہ زوجہ النبی صلی اللہ  
علیہ وسلم حدیث بیان کرتی ہیں۔ کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حدیث بیان کرتی ہیں۔ کہ جب نبی اکرم  
صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائے۔ اور آپ کی بیماری سخت ہو گئی۔ تو آپ نے فرمایا۔ مجھے ایسی بات  
مشکل کا پانی ڈالو جس کے تسمے نہ کھولے گئے ہوں۔ شاید میں لوگوں کو وصیت کر سکوں۔ تو ہم نے آپ کو حضرت حفصہؓ  
زوجہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ٹپ میں بٹھا دیا۔ پھر ہم ان مشکوں سے آپ پر پانی انڈیلتے رہے یہاں  
تک کہ آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا۔ کہ بس تم کر چکیں۔ پھر آپ لوگوں کے پاس تشریف لے آئے۔  
ان کو نماز پڑھائی اور انہیں خطبہ دیا۔ عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ خبر دیتے ہیں۔ کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت عبد اللہ بن عباسؓ

نے فرمایا کہ جب جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بیماری کا دورہ پڑا ہوتا تو آپ اپنے چہرہ انور سے اپنی کالی کملی کو پھینک دیتے تھے۔ یعنی پس جب گھٹن محسوس کرتے تو چہرہ انور سے اپنی کملی کو ہٹا لیتے تھے۔ پس آپ اسی حال میں تھے کہ فرماتے لگے اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے جنہوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو سجدہ کا ہیں بنا لیا۔ گویا کہ جو کچھ انہوں نے کیا تھا آپ اس سے ڈراتے تھے کہ تم ایسا نہ کرنا۔

(بنانا نہ تربت میری کو منعم تم) اور عبید اللہ یہ بھی خبر دیتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ امامت صلوٰۃ کے بارے میں میں بار بار رجوع کرتی تھی کہ کسی طرح آپ حضرت ابوبکرؓ کو امام بنانے سے رک جائیں اور اس کثرت مراجعت کا باعث یہ بات تھی کہ میرے دل میں آیا کہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کبھی کسی کو آپ کی جگہ پر کھڑا کرنا پسند نہیں کریں گے۔ اگر کوئی آپ کے مصلیٰ پر کھڑا بھی ہو گیا تو لوگ اس سے بدفالی پکڑیں گے پس میرا ارادہ یہ تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح ابوبکرؓ سے ٹل جائیں۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں یہ روایت ابن عمرؓ والی اور ابن عباسؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

**تشریح از شیخ مدنی** | عرض بیماری کی خبر گیری کرنا۔

**تشریح از قاسمی** | من سبع قریب حافظ فرماتے ہیں کہ سات کے عدد کو زہر اور جادو کے اثر کو

زائل کرنے میں خاص دخل ہے۔ اس کے اثر کے ازالہ کے لئے آپ نے سات مشکوں کا پانی منگوایا۔

یَعْدَمُ مَا صَنَعُوا قاضی بیضاویؒ فرماتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ انبیاء کی قبور کو سجدہ کرتے تھے اور ان کی تعظیم شانی کے لئے انہیں قبلہ بناتے تھے۔ اس لئے مسلمانوں کو ایسے کرنے سے روکا گیا۔ البتہ اگر کوئی شخص تبرک کے طور پر انبیاء اور صلحا کے مزارات کے پاس نماز کی جگہ بنائے۔ قبر سامنے نہ ہو۔ تو وہ اس وعید میں داخل نہیں ہے۔

اَلَا کُنْتَ خَیْرَ جَارِیِّیْنَ ہے کہ اگر میرے دل میں یہ بات جاگزیں ہو جاتی کہ لوگ بعد امامت کے آپ

سے محبت کریں گے۔ اور بدفالی نہیں پکڑیں گے تو میں بار بار اصرار نہ کرتی۔

**حدیث نمبر ۳۹۹۵** حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ

مَاتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنَّهُ لَبَيِّنٌ حَاقِنْتِي وَذَاقْتِي فَلَا أَكْرَهُ  
شِدَّةَ الْمَوْتِ لِأَحَدٍ أَبَدًا بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپ کا سر میرے

سینے کی ہنسلی اور ٹھوڑی کے درمیان تھا۔ پس میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کی موت کی سختی کو ناپسند نہیں کیا۔

**تشریح از شیخ مدنی** | حاقنہ یعنی سینے کی ہنسلی اور ذاقنہ ٹھوڑی کو کہتے ہیں۔ اس سے

ثابت ہوا کہ قرب موت میں سختی اور تکلیف رضائے باری کے خلاف نہیں۔ البتہ دوسری روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مومن کی موت ایسے آسانی سے ہوتی ہے جیسے مشک کے منہ سے پانی آسانی کے ساتھ نکلتا ہے۔ تو کہا جائے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح نے بھی اسی طرح پیدا کر کیا۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ کو اس کا احساس تک نہ ہوا۔ مقدمات موت اور سکرات کی سختی سے تو خود آپ نے مدد مانگی ہے۔ اللھم اعنی علی غمرات الموت وسکرات الموت۔

حدیث نمبر ۳۹۹۶ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ أَخْبَرَ فِي عَبْدُ اللَّهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيِّ وَكَانَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ أَحَدَ الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ تَبَيَّنَ عَلَيْهِمُ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ خَرَجَ مِنْ عِنْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي وَجْعِهِ الَّذِي تَوَفَّى فِيهِ فَقَالَ النَّاسُ يَا أَبَا حَسَنِ كَيْفَ أَصْبَحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَصْبَحَ بِحَمْدِ اللَّهِ بَارِئًا فَاخَذَ بِيَدِهِ عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ لَهُ أَنْتَ وَاللَّهِ بَعْدَ ثَلَاثِ عُمَدٍ الْعَصَارِ وَإِنِّي وَاللَّهِ لَأُرَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُتَوَفَّى مِنْ وَجْعِهِ هَذَا إِنِّي لَأَعْرِفُ وَجْوهَ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عِنْدَ الْمَوْتِ إِذْ هَبْ بِنَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَنَسْأَلَهُ فِيهِمْ هَذَا الْأَمْرُ إِنْ كَانَ فِينَا عَلِمْنَا ذَلِكَ وَإِنْ كَانَ فِي غَيْرِنَا عَلِمْنَاهُ فَأَوْهَى بِنَا فَقَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ إِنَّا وَاللَّهِ لَنَسْأَلُنَهَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَنْعَتَاهَا لَا يُعْطِينَاهَا النَّاسُ بَعْدَهُ وَإِنِّي وَاللَّهِ لَا أَسْأَلُهَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن کعب بن مالک انصاریؓ خبر دیتے ہیں۔ اور ان کے والد کعب بن مالکؓ ان تین آدمیوں میں سے ایک تھے۔ جن کی توبہ قبول ہوئی تھی۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے ان کو خبر دی۔ فرماتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالبؓ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اس بیماری

میں باہر آئے۔ جن میں آپ کی وفات ہو گئی۔ تو لوگوں نے پوچھا۔ اے ابوالحسن! حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کیسے گزار دی۔ فرمایا بسم اللہ! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبح کو تندرست تھے۔ تو حضرت عباس بن عبد المطلب نے ان کا ہاتھ پکڑا اور ان سے کہا واللہ! تم تین دن کے بعد لاٹھی کے غلام ہو گے۔ واللہ! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جان رہا ہوں کہ آپ عنقریب اس بیماری کی وجہ سے وفات پا جائیں گے۔ کیونکہ موت کے وقت جو بنو عبد المطلب کے چہروں کی حالت ہوتی ہے وہ میں خوب پہچانتا ہوں۔ پس ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلیں اور آپ سے دریافت کریں کہ یہ خلافت کا معاملہ کس شخص کے لئے ہو گا۔ اگر ہمارے اندر ہے تو ہمیں معلوم ہونا چاہیے۔ اور اگر ہمارے علاوہ کسی اور کے لئے ہے۔ تو اس کا بھی ہمیں علم ہونا چاہیے۔ پس آپ ہمیں وصیت کر جائیں۔ جس پر حضرت علیؑ نے فرمایا۔ واللہ! اگر ہم نے اس بارے میں آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیا۔ بالفرض آپ نے اس خلافت کو ہم سے روک دیا۔ تو پھر ہمیں لوگ کبھی آپ کے بعد خلافت نہیں دیں گے۔ واللہ! میں تو اس بارے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے سے رہا۔ میں تو نہیں پوچھوں گا۔

**تشریح از شیخ مدنیؒ** مرض میں ایک چیز سنبھالنے کی ہوتی ہے۔ چونکہ حضرت علیؑ کا تجربہ کار

تھے۔ اس لئے ان کو اس چیز کا علم نہ ہوا۔ حضرت عباسؑ تجربہ کار تھے۔ انہیں اس کا احساس ہو گیا۔

**عبد العاصیؑ** یعنی لاٹھی کا مملوک بمعنی مامور محکوم بن جاؤ گے۔ یہ حضرت عباسؑ کی فراست تھی۔

**تشریح از شیخ گنگوہیؒ** فلنساۃ ۶۳۹ھ اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ حضرات حضرت ابوبکر صدیقؓ کی افضلیت کا یقین نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ ان حضرات اہل بیت نے یہ سمجھا کہ خلافت کے لئے افضلیت ضروری نہیں ہے۔ شاید یہاں خلافت ایسے ہو جیسے دوسرے بادشاہوں وغیرہ میں ہوتی ہے۔ کہ بادشاہ کا قائم مقام اس کا بیٹا ہو اور بیٹے کے نہ ہونے کی صورت میں اس کے بنو اعمام چچاؤں کی اولاد خلافت سنبھالے۔ تو اس سے اس اجماع کی خلاف ورزی نہیں ہوگی جو حضرت صدیق اکبرؓ کی افضلیت پر قائم ہو چکا تھا۔

**راوی طیناھا** ۶۳۹ھ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرت علیؑ آج بھی خلافت میں رغبت رکھنے والے تھے۔ حالانکہ آپ کا ارشاد ہے کہ اس حکومت و خلافت کا وہ شخص زیادہ مستحق ہے جو اس سے سخت نفرت کرنے والا ہو۔

**تشریح از شیخ زکریا** حضرت ابوبکرؓ کی فضیلت، مناقب ابی بکرؓ کی روایات سے واضح ہو چکی ہے۔ اور مناقب ثابت رسول اللہؐ میں ہم گزر چکا ہے کہ خود حضرت علیؓ نے فرمایا۔ قد صدقنا ذی الشک یا ابابکرؓ اور سیوطیؒ نے اپنی کتاب در میں حضرت علی بن ابی طالبؓ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب لوگوں کی مذمت کی اور ابوبکرؓ کی مدح فرمائی۔ ارشاد ہوا۔ الآنصر وہ فقد نصرہ اللہ اذ اخرجہ الذین کفروا اثنین الایہ۔ اور حضرت علیؓ سے اشاعت میں یہ بھی منقول ہے کہ آپ علیؓ نے فرمایا ابوبکر خیر من مؤمن آل فرعون کیونکہ اس نے اپنا ایمان چھپایا تھا۔ اور ابوبکرؓ نے اپنا ایمان ظاہر کیا۔ اور بھی روایات ہیں۔

لا یحیطنا الا مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ کے دل میں خلافت کی تمنا موجود تھی۔ اور بعض روایات میں ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ کیا ہمارے بغیر بھی کوئی اس خلافت کی لالچ رکھتا ہے۔ حضرت عباسؓ نے فرمایا۔ میرا یہی گمان ہے۔ اور عنقریب ایسا ہوگا۔ بلکہ ابن سعد میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو چکی۔ تو حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ سے فرمایا ہاتھ پھیلاؤ تاکہ میں تمہاری بیعت کروں۔ پھر دوسرے لوگ بھی تمہاری بیعت کر لیں گے۔ لیکن حضرت علیؓ نے ایسا نہ کیا۔ اور ابن ابی لیلیٰ کی روایت کے آخر میں ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ کاش میں حضرت عباسؓ کا کہنا مان لیتا۔

**حدیث نمبر ۳۹۹۹** حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَفِيرٍ أَخْبَدَثَنِي أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ أَبِي لَيْلَى يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَمَّا قَامَ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَأَبُوبَكْرٍ يُصَلِّي لَمْ يَلَمْ يَقْجَاهُمْ إِلَّا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَشَفَ سِتْرَ حُجْرَةٍ عَائِشَةَ فَنَظَرَ إِلَيْهِمْ وَهُمْ فِي صُفُوفِ الصَّلَاةِ ثُمَّ تَبَسَّهَ يَضْحَكُ فَنَكَصَ أَبُو بَكْرٍ عَلَى عَقْبَيْهِ لِيَصِلَ الصَّفَّ وَظَنَّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيدُ أَنْ يَخْرُجَ إِلَى الصَّلَاةِ فَقَالَ أَنَسُ وَهَمَّ الْمُسْلِمُونَ أَنْ يَفْتَتِنُوا فِي صَلَاتِهِمْ فَرَحَّابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَشَارَ إِلَيْهِ بِإِيدِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَتَمُّوا صَلَاتَكُمْ ثُمَّ دَخَلَ الْحُجْرَةَ وَارْحَى السِّتْرَ۔

ترجمہ حضرت انس بن مالکؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ میں نے انہیں کہ سلمانؓ کے دن فجر کی نماز میں تھے۔



اور حضرت ابوبکرؓ ان کو نماز پڑھا رہے تھے۔ کہ اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کے حجرے کا پردہ کھولا۔ اور مسلمانوں کو نماز کی حالت میں دیکھ کر مسکرائے پھر ہنس دیتے۔ تو حضرت ابوبکرؓ اپنی ایڑیوں پر پیچھے ہٹ آئے۔ تاکہ صف میں پہنچ جائیں۔ ان کا گمان یہ تھا۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی طرف آنا چاہتے ہیں۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی کی وجہ سے مسلمان نماز سے نکل جاتے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک سے اشارہ فرمایا۔ کہ اپنی نماز پوری کرو۔ پھر حجرہ میں چلے گئے۔ اور پردہ کو نیچے لٹکا دیا۔

حدیث نمبر ۳۹۹۸ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ عَائِشَةَ كَانَتْ تَقُولُ إِنَّ مِنْ نِعَمِ اللَّهِ عَلَيَّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَوَّعَ فِي بَيْتِي وَفِي يَوْمِي وَبَيْنَ سَحْرِي وَذَحْرِي وَأَنَّ اللَّهَ جَمَعَ بَيْنَ رِيقِي وَرَيْحِهِ عِنْدَ مَوْتِهِ دَخَلَ عَلَيَّ عَبْدُ الرَّحْمَنِ وَبِيَدِهِ السَّوَاكُ وَأَنَا مُسْنِدَةٌ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَأَيْتُهُ يَنْظُرُ إِلَيْهِ وَعَدَفْتُ أَنَّهُ يُحِبُّ السَّوَاكَ فَقُلْتُ اخْذْهُ لَكَ فَأَشَارَ بِرَأْسِهِ أَنْ نَعَمْ فَتَنَاوَلْتُهُ فَاسْتَدَّ عَلَيْهِ وَقُلْتُ أَلَيْتَنِي لَكَ فَأَشَارَ بِرَأْسِهِ أَنْ نَعَمْ فَلَيْتَنِي وَبَيْنَ يَدَيْهِ رُكُودٌ أَوْ غَلْبَةٌ تَشْكُ عُمُرٌ فِيهَا مَاءٌ فَجَعَلَ يَدْخُلُ يَدَيْهِ فِي الْمَاءِ فَيَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَهُ يَقُولُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ إِنَّ لِلْمَوْتِ سَكْرَاتٍ ثُمَّ نَصَبَ يَدَهُ فَجَعَلَ يَقُولُ فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلَى حَتَّى قُبِضَ وَمَالَتْ يَدُهُ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں۔ کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کے انعامات میں سے یہ ہے کہ آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات میرے گھر میں میری باری کے دن میری ٹھوڑی اور سینے کے درمیان واقع ہوئی۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی وفات کے وقت میری اور آپؐ کی ہتھوک کو جمع کر دیا۔ میرے بھائی عبدالرحمنؓ اس حال میں میرے پاس آئے کہ ان کے ہاتھ میں مسواک تھی۔ اور میں آپؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سہارا دینے والی تھی۔ آپؐ کو میں نے دیکھا کہ نہایت غور سے ان کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ میں نے محسوس کر لیا کہ آپؐ مسواک کو ناپسند کرتے ہیں۔ تو میں نے پوچھا۔

کہ میں آپ کے لئے ان سے لوں۔ آپ نے اپنے سر مبارک سے اشارہ کیا کہ ہاں لے لو۔ پس میں نے مسواک ان سے لے لی۔ لیکن آپ پر مرض کا شدید دورہ پڑا۔ جس کے بعد میں نے پوچھا کہ کیا مسواک کو آپ کے لئے نرم کر لوں۔ آپ نے پھر بھی اپنے سر کو ہلا کر اشارہ کیا کہ ہاں نرم کر دو۔ پھر آپ نے مسواک کو دانتوں پر پھیرا آپ کے سامنے چمڑے کا برتن یا لکڑی کا پیالہ رکھا ہوا تھا۔ راوی عمر کو شک گذرا ہے۔

جس میں پانی تھا۔ آپ پانی میں اپنے دونوں ہاتھوں کو داخل کرتے تھے۔ اور دونوں ہاتھ منہ مبارک پر پھرتے تھے۔ اور لا الہ الا اللہ پڑھتے تھے۔ کہ واقعی موت کے لئے سختیاں ہیں۔ پھر ہاتھ کھرا کر کے فرماتے۔ رفیق اعلیٰ میں جانا پسند کرتا ہوں۔ یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوئی اور آپ کا ہاتھ جھک گیا۔

**حدیث نمبر ۳۹۹۹** حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أَسْلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسْتَلُّ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ يَقُولُ أَيْنَ أَنَا غَدًا يُرِيدُ يَوْمَ عَائِشَةَ فَأَذِنَ لَهُ أَنْ يَوَاجَهُ يَكُونُ حَيْثُ شَاءَ فَكَانَ فِي بَيْتِ عَائِشَةَ حَتَّى مَاتَ عِنْدَهَا قَالَتْ عَائِشَةُ فَمَاتَ فِي الْيَوْمِ الَّذِي كَانَ يَدُورُ عَلَيْهِ فِي بَيْتِي فَقَبَضَهُ اللَّهُ وَإِنَّ رَأْسَهُ لَبَيْنَ نَحْرِي وَسَحَرِي وَخَالِطَ رَيْقِهِ رَيْقِي ثُمَّ قَالَتْ دَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ وَمَعَهُ سِوَاكٌ يَسْتَنُّ بِهِ فَظَلَّ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهُ أَعْطِنِي هَذِهِ السِّوَاكُ يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ فَأَعْطَانِيهِ فَقَضَيْتُهَا ثُمَّ مَضَعْتُهَا فَأَعْطَيْتُهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَنَّنِي بِهِ وَهُوَ مُسْتَنِدٌّ إِلَى صَدْرِي۔

ترجمہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اس مرض میں جس میں آپ نے وفات پائی۔ پوچھتے تھے فرماتے میں کل کہاں ہوں گا۔ میں کل کہاں ہوں گا۔ آپ حضرت عائشہؓ کی باری کے متعلق پوچھنا چاہتے تھے۔ تو آپ کی بیویوں نے آپ کو اجازت دے دی۔ کہ جہاں چاہیں آپ رہ سکتے ہیں۔ تو آپ حضرت عائشہؓ کے گھر میں رہے۔ یہاں تک کہ انہیں یہاں آپ کی وفات ہوئی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں کہ آپ کی وفات اسی دن میں ہوئی۔ جس دن گھومتے پھرتے۔ آپ میرے گھر میں تشریف لاتے تھے۔ پس آپ کو اللہ تعالیٰ نے اٹھالیا۔ جب کہ آپ کا سر مبارک میرے سینے اور ٹھوڑی کے درمیان تھا۔ اور مسواک کی بدولت آپ کی لب مبارک میری لب سے رل مل گئی۔ پھر

فرماتی ہیں کہ عبدالرحمن بن ابی بکرؓ آئے تو ان کے پاس مسواک تھی جس کو وہ استعمال کر رہے تھے جس کی طرف آپؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غور سے دیکھا میں نے اس سے کہا کہ اے عبدالرحمن! یہ مسواک مجھے دے دو۔ پس اس نے وہ مجھے دے دیا۔ جس کو میں نے استعمال کی جگہ کو کاٹا پھر اسے میں نے چبایا۔ پھر میں نے وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیا جس کو آپؐ نے اس حال میں استعمال فرمایا کہ آپؐ میرے سینے کی طرف سہارا لینے والے تھے۔

**حدیث نمبر ۴۰۰۰** حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ فِي النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِي وَفِي يَوْمِي وَبَيْنَ سَحِيرِي وَلَحِيرِي وَكَأَنِّي أَحَدُ أَتْلَعُوذُهُ بِدُعَائِهِ إِذَا مَرَضَ فَذَهَبَتْ أُعْوُذُهُ فَرَفَعَ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ وَقَالَ فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلَى وَمَرَّ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ وَفِي يَدِهِ جَرِيرَةٌ رَطْبَةٌ فَنَظَرَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَظَنَنْتُ أَنَّ لَهُ بِهَا حَاجَةً فَأَخَذْتُهَا فَضَعْتُ رَأْسَهَا وَنَفَضْتُهَا فَدَفَعْتُهَا إِلَيْهِ فَاسْتَقْبَلَهَا كَأَحْسَنِ مَا كَانَ مُسْتَنَاقِبًا لَنَا وَلَيْدَهَا فَسَقَطَتْ يَدُهُ أَوْ سَقَطَتْ مِنْ يَدِهِ فَجَمَعَ اللَّهُ بَيْنَ رَيْفِي وَرَيْفِهِ فِي آخِرِ يَوْمٍ مِنَ الدُّنْيَا وَأَوَّلِ يَوْمٍ مِنَ الْآخِرَةِ۔

ترجمہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات میرے گھر میں اور میری باری میں اور میرے سینے اور ٹھوڑی کے درمیان واقع ہوئی۔ اور ہم میں سے کوئی آدمی آپؐ کو اس دعا سے اللہ کی پناہ میں دیتا جو دعا آپؐ بیمار ہونے کے وقت پڑھتے تھے۔ پس میں نے وہی تعوذ دعا پڑھنی شروع کی۔ تو آپؐ نے اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا۔ اور فرمایا رفیق اعلیٰ میں رفیق اعلیٰ میں اور میرے بھائی عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کا ایسی حالت میں گزر ہوا کہ اس کے ہاتھ میں کھجور کی تر ٹہنی تھی۔ جس کی طرف آپؐ نے غور سے دیکھا۔ مجھے گمان گزرا کہ آپؐ کو اس کی ضرورت ہے۔ چنانچہ میں نے اس کے سرے کو چبایا۔ اسے جھاڑا۔ اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑا دیا۔ جس سے آپؐ نے اس طرح مسواک کیا جو مسواک کرنے کا اچھا طریقہ تھا۔ پھر آپؐ نے وہ مجھے دے دیا۔ پھر آپؐ کا ہاتھ نیچے گر گیا۔ یا وہ مسواک آپؐ کے ہاتھ سے گر گئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے دنیا کے آخری دن اور آخرت

کے پہلے دن مسواک کی وجہ سے میری اور آپ کی تھوک کو جمع کر دیا۔

**حدیث نمبر ۴۰۰۱** حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ  
 أَبَا بَكْرٍ أَقْبَلَ عَلَى فَرَسٍ مِنْ مَسْكِنِهِ بِالسُّنْحِ حَتَّى نَزَلَ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ  
 فَلَمْ يُكَلِّمِ النَّاسَ حَتَّى دَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ فَتَيَقَّمُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مَغْشَى بِثَوْبٍ حَبْرَةٍ فَكَشَفَ عَنْ وَجْهِهِ ثَقَا كَبَتْ  
 عَلَيْهِ فَقَبَّلَهُ وَبَكَى ثُمَّ قَالَ يَا أَبَتِ وَأُمِّي وَاللَّهِ لَا يَجْمَعُ اللَّهُ عَلَيْكَ  
 مَوْتَتَيْنِ أَمَّا الْمَوْتَةُ الَّتِي كُتِبَتْ عَلَيْكَ فَقَدْ مَتَّهَا قَالَ الرَّهْزِيُّ عَنْ  
 عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ خَرَجَ وَعُمَرُ أَنْ يَجْلِسَ فَأَقْبَلَ النَّاسُ إِلَيْهِ  
 وَتَرَكَوْا عُمَرَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ أَمَا بَعْدُ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُعْبُدُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ  
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ مُحَمَّدًا أَقْدَمَ مَاتَ وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُعْبُدُ اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ  
 حَيٌّ لَا يَمُوتُ قَالَ اللَّهُ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ  
 إِلَى قَوْلِهِ الشَّاكِرِينَ وَقَالَ وَاللَّهِ لَكَ أَنَّ النَّاسَ لَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ  
 هَذِهِ الْآيَةَ حَتَّى تَأْخُذَهَا أَبُو بَكْرٍ فَتَلْقَاهَا مِنْهُ النَّاسُ كُلُّهُمْ فَمَا أَسْمَعَ  
 بِشَرِّ مَنْ النَّاسِ إِلَّا يَتَلَوُّهَا فَاخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ عُمَرَ قَالَ  
 وَاللَّهِ مَا هُوَ إِلَّا سَمِعْتُ أَبَا بَكْرٍ تَأْخُذَهَا فَعَقِرْتُ حَتَّى مَا ثَقُلَنِي رَجُلَانِ وَحَتَّى  
 أَهْوَيْتُ إِلَى الْأَرْضِ حِينَ سَمِعْتُهُ تَأْخُذَهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 قَدْ مَاتَ۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ خبر دیتی ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ اپنی رہائش گاہ کُھنُج سے گھوڑے پر سوار ہو کر آئے۔ گھوڑے سے اتر کر مسجد میں داخل ہوئے۔ لوگوں سے بالکل ہم کلام نہ ہوئے۔ سیدھے حضرت عائشہؓ کے گھر آکر مناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قصد کیا۔ جو دھاری دار یعنی کپڑے میں لپیٹے ہوئے تھے۔ انہوں نے چہرہ انور سے کپڑا کھولا۔ پھر اوندھ منہ کرتے ہوئے آپ کو بوسہ دیا۔ اور رونے لگے۔ پھر فرمایا میرے باپ اور ماں آپ پر قربان ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے لئے دو موتیں جمع نہیں کرے گا۔ پس یہ موت جو آپ کے لئے لکھی جا چکی تھی۔ پس وہ تو آپ کی اب دوسری کوئی موت آنے کی نہیں

امام زہریؒ اپنی سند سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ جب کھڑے سے باہر نکلے تو حضرت عمرؓ لوگوں سے بات چیت کر رہے تھے۔ آپؓ نے فرمایا۔ اے عمر! بیٹھ جاؤ۔ حضرت عمرؓ نے بیٹھنے سے انکار کیا۔ تو لوگ حضرت ابوبکرؓ کی طرف ٹوٹ پڑے۔ اور حضرت عمرؓ کو چھوڑ دیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا۔ اے ابوبکر! جو شخص تم میں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا۔ اسے معلوم ہونا چاہیے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو چکی ہے۔ اور جو شخص تم میں سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا۔ تو بے شک اللہ تعالیٰ زندہ ہے۔ جس پر کبھی موت نہیں آئے گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو اللہ کے رسول ہیں۔ جن سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے۔ شاکرین تک آیت کو پڑھا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ واللہ! گویا کہ لوگوں کو پہلے اس آیت کے اترنے کا علم نہیں تھا۔ یہاں تک کہ حضرت ابوبکرؓ نے اسے تلاوت کیا۔ پس سب کے سب لوگ اب اس آیت کو ان سے لے رہے ہیں۔ اب تو میں نے جس انسان کو سنا وہ اسی آیت کی تلاوت کر رہا تھا۔ حضرت سعید بن مسیبؓ خبر دیتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا واللہ! میں نے تو صرف ابوبکرؓ کو اس آیت کی تلاوت کرتے سنا۔ پس میں تو مدہوش و پریشان ہو گیا۔ یہاں تک کہ میرے دونوں پاؤں لڑکھڑانے لگے۔ اور جب میں نے اس آیت کو تلاوت کرتے ہوئے سنا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا چکے ہیں تو میں زمین پر گر پڑا۔

**تشریح از شیخ مدنیؒ** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر اہل مدینہ کو ٹہری پریشانی لاحق ہوئی۔ حضرت عمرؓ تو تلوار لے کر کھڑے ہو گئے۔ کہنے لگے جس نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا کہا اس کی گردن اڑا دوں گا۔ آپؐ مولیٰ علیہ السلام کی طرح اللہ میاں کے پاس گئے ہیں۔ عنقریب واپس آجائیں گے۔ آپؐ کی موت سے انکار کر دیا۔ حضرت عثمانؓ پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ یہ حضرت صدیق اکبرؓ کا حوصلہ تھا۔ کہ خود بھی ثابت قدم رہے۔ اور دوسروں کو بھی حوصلہ دیا۔

الموتین ایک موت تو وہ جو لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے کہتے ہیں۔ جب کہ وہ کتاب تورات لینے کے لئے گئے تھے۔ اور دوسری موت حقیقی یا جسمانی اور روحانی موت مراد ہے۔ کہ جسم پر موت آگئی۔ روح زندہ ہے اور اس کا تعلق پھر جسم اطہر کے ساتھ قائم ہو گیا ہے۔ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی تحقیق کے مطابق جو آپؐ کی کتاب آب حیات میں درج ہے۔ کہ تھوڑی سی دیر کے لئے انقطاع ہوا۔ روح مبارک جسدر پاک سے نکلی نہیں۔ جیسے ایک چراغ کو طاق کے اندر رکھ دیا جائے۔ بہر حال آپؐ پر

دو موتیں نہیں آئیں گی۔ دوسرے لوگوں کی طرح کہ ان پر دونوں قسم کی موت آتی ہے۔  
فَعْقَرَتْ جیسے اونٹ کے پاؤں کاٹ دیئے جائیں تو مدہوش ہو جاتا ہے۔ تَقْلَنْیَ اقلال سے ہے۔

جس کے معنی اٹھانے کے ہیں۔

تَشْرِیحُ اَلْشَّيْخِ لُغْلُوهٌ [فی یومی ص ۶۴] یعنی آپ کی عادت کے مطابق باری ہوتی تو آج میری

باری کا دن ہوتا۔

تَشْرِیحُ اَلْشَّيْخِ زَكْرِيَّا جیسے پہلے حدیث سے معلوم ہو چکا ہے۔ کان یدر علی فیہ فی بیتی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کی ابتداء منزل کے درد سے ہوئی۔ جب کہ آپ بیت عائشہ میں تھے۔ پھر مرض کا غلبہ ہوا تو آپ بیت میمونہ میں تھے۔ پھر بیبیوں سے نبیت عائشہ میں بیماری کے دن گزارنے کی اجازت مانگی۔ جو انہوں نے دے دی۔ آپ بارہ دن بیمار رہے۔ ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو اشراق کے وقت پیر کے دن وفات ہوئی۔ لیکن اس اشکال کا کسی شارح نے جواب نہیں دیا کہ جب آپ بارہ دن بیمار رہے اور آپ کی نوبیاں تھیں۔ تو پھر حضرت عائشہ کی باری کیسے پیر کے دن آگئی۔ البتہ جمع الوسائل کی تحقیق کے مطابق اگر دس دن مدت علالت ہو تو پھر ان کی باری اس دن بارہ کو آسکتی ہے۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت سودہؓ نے اپنی باری حضرت عائشہؓ کو صبح کر دی تھی۔ تو حضرت عائشہؓ کی دوبارہ ہوئی۔ اگرچہ مسلسل نہ ہو متفرق ہو۔ تو اس بنا پر ممکن ہے کہ آپ کی مرض کی ابتداء بیت عائشہ میں ہوئی ہو۔ حضرت سودہؓ کی باری میں اور تیسرا دن حضرت عائشہؓ کی اپنی اصلی باری کا ہو۔ تو اس صورت میں بھی بارہواں دن حضرت عائشہؓ کا بنتا ہے۔ اگر بدایت مرض بیت میمونہ سے ہو تو پھر کوئی اشکال ہی باقی نہیں رہتا۔ جس کی تائید ابن سعد کی روایت سے ہوتی ہے کہ بدایت مرض بیت میمونہ سے ہوئی تھی۔

تَشْرِیحُ اَلْشَّيْخِ لُغْلُوهٌ [من کان یعبده محمدؐ ۱/۶۴] حضرت ابو بکرؓ نے رسول اللہؐ کی بجائے

محمدؐ اسم ذات استعمال کیا۔ کیونکہ رسول اللہؐ کی صورت میں وصف رسالت کی طرف نگاہ ہوتی۔ لیکن یہاں تو مقصود ذات پاک تھی۔ جس میں وصف رسالت ملحوظ نہیں تھی۔ کیونکہ وصف رسالت کا تعلق تو مرسل سے ہوتا ہے۔ مرسل باری تبارک و تعالیٰ ہیں۔ ان سے علاقہ منقطع نہیں ہوا۔ اگر رسالت منقطع ہوتی تو پھر اس وصف سے آپؐ کا ذکر مناسب نہیں تھا۔ اس لئے ذات کا ذکر ہوا۔

تَشْرِیحُ اَلْشَّيْخِ زَكْرِيَّا [تغییر محمدؐ کا عجیب نکتہ قطب لُغْلُوهؐ نے بیان فرمایا اور کسی شارح نے

اس کا تعرض نہیں کیا اور نہ ہی وہ ایسے کلمات بیان کرتے ہیں۔  
 حدیث نمبر ۴۰۰۲ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ عَائِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ  
 أَنَّ أَبَا بَكْرٍ قَبْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَدَ مَوْتَهُ۔  
 ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ  
 علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپؐ کو بوسہ دیا۔

حدیث نمبر ۴۰۰۳ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ عَائِشَةَ لَدَدَنَاهُ فِي مَرَضِهِمْ فَجَعَلَ  
 يَشِيرُ إِلَيْنَا أَنْ لَا تَلْدُو فِي فُتْلَانَا كَرَاهِيَةِ الْمَرِيضِ لِلدَّوَاءِ فَلَمَّا أَتَانَا قَالَ  
 أَلَمْ نَأْكُلْهُمَا أَنْ تَلْدُو فِي فُتْلَانَا كَرَاهِيَةِ الْمَرِيضِ لِلدَّوَاءِ فَقَالَ لَا يَبْقَى  
 أَحَدٌ فِي الْبَيْتِ إِلَّا لَبْدٌ وَأَنَا أَنْظِرُ إِلَّا الْعَبَّاسَ لَمْ يَشْهَدْ كُفْرًا وَابْنُ أَبِي  
 الزِّنَادِ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہم نے آپؐ کی بیماری کی حالت میں زبردستی آپؐ کے منہ میں  
 دوائی ڈالی۔ ذالجناب کی بیماری کے لئے عود ہندی اور زیتون مفید رہتا ہے۔ آپؐ نے ہماری طرف  
 اشارہ فرمایا کہ میرے منہ میں زبردستی دوائی مت ڈالو۔ ہم سمجھے جیسے مریض دوائی کو پسند نہیں کرتا  
 اس کی بنا پر آپؐ ہمیں روک رہے ہیں۔ چنانچہ جب آپؐ کو آفاقہ اور آرام آیا۔ تو آپؐ نے پوچھا کہ کیا میں  
 نے تمہیں منہ میں زبردستی دوائی ڈالنے سے منع نہیں کیا تھا۔ ہم نے کہا کہ یہ مریض کا دوائی کو نا پسند  
 کرنے کی بنا پر ہے۔ جس پر آپؐ نے فرمایا کہ گھر میں کوئی آدمی باقی نہ رہے کہ میرے سامنے زبردستی  
 اس کے منہ میں دوائی ڈالی جائے۔ علاوہ حضرت عباسؓ کے کہ وہ دوائی ڈالنے کے وقت تمہارے  
 پاس حاضر نہیں تھے۔ چنانچہ سب کو لدہ و دکیا گیا۔ حتیٰ کہ حضرت میمونہؓ روزہ دار کا لدہ دیکھی ہوا یہ لدہ  
 قصاصاً تھا۔ کیونکہ انہوں نے آپؐ کی نبی پر عمل نہ کیا۔ اور دوسروں نے ان کو روکا نہیں۔

حدیث نمبر ۴۰۰۴ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ الْأَسْوَدِ قَالَ ذُكِرَ  
 عِنْدَ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْصَى إِلَى عَلِيٍّ فَقَالَتْ مَنْ  
 قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَأَيْتُ لَمْ سِنْدَتُهُ إِلَى صَدْرِي  
 فَدَعَا بِالطُّسْتِ فَأَلْخَنَتْ فَمَاتَ فَمَا شَعَرْتُ فَكَيْفَ أَوْصَى إِلَى عَلِيٍّ۔

ترجمہ۔ حضرت اسودؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کے پاس ذکر ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کی طرف کوئی وصیت کی ہے۔ یعنی خلافت وغیرہ کی وصیت کی ہے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ یہ کس نے کہا ہے۔ میں نے تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب کہ میں آپ کو اپنے سینہ کی طرف سہارا دینے والی تھی۔ کہ آپ نے کھانے کے لئے ایک تھال منگوایا۔ پس ایک طرف جھک گئے۔ آپ کی وفات ہو گئی۔ مجھے پتہ نہ چل سکا۔ تو حضرت علیؓ کے لئے کیسے وصیت کر لی۔ آخر تک تو میں موجود رہی ہوں۔

**تشریح از شیخ لنگوہی** [فلیف اوصی الی علی ص ۶۴] حضرت عباسؓ کا قول گزر چکا ہے۔ کہ اے علیؓ! آپ کی وفات کے تین دن بعد تم عبد العصا یعنی محکوم ہو گے۔ جس پر حضرت علیؓ نے کوئی نکیر نہیں کیا۔ اور نہ ہی کوئی شے انہوں نے اس بارے میں ذکر کی۔ اور یہ معلوم ہے کہ آپ اس کے بعد تھوڑا ہی عرصہ زندہ رہے ہیں۔ وصیت اگر ہو سکتی تھی تو زندگی کے آخری لمحہ میں ہو سکتی تھی۔ آخری وقت کی وصیت کا حضرت عائشہؓ انکار کر رہی ہیں۔ بایں ہمہ اگر آپ نے خردوج الی الناس اور ان کو خطبہ دیتے وقت وصیت کی ہوتی تو صحابہؓ یس سے کسی نے تو سنا ہوتا تو آپ اس کی حکایت کرتا۔ حالانکہ کوئی بھی روایت و حکایت نہیں کرتا۔ چلو مان لیا کہ آپ نے خلوت میں یا خفیہ طور پر حضرت علیؓ سے کلام کیا ہوتا تو کوئی ان میں سے اس کی روایت کرتا۔ اگر روایت نہ بھی کرتا تو آپ کے کلام کی تعین تو کر سکتا تھا کہ آپ نے یہ کلمات فرمائے۔ ان سب احتمالات میں سے کوئی بھی ثابت نہیں ہے۔ تو علی وصی رسول اللہ کیسے بن گئے۔

**تشریح از شیخ زکریا** [بلکہ حضرت علیؓ کی جانب سے خود تصریحات ہیں کہ ہماری کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ ماخذنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سند احمد میں جو کاغذ قلم دوات لانے کا قصہ ہے۔ تو اس میں احکام صدقات اور اخراج الکفار من جزیرۃ العرب کا ذکر ہے۔ خلافت کا تو کوئی ذکر ہی نہیں ہے۔ بلکہ اس سے زیادہ صریح تو آپ کا فرمان حضرت عائشہؓ سے ہے۔

ادعی لی اباک! تو اس میں تو صراحت ہے کہ آپ خلافت کبھ دینا چاہتے تھے۔ مگر آپ نے

اسے چھوڑ دیا۔ یا بی اللہ والمؤمنون الا ابا بکر!]

حدیث نمبر ۶۰۰۵ حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ عَنْ طَلْحَةَ قَالَ سَأَلْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى أَوْصَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا فَقُلْتُ كَيْفَ كُتِبَ



عَلَى النَّاسِ الْوَصِيَّةُ أَوْ أَمْرٌ وَإِبَاهَا قَالَ أَوْصَى بِكِتَابِ اللَّهِ ..

ترجمہ۔ حضرت طلحہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ سے پوچھا کہ کیا آپؐ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی چیز کی وصیت فرمائی تھی۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ تو میں نے کہا تو پھر آپؐ نے لوگوں کو وصیت کرنا کیوں ضروری قرار دیا۔ یا فرمایا کہ لوگوں کو اس کا حکم کیوں دیا گیا۔ فرمایا ہاں! آپؐ نے کتاب اللہ کی وصیت فرمائی۔ تو اولاً لفظی وصیت بالمال والخلافت کی ہوئی۔ اور ثانیاً اثبات وصیت بکتاب اللہ کا ہوا۔ یعنی احکام کتاب اللہ کی وصیت فرمائی۔

حدیث نمبر ۴۰۰۶ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَارِثِ قَالَ مَا تَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَلَا عَبْدًا وَلَا أَمَةً إِلَّا بَفْلَكَةٍ الْبَيْضَاءِ الَّتِي كَانَ يَرْكَبُهَا وَسَلَّاحُهُ وَارْضًا جَعَلَهَا لِابْنِ السَّبِيلِ صَدَقَةً۔

ترجمہ۔ حضرت عمرو بن الخارثؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ترکہ میں نہ تو دینار چھوڑا نہ درہم چھوڑا نہ کوئی غلام اور نہ کوئی باندی چھوڑی۔ سوائے ایک سفید چمر کے۔ جس پر آپؐ سواری کرتے تھے۔ اور اپنے ہتھیار کے اور خیر اور فدک کی اس زمین کے جس کو آپؐ نے مسافروں وغیرہ کے لئے صدقہ کر دیا کہ وہ اس سے فائدہ حاصل کرتے رہیں گے۔

حدیث نمبر ۴۰۰۷ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ لَمَّا قُتِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ يَتَغَشَّاهُ فَقَالَتْ فَاطِمَةُ وَأَصْحَابُ آبَاهُ فَقَالَ لَهَا لَيْسَ عَلَيَّ أَحَدٌ كَرِبٌ بَعْدَ الْيَوْمِ فَلَقَامَاتٍ قَالَتْ يَا أَبَتَاهُ أَجَابَ رَبًّا دَعَاهُ يَا أَبَتَاهُ مَنْ جَنَّةُ الْفُردَوْسِ مَا وَاهُ يَا أَبَتَاهُ إِلَى جَبْرِئِيلَ نَعَاهُ فَلَمَّا دَفِنَ قَالَتْ فَاطِمَةُ يَا أَلَسُّ أَطَابَتْ أَنْفُسُكُمْ أَنْ تَحْتُوا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكُرَابَ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سخت بیمار ہوئے۔ اور بے ہوشی آپؐ پر طاری ہونے لگی تو حضرت فاطمہؓ نے فرمایا۔ اے مائے آبا جان کی پریشانی! تو آپؐ نے جواب دیا۔ کہ آج کے دن کے بعد آپؐ کے باپ پر کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔ پس جب آپؐ کی وفات ہو گئی۔ تو

حضرت فاطمہؓ بولیں۔ اے آبا جان۔ جس کے رب نے انہیں بلایا تو اس نے لمبیک کہہ کر جواب دیا۔ اے آبا جان! جنت الفردوس آپ کا ٹھکانہ ہے۔ اے آبا جان ہم جبرائیلؑ کو آپ کی وفات کی خبر دیتے ہیں۔ پس جب آپ دفن کر دیتے گئے تو حضرت فاطمہؓ نے فرمایا اے انس! تو لوگوں نے یہ کیسے گوارا کر لیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی ڈالنے لگے۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | الی جبرائیل نفعہ ص ۶۱۱ اگرچہ جبرائیلؑ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا بخوبی علم تھا۔ مگر اس کلام سے حسرت و افسوس کا اظہار کرنا ہے۔ جیسے رب انی وضعتمہا انشی بی بی مریم کی والدہ نے بطور حسرت کے کہا تھا۔ یا یہ بتلانا مقصود ہے کہ معکم بھی اس خبر سے واقف ہے۔ جیسے حافظ قرآن سے کہا جائے۔ حفظت القرآن۔ یعنی مجھے بھی تیرے حافظ قرآن ہونے کا علم ہے۔

**تشریح از شیخ زکریا** | مختار الصحاح میں ہے۔ النبی خبر الموت الناعی هو الذی یأتی خبر الموتی تو ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ حضرت فاطمہؓ الزہراءؓ جبرائیلؑ علیہ السلام کو موت کی خبر دے رہی ہیں۔ جنہیں آپ کی وفات کا علم نہیں تھا۔ حالانکہ وہ تو جانتے تھے۔ تو قطب گنگوہیؒ نے اس شبہ کے رد جواب دیئے۔ جو فن معافی کے مطابق ہیں۔ کہ کبھی معکم کا کلام سے مقصد افادۂ خبر ہوتا ہے۔ اور کبھی اپنے عالم خبر ہونے کا فائدہ دینا ہوتا ہے۔ اور بسا اوقات جملہ خبریہ تحزن اور تحسر کے لئے ہوتا ہے۔ جیسے امراۃ عمرانؑ نے کہا تھا۔ رب انی وضعتمہا انشی اور دوسرے معکم کے عالم بالخبر ہونے کی اطلاع جیسے حفظت القرآن لمن حفظ القرآن البتہ ایک روایت میں الی جبرائیل لناہ وارد ہے۔ جس میں فاعل کی ضمیر رب کی طرف راجع ہے۔ اس صورت میں قطب گنگوہیؒ کا اشکال وارد نہیں ہوگا۔ اگر یہ اشکال ہو کہ یہ تو نوحہ ہے۔ جس سے ممانعت کی گئی ہے۔ تو کہا جائے گا کہ یہ نوحہ مباح ہے۔ جس میں جاہلیت کے اکاذیب نہیں ہیں۔

و اکرب اباءہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں کہا گیا۔ جس پر آپ نے کوئی تکیہ نہیں کیا۔ بلکہ اس کی تقریر فرمائی۔ تو معلوم ہوا کہ موت کے قریب میت کے لئے اظہار غم و حزن جائز ہے۔ اور بعدوفا کے بھی ایسے اوصاف ذکر کرنے جائز ہیں جو موصوف میں پائے جاتے ہوں۔ جیسے حضرت فاطمہؓ بعد الوفا کہتی ہیں۔ جی سے آپ در حقیقت متصف تھے۔ باقی حضرت انسؓ نے حضرت فاطمہؓ کے سوال کا جواب ادب کی رعایت سے نہیں دیا۔ کہ ہم نے تو آپ کے حکم کی تعمیل کی ہے۔ الامر فوق الادب۔

## بَابُ آخِرِ مَا تَكَلَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آخری کلمات بولے۔

حدیث نمبر ۴۰۰۸ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْخَبَرِيُّ فِي سَعِيدُ بْنُ الْعُسَيْبِ فِي رِجَالٍ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنَّ عَائِشَةَ ۙ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ وَهُوَ صَاحِبُ آتِهِ لَمْ يُقْبِضْ نَبِيٌّ حَتَّى يُرَى مَقْعَدُهُ مِنَ الْجَنَّةِ شِعْرًا يُخَيَّرُ فَلَمَّا نَزَلَ بِهِ وَرَأْسُهُ عَلَى فِخْذِي غُشِيَ عَلَيْهِ شِعْرًا أَفَاقَ فَأَشْخَصَ بَصَرَهُ إِلَى سَقْفِ الْبَيْتِ شِعْرًا قَالَ اللَّهُمَّ الرَّفِيقُ الْأَعْلَى فَقُلْتُ إِذَا لَا يَخْتَارُنَا وَعَرَفْتُ أَنَّ الْحَدِيثَ الَّذِي كَانَ يُحَدِّثُنَا وَهُوَ صَاحِبُ آتِهِ قَالَتْ فَكَانَتْ آخِرُ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا اللَّهُمَّ الرَّفِيقُ الْأَعْلَى۔

ترجمہ۔ حضرت سعید بن مسیب نے اہل علم کی ایک مجلس میں خبر بیان کی کہ حضرت عائشہ ۙ نے فرمایا۔

جب جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تندرست تھے تو فرماتے تھے کہ اس وقت تک کسی نبی کی وفات نہیں ہوتی یہاں تک کہ انہیں اپنا جنت کا ٹھکانا دکھا دیا جاتا ہے۔ پھر دنیا اور آخرت میں انہیں اختیار دیا جاتا ہے۔ پس جب آپ پر شدت کا دورہ پڑا تو آپ کا سر مبارک میری ران پر تھا۔ آپ پر غشی طاری ہو گئی۔ جب آفاقہ ہوا۔ تو آپ نے مکملی باندھ کر گھر کی چھت کی طرف دیکھا۔ پھر فرمایا اے اللہ! میں رفیق اعلیٰ کو اختیار کرتا ہوں۔ میں نے دلی میں کہا۔ کہ اب آپ ہمارے ساتھ دنیا میں رہنا پسند نہیں کرتے۔ پھر مجھے وہ حدیث یاد آ گئی جو آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تندرستی کی حالت میں بیان فرمایا کرتے تھے۔ فرماتی ہیں۔ پس وہ آخری کلمہ جو آپ بول سکے وہ اللھم الرفیق الاعلیٰ تھا۔

## بَابُ وَفَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کب ہوئی۔

حدیث نمبر ۴۰۰۹ حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ ۙ عَنْ عَائِشَةَ ۙ وَابْنِ عَبَّاسٍ ۙ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبِثَ بِمَكَّةَ عَشْرَ سِنِينَ يَنْزِلُ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ

## وَبِالْمَدِينَةِ عَشْرًا۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ اور ابن عباسؓ دونوں سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نبوت ملنے کے بعد مکہ معظمہ میں دس سال اقامت پذیر رہے کہ آپؐ پر قرآن مجید نازل ہوتا رہا تین سال تک وحی کا انقطاع رہا۔ اس طرح تیرہ سال بعد از نبوت ہو گئے اور دس سال مدینہ منورہ میں قیام فرمایا۔  
 حدیث نمبر ۴۰۱۰ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُوُفِّيَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِّينَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ مِثْلَهُ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی۔ تو آپؐ تریسٹھ سال کی عمر کے تھے۔

حدیث نمبر ۴۰۱۱ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدُرْعُهُ مَرْهُونَةٌ عِنْدَ يَهُودِيٍّ بِثَلَاثِينَ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ایسے حال میں ہوئی کہ آپؐ نے اپنی زرہ تینسٹ صاع گندم کے بدلے ایک یہودی کے پاس گرو دی رکھی ہوئی تھی جس کا نام ابوالشخم تھا۔  
 تو یہ آپؐ کا آخری حال ہوا۔

## بَابُ بَعَثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ فِي مَرَضِهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ۔

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت اسامہؓ بن زیدؓ کے لشکر کو اپنی اس بیماری میں روانہ کرنا جس میں آپؐ کی وفات ہو گئی۔

حدیث نمبر ۴۰۱۲ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ أَبِيهِ ابْنِ عُمَرَ اسْتَعْمَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسَامَةَ فَقَالُوا فِيهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ بَلَغَنِي أَشْكُ قُلُومِي فِي أَسَامَةَ وَإِنَّهُ أَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہؓ کو اٹھا و سالہ

نوجوان کو ایک شکر کا سردار بنایا۔ جس میں اکابر صحابہ بھی موجود تھے۔ تو لوگوں نے ان کے بارے میں چونگیوں یا شہر و کمر دیں۔ جس پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو کچھ تم لوگوں نے حضرت اسامہؓ کے بارے میں کہا ہے وہ سب کچھ مجھ تک پہنچ چکا ہے۔ بہر حال سالانہ وہی رہیں گے کیونکہ وہ سب لوگوں میں سے مجھے زیادہ پیارے ہیں۔ چنانچہ بدھ کے دن آپ کو سخت بخار چڑھا۔ سر میں شدید درد ہوا۔ افاقہ کے بعد یوم النخیس میں آپ نے اپنے ہاتھ مبارک سے ان کا جھنڈا باندھا۔ جو یریدہ سلمیٰ نے ان کو پہنچایا۔ جب کہ وہ مقام جرف میں شکر اندازتے۔

حدیث نمبر ۴۰۱۳ حَدَّثَنَا السَّعِيدُ بْنُ أَبِي عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بَعْثًا وَأَمَرَ عَلَيْهِ أَسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ فَطَعَنَ النَّاسَ فِي إِمَارَتِهِ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنْ تَطَعْنُوا فِي إِمَارَتِهِ فَقَدْ كُنْتُمْ تَطَعُونَنِي فِي إِمَارَةِ أَبِيهِ مِنْ قَبْلُ وَإِيْمًا اللَّهُ إِنْ كَانَ أَخْلِيْقًا لِلْإِمَارَةِ وَلَنْ كَانَ لِمَنْ أَحَبَّ النَّاسَ إِلَيَّ وَإِنَّ هَذَا لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ بَعْدَهُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شکر بھیجا۔ جس پر حضرت اسامہؓ بن زیدؓ کو افسر مقرر فرمایا۔ تو لوگوں نے ان کی افسری پر اعتراض کیا۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر فرمایا۔ کہ آج اگر تم لوگ اس کی افسری پر طعنہ کرتے ہو۔ تو اس سے پہلے اس کے باپ کی افسری پر بھی طعن و تشنیع کر چکے ہو۔ اللہ کی قسم! وہ افسری کے لائق تھے۔ کیونکہ وہ تمام لوگوں میں سے مجھے محبوب تھے۔ اب ان کے بعد ان کے بیٹے اسامہؓ سب سے زیادہ مجھے محبوب ہیں۔

باب حدیث نمبر ۴۰۱۴ حَدَّثَنَا أَصْبَغُ بْنُ الصَّنَابِجِيِّ أَنَّهُ قَالَ لَمْ مَتَى هَاجَدَتْ قَالَ خَرَجْنَا مِنَ الْيَمَنِ مَهَاجِرَيْنِ فَقَدِمْنَا الْجُعْفَةَ فَأَقْبَلَ رَاكِبٌ فَقُلْتُ لَهُ مَا الْخَبَرُ فَقَالَ دَفَنَّا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ خَمْسِينَ قُلْتُ هَلْ سَمِعْتَ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ شَيْئًا قَالَ نَعَمْ أَخْبَرَنِي بِإِلَالٍ مُؤَدِّنُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ فِي السَّبْعِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَّامِ۔

ترجمہ۔ حضرت مناجیؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابوالخیرؓ نے ان سے پوچھا کہ آپ نے کب ہجرت کی۔

انہوں نے فرمایا کہ ہم لوگ یمن سے ہجرت کر کے آرہے تھے۔ جب ہم محفہ کے مقام پر پہنچے تو ہمیں ایک اونٹ سوار ملا۔ جس سے میں نے پوچھا۔ کہ خیر ہے کوئی خیر سناؤ۔ اس نے کہا آج سے پانچ دن پہلے ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کر کے آرہے ہیں۔ تو میں نے ان سے پوچھا کہ کیا تم نے لیلیٰ القدر کے بارے میں بھی کچھ سنا ہے اس نے کہا ہاں! مجھے حضرت بلالؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن نے خبر دی۔ کہ وہ رمضان شریف کی ستائیسویں تاریخ کو ہوتی ہے۔ بہر حال حبش اسامہ ابھی مقام جرف میں پڑاؤ کئے ہوئے تھا۔ کہ آپؐ کی وفات ہو گئی۔ تو سب سے پہلا کام جو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کیا کہ باوجود مخالفت کے حبش اسامہ کو روانہ کیا۔ یہ اول ربیع الآخر ۱۱ھ کا واقعہ ہے۔ وہ اہل اُبنا کے ادبہ حملہ آور ہوئے۔ بہت سوں کو قتل کیا اور بہتوں کو قیدی بنا یا ان کے مکانات جلا دیئے اور کھجور کے باغات بھی جلائے اور اپنے باپ کے قاتل کو بھی قتل کیا۔ مدینہ واپس آئے تو مسلمانوں کا کوئی آدمی شہید نہیں ہوا تھا۔ اہل مدینہ اور مہاجرین کو لے کر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خوش ہو کر ان کا استقبال کیا۔ کہتے ہیں کہ یہ لشکر تین ہزار نفوس پر مشتمل تھا۔ جن میں سات سو افراد قریش کے تھے۔

## بَابُ كَغَزَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے غزوات میں بنفس نفیس شمولیت فرمائی۔  
حدیث نمبر ۴۰۱۵ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَجَاءٍ الْأَعْمِيُّ إِسْحَاقُ قَالَ سَأَلْتُ زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ كَغَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَبْعَ عَشْرَةَ قُلْتُ كَغَزَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تِسْعَ عَشْرَةَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابواسحاق فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت زید بن رجاؓ سے پوچھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تم نے کتنے غزوات میں شمولیت کی۔ انہوں نے فرمایا کہ سترہ غزوات میں۔ تو میں نے پوچھا۔ خود جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے غزوات میں حصہ لیا۔ انہوں نے فرمایا نسیل غزوات میں۔  
حدیث نمبر ۴۰۱۶ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَجَاءٍ الْأَعْمِيُّ إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا الْبَرَاءُ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسَ عَشْرَةَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابواسحاق فرماتے ہیں۔ کہ ہمیں حضرت البراءؓ نے حدیث بیان کی۔ کہ میں نے جناب

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ پندرہ غزوات میں شمولیت کی ۔  
 حدیث نمبر ۴۰۱۰ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ عَنْ أَبِيهِ بِرِيدَةَ قَالَ  
 غَزَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّ عَشْرَةَ غَزْوَةً ۔  
 ترجمہ۔ حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں۔ کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سولہ  
 غزوات میں شمولیت کی ۔



# کتاب التفسیر

## کتاب قرآن کی تفسیر میں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع ساتھ نام اللہ کے جو بہت رحم والا مہربان ہے۔

الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ اِسْمَانِ مِنَ الرَّحْمَةِ الرَّحِيمِ وَالرَّاحِبِ مَعْنٰی  
وَاحِدٍ كَانَعْلِيْمٍ وَالْعَالِمِ

ترجمہ۔ رحمن اور رحیم دونوں رحمت مصدر کے اسم صفت مشبہ ہیں مبالغہ کے لئے رحیم اور راحم  
ہم معنی ہیں۔ جیسے علیم اور عالم مگر علیم اور رحیم میں مبالغہ ہے۔

## بَابُ مَا جَاءَ فِي فَاتِحَةِ الْكِتَابِ

وَسُمِّيَتْ اُمُّ الْكِتَابِ اَنَّهُ يُبَدَأُ بِكِتَابَتِهَا فِي الْمَصَاحِفِ وَيُبَدَأُ بِقِرَائَتِهَا  
فِي الصَّلَاةِ وَالِدِّينُ الْجَزَاءُ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ كَمَا تَدِينُ تَدَانُ وَقَالَ  
مُجَاهِدٌ بِالدِّينِ بِالْحِسَابِ مَدِينَيْنِ مُحَاسِبَيْنِ

ترجمہ۔ سورۃ الفاتحہ کے بارے میں جو کچھ فضائل وارد ہوئے ہیں اور فاتحۃ الکتاب کے علاوہ اس  
سورت کا نام ام الکتاب بھی رکھا گیا ہے۔ کیونکہ صحیفوں میں اس کے لکھنے سے ابتداء کی جاتی ہے۔ اور  
نماز میں اس کے پڑھنے سے شروع کیا جاتا ہے۔ اور دین کے معنی بدلے کے ہیں۔ خواہ بدلہ خیر کا ہو۔  
یا شر کا۔ جیسے کہ کہا جاتا ہے۔ کلاتہ دین تہان جیسے کہ دو گے ویسے بھر دو گے۔ اور مجاہد فرماتے ہیں کہ  
دین کا معنی حساب ہے۔ جیسے مدینین کے معنی حساب کئے گئے لوگوں کے ہیں۔



حدیث نمبر ۴۰۱۸ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ بْنِ الْمُعَلَّى قَالَ كُنْتُ أَصَلِّي فِي الْمَسْجِدِ فَدَعَانِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ أُجِبْهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي كُنْتُ أَصَلِّي فَقَالَ أَلَمْ يَقُلِ اللَّهُ اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ مِنْهُ قَالَ لِي لِأَعْلَمَ مَعَكَ سُورَةٌ هِيَ أَعْظَمُ الشُّوَبِ فِي الْقُرْآنِ قَبْلَ أَنْ تَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِي فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ قُلْتُ لَهُ أَلَمْ تَقُلْ لِأَعْلَمَ مَعَكَ سُورَةٌ هِيَ أَعْظَمُ سُورَةٍ فِي الْقُرْآنِ قَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنُ الْعَظِيمُ الَّذِي أُوتِيَتْهُ -

ترجمہ حضرت سعید بن المعلى فرماتے ہیں کہ میں مسجد نبوی میں نماز پڑھ رہا تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا۔ پس میں آپ کو جواب نہ دے سکا یعنی لبیک نہ کہہ سکا۔ فارغ ہو کر میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میں نماز پڑھ رہا تھا۔ اس لئے جواب نہ دے سکا۔ آپ نے فرمایا کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا کہ اللہ اور رسول کی دعوت قبول کرو۔ جب وہ تمہیں بلائیں۔ پھر آپ نے مجھے فرمایا۔ کیا تمہیں ایک ایسی سورۃ نہ سکھلاؤں جو قرآن مجید میں سب سورتوں سے بڑی عظمت والی ہے۔ تمہارے مسجد سے نکلنے سے پہلے پہلے پھر آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ پس آپ نے مسجد سے باہر جانے کا ارادہ کیا۔ تو میں نے کہا۔ کیا آپ نے نہیں فرمایا تھا کہ میں آپ کو ایک ایسی سورۃ سکھلاؤں گا۔ جو قرآن مجید سے بڑی عظمت والی سورت ہے۔ آپ نے فرمایا۔ وہ الحمد للہ رب العالمین ہے۔ یہی سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے جسے مجھے دی گئی ہے۔

**تشریح از شیخ محمد فی** [تفسیر فسر سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی بیان اور وضوح کے ہیں اور

اس میں خصوصیت کتاب اللہ اور کلام رسول کی نہیں۔ بلکہ لغت میں تعمیم ہے۔ البتہ عرف شرع میں بیان کلام اللہ کے ساتھ مختص ہو گیا ہے۔ پھر دوسری تخصیص یہ ہے کہ تفسیر اور تاویل دو الگ الگ ہوں گی۔

حضرت ابو منصور ماتریدی فرماتے ہیں کہ تفسیر بیان مراد کلام اللہ بکلام رسول یعنی کلام باری تعالیٰ کی مراد پیغمبر خدا کے ذریعہ معلوم ہو سکتی ہے۔ بنا بریں تفسیر بالرائے حرام قرار دی گئی۔ چنانچہ ائمہ تفسیر ائمہ حدیث اور ائمہ فقہ سب یہی فرماتے ہیں۔ اور تاویل اس کو کہتے ہیں کہ جس معنی کا آیات تحمل کر سکیں تاویل بالرائے درست ہے۔ احتمالات آیات کو تاویل میں بیان کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید کے متعلق فرمایا گیا۔ لا تحطی بحجائبہ کما اس کے عجائب کی کوئی گنتی نہیں۔ متاخرین مفسرین کلام میں ہم ایسی چیزیں دیکھتے ہیں جو متقدمین کے کلام

میں نہیں ملتیں۔ تو اسے تفسیر نہ کہا جائے گا۔ اس کو حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے زیادہ واضح کیا ہے کہ تفسیر کے لئے تین شرائط ہیں (۱) کلام اللہ کے مطابق معانی یعنی حقیقی معنی یا مجاز متعارف لئے جائیں (۲) سیاق و سباق اس معنی کے مخالف نہ ہو۔ (۳) قرونِ اولیٰ جن کے دور میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ انہوں نے اس آیت کے اس معنی کو سمجھا ہو۔ اگر کسی معنی میں یہ تینوں شرائط موجود ہیں تو یہ تفسیر ہوگی۔ اگر دو شرطیں پائی جائیں تو تاویل قریب ہے اگر ایک شرط ہو تو تاویل بعید ہے۔ اگر ان شرائط ملائش میں سے کوئی شرط بھی نہ پائی جائے تو یہ تحریف ہے۔ اس وضاحت کی اس لئے ضرورت پیش آئی کہ معتزلہ شیعہ۔ قدری۔ جبری۔ اہل سنت والجماعت سب کے سب دلیل میں قرآن کو پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ وجوہِ یومئذ ناظرۃ الی ربھا ناظرۃ میں معتزلی ناظرۃ کو بمعنی منتظرۃ کے لیتا ہے۔ اور الی کے معنی الاء ربھا کے لیتا ہے۔ اہل سنت والجماعت رویت الی ربھا کے معنی لیتے ہیں۔ سنی معتزلی سے کہتا ہے کہ تمہاری تاویل سیاق کے مخالف ہے کیونکہ انتظار میں نصرت اور ترد تاخیر نہ ہو سکتی۔ بلکہ انتظار کی وجہ سے تو عبوسہ اور زردی آتی ہے۔ دوسری شرط یہ تھی۔ کہ قرنِ اولیٰ میں اس آیت کے کیا معنی سمجھے گئے ہیں۔ چنانچہ صحابہ کرام نے ناظرۃ الی ربھا کے معنی یہی رائے کے لئے ہیں۔ اس کے خلاف ان سے منقول نہیں۔ اور الی کے معنی الاء کے لینا یہ مجاز متعارف نہیں۔ لہذا یہ تفسیر صحیح نہ ہوگی۔

علامہ تفتازانیؒ فرماتے ہیں کہ التأویل وسیع۔ جنگ صفین میں حضرت علیؓ کی فوج غلبہ حاصل کرنے والی تھی۔ کہ حضرت امیر معاویہؓ نے مغلوبیت کے خوف سے اس جنگ کو ٹالنا چاہا۔ تو قرآن مجید کو حضرت عمرو بن العاصؓ کی تجویز پر نیزوں پر اٹھالیا گیا۔ اور سفید جھنڈا لہرا کر ان احکام اللہ کا نعرہ لگادیا۔ تو فوج علیؓ کے نوجوانوں نے جنگ لڑنی بند کر دی۔ اور حکم مقرر کرنے پر تیار ہو گئے۔ حضرت عمرو بن العاصؓ اور ابو موسیٰ اشعرؓ فریقین کے حکم مقرر ہوئے۔ حضرت علیؓ فرماتے رہے۔ ان احکام اللہ کلمۃ حق ہے اور یہ بھالباطل کہ کلمہ تو حق ہے۔ لیکن اس سے مراد باطل ہے۔ جب فیصلہ خلاف ہوا تو یہی شیعان علیؓ نے دونوں رہنماؤں کو کافر قرار دیا۔ حضرت علیؓ نے ان کے سمجھانے کے لئے حضرت ابن عباسؓ کو بھیجا۔ فرمایا کہ کلام اللہ سے ان کو نہ سمجھانا حدیثِ نبوی سے ان کو راہِ راست پر لانا۔ کیونکہ قرآن مجید کی آیات تو ذود وجوہ ہیں۔ احادیث نے ان کو بیان کر دیا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے۔ و انزلنا علیک القرآن لتبین للناس کہ ہم قرآن آپ پر اس لئے نازل کیا ہے تاکہ آپ لوگوں کے سامنے اس کی وضاحت کر دیں۔

چنانچہ ابن عباسؓ کے سمجھنے پر آٹھ ہزار خارجی واپس آ گئے۔ چار ہزار اپنی ضد پر قائم رہے۔ یہ تقیہ باز نہیں تھے۔  
 نڈا در بہادر تھے۔ چنانچہ شعیب خارجی کی بیوی حجاج بن یوسف ثقفی جیسے ظالم کا سال بھر تک مقابلہ کرتی  
 رہی ہے۔ جامع مسجد میں اس کا اٹا مشکل کھدایا تھا۔ اقامت غزالہ سوق الضراب بین العراقین حوالہ قیام اور  
 حضرت امام ابو حنیفہؒ کو دو مرتبہ خارجہ جیوں نے پکڑ کر توبہ کرنے پر مجبور کیا۔ امام صاحبؒ نے خود بھی توبہ کی اور  
 ان سے بھی توبہ کرائی۔ یہ لوگ سرکب کبیرہ کو کافر سمجھتے تھے۔ اس بنا پر انہوں نے امام صاحبؒ سے توبہ  
 کرائی۔ امام صاحبؒ نے فرمایا۔ ہر فعل ارتداد پر دلالت نہیں کرتا۔ دیکھو محمدؐ سے کوئی فعل کفر کا سرزد نہیں  
 ہوا۔ تم نے مجھے خواہ مخواہ کافر سمجھا۔ لہذا تم بھی توبہ کرو۔ چنانچہ انہوں نے بھی توبہ کی۔ غرضیکہ قرآن مجید  
 اجمال ہے۔ اس کی تفسیر سنت الرسولؐ سے کرنی چاہیے۔ چونکہ اہل سنت والجماعت اسی طریقہ پر تفسیر کرتے ہیں۔  
 اس لئے انہیں اہل سنت والجماعت کہا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ حضرات ان شروط ثلاثہ کو ملحوظ رکھ کر تفسیر کرتے  
 ہیں۔ یہ شروط اس معنی پر قرینہ ہوتی ہیں۔ امام بخاریؒ اس مقام پر تفسیر سے عام معنی مراد لیتے ہیں۔ بیان مایعلق  
 بالآیۃ۔ یعنی لغوی معانی کے علاوہ شان نزول کے اختلاف کو دور کرنا۔ قرأت کا اختلاف بیان کرنا۔ اور یہ بھی  
 ضروری نہیں کہ وہ معنی الجملہ کی تبیین کرے۔ امام بخاریؒ نے اس جگہ زیادہ تر حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر  
 معانی پر اعتماد کیا ہے۔ کیونکہ ابن عباسؓ کو اس بارے میں امتیازی شان حاصل ہے۔ ایک تو آپؓ نے  
 ان کے بارے میں دعا فرمائی۔ اللھم علم الکتاب وفقہ فی الدین۔ اے اللہ انہیں کتاب سکھلا دے۔  
 اور دین کی سمجھ عطا فرما۔ اور ان کے بارے میں فرمایا۔ ان لہ لسانا سو کمد وقلبا عقولا۔ اگرچہ آپ صغار  
 صحابہ میں سے ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا زمانہ بہت مختصر ہے۔ ان کو لغت عرب  
 پر عبور حاصل تھا۔ اور قرآن مجید کا سمجھنا لغت عرب میں مہارت پیدا کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ  
 کاسا دھا قان دھا ق کے معنی چھلکنے کے ہیں۔ اہل مکہ کے یہاں استعمال نہیں۔ البتہ اہل عرب اس استعمال  
 کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ سے جب کسی قرآنی لفظ کا معنی پوچھا جاتا تھا۔ تو وہ معنی بتا کر اس استشاد میں اشعار  
 جاہلیت پیش کرتے تھے۔ جو ان کو از بہ ہوتے تھے۔ تو ان سے کہا جاتا کہ ہل وجہت فی کلام الحرب اگرچہ  
 اشعار جاہلیت میں فحش اور بے ادبی کی باتیں بہت ہوتی ہیں۔ لیکن کلام اللہ کی حقیقت سمجھنے کے لئے  
 کلام عرب کا احاطہ ضروری ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں۔ علیکم بعدا دین العرب۔ متنبی وغیرہ  
 کے اشعار سے ہم استدلال اس لئے نہیں کر سکتے کہ یہ لوگ متولیدین میں سے ہیں۔ اسلام سے پہلے جو

شعرا جاہلیت گزرے ہیں۔ ان کے کلام سے استدلال ہوگا۔ بنا بریں امام بخاری حضرت ابن عباسؓ کے کلام پر اعتبار کرتے ہیں۔ اور کبھی کبھی دوسرے حضرات سے بھی لیتے ہیں۔

الرحمۃ یہ لفظ اگرچہ لغت عرب میں استعمال تھا۔ لیکن قریش مکہ کے یہاں قلیل الاستعمال تھا۔ اس لئے وہ کہتے تھے ما الرحمة رحمنی اور رحیم کا مادہ ایک رحمت ہے۔ صیغہ دونوں مبالغہ کے ہیں۔

لیکن زیادہ الفاظ کی وجہ سے رحمان میں مبالغہ زیادہ ہے۔ زیادۃ اللفظ مل علی زیادۃ المعنی مشہور جملہ ہے۔ اور مشہور یہ ہے کہ رحمان کا اطلاق باری تعالیٰ پر دنیا کے اعتبار سے ہے۔ کہ آپ کی رحمت دنیا میں وسیع ہے۔ جو فاسق۔ کافر اور مطیع و مسلم سب کو شامل ہے۔ اور رحیم باعتبار آخرت کے ہیں۔ کہ آخرت میں آپ کی رحمت مومنین و مسلمین کے ساتھ مختص ہوگی۔ البتہ باعتبار کیف کے رحمت اخروی زیادہ ہے۔ اور باعتبار کم اور متعلقات کے رحمت دنیا وسیع ہے۔ اور بعض حضرات نے کہا۔ باری تعالیٰ باعتبار دنیا کے رحمت تربیت کے لحاظ سے ہیں۔ کیونکہ تربیت کہتے ہیں کہ کسی چیز کو تدریجاً اس کے کمال تک پہنچانا۔ تاکہ اس کے نتائج پیدا ہونے لگیں۔ تو یہ تربیت بغیر رحمت کے نہیں ہو سکتی۔ اور نتائج کا تحفظ بھی بغیر رحمت کے نہیں ہو سکتا۔ لہذا تربیت کے لحاظ سے رحمان اور نتائج حاصلہ کی حفاظت کے اعتبار سے رحیم کہا گیا۔ امام بخاریؒ ان فروق کے درپے نہیں ہے۔ دوسرے حضرات مفسرین انہیں بیان کرتے ہیں۔

رحیم بر وزن فعیل۔ کبھی یہ وزن فاعل کے معنی میں آتا ہے اور کبھی مفعول کے معنی میں۔ تو امام بخاریؒ نے بتلادیا کہ رحیم را حم کے معنی میں ہے۔ اگر سوال ہو کہ فعیل کا وزن تو استمرار و دوام پر دلالت کرتا۔ فاعل فاعل استمرار پر دلالت نہیں کرتا۔ تو رحیم میں دوام ہوگا را حم میں نہیں ہوگا۔ تو پھر رحیم را حم کے معنی میں کیسے ہوا تو کہا جائے گا کہ امام بخاریؒ کا یہ مقصد نہیں کہ رحیم دوام سے نکل گیا۔ بلکہ بتلانا یہ ہے کہ فعیل معنی فاعل کے ہے۔ جیسے علیم معنی عالم کے ہے۔ تفسیر میں جملہ وجوہ کا لحاظ ضروری نہیں۔ جو چیز نقل سے مل گئی اسے بیان کر دیا۔

بسم اللہ کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ماسبق سے فصل کے لئے بتلایا گیا۔ اسی بنا پر امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ البسملة رتبة واحدة انزلت لفصل السور تو امام صاحبؒ اسے مستقل آیت مانتے ہیں۔ جو فصل کے لئے نازل ہوئی۔ امام شافعیؒ اسے جزو سورۃ مانتے ہیں۔

اسم الکتاب اتم کے معنی مبدء کے ہیں۔ اگرچہ وہ اس سے نہ نکلتی ہوا اور پیدا ہوتی ہو۔ لیکن توسعاً

ہر مبدء کو ام کہا گیا۔ اگر شبہ ہو کہ قرآن کی ابتدا تو اقرب باسم ربیک سے ہوتی ہے۔ تو سورۃ فاتحہ مبدء کیلئے ہوگی۔ تو امام بخاریؒ نے جواب دیا۔ کہ کتابت فی المصاحف میں اس سے ابتدا کی جاتی ہے۔ اور نمازیں قرات بھی اس سے شروع ہوتی ہے۔ بایں معنی مبدء ہوا۔

الدریض کے متعدد معانی آتے ہیں۔ طریقہ موصولہ۔ جزاء۔ مذہب وغیرہ۔ اصلی معنی جزاء کے ہیں۔ کما تدرین تدران ای کما تحمل تجزی۔ دین بمعنی عمل بطور مشاکلہ کے ہے۔ کما ایک معنی کو قرب کی وجہ سے دوسرے معنی کا لباس پہنا دیا جائے۔ جیسے جزاء سیئۃ سیئۃ مشاکلہ واطغوا لی جنتہ وقید صنا حضرت مجاہدؒ دین کے معنی حساب کے لیتے ہیں۔ جیسے غیر مدینین بمعنی غیر محاسبین کے ہے۔ اور آیت الذی یکنزب بالذین۔ اسے بالمحاب تو دین کے اندر دو معنی ہوتے۔ جزاء اور حساب۔

استجبوا للہ والرسول الایہ مسئلہ متفق علیہا ہے۔ کہ جب اللہ کا رسول پکارے تو استجابت واجب ہے۔ خواہ نمازیں ہو یا خارج صلوٰۃ۔ پھر شوافعؒ فرماتے ہیں کہ نماز اس سے فاسد نہ ہوگی۔ تو یہ خصوصیات نبویہ میں سے ہو جائے گی۔ لیکن اکثر حضرات ائمہ کا یہ مسلک ہے۔ کہ استجابت واجب ہے۔ نماز کا توڑ دینا ضروری ہے۔ جیسے کسی پریشان حال کی فریاد رسی اور مال کے چوری ہونے کی وجہ سے نماز توڑ دی جاتی ہے۔ تو نماز فاسد ہو جائے گی قضا کرے۔

والقرآن العظیم حضرت شیخ ابوالحسن اشعریؒ اور ان کے موافقین فرماتے ہیں۔ کہ قرآن مجید تمام کا تمام اعظم ہے۔ کسی آیت کو کسی دوسری آیت پر فضیلت نہیں ہے۔ لیکن جمہور ائمہ کا مسلک یہ ہے۔ کہ چونکہ احادیث نبویہ میں بعض آیات کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ اور وہ فضیلت باعتبار ثواب کے ہے۔ اس سے دوسری آیات کی تحقیق و تذلیل مقصود نہیں۔

السبع المثانی والقرآن العظیم کی تفسیر میں متعدد اقوال ہیں۔ ایک تو یہی کہ سورۃ فاتحہ میں سات آیات ہیں۔ اسی بنا پر امام اعظم انعمت علیہم پر وقف کرتے ہیں۔ شوافعؒ حضرات چونکہ بسم اللہ کو جزو سورۃ مانتے ہیں۔ اس لئے وہ انعمت علیہم پر وقف نہیں کرتے۔ امام صاحبؒ کا قول اس لئے راجع ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے جو قصص المفاخرہ بینی و بین محمدی والی روایت نقل کی ہے۔ اگر بسملہ کو داخل مانا جائے۔ تو اللہ تعالیٰ کے حق میں ساڑھے چار آیات اور بندے کے حق میں اڑھائی آیات رہ جاتی ہیں۔ اور بعض حضرات نے سبع مثانی کا مصداق پہلی سبع طوال کو قرار دیا ہے۔ سورۃ بقرہ سے سورۃ الفل تک۔ اور بعض نے

سبع مثانی باعتبار مضامین کے کہلے۔ تبشیہ تنذیر احکام قصص وغیرہ۔ دیگر حضرات نے اور بھی مصداق بیان کئے ہیں۔ لیکن راجح یہی ہے جس کو امام بخاریؒ نے بیان فرمایا۔ اور مثانی مثنی کی جمع ہے۔ جس کے معنی تکرار کے ہیں۔ تو اس سورۃ مثانی اس اعتبار سے کہا گیا تھا۔ سورۃ بعدا غری۔ نمازیں بار بار دہرائی جاتی ہے۔ یا نزول کئی بار ہوا ہے۔ اور بعض نے حمد و ثناء پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اسے مثانی کہلے۔ اور بعض نے تکرار الفاظ کی وجہ سے مثانی کہلے۔ الرحمن الرحیم۔ ایک اور صراط کے الفاظ تکرار ہیں۔ اور بعض نے کہا۔ سبع مثانی خود قرآن مجید ہے۔ کہ اولاً وہ لوح محفوظ سے آسمان دنیا تک اور پھر وہاں سے آپ کے قلب اطہر پر نزول ہوتا رہا۔ اس تقدیر پر من تبعیض ہوگا۔ اور پہلی صورتوں میں من تبیین تھا۔ اور بعض نے کہا کہ خود یہی سورۃ فاتحہ قرآن عظیم ہے۔ جو ائم سابقہ میں سے کسی کو نہیں دی گئی۔ یہی سبع مثانی اور قرآن عظیم سے یہی سورۃ مراد ہے۔ تو اس صورت میں عطف تفسیری ہوگا۔ اور جو لوگ عطف کو تغایر کے لئے کہتے ہیں۔ ان کے یہاں قرآن عظیم اس حصہ کو کہا جائے گا۔ جو سورۃ فاتحہ کے علاوہ ہے۔ اور سورۃ فاتحہ کو قرآن عظیم اس لئے کہا گیا کہ قرآن مجید کے سبب مضامین اس سورۃ میں جمع ہیں۔ بعض محققین کا کہنا ہے۔ کہ قرآن مجید کا خلاصہ سورۃ فاتحہ میں اور اس کا خلاصہ بسم اللہ میں اور بسم اللہ کا خلاصہ حرف بایں بیان کیا گیا ہے۔ جو الصاق کے لئے ہوتا ہے تو مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے چمٹ جاؤ۔ اور یہ سورۃ تعلیم آداب حضوری کے لئے نازل ہوئی ہے۔ اس لئے سب سورۃ سے افضل ہوئی۔

**تشریح از شیخ لنگوہی** | **الرحمن الرحیم ص ۶۱۲** امام بخاریؒ کا مقصد یہ بتلانا ہے کہ ان دونوں کا معنی اور مادۂ اشتقاق ایک ہے۔ اگرچہ فاعل کا اکثر استعمال حدوث کے معنی میں ہوتا ہے اور فعل کا دوام پر دلالت کرتا ہے۔ پھر ان میں سے ہر ایک دوسرے کی جگہ مستعمل ہوتا ہے۔ جب کہ اصل معنی فعل کے رہنے دیئے جائیں اور زائد معنی سے انہیں خالی کر لیا جائے۔ اور فعل کا لفظ صفات خلقیہ میں اس لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ کہ ان صفات کو حدوث سے خالی کر لیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کے موصوف پر کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرتا کہ یہ صفت اس کے ساتھ قائم ہوتی ہے۔

مستبین بمعنی محاسبین ص ۶۱۲ یہ اطلاق احد المساد بین علی الاخر ہے۔ کیونکہ حساب جزا و سزا کے لئے ہوتا ہے۔ اور جزا و سزا بغیر محاسبہ کے ممکن نہیں تو دونوں میں تلازم کی سبب ہوتی۔

**تشریح از شیخ زکریا** | حافظ فرماتے ہیں۔ کہ تفسیر فہرست مشتق ہے۔ جس کے معنی کھولنے اور بیان کرنے کے ہیں۔ تفسیر اور تاویل کے معنی میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا تفسیر بیان المراد باللفظ اور تاویل

بیان المراد بالمعنی مطلب یہ ہے کہ تفسیر کا طریقہ روایت و نقل ہے اور تاویل کا طریقہ درایت اور عقل ہے۔ تو اس طرح قرآن عربی کے سمجھنے میں لسان عربی کی معرفت ضروری ہوئی۔ صاحب الیفضؒ فرماتے ہیں کہ پہلے پہل جن لوگوں نے قرآن مجید کی خدمت کی ہے۔ وہ ائمہ نحو ہیں۔ اگر امام بخاریؒ بھی ان کا طریقہ اختیار کرتے تو اچھا ہوتا۔ لیکن انہوں نے ابو عبیدہ معمر کا طریقہ اختیار کیا۔ کہ مفردات الفاظ کی تفسیر بیان کی۔ جس میں ترتیب اور تہذیب ملحوظ نہیں ہے۔ اس لئے اس کی طرح ان کی تفسیر میں اقوال موجود آگئے ہیں اور کسی ترتیب کا لحاظ نہیں کیا۔ اس لئے طالبین کے لئے ان کی تفسیر کا سمجھنا مشکل ہو گیا۔ کیونکہ نقد و تہذیب کی طرف انہوں نے بالکل توجہ نہیں کی۔ یہی وجہ ہے کہ ابو عبیدہ کی طرح ان کے نزدیک مجاز کے اصطلاحی معنی نہیں ہیں۔ بلکہ لفظ کے استعمالات کے موارد کو مجاز کہلے۔

الرحمن الرحیم قسط لانیؒ تو فرماتے ہیں کہ دونوں لفظ رحمت سے مشتق ہیں۔ بعض حضرات نے اسے غیر مشتق مانا ہے۔ کیونکہ عرب نے کہا ما الرحمن نے کہا ما الرحیم۔ جواب یہ ہے کہ وہ لوگ تو اس کی صفت اور موصوف سے جاہل تھے۔ اس لئے ما الرحمن کہا من الرحمن نہیں کہا۔ اور حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ان الرحمن خلقت الرحیم و شققت لھا اسماء من اسمی الخ کہ میں ہی الرحمن ہوں۔ میں نے رحم کو پیدا کیا۔ اور اس کے لئے اپنے نام میں سے نام نکالا۔ تو یہ اشتقاق پر نص ہے۔ الرحمن فعلان کے وزن پر اسم ہے۔ رحم سے۔ اور رحیم فعیل کے وزن پر صفت مشبہ ہے۔ اور رحمت کے معنی نعت میں رقت القلب کے ہیں۔ جس سے وہ تفضل اور احسان کرنا چاہتا ہے۔ رحم بھی اسی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ کہ وہ مافیہا پر مڑا ہوا ہوتا ہے۔ اور باری تعالیٰ کے بارے میں حقیقی معنی تو محال ہیں۔ البتہ مجازی معنی تفضل اور احسان کے مراد لئے جلتے ہیں۔

یعنی اصل معنا ہوا الخ جو امام بخاریؒ نے فرمایا کہ الرحیم والرحم بمعنی اس کے متعلق فرما رہے ہیں۔ کہ رحیم صفت مشبہ اس فاعل کے معنی میں ہے۔ اسم مفعول کے معنی میں نہیں۔

مدینین سے قلب گفتگوئیؒ نے یہ بیان فرمایا کہ دین کے اصلی معنی تو جزاء کے ہیں۔ چونکہ حساب جزاء کو لازم ہے۔ اس لئے اطلاق لازم علی الملزم ہو۔ اور صاحب جلالینؒ نے غیر مدینین بمعنی مجزبین کے لیل ہے۔ اور امام داغدبؒ نے فرمایا کہ دین بمعنی شریعت کے عاریتہ ہے۔ اور بل تکلذبون بالمدین میں مجاہدؒ نے دین بمعنی حساب کے کیا ہے۔ تو مالک یوم الدین یوم الحساب اور یوم الجزاء کے معنی ہوں گے۔ اور بھی بہت

سے دین کے معانی بیان کئے جاتے ہیں۔ عادتِ عمل۔ حکم۔ حالِ خلق طاعة۔ قہر اور ملت۔ درع سیاست۔ آخر میں یاد رکھنا چاہیے۔ کہ وہ تفسیر میں مختلف سورتوں کی متفرق آیات ذکر کرتے ہیں۔ اگرچہ ادنیٰ مناسبت ہو۔ تو جب سورۃ فاتحہ میں مالک یوم الدین آیا تو آیت کی مناسبت سے سورۃ الفطار اور سورۃ واقعہ کی آیات ذکر فرمادیں۔

## بَابُ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ

ترجمہ۔ باب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کا بیان۔

حدیث نمبر ۴۰۱۹ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ فَقُولُوا آمِينَ فَمَنْ وَافَقَ قَوْلَهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔ جس کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہو گیا اس کے سب پچھلے گناہ بخش دیتے جائیں گے۔

تشریح از شیخ مدنی من وافی قولہ بعض حضرات نے توافقی باعتبار زمان کے کہاہے۔ اور بعض نے توافقی حضور قلب مراد لیا ہے۔ اور ملائکہ سے اس جگہ وہ فرشتے مراد ہیں۔ جو ہر وقت ہر ہر فرد کے اور جماعت کے ساتھ رہتے ہیں۔ لیکن دوسری روایت میں ہے۔ کہ اِذَا قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ فِي السَّمَاءِ تَوَافَقُوا زَبَانِي آسْمَانِي فرشتوں کے توافقی سے مطلوب ہے۔ یعنی ملا اعلیٰ کے ملائکہ ہمارے ساتھ ہی آمین کہیں گے۔

صراط مستقیم خط مستقیم تو اس کو کہتے ہیں جو اقصر خطوطاً یعنی سب سے چھوٹا خط۔ تو صراط مستقیم سے واضح راستہ اور کثیر الورد مراد ہو گا۔ اس آیت کو کہیم میں منع علیہم چار ذکر ہوئے۔ منا النبیین والصدیقین والشہداء والصلحین۔ اور اس کے لئے تین چیزیں ذکر ہوئیں۔ منع علیہ وہ ہے جو ضلالت اور غضب کی وجہ سے شوخی نہ کرتا ہو۔ جیسے یہود کرتے تھے۔ دوسرے منع علیہ وہ ہوا کہ اس میں شوخی تو



نہ ہوا اور گمراہی بھی نہ ہو کہ نصاریٰ ضالہ ہیں۔ جن لوگوں پر الطامات ہوئے وہ انبیاء و صدیقین وغیرہم۔ نہ وہ گمراہ ہیں۔ اور نہ ہی شوخی کی وجہ سے ان پر غضب ہوا ہے۔ اہمیت محمدیہ دونوں سے بچنا چاہتی ہے۔

اھذا تثبت کے لئے کہتا ہے کہ ہمیں ہدایت پر ثابت قدم رکھنا ہدایت کلی مشکوک ہے جو درجہ حاصل ہو چکا ہے۔ اس سے زائد اور بلند مرتبہ کو طلب کرتا ہے۔ لہذا تحصیل حاصل کا اعتراض نہیں وارد ہوگا۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | اس مقام پر یہ تنبیہ کر دینا ضروری ہے کہ حضرات محدثین کے یہاں

تفسیر عام ہے۔ خواہ کسی کلمہ کی تفسیر کو نا ہو۔ یا کلام سے جو قصہ متعلق ہے۔ اس کی تفصیل بیان کی جائے۔ یا فضیلت بیان کی جائے۔ یا جو چیزیں سورۃ تمام کہنے کے بعد پڑھی جاتیں ان کا بیان ہوگا۔ اور کم از کم تفسیر میں یہ بھی داخل ہے کہ قرآن مجید کا لفظ حدیث میں آگیا۔ اب پہلے امور کا تفسیر میں داخل ہونا تو ظاہر ہے۔ لیکن لفظ قرآن کا حدیث میں وارد ہونا یہ تفسیر میں کیسے داخل ہے اس میں خفا تھا۔ اس لئے اس کا کلمہ یہ ہے کہ لفظ حدیث لفظ قرآن کی تفسیر کرتا ہے۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ دونوں جگہ قرآن و حدیث میں ایک ہی معنی مراد ہیں۔ اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کبھی کسی قصہ یا کلام میں لفظ کے معنی نہیں واضح ہوتے۔ حدیث اس کو واضح کر دیتی ہے۔ یا مراد واضح نہیں ہوتی۔ تو حدیث کے لفظ سے مراد واضح ہو جاتی ہے۔ یا یہ لفظ کسی قصہ کے علاوہ کسی اور جگہ آگیا۔ تو اگر آدمی آیت و روایت دونوں کا لحاظ کرے گا۔ تو مقصد سمجھنے میں آسانی ہوگی۔

**تشریح از شیخ زکریا** | معلوم رہے کہ مصنف کی تفسیر متاخرین حضرات کی تفسیر کے مطابق نہیں

ہے۔ کہ اس میں منکلمات کا حل ہو۔ مسائل کی تحقیق ہو۔ بلکہ ان کا مقصد اس حدیث کا لانا ہے۔ جس کا کسی طرح سے لفظ قرآن سے مناسبت ہو۔ امام مسلم کی کتاب میں تفسیر بالکل مختصر ہے۔ اور سب سے زیادہ ترمذی میں ہے۔ صحاح ستہ میں سے اور کسی کے اندر تفسیر نہیں ہے۔ البتہ ابوداؤد میں کتاب الحروف بھی تفسیر میں داخل ہے۔ جو امام بخاری کے طریقہ کے مطابق ہے۔ بنابرین علامہ عینی کا امام بخاری پر یہ اعتراض صحیح نہیں ہوگا کہ باب غیر المغضوب علیہم میں نہ تو باب کا لانا مناسب ہے اور نہ ہی حدیث الباب کا تفسیر سے تعلق ہے۔ بلکہ اس حدیث کو باب فضل القرآن میں ذکر کرنا چاہیے تھا۔ لیکن جب امام بخاری کا طرز تفسیر کا ضابطہ معلوم ہو گیا۔ تو پھر اعتراض کرنا سعی لا حاصل ہے۔ اس لئے قطب گنگوہی نے جو تنبیہ فرمائی ہے اس سے امام بخاری کی تفسیر پر وارد ہونے والے سب اعتراضات رفع ہو جائیں گے۔

# سُورَةُ الْبَقَرَةِ

## بَابُ قَوْلِهِ وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا

ترجمہ: باب وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا کا تفسیر۔

حدیث نمبر ۴۰۲۰ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَجْتَمِعُ الْمُؤْمِنُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُولُونَ لَوْ اسْتَشْفَعْنَا إِلَى رَبِّنَا فَيَأْتُونَ آدَمَ فَيَقُولُونَ أَنْتَ أَبُو النَّاسِ خَلَقَكَ اللَّهُ بِيَدِهِ وَأَسْجَدَ لَكَ مَلَائِكَةٌ وَعَلَّمَكَ أَسْمَاءَ كُلِّ شَيْءٍ فَاشْفَعْ لَنَا عِنْدَ رَبِّكَ حَتَّى يُرِيحَنَا مِنْ مَكَانِنَا هَذَا فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ ذَنْبَهُ فَيَسْتَحْيِي ائْتُونَنِي حَتَّى يَأْتِيَهُ أَقُولُ رَسُولُ بَعَثَهُ اللَّهُ إِلَى أَهْلِ الْأَرْضِ فَيَأْتُونَهُ فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ سُؤَالَ رَبِّهِ مَا لَيْسَ لَهُ بِهِ عِلْمٌ فَيَسْتَحْيِي فَيَقُولُ ائْتُونَا خَلِيلُ الزَّمَانِ فَيَأْتُونَهُ فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَاكُمْ ائْتُوا مُوسَى عَبْدًا كَلَّمَهُ اللَّهُ وَأَعْطَاهُ التَّوْرَةَ فَيَأْتِيهِ فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ قَتْلَ نَفْسٍ بِغَيْرِ نَفْسٍ فَيَسْتَحْيِي مِنْ رَبِّهِ فَيَقُولُ ائْتُوا عِيسَى عَبْدَ اللَّهِ وَرَسُولَهُ وَكَلِمَةَ اللَّهِ وَرُوحَهُ فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَاكُمْ ائْتُوا مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدًا غَفَرَ اللَّهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ فَيَأْتُونِي فَأَنْطَلِقُ حَتَّى أَسْتَاذِنَ عَلَى رَبِّي فَيُؤْذَنُ فَيَأْتِيهِ أَرَأَيْتَ رَبِّي وَقَعْتُ سَاجِدًا فَيَذْأَبُنِي مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ يَقَالُ أَرْفَعْ رَأْسَكَ وَسَلِّطْ لُعْطَةً وَقَدْ يُسْمَعُ وَاشْفَعْ كُشْفَعُ فَأَرْفَعُ رَأْسِي فَأَحْمِدُهُ بِتَحْمِيدٍ يَعْلَمُونِي ثُمَّ أَشْفَعُ فَيَحْدِلُنِي حَتَّى أَفَادُ خِلَاءَ الْجَنَّةِ ثُمَّ أَعُودُ إِلَيْهِ فَيَأْتِيهِ فَيَقُولُ رَبِّي وَقَعْتُ سَاجِدًا مِثْلَهُ ثُمَّ أَشْفَعُ فَيَحْدِلُنِي حَتَّى أَفَادُ خِلَاءَ الْجَنَّةِ ثُمَّ أَعُودُ الرَّابِعَةَ فَأَقُولُ مَا بَقِيَ فِي النَّارِ إِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْآنُ وَجَبَ عَلَيْهِ الْخُلُودُ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْإِمَامُ الْهَرَانِيُّ يَعْنِي قَوْلَ اللَّهِ تَعَالَى خَالِدِينَ فِيهَا

ترجمہ۔ حضرت انسؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا۔  
 قیامت کے دن مومن لوگ جمع ہو کر کہیں گے کہ کاش ہم کسی سے اپنے رب کی طرف شفاعت طلب کرتے  
 تو عذابِ حشر سے نجات ملتی۔ تو وہ حضرت آدمؑ کے پاس آکر کہیں گے کہ آپ تمام لوگوں کے باپ ہیں۔ اللہ تعالیٰ  
 نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا ہے اور اپنے فرشتوں سے تجھے سجدہ کرایا ہے۔ اور تمام اشیاء کے  
 نام آپ کو بتلائے اور سکھائے ہیں۔ پس آپ ہمارے لئے اپنے رب سے سفارش کریں تاکہ وہ ہمیں ہمارے  
 اس مکانِ عذاب سے راحت پہنچائیں۔ وہ فرمائیں گے میں تمہارے اس مرتبہ کا نہیں ہوں۔ وہ اپنی لغزش  
 یاد کر کے شرما جائیں گے۔ کہیں گے کہ تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ وہ اللہ کا پہلا رسول ہے جس کو  
 اللہ تعالیٰ نے زمین والوں کی طرف بھیجا ہے۔ وہ بھی کہیں گے کہ میں تمہارے اس مرتبہ کا نہیں ہوں۔ وہ  
 اپنے اس سوال کو یاد کریں گے جس کا انہیں علم نہیں تھا۔ وہ بھی شرما جائیں گے۔ فرمائیں گے۔ کہ تم  
 خلیل الرحمنؑ کے پاس جاؤ۔ وہ لوگ ان کے پاس آئیں گے۔ تو وہ بھی فرمائیں گے کہ میں تمہارے اس  
 مرتبہ کا نہیں ہوں۔ یہ میرا مقام نہیں۔ تم موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ جو اللہ کے ایسے بندے ہیں  
 جن کو اللہ تعالیٰ نے شرفِ ہمکلامی بخشا۔ اور انہیں تو رات عطا فرمائی۔ لوگ ان کے پاس آئیں گے۔  
 وہ فرمائیں گے کہ میں اس لائق نہیں ہوں۔ وہ اپنے اس قتلِ خطا کو یاد کریں گے۔ جو ناحق ان سے صادر  
 ہوا۔ پس اپنے رب کے سامنے جانے سے شرما جائیں گے۔ فرمائیں گے کہ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے  
 پاس جاؤ۔ جو اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اللہ کے کلمہ گن سے پیدا ہوئے اور اس کی روح  
 ہیں۔ تو وہ بھی فرمائیں گے کہ میں اس مرتبہ کا اہل نہیں ہوں۔ تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 پاس جاؤ جو اللہ کا ایسا بندہ ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے انکی پچھلی سبب لغزشیں معاف کر دی ہیں۔ پس  
 وہ لوگ میرے پاس آئیں گے تو میں ان کے کہنے پر چل پڑوں گا۔ یہاں تک کہ میں اپنے رب سے حاضری کی  
 اجازت طلب کروں گا۔ تو مجھے مقامِ محمود پر حاضری کی اجازت مل جائے گی۔ پس جب میں اپنے رب کو دیکھوں  
 گا۔ تو سجدے میں گر پڑوں گا۔ جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہو گا مجھے چھوڑ دیں گے۔ پھر کہا جائے گا۔  
 آپ اپنا مبارک اٹھائیں جو مانگیں آپ کو دیا جائے گا۔ جو کہیں گے آپ کی بات سنی جائے گی اور جس کی  
 آپ سفارش کریں گے۔ آپ کی سفارش قبول کی جائے گی۔ پس میں اپنا سراٹھاؤں گا۔ اور ان تحمیدی کلمات  
 سے اللہ کی حمد و ثناء بیان کروں گا جو اس وقت وہ مجھے سکھائیں گے پھر میں سفارش کروں گا۔ پس

میرے لئے ایک عہد مقرر کی جائے گی۔ جن کو میں جنت میں داخل کروں گا۔ پھر اللہ میاں کے ہاں واپس آؤں گا۔ پس جب اپنے رب کو دیکھوں گا تو اس طرح کروں گا۔ جیسے پہلے کیا تھا۔ پھر سفارش کروں گا۔ پھر ایک عہد مقرر کی جائے گی۔ جن کو میں جنت میں داخل کروں گا۔ پھر تیسری کے بعد چوتھی مرتباً کہہ دوں گا۔ کہ جہنم میں ان لوگوں کے سوا کوئی باقی نہیں رہا۔ جن کو قرآن نے روک دیا ہے۔ اور ان پر ہمیشگی واجب ہو چکی ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ الامن بحسبہ القرآن سے اللہ تعالیٰ دوزخ و جہنم کا فرمان خالیدین فیما مراد ہے۔

تشریح از شیخ گفگوئی | اذ ارأیت ربی مثلہ ۶۲۳ ای باقی الکلام مثل ما تقدم۔

تشریح از شیخ زکریا | اطلاق فی میں ہے ای افعل مثل ما سبق من السجود و رفع الرأس

دفعہ اور مشکوٰۃ میں شیخین کی روایت سے اس کی پوری تفصیل بیان کی گئی ہے۔ اس میں اعمد الثالثہ کا ذکر بھی ہے۔

بَابُ قَالَ مُجَاهِدٌ إِلَى شَيَاطِينِهِمْ أَصْحَابِهِمْ مِنَ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُشْرِكِينَ  
مُحِيطٌ بِالْكَافِرِينَ اللَّهُ جَامِعُهُمْ عَلَى الْخُشْعَيْنِ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَقًّا قَالَ  
مُجَاهِدٌ بِقُوَّةٍ يَعْمَلُ بِمَا فِيهِ وَقَالَ أَبُو الْعَالِيَةِ مَرَضٌ شَكٌّ صِبْغَةٌ دِينٌ  
وَمَا خَلَفَهَا عِبْرَةٌ لِمَنْ بَقِيَ لَا شَيْءَ فِيهَا إِلَّا بَيَاضٌ وَقَالَ غَيْرُهُ يَسُومُونَكَ  
يُؤْلُونُكَ الْوَلَايَةُ مَفْتُوحَةٌ مُصْدَرُ الْوَلَاءِ وَهِيَ التَّزْوِيَّةُ وَإِذَا كُسِرَتْ  
الْوَاوُ فَهِيَ الْإِمَارَةُ وَقَالَ بَعْضُهُمُ الْحُبُوبُ الَّتِي تُؤْكَلُ كُلُّهَا فَوْمٌ فَإِذَا رَأَتْ  
اِخْتَلَفْتُمْ وَقَالَ قَتَادَةُ قَبَاؤًا فَانْقَلَبُوا وَقَالَ غَيْرُهُ يَسْتَفْتِحُونَ يَسْتَنْصِرُونَ  
شَرُّوَابًا عَوَارِغًا مِنَ الرَّعُونَةِ إِذَا رَأَوْا أَنَّ يُحَقِّقُوا إِنْسَانًا قَالُوا  
رَاعِنَا لَا تَجْزِي لَا تَغْنِي ابْتَلَى اخْتَبَرَ خُطُوبَاتٍ مِنَ الْخُطُوبِ وَالْمَعْنَى أَثَارُهُ۔  
ترجمہ۔ مجاہد کی تفسیر ہے۔ شیطانیہم سے منافقین اور مشرکین ان کے ساتھی مراد ہیں۔ محیط الہ کہ اللہ

ان کو جمع کرنے والا ہے۔ علی الخاشعین سے سچے اور پکے مومن مراد ہیں۔ مجاہد فرماتے ہیں۔ دُخْدَامَا  
اِتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ مِّن قُوَّةٍ کے معنی ہیں کہ جو کچھ اس کتاب میں ہے اس پر عمل کرو۔ آگے ابو العالیہ کی تفسیر  
ہے۔ مرض سے مراد شک یعنی کفر و ایمان میں تردد ہے۔ صبغۃ اللہ صبغۃ سے دین مراد ہے۔

ما خلفہا کہ جو لوگ باقی رہ گئے ان کے لئے مقام عبرت ہے۔ لاشیتہ فیہا کہ اس میں کوئی سفید دھبہ نہیں ہے۔ ان حضرات کے علاوہ ابو عبیدہ کی تفسیر ہے۔ لیسو مونکم کہ تمہارے والی بنتے تھے ولایت اگر واؤ کی فتح سے ہے تو وہ دلاؤ کی مصدر ہے جس کے معنی پرورش کرنے کے ہیں۔ اگر ولایت بکسر الواؤ ہے۔ تو پھر اس کے معنی حکومت کے ہیں۔ اور قومہا میں بعض حضرات نے فرمایا جو جو دانے کھائے جاتے ہیں وہ سب قوم ہیں۔ فاذا راتم مختلفتم کہ ایک دوسرے پر ٹالتے تھے۔ آگے قتادہ کی تفسیر ہے۔ باؤا بمعنی القلبوا لرٹے۔ لیستفتحون یعنی مد طلب کرتے ہیں۔ شرذا بمعنی باعوا یعنی بچنے کے معنی ہیں۔ راعنا رعونتہ سے ہے۔ جس کے معنی حماقت کے ہیں۔ یہودی جب کسی انسان کو احمق بناتے۔ تو کہتے راعنا لا تجزی کہ لا تقنی کہ کام نہیں آئے گا۔ ابتلی امتحان لیا آزمایا۔ خطوات خلوة کی جمع ہے۔ نشان قدم کے معنی ہیں۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** وما خلفہا <sup>۶۲۴</sup> یعنی خلف کا لفظ ان لوگوں کے لئے بولا جاتا ہے۔ جو گزر چکے ہیں۔ جیسے سلف و خلف۔ لیکن اس مقام پر یہ معنی مراد نہیں ہیں۔

یوہونکم مقصد یہ ہے۔ واؤ۔ لام اور یا میں قرب اور دونوں کے معنی پائے جاتے ہیں۔ اگر استعمال میں ولایت بکسر الواؤ امارت کے ساتھ مخفی ہے اور لفتح الواؤ الوہیتہ کے لئے ہوتا ہے۔

**تشریح از شیخ زکریا** ما خلفہا قطب گنگوہی نے تنبیہ کر دی کہ خلف کبھی بمعنی سبق کے آتا ہے۔ چنانچہ لسان العرب میں خلف کو قدام کی ضد کہا گیا ہے۔ تو اسم بھی ہوگا اور ظرف بھی بنے گا۔ اور زجاج فرماتے ہیں خلفم سے مراد وہ اعمال ہیں جو کر چکے اور مابین ایدیم سے امور آخرت مراد ہیں۔ تو شیخ گنگوہی نے تنبیہ فرمادی کہ خلف اس جگہ سبق کے معنی میں نہیں بلکہ لقی کے معنی میں ہے۔ اور نکالنا مابین یہ بھی اسی عقوبتہ لما خال من ذلومہم اور ما خلفہا اسی عبرت لکن لقی بعدہم من الناس کہ بعد والوں کے لئے عبرت ہے۔ یوہونکم مختار صحاح میں ہے۔ ولی بمعنی قرب و دنا۔ والایتہ ابو عبیدہ کا کلام ہے۔ اور ہنا لک الولایتہ للہ الحق سورۃ کہف میں ہے۔ اگرچہ یہ کلمہ سورۃ بقرہ میں نہیں۔ بلکہ سورۃ کہف میں ہے۔ امام بخاری اس کلمہ کو اس جگہ اس لئے لائے ہیں کہ لیسو مونکم کی تفسیر جو یوہونکم سے کی گئی ہے۔ اس کی تائید ہو جائے۔

## بَابُ قَوْلِهِ تَعَالَى فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ

ترجمہ باب فلا تجعلوا لله انداداً وانتم تعلمون کی تفسیر

حدیث نمبر ۴۰۲۱ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَثِي شَيْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْ الدَّنْبِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللَّهِ قَالَ أَنْ تَجْعَلَ لِلَّهِ بَدَأًا وَهُوَ خَلَقَكَ قُلْتُ إِنَّ ذَلِكَ لَعَظِيمٌ قُلْتُ شَقَّ أَيْ قَالَ وَأَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ تَخَافُ أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ قُلْتُ شَقَّ أَيْ قَالَ أَنْ تُزَانِي حَلِيلَتَكَ جَارِكَةً

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ اللہ کے نزدیک کون سا گناہ بہت بڑا ہے۔ فرمایا یہ کہ تو اللہ تعالیٰ کا مثل اور شریک بنائے۔ حالانکہ تجھے اسی نے پیدا کیا ہے۔ میں نے کہا۔ واقعی یہ تو بہت بڑا گناہ ہے۔ میں نے کہا۔ پھر کون سا ہے۔ فرمایا یہ کہ تو اپنے بیٹے کو اس خوف سے قتل کر دے کہ وہ تیرے ساتھ کھانا کھائے گا۔ میں نے پوچھا۔ پھر کون سا بڑا گناہ ہے۔ فرمایا یہ کہ تو اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرتا رہے۔

## بَابُ قَوْلِهِ تَعَالَى وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَأَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ

الْمَنَّ وَالسَّلْوَىٰ

قَالَ مُجَاهِدٌ الْمَنَّ صُعْفَةٌ وَالسَّلْوَىٰ طَيْرٌ

ترجمہ۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ من تو ایک گوند کی طرح ٹھمن ہے۔ سلوی بئیر پرندہ ہے۔

تشریح از شیخ مدنی | المَنَّ صُعْفَةٌ گوند کی مانند ترنجبین کو کہتے ہیں۔ بنی اسرائیل کے

برتنوں پر رات ایک چیز جم جاتی تھی۔ جو شہد کی طرح میٹھی ہوتی تھی۔ اور درختوں پر جمع ہو جاتی تھی۔

الکماء برسات کی چھتری۔ بعض اسے شیطان کی چھتری کہتے ہیں۔ برسات کے موسم میں زمین سے

اگتی ہے۔ کمارۃ کو من المَنَّ کہا گیا ہے۔ یہ تشبیہ بلیغ ہے۔ جس طرح من بغیر مشقت کے حاصل ہوتی

تھی۔ اس طرح یہ چھتری (کھمبی) بھی بغیر مشقت کے حاصل ہوتی ہے۔ دوسری توجیہ یہ ہے۔ کہ جو من

بنی اسرائیل پر نازل ہوئی تھی وہ اصل الاصول ہے۔ اسی مادہ سے اب یہ زمین سے اگتی ہے جو بہت

لذیہ ہوتی ہے۔

حدیث نمبر ۴۰۲۲ حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكَمَاءُ مِنَ الْمَنِّ وَمَاءُهَا شِفَاءٌ لِلْعَيْنِ۔

ترجمہ۔ حضرت سعید بن زید فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ برساتی چھتری من میں سے ہے اور اس کا پانی آنکھوں کے لئے شفا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہی [المن صفحہ ۶۴۳ من کو تھمن سے تشبیہ دی گئی کہ وہ

درختوں کی ٹہنیوں پر جم جاتی ہے۔ اگرچہ وہ تھمن نہیں ہے۔ کیونکہ تھمن (چیرٹھ) تو درخت سے نکلتی ہے۔ ترنجبین اس طرح نہیں کہ وہ درخت سے نکلے کیونکہ وہ ترنجبین ایک ایسی چیز ہے جو ایک مخصوص درخت پر شعبنم کی طرح اتر کر جم جاتی ہے جو ہمارے ملک میں نہیں پائی جاتی۔

تشریح از شیخ زکریا [من کی تفسیر میں کہی احوال ہیں کہ من درختوں پر اترتی ہے جس کو

لوگ شوق سے کھاتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں ترنجبین کی طرح ایک چیز ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ شہد کی طرح ایک شربت ہے جسے پانی ملا کر پیتے ہیں۔ مصنف نے حضرت سعید بن زید کی روایت ذکر کی ہے الکماء من المن کی مناسبت سے خطابی پر رد کر رہے ہیں۔ جو فرماتے ہیں کہ کماء من کی ایک قسم ہے۔ جو ترنجبین کی طرح ایک چیز ہے۔ جو بنی اسرائیل پر انزل ہوئی تھی۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ کماء ایک درخت ہے جو خود رو ہے۔ بغیر تعب اور مشقت کے پیدا ہوتا ہے۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ محض کماء کا پانی آنکھوں کے لئے شفا ہے۔ اگر سرمہ میں ملایا جائے تو بہتر ہے۔ شیخ صالح الحدیث نے محض کماء کا پانی سرمہ کے طور پر استعمال کیا تو ان کا نور بصارت واپس آگیا۔ الحمد للہ۔

بَابُ وَإِذْ قُلْنَا ادْخُلُوا هَذِهِ الْقَدِيَةَ

رَغَدًا أَوْ اسْعُ كُثَيْبًا

حدیث نمبر ۴۰۲۳ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قِيلَ لِبَنِي إِسْرَءِيلَ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُولُوا حِطَّةٌ قَدْ خَلَوْنَا إِلَيْكُمْ فَخَفُّوا عَلَى أَسْتَاهِمِ قَبَدْ لَوْ أَفْقَالُوا حِطَّةٌ حَبَّةٌ فِي شَعْرَةٍ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔  
بنی اسرائیل سے کہا گیا کہ تم بیت المقدس کے دروازے سے سر جھکائے ہوئے داخل ہو اور حطہ کہو کہ  
ہمارے گناہ معاف کر دے۔ پس وہ اس حال میں داخل ہوئے کہ اپنی سرینوں پر کھسک کر چلتے تھے۔  
اور حطہ کو بدل دیا۔ کہنے لگے حطہ۔ تفسیر حطہ فی شعرۃ سے کی گئی جو کلام مہمل ہے۔ انہوں نے بطور استہزاء  
کے یہ کلمہ کہا ہے۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | تامور حطہ حبتہ یعنی انہوں نے حطہ کی بجائے حبتہ فی شعرم کہا  
ہے۔ اور بعض نسخوں میں حطہ حبتہ ہے۔ شاید انہوں نے دونوں لفظوں کو جمع کر دیا ہو۔ یا بعض نے  
حبتہ فی شعرۃ کہا۔ جو ایک مہمل کلام ہے۔ جس سے ان کا مقصد سخریہ اور استہزاء تھا۔  
**تشریح از شیخ زکریا** | حافظ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل نے قول اور فعل دونوں میں مخالفت  
کی۔ سجدہ کرنے کا حکم تھا تو سرین کے بل چلنے لگے۔ یہ عملی مخالفت ہے۔ حطہ کہنا تھا۔ تو حبتہ فی شعرۃ  
کہہ کر قوی مخالفت کی۔

## بَابُ قَوْلِهِ مَنْ كَانَ عَدُوَّ الْجَبْرِيلِ وَقَالَ عِكْرِمَةُ جَبْرُ وَمِيكَ وَسَرَفٌ عَبْدُ اَيْدِ اللّٰهُ

ترجمہ۔ حضرت عکرمہ فرماتے ہیں۔ جبر۔ میک اور سرف کے معنی عید کے ہیں اور ایل اللہ کا نام ہے  
حدیث نمبر ۲۰۲۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَيْمُونٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ سَمِعَ  
عَبْدَ اللَّهِ بْنَ سَلَامٍ يَقُولُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي أَرْضِ  
يَحْتَرَفُ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي سَأَلْتُكَ عَنْ ثَلَاثٍ  
لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا نَبِيٌّ فَمَا أَوَّلُ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ وَمَا أَوَّلُ طَعَامِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَمَا  
يَنْزِعُ الْوَلَدُ إِلَى أَبِيهِ أَفَدَلِي أَقْبَلَهُ قَالَ أَخْبَرَنِي بِهِ جَبْرِيلُ أَنِفًا قَالَ  
جَبْرِيلُ قَالَ نَعَمْ قَالَ ذَاكَ عَدُوُّ الْيَهُودِ مِنَ الْعَالَمِينَ فَقَرَأَ هَذِهِ  
الْآيَةَ مَنْ كَانَ عَدُوَّ الْجَبْرِيلِ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَى قَلْبِكَ أَمَّا أَوَّلُ أَشْرَاطِ  
السَّاعَةِ فَنَارٌ تَحْشُرُ النَّاسَ مِنَ الْمَشْرِقِ إِلَى الْمَغْرِبِ وَمَا طَعَامُ أَهْلِ الْجَنَّةِ



فَزِيَادَةٌ كَبَدٍ حُوتٍ وَإِذَا سَبَقَ مَاءُ الرَّجُلِ مَاءَ الْمَرْأَةِ نَزَعَ الْوَلَدَ وَإِذَا سَبَقَ  
مَاءُ الْمَرْأَةِ نَزَعَتْ قَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ يَا  
رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ الْيَهُودَ قَوْمٌ بَهْتٌ وَإِنَّهُمْ أَنْ يَعْلَمُوا بِإِسْلَامِي قَبْلَ أَنْ تَسْأَلَهُمْ  
يَهْتَنُونِي فَجَاءَتِ الْيَهُودُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آتَى رَجُلِي عَبْدُ اللَّهِ  
فِيكُمْ قَالُوا خَيْرُنَا وَابْنُ خَيْرِنَا وَسَيِّدُنَا وَابْنُ سَيِّدِنَا قَالَ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَسْلَمَ  
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلَامٍ فَقَالُوا أَعَاذَهُ اللَّهُ مِنْ ذَلِكَ فَخَرَجَ عَبْدُ اللَّهِ فَقَالَ أَشْهَدُ  
أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ فَقَالُوا اشْرِنَا وَابْنُ شَرِنَا وَانْتَقِصُوه قَالَ  
فَهَذَا الَّذِي كُنْتُ أَخَافُ يَا رَسُولَ اللَّهِ

ترجمہ۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کی مدینہ منورہ میں تشریف آوری کا سنا تو وہ اپنی زمین میں پھل چن رہے تھے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
کی خدمت میں حاضر ہو کر تین چیزوں کے متعلق پوچھنے لگے اور کہا کہ نبی کے سوا ان کو کوئی نہیں جانتا ایک تو یہ  
ہے کہ قیامت قائم ہونے کی پہلی نشانی کیا ہے۔ دوسرا اہل جنت کی پہلی خوراک کیا ہوگی تیسرے یہ کہ  
بچے کو باپ یا ماں کے مشابہ کون سی چیز کماتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی ابھی مجھے  
جبرائیلؑ ان کے متعلق خبر دے کر گئے ہیں۔ انہوں نے تعجب سے پوچھا۔ جبرائیلؑ آپ نے فرمایا ہاں! جبرائیلؑ!  
تو انہوں نے فرمایا کہ یہ تو فرشتوں میں سے یہود کا دشمن ہے۔ جس پر رد کرتے ہوئے آپؐ نے یہ آیت پڑھی۔  
ترجمہ یہ ہے۔ جو شخص جبرائیلؑ کا دشمن ہے تو وہ ہوتا رہے۔ اس کا قصور صرف یہ ہے کہ وہ آپؐ کے قلب  
اطہر پر اللہ تعالیٰ کی وحی اتارتا ہے۔ یہ تو کوئی جرم نہیں۔ فرمایا۔ قیامت کی پہلی نشانی وہ آگ ہے۔ جو  
لوگوں کو مشرق سے مغرب تک اکٹھا کرے گی۔ اور پہلی خوراک جس کو جنت والے کھائیں گے وہ بڑی مچھلی  
کے جگر کا ٹکڑا ہے۔ اور جب مرد کا پانی عورت کے پانی سے آگے بڑھ جاتا ہے۔ تو وہ بچہ کو اپنی شکل و صورت  
پر کھینچ لیتا ہے۔ اور جب عورت کا پانی آگے بڑھ جاتا ہے۔ تو وہ اپنی شکل و صورت پر کھینچ لیتا ہے۔ تو  
عبداللہ بن سلامؓ نے پڑھا اشھدہ کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق  
نہیں ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ یا رسول اللہ! یہود بہت  
ہی بہتانی تماشوں لوگ ہیں۔ آپؐ کے سوال کرنے سے پہلے اگر انہیں میرے مسلمان ہونے کا علم ہو گیا۔ تو

وہ مجھ پر بہتان باندھیں گے۔ پس یہود آتے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا۔ کہ عبداللہ بن سلام تمہارے میں کیسے ہیں۔ انہوں نے کہا۔ کہ ہم میں سے بہتر اور ہمارے بہتر باپ کے بیٹے ہیں۔ ہمارے سردار ہیں اور ہمارے سردار کے بیٹے ہیں۔ فرمایا بتلاؤ اگر وہ مسلمان ہو جائیں تو کہنے لگے اللہ اس کو اس سے اپنی پناہ میں رکھے۔ پس اس پر حضرت عبداللہ بن سلام باہر نکل کر کہنے لگے۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمدًا رسول اللہ۔ تو کہنے لگے کہ وہ تو ہم میں سے بدترین آدمی اور ہمارے بدترین آدمی کا بیٹا ہے۔ پس اور بھی ان کے نقائص بیان کئے۔ حضرت عبداللہ بن سلام نے فرمایا۔ یا رسول اللہ! مجھے اسی بات کا خطرہ تھا۔

## بَابُ قَوْلِهِ مَا نَنْسَخُ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا

حدیث نمبر ۴۰۲۵ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ أَقْرُونَا بِئِذَا وَقَضَانَا عَلَيَّ وَلَنَا يَقُولُ لَا أَدْعُ شَيْئًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى مَا نَنْسَخُ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ ہم میں سے سب سے بڑے قاری حضرت ابیؓ ہیں۔ اور ہم میں سے بہتر فیصلہ کرنے والے حضرت علیؓ ہیں۔ حالانکہ البتہ حضرت ابیؓ کے قول کو چھوڑ دیتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ حضرت ابیؓ فرماتے ہیں کہ میں اس بات کو کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو آیت ہم منسوخ کرتے ہیں۔ وہ آیت بھلا دیتے ہیں۔ نأت بخیر منها تو ہم اس سے بہتر لے آتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت ابیؓ نسخ قرآن کے قائل نہیں تھے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بعض آیات میں نسخ ثابت ہے۔

تشریح از شیخ مدنی انفسھا نسا سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی مؤخر کرنے کے ہیں۔

جیسے انما النبیؐ زیادة فی الکفر میں ہے۔

اقرء عہد نبوی میں اس شخص کو کہا جاتا تھا۔ جو کثرت سے قرآن مجید کی تلاوت کرتا تھا۔ جو زیادہ تر

حافظ ہوتے تھے۔ حضرت ابی بن کعبؓ کا مشغلہ قرآن مجید کی کثرت سے تلاوت کرنا رہتا تھا۔ اور اٹھنی حضرت علیؓ تھے۔ جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تو انہوں نے فرمایا کہ میں حدیث السنن ہوں۔ یعنی نوخیز نوجوان ہوں۔ فصل خصوصیات کی اہلیت نہیں رکھتا۔ تو آپؐ نے میرے سینے پر ہاتھ رکھا۔ جس کی برودۃ مجھے آج تک نہیں بھولی۔ اس کی وجہ سے الشراح صدر ہوا کہ کسی فیصلے میں پیچھے رہنے کی نوبت نہیں آئی۔ اس لئے ان کو اقتضا کہا جاتا تھا۔ حضرت عمرؓ بعض مشکل قضایا میں حضرت علیؓ سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ بلکہ بعض قضایا میں فرمایا کہ یہ قضیہ ایسا مشکل ہے کہ ابوالحسن بھی اس کا فیصلہ نہیں کر سکتے۔ قضیۃ لا ابا حسن لھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں فصل خصوصیات والی (حاکم) اور خلیفہ ہی انجام دیتا تھا۔ یعنی عدلیہ اور انتظامیہ ایک ہی تھی۔ لیکن حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جب کام بہت زیادہ ہو گیا تو حضرت عمرؓ نے عدلیہ اور انتظامیہ الگ کر دیا۔ تو حکمہ قضاء حضرت عمرؓ کے زمانہ سے الگ ہوا۔ تو حدیث ابنا میں حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اگرچہ حضرت ابی بن کعبؓ ہمارے میں سے اقرہ ہیں۔ لیکن ان کی بعض قرأت ایسی ہیں۔ جو اولاً آپؐ پر نازل ہوئی تھیں۔ اور بعد ازاں ما نسخ من آیۃ کی رو سے منسوخ ہو گئی۔ لیکن حضرت ابی بن کعبؓ ان آیات کو منسوخ الحکم تو مانتے ہیں۔ منسوخ التلاوة نہیں مانتے۔ جہور کا مسلک یہ ہے کہ بعض آیات منسوخ الحکم اور منسوخ التلاوة ہیں۔ بعض صرف منسوخ الحکم ہیں اور بعض منسوخ التلاوة ہیں۔ منسوخ الحکم نہیں ہیں۔ بحث گذر چکی ہے۔

## بَابُ قَوْلِهِ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا سُبْحَانَهُ

حدیث نمبر ۴۰۲۶ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللَّهُ كَذَبَنِيَ ابْنُ آدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ ذَلِكَ وَ شَتَمَنِي وَلَمْ يَكُنْ لَهُ ذَلِكَ فَأَمَّا تَعَذُّبُهُ إِيَّايَ فَنَزَعَهَا عَنِّي لَا أَقْدِرُ أَنْ أُعِيدَهُ كَمَا كَانَ وَأَمَّا شَتْمُهُ إِيَّايَ فَقَوْلُهُ لِي وَلَدٌ سُبْحَانِي أَنْ اتَّخَذَ صَاحِبَةً أَوْ لَدًا

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ

نے فرمایا۔ حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ آدم کے بیٹے نے مجھے جھٹلایا۔ حالانکہ یہ اس کے لائق نہیں تھا۔ اور اس نے مجھے گالی دی حالانکہ یہ اس کے لائق نہیں تھا۔ اس کا مجھے جھٹلانا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں اس بندے کو اس طرح لوٹانے پر قادر نہیں ہوں جس طرح وہ پہلے تھا۔ اور اس کا مجھے گالی دینا یہ ہے کہ اس کا کہنا ہے کہ میری اولاد ہے۔ حالانکہ میں بیوی یا اولاد رکھنے سے پاک ہوں۔

**تشریح از شیخ مدنی** | اللہ تعالیٰ کے نزدیک ابتداء پیدا کرنے اور اعادہ میں کوئی فرق نہیں۔ البتہ جب ہماری نسبت سے اعادہ تو اھوں ہے۔ تو باری تعالیٰ کے لئے کیسے مشکل ہوگا۔ جس نے بغیر نمونہ کے پہلے پیدا کیا ہے۔ فلسفی کہتا ہے کہ اعادہ معدوم محال ہے۔ کیونکہ قشخصات نہیں لوٹ سکتے۔ البتہ مثل پیدا ہو سکتا ہے۔ اور شخص میں زمان و مکان وغیرہ کو داخل کرتے ہیں۔ مگر بحث یہ ہے کہ شخص کس چیز کا نام ہے۔

شتم لغت میں ہر اس فعل کو کہتے ہیں جس میں شاتم شتم کی تھیقہ اور تذلیل کرتا ہو۔ ولد کی ضرورت بقاد نوع کی وجہ سے ہوتی ہے جب کہ شخص باقی رہنے والا نہ ہو۔ شمس و قمر کو تو ولد و تناسل کی ضرورت نہیں کیونکہ ان کے اشخاص موجود رہتے ہیں۔ نباتات حیوانات وغیرہ کے اشخاص باقی نہیں رہتے۔ بلکہ وہ معدوم ہو جاتے ہیں۔ تو ان کا مثل رہنا ضروری ہے۔ باری تعالیٰ اس سے منزہ ہیں کہ ان کی مثل ہو۔ ولد کے لئے مثل ہونا ضروری ہے۔ ورنہ بصورت دیگر اس کی توہین ہے۔ گدھے اور انسان میں کسی قدر تو شکرکت ہے مگر ممکن اور واجب الوجود میں تو کسی قسم کی شکرکت نہیں۔ بنا بریں باری تعالیٰ کے لئے بیٹا ٹھہرانے میں شتم کا درجہ اور بڑھ جائے گا۔ ایسے کسی ممکن کو اس کی بیوی قرار دیا جائے تو اس میں اس سے زیادہ توہین ہے۔

**بَابُ قَوْلِهِ وَاتَّخَذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى مِثْلَ ثِيَابِهِمْ**  
**يَرْجِعُونَ**

ترجمہ۔ وَاتَّخَذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى مِثْلَ ثِيَابِهِمْ (اسی سورت میں) مثابہ کا لفظ ہے۔ اس کا معنی مرجع یعنی لوٹنے کی جگہ اس سے ثیابوں یعنی لوٹتے ہیں۔  
 حدیث نمبر ۴۰۲۶ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ وَافَقْتُ اللَّهَ

فِي ثَلَاثٍ أَوْ أَفْقَرِي رَفِي فِي ثَلَاثٍ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَوْ اتَّخَذْتَ مَقَامَ إِبْرَاهِيمَ مُصَلِّيًّا فَاَنْزَلَ اللَّهُ وَالْأَخْذُ دَامِنٌ مَقَامَ إِبْرَاهِيمَ مُصَلِّيًّا وَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ يَدْخُلُ عَلَيْكَ الْبَدُّ وَالْفَاجِرُ فَلَوْ أَمَرْتَ أَتْمَهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ بِالْحِجَابِ فَاَنْزَلَ اللَّهُ آيَةَ الْحِجَابِ قَالَ وَبَلَّغْنِي مُعَاتِبَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْضَ نِسَائِهِمْ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِنَّ قُلْتُ إِنْ أَنْتِهَيْتُنَّ أَوْ لِيُبَدِّلَنَّ اللَّهُ رَسُولَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرًا مِنْكَ حَتَّى آتَيْتُ أَحَدِي نِسَائِهِمْ قَالَتْ يَا عَمْرَأُ مَا فِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَعْطِي نِسَاءَهُ حَتَّى يُعْظِمُنَّ أَنْتَ فَاَنْزَلَ اللَّهُ عَسَى رَبُّهُ إِنْ طَلَّقُوكَ أَنْ يُبَدِّلَهُ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِنْكَ مُسْلِمَاتٍ آلِيَّاتٍ وَقَالَ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ السَّمِعْتُ أَنَسًا عَنْ عُمَرَ -

ترجمہ۔ حضرت انس فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ کہ میں نے تین امور میں اللہ تعالیٰ کی موافقت کی یا میرے رب نے تین باتوں میں میری موافقت کی۔ ایک تو یہ کہ میں نے کہا یا رسول اللہ! کاش! آپ مقام ابراہیم کو جائے نماز بنالیتے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی۔ واتخذوا من مقام ابراہیم مصلیٰ دوسری بات یہ ہے کہ میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ کے پاس نیک و بد آدمی آتے رہتے ہیں۔ اگر آپ اتمہات المؤمنین کو پردہ کا حکم دیتے تو بہتر ہوتا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آیت حجاب نازل فرمائی۔ اور تیسرے یہ کہ مجھے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض ازواج پر ناراضگی کی خبر پہنچی۔ تو میں نے ان بیبیوں کے پاس آکر کہا۔ کہ تم آپ کو ستانے سے باز آ جاؤ۔ ورنہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو تم سے بہتر بیویاں بدل دے گا۔ یہاں تک کہ میں جب آپ کی بعض بیویوں یعنی حضرت زینبؓ کے پاس پہنچا۔ تو وہ کہنے لگیں۔ اے عمر! کیا اللہ کا رسول اپنی بیویوں کو نصیحت نہیں کر سکتا۔ یہاں تک کہ تم ان کی خیر خواہی کرنے لگے۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ عَسَى رَبُّهُ إِنْ طَلَّقَنَّ أَنْتَ يَبْدُلَهُ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِنْكَ مُسْلِمَاتٍ۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تم کو طلاق دے دیں۔ تو قریب ہے اس کا رب اسے تم سے بہتر بیویاں بدل دے۔ جو مسلمان اور فرمانبردار ہوں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | حضرت عمرؓ کی رائے کے مطابق قریباً چودہ پندرہ مقامات پر آیات نازل ہوتی ہیں جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الحق ینطق علی لسان عمرؓ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کا ارشاد ہے کہ پہلی امتوں میں محدث اور ٹھم لوگ ہوتے تھے۔ میری امت میں حضرت عمرؓ محدث ہیں۔ اس حدیث میں تین مقام کا ذکر ہے۔ اور کسی عدد کا ذکر کرنا ناذر کو منع نہیں کرتا۔ بہر حال حکم الہی ان کی رائے کے تابع نہیں۔ بلکہ ان کی رائے کے موافق نازل ہوا۔

مقام ابراہیم ایک پتھر کا نام ہے۔ بنا رکعبہ کے وقت جب ابراہیم علیہ السلام کو پتھر اٹھانے اور دیواریں اونچی لے جانے کی ضرورت پیش آئی۔ اس وقت لوگ مکہ میں موجود نہیں تھے۔ جن سے تعاون حاصل کیا جاتا۔ تو باری تعالیٰ نے جنت سے دو پتھر نازل فرمائے۔ جن پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ خانہ کعبہ کی تعمیر کرتے تھے۔ جس قدر اونچا نیچا ہونا ہوتا ان کے حکم کے مطابق یہ پتھر اونچے نیچے ہوتے رہتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یہ دونوں پتھر باقوت کے تھے۔ جو جنت سے آئے تھے جن کا نور سلب ہو گیا۔ تعمیر مکمل ہو جانے کے بعد ایک پتھر کو حجر اسود کی شکل میں کھرا کیا گیا۔ جو بنو آدم کے ذنوب کو مقناطیس کی طرح کھینچنے کی وجہ سے سیاہ ہو گیا۔ اور مقام ابراہیم کا پتھر ابھی تک سفید ہے۔ حجر اسود کو مشرقی جنوبی کونے پر نصب کیا گیا۔ اور دوسرے کو باب کعبہ کے سامنے رکھ دیا گیا۔ جس کے ارد گرد چھوٹا سا حجرہ بنایا گیا۔ جس میں وہ اب تک محفوظ چلا آتا ہے۔ ایام جاہلیت میں وہ اسی طرح بند رہتا تھا۔ جیسے اب ہے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! اس حجر اسود کو درمیان میں لے کر مقام ابراہیم کو مصلیٰ بنا دیا جائے۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ایک جماعت کہتی ہے مصلیٰ علیہ نہیں مصلیٰ الیہ ہے۔ جس کا حکم رکعتی الطواف ہے۔ طواف کے سات اشواط میں سے ہر شوط پر حجر اسود کی تقبیل کرنا۔ اور اس کے قریب خانہ کعبہ کا شرقی جانب دروازہ ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے تو مشرق و مغرب میں دو دروازے بنائے تھے۔ مگر قریش نے اپنے مفاد کے لئے ایک دروازہ کر دیا۔ اشواط کے اختتام پر رکعتی الطواف ادا کرنا واجب ہے۔ بہتر یہ ہے کہ مقام ابراہیم پر پہنچ کر خانہ کعبہ کو اپنے مواجہہ پر کرے۔ حجر اسود اور خانہ کعبہ کے درمیان مقام ابراہیم کو رکھے۔ اگر ارشاد حام کی وجہ سے ایسا نہ کر سکے۔ تو پھر مسجد حرام میں جس جگہ چاہے رکعتی الطواف پڑھ سکتا ہے۔

مقام ابراہیم میں اس توجیہ پر من زائد ہوگا۔ اور مقام ابراہیم سے پتھر مراد ہوگا۔ اور بعض حضرات مقام ابراہیم سے کعبہ مراد لیتے ہیں۔ تو اس وقت من تبعیفیہ ہوگا۔ اسی اتخذوا بعضو الکعبۃ مصلیٰ الیہ اور بعض نے تمام حرم مع بیت اللہ مراد لیا ہے۔ اس پر بھی من تبعیفیہ ہوگا۔ تو مصلیٰ

سے مصلیٰ فیہ مراد ہوگا۔ رکعتی الطواف کے لئے حکم یہی ہے کہ حرم کے اندر پڑھی جائیں۔ حد و حرم سے باہر ادا کرنے میں کلام ہے۔ اور چوتھی توجیہ یہ ہے کہ مقام ابراہیم سے مشاہد حج مراد ہوں۔ چونکہ ان کے بیان کرنے والے ابراہیم ہیں۔ اس لئے اس سے مشاعر و مشاہد حج مراد لئے گئے۔ اور مصلیٰ سے محلاً فیہ ہوں گے۔ امام بخاری پہلی توجیہ کو ترجیح دیتے ہیں۔

دوسری بات یہ تھی کہ ابھی تک نزول آیت حجاب نہیں ہوا تھا۔ ہر فاسق و صالح آپ کے پاس آتا جاتا تھا۔ آپ ان کو تبلیغ کرتے، مناظرہ ہوتا، سب کے سب مسلمان نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ مشرک۔ منافق و فاسق بھی ہوتے تھے۔ ان کی نگاہیں از داج مطہرات پر پڑتی تھیں۔ اس لئے ان کو حضرت عمرؓ نے حجاب میں بیٹھنے کا مشورہ دیا۔ تو لاتبرعن تبرج الجاہلیۃ نازل ہوئی۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یُخٰیضُکُمْ فِیْ رِسْوَلِ اللّٰهِ یَسُوْلُکُمْ فِیْ مَا لَیْفَطُ نِسَاَئُکُمْ اُوْا سَیْرَ عَلٰی رِجْلِکُمْ  
اما فی رسول اللہؐ اسی لیس کفایت فی رسول اللہؐ مالیفط نساۃ تو اس پر علی ربہؑ  
آیت نازل ہوئی۔

## بَابُ قَوْلِهِ تَعَالٰی وَاذِیْرَفُعْ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاسْمِعِیْلُ

الْقَوَاعِدُ اَسَاسُہٗ وَاَحَدُہُمَا قَاعِدَةٌ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ وَاَحَدُہَا قَاعِدٌ  
ترجمہ۔ قواعد جمع قاعدہ کی جس کے معنی بنیاد کے ہیں اور جو قواعد عورتوں کے لئے ہیں اس کی واحد  
قاعدہ ہے۔ یعنی تائید کے ساتھ جو مفرد ہے اس کے معنی اساس کے ہیں۔ اور جس قواعد کا مفرد قاعدہ ہے  
بغیر تائید کے ہے وہ عورت جو حیض۔ ولد اور زوج سے بیٹھ جائے۔

حدیث نمبر ۴۰۲۸ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ  
وَسَلَّمَ قَالَ اَلَمْ تَرِیْ اَنَّ قَوْمَکَ بَنَوْا الْکُعْبَةَ وَاقْتَصَرُوا عَلٰی قَوَاعِدِ اِبْرٰهٖمَ  
فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا تَرُدُّہَا عَلٰی قَوَاعِدِ اِبْرٰهٖمَ قَالَ لَوْ لَا حِذَانُ قَوْمِکَ  
بِالْکُفْرِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰہِ بَنُوْا عَمْرٌ لَّنْ کَانَ عَائِشَةُ سَمِعَتْ ہٰذَا مِنْ  
رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اَرٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

تَرَكَ اسْتِلاَمَ الرُّكْنَيْنِ الَّذَيْنِ يَلِيَانِ الْحَجَّةَ لَا اِنَّ الْبَيْتَ لَمُيْتَمَمٌ  
عَلَى قَوَاعِدِ اِبْرَاهِيمَ -

ترجمہ۔ حضرت عائشہ زوجہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تیری قوم قریش نے جب کعبۃ اللہ کی تعمیر شروع کی اور انہیں ابراہیمؑ کی بنیادوں سے تعمیر کو روک دیا۔ کیونکہ چندہ کم ہو گیا تھا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ اس کو ابراہیمؑ کی بنیادوں پر نہیں لوٹا دیتے۔ آپ نے فرمایا۔ اگر تیری قوم کفر سے نئی نئی نہ نکلی ہوتی تو میں ایسے کر دیتا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں۔ یقیناً یہ بات حضرت عائشہؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا ہوں کہ آپ نے ان دو رکنوں کو ہاتھ لگانا چھوڑ دیا۔ جو حطیم کے متصل ہیں۔ کیونکہ بیت اللہ کی تعمیر ابراہیمؑ کی رکھی ہوئی بنیادوں پر پوری نہیں ہوتی تھی۔ چھ گز زمین چھوڑ دی گئی ہے۔

تشریح از شیخ محمد فی [القواعد من النساء یہ الفاظ سورۃ نور کی آیت کے ہیں۔ لیکن اتحاد

لفظی کی بنا پر محض فرق بیان کرنے کے لئے اس مقام سے اسے ذکر کر دیا۔ قواعد کا تعلق جب اساس وغیرہ سے ہو تو اس کا مفرد قاعدہ ہوگا۔ اور قواعد من النساء میں قواعد کا مفرد قاعدہ ہوگا۔ چونکہ قعود عن الحيض والنكاح والولد عورتوں کے ساتھ مختص ہے۔ اس لئے تالانے کی ضرورت نہیں۔ جیسے حائض میں تاک کی ضرورت نہیں۔

ان قومک میں جمیع قریش مراد ہیں۔ محض حضرت عائشہؓ کی قوم مراد نہیں۔ کیونکہ محض ان کے قبیلہ کے لوگ شامل نہیں تھے۔ بلکہ سب قریش تھے۔

بَابُ قَوْلِهِ تَعَالَى قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا -

حدیث نمبر ۴۰۲۹ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الْعَنَ ابْنُ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ أَهْلُ الْكُتُبِ يَفْرَعُونَ التَّوْرَةَ بِالْعِبْرَانِيَّةِ وَيُفَسِّرُونَهَا بِالْعَرَبِيَّةِ لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُصَدِّقُوا أَهْلَ الْكُتُبِ وَلَا تَكْذِبُوا بِهِمْ وَقُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ - الْآيَةُ -



ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اہل کتاب یعنی یہود اپنی کتاب تورات کو عبرانی زبان میں پڑھتے تھے۔ اور اہل اسلام کے لئے اس کی تفسیر عربی زبان میں کرتے تھے۔ جس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ تو تم اہل کتاب کی تصدیق کرو۔ ممکن ہے۔ وہ کلام منحرف ہو اور نہ اسے جھٹلاؤ۔ ممکن ہے حق ہو۔ بلکہ یوں کہو کہ ہم تو اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہماری طرف اتاری گئی۔

**بَابُ قَوْلِهِ تَعَالَى سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّهُمْ عَن قِبَلَتِهِ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا قُلْ لِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ**

**حدیث نمبر ۴۰۳۰** حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ عَنِ الْبَرَاءِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى إِلَى بَيْتِ الْمُقَدَّسِ سِتَّةَ عَشَرَ شَهْرًا أَوْ سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا وَكَانَ يُعِجِبُهُ أَنْ تَكُونَ قِبَلَتُهُ قِبَلَ الْبَيْتِ وَأَنَّهُ صَلَّى أَوْصَلَاهَا صَلَوةَ الْعَصْرِ وَصَلَّى مَعَهُ قَوْمٌ فَخَرَجَ رَجُلٌ مَقْنٌ كَانَ صَلَّى مَعَهُ فَمَرَّ عَلَى أَهْلِ الْمَسْجِدِ وَهُمْ رَاكِعُونَ قَالَ أَشْهَدُ بِاللَّهِ لَقَدْ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ مَكَّةَ فَنَادُوا وَكَانَ مَا هُمْ قِبَلَ الْبَيْتِ وَكَانَ الَّذِي مَاتَ عَلَى الْقِبْلَةِ قَبْلَ أَنْ تَحُولَ قِبَلَ الْبَيْتِ رِجَالٌ وَقَتِلُوا أَلَمْ نَذَرْ مَا نَقُولُ فِيهِمْ فَأَنْزَلَ اللَّهُ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَكَرِيمٌ

ترجمہ: حضرت براءؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کی طرف سو لہ یا سترہ ماہ منہ کر کے نماز پڑھی۔ آپؐ چاہتے ہی تھے کہ آپؐ کا قبلہ بیت اللہ کی طرف ہو جائے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپؐ نے عصر کی نماز بیت اللہ کی طرف منہ کر کے پڑھی۔ قوم نے بھی آپؐ کے ہمراہ اس طرف نماز پڑھی۔ تو ان میں سے ایک جس نے آپؐ کے ساتھ نماز پڑھی تھی۔ ایک مسجد قبائر والوں کے پاس سے اس کا گزر ہوا۔ جو رکوع کی حالت میں تھے۔ اس نے کہا میں اللہ کے نام کی گواہی دیتا ہوں کہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ کی طرف نماز پڑھ کر آیا ہوں۔ تو وہ لوگ جس حالت میں تھے۔ اسی حالت میں بیت اللہ کی طرف گھوم گئے۔ اور جو لوگ تحویل قبلہ سے پہلے وفات پا چکے یا کچھ آدمی

قتل ہو چکے۔ ہمیں معلوم نہیں تھا کہ ہم ان کے بارے میں کیا کہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی۔ ترجمہ۔ کہ اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں ہے۔ کہ وہ تمہاری نمازیں ضائع کرے تم نے تو حکم کی تعمیل کی تمہیں پورا ثواب ملے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر بڑے مہربان اور رحم کرنے والے ہیں۔

**بَابُ قَوْلِهِ وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا۔**

**حدیث نمبر ۴۰۳۱** حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ رَاشِدٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْعِي نُوحٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَقُولُ لَبَيْكَ وَسَعْدِيكَ يَا رَبِّ فَيَقُولُ هَلْ بَلَغْتَ فَيَقُولُ نَعَمْ فَيَقَالُ لِأُمَّتِهِ هَلْ بَلَغْتُمْ فَيَقُولُونَ مَا آتَانَا مِنْ نَذِيرٍ فَيَقُولُ مَنْ يَشْهَدُ لَكَ فَيَقُولُ مُحَمَّدٌ وَأُمَّتُهُ فَيَشْهَدُونَ أَنَّهُ قَدْ بَلَغَ وَيَكُونُ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا فَذَلِكَ قَوْلُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا وَالْوَسْطُ الْعَدْلُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن حضرت نوح علیہ السلام کو بلایا جائے گا۔ وہ فرمائیں گے لبیک اے میرے رب میں حاضر ہوں۔ وسعدیک۔ اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کہ کیا آپ نے میرے احکام کی تبلیغ کی تھی۔ وہ فرمائیں گے۔ ہاں۔ تو ان کی امت سے پوچھا جائے گا کہ انہوں نے تمہیں تبلیغ کی تھی۔ وہ کہیں گے کہ ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ تو اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام سے پوچھیں گے۔ کوئی شخص تمہارے لئے گواہی دے گا۔ وہ فرمائیں گے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت ہے۔ پس یہ لوگ گواہی دیں گے کہ واقعی نوح علیہ السلام نے تبلیغ کی تھی۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری تصدیق کے لئے گواہی دیں گے۔ جرح ہوگی کہ تمہیں کیسے علم ہوا۔ وہ کہیں گے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خبر دی کہ ان انبیاء اور رسل نے تبلیغ کی پس ہم نے ان کی تصدیق کی۔ اسی کو اللہ تعالیٰ وجہ ذکر نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے کہ اس طرح ہمارا یہ انعام ہے کہ ہم نے تمہیں عادل امت

بنایا۔ تاکہ سرکاری گواہ کی حیثیت سے تم لوگوں پر گواہی دو۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے اوپر گواہ ہوں گے۔ وسط کا معنی عدل ہے۔

**بَابُ قَوْلِهِ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ  
مَنْ يَتَّبِعَ الرَّسُولَ**

حدیث نمبر ۴۰۳۲ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ ابْنِ عُمرَ بْنِ الدِّينَارِ النَّاسِ يُصَلُّونَ الصُّبْحَ فِي مَسْجِدِ قُبَاءٍ إِذْ جَاءَ جَاءٌ فَقَالَ أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُرْآنًا أَنْ يَسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ فَاسْتَقْبَلُوهَا فَتَوَجَّهُوا إِلَى الْكَعْبَةِ۔ ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ دریں اثنا لوگ مسجد قبا میں فجر کی نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک آنے والے نے آکر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن اتارا ہے کہ وہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں۔ پس تم بھی اس کی طرف منہ کر دو۔ پس وہ لوگ کعبہ کی طرف پھر گئے۔

**بَابُ قَوْلِهِ قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ إِلَى عَمَّا تَعْمَلُونَ**  
حدیث نمبر ۴۰۳۳ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ لَمَّا بَقِيَ مَقَامُ الْقِبْلَتَيْنِ غَيْرِي۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میرے سوا اب ان لوگوں میں سے کوئی باقی نہیں رہا۔ جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی۔ بیت المقدس اور بیت اللہ مراد ہیں۔

**بَابُ قَوْلِهِ وَلِلَّذِينَ آمَنُوا وَلِلَّذِينَ آمَنُوا بِكُلِّ آيَةٍ مَّا تَبَعُوا  
قَوْلَكَ**

حدیث نمبر ۴۰۳۴ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ ابْنِ عُمرَ بْنِ الدِّينَارِ النَّاسِ فِي الصُّبْحِ يَقْبِأُ جَاءَهُمْ رَجُلٌ فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَنْزَلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ قُرْآنًا وَأَمْرًا أَنْ يَسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ إِلَّا فَاسْتَقْبِلُوهَا

وَكَانَ وَجْهُ النَّاسِ إِلَى الشَّامِ فَاسْتَدَارُوا بِوُجُوهِهِمْ إِلَى الْكُعْبَةِ -

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ دریں اثنا لوگ صبح کی نماز میں قبا کے اندر تھے کہ ایک آدمی نے ان سے آکر کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج رات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن اتر چکا ہے۔ اور آپ کو حکم دیا گیا ہے کہ آپ کعبہ کی طرف منہ کریں۔ خبردار! تم لوگ بھی اسی طرف منہ کرو۔ لوگوں کا منہ شام کی طرف تھا۔ تو انہوں نے اپنے چہروں کو کعبہ کی طرف پھیر دیا۔

تشریح از قاسمیؒ حدیث باب کو آیتہ کریمہ سے مطابقت اس طرح ہوتی کہ مسلمانوں نے محض ایک شخص کی خبر سے آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کیا۔ بخلاف اہل کتاب کے کہ اگرچہ ان کے پاس ہر قسم کے دلائل پیش کر دیے گئے۔ پھر بھی اتباع نہیں کیا۔

بَابُ قَوْلِهِ الَّذِينَ اتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ  
ابْنَاءَهُمْ ۚ

حدیث نمبر ۲۰۳۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ كُزَيْمَةَ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ بَيْنَا النَّاسُ بِقُلَّةٍ فِي صَلَوةِ الصُّبْحِ إِذْ جَاءَهُمْ نَقَالُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ قُرْآنٌ وَقَدْ أَمَرَ أَنْ يُسْتَقْبَلَ الْكُعْبَةُ فَاسْتَقْبَلُوهَا وَكَانَتْ وَجُوهُهُمْ إِلَى الشَّامِ فَاسْتَدَارُوا إِلَى الْكُعْبَةِ -

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ دریں اثنا قبا میں لوگ صبح کی نماز میں تھے کہ اچانک ایک آنے والا ان کے پاس آکر کہنے لگا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر آج رات قرآن اتر چکا ہے اور آپ کو کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم ہوا ہے۔ پس تم بھی اس کی طرف منہ کرو۔ جب کہ ان کے چہرے شام کی طرف تھے۔ پس وہ لوگ کعبہ کی طرف پھر گئے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | الَّذِينَ اتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ ۖ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اہل کتاب جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اچھی طرح پہچانتے ہیں کہ آپ وہی نبی موعود ہیں جن کی تصریفیں تورات میں بیان کی گئی ہیں۔ ان میں سے یہ بھی ہے کہ وہ ابتداءً بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں گے۔ اور

آخر میں تحویل قبلہ ہوگی۔ تو آپؐ آخر اربعہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں گے۔ تو اس حیثیت سے ان کی پہچان تحویل قبلہ کے معاملہ سے ہوگئی۔ تو اب اس حدیث کو اس باب میں لانے کے لئے یعرفونہ کی ضمیر تحویل کی طرف راجع کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ کیونکہ اس کے بغیر بھی مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کو پہچاننا آپؐ کے جمیع احوال کا پہچانا ہے۔ جو آپؐ کے ساتھ مخصوص ہیں خصوصاً تحویل قبلہ کا معاملہ تو تورات میں آپؐ کی علامت کے طور پر لکھا ہوا تھا۔

**تشریح از شیخ زکریا** | حضرت قطب گنگوہیؒ نے جو توجیہ حدیث بیان کی ہے۔ قسطلانی کی روایت

سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ کہ حضرت عمرؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حضرت عبد اللہ بن سلامؓ سے پوچھا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ میں اپنے بیٹے کی بنسبت آپؐ کو بہتر طریق سے جانتا ہوں۔ اس لئے کہ مجھے اپنے والد میں شک ہو سکتا ہے کہ کہیں اس کی ماں نے خیانت کی ہو۔ لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ جاننا چاہیے کہ امام بخاریؒ نے اس مقام پر کتنی باب باندھے ہیں۔ اور ان میں اس رکوع کی کئی آیات ذکر فرمائی ہیں۔ اور ہر باب میں وہی ایک حدیث تحویل قبلہ والی ذکر فرمائی ہے۔ اور یہ طریقہ امام بخاریؒ نے سورۃ منافقین میں اختیار کیا ہے۔ شرح میں سے کسی نے اس طرف توجہ نہیں فرمائی۔ لیکن قطب گنگوہیؒ نے اس کی بہترین توجیہ بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ شیخ مکیؒ فرماتے ہیں یہ سورۃ منافقون ابن ابی کے قصہ میں دفعہ واحدہ نازل ہوئی ہے۔ تعدد آیات اور تکرار قصہ سے امام بخاریؒ کا مقصد یہ بتلانا ہے۔ کہ ان آیات میں سے کوئی آیت اس قصہ سے باہر نہیں ہے۔ یہی توجیہ یہاں بھی چلے گی۔ کہ یہ تمام آیات تحویل قبلہ کے واقعہ میں نازل ہوئی ہیں۔ علامہ عینیؒ بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔ کہ یکمتمون اسی صفة النبی واستقبال الکعبۃ۔ الحدیث۔

**تشریح از قاسمی** | امام بخاریؒ کا مقصد حدیث کو دونوں بابوں میں لانے سے یہ ہے۔ کہ

عدم اتباع کا مفہوم جو آیت کریمہ سے لیا گیا ہے۔ وہ جمیع اہل کتاب کو شامل نہیں۔ بلکہ ان میں سے بعض جیسے عبد اللہ بن سلامؓ فرماتے ہیں۔ اشک فی ابنی ولا اشک فی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ چنانچہ نظم دانی میں الذین اتیناھم الکتاب یعرفونہ الخ اس تخصیص کی طرف اشارہ ہے اور ثانیاً تنصیف فی المؤمنین کے لئے طوسی حدیث کو ذکر کیا۔ کہ خواہ وہ مؤمنین اہل کتاب ہوں یا غیر اہل کتاب ان دونوں کا حال ایک ہے۔ وہ حق کو نہیں چھپاتے۔ بلکہ بغیر کسی توقف کے جلد ہی حق کو قبول کرتے ہیں۔ تو اس

طرح آیت کریمہ کا مقصود بھی بیان ہو گیا اور احادیث کے درمیان مطابقت اور موافقت بھی ہو گئی۔  
یہ فرقہ کی ضمیر مفعول النبی صلی اللہ علیہ وسلم بنعتہ و صفہ کی طرف راجع ہوگی۔ بعض نے اس کا  
مرجع قرآن اور بعض نے تحویل قبلہ بتا دیا ہے۔ مگر صحیح یہی ہے کہ النبی بنعتہ مرجع ہے۔

## بَابُ قَوْلِهِ وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّیُّهَا فَاسْتَبِقُوا

### الْخَيْرَاتِ

حدیث نمبر ۴۰۳۶ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعُثْمَانِ السَّمْعَتِيُّ الْبَرَاءَ قَالَ  
صَلَّيْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحَوُّبَيْتِ الْعَقْدُسِ سِتَّةَ عَشَرَ  
أَوْ أَرْبَعَةَ عَشَرَ شَهْرًا ثُمَّ صَرَفَهُ نَحْوَ الْقِبْلَةِ۔

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیت المقدس  
کی طرف سولہ یا سترہ ماہ تک نماز پڑھی۔ پھر آپ کو اللہ تعالیٰ نے قبلہ کی طرف پھیر دیا۔ اور یہ تحویل قبلہ  
کا واقعہ ۵ رجب المرجب بعد الزوال کا ہے۔ اور بارہ ربیع الاول ہجر کے دن مدینہ میں تشریف  
لائے تھے۔ اس لئے کہ کسر کو شمار کر کے سترہ اور کسر حذف کر دیا جائے تو سولہ ماہ بنتے ہیں۔

## بَابُ قَوْلِهِ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ

### الْحَرَامِ الشَّطْرَةُ تِلْقَاءَهُ۔

حدیث نمبر ۴۰۳۷ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ السَّمْعَتِيُّ ابْنُ عُمَرَ يَقُولُ  
بَيْنَا النَّاسُ فِي الصُّبْحِ بِقُبَاءٍ إِذْ جَاءَهُمْ رَجُلٌ فَقَالَ أَنْزِلَ اللَّيْلَةَ قُرَاتٌ  
فَأَمْرَانِ يَسْتَقْبِلُ الْكُعْبَةَ فَاسْتَقْبِلُوهَا وَاسْتَدَارُوا كَهَيْئَتِهَا فَتَوَجَّهُوا  
إِلَى الْكُعْبَةِ وَكَانَ وَجْهُ النَّاسِ إِلَى الشَّامِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ دریں اثنا لوگ صبح کی نماز میں قباء کے اندر تھے کہ اچانک  
ایک آدمی نے آکر کہا کہ آج رات جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن اترا ہے۔ پس آپ کو حکم  
دیا گیا ہے کہ آپ کعبہ کی طرف منہ کریں۔ پس تم بھی اس کی طرف منہ کر دو۔ چنانچہ وہ اسی حالت میں پھر گئے۔

اور کعبہ کی طرف منہ کر لیا۔ پہلے ان کا منہ شام کی طرف تھا۔

## بَابُ قَوْلِهِ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

حدیث نمبر ۴۰۳۸ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ بَيْنَمَا النَّاسُ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ بِقُبَاءٍ إِذْ جَاءَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَنْزَلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ وَقَدْ أُمِرَ أَنْ يَسْتَقْبِلَ الْكُعْبَةَ فَاسْتَقْبَلُوهَا وَكَانَتْ وُجُوهُهُمْ إِلَى الشَّامِ فَاسْتَدْرَكُوا إِلَى الْقِبْلَةِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں۔ دریں اثنا لوگ قباہ کے اندر صبح کی نمازیں تھے۔ کہ اچانک ایک آنے والے نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آج رات وحی اتر چکی ہے۔ اور آپؐ کو استقبال کعبہ کا حکم دیا گیا ہے۔ پس تم بھی اس کا استقبال کرو۔ جب کہ ان کے چہرے شام کی طرف تھے۔ پس وہ لوگ قبلہ کی طرف پھر گئے۔

**تشریح از قاسمی** | بعض روایات میں صلوٰۃ العصر اور بعض میں صلوٰۃ الظهر مراد ہے۔ تو جمع کی صورت یہ ہے۔ کہ مسجد بنی سلمہ میں صلوٰۃ عصر کی نماز میں تحویل قبلہ ہوئی۔ قباہ خارج مدینہ ہے۔ ان کو دوسرے روز صبح کی نمازیں اطلاع ہوئی۔ اور استقبال قبلہ کا بار بار حکم اس لئے دیا گیا کہ نسخ کا معاملہ پہلے پہل اسلام میں واقع ہوا۔ اس لئے اس کی مرآت تاکید کی ضرورت تھی۔ یہ احوال مختلفہ پر محمول ہے۔ انفرادی اجتماعی۔ سفر و حضر سب کے احکام قبلہ تھے۔

## بَابُ قَوْلِهِ إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ

شَعَائِرُ عُلَامَاتٌ وَاحِدَةٌ شَعِيرَةٌ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ الصَّفَوَانُ الْحَبَرُ وَيُقَالُ الْحِجَابَةُ الْعُلْسُ الَّتِي لَا تُنْبِتُ شَيْئًا وَالْوَحْدَةُ صَفْوَانَةٌ بِمَعْنَى الصَّفَا وَالصَّفَا لِلْجَمْعِ۔

ترجمہ۔ شعائر بمعنی نشانیاں۔ اس کا مفرد شعرة بمعنی علامت ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ صفوان کے معنی

پتھر کے ہیں۔ اور بعض نے کہا چکنا پتھر جو کچھ نہیں آگاتا۔ اس کا واحد صفوا ننتہ ہے۔ جس کے معنی ٹھیلے ہیں۔ اور الصفا سب کے لئے ہے۔

**حدیث نمبر ۴۰۳۹** حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ عَنْ أَبِيهِ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّهُ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ حَدِيثُ النَّبِيِّ أَرَأَيْتَ قَوْلَ اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوْ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا مَا أَرَى عَلَى أَحَدٍ شَيْئًا أَنْ لَا يَطَّوَّفَ بِهِمَا فَقَالَتْ عَائِشَةُ كَلَّا لَوْ كَانَتْ كَمَا تَقُولُ كَانَتْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ لَا يَطَّوَّفَ بِهِمَا إِنَّمَا أُنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِي الْأَنْصَارِ كَأَنْوَائِهِمْ لِيَمْنًا وَكَانَتْ مَنَاءً حَذَّ وَقَدِيدٍ وَكَأَنْوَائِهِمْ حَرَّ جَوْنٍ أَنْ يَطَّوَّفُوا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَلَمَّا جَاءَ الْإِسْلَامُ سَأَلُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوْ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا۔

ترجمہ: حضرت عروہ بن الزبیر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ زوجہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ جب کہ میں نو عمر لڑکا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں فرمائیے۔ ان الصفا والمروة میں تو سمجھتا ہوں کہ اس آیت کے ذریعہ ہر شخص کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ ان دونوں کا طواف کرے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ ہرگز ایسا نہیں۔ اگر ایسے ہوتا جیسے تم کہتے ہو۔ تو پھر کلام الہی میں یوں ہوتا۔ لا جناح علیہ ان لا یطوف بہما واقعہ یہ ہے کہ یہ آیت کہ ہمہ انصار کے بارے میں نازل ہوئی جو اسلام لانے سے پہلے حج کرنے کے لئے مناء بیت کے لئے احرام باندھتے تھے۔ جو قدید مقام کے مقابل تھا۔ اساف اور ناکہ صفا اور مروۃ پہاڑیوں پر دو بیت تھے۔ جن کے درمیان طواف کرنا گناہ سمجھتے تھے۔ جب اسلام آگیا تو دوسرے مسلمانوں کی طرح انہوں نے بھی اس بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ تو یہ آیت ان الصفا والمروة نازل ہوئی۔

**حدیث نمبر ۴۰۴۰** حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ سُلَيْمَانَ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَقَالَ كُنَّا نَرَى أَنَّ هُمَا مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا كَانَ الْإِسْلَامُ أَمْسَكْنَا عَنْهُمَا فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ

ترجمہ: حضرت عاصم بن سلیمان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے صفا و مروۃ کے درمیان طواف



کرنے کے بارے میں دریافت کیا۔ فرماتے ہیں۔ ہم تو اسے جاہلیت کا معاملہ سمجھتے تھے۔ پس جب اسلام آگیا تو ہم ان کے طواف کرنے سے رک گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت ان الصفا والمروة انزل فرمائی۔

**تشریح از شیخ مدنی** شعروہ مايشعر بہ یعنی جو چیزیں دین کے لئے خصوصیت رکھتی ہیں۔ کہ ان کو دیکھ کر وہ دین یاد آجاتا ہے۔ ان کو شعائر کہا جائے گا۔ ایسے جو زمان یا مکان اللہ تعالیٰ کے ساتھ خصوصیت رکھے گا انہیں بھی شعائر اللہ کہا جائے گا۔ جیسے شعائر اللہ میں سے مساجد اور قرآن مجید ہے۔ ایسے صفا و مروہ کو بھی شعائر اللہ میں سے کہا گیا ہے۔

صفوان مطلق پتھر کو کہتے ہیں اور ایسے پتھر کو امس کہتے ہیں جس پر کوئی آگنے والی مٹی نہ ہو۔ اب ایک خصوصی پہاڑی کو صفا کہا جاتا ہے۔ یا تو اس لئے کہ اس کے پتھر امس ہیں۔ یا بغیر کسی قید کے صفا کہا جاتا ہے۔ اسی طرح مروہ بھی ایک پہاڑی کا نام ہے۔ جو صفا کی شمالی جانب کو ہے۔ صفا اور مروہ کے درمیان سب سے دور ڈرنے کی جگہ ہے۔ جب کہ ان کے درمیان وادی تھی اب تو مٹی بھر دی گئی ہے۔ ان دونوں پہاڑیوں پر زمانہ جاہلیت میں دو بت اساف اور ناکہ رکھے ہوئے تھے۔ بعض قبائل کو ان سے تعلق تھا اور بعض کا تعلق منات وغیرہ سے تھا۔ مشہور تھا کہ منات۔ اساف اور ناکہ کے درمیان عداوت تھی۔ ان کے متعلقین کے درمیان بھی عداوت پھیل گئی۔

منات طاغیہ مقام قدید پر تھا۔ جو لوگ اس سے متعلق تھے۔ وہ خانہ کعبہ کا طواف تو کرتے تھے۔ لیکن صفا و مروہ پر نہیں جاتے تھے۔ اور جو اساف اور ناکہ سے تعلق رکھتے وہ منات طاغیہ کے پاس نہیں جاتے تھے۔ اب دونوں قبائل اسلام لائے۔ تو اساف اور ناکہ کے متعلقین کہنے لگے کہ اب ہم مسلمان ہو گئے ہیں۔ ہمیں بتوں کا طواف نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ یہ جاہلیت کا عمل ہے۔ اور منات والوں کو دو شبہ پیش آئے۔ ایک تو کراہت طبعی تھی۔ دوسرے جاہلیت کا فعل تھا۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے دونوں کو نصیحت فرمائی۔ کہ صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی یاد گاریں ہیں۔ ان کے درمیان طواف کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بظاہر لاجناب کہنے سے ان کا طواف کرنا واجب اور فرض ثابت نہیں ہوتا۔ حالانکہ شوافع اور مالکیہ کے نزدیک سعی بین الصفا والمروة ارکان حج میں سے ہے۔ احناف کے نزدیک واجب ہے۔ امام احمد کی مشہور روایت یہ ہے۔ کہ سعی کرنا سنت ہے۔ غرضیکہ مباح اسے کوئی نہیں کہتا۔ جو لاجناب کا مصداق ہے۔ حضرت عروہ بن الزبیرؓ اپنی خالہ حضرت عائشہؓ سے یہی پوچھ رہے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ جو کچھ تم نے سمجھا ہے۔

ایسا نہیں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ گناہ کی نفی تو فرض و واجب سنن اور مباحات کے کرنے میں ہے۔ فرض وہ ہے۔ مایثاب فاعلہ یحاتب تارکہ ولا یکفر جاہدہ کہ جس کے کرنے والے کو ثواب ملے چھوڑنے والے کو سزا ملے۔ اور انکار کرنے والے کی تکفیر کی جائے۔ واجب وہ ہے۔ یشاب فاعلہ ویحاتب تارکہ ولا یکفر جاہدہ کہ کرنے والے کو ثواب نہ کرنے والے کو سزا اور انکار کرنے والے کی تکفیر نہ کی جائے۔ اور سنت وہ ہے۔ یشاب فاعلہ یحاتب تارکہ ولا یکفر جاہدہ کہ جس کے کرنے والے کو ثواب نہ کرنے والے کو عتاب اور اس کا منکر کافرنہ ہوگا۔ مباح وہ ہے۔ یشاب فاعلہ ولا یحاتب تارکہ ولا یکفر جاہدہ۔ مباح یہ کہ جس کے کرنے والے کو ثواب نہ کرنے والوں کو ملامت بھی نہ ہوگی اور منکر کی تکفیر بھی نہ کی جائے گی۔

اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے لاجنباح فرمایا کہ اس کے کرنے پر گناہ نہیں ہے۔ جس میں چار چیزیں آ سکتی ہیں۔ ممکن ہے فرض ہو واجب ہو سنت ہو یا مباح ہو۔ حضرت عروہؓ نے عدم طواف پر نفی جملہ سمجھا۔ حالانکہ یہ حرام اور مکروہ پر ہوتی ہے۔ اور یہ بات آیت سے سمجھ میں نہیں آتی۔ پھر سوال ہوتا ہے کہ یہ ایچ پیچ کیوں کیا گیا۔ تو جواب یہ ہے کہ شبہ ان لوگوں کو ترک یعنی عدم طواف میں نہیں تھا۔ بلکہ شبہ طواف کرنے میں تھا۔ حضرت عائشہؓ کی روایت اس جگہ مختصر ہے۔ دوسری جگہ دونوں فریقوں کا ذکر آجائے گا اس جگہ تو محض ایک فریق کا ذکر ہوا۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | الصفوان الحمر ۶۴۵ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حجر سے جنس متفرق مراد ہے۔ تو اتنی قدر میں تو دونوں تفسیروں میں اختلاف نہیں ہے۔ اور ملاستہ کی قید لگا کر شاید حضرت ابن عباسؓ اس تفسیر سے جنس کی تعین کرنا چاہتے ہیں۔ نوع مقصود نہیں۔ اس صورت میں بھی کوئی اختلاف نہیں۔ البتہ جب اس کی تفسیر سے جمع مراد لیا جائے۔ تو پھر اعتراض ہوگا کہ اس کی طرف تو آیت کریمہ کے اندر مفرد کی ضمیر راجع ہے۔ جمع کیسے مراد ہوگی۔

مثل صفوان علیہ اتراب تو اس کا جواب یہ ہے کہ صفوان اسم جنس ہے۔ جو مفرد اور جمع دونوں پر اطلاق ہوتا ہے۔ ہاں مفرد اور جمع میں فرق اس طرح ہوگا کہ مفرد میں تازاندہ لائی جائے گی۔ صفوانۃ کہا جائے گا۔ اور جمع کے لئے صفا۔ تو اب ابن عباسؓ اور دوسری تفسیر میں مخالفت نہ ہوگی۔ خلاصہ یہ ہے کہ صفا کا اطلاق مفرد و جمع دونوں پر ہوتا ہے۔ البتہ مفرد کی تخصیص تازاندہ کر کے کی جائے گی۔ بنا بریں قولہ بمعنی الصفا کا تعلق صفوان سے ہوگا۔ صفوانۃ سے نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ صراحت ہو گئی کہ صفوان

جمع ہے صفوانۃ جمع نہیں ہے۔ تو صفوا اور صفوان ہم معنی ہوں گے۔ کہ یہ دونوں کے معنی میں جمع ہیں کیونکہ دونوں اسم جنس ہیں۔ جن کا مفرد اور جمع دونوں پر اطلاق صحیح ہے۔ البتہ مفرد میں تازاندہ کو لایا جائے گا۔

**تشریح از شیخ زکریا** | قطب گنگوہی کا میلان یہی ہے کہ دونوں قول میں کوئی اختلاف نہیں۔ حالانکہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابن عباسؓ کے نزدیک الصفوان حجر مطلق ہے اور ان کے غیر کے نزدیک حجارة المس ہے۔ چنانچہ مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ الحجارة المس مطلق حجر کا نام نہیں جیسا کہ ابن عباسؓ فرمادے ہیں۔ بلکہ المس کی شرط ہے۔ اور قولہ للجمع اس جمع سے جنس مراد ہے۔ تو صفوان اور صفوا دونوں جنس ہوتے جمع نہ ہوتے۔ چنانچہ صاحب جمل بھی فرماتے ہیں کہ صفوان اسم جنس ہے جن کا مفرد صفوانۃ ہے۔ اور ابن اثیر کا کہنا ہے کہ صفوان حجر المس والجمع صفی اور بعض نے اسے جمع کہا ہے۔ جس کا مفرد صفوانۃ ہے۔ تو یہ بعینہ قول ابن عباسؓ ہے۔

## بَابُ قَوْلِهِ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْدَادًا أَضْدَادًا وَاحِدًا هَانِدٌ

ترجمہ۔ بعض لوگ وہ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا انداد پکڑ رکھے ہیں۔ انداد بمعنی اصدقاء جس کا مفرد ند ہے۔

حدیث نمبر ۴۰۴۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَةً وَقُلْتُ أَخْبِرْنِي قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَدْعُو مِنْ دُونِ اللَّهِ يَدْخُلُ النَّارَ وَقُلْتُ أَنَا مَاتَ وَهُوَ لَا يَدْعُو لِلَّهِ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ۔

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کلمہ فرمایا۔ اور میں نے دوسرا کلمہ کہا۔ چنانچہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس حال میں مر گیا کہ وہ اللہ کے سوا کسی اور شریک کو پکارتا تھا تو وہ جہنم میں داخل ہوگا۔ اور میں نے یہ کہا کہ جو شخص اس حال میں مرا۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کر کے نہیں پکارتا تھا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ قال دونوں کا ایک ہے۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | قلت ادا من مات الا صبیۃ ۶۴۷ یہ مفہوم مخالف نہیں ہے۔ بلکہ لازم

معنی حدیث ہے۔

**تشریح از شیخ زکریا** | لازم معنی اس لئے ہے۔ کہ مشرک کا جہنم میں داخل ہونا مومن کے جہنم میں نہ داخل ہونے کے کو مستلزم ہے۔ کیونکہ جنت اور نار کے سوا کوئی اور دار نہیں ہے۔ پس لازم ہے کہ وہ جنت میں داخل ہوگا۔

**بَابُ قَوْلِهِ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلِ**  
**الْحُرِّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثَىٰ بِالْأُنْثَىٰ فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَالْعَقْوُ**  
**أَنْ يَقْبَلَ الدِّيَةَ فِي الْعَمْدِ فَاتِّبَاعُ بِالْمَعْدُوفِ وَأَدَاؤُهَا إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ يَتَّبِعُ بِالْعَدْوِ**  
**وَيُؤَدِّي بِإِحْسَانٍ ذَلِكَ تَخْفِيفٌ مِّنْ رَبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ مِّمَّا كُتِبَ عَلَىٰ مَنْ كَانَ**  
**قَبْلَكُمْ فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ قَتَلَ بَعْدَ قَبُولِ الدِّيَةِ۔**

ترجمہ۔ اے ایمان والو! مقتولین کے بارے میں تمہارے اوپر قصاص (بدلہ) فرض کیا گیا ہے۔ آزاد بدلے آزاد کے، غلام بدلے غلام کے، عورت بدلے عورت کے۔ اور جس شخص کو اپنے بھائی کے خون سے کچھ معاف کر دیا جائے۔ معافی یہ ہے کہ قتل عمد میں وہ خون بہا قبول کر لے۔ تو دستور کے مطابق اس کا پیچھا کرنا ہے۔ اور اچھی طرح ادا کرنا ہے۔ یعنی مشہور طریقہ سے اس کا پیچھا کرے۔ اور وہ اچھی طرح سے دیت ادا کرے۔ یہ حکم تمہارے رب کی طرف سے آسانی اور مہربانی ہے۔ ان لوگوں کی نسبت جو تم سے پہلے گزرے ہیں۔ کہ ان پر قصاص فرض تھا معافی کی صورت نہیں تھی۔ پس اس کے بعد اگر کوئی زیادتی کرے تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔ یعنی قبول دیت کے بعد قتل کر دے۔

**حدیث نمبر ۴۰۴۲** حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيُّ أَنَّهُ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كِتَابُ اللَّهِ الْقِصَاصُ۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن ابی حمزہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔ کتاب اللہ کا حکم قصاص ہے۔

**حدیث نمبر ۴۰۴۳** حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَنِيزَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ الرَّبِيعَ عَمَّتُهُ

كَسَرَتْ ثَنِيَّةَ جَارِيَةٍ نَطْلَبُوا إِلَيْهَا الْعَفْوَ فَأَبَوْا فَعَرَضُوا لِأَرْشٍ فَأَبَوْا فَأَتَا  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَوْا إِلَّا الْقِصَاصَ فَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْقِصَاصِ فَقَالَ أَنَسُ بْنُ نَضْرٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتُكْسِرُ ثَنِيَّةَ الرَّبِيعِ  
لَا وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا تُكْسِرُ ثَنِيَّتَهَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يَا أَنَسُ كِتَابُ اللَّهِ الْقِصَاصُ قَرَضِي الْقَوْمُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
إِنَّهُ مِنْ عِبَادِ اللَّهِ مَنْ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللَّهِ لَا يَبْرَهُ -

ترجمہ: حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ان کی پھوپھی ربیعؓ نے کسی باندی کے گلے دو دانت توڑ دیئے۔  
ربیعؓ کی قوم نے اس کے لئے معافی طلب کی جاریہ کی قوم نے انکار کر دیا۔ پس ان کے سامنے دیت پیش کی  
گئی تو ان لوگوں نے دیت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ پس وہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت  
میں آکر قصاص پراڑ گئے۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاص کا حکم دے دیا۔ حضرت انسؓ  
کے چچا انسؓ بن نضرؓ نے کہا: یا رسول اللہ! کیا میری بہن ربیعؓ کے دانت توڑے جائیں گے۔ ایسا نہیں ہوگا۔  
اس ذات کی قسم! جس نے آپؐ کو حق دے کر بھیجا ہے۔ اس کے اگلے دو دانت نہیں توڑے جائیں گے۔  
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے انسؓ! کتاب اللہ کا حکم قصاص ہے۔ تو قوم راضی ہو  
گئی اور انہوں نے حضرت ربیعؓ کو معاف کر دیا۔ جس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ  
بعض اللہ کے بندے ایسے ہوتے ہیں کہ وہ اگر اللہ کی قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پورا کرتے ہیں۔

**تشریح از شیخ مدنیؒ** | بنو اسرائیل میں قتل عمد کی انتقام میں صرف دو صورتیں تھیں۔ قصاص یا

عفو۔ تیسری کوئی صورت نہیں تھی۔ امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر آسانی کر دی گئی کہ ان کے لئے  
تیسری صورت قبول دیت کی بڑھادی گئی۔ پھر قتل عمد کے موجب میں اختلاف ہے۔ حضرت امام اعظمؒ فرماتے  
ہیں کہ قتل عمد کا موجب اصلی قصاص ہے۔ دیت اور عفو اولیاء مقتول کی مرضی پر موقوف ہے۔ امام شافعیؒ  
فرماتے ہیں کہ موجب اصلی قصاص اور دیت ہے۔ یعنی اولیاء مقتول قبول دیت پر مجبور کئے جاسکتے ہیں۔  
حضرت امام صاحبؒ کے نزدیک مجبور نہیں کئے جاسکتے۔ حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے شوافع استدلال  
پکڑتے ہیں۔ لیکن احنافؒ جواب دیتے ہیں کہ موجب اصلی تو قصاص ہے۔ امت محمدیہ پر اتنی تسہیل ہے کہ اگر  
اولیاء مقتول راضی ہوں تو دیت دی جاسکتی ہے۔ ابن عباسؓ کے قول سے وہ چیز ثابت نہیں ہوتی جو شوافعؒ

چاہتے ہیں۔ عفو بمعنی ترک ہے۔ یعنی اگر قصاص ترک کر دیا جائے۔ ان میں سے کسی ایک کا موجب اصلی ہونا روایت سے ثابت نہیں ہوتا۔

فمن عفی له من اغیار شیئی یعنی اولیاء مقتول میں سے اگر کوئی بعض قصاص معاف کر دے یا نفس مال کا عفو کر دے۔ تو قصاص ساقط ہو جائے گا۔ اہل انجیل کے لئے عفو متعین کر دیا گیا تھا۔ ان کے لئے قصاص اور عفو نہیں تھا۔ اہل تورات کے لئے قصاص اور عفو تھا دیت نہیں تھی۔ روایت باب شوافع کا مستدل ہے۔ اور ربیع والی روایت اخاف کا مستدل ہے۔

لا تکرہ ثنیۃ تھا یہ انکار کے طور پر نہیں فرمایا ورنہ کفر لازم آئے گا۔ بلکہ وہ خبر دے رہے ہیں کہ اگرچہ آپ نے تو قصاص کا حکم دے دیا ہے۔ لیکن اس کا ثنیہ توڑا نہیں جاتے گا۔ جس پر آپ نے ان مضی عباد اللہ من اقسامہ فرمایا۔

تشریح از شیخ گنگوہی | کان فی بنی اسرائیل القصاص ان اگر اشکال ہو کہ بنو اسرائیل میں دیت تو شائع ذائع تھی۔ تو کہا جائے گا کہ یہ ان کی طرف سے کتاب اللہ کی تغیر و تحریف تھی۔ ورنہ اصلی حکم قصاص اور عفو تھا۔

تشریح از شیخ زکریا | چنانچہ خازن میں ہے کہ تورات میں زانی محسن پر رجم کا حکم تھا۔ جس کو انہوں نے تبدیل کر دیا کہ بنو قریظہ پر بنو النضیر کو فضیلت تھی۔ اگر بنو النضیر کا کوئی آدمی قتل کر دیتا تو وہ نصف دیت کرتے۔ بنو قریظہ بنو النضیر کا کوئی آدمی قتل کر دیتے تو ان کو کامل دیت دینی پڑتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب ان کا مقدمہ آیا تو آپ نے دیت برابر کر دی۔ قصاص تو تھا ہی۔

بَابُ قَوْلِهِ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ  
كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ

حدیث نمبر ۴۰۴۴ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ ابْنِ عُمرَةَ قَالَ كَانَ عَاشُورَاءُ يَصُومُهُ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ قَالَ مَنْ شَاءَ صَامَهُ وَمَنْ شَاءَ لَمْ يَصُمْهُ۔

ترجمہ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں۔ اہل جاہلیت عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے۔ جب رمضان کی فرضیت

نازل ہوئی۔ تو آپؐ نے فرمایا جو شخص چاہے عاشوراء کا روزہ رکھے اور جو چاہے اس کا روزہ نہ رکھے۔  
**حدیث نمبر ۴۰۴۵** حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْأَعْمَشِيُّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ  
 عَاشُورَاءَ يُصَامُ قَبْلَ رَمَضَانَ فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانَ قَالَ مَا شَاءَ صَامَ وَمَنْ شَاءَ  
 أَفْطَرَ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رمضان کی فرضیت سے پہلے عاشوراء کا روزہ رکھا جاتا تھا۔ جب  
 رمضان کی فرضیت نازل ہوئی تو اب جو چاہے عاشوراء کا روزہ رکھے جو چاہے افطار کرے۔

**حدیث نمبر ۴۰۴۶** حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ دَخَلَ عَلَيْهِ  
 الْأَشْعَثُ وَهُوَ يَطْعَمُهُ فَقَالَ الْيَوْمَ عَاشُورَاءُ فَقَالَ كَانَ يُصَامُ قَبْلَ أَنْ يَنْزِلَ  
 رَمَضَانَ فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانَ تَرِكَ قَادُنَ فَكُلَ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس حضرت اشعث بن قیسؓ کنہی اس وقت تشریف لائے۔  
 جب کہ حضرت عبداللہؓ کھانا کھا رہے تھے۔ حضرت اشعثؓ نے فرمایا آج تو عاشوراء کا دن ہے۔ تو ابی مسعودؓ نے  
 فرمایا۔ رمضان کی فرضیت سے پہلے عاشوراء کا روزہ رکھا جاتا تھا۔ جب رمضان کا حکم نازل ہوا تو اسے چھوڑ دیا  
 گیا۔ پس اب قریب ہو جاؤ اور کھانا کھاؤ۔

**حدیث نمبر ۴۰۴۷** حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ يَوْمُ  
 عَاشُورَاءَ تَصُومُهُ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُهُ  
 فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ صَامَهُ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانَ كَانَ رَمَضَانَ  
 الْفَرِيضَةَ وَتَرِكَ عَاشُورَاءَ فَكَانَ مَنْ شَاءَ صَامَهُ وَمَنْ شَاءَ لَمْ يَصُمْهُ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ یوم عاشوراء کا روزہ جاہلیت میں قریش رکھتے تھے۔ جناب نبی اکرم  
 صلی اللہ علیہ وسلم بھی ملت ابراہیمی کی پیروی میں روزہ رکھتے تھے۔ جب آپؐ مدینہ تشریف لائے۔ تو بھی  
 اس عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے۔ اور اس کے روزہ رکھنے کا حکم دیتے تھے۔ لیکن جب رمضان کا حکم  
 نازل ہوا تو رمضان کا روزہ فرض رہ گیا اور عاشوراء چھوڑ دیا گیا۔ پس اب جو چاہے اس کا روزہ رکھے اور  
 جو چاہے اس کا روزہ نہ رکھے۔

تشریح از شیخ مدنی | چونکہ امور مفروضہ کی تحریر و کتابت ہوتی رہتی ہے۔ اس لئے ان کے لئے

کُتِبَ فرض وغیرہ کے الفاظ بولے جاتے ہیں۔ چونکہ عرب کے لوگ روزہ کے عادی تھے۔ لہذا ان کو پہلا پھسلنا کہ اس کا عادی بنایا گیا۔ فرمایا گیا کہ یہ روزہ تم پر ایسے لازم ہے۔ جیسے اہم سابقہ لازم تھا۔ یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ جس سے نفس کو تکلیف ہو۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ کما کُتِبَ کمال تشبیہ ہے کہ رمضان شریف کا روزہ اہم سابقہ پر بھی فرض تھا۔ لیکن جہور کے نزدیک نفس صیام میں تشبیہ ہے۔ اہم سابقہ پر تو عتاب اور سزا کے طور پر ہوتا تھا۔ لیکن امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے لئے تقویٰ کا باعث ہے۔ ایتھا معدودات میں بھی ترغیب مقصود ہے کہ بقوڑے سے روزے ہیں گنتی کے اور گنتی عدد قلیل کی ہوتی ہے۔ حد کثیر کو گنا نہیں جاتا۔

صوم عاشوراء کے بارے میں احناف اور مصنف کا یہی مسلک ہے۔ کہ پہلے صوم عاشوراء فرض تھا۔ بعد میں اس کی فرضیت منسوخ ہو گئی۔ محض استحباب باقی ہے۔ البتہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ صوم عاشوراء کے بعد ایام بیض یعنی ہر ماہ کی تیرہ۔ چودہ اور پندرہ کے روزے فرض کئے گئے۔ وہ بھی منسوخ ہوئے۔ اس کے بعد رمضان کے روزے فرض ہوئے۔ ایتھا معدودات سے صوم ایام بیض کی تائید ہوتی ہے۔ قریش میں زمانہ جاہلیت سے یہ دستور چلا آ رہا تھا کہ وہ یوم عاشوراء کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ آپ جب مدینہ پہنچے تو یہود کو دیکھا وہ بھی یوم عاشوراء کا روزہ یوم شکر کے طور پر رکھتے تھے۔ آپ نے فرمایا ہم اگر زندہ رہے تو لو اور دشمن محرم دودن کا روزہ رکھیں گے۔ اور فرمایا نحن احق بموسىٰ منکم کہ تمہاری نسبت ہم موسیٰ علیہ السلام کے زیادہ حق دار ہیں کہ ان کی تقلید کریں۔ شوافع صوم یوم عاشوراء کی فرضیت کا انکار کرتے ہیں۔ اس مقام سے ایک مسئلہ یہ بھی ثابت ہوا کہ صوم فرض کی تبیین یعنی رات کے وقت سے نیت کرنا ضروری نہیں۔ احناف یہی فرماتے ہیں۔ شوافع رات سے نیت کرنے کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ احناف کا استدلال صوم یوم عاشوراء سے ہے کہ آپ نے عاشوراء کے دن اعلان فرمایا کہ جس شخص نے اس وقت تک کچھ نہ کھایا ہو۔ وہ اس وقت سے اپنے آپ کو صائم سمجھے۔ شوافع کے نزدیک تبیین ضروری ہے۔ اس لئے وہ صوم یوم عاشوراء کی فرضیت کے قائل نہیں ہیں۔





بَابُ قَوْلِهِ أَيَّامًا مَعْدُودَاتٍ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى  
سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مَسْكِينٍ فَمَنْ  
تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ وَقَالَ  
عَمَّا يُفْطِرُ مِنَ الْمَرَضِ عَلَيْهِ كَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَقَالَ الْحَسَنُ وَابْرَاهِيمُ فِي  
الْمُرْضِعِ وَالْحَامِلِ إِذَا خَافَتْ عَلَى أَنْفُسِهِمَا أَوْ وَلَدِهِمَا لُفْطِرَانِ ثُمَّ تَقْضِيَانِ  
وَأَمَّا الشَّيْخُ الْكَبِيرُ إِذَا لَمْ يُطِيقِ الصِّيَامَ فَقَدْ أَطْعَمَ أَسْرًا بَعْدَ مَا كَبُرَ عَامًا  
أَوْ عَامَيْنِ كُلَّ يَوْمٍ مَسْكِينًا خُبْرًا وَكَحْمًا وَافْطَرَقِرَاءُ الْعَامَةِ يُطِيقُونَهُ  
وَهُوَ أَكْثَرُ.

ترجمہ۔ گنتی کے چند دن ہیں۔ پھر تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا سفر پر ہو تو اسے دوسرے دن گنتی کر کے  
روزہ رکھنا چاہیے۔ اور جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ ان پر ایک مسکین کے کھانے کا کفارہ  
ہے۔ اور جو اس سے زیادہ کمزور ہے تو وہ اس کے لئے بہتر ہوگا۔ اگر تمہیں روزے کے بے حساب ثواب کا  
علم ہو۔ تو روزہ رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے۔ حضرت عطاء کا لعلی فرماتے ہیں کہ جیسے اللہ تعالیٰ کے ارشاد  
سے معلوم ہوتا ہے۔ تمام قسم کے امراض سے روزہ چھوڑ سکتا ہے۔ حضرت حسن بصری اور ابراہیم نخعی فرماتے  
ہیں کہ دو دھ پلانے والی اور حمل والی عورت جب انہیں اپنی ذات پر یا بچے کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو۔  
تو وہ دونوں روزہ چھوڑ سکتے ہیں۔ لیکن بعد میں انہیں قضا کرنا ہوگا۔ اور بوڑھا خراشٹ جب روزے کی  
طاقت نہ رکھے تو افطار کرے۔ حضرت انسؓ بہت بوڑھے ہو جانے کے بعد ایک سال تک یا دو سال تک  
ہر دن ایک مسکین کو روٹی اور گوشت کا کھانا کھلاتے تھے۔ اور روزہ نہیں رکھتے تھے۔ اور عام قرآن میں  
یطیقونہ ہے اور یہی اکثر ہے اور بعض میں یطوقونہ بھی آیا ہے۔ جس کے معنی ہیں کہ جو لوگ روزہ رکھنے میں  
تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ یعنی اس کی طاقت نہیں رکھتے ان کو افطار کی اجازت ہے۔ البتہ کفارہ  
دینا ہوگا۔

حدیث نمبر ۲۰۴۴ حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ عِيسَى عَنْ عَمْرِو بْنِ سَمْعَانَ بْنِ عَبَّاسٍ يَقْرَأُ وَعَلَى  
الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مَسْكِينٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَيْسَتْ بِمَسْخُوفَةٍ

هُوَ الشَّيْخُ الْكَبِيرُ وَالْمَرْأَةُ الْكَبِيرَةُ لَا يَسْتَطِيعَانِ أَنْ يَصُومَا فَلْيُطْعَمَا  
مَكَانَ كُلِّ يَوْمٍ قَسِيكِنَا۔

ترجمہ۔ حضرت عطاء رباعی نے ابن عباسؓ سے سنا وہ و علیؓ الذین یطوقونہ الخ بڑھتے تھے اور  
فرماتے تھے کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے۔ اس کا حکم بوڑھے خرانٹ مرد اور بڑی عمر کی عورت کے لئے ہے جو روزہ  
رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ تو وہ ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائیں۔

**تشریح از شیخ مدنی** [فعدة من ايام اخر الخ اس میں معطوف علیہ محذوف ہے۔ اسی

من افطر فعدة من ايام اخر۔ جمہور فرماتے ہیں کہ جس روزہ میں نقصان کا خدشہ ہو۔ اس میں افطار  
ہے۔ نقصان کا مطلب یہ ہے کہ ہلاکتِ نفس یا ہلاکتِ عضو کا خطرہ ہو اس میں افطار جائز ہے۔ حضرت  
عطاء بن رباحؓ اور امام بخاریؒ کا مسلک یہ معلوم ہوتا ہے کہ آیت میں تعیم ہے۔ کہ ہر مریض کو افطار کا حق  
ہے۔ خواہ ہلاکت کا خطرہ ہو یا نہ ہو۔ امام صاحبؒ مرضہ اور حاملہ کو مریض کا حکم دیتے ہیں۔ جب عذر  
مرض چلا جائے۔ تو قضا کرے۔ اور بعض حضرات نے ان دونوں کو شیخ کبیر کے حکم میں کہا ہے۔ کہ مرضہ  
اور حاملہ کی طرف سے فدیہ دیا جائے۔ اور بعض فرماتے ہیں کہ فدیہ بھی ہوا اور قضا بھی ہو۔ اذالم یطوق  
الصیام فقد افطر و علی الذین یطیقونہ فدیۃ الخ اکثر حضرات اس آیت کو منسوخ کہتے ہیں کہ

کہ ابتداء اسلام میں روزہ ہر ایک پر لازم نہیں کیا گیا۔ طاقت واپے کے لئے احد اللہین یعنی فدیہ دینا  
یا روزہ رکھنے کا اختیار تھا۔ اور فدیہ طعام مسکین سے عبارت ہے۔ مگر کسی نے دو تین کو کھلادیا تو فہو غیر لہ  
کا مصداق ہوگا۔ اس کے بعد دوسری آیت فمن شہد منکم الشہر فلیصمہ اس اختیار کو منسوخ کر دیتی  
ہے۔ حضرت سلمہ بن اکوعؓ اور بہت سے صحابہ کرام اسی کے قائل ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ اس کو منسوخ قرار  
نہیں دیتے۔ بلکہ شیخ کبیر کے بارے میں آج بھی اس کا حکم باقی ہے۔ ان کی قرأت میں یطوقونہ کے  
الفاظ بھی ہیں۔ اس کی تین صورتیں ہیں۔ (۱) کہ بالکل روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو۔ اس کا قطعی حکم ہے کہ وہ  
روزہ نہ رکھے قضا کرے۔ دوسری صورت وہ ہے جس کو ابن عباسؓ لے رہے ہیں کہ حالت شباب میں صوم  
کی طاقت تھی۔ ادا نہ کر سکا۔ اب شیخ کبیر ہو گیا۔ روزہ رکھنے سے عاجز ہے۔ تو اسے فدیہ دینا ہوگا۔ جو  
روزے کا بدل ہوگا۔ تیسری صورت وہ ہے جس کو حضرت قتادہؓ بیان کر رہے ہیں۔ کہ آیت شیخ کبیر کے  
بارے میں خاص ہے۔ جو صوم کی طاقت رکھتا ہے۔ مگر روزہ رکھنا شاق اور گراں گزرتا ہے۔ اسے افطار

اور فدیہ میں سے ایک کا اختیار ہے۔ مگر بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ دوسری تقریر یہ ہے کہ بطریقہ میں ہمزہ افعال کا سلب کے لئے ہے۔ یا لا مقدر مانا جاتے۔ یا یطو قون پڑھا جاتے تو پھر آیت منسوخ نہ ہوگی۔ اور تیسری توجیہ یہ ہے کہ آیت کو اصلی معنی پر رکھا جائے۔ اور بطریقہ کی ضمیمہ منسوب فدیہ کی طرف راجع ہو۔ جو کہ لفظاً متوخر ہے۔ لیکن معنی مقدم ہے۔ البتہ فمیر مذکر کا اشکال رہے گا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ فدیہ سے طعام مسکین مراد ہے۔ تو ضمیمہ کا مرجع بھی وہی بنے گا۔ اب راجع اور مرجع میں مطابقت ہو گئی۔

### تشریح از شیخ گنگوہی | یفطر من المرض کلمہ ۴۴ اگر حضرت عطاء کے قول کے یہ معنی

لئے جائیں کہ جواز فطر ہلاک نفس یا مشقہ شدیدہ پر موقوف نہیں ہے۔ بالکل افطار ہر اس مرض میں جائز ہے۔ جس سے روزہ اس کو نقصان پہنچاتا ہو۔ خواہ ہلاکت یا مشقہ شدیدہ تک پہنچے یا نہ پہنچے۔ تو اس صورت میں ان کا قول جہور کے خلاف نہیں ہوگا۔

### تشریح از شیخ زکریا | عام طور پر شراح حضرات حضرت عطاء اور دیگر حضرات کے اقوال میں

فرق کرتے ہیں۔ لیکن حافظ نے جو روایت عبد الرزاق کی نقل کی ہے اس سے افادہ شیخ گنگوہی کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ ابن جریر نے حضرت عطاء سے پوچھا کہ کون سی بیماری رمضان میں افطار کا باعث ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ المرض کلمہ تو میں نے کہا اگر کسی نے روزہ رکھا پھر اس پر بیماری کا غلبہ ہو گیا تو کیا افطار کرے انہوں نے کہا ہاں افطار کرے۔ اسی طرح کا ایک قصہ خود امام بخاریؒ کا اپنے شیخ اسحاق بن راہویہ کے ساتھ پیش آیا۔ کہ امام بخاریؒ نیشاپور میں قدرے بیمار ہو گئے۔ رمضان کا مہینہ تھا۔ تو ان کے شیخ اسحاق بن راہویہ ان کی بیماری پر سی کے لئے آئے۔ اور پوچھا۔ اے ابو عبد اللہ آپ نے روزہ چھوڑ دیا۔ رخصت پر عمل کرنے میں آپ نے جلدی کر دی۔ امام راہویہؒ فرماتے ہیں کہ مرض میخ الفطر میں تین قول ہیں۔ (۱) ہر بیماری سے افطار جائز ہے۔ یہ مسلک حسن بصری اور ابن سیرین کا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ رخصت مرض مہلک اور شدیدہ کے ساتھ تحقق ہے۔ یہ اکثر فقہاء کا قول ہے۔ اور تیسرا قول اصم کا ہے جو مطلق کو اکمل الاحوال پر حمل کرتے ہیں۔ جو روزہ رکھنے سے مشقت میں پڑ جاتے۔ یہی مسافر کا حکم ہے۔

## بَابُ قَوْلِهِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ

حدیث نمبر ۴۰۴۹ حَدَّثَنَا عِيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ قَرَأَ فِذِيَّةً طَعَامَ مُسْكِينٍ قَالَ هِيَ مَنْسُوخَةٌ۔

ترجمہ حضرت ابن عمرؓ نے فسیۃ طعام مسکین پڑھلے اور فرماتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ ہے۔  
حدیث نمبر ۴۰۵۰ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَلَمَةَ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَ فِذِيَّةً طَعَامَ مُسْكِينٍ كَانَ مَنْ أَرَادَ أَنْ يُفْطِرَ وَيُشْهَدِيَ حَتَّى نَزَلَتْ آيَةُ الَّتِي بَعْدَهَا فَتَسَخَّرَتْهَا مَا تَبُكِّرُ قَبْلَ يَزِيدَ۔

ترجمہ حضرت سلمہؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری کہ جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ ان پر ایک مسکین کے کھانے کا کفارہ ہے۔ تو جو شخص چاہتا تھا روزہ نہ رکھ کہ کفارہ دے دیتا تھا یہاں تک کہ وہ آیت اتری جو اس کے بعد ہے۔ یعنی فَمَنْ شَهِدَ الشَّهْرَ تَوَاسَّيْنَا فِيهِ الْيَوْمَ مَعْمَرٌ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ كَانَ يَقْرَأُ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَ فِذِيَّةً طَعَامَ مُسْكِينٍ يَقُولُ وَعَلَى الَّذِينَ يُحْتَلُونَ قَالَ هُوَ الشَّيْخُ الْكَبِيرُ الَّذِي لَا يُطِيقُ الصَّوْمَ أَمْرًا أَنْ يُطْعِمَهُ كُلَّ يَوْمٍ مُسْكِينًا قَالَ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا يَقُولُ وَمَنْ زَادَ وَأَطْعَمَ أَكْثَرًا مِنْ مُسْكِينٍ فَمَوْخِرٌ۔

حدیث نمبر ۴۰۵۱ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ كَانَ يَقْرَأُ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَ فِذِيَّةً طَعَامَ مُسْكِينٍ يَقُولُ وَعَلَى الَّذِينَ يُحْتَلُونَ قَالَ هُوَ الشَّيْخُ الْكَبِيرُ الَّذِي لَا يُطِيقُ الصَّوْمَ أَمْرًا أَنْ يُطْعِمَهُ كُلَّ يَوْمٍ مُسْكِينًا قَالَ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا يَقُولُ وَمَنْ زَادَ وَأَطْعَمَ أَكْثَرًا مِنْ مُسْكِينٍ فَمَوْخِرٌ۔

ترجمہ حضرت ابن عباسؓ علی الذین یطوقون الکی قرأت کرتے تھے۔ یعنی جن لوگوں کو تکلیف دی گئی ہے روزہ اٹھوایا گیا ہے۔ فرماتے تھے کہ وہ بوڑھا خراٹ آدمی ہے جو روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتا تو اسے حکم دیا کہ وہ ہر دن روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلاتے۔ اور من تطوع غیرہ یعنی جس شخص نے زیادہ کیا اور ایک مسکین سے زیادہ کو کھلا دیا تو یہ اس کے لئے بہتر ہے۔

تشریح از شیخ مدنی حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت منسوخ

نہیں بلکہ شیخ کبیر کے بارے میں حکم بتلایا گیا۔ اور حضرت سلمہؓ بن اکوع اسے منسوخ کہتے ہیں۔ چونکہ حضرت ابن عباسؓ صغار صحابہ میں سے ہیں۔ سلمہؓ بن اکوع کبار میں سے ہیں۔ لہذا ابن عباسؓ کا قول معتبر

نہ ہوگا۔ دوسرے ابن عباسؓ علی الاطلاق منسوخ ہونے کا انکار نہیں کرتے۔ بلکہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم شیخ کبیر کے بارے میں یہ حکم باقی ہے۔ تو اس آیت کے دوسرے افراد کے بارے میں منسوخیت کا حکم ہے۔ تو جہود کے مسلک کا خلاف نہ ہوگا۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | قال ابن عباس لیست بمنسوخۃ ص ۶۸ اس تاویل کے اختلاف

کا مدار اس پہ ہے کہ جو لوگ یطیقون کے معنی استطاعت کے لیتے ہیں۔ ان کے نزدیک آیت منسوخ ہے۔ اور جو اس کی تفسیر عدم استطاعت سے کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کا حکم ابھی باقی ہے منسوخ نہیں۔ یطیقون یہ شہدوں کی طرح ہے کہ روزہ مشقت اور ہلاکت کے قریب پہنچانے میں گلے کا طوق بن گیا۔ تو اصل مسئلہ میں اختلاف نہ ہوا۔

**تشریح از شیخ زکریا** | نور الانوار میں ہے۔ علی الزین یطیقون میں تا تو کلمہ لا محذوف

ہے۔ اسی لایطیقونہ یا ہمزہ سلب کے لئے ہے۔ قال ایک ہے۔ کہ جن لوگوں کو روزہ رکھنے کی طاقت نہیں۔ ان پر فدیہ ہے۔ جو قضا بمثل غیر محقول اور اگر ظاہر پر محمول کر دو۔ تو پھر آیت منسوخ ہوگی۔ کہ ابتداء اسلام میں اختیار تھا۔ جو درجہ بدرجہ منسوخ ہوا۔ خلاصہ یہ ہوا کہ ایک تفسیر کے مطابق آیت منسوخ ہے۔ اور دوسری تفسیر پر محکم ہے۔ اور شیخ کبیر کے بارے میں فدیہ واجب ہے۔ کیونکہ اس کے ذمہ قضا نہیں ہے۔ حاملہ اور مرضعہ کے بارے میں فدیہ مستحب ہے۔ کیونکہ قضا ان پر لازم ہے۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | مات بکیر قبل یزید ص ۶۸ تو یہ روایت الاکابر عن الاصاغر ہوگی

کہ بکیر اپنے شیخ کی وفات سے پہلے انتقال کر گئے۔ کیونکہ بکیر کی وفات ۱۲۰ھ میں ہے اور یزید کی وفات ۱۳۶ھ میں ہوئی ہے۔ لیکن اس روایت اکابر عن الاصاغر میں کلام ہے۔ جب تک ولادت کی تحقیق نہ ہو یہ حکم نہیں لگایا جاسکتا۔

**بَابُ قَوْلِهِ أَجَلَ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ**

حدیث نمبر ۲۰۵۰ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ السَّمْعَتِيُّ الْبَرَاءُ قَالَ لَعَنَ زَلَّ صَوْمَ رَمَضَانَ كَانُوا لَا يَقْرَبُونَ النِّسَاءَ رَمَضَانَ كَلَهُ وَكَانَ رِجَالٌ يَخُونُونَ أَنْفُسَهُمْ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْهِ اللَّهُ أَنْتُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ

وَعَفَا عَنْكَ۔

ترجمہ۔ حضرت برائہ فرماتے ہیں کہ جب رمضان کے روزے رکھنے کا حکم نازل ہوا تو سداڑہ رمضان بھر لوگ اپنی بیویوں کے پاس نہیں جاتے تھے۔ اور کچھ لوگ جماع کے بارے میں خیانت کرتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ترجمہ آیت۔ اللہ تعالیٰ نے جان لیا کہ تم لوگ اپنی جانوں سے خیانت کرتے ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کر لی اور معافی دے دی۔

**تشریح از شیخ مدنی** | رفت ہر اس کلام کو کہتے ہیں جو خاندنہ بیوی کے درمیان جماع کا باعث بنے۔ یا جو چیز جماع کے لئے ہو۔ خواہ وہ فعل ہو یا قول ہو۔ زوجہ زوجہ کے لئے پردہ ہے اور زوجہ زوجہ کے لئے پردہ ہے۔ کہ خاندنہ اپنی خواہش جماع کو پورا کر کے بے حیائی سے بچ جاتا ہے۔ اور ظاہر ابھی لباس زینت ہے۔ کہ شادی شدہ شخص کو باعزت باوقار مانا جاتا ہے۔ غیر شادی شدہ رنڈا اور لوفر شمار ہوتا ہے۔ ابتداء اسلام میں یہ تھا کہ عشاء کے بعد سے روزہ رکھا جاتا تھا۔ اگر کوئی عشاء سے پہلے سو جائے۔ نہ کھایا نہ پیا اور نہ جماع کر سکا۔ تو پھر وہ دوسرے دن تک روزے سے رہتا۔ عرب میں قوت رجولیت کاملہ تھی۔ وہ لوگ عشاء تک تو کھانے پینے میں مصروف رہتے۔ جماع کی نوبت نہ آتی تھی۔ کیونکہ ممانعت تھی۔ صبر نہ ہو سکا۔ خیانت ہو جاتی تھی۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا۔ اور حضرات بھی اس میں مبتلا ہوئے۔ خدمت اقدس میں شکایت لے آئے جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | لا یقرءون البناء رمضان مکتہ ۶۴ یعنی سونے کے بعد عورتوں کے پاس جانے کی ممانعت تھی۔ اور حکم میں اس قدر سختی کہ سو لینے کے بعد نہ کھانا نہ پینا۔ نہ جماع۔ یہ اس لئے تھا کہ تاکہ بعد میں آنے والوں کو معلوم ہو کہ صحابہ کرام باوجود حاجت الی النساء اور سخت جماع کے وہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانتے ہوئے سمعنا و اطعنا کہتے تھے۔ یہود کی طرح سمعنا و عصینا نہیں کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کو اختیار کی حد سے نکل کر بھی تسلیم کرتے تھے۔

**تشریح از شیخ زکریا** | چنانچہ احادیث میں وارد ہے۔ یا کلون لیشربون ویأتون النساء ما لم یینالوا۔ یعنی جب تک سوتے اس سے پہلے کھلتے پیتے اور جماع کرتے تھے۔ جب سو جاتے پھر رک جاتے۔ قطب گنگوہی نے تینوں اہل شرب اور جماع سے ممانعت کی حکمت بیان کر کے ایک عجیب طریقہ اختیار کیا ہے جو اور کسی شارح نے اختیار نہیں کیا۔ وہ یہ ہے کہ صحابہ کرام باوجود

سخت تقاضا جماع کے اور بیش بہا قوت کے ان کو جماع سے اس لئے روکا گیا۔ کیونکہ اطاعت اور فرمانبرداری کی شرافت بعد میں آنے والوں پر ثابت کرنی تھی۔ ان کی قوت جماع کا یہ حال تھا کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے زمانہ میں ان کے پاس ایک عورت نے اپنے مرد کی شکایت بیان کی کہ ان کا خاوند ہردن اور رات میں سات مرتبہ جماع کر کے تھکا دیتا ہے۔ اس سے ان حضرات کی قوت مردمی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ان کو جماع سے روکنا بڑا صبر آزماء معاملہ تھا۔ جس کو ان حضرات نے بخوشی قبول فرمایا۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے رمضان کی راتوں میں جماع کرنے کی انہیں اجازت دے دی۔

**بَابُ قَوْلِهِ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۖ عَاكِفُ الْقِيَمِ**

حدیث نمبر ۴۰۵۳۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ عَدِيِّ بْنِ عَدِيٍّ قَالَ أَخَذَ عَدِيُّ عَقْلًا أَبْيَضَ وَعَقْلًا أَسْوَدَ حَتَّى كَانَ بَعْضُ اللَّيْلِ نَظَرَ فَلَمْ يَسْتَثْبِنَا فَلَمَّا أَصْبَحَ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ جَعَلْتُ وَتَحْتَ وَسَادَتِي قَالَ إِنْ وَسَادَتِكَ إِذَا تَعَرَّيْضُ أَنْ كَانَ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ وَالْأَسْوَدُ تَحْتَ وَسَادَتِكَ۔

ترجمہ۔ حضرت عدیؓ فرماتے ہیں کہ عدی نے ایک سفید اور دوسرا سیاہ تاگ لیا۔ یہاں تک کہ رات کا کچھ حصہ باقی تھا۔ کہ اس نے غور سے دیکھا پس وہ تاگ کے ظاہر نہ ہوئے۔ پس جب صبح ہوئی تو کہنے لگے یا رسول اللہ! میں نے وہ تاگ اپنے سر پر کرنے کے نیچے رکھ دیئے۔ فرمایا۔ تو اس وقت تیرا سر مانہ چوڑا ہوگا۔ کہ سفید اور سیاہ تاگ اس کے نیچے آگئے۔

حدیث نمبر ۴۰۵۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ أَهُمَا الْخَيْطَانِ قَالَ إِنَّكَ لَعَرِيضُ الْقَفَا إِنْ أَبْصَرْتَ الْخَيْطَيْنِ شَرُّ قَالَ لَا بَلْ هُوَ سَوَادُ اللَّيْلِ وَبَيَاضُ النَّهَارِ۔

ترجمہ۔ حضرت عدی بن حاتمؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ! کہ سفید تاگ سیاہ تاگ سے جدا ہو اس کا کیا مطلب ہے۔ کیا یہ دونوں تاگ ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اس وقت

توتیری گدی چوڑی ہوگی۔ اگر تو نے دو تاگوں کو دیکھا بلکہ وہ تورات کی سیاہی اور دن کی سفیدی ہے۔  
**حدیث نمبر ۴۰۵۰** حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَةَ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ وَ  
 أَنْزِلَتْ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ  
 وَلَمْ يُنْزَلْ مِنَ الْفَجْرِ وَكَانَ رِجَالٌ إِذَا أَرَادُوا الصَّوْمَ رَبَطُوا أَحَدَهُمْ  
 فِي رِجْلَيْهِ الْخَيْطَ الْأَبْيَضَ وَالْخَيْطَ الْأَسْوَدَ وَلَا يَزَالُ يَأْكُلُ حَتَّى يَتَبَيَّنَ  
 لَهُ رُؤْيَاهُ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بَعْدَهُ مِنَ الْفَجْرِ فَعَلُوا مَا يَعْنِي اللَّيْلُ مِنَ النَّهَارِ۔

ترجمہ۔ حضرت سہل بن سعد فرماتے ہیں کہ کلو واشربوا تورات کی تھی۔ لیکن من الفجر کا نزول  
 نہیں ہوا تھا۔ اور آدمیوں کا یہ حال تھا کہ جب وہ روزہ رکھنے کا ارادہ کرتے۔ تو ان میں سے ایک اپنے دونوں  
 پاؤں میں سفید اور سیاہ تاکہ باندھ لیتا اور اس وقت تک برابر کھاتا رہتا۔ یہاں تک کہ ان دونوں تاگوں  
 کا دیکھنا واضح ہو جاتا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد من الفجر اتارا۔ تو پھر ان کو معلوم ہوا کہ ان دو تاگوں سے  
 مراد تورات اور دن ہے۔

**تشریح از شیخ مدنی** | خیط ابیض اور اسود سے ممکن ہے کہ روئی کا سفید و سیاہ

تاکہ مراد ہو۔ یا صبح کی سفیدی اور سیاہی کا احتمال بھی ہے۔ تو من الفجر کے لفظ نے اس کی تعیین کر دی۔  
 کہ خیط ابیض سے صبح کی سفیدی مراد ہے۔

ان و ساداتک اذا تعرضن کھا جاتا ہے کہ یہ عبادۃ اور بے وقوفی سے کنایہ ہوتا ہے۔ کیونکہ  
 عرض تقاض و سادۃ کو لازم ہے۔ اور عرض و سادہ بے وقوفی کی علامت ہے۔

**تشریح از شیخ گفگوہی** | ان ابصرت الخیطین ای تحت و ساداتک کیونکہ عرض دیکھنے  
 سے اس صرطے کا چوڑا ہونا لازم نہیں۔ جب تک اسے اس قید سے مقید نہ کیا جائے۔

دکان و حال اذا ارادوا الخ ۶۶۴ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سب لوگوں نے اس سے یہ معنی  
 نہیں سمجھے تھے۔ بلکہ بعض کا یہ حال تھا۔ اور دوسروں نے وہی معنی سمجھے جو میں ارادہ کر رہا ہوں۔

**تشریح از شیخ زکریا** | تفسیر معالم میں ہے کہ ان و ساداتک اذا تعرضن کے دو معنی ہیں۔  
 ایک توبہ کہ تیری نیند بہت ہے۔ تو و سادہ سے نیند مراد ہوئی۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ و سادہ سے وہ  
 جگہ مراد ہے جہاں انسان اپنا سر رکھتا ہے۔ اور جب عرب یہ کہتے ہیں کہ فلاں عرض القفا تو اس سے



مراد عبادت اور غفلت ہوگی۔ مطلب یہ ہوگا کہ رات اور دن تیرے سر ہانے کے نیچے آگئے۔ جو اللہ تعالیٰ کی مراد ہے۔ تو اس پر عرض القفا ہی سوتا ہوگا۔ جو غافل اور غبی ہوگا۔  
 فیہ دلالتہ الخ اس سے معلوم ہوا کہ بعض لوگ تاکے سر ہانے کے نیچے رکھ دیتے تھے اور بعض ٹانگوں میں باندھ دیتے تھے۔ تو دونوں احتمال صحیح ہیں۔ جس پر آپ نے نیکر فرمایا کہ اس سے تو صبح کا ناگہ سفید و سیاہ مراد ہے کہ صبح صادق تک کھاجی سکتے ہو۔

**بَابُ قَوْلِهِ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقَى وَأَتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ**  
 حدیث نمبر ۴۰۵۶ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى عَنْ الْبَرَاءِ قَالَ كَانُوا إِذَا أَحْرَمُوا فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَتَوْا الْبَيْتَ مِنْ ظُهُورِهِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقَى وَأَتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا۔

ترجمہ۔ حضرت برابر فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں جب احرام باندھ لیتے اور کسی ضرورت کی وجہ سے گھر آنا ہوتا تو گھر کی کچھلی دیوار سے گھر میں آتے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی ترجمہ آیت یہی نہیں ہے کہ گھر کی پیٹھ سے گھروں میں داخل ہو۔ بلکہ نیکو کار وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہوا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

**بَابُ قَوْلِهِ وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ فَإِنْ أَتَوْا لَعُدُّوْا إِلَّاءَ عَلَى الظَّالِمِينَ**

حدیث نمبر ۴۰۵۷ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَجُلًا فِي فِتْنَةِ ابْنِ الزُّبَيْرِ فَقَالَ إِنَّ النَّاسَ صَنَعُوا وَأَنْتَ بَنُ عُمَرَ وَصَاحِبُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا يَمْنَعُكَ أَنْ تَخْرُجَ فَقَالَ يَمْنَعُنِي أَنَّ اللَّهَ حَرَّمَ دَمَ أَخِي فَقَالَ اللَّهُ يَقُولُ اللَّهُ وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ فَقَالَ قَاتَلْنَا

حَتَّى لَمْ تَكُنْ فِتْنَةً وَكَانَ الدِّينُ لِلَّهِ وَأَنْتُمْ تَريُدُونَ أَنْ تُقَاتِلُوا حَتَّى  
تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لغيرِ اللَّهِ وَزَادَ عُثْمَانُ بْنُ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ  
قَالَ أَخْبَرَنِي فُلَانٌ وَحِيوةُ بْنُ شُرَيْجٍ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَمْرٍوَالْمَعَاذِرِيِّ أَنَّ  
بَكْرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَهُ عَنْ تَافِعٍ أَنَّ رَجُلًا أَتَى ابْنَ عُمَرَ فَقَالَ يَا أَبَا  
عَبْدِ الرَّحْمَنِ مَا حَمَلَكَ عَلَى أَنْ تَحُجَّ عَامًا وَتَعْتَمِدَ عَامًا وَتَتْرِكَ الْجِهَادَ  
فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ عَلِمْتَ مَا رَغِبَ اللَّهُ فِيهِ قَالَ يَا ابْنَ أَخِي بَنَى  
الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ إِيْمَانٍ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالصَّلَاةَ الْخَمِيْسَ وَصِيَامَ رَمَضَانَ  
وَأَدَاءَ الزَّكَاةِ وَحُجَّ الْبَيْتِ قَالَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَلَا تَسْمَعُ مَا ذَكَرَ اللَّهُ  
فِي كِتَابِهِ وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلَحُوا بَيْنَهُمَا (أَلَيْسَ فِي قَوْلِهِ)  
أَمْرٌ لِلَّهِ وَقَاتِلُوهُ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ قَالَ فَعَلْنَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ الْإِسْلَامُ قَلِيلًا فَكَانَ الرَّجُلُ يُفْتَنُ فِي دِينِهِ  
إِمَّا قَاتِلُوهُ وَإِمَّا يُعَذِّبُوهُ حَتَّى كَثُرَ الْإِسْلَامُ فَلَمْ تَكُنْ فِتْنَةٌ قَالَ فَمَا  
قَوْلُكَ فِي عَلِيٍّ وَعُثْمَانَ قَالَ إِمَّا عُثْمَانُ فَكَانَ اللَّهُ عَفَا عَنْهُ وَإِمَّا أَنْتُمْ  
فَكَرِهْتُمْ أَنْ يُعْفُو عَنْهُ وَإِمَّا عَلِيٌّ فَأَبْنُ عَمِّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
وَخَنَّهُ وَأَشَارَ بِيَدِهِ فَقَالَ هَذِهِ أَبَيْتُهُ حَيْثُ تَرَوْنَ.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن الزبیر کے جنگ کے زمانہ میں دو آدمی حضرت ابن عمرؓ کے پاس آکر کہنے لگے۔  
کہ لوگ جنگ و جدال میں خون بہا کر ضائع ہو رہے ہیں۔ آپ حضرت عمرؓ کے صاحبزادے اور جناب رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ پس آپ باہر نکل کر اس جنگ و جدال کا فیصلہ کیوں نہیں کرتے۔ تو  
انہوں نے فرمایا۔ کہ مجھے اس بات نے روکا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان بھائی کے خون بہانے کو حرام  
قرار دیا ہے۔ تو انہوں نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا۔ کہ تم ان لوگوں سے اس وقت تک لڑتے  
رہو۔ یہاں تک کہ فتنہ ختم ہو جائے۔ تو انہوں نے فرمایا۔ ہم تو ان مشرکوں کے ساتھ اس وقت تک لڑتے  
رہے۔ یہاں تک کہ شرک کا فتنہ نہ رہا۔ اور دین و قانون اللہ تعالیٰ کے لئے رہ گیا۔ اور تم لوگ یہ چاہتے  
ہو۔ کہ تم آپس میں لڑتے رہو۔ یہاں تک کہ فتنہ و فساد برپا رہے۔ اور دین و قانون غیر اللہ کے لئے ہو جائے۔

اور عثمان بن صالح کی سند سے مزید کہا۔ حضرت نافعؓ نے فرمایا کہ حضرت ابن عمرؓ کے پاس ایک آدمی آیا اور آکر کہنے لگا کہ اے ابو عبد الرحمن! کیا وجہ ہے کہ آپؓ ایک سال حج کرتے ہیں اور دوسرے سال عمرہ کے لئے جاتے ہیں۔ اور جہاد فی سبیل اللہ کو آپؓ نے چھوڑ دیا ہے۔ اور آپؓ بخوبی جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں کس قدر رغبت دلائی ہے۔ فرمایا اے بھتیجے! اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔ پہلے تو یہ کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا ہے۔ پھر پانچ نمازیں پڑھنی ہیں۔ اور رمضان کے مہینہ کا روزہ رکھنا ہے۔ چوتھے مال کی زکوٰۃ ادا کرنا ہے۔ پانچویں بیت اللہ کا حج کرنا ہے۔ تو اس نے کہا۔ اے ابو عبد الرحمن! کہ اللہ تعالیٰ نے جو اپنی کتاب کے اندر ذکر کیا ہے۔ تم نے اس کو نہیں سنا۔ ترجمہ آیت کہ اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں۔ تو ان کے درمیان صلح کرادو۔ یہاں تک کہ اللہ کا حکم ہے۔ کہ اس وقت تک ان سے لڑائی جاری نہ رکھو۔ یہاں تک کہ فتنہ و فساد بند ہو جائے۔ تو ابن عمرؓ نے فرمایا۔ اس پر ہم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عمل کر لیا۔ اس وقت اسلام تھوڑا تھا۔ پس مسلمان آدمی کی اس کے دین کے بارے میں آزمائش ہوتی تھی۔ یا تو مخالفین اسے قتل کر دیتے یا اسے عذاب میں مبتلا کرتے۔ یہاں تک کہ اب اسلام بہت ہو گیا۔ پس وہ شرک والا فتنہ نہیں رہا۔ پھر اس نے پوچھا۔ حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کے بارے میں تمہارا ہی کیا رائے ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ حضرت عثمانؓ کے فرار کو تو اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا اور تمہیں اس کو معافی دینا پسند نہیں ہے۔ رہ گئے حضرت علیؓ۔ وہ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں اور آپ کے داماد ہیں۔ اور اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ کہ یہ ان کا گھر ہے۔ جہاں سے تم دیکھ رہے ہو۔ کہ وہ ابیات رسول کے درمیان ہے۔ بہر حال وہ منزل اور منزلہ آپ کے قریب ہیں۔

### تشریح از شیخ مدنیؒ | یزید کے تخت پر بیٹھنے سے چند حضرات نے اختلاف کیا کیونکہ یزید

نہ تو مستحق خلافت تھا اور نہ ہی اس کی خلافت مشورۃ الناس سے قائم ہوئی تھی۔ سیدنا حسینؓ۔ ابن الزبیرؓ۔ ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ نے نہ تو ولیعہد کی بیعت کی تھی اور نہ ہی خلافت کو مانا تھا۔ حضرت امیر معاویہؓ کا حضرت حسنؓ سے معاہدہ تھا کہ ان کی وفات کے بعد وہ تخت نشین ہوں گے۔ لیکن امام حسنؓ وفات پا گئے۔ امیر معاویہؓ زندہ تھے۔ حضرت حسینؓ سے عہد نہیں تھا۔ اس لئے اپنی زندگی میں انہوں نے اپنے بیٹے یزید کے لئے بیعت لی تھی۔ ان مذکورہ بالا چار حضرات نے بیعت سے بدیں وجہ انکار کیا کہ بیک وقت دو امیروں

کے لئے بیعت نہیں ہو سکتی۔ یزید کے تخت نشین ہونے کے بعد اس نے مخالفین کی سرکوبی کے لئے فوج بھیجی جس نے مدینہ منورہ کا محاصرہ کیا۔ جس کے بعد واقعہ حرہ پیش آیا۔ اور دوسرا واقعہ سیدنا حسینؑ کی شہادت کا ظاہر ہوا۔ یزید کی وفات کے بعد حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ نے خلافت کا دعویٰ کیا۔ حسینؑ بنی مروان نے سب سے پہلے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ادھر مروان بن حکم جو حاکم مدینہ تھا۔ اس نے خلافت کا دعویٰ کیا۔ وہ کمزور تھا۔ دیے بھی چھ ماہ کے اندر اندر اس کی وفات ہو گئی۔ تو عبدالملک بن مروان تخت نشین ہوا۔ جس نے حجاج بن یوسف ثقفیؓ کو حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کناہہ کش رہے۔ سٹھک دمار یعنی خون ناحق بہنے کے خطرہ کے پیش نظر انہوں نے یزید کی بیعت کر لی تھی۔ دل سے نہیں مانتے تھے۔ یہ ایسا تھا جیسے تغلب کی حکومت کو سٹھک دمار کے خوف سے تسلیم کر لیا جاتا ہے۔ اس لئے ان الناس ضیعوا فرمایا گیا۔ طرفداران یزید نے فتنہ ابن الزبیر پیدا کیا۔ اس طرح دو جماعتیں ہو گئیں۔ ایک نے حضرت ابن الزبیرؓ کا ساتھ دیا۔ اور دوسری عبدالملک بن مروان کی حامی بن گئی۔ جو ابن الزبیرؓ کو حق پر نہیں سمجھتے تھے۔ غرضیکہ ان لوگوں نے حضرت ابن عمرؓ کو ابن الزبیرؓ سے لڑنے کے لئے اکسایا۔ جس پر ابن عمرؓ نے فرمایا کہ میں تو کسی مسلمان کا خون بہانے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ تو اس پر ان لوگوں نے کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ کا یہ حکم نہیں ہے۔ قاتلوہم حتی لا تکلون فتنۃ امی شریک وظلم جس پر ابن عمرؓ نے فرمایا۔ کہ مشرکین اور کفار سے لڑ کر ہم نے شرک اور ظلم کا خاتمہ کر دیا۔ اب تم اس لئے لڑتے ہو۔ کہ دین دنیا داروں کے ہاتھ آجائے۔ اور عبداللہ بن الزبیرؓ دین دار کو تم اچھا نہیں سمجھتے۔

عن نافع ان رجلاً قلیل حکیم کذا فی العینی۔ فاصحوا بئینہما اس آیت سے انہوں نے استدلال کیا۔ کہ مسلمان باغیوں سے لڑنا درست ہے۔ چونکہ آپ عظیم شخصیت ہیں۔ اس لئے آپ فریقین میں صلح کر سکتے ہیں۔

اما عثمانؓ فکلن اللہ عفا عنہ سائل خارجی تھا جو شیخین کی فضیلت کا قائل تھا۔ اور غتنین یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو دامادوں کی تنقیص کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ حضرت عثمانؓ جنگ احد میں فراہ کر گئے تھے۔ تو ابن عمرؓ نے جواباً فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے عفا اللہ عنہم فرمایا انہیں معافی دے دی ہے۔ تم انہیں کیوں معاف نہیں کرتے۔ رہ گئے حضرت علیؓ تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی بھی ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرات کے درمیان حضرت فاطمہؓ کا حمورہ تھا۔

جس میں حضرت علیؓ رہتے تھے۔ تو ان کو منزل لا و منزلہ دونوں طرح سے قرب حاصل ہے۔ کیونکہ جنوبی جانب حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کے حجرے تھے۔ یہ بھی میں حضرت فاطمہؓ کا حجرہ تھا۔ اس کے پیچھے دیگر ازدواج مطہرات کے حجرات تھے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ سے خفا ہوتے تو اپنے قریب جگہ نہ دیتے۔ طوارح کا اعتراض درست نہیں ہے۔ وہ تو منزل کے اعتبار سے قریب اور قرابت کے اعتبار سے بھی قریب ہیں۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** **ان** **مخرج الامنیہ** کہ باغی اور سرکش لوگوں کا قتال کریں۔ تاکہ

فتنہ و فساد کا انسداد ہو۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اس کی محمد میں طاقت نہیں ہے۔ اور آیت کہ یہ میں لا تلکون فتنۃ میں فتنہ سے شرک مراد ہے۔ وہ ہم ختم کر چکے۔ اب مسلمانوں میں مقاتلہ کہ ان کے جھگڑوں کا فیصلہ کرنا یہ میری طاقت سے باہر ہے۔ کیونکہ قاتلو انقی تبقی الا باغی لوگوں سے لڑنے کے لئے عدد اور عزد کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ افراد اور اسلحہ میرے پاس نہیں ہے۔ کہ میں ان سے قتال کر سکوں۔ لہذا سکوت اور تسلیم و رضا کا راستہ اختیار کیا ہے۔

**تشریح از شیخ زکریا** **مولانا مکیؒ** کی تقریر میں سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ باغی مسلمانوں

سے قتال بغیر شوکت اور قدرت کے ممکن نہیں جو ہمیں حاصل نہیں ہے۔ قتال کفار سے ہم فارغ ہو گئے۔ اور اب یسے لفظاً لکم علی الملک کہ اب تو صرف ملک کے لئے لڑنا رہ گیا ہے۔ جیسا کہ مروان اس کے بیٹے عبد الملک اور عبد اللہ بن الزبیر کے درمیان واقع ہوا۔ تو ابن عمرؓ کی رائے یہ تھی کہ ایسی حالت میں جب کہ کسی فریق کا حق پر ہونا اور دوسرے کا باطل پر ہونا واضح نہ ہو۔ قتال کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ جب کسی کا باغی ہونا واضح ہو جائے تو اس سے لڑنا واجب ہے۔ حتیٰ تعالیٰ امر اللہ۔ جمہور امت کا یہی مسلک ہے۔ ۳۳ھ میں حجاج بن یوسف اور عبد اللہ بن الزبیرؓ کی جنگ ہوئی۔ جس میں حضرت ابن الزبیرؓ قتل کر دیئے گئے۔ اور حضرت ابن عمرؓ کی وفات ادا اہل ۳۳ھ میں ہوئی۔ اور ابن عمرؓ یہاں تک کنارہ کش رہے کہ اپنی بہن ام المؤمنین حضرت حفصہؓ کے حکم کے باوجود وہ تحکیم کے واقعہ میں حاضر نہیں ہوئے۔

**بَابُ قَوْلِهِ وَانْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ وَأَحْسِنُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ التَّهْلُكَةُ وَالْهَلَاكُ وَاحِدٌ۔**  
**حدیث نمبر ۴۰۵۸ حَدَّثَنَا اسْحَقُ الْاَعَنُ حَذِيفَةُ وَانْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ**

وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ قَالَ نَزَلَتْ فِي التَّفَقُّهِ -

ترجمہ۔ حضرت خذیفہؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت قربات الہیہ میں خرچ کرنے کے بارے میں نازل ہوئی۔ کفار سے جنگ میں مسلمانوں پر خرچ کہہ دو تاکہ وہ قوی ہو کر ان کا مقابلہ کر سکیں۔ اگر تم نے مال سے محبت کر کے جہاد وغیرہ نہ خرچ کیا۔ تو دشمن قوی ہو کر تمہیں ہلاک کر دے گا۔ تو یہ امساک اور حب المال ہمیشہ کی ہلاکت کا سبب ثابت ہوگی۔

بَابُ قَوْلِهِ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِّن رَّأْسِهِ

حديث نمبر ۴۰۵۹ حَدَّثَنَا آدَمُ السَّمْعِيُّ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَعْقِلٍ قَالَ  
قَعَدْتُ إِلَى الْكُوفِيِّ بْنِ عُجْرَةَ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ يَعْنِي مَسْجِدَ الْكُوفَةِ فَسَأَلْتُهُ عَنْ  
فِذْيَةٍ مِنْ صِيَامٍ فَقَالَ حُمِلَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْفَقْدُ  
يَتَنَا سُرْعَى وَجْهِ فَقَالَ مَا كُنْتُ أُرَى أَنَّ الْجَهْدَ قَدْ بَلَغَ بِكَ هَذَا أَمَا تَجِدُ  
شَاءَ قُلْتُ لَا قَالَ صُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ أَوْ أَطْعَمْ سِتَّةَ مَسَاكِينٍ لِكُلِّ مُسْكِينٍ  
نِصْفَ صَاعٍ مِنْ طَعَامٍ وَأَحْلِقْ رَأْسَكَ فَانْزَلَتْ فِي خَاصَّةٍ وَهِيَ لَكُمْ عَامَّةٌ -

ترجمہ حضرت عبداللہ بن معقل فرماتے ہیں کہ میں حضرت کعب بن عجرہ کے پاس جا کماں مسجد یعنی مسجد کوفہ میں بیٹھا۔ میں نے ان سے روزہ کے فدیہ کے بارے میں پوچھا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ مجھے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس حال میں اٹھا کر لایا گیا کہ جو میں میرے چہرہ پر گھر کہ پھیل رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا۔ میں سمجھتا ہوں کہ تیری یہ مشقت اس حد تک پہنچ چکی ہے۔ کیا تمہارے پاس بکری ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ تین دن کے روزے رکھو یا چھ مسکینوں کو کھانا کھاؤ۔ ہر مسکین کو دو سیر گندم دو۔ اور سر منڈا لو۔ تو پس یہ آیت خاص کر میرے بارے میں نازل ہوئی۔ جس کا حکم تمہارے لئے عام ہے۔

تشریح از شیخ مدنی " لا تطلقوا ابائکم الی التعلکة الہمارے نام نہاد صوفی اور دلی

اس آیت کو بہت پڑھتے ہیں۔ اور جب کوئی اہم کام ہوتا ہے۔ تو بچے بھٹ جاتے ہیں کہ خطرہ ہے دشمن کی فوج امداد تمہیں زیادہ ہیں۔ لہذا جہاد کو ترک کر دو۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ دو۔ لیکن

ترمذی شریف میں یہ روایت حضرت ابوالیوب انصاری سے اس طرح مروی ہے کہ قسطنطنیہ پر جب مسلمانوں نے حملہ کیا۔ اور رومی فوج پر مسلمانوں کا بھرپور حملہ ہوا۔ تو کسی شخص نے کہا کہ یہ تو اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ لا تلتقوا بایہ یکم الی التھلکۃ۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ جس پر حضرت ابوالیوب انصاری ناراض ہوئے۔ فرمایا یہ آیت تو ہم انصار کے بارے میں نازل ہوئی۔ کہ ہم انصار نے چپکے چپکے یہ کہنا شروع کر دیا۔ کہ اب تک ہم لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت اسدا کی ہے۔ یہاں تک کہ اب مسلمان بہت ہو گئے ہیں۔ جنگوں میں شرکت کی وجہ سے ہمارے باغات خشک ہو گئے۔ خصوصاً کھجور کے درخت جلدی خشک ہو گئے۔ اب اگر ہم غزوہ تبوک میں شامل ہوتے۔ تو ہمارے باغات تباہ ہو جائیں گے۔ لہذا جہاد میں شمولیت ترک کر کے باغات اور کھیتوں کی خبر گیری کرو۔ جس پر یہ آیت لا تلتقوا بایہ یکم الا نازل ہوئی۔ کہ اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو۔ الی التھلکۃ بعزکم ترک الجہاد۔ یعنی جہاد کو چھوڑ دینا ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ مال کے خراب ہونے کی پرواہ نہ کرو۔ کیونکہ ترک جہاد کی صورت میں دشمن قوی ہو جائے گا۔ تم پر غالب آکر تمہیں ذلیل کر دے گا۔ کیونکہ دشمن جب تک رعب نہ دیکھے وہ برابر لشکر کشی کرتا رہتا ہے۔ الغرض جہاد سے مال ضائع ہو گا اور ترک جہاد سے اولاد ضائع ہوگی۔

دوسری توجیہ یہ ہے کہ جملہ لا تلتقوا بایہ یکم الفقوا کے بعد لایا گیا ہے۔ پہلے معنی یہ تھے۔ کہ تمہارا مال کو جمع کرنا اور جہاد چھوڑ دینا یہ تھلکہ ہے۔ اب معنی ہوں گے۔ کہ تمہارا مال کو جمع کرنا اور غزوہ فی سبیل اللہ نہ کرنا یہ تھلکہ ہے۔ تو اب کہا جاسکتا ہے۔ کہ اگرچہ شان نزول یہی ہے۔ جیسا کہ حضرت ابوالیوب انصاری فرما رہے ہیں۔ کہ التھلکۃ میں الف لام عہد خارجی کا ہے۔ اسی عزم ترک الجہاد ہے یا عزم جمع الاموال ہے۔ لیکن مورد کا خیال نہیں رکھا جاتا۔ بلکہ عموم الفاظ کا اعتبار ہوتا ہے۔ آج کل لوگ خطرہ کا بہانہ بناتے ہیں۔ جواب یہ ہے۔ کہ یہاں عموم ہے نہیں کہ تم خصوص کا خیال کرو۔ حدیث سے مخصوص معلوم نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ حدیث میں ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ دو آدمی اللہ تعالیٰ کو محبوب ہوتے ہیں۔ ایک وہ مسافر جو آخری شب اپنی محبوب نیند کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ سے مناجات شروع کرے۔ تہجد پڑھتا ہے۔ دوسرا وہ ہے۔ جو دشمن سے قتال کر رہا ہے۔ مسلمانوں کو شکست ہو گئی۔ یہ تہاد دشمنوں پر حملہ آور ہوتا ہے اور شہید ہو جاتا ہے۔ یہاں تو تھلکہ قطعی اور یقینی ہے۔ مگر یہ شخص احب الناس الی اللہ ہے۔ اگر اس کے خلاف ہوتا تو بعض الناس بنتا۔ آپ خود بدر کے میدان میں پریشان تھے۔ نہ تلواریں نہ گھوڑے نہ فوج

ادھر دشمن ہر طرح کے کیل کانٹے سے مسلح تھا۔ بایں بہہ آپ تین سو تیرہ آدمی لے کر ایک ہزار کے مقابل بکھلتے ہیں۔ یہ بھی ہتھار اٹھلکھ تھا۔ آج ہم انگریز سے ڈرتے ہیں۔ حالانکہ انگلینڈ کی آبادی چار کروڑ ہے۔ ہم ہندوستانی چالیس کروڑ ہیں۔ مسلمان دس کروڑ ہیں۔ ہمارے تو پیشاب سے بھی انگریز بہہ جاتے۔ لیکن پھر بھی لاتعلقوا اللہ! رہ جاتے ہیں۔ غزوہ یرموک میں دشمن تین لاکھ ہے۔ حکومت پشت پناہ ہے۔ مسلمان اسی ہزار ہیں۔ جن کو جمیع اطراف سے جمع کر کے حضرت فاروق اعظمؓ نے بھیجا تھا۔ یہ بھی تھلکھ تھا۔ مگر مقابلہ ہوا۔ مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ قادیسیہ کی جنگ میں فارسی حکومت مسلمانوں کے مقابلہ میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتی ہے۔ فوج کیل کانٹے سے مسلح ہے۔ اور سپاہی بہادر اور جنگجو ہیں۔ رستم پہلوان کمان کرتا ہے۔ ادھر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی کمان میں جنگ شروع ہوتی ہے۔ فوج دشمن کی فوج سے ایک تہائی ہے۔ بلکہ اس سے بھی کم ہے۔ مقابلہ کے بعد فتح مسلمانوں کو ہوتی ہے۔

الغرض معلوم ہوا کہ اٹھلکھ میں الف لام عموم کے لئے نہیں مخصوص پر محمول ہے۔ دشمن کو قتل کرنا اس پر رعب ڈالنا ضروری ہے۔ بسا اوقات ایک آدمی بہت کام کر جاتا ہے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ اکیلے جماعتوں کو شکست دے دیتے ہیں۔ ممکن ہے کہ ایک آدمی کی بدولت دشمن مرعوب ہو جائے۔ جس سے دشمن مغلوب ہو۔ اور مسلمانوں کا جذبہ شہادت رنگ لائے۔ اور بھی کئی مصالح ہو سکتے ہیں۔ سب روایات صحاح کی ہیں۔ قسطنطنیہ پر سات مرتبہ حملہ ہوا۔ ساتویں مرتبہ فاتح سلطان محمد تھے۔ تین مرتبہ عربوں نے حملہ کیا۔ اور چار مرتبہ ترکوں نے حملہ کیا۔ چھ بار مسلمان ناکام رہے۔ بہت نہیں باری۔ حضرت عمرؓ اور امیر معاویہؓ کے عہد میں حملے ہوئے۔

**تشریح از شیخ مدنی** | باب فن کان مریضاً۔ آیت میں ہے۔ لاتعلقوا رؤسکم حتی یبلغ

الصدی محلہ الی یعنی دسویں ذی الحجہ تک سر کو نہ منڈواؤ یعنی احرام نہ کھولو۔ اگر کوئی مریض ہے جس کو سر منڈوانا ضروری ہے۔ یا نمر میں کوئی تکلیف دہ چیز پیدا ہو گئی ہے۔ جس کی وجہ سے محرم نے سر کو منڈوا لیا تو اسے فدیہ دینا پڑے گا۔ وہ تین چیزوں میں سے ایک ہے۔ تین دن کے روزے۔ بکری کی قربانی۔ یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلانا۔



## بَابُ قَوْلِهِ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ

حدیث نمبر ۴۰۶۰ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ عُمَرَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ أُنْزِلَتْ آيَةُ التَّمَتُّعِ فِي كِتَابِ اللَّهِ فَفَعَلْنَا مَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يُنْزَلْ قُرْآنٌ يُحَرِّمُهُ وَلَمْ يَنْهَ عَنْهَا حَتَّى مَاتَ قَالَ رَجُلٌ بِرَأْيِهِ مَا شَاءَ -

ترجمہ۔ حضرت عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں کہ تمتع کی آیت تو کتاب الشریعہ میں نازل ہوئی ہے اور ہم نے یہ حج تمتع جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کیا ہے۔ قرآن میں اس کی حرمت نازل نہیں ہوئی اور نہ ہی مرتے دم تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تمتع سے منع کیا۔ اب اپنی رائے سے جو شخص چاہے کہتا رہے۔ اس سے مراد حضرت عمرؓ ہیں یا حضرت عثمانؓ ہیں۔ جو ہر عبادت کا الگ الگ حکم دیتے تھے۔ حج اور عمرہ کو جمع نہیں کرتے تھے۔

**تشریح از شیخ مدنی** | حج کے تین اقسام ہیں۔ افراد، تمتع اور قرآن حج افراد کے اندر میقات سے احرام باندھ کر دسویں ذی الحجہ تک اسی حالت میں رہتا ہے۔ طواف زیارت ادا کر کے پھر احرام کھولا جاتا ہے۔ تمتع میں دخول مکہ کے بعد افعال عمرہ ادا کر کے حلال ہو جاتا ہے۔ پھر یوم ترویہ میں احرام باندھ کر افعال حج ادا کرنے کے بعد دسویں تاریخ کو حلال ہوتا ہے۔ اس میں آسانی ہے۔ منہیات کا ارتکاب نہیں کرنا پڑتا۔ اور قرآن میں زیادہ سختی ہے کہ اس میں برابر دسویں تاریخ تک احرام کی حالت میں رہنا پڑتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قارن تھے۔ راجح قول یہی ہے۔ بہت سے آدمیوں نے حج کا احرام باندھا تھا۔ آپؐ نے ان سے عمرہ کا احرام بندھوا کر انہیں تمتع بنایا۔ اب حضرت عمرؓ کے زمانہ میں لوگوں کو حج تمتع سے منع کیا جاتا ہے۔ تمتع اصطلاحی لفظ ہے۔ ایک تو قرآن اور افراد کا قسم ہے۔ اور ایک دوسرا تمتع لغوی ہے۔ بان یتمتع الرجل بسفر واحد بجمرة وحجۃ یعنی کہ ایک ہی سفر میں حج اور عمرہ سے نفع حاصل کرے۔ دونوں پر من تمتع کا اطلاق ہوتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے تمتع اور قرآن کا احرام باندھنے سے بالکل منع کر دیا تھا۔ دوسرے نسخ الحج الی العمرہ کو بھی منع کر دیا۔ نسخ الحج الی العمرہ تو بالاتفاق زمانہ سعادت کے ساتھ منقص ہے۔ آپؐ نے فرما دیا تھا۔ لکم خاصۃ۔ حضرت عمرؓ کی ہیبت کی وجہ لوگ ان کا خلاف کرنے

سے ڈرتے تھے۔ البتہ مشورے کھلے دل سے دیتے تھے۔ کسی کا لحاظ نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ ایک بڑھیلے  
قطار مقنطرہ والی آیت پڑھ کے ان کو خاموش کر دیا تھا۔ اور ایک مرتبہ منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا۔ کہ  
اگر میں قرآن و سنت کے خلاف حکم دوں تو تم لوگ میرے ساتھ کیا سلوک کر دو گے۔ حضرت علیؓ نے  
کھڑے ہو کر فرمایا۔ اس تلوار سے نکھلے کی طرح تیرے بل نکالیں گے۔ جس پر حضرت عمرؓ بہت خوش  
ہوتے۔ کہ مجھے کوئی فکر نہیں ہے۔ دین کے محافظ موجود ہیں۔ اس رعب و داب کے باوجود راتوں کو  
گشت کر کے لوگوں کے حالات معلوم کرتے تھے۔ تو حضرت عمران بن حصینؓ اختلاف کرتے ہوئے فرماتے  
ہیں۔ قال رجل ہرأیہ ما شاء۔ لیکن یہ حضرت عمرؓ کا روکنا اپنی رائے سے نہیں تھا۔ کیونکہ فسح الحج الی العمرہ  
تو آپ کے ارشاد کے مطابق لکم خاصۃ تھا۔ اور اتھو الحج والعمرة للہ بھی فسح حج الی العمرہ کو منع کرتا  
ہے۔ اور سنت نبوی بھی اسی پر دال ہے۔ کہ آپ رمی جمرہ عقبہ تک برابر احرام میں رہے۔ حضرت عمرؓ  
نے تمتع اور قرآن سے اس لئے منع کیا۔ تاکہ لوگ ایک ہی سفر میں حج اور عمرہ ادا کر کے خانہ کعبہ کو  
چھوڑ نہ دیں۔ بلکہ برابر آتے رہیں۔ تو یہ منع تحریم نہیں بلکہ مصلحتاً تھی۔

**بَابُ قَوْلِهِ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّنْ رَبِّكُمْ**  
حدیث نمبر ۴۰۶۱ حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ بْنُ اَبِي عُبَيْسٍ قَالَ كَانَتْ  
عُكَاظُ وَمَجَنَّةٌ وَذُو الْمَجَازِ اَسْوَاقًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَتَأْتَمُّوْا اَنْ تَبْتَغِيْوْا  
فِي الْمَوَاسِمِ فَنَزَلَتْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّنْ رَبِّكُمْ  
فِي الْمَوَاسِمِ الْحَجَّ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں عکاظ۔ مجنہ اور ذوالحجاز  
تین بازاریں تھیں۔ تو مسلمانوں نے حج کے موسم میں تجارت کرنے کو گناہ سمجھا۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔  
کہ موسم حج میں رزق طلب کرنے کے لئے تجارت کرنا گناہ نہیں ہے۔

**تشریح از شیخ مدنی** عرب میں سوائے ایام حج کے دوسرے اوقات میں اجتماع الناس  
ممکن نہیں تھا۔ صرف اشہر حرم میں لوگ مجتمع ہوتے تھے۔ جس میں خرید و فروخت ہوتی تھی۔ البتہ ایام منیٰ  
میں خالص مناسک حج کے لئے اجتماع ہوتا تھا۔ عکاظ۔ مجنہ۔ ذوالحجاز تینوں بازاروں میں خصال کے

ہیمنہ میں تجارت کے لئے جمع ہوتے تھے۔ جب اسلام آیا۔ تو مسلمان لوگوں کو خیال ہوا کہ چونکہ ایام حج میں تجارت کرنا جاہلیت کا طریقہ تھا۔ تجارت کی وجہ سے فریضہ حج خالص نہیں رہ سکتا۔ بلکہ گناہ ہوگا۔ اس لئے اس خیال کی تغلیط کے لئے یہ آیت نازل ہوئی کہ ضمناً تجارت کرنا کوئی گناہ نہیں ہے۔

## بَابُ قَوْلِهِ تَعَالَى أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ

حدیث نمبر ۴۰۶۲ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ عَائِشَةَ كَانَتْ قُرَيْشٌ وَمَنْ دَانَ دِينَهَا يَقِفُونَ بِالْمُزْدَلِفَةِ وَكَانُوا يُسْقُونَ الْحُمْسَ وَكَانَ سَائِرُ الْعَرَبِ يَقِفُونَ بِعَرَفَاتٍ فَلَمَّا جَاءَ الْإِسْلَامُ أَمَرَ اللَّهُ نَبِيَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَأْتِيَ عَرَفَاتٍ تَعْقِفُ بِهَا شَقَرُ يَفِيضُ مِنْهَا ذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى تَعَالَى أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ قریش اور ان کے ہم مسلک لوگ مزدلفہ میں ٹھہر جاتے تھے۔ اور اپنا حمس نام رکھتے تھے۔ باقی عرب کے لوگ عرفات میں وقوف کرتے تھے۔ جب اسلام آیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ وہ عرفات میں آئیں۔ وہاں وقوف کریں پھر وہاں سے لوٹیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے قول کا مطلب ہے۔

**تشریح از شیخ مدنی** قریش کے ساتھ بعض دوسرے قبائل بنو خزاعہ اور بنو عامر اور بنو ثقیف وغیرہ بھی تھے۔ اس لئے من دان دینھا فرمایا گیا۔ قریش کہا کرتے تھے۔ نحن قطين بیت اللہ۔ اس لئے ہم حدود حرم سے باہر نہ جائیں گے۔ منیٰ۔ مزدلفہ تو حدود حرم میں ہیں۔ لیکن عرفات حدود حرم سے باہر ہے۔ اس لئے قریش اور ان کے موافقین وقوف کے لئے مزدلفہ سے آگے نہیں جاتے تھے۔ دوسری اقوام عرفات میں وقوف کرتی تھیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ بھی وقوف عرفات کا تھا۔ قریش کی جاری کردہ بدعات میں سے یہ بھی تھا کہ وہ وقوف عرفات نہیں کرتے تھے۔

حمس حماسہ سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی شدت کے ہیں۔ چونکہ قریش دوسروں کی اطاعت نہیں کرتے تھے۔ اس لئے اپنے آپ کو جس کہتے تھے۔

حدیث نمبر ۴۰۶۳ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ يَطُوفُ

الرَّجُلُ بِالْبَيْتِ مَا كَانَ حَلًا لِحَتَّى يَهْلِيَا الْحَجَّ فَإِذَا رَكِبَ إِلَى عَرَفَةَ  
فَمَنْ تَيَسَّرَ لَهُ هَدِيَّةٌ مِّنَ الْإِبِلِ أَوْ الْبَقَرِ أَوِ الْغَنَمِ مَا تَيَسَّرَ لَهُ مِنْ ذَلِكَ  
أَيُّ ذَلِكَ شَاءَ غَيْرُ مَنْ لَمْ يَتَيَسَّرَ لَهُ فَعَلَيْهِ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَذَلِكَ قَبْلُ  
يَوْمِ عَرَفَةَ فَإِنْ كَانَ آخِرُ يَوْمٍ مِّنَ الْأَيَّامِ الثَّلَاثَةِ يَوْمَ عَرَفَةَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ  
ثُمَّ لِيَنْطَلِقَ حَتَّى يَقِفَ بِعَرَفَاتٍ مِنْ صَلَوةِ الْعَصْرِ إِلَى أَنْ يَكُونَ الظَّلَامُ  
ثُمَّ لِيَذْهَبُوا مِنْ عَرَفَاتٍ إِذَا أَنْصَضُوا مِنْهَا حَتَّى يَبْلُغُوا جَمْعًا الَّذِي  
يَبْلُغُونَ بِهِ ثُمَّ لِيَذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا وَكَثُرُوا التَّكْبِيرَ وَالتَّهْلِيلَ قِيلَ أَنْ  
تُصْبِحُوا ثُمَّ أَفِضُوا فَإِنَّ النَّاسَ كَانُوا يَفِضُونَ وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى ثُمَّ أَفِضُوا  
مِنْ حَيْثُ أَنْصَضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ حَتَّى تَرْمُوا  
الْجُمُعَةَ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ متمتع جب تک حلال ہے۔ وہ بیت اللہ کا طواف کر سکتا ہے۔  
یہاں تک کہ آٹھویں ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھے۔ پھر جب وہ عرفات کی طرف سوار ہو کر جانے لگے تو جس  
شخص کو قربانی کا جانور میسر ہو، خواہ اونٹ ہو یا گائے یا بکری۔ ان میں سے جو بھی اسے آسانی سے مل جائے۔  
اور جس کو آسانی سے یہ میسر نہ ہوں۔ تو اس پر تین دن کے روزے حج کے ایام میں ہیں۔ جو یوم عرفہ سے  
پہلے پہلے ہوں۔ اگر ان تینوں دنوں میں سے آخری دن عرفہ کے دن کا روزہ ہو تو اس میں کوئی حرج  
نہیں ہے۔ پھر وہاں منیٰ سے چل کر عرفات میں وقوف کرے۔ صلوٰۃ عصر سے لے کر غروب آفتاب تک  
جب تاریکی آجائے۔ پھر یہ لوگ عرفات سے لوٹ کر روانہ ہوں۔ یہاں تک کہ مزدلفہ میں پہنچیں۔ جہاں پر اسفار  
یعنی خوب روشنی تک رہنا ہوگا۔ پھر وہ اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کریں۔ یا اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کا اکثر  
درد کریں۔ لیکن یہ سب کچھ صبح کرنے سے پہلے پہلے ہو۔ پھر وہاں سے لوٹیں۔ کیونکہ غیر جس لوگ بھی یہاں  
سے لوٹتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ افيضوا

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت ابن عباسؓ کا فتویٰ مسلک احناف کے موافق ہے۔ نویں

تاریخ سے پہلے جن تاریخوں میں چاہے روزہ رکھے۔ اگر اس سے پہلے روزہ نہ رکھ سکے۔ یہاں تک کہ  
دسویں اور گیارہویں تاریخ ہو گئی۔ تو پھر ہدی کا ذبح کرنا ضروری ہوگا۔ ماکلیہ اور شوافع اس کے قائل

نہیں ہیں۔ بلکہ روزہ رکھنے کا حکم دیتے ہیں۔ حتیٰ یقضہ لعرفات من صلوة العصر الى ان يكون الظلام ان یرطہ الظلام جمع بین الصلوتین تقدیم کے لئے امام صاحب کے نزدیک چند شرائط ہیں۔  
یوم عرفہ ہو۔ احرام ہو۔ اور مسجد منمرہ ہو۔ اگر ان میں سے کوئی شرط مفقود ہو۔ تو پھر جمع بین الصلوتین جائز نہیں۔ شوافع وغیرہ کے نزدیک اور شرائط ہیں۔ استغفروا اللہ ان اللہ غفور رحیم حتیٰ ترحموا الحجرة۔ یہ ذکر۔ اذکار۔ تسبیح و تہلیل۔ استغفار و توبہ اس وقت تک چالو رہیں۔ یہاں تک کہ حجرہ عقبہ کی رمی کرے۔

## بَابُ قَوْلِهِ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً

حدیث نمبر ۴۰۶۴ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُمَّ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔ اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی نصیب ہو۔ اور ہمیں جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھنا۔

## بَابُ قَوْلِهِ وَهُوَ الَّذِي خَصَّامُ وَقَالَ عَطَاءُ النَّسْلِ الْخِيَوَانُ

حدیث نمبر ۴۰۶۵ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ عَنْ عَائِشَةَ تَرْفَعُهُ قَالَ الْغَضُّ الرِّجَالُ إِلَى اللَّهِ أَلَا لِدُ الْخِصْمِ وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ اس حدیث کا رفع کرتی ہیں کہ آپؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض آدمی وہ ہے جو سخت جھگڑالو ہو۔  
لدادة بمعنى شديد الخصومة خصام جمع خصم کی جھگڑالو۔

## بَابُ قَوْلِهِ أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ۖ

حدیث نمبر ۴۰۶۶۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَرَبَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ حَتَّى إِذَا اسْتِيَاسَ الرَّسُلُ وَظَنُوا أَنَّهُمْ قَدْ كَذَّبُوا خَفِيفَةً ذَهَبَ بِهَا هُنَاكَ وَتَلَا حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَى نَصُرَ اللَّهُ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ فَلَقِيتُ عُرْوَةَ بِنَ الْزُبَيْرِ فَذَكَرْتُ لَهُ ذَلِكَ فَقَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ مَعَاذَ اللَّهِ وَاللَّهِ مَا وَعَدَ اللَّهُ رَسُولَهُ مِنْ شَيْءٍ قَطُّ إِلَّا عَلَيْهِ آتَتْهُ كَأَنَّهُ قَبْلُ أَنْ يَمُوتَ وَلَكِنْ لَمْ يَزَلِ الْبَلَاءُ بِالرَّسُولِ حَتَّى خَافُوا أَنْ يَكُونَ مِنْ مَعَهُمْ يُكَذِّبُونَهُمْ فَكَانَتْ تَقْرَأُهَا وَظَنُوا أَنَّهُمْ قَدْ كَذَّبُوا مُثْقَلَةً۔

ترجمہ۔ ابن ابی ملیکہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے عرض کیا کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے سنا ہے کہ ان کے سامنے حضرت ابن عباسؓ سے پڑھتے تھے۔ اور اس آیت کو اس آیت کی طرف لے جاتے تھے۔ جو سورۃ بقرہ میں ہے مَتَى نَصُرَ اللَّهُ یعنی انبیاء کے پاس اس حد تک پہنچ گئی۔ اور حتیٰ بقول الرسول والذین آمنوا معہ مَتَى نَصُرَ اللَّهُ آیت۔ ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ میری ملاقات حضرت عروہ بن الزبیرؓ سے ہوئی میں نے ان کے سامنے حضرت ابن عباسؓ کا قول ذکر کیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت عائشہؓ تو اس سے اللہ کی پناہ مانگتی تھیں کہ انبیاء کہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے جھوٹ کہا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو اپنے نبی سے جو بھی وعدہ کیا۔ اس نبی کو تو یقین تھا کہ وہ اس کی موت سے پہلے پہلے ضرور ہو کر رہے گا۔ جھوٹ کا تو احتمال نہیں ہے۔ البتہ اللہ کے رسولوں پر مصائب برابر آتے رہے۔ یہاں تک کہ انبیاء کو اپنے ساتھیوں سے خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں وہ ان کو جھٹلانہ دیں۔ تو وہ قہر سے بولنا تشدید کے ساتھ پڑھتی تھیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | ظَنُّوا أَنَّهُمْ قَدْ كَذَّبُوا یہ سورۃ یوسف کی آیت ہے۔ اور اس

کو حضرت ابن عباسؓ اس تفسیر کے ساتھ ذکر کرتے ہیں کہ اَمْ حَسِبْتُمْ کہ ساتھ ملایا لَتَكُمُ ۖ

بِاسْمِ اللَّهِ نَسِيتُ سے ہے اور ہزار ہا مرتبہ ہے۔ یعنی شدت فقر و شدت مرض اس کی تاثیر میں

ابن عباسؓ سورۃ یوسف کی آیت کو پیش کرتے ہیں۔ یہاں کوئی مذہبی اختلاف نہیں بلکہ قرآن کا اختلاف

ہے۔ ابن عباسؓ سبوحہ یوسف کی آیت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ متقدمین پر جو حالتیں گزری ہیں وہ تم کو ضرور پہنچیں گی۔ پھر بہشت میں داخلہ ملے گا۔ وہ حالت مستحکم البأساء والضراء کہ فقر و فاقہ شدت مرض سے دوچار ہوتے۔ نوبت یہاں تک پہنچی۔ عالم مایوسی میں رسولوں کو بھی گمان ہو گیا کہ نصرت کا وعدہ ان سے جھوٹ کہا گیا۔ یہی غایت کے لئے مغیبی یعنی جس کی غایت ہے۔ وہ محذوف ہے۔ اسی طالع علیہم البأس واستبطلنا عنهم النصرتی اذا استیثس الرسل۔ یعنی ان پر سختیاں دور ہو گئیں۔ اور نصرت ایزدی کے آنے میں دیر ہو گئی۔ یہاں تک کہ رسل مایوس ہو گئے۔ تو استیثس کا فاعل رسل ہوئے۔ ظنور کا فاعل بھی الرسل ہے۔ اور کذبوا فعل مجہول کا نائب فاعل بھی الرسل ہے۔ ظاہر یہی ہے کہ رسول ناامید ہو گئے کہ اب اللہ کی مدد نہیں آتی۔ تو کذبوا فعل مجہول کے معنی ہوئے کہ رسول جھوٹ بولے گئے العیاذ باللہ وہ جھوٹ بولنے والا کون ہے۔ یا تو اللہ تعالیٰ ہیں یا ملائکہ ہیں۔ جب یہ تفسیر ابن عباسؓ حضرت عائشہؓ کو سنائی گئی۔ تو وہ اللہ کی پناہ مانگنے لگیں۔ انہوں نے فرمایا۔ قرأت قہم کذبوا تشدید ذال کے ساتھ ہے۔ یعنی لوگ ان کو جھٹلاتے ہیں۔ تو اس صورت میں وہ اعتراض وارد نہ ہو گا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں کذب کا احتمال رسولوں کو تھا۔ لیکن پھر اشکال ہے کہ ظنوا کیسے صحیح ہو گا۔ کیونکہ ظن اور علم تو درکنار واقعات اس پر دلالت کرتے ہیں کہ لوگوں نے انبیاء کی تکذیب کی ان کو جھٹلایا۔ تو دونوں قرأت میں تعارض ہوا۔ جس کے بارے میں حضرت عروہ بن الزبیرؓ نے حضرت عائشہؓ سے سوال کیا۔ ان کے جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ کذبوا بالتحفیف پڑھنا جائز ہے اور نہ بالتشدید کذبوا پڑھنا جائز ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ رسولوں کے ساتھ دو قسم کے لوگ تھے۔ ایک تو وہ جنہوں نے جھٹلایا۔ دوسرے وہ جو ایمان تولائے تصدیق بھی کی۔ لیکن مصائب اور بلاؤں کی شدت اور زیادتی کی وجہ سے بول پڑے۔ جیسا کہ حتی یقول الرسول والذین آمنوا معہ حتی نصر اللہ۔ دلالت کرتا ہے۔ تو اب معنی یہ ہوئے۔ اذا استیثس الرسل ای من القوم وھم الکفار وظنوا انھم قد کذبوا ای من جھت المؤمنین جب انبیاء کفار سے مایوس ہو گئے اور مومنوں کی طرف سے جھٹلائے جانے کا گمان ہوا۔ تب نصرت الہی نازل ہوئی۔ اس تقریر سے حضرت عائشہؓ کی قرأت واضح ہو گئی۔ جس نے کذبوا بالتحفیف قرأت کو باطل کر دیا۔ حالانکہ ابن عباسؓ کی قرأت متواترہ ہے۔ تو اس کی وجہ وہی ہے جو ابن عباسؓ بیان فرما رہے ہیں کہ بسا اوقات

مقام تو بیخ اور مقام ملامت میں ایسی چیز کی نسبت کر دی جاتی ہے جو اس میں نہیں پائی جاتی۔ جیسے کسی باپ کے بیٹے نے ان کے والد ہونے کا انکار نہیں کیا۔ لیکن نافرمانی کی بنا پر وہ کہتا ہے۔ کہ خدا کی قسم! تو مجھے باپ نہیں سمجھتا۔ اسی طرح حضرت یونس علیہ السلام کے بارے فرمایا گیا۔ وظن ان لن نقدر علیہ یعنی یونس علیہ السلام نے گمان کیا۔ کہ ہم اس پر نہ گز قدرت نہیں رکھتے۔ چونکہ یہ مقام ملامت ہے۔ بلاغت کا تقاضا ہے۔ کہ ایسی بات کی نسبت کی جائے۔ جس سے تو بیخ ہو جائے۔ ایسے یہاں ان لوگوں نے یہ گمان نہیں کیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے معاذ اللہ جھوٹ بولا۔ لیکن جب کثرت سے سوال کرنے لگے۔ متی نصر اللہ اور بار بار رنج و ملال کا اظہار کیا۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ ان کو ہمارے وعدوں پر یقین نہیں ہے۔ ہم نے ان سے جھوٹ کہا۔ جیسے حضرت جابرؓ کے بار بار سوال کرنے پر کہ آپ کا وعدہ پورا کرو۔ اتبخل کیا بخل کرتے ہو۔ صدیق اکبرؓ نے فرمایا۔ بخل سے بڑا مرض تو اور کوئی نہیں ہے۔ آخر میں انہوں نے آپؐ کے وعدہ کو پورا کر دیا۔ تو حضرت ابن عباسؓ تو فرماتے ہیں۔ کہ اذا استیسئس الرسول کو احم حسبکم کی طرف لے جاؤ۔ جو سورۃ بقرہ میں ہے۔ لما یأتکم مثل الذین خلوا من قبلکم ثواب وہ چیز نہ پائی گئی۔ جس سے حضرت عائشہؓ تعوذ کر رہی ہیں۔ کیونکہ حقیقتہً ظن نہیں پایا گیا۔ جیسے حضرت یونس علیہ السلام کا یہ فعل کہ وہ بغیر اذن الہی کے نینواسے بچوں اور عورتوں کو ساتھ لے کر چلے گئے۔ تو ملامت ہے کہ ایسا انہیں نہیں کرنا چاہیے تھا۔ کیا ہم ان کو لینے پر قادر نہیں تھے۔ پناہ بیوی کو کوئی بادشاہ لے گیا۔ بچے دریا میں ڈوب گئے۔ خود چالیس دن تک مچھلی کے پیٹ میں ہے۔ آیت کریمہ کا رد کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے جان بخشی کہ دی۔ بیوی بھی مل گئی بچے بھی واپس مل گئے۔ ذہب مجھا اسی الایت اور ہناک سے سورۃ بقرہ کی طرف اشارہ ہے۔ اور اس کی آیت حتی یقول الرسول الخ کو تلاوت کیا۔ کہ ظنوا انکم قد کذبوا اس کے ساتھ لاحق کیا جائے۔ اس طرح دونوں آیات اور قرأت میں تطبیق ہو گئی۔ لیکن ان دونوں کا مدار اس پر ہے۔ کہ فماتم میں انتشار نہ کیا جائے۔ انھم۔ ظنوا وکذبوا سب کا مرجع الرسل ہو۔ اگر یہ کہا جائے۔ کہ ظنوا کی ضمیر کا مرجع اتباع الرسل ہیں۔ یعنی ظن المؤمنون۔ کذبوا ای المؤمنون یعنی اتباع کہیں کہ ہم سے رسولوں نے جھوٹ بولا۔ یا ہم سے خدا نے جھوٹ کہا۔ اور الذین اتقوا جو اس آیت سے پہلے ہے۔ وہ دلالت کرتا ہے کہ یہ مضمون مؤمنین کے لئے ہے۔ اور مؤمنوں کو یہ گمان ہو جانا کوئی مستبعد نہیں۔ اور رسل سے ایسا گمان



محال ہے۔ اس وقت کذبوا کے معنی حقیقی ہوں گے۔ حضرت ابن عباس نے ان کے مجازی معنی لئے تھے اور کذبوا بمعنی انتزعوا کہے۔

## بَابُ قَوْلِهِ تَعَالَى نِسَاؤُكُمْ حَرْثُكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَلَىٰ شَيْئِكُمْ وَقَدْ مَوَّالِ أَنْفُسِكُمْ ۖ

حدیث نمبر ۴۰۶۷ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا قَرَأَ الْقُرْآنَ لَمْ يَتَكَلَّمْ حَتَّىٰ يَفْرُغَ مِنْهُ فَأَخَذْتُ عَلَيْهِ يَوْمًا فَقَرَأَ سُورَةَ الْبَقَرَةِ حَتَّىٰ أَتَتْهُ إِلَىٰ مَكَانٍ قَالَ تَذَرِي فِيهَا أَنْزِلْتُ قُلْتُ لَا قَالَ أَنْزِلْتُ فِي كَذَا وَكَذَا ثُمَّ مَضَىٰ وَعَنْ عَبْدِ الصَّمَدِ عَنْ ابْنِ عُمَرَ فَأَتُوا حَرْثَكُمْ أَلَىٰ شَيْئِكُمْ قَالَ يَأْتِيهِمَا فِي رَوَاهُ مُحَمَّدٌ ۖ

ترجمہ۔ حضرت نافعؓ فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ جب قرآن مجید پڑھتے تھے تو فارغ ہونے سے پہلے کسی سے کلام نہیں کرتے تھے۔ ایک دن میں آپ کے پاس قرآن مجید پکڑے ہوئے کھڑا تھا کہ آپ نے سورۃ البقرہ کو پڑھا۔ اور ایک مکان نساؤکم الانکم پہنچے تو مجھ سے فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ یہ کس کے بارے میں اتاری ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ انہوں نے فرمایا یہ فلاں فلاں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ یعنی جو دلی فی الذمہ یعنی عورتوں کی پچھلی طرف سے جماع کرتے ہیں۔ پھر وہ آگے گزر گئے۔ تلاوت کرتے رہے۔ اور عبد الصمدؓ کی سند میں ہے کہ ابن عمرؓ نے فرمایا اَلَىٰ شَيْئِكُمْ فرمایا کہ اس کی دہریں آسکتا ہے۔

حدیث نمبر ۴۰۶۸ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ السَّيَمِيُّ جَابِرًا قَالَ كَانَتْ إِلَيْهِمْ تَقُولُ إِذَا جَامَعَهَا مِنْ وَرَائِهَا جَاءَ الْوَلَدُ أَحْوَلُ فَنَزَلَتْ نِسَاءُكُمْ حَرْثُكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَلَىٰ شَيْئِكُمْ۔

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ یہود کہتے تھے جب کوئی شخص اپنی بیوی سے پچھلی طرف سے آکر جماع کرے۔ تو اس کا بچہ بھیجکا پیدا ہوتا ہے۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں۔ جس طرف سے تم چاہو۔ ان سے جماع کر سکتے ہو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | اَلَىٰ شَيْئِكُمْ الخ اس کے معنی اور حکم میں اختلاف ہے۔ قرن اول

میں بھی اختلاف رہا۔ اور بعد میں بھی اختلاف رہا ہے۔ کہ اتنی بمعنی کیف کے ہے۔ یا اتنی بمعنی این کے ہے جس نے اتنی بمعنی کیف کہا۔ اس نے لواطت کی ممانعت ثابت کی اور جس نے اتنی بمعنی این کے کہا اس نے لواطت کو یعنی دلی فی الدبر کو جائز کہا۔ روافض اتنی بمعنی این کے لیتے ہیں۔ اور بعض صحابہ سے بھی ایسا منقول ہے۔ لیکن مہجور صحابہ دائمہ اتنی بمعنی کیف کے فرماتے ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایات مختلفہ ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ حضرت نافعؓ کو قرآن مجید سنایا کرتے تھے۔ اور قرآن سناتے وقت کسی سے بات نہیں کرتے تھے۔ لیکن نساء وکم مرث لکمہ کے بارے میں فرمایا کہ نزالت فی کذا وکذا۔ دوسری جگہ تصریح ہے۔ ای فی ایتان النساء فی ادبارھن جیسا کہ ابن راہویہ نے کہا ہے۔ اکتفا بھی ایک بلاغت کی صفت ہے۔ جس میں کہ کسی چیز کو مصالح کی بنا پر ماقبل پر اکتفا کر کے اسے حذف کر دیا جائے۔ یا یتھما فی ای فی دبرھا۔ اور بعض روایات میں فی قبلھا ہے۔ لیکن وہ دوسری روایات کے خلاف ہے۔ بہر حال مصنفؒ نے ابن عمرؓ کی روایات مجملہ ذکر کی ہیں۔ جن سے ان کا مسلک صحیح واضح نہیں ہوتا۔ بعض سے لواطت کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ اور صاحبزادہ سالمؒ سے یہ بھی روایت ہے۔ کہ نافعؓ نے میرے باپ پر تہمت لگائی۔ میرا باپ لواطت کے جواز کے قائل نہیں تھے۔ مگر پھر بھی ان کی روایت حضرت نافعؓ کی روایت کے مطابق ہے۔ حضرت امام مالکؒ سے بھی مختلف روایات ہیں۔ بعض سے جواز اور بعض سے ممانعت معلوم ہوتی ہے۔ البتہ ابوداؤد میں ابن عمرؓ کا قول فیصلہ کن موجود ہے۔ ابوداؤد ص ۲۹۷ ملقون من اتی امرأته فی دبرھا۔ اور جائزہ کی روایت جاء الولد اھول وارد ہے۔ اور مجاہدؒ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ سے غلطی ہوئی۔ خدا ان کی مغفرت کرے۔ ابن عباسؓ انصار کے بارے میں کہا کرتے تھے کہ وہ انصار اپنی عورتوں سے کر وط پر جماع کرتے ہیں۔ اور قریش عورتوں کو بالکل نکلا کرتے ہیں۔ ہر طرف سے مقبلات مدبرات قبل میں جماع کرتے ہیں۔ اور تائید میں اتنی ششم مستقبلات مستقبلات و متدبرات تو اس طرح ابن عباسؓ نے تفصیل کر دی۔ ترمذی شریف ص ۱۱۹ پر ہے۔ من اتی حائضاً و امرأته فی دبرھا اذ کاھنأ فقد کفرا و ص ۱۲۰ پر اعرابی کی روایت ہے۔ ولاتأتوا النساء فی اعجازھن۔ غرضیکہ اس قسم کی روایات کثرت سے ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لواطت کرنے سے سختی سے منع فرمایا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کی روایت کا غلط ہونا کسی وجہ سے ہے۔ آیت کہ یہ یسئلونک عن المحيض قل ھو اذی یعنی اذی کی وجہ سے قبل میں جماع کرنے سے منع کیا گیا۔ تو جیسے قبل محل نجاست ہے ایسے دبر بھی محل نجاست ہے۔ جیسے وہ ممنوع یہ بھی ممنوع ہوگا۔ غالباً

اسی لئے اس کے بعد نساً وکم حرث لکم فرمایا گیا نیز: اَقْبِلْ تَوْحَلْ حَرِثٌ ہے۔ دُبر محلِ حرث نہیں۔ بلکہ محلِ فرث ہے۔ لہذا اِتی کے ایسے معنی لئے جاتیں جو حرث کے معنی کو زائل نہ کریں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اِتی واقعی کبھی بمعنی کیف اور کبھی بمعنی اِین آتا ہے۔ جیسے اِتی لک لکھنا اِی من اِین لک لکھنا اور کبھی اِتی بمعنی کیف۔ جیسے اِتی یلکون فی ولدہ ولم یحسب لی بشر اِی کیف یلکون لی ولدہ۔ اس اشتراک کی وجہ سے اِتی کے وہ معنی لئے جاتیں گے جو حرث کے مناسب ہوں۔ کیف کے معنی لینا متفق علیہ ہیں۔ دوسرے معنی عمومِ مشترک کے طور پر ہوں گے جو ناجائز ہیں۔ اور تیسری وجہ یہ ہے کہ اگر اِتی کے معنی اِین کے بھی لئے جاتیں۔ فَاَتَوْا حَرِثَکُمْ اِی شِئْتُمْ اِی من اِین شِئْتُمْ یعنی جس جانب سے آؤ آؤ۔ قُبَل میں تو محلِ حرث مآقی فیہ متعین کر دیا گیا۔ جانب کی تعلیم پر ابن عباسؓ کی روایت دلالت کرتی ہے اور حضرت جابرؓ کی روایت اس کے موافق ہے۔ کہ مآقی فیہ قُبَل ہے۔ جس سے یہود کے دعوائی کی تردید کی گئی ہے۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ اگر عموم مراد لیا جائے جس سے لواطت کی اباحت ثابت ہو تو پھر ممانعت کی روایت موجود ہیں۔ محرم ہونے کی وجہ سے ان کو ترجیح ہوگی۔ تو ان احادیث متواترہ سے آیت کی تفسیر کی جائے گی۔ تو اِتی بمعنی کیف کے متعین ہو گیا۔ یا مآقی فیہ محلِ حرث کے ساتھ مختص ہو۔ پھر اِتی بمعنی من اِین بھی ہو سکتا ہے۔ جمہور کا یہی قول ہے اور وہ جو صاحبِ ہدایہ نے امام مالکؒ کا جواز لواطت کا قول نقل کیا ہے۔ چونکہ ان سے روایات مختلفہ منقول ہیں۔ لہذا ان کا مسلک متعین نہ ہو سکا۔ بالیکہ اس کا شدت سے انکار کرتے ہیں۔ بلکہ وہ تو کہتے ہیں۔ کہ اباحت کا قول نقل کرنے والے مفسری ہیں۔ آخر میں اگر شبہ ہو۔ کہ حضرت جابرؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آیت کا شانِ نزول یہود کے بارے میں ہے۔ ابن عباسؓ انصار کا واقعہ روایت کرتے ہیں تو ان میں کوئی تضام نہیں۔ ایک آیت کے دو سبب نزول ہو سکتے ہیں۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | یا تَبْهَاتُ فِي الْخِصْيَانِ ۶۷۹ یہاں فی جار کا مجرور ذکر نہیں ہے۔ کیونکہ فی دُبر ہا کے ذکر کو قبیح سمجھا گیا۔ اور زبان کو اس کے ذکر سے محفوظ کیا گیا۔ اور ابن عمرؓ کے اس قول کو علماء کرام نے جمہور کے خلاف پر محمول کیا ہے۔ کیونکہ اس سے دلی فی الدبر کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ لیکن یہ اس صورت میں ہے۔ جب کہ حرث سے عورت مطلق مراد لی جائے خاص موضعِ دلی مراد نہ لیا جائے جیسا کہ دوسرے حضرات نے اختیار کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ چونکہ دُبر محلِ حرث نہیں ہے۔ لہذا اس میں دلی کرنا جائز نہ ہوگا۔ اگر حرث سے مراد عورت اور اس کا محلِ دلی بتما مہا مراد لیا جائے۔ کیونکہ تلمع عورت

بچے کی پیدا ہونے کی جگہ اور اس کے اگنے کی جگہ ہے۔ تو معنی ہوں گے۔ فَا تَوَاسَوْا تَكْمَ مِنْ اِيْنِ شِثْتَمِ  
 لِهَذَا۔ تو صحیح یہ ہے کہ ابن عمرؓ کے کلام کا معنی وہ لیا جائے۔ تو جبہور کے کلام کے موافق ہو تو یاتھانی  
 میں فی بمعنی من کے ہو۔ یا یوں کہا جائے کہ مضاف مجرور محذوف ہے۔ وہ جانب ہے۔ معنی میں ایتھانی  
 اسی جھما تھا شِثْتَمِ لَافِی اِتی صما حھا شِثْتَمِ یعنی عورت کی جس جانب سے چاہو جماع کر سکتے ہو۔ یہ  
 نہیں کہ جس سوراخ میں چاہو جماع کر سکتے ہو۔

قوله اذا جاء معهما من د۔ راٹھا اذ تو یہ آیت سے رد مردود کے مطابق ہو گا۔ اس میں محل فرث  
 کا کوئی دخل نہیں کہ اس سے اس کی اباحت ثابت کی جائے۔

تشریح از شیخ زکریا | حافظ نے ابن عمرؓ سے مختلف روایات نقل کی ہیں جس میں تصریح ہے۔

کہ یہ آیت ایتان النساء فی اوجارھن کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اور یہ مسئلہ ایسا مشہور ہے کہ  
 لوگوں نے اس پر جزر لکھے ہیں۔ جزر محمد بن سحنون وغیرہ۔ ابن عباسؓ کی جو روایت ابوداؤد میں ہے۔ اس  
 میں ہے کہ انفار کی ایک عورت کے بارے میں آیت اتری۔ اِتی شِثْتَمِ مقبالات مدبرات طقیات  
 فی الفرج کان المرء علی حسب المرء ود کہ یہودیہ کہتے تھے۔ کہ جو دبر کی طرف سے قبل میں جماع کرے تو  
 بچہ احوال پیدا ہو گا۔ تو بچہ دُبر سے نہیں پیدا ہوتا بلکہ قبل سے پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے تردید بھی اسی  
 کے موافق ہوگی۔ مسلم کی روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ اذا اتیت امرأة من دبرھا فی  
 قبلھا (الحديث) یہ سب روایات ابن عباسؓ کے قول کی تائید کرتی ہیں۔

بَابُ قَوْلِهِ وَ اِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَّغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ  
 اَنْ يَنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ۔

حدیث نمبر ۴۹۰۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنِي مَعْقِلُ  
 بْنُ يَسَارٍ قَالَ كَانَتْ لِي أُخْتُ تُحْطَبُ إِلَيَّ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ قَالَ إِبْرَاهِيمُ  
 أَبُو مَعْقِرٍ عَنِ الْحَسَنِ أَنَّ أُخْتَ مَعْقِلٍ بِنْتُ يَسَارٍ طَلَقَهَا زَوْجَهَا فَتَرَكَهَا  
 حَتَّى انْقَضَتْ عِدَّتُهَا فَخَطَبَهَا فَاَبَى مَعْقِلٌ فَتَرَلْتُ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ  
 اَنْ يَنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ۔

ترجمہ۔ حضرت حسن سے مروی ہے کہ حضرت معقل بن یسارؓ کی بہن کو اس کے خاوند نے طلاق دے دی۔ پس اس کو اس وقت تک چھوڑے رکھا یہاں تک کہ اس کی عدت ختم ہو گئی۔ پس ابوالبدر خاوند نے رحیل کا خطبہ کیا تو ان کے بھائی معقل نے انکار کر دیا۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ترجمہ جب کہ تم اپنی بیویوں کو طلاق دو۔ پھر وہ اپنی عدت کو پہنچیں تو اگر وہ اپنے خاوند سے نکاح کرنا چاہیں تو انہیں نہ روکو۔

**تشریح از شیخ مدنی** | حضرت معقل بن یسارؓ کی ہمیشہ کے بارے میں لوگوں نے خطبہ کیا۔

تو انہوں نے ان کا ایسے آدمی سے نکاح کر دیا۔ جو مالی اعتبار سے کمزور تھا البتہ حافظ قرآن تھا۔ کئی دن گزرنے کے بعد اس کو خاوند نے طلاق دے دی۔ اور عدت بھی ختم ہو گئی۔ دوسرے لوگوں کی طرح اس زوج اول ابوالبدر نے بھی خطبہ کیا۔ حضرت معقل بن یسارؓ کی مرضی نہیں تھی۔ لیکن ان کی بہن رحیل راضی تھی۔ بھائی کو غصہ تھا۔ کہ اس نے اس کی بہن سے سلوک بھی اچھا نہیں کیا تھا اور دورانِ عدت رجوع بھی نہیں کیا۔ تو آیت کریمہ میں بتلایا کہ یہ کوئی وجہ نکاح نہ کرنے کی نہیں ہے۔ جب خاوند بیوی راضی ہیں تو ان کے نکاح کو نہ روکو۔

**بَابُ قَوْلِهِ وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا (الرَّابِعُ) بِمَا تَعْمَلُونَ خَيْرٌ، يَعْفُونَ لِهِنَّ۔**

حدیث نمبر ۴۰۰۰ حَدَّثَنِي أُمِّيَّةُ ابْنَةُ ابْنِ الزُّبَيْرِ قَالَتْ لِعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا قَالَ قَدْ نَسَخْتُهَا الْآيَةُ الْأُخْرَى فَلَيْتَ كُتِبَتْ أَوْ تَدْعُهَا قَالَ يَا ابْنَ أَخِي لَا أُغَيِّرُ شَيْئًا مِنْهُ مِنْ مَكَانِهِ۔

ترجمہ۔ جو لوگ تم میں سے وفات پا جائیں۔ اور اپنے پیچھے بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ اپنے آپ کو چار مہینے دس دن انتظار کریں۔ حضرت ابن الزبیرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان بن عفانؓ سے کہا کہ اس آیت کو تو دوسری آیت ادوات الاحمال اجلسن ان یضعن حملھن کو حاملہ عورتوں کی

عدت وضع حمل ہے۔ تو آپ نے اس کو کیوں نہیں لکھا۔ یا آپ نے اس کو کیوں چھوڑ دیا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ اے بھتیجے! میں نے کسی چیز کو اس کی جگہ سے تبدیل نہیں کیا۔ ہر ایک کو اپنے مقام پر رہنے دیا ہے۔

**حدیث نمبر ۴۰۷۰** حَدَّثَنَا اسْحَقُ عَنْ مَجَاهِدٍ وَالَّذِينَ يَتَوْفَوْنَ مِنْكُمْ وَبَيَضَرُونَ أَزْوَاجًا قَالَتْ كَانَتْ هَذِهِ الْعِدَّةُ تَعْتَدُ عِنْدَ أَهْلِ رُوحِهَا وَاجِبٌ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى وَالَّذِينَ يَتَوْفَوْنَ مِنْكُمْ وَبَيَضَرُونَ أَزْوَاجًا وَصِيَّةٌ لِأَزْوَاجِهِمْ مَتَاعًا إِلَى الْحَوْلِ غَيْرِ إِخْرَاجٍ فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِي مَا فَعَلْنَ فِي الْفُسْهِنِ مِنْ مَعْرُوفٍ قَالَ جَعَلَ اللَّهُ لَهَا تَمَامَ السَّنَةِ سَبْعَةَ أَشْهُرٍ وَعِشْرِينَ لَيْلَةً وَصِيَّةٌ إِنْ شَاءَتْ سَكَنَتْ فِي وَصِيَّتِهَا وَإِنْ شَاءَتْ خَرَجَتْ وَهُوَ قَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى غَيْرِ إِخْرَاجٍ فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فَالْعِدَّةُ كَمَا هِيَ وَاجِبٌ عَلَيْهَا زَعَمَ ذَلِكَ عَنْ مَجَاهِدٍ وَقَالَ عَطَاءٌ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ نَسَخَتْ هَذِهِ الْآيَةَ عِدَّتُهَا عِنْدَ أَهْلِهَا فَتَعْتَدُ حَيْثُ شَاءَتْ وَهُوَ قَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى غَيْرِ إِخْرَاجٍ قَالَ عَطَاءٌ إِنْ شَاءَتْ اِعْتَدَتْ عِنْدَ أَهْلِهَا وَسَكَنَتْ فِي وَصِيَّتِهَا وَإِنْ شَاءَتْ خَرَجَتْ لِقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِي مَا فَعَلْنَ قَالَ عَطَاءٌ ثُمَّ جَاءَ الْمِيرَاثُ فَنُسِخَ السُّكْنَى فَتَعْتَدُ حَيْثُ شَاءَتْ وَلَا سُّكْنَى لَهَا وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ عَنْ مَجَاهِدٍ بِهَذَا عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَسَخَتْ هَذِهِ الْآيَةَ عِدَّتُهَا فِي أَهْلِهَا فَتَعْتَدُ حَيْثُ شَاءَتْ لِقَوْلِ اللَّهِ غَيْرِ إِخْرَاجٍ نَحْوَهُ۔

ترجمہ۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ والنزین یتوفون منکم ایہ عدت عورت کو اپنے خاوند کے ورثا کے پاس گزارنا واجب تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے متاعاً الی الحول غیر اخراج الانزال فرمائی۔ تو وہ فرماتے ہیں کہ وہ عدت جو پہلی آیت میں مذکور ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے پورا سال کر دی۔ جو پہلے سات مہینے اور بیس راتیں ہوتی تھیں۔ یہ وصیت ہے چاہے وہ اپنی اس وصیت کے مطابق ادلیا زوج کے ہاں رہ کر گزارے۔ اگر چاہے تو وہاں سے نکل جائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ غیر اخراج یعنی انہیں نکالا جائے۔ اگر وہ خود بخود نکل جائیں تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ تو یہ عدت جیسے

تھی ویسے ہی اس پر واجب ہے۔ یہ مجاہد سے منقول ہے۔ اور ابن عباسؓ سے عطاء روایت کرتے ہیں۔ کہ اس آیت نے اس کی عدت خاوند کے ورثا کے پاس گزارنے کو منسوخ کر دیا۔ اب جہاں چاہے عدت گزار سکتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اسے نکالا تو نہ جائے۔ اور عطاء فرماتے ہیں کہ اگر چاہے تو وصیت کے مطابق اولیاء زوج کے پاس عدت گزارے اگر چاہے تو دہاں سے چلی جائے۔ فلا جناح علیکم فیما فعلن عطاء فرماتے ہیں۔ پھر میراث کا حکم اس کے لئے آگیا۔ تو اس کی رہائش کی ذمہ داری منسوخ ہو گئی۔ اب جہاں چاہے عدت گزارے۔ رہائش اس کے لئے واجب نہیں ہے۔ دوسری سندوں سے بھی یہی حکم ثابت کیا ہے۔

حدیث نمبر ۴۰۷۲ حَدَّثَنَا حَبَّانُ بْنُ الْحَمَّادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ جَلَسْتُ إِلَى مَجْلِسٍ فِيهِ عَظَمَاءُ مِنَ الْأَنْصَارِ وَفِيهِ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي لَيْلَى فَلَمَّا كُنْتُ حَدِيثُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ فِي شَأْنِ سَبْعَةِ بَنَاتِ الْحَارِثِ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ وَلَكِنْ عَمَهُ كَانَ لَا يَقُولُ ذَلِكَ فَقُلْتُ إِنِّي لَجَرِيٌّ إِنْ كَذَبْتُ عَلَى رَجُلٍ فِي جَانِبِ الْكُوفَةِ وَرَفَعَ صَوْتَهُ قَالَ ثُمَّ خَرَجْتُ فَلَقِيتُ مَالِكَ بْنَ عَامِرٍ أَوْ مَالِكَ بْنَ عَوْفٍ قُلْتُ كَيْفَ كَانَ قَوْلُ ابْنِ مَسْعُودٍ فِي الْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجَهَا وَهِيَ حَامِلٌ فَقَالَ قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ أَتَجْعَلُونَ عَلَيْهَا التَّغْلِيلَ وَلَا تَجْعَلُونَ لَهَا الرِّخْصَةَ لَنَزَلَتْ سُورَةُ النِّسَاءِ الْقُصْرَى بَعْدَ الطُّوْلِ وَقَالَ أَيُّوبُ عَنْ مُحَمَّدٍ لَقِيتُ أَبَا عَطِيَّةَ مَالِكَ بْنَ عَامِرٍ

ترجمہ۔ حضرت محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک محفل میں بیٹھا تھا۔ جس میں انصار کے بڑے بڑے حضرات موجود تھے۔ اور ان میں عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ بھی تھے۔ تو میں نے عبد اللہ بن عتبہ کی روایت ذکر کی۔ جو سب سے بنت الحارث کے بارے میں تھی۔ تو عبد الرحمن بولے کہ ان کے چچا تو اس کے قاتل نہیں تھے۔ تو میں نے کہا۔ میں بڑا حماقت مند ہوں گا اگر میں نے کوفہ کے کسی کنارے میں کسی شخص پر چھوٹ بولا اور انہوں نے اپنی آواز کو ادا بلند کر دیا۔ فرماتے ہیں کہ میں دہاں سے نکلا اور مالک بن عامر یا مالک بن عوف سے جا کر ملا۔ ان سے پوچھا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا قول اس عورت کے بارے میں کیا ہے جس کا خاوند فوت ہو گیا ہو۔ جب کہ وہ حاملہ ہو۔ تو انہوں نے کہا۔

ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ کیا تم اس عورت پر سختی کرتے ہو۔ اور اس کے لئے رخصت پر عمل نہیں کرتے کہ سورۃ نساء قصری جس میں اولات الاحمال<sup>۱</sup> ہے وہ سورۃ نساء طولی یعنی سورۃ بقرہ کے بعد نازل ہوئی ہے۔ جس میں حاملہ کی عدت چار ماہ دس دن معلوم ہوتی ہے۔

**تشریح از شیخ مدنیؒ** | **الذین یتوفون** | اسے متوفی عنھا زوجه کی عدت چار ماہ دس دن مقرر ہے۔ اور وصیتہ لازدا جھم متاعاً الی الحول سے ایک سال عدت ثابت ہوتی ہے۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ ایک سال عدت کا حکم ابتداء اسلام میں تھا۔ جس کو اس آیت چار ماہ دس دن دالی نے منسوخ کر دیا۔ اور مطلقہ عورت کی عدت تین حیض ہیں جو قریباً تین ماہ میں ممکن ہیں۔ کیونکہ اگر حیض کے اقل ایام لئے جائیں اور طہر کے اکثر اقل ایام لئے جائیں تو عدت انا لیس دن میں ختم ہو سکتی ہے۔ اگر حیض کے اکثر ایام اور طہر کے اقل ایام لئے جائیں تو عدت دو ماہ میں ختم ہو جائے گی۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک عدت ثلثہ قروء یعنی تین حیض ہے۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک تین طہر ہیں۔ اس مدت کی تعیین اس لئے کر دی گئی تاکہ بچہ کے ہونے یا نہ ہونے کا علم حاصل ہو جائے۔ طلاق میں زوج موجود ہوتا ہے۔ وہ اپنے بچہ کا تفحص اور تلاش کرے گا۔ لیکن جب زوج مر گیا۔ تو چار ماہ دس دن کی عدت میں بچہ کے اندر چار ماہ میں نفع روح ہو جائے گا۔ دس دن کی وہ حرکت کرنے کے قابل ہو جائے گا۔ اس لئے اس میں یہ احتیاط کی گئی۔ اس مقام پر اگرچہ تلاوت میں دونوں مدتوں میں ترتیب ہے کہ منسوخ بعد میں ہے اور ناسخ پہلے ہے۔ مگر نزول کے اعتبار سے یہ ترتیب نہیں ہے۔ جس پر ابن الزبیرؓ نے اعتراض کیا کہ منسوخ آیت کو بعد میں کیوں لکھا گیا ہے۔ یا اس کو قرآن مجید میں کیوں لایا گیا۔ اسے تو ترک کر دینا بہتر تھا۔ تہ عھا ای لم تہ عھا یعنی اسے کیوں رہنے دیتے ہو۔ اسے ترک کر دینا چاہیے تھا۔ دوسری توجیہ یہ بیان کی گئی کہ عدت واجبہ جس کا گزارنا ضروری ہے۔ وہ چار ماہ دس دن ہے۔ وہ بیت زوج میں گزارتی ہے۔ جس سے جدا ہونا جائز نہیں ہے۔ دوسری عدت سات ماہ بینا دن ہے جس میں ورثا کو خرچہ اور مکان مہیا کرنا لازم ہے۔ وصیتہ ای لیوصوا وصیتہ۔ تو یہ دوسری عدت مستحبہ ہوتی جس میں نسخ کا قول نہ کرنا پڑے گا۔

قال ابن عباسؓ متوفی عنھا زوجه کے بارے میں جمہور فقہاء کا یہی مسلک ہے کہ ایسی عورت



اپنے خاوند کے گھر آیام عذت گزارے۔ اگر کوئی عذر درپیش ہو۔ جس کی وجہ سے بیت زوج میں عذت گزارنا ممکن نہیں تو دوسری جگہ انتقال ہو سکتا ہے۔ مثلاً سفر میں تھے۔ بہر حال جہور یہی فرماتے ہیں کہ یتاخرہ عذت منسوخ ہے۔ اور جس کی تلاوت پہلے ہے وہ ناسخ ہے۔ جس کی نظیریں قرآن مجید میں ملتی ہیں۔ مجاہد نے کہا تھا کہ وفات سے پہلے تمتع الی الحول کی وصیت کہ دینی چاہیے۔ جس سے وجوب نفقہ و سکنی کی طرف اشارہ ہوا۔ لیکن عطار کے قول میں جہور کے مسلک کی بہت مخالفت معلوم ہوتی ہے۔ کہ آیت ثانیہ یعنی متاعاً الی الحول نے عذت عند اہلہا کو منسوخ کر دیا۔ یعنی اسے تمام کی تمام عذت بیت زوج میں گزارنا ضروری نہیں۔ تو اس ثانیہ آیت سے سکنی منسوخ ہوا۔ کہ چار ماہ دس دن کے لئے سکنی ہے۔ اور نہ ہی سات مہینے بیس دن کے لئے سکنی ہے۔ باقی رہ گیا نفقہ تو جب اسے میراث مل گئی اب نفقہ کا مطالبہ نہ زوج سے باقی رہا اور نہ ہی وراثت کے ذمہ رہا۔ بنا بریں سکنی اور نفقہ دونوں ختم ہو گئے۔ یہ عطار اور مجاہد کا قول جہور کے یہاں مقبول نہیں۔ عطار اور مجاہد کا اس پر تو اتفاق ہے۔ کہ آیت ثانیہ منسوخ نہیں ہے۔ لیکن مجاہد نے چار ماہ دس دن عذت کو واجب مانا اور سات ماہ بیس دن کو مستحب کہا۔ اور عطار نے کچھ زیادتی کی۔ کہ عذت خواہ کچھ بھی ہو۔ جب اسے میراث مل گئی تو خان خرمین کے تحت نہ تو سکنی ضروری رہا اور نہ ہی نفقہ ضروری رہا۔

حضرت امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ متوفی عنہما زوجہا عذت چار ماہ دس دن بیت زوج میں گزارے۔ اس کے بعد اس کے لئے نہ سکنی ہے نہ نفقہ ہے۔ اسی طرح حاملہ عورت جب بیت زوج میں عذت گزارے گی۔ تو نفقہ بھی ضروری ہوگا۔ حضرت علیؓ کی طرف نسبت کی جاتی ہے۔ اور عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ کا یہی قول ہے۔ کہ حاملہ عورت کی عذت البعد الاجلیں ہے۔ وضع حمل بعد ہے تو وہ ہوگی۔ ورنہ چار ماہ دس دن البعد ہے تو وہ گزارے۔ حضرت ابن عباسؓ اور ابن مسعودؓ دونوں حضرات فرماتے ہیں کہ حاملہ کی عذت وضع حمل ہے۔ خواہ زوج کی وفات کے دو گھنٹہ بعد ہی وضع حمل ہو جائے۔

**تشریح از شیخ گنگوہیؒ** | انسختھا الایۃ الاخریٰ ص ۳۵ وہ دوسری آیت وہی ہے

جس کے لئے باب منعقد ہوا ہے۔ اس وجہ سے روایت کا لانا صحیح ہوگا۔

**تشریح از شیخ زکریاؒ** | وہ آیت یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشر ہے۔

جس کے لئے باب منعقد ہوا۔ حضرت ابن الزبیرؓ کے سوال کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ جب متاعاً الی الحول

والی آیت اربعہ اشھر وعشر ادا لی آیت سے منسوخ ہے۔ تو اسے قرآن مجید میں کیوں لکھا گیا۔ حضرت عثمانؓ کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ اگرچہ آیت منسوخ ہے۔ لیکن جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قرآن مجید سے نکلانے کا حکم نہیں دیا۔ چونکہ امر توفیقی ہے۔ ہم نے اس آیت کو محف میں موجود پایا تو اس کو باقی رکھا۔ تو آیت منسوخ الحکم اور مثبت التلاوت ہوگی۔ جس کے کئی فائدے ہیں۔ ایک تو تلاوت کا ثواب ہے۔ دوسرے سلف میں سے ان حضرات کا اتباع ہے جو اسے منسوخ نہیں مانتے۔ بلکہ سال کے کچھ حصہ کو خاص کر لیا گیا۔ اور کچھ کو باقی رکھا گیا۔ کہ عورت کے لئے وصیت ہے کہ چاہے تو وہ خاوند کے گھر اقامت کر سکتی ہے۔ جیسے مجاہدؒ فرما رہے ہیں۔ اگرچہ جمہور کی رائے اس کے خلاف ہے۔ بہر حال یہ مقام ہے۔ کہ جہاں ترتیب تلاوت میں نسخ منسوخ سے مقدم ہے۔

**تشریح از شیخ گنگوہیؒ** | کانت هذه العدة تعتد منہٗ مجاہد کے کلام کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ دونوں آیتوں میں سے کوئی منسوخ نہیں۔ اور پہلی آیت نزول میں دوسری آیت سے مقدم ہے۔ حکم یہ ہے کہ عورت پر واجب ہے کہ چار ماہ اور دس دن عدت گزارے۔ ورنہ ناپید واجب ہے۔ کہ اس عدت کی مدت گزار جانے کے بعد بھی سال بھر تک وہ اسے نان نفقہ دیتے رہیں۔ اگر چار ماہ دس دن کی مدت سے زائد عرصہ میں ورنہ اس کے سکنی سے جانا چاہیے تو اسے اس کی اجازت ہے۔ گویا یہ میراث کے حکم نازل ہونے سے پہلے اس حکم کا بیان کر دیا۔ جب آیت میراث نازل ہو گئی۔ تو اب شوہروں کے ذمہ عورتوں کے بارے میں وصیت کر جانا واجب نہ رہا۔ تو وہ سکنی اور نفقہ کا متمتع بھی ساقط ہو گیا۔ تو اس صورت میں عطار اور مجاہد کے کلام میں کوئی منافات نہیں رہے گی۔ اور اسی ابن عباسؓ کے کلام میں بھی تنافی نہیں ہوگی۔ کیونکہ ان دونوں نے ایک حکم بیان کیا ہے۔ تو اب فالعدة کما لھی واجب علیہما کا معنی یہ ہوگا۔ کہ عورت اس مدت عدت کا انتظار کرے اور کسی سے نکاح نہ کرے۔ اگرچہ اسے یہ اجازت ہے کہ جہاں چاہے جا سکتی ہے۔ اور حضرت عطار کے کلام کا حاصل یہ ہو گا۔ کہ عورت اپنے متوفی خاوند کے گھر عدت گزارنے کی مکلف ہے۔ لیکن جب آیت وصیتہ لاندہما نازل ہوئی تو مدت عدت ختم ہونے سے پہلے اس کو خاوند کے گھر سے نکلنے کی اجازت ہے اور خاوندوں کو حکم ہے۔ کہ وہ اپنے ورنہ کو وصیت کر جائیں کہ وہ ان کی بیویوں کو گھر سے نہ نکالیں۔ لیکن جب آیت میراث نازل ہوئی تو اب یہ حق بھی عورتوں سے ساقط ہو گیا۔ اب صرف یہ حکم باقی رہ گیا۔ کہ وہ اپنی

عدت کی مدت چار ماہ دس دن جہاں چاہے گزار سکتی ہے۔ اور یہ حکم جمہور کے خلاف ہے۔ کہ پہلی آیت دوسرے کے لئے ناسخ ہے۔

**تشریح از شیخ زکریا** مولانا محمد حسن لکھنوی نے اس بحث میں بسط سے کلام کیا ہے۔

وہ نسخہ تھا کہ بارے میں فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں متوفی عنہا زہد جہا کی مدت ایک سال تک ہوتی تھی۔ جو وہ اپنے گھر میں گزارتی تھی۔ اس سال کے بارے میں وصیت کا حکم نازل ہوا تو اسلام میں بھی ایک سال عدت برقرار رہی۔ پھر تربص والی آیت اتری۔ تو عدت چار ماہ دس دن رہ گئی۔ اور سال کے باقی حصہ کی عدت منسوخ ہو گئی۔ اور ابن الزبیر کے نزدیک فان خرمین کے معنی یہ ہیں کہ خواہ عدت ایک سال یا چار ماہ دس دن اس عورت کو اس مدت عدت میں اس گھر سے نکلنے کی اجازت نہیں۔ تربص فی بیت الزوج خاوند کے گھر ٹھہرے رہنا واجب ہے۔

غیر اخراج یعنی جیسے عورت پر استقرار واجب ہے ایسے دو ثنائی زوج پر بھی واجب ہے کہ اس کو اپنے ہاں ٹھہرائیں۔ نکلنے پر مجبور نہ کریں۔ تو عطا یہی فرما رہے ہیں۔ وجوب عدت عدا ہلکا وصیت وثنا دونوں سے متعلق ہے۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ غیر اخراج کا تعلق صرف وصیت کی صورت میں ہے۔ ویسے تو عورت جہاں چاہے ایام عدت گزار سکتی ہے۔ تو کئی مدت عدت اور وصیت دونوں صورتوں میں منسوخ ہوا۔ بلکہ اب تو اس کے لئے وصیت کو ناجہی لازم نہ رہا۔ تو ان کی دوسری تقریر میں تین امور ہوئے۔ وجوب العدة وہ تربص اربعۃ اشھر و عشر ہے۔ دوسری اس مدت عدت میں اسے خاوند کے گھر سکونت رکھنا ہوگی۔ تیسرے زوج پر وصیت لازم ہے کہ مدت عدت کے بعد سال کے ختم ہونے تک نفقہ اور کفنی کی وصیت کر جائے۔ تو اب مجاہد کے نزدیک فان خرمین اور وجوب تربص ان کے لئے ناسخ نہیں ہے۔ بلکہ عورت کو اختیار ہے کہ مدت وصیت میں جہاں چاہے سکونت اختیار کر سکتی ہے۔ اور عطاء کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں صورتوں میں جہاں چاہے عدت گزارے۔ فان خرمین دوسرے امر کے لئے ناسخ ہوا اس سے اپنے شیخ ابن عباس کے مذہب بیان کرنے میں دونوں کے توافق ہو گیا۔ اور آیت میراث سے تیسرا امر وصیت واجبہ بھی منسوخ ہو گئی۔ ابن عباس کی روایت بھی جمہور کے مسلک کے خلاف نہیں۔ بلکہ وہ بھی عدت حول کو اربعۃ اشھر سے منسوخ مانتے ہیں۔

**ما ذہب الیہ الجمهور** ان حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ آیت تربص اربعۃ اشھر کا نزول آیت سے

مقدم ہے جس میں وصیت تمام حوال ہے۔ جو تلاوت میں پہلے ہے۔ اس قول کی انہیں ضرورت اس لئے پیش آئی کہ نسخ منسوخ سے پہلے ہوتا ہے۔ تو اس کی صورت انہوں نے یہ نکالی کہ معتدہ پر عدت تریس اربعۃ اشھر واجب کی اور درثا میت پر یہ واجب کیا کہ معتدہ ان کے پاس سات ماہ اور بیس دن رہے۔ سال کو مکمل کرنے کے لئے اگر وہ ان کے پاس رہنا چاہے۔ مفسرین میں سے اس کا کوئی قائل نہیں۔ اور نہ ہی فقہائیں سے اس کا کوئی قائل ہے۔ بلکہ سب کا اس پر اتفاق ہے کہ آیت حوال منسوخ ہے۔ اور سکنی عدت کے تابع ہے۔ جب حوال منسوخ ہو کر عدت چار ماہ دس دن رہ گئی۔ تو سکنی بھی منسوخ ہو جائے گا۔ جانشا چاہیے کہ اس جگہ تین مسائل ہیں۔ جو اختلافی ہیں ایک تو یہ ہے کہ متوفی عنھا زوجھا کا سکنی زوج پر واجب ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اس عورت کو عدت اس گھر میں گزارنی چاہئے جہاں اسے خاوند کی موت کی خبر پہنچی۔ خواہ سکنی اس کا اپنا ہو یا خاوند کا تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ معتدہ کو آیام عدت میں دن اور رات کے وقت اپنی ضروریات کے لئے نکلتا جائز ہے۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ اس پر سب علماء متفق ہیں کہ لافقۃ لھا اور ہمارے نزدیک صحیح یہ ہے کہ سکنی واجب ہے۔ اگرچہ حاملہ بھی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ بدائع میں ہے کہ معتدہ عن وفات کے لئے نہ نفقہ ہے نہ سکنی ہے۔ متوفی کا مال ورثہ کی طرف منتقل ہو جائے گا۔

**تشریح از شیخ گفگوہی** | ولکن عمر لا یقول ذلک ص ۶۵ عبد اللہ بن عتبہ حضرت ابن مسعود کے شاگرد تھے۔ جب استاد اس کا قائل نہیں تو شاگرد بھی قائل نہ ہوگا تو اس کی طرف نسبت کرنا جھوٹ ہوگا۔ اس لئے انی برئی ان کذب سے رد کرنا صحیح ہوا۔

فلقیۃ مالک بن عامر یہ دونوں ابن مسعود کے شاگرد ہیں۔ اتھعلون علیہما التخلیظ۔ یہ ان لوگوں پر رد کرنا ہے جو بعد الاجلین کو عدت قرار دیتے ہیں۔

**تشریح از شیخ ذکریا** | تہذیب کے اندر عبد اللہ بن عتبہ کو ابن مسعود کے تلامذہ میں شمار کیا گیا ہے۔ اور میرے نزدیک انی برئی ان کذب کا تعلق اس سے ہے کہ اہل مجلس کے اشارہ الی الکذب کو ناپسند کیا۔ جیسا کہ سورۃ طلاق کی تفسیر میں آ رہا ہے۔ عتبہ یعنی ابن مسعود اس کے قائل نہیں۔ ابن لیلیٰ سے یہی منقول ہے۔ حالانکہ ابن مسعود سے اس کے خلاف مشہور ہے۔ ممکن ہے پہلے وہ ابن لیلیٰ کے قول کے قائل ہوں۔ بعد میں رجوع کر لیا ہو۔ جس کا ان کو علم نہیں ہو سکا۔ علامہ کرمانی نے نقل کیا ہے۔

کہ ابن مسعودؓ نے تغلیظ کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ چار ماہ دس سال دن عدت گزر جائے اور ابھی وضع حمل نہ ہوا ہو۔ تو حمل نو ماہ سے بڑھ کر چار سال تک جاسکتا ہے۔ تو اس صورت میں عورت پر سختی ہوگئی۔ حالانکہ وہ حلال ہو چکی تھی۔ اس لئے اگر وہ اربعہ اشھر سے کم میں وضع حمل ہو جائے تو اسے رخصت پر عمل کرنے دیا جائے۔ اربع سنین شوافعؒ کے نزدیک اکثر مدت حمل ہے۔ اور اقل مدت حمل چھ ماہ ہے۔ اس پر سب کا اتفاق ہے۔

## بَابُ قَوْلِهِ حَافِظُوا عَلَى الصَّلَاةِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ

حدیث نمبر ۳۴۰۰، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ <sup>(۱)</sup> عَنْ عَلِيٍّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ حَبَسُونَا عَنْ صَلَاةِ الْوُسْطَىٰ حَتَّى غَابَتِ الشَّمْسُ مَلَأَ اللَّهُ قُبُورَهُمْ وَبَيُوتَهُمْ وَأَجْوَاهَهُمْ شَلَقَ يُحْيِي نَارًا۔ ترجمہ۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کے دن فرمایا کہ ان کفار نے ہمیں صلوٰۃ وسطیٰ یعنی عصر کی نماز سے روک دیا ہے۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبروں کو اور ان کے گھروں یا ان کے بیٹوں کو آگ سے بھرے۔ بیوت اور اجواف میں بجی کو شک ہے۔

## بَابُ قَوْلِهِ وَقَوْمُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ مُطِيعِينَ

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے تابع اور ہو کر کھڑے رہو۔

حدیث نمبر ۳۴۰۰، حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ <sup>(۱)</sup> عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ كُنَّا نَتَكَلَّمُ فِي الصَّلَاةِ يُكَلِّمُ أَحَدُنَا آخَاهُ فِي حَاجَتِهِ حَتَّى نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ حَافِظُوا عَلَى الصَّلَاةِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ وَقَوْمُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ فَاْمُرْنَا بِالشُّكُوتِ۔

ترجمہ۔ حضرت زید بن ارقمؓ فرماتے ہیں کہ پہلے ہم نمازیں بات چیت کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ہم میں سے ایک اپنے بھائی سے اپنی ضرورت کے متعلق بات کر لیتا تھا۔ یہاں تک کہ یہ آیت اتری۔ حافظوا <sup>(۱)</sup> ترجمہ۔ تمام نمازوں کی خوب نگرانی کرو۔ بالخصوص درمیان فی نماز عصر کی اور اللہ کے سامنے چپ چاپ

جو کہ کھڑے رہو۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | قانتین اسی مطیعین صنف اور اطاعت کی حد یہ ہے کہ انسان ہر اس چیز سے رک جائے جو حضور قلب کے خلاف ہو۔ ان میں سے بات چیت کرنا بھی ہے۔ بنا بریں اس حدیث کا اس باب میں لانا صحیح ہو گیا جو وجوب سکوت پر دلالت کرتی ہے۔

**تشریح از شیخ زکریا** | حضرت ابن مسعودؓ نے قانتین کی تفسیر مطیعین سے کی ہے۔ جو ترجمہ میں واقع ہے۔ اور ابن عباسؓ سے مصلیٰ یعنی نماز پڑھنے والے تفسیر منقول ہے۔ اور مجاہدؓ فرماتے ہیں کہ قنوت میں یہ سب داخل ہیں۔ رکوع۔ خشوع۔ طول قیام۔ آنکھ کا پست رکھنا۔ تواضع و انکساری اور خوفِ الہی اور اصح تفسیر وہ ہے جو زید بن ارقمؓ سے مروی ہے کہ قنوت سے سکوت مراد ہے۔ یعنی لوگوں سے بات چیت کرنے سے چپ رہے۔ ویسے چپ سادہ لینا مراد نہیں ہے۔ کیونکہ نماز میں تو قرآن پڑھنا ہے اور ذکر و تسبیح کہنا ہے۔ در امام راغب نے کہا ہے کہ قنوت خروم الطاعة مع الخضوع۔

**بَابُ قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجًا لَا أَوْرَكِبَانَا**  
**فَإِذَا أَمْنْتُمْ**

قَالَ ابْنُ جُبَيْرٍ كُرْسِيُّهُ عَلَّمُهُ يُقَالُ بَسْطَةُ زِيَادَةٍ وَفَضْلًا أَفْرِغْ أَنْزِلْ وَلَا يُوَدُّهُ لَا يَثْقُلُهُ أَذْنِي أَثْقَلَنِي وَالْأَدْوَاءُ لَا يَدُ الْقُوَّةُ السَّنَةُ لُعَاسٌ يَتَسَنَّهُ يَتَغَيَّرُ فِيهِ تَذَهَبَتْ حُجَّتُهُ خَاوِيَةٌ لَا أُنَيْسَ فِيهَا عُرُوشًا أَبْنِيَتْهَا السَّنَةُ لُعَاسٌ نُنَشِّرُهَا نَخْرِجُهَا إِمْصَارٌ رِيحٌ عَاصِفٌ تَهْبُتُ مِنَ الْأَرْضِ إِلَى السَّمَاءِ كَعُمُودٍ فِيهِ نَارٌ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ صَلْدٌ الْيَسُّ عَلَيْهِ شَيْءٌ وَقَالَ عِكْرِمَةُ وَابِلٌ مَطَرٌ شَدِيدٌ الطَّلُ النَّدَى وَهَذَا أَهْلُ عَمَلٍ الْمُؤْمِنِينَ يَتَسَنَّهُ يَتَغَيَّرُ۔

ترجمہ۔ مشکل الفاظ کی تفسیر نقل فرماتے ہیں۔ کہ ابن جبیر نے فرمایا۔ دسح کر سہی کے معنی علم کے ہیں۔ بسطہ فی العلم میں زیادہ اور فضیلت کے معنی ہیں۔ افرغ علینا بمعنی اتار ہم پر۔ یودہ گراں گزرا۔ چنانچہ کہتے ہیں اذنی یعنی بوجھل کر دیا گراں کر دیا۔ ویسے ادا اور ایسے کے معنی قوت و طاقت کے ہیں۔

بُھٹ حیران رہ گیا کہ اس کی دلیل چلی گئی کوئی جواب نہ دے سکا۔ خادیم جس میں کوئی جلیس نہ ہو۔  
عمر و شتھا یعنی ان کی عمارتیں گرمی پڑی تھیں۔ سنتہ کے معنی اونگھ کے ہیں۔ نشتر بھا یعنی ہم ان کو  
ٹکالیں گے۔ اعصار اس سخت آندھی کو کہتے ہیں۔ جو زمین سے آسمان تک چلے۔ جیسے ستون میں آگ  
ہوتی ہے۔ ابن عباسؓ کی تفسیر میں ہے۔ صلدا چٹیل جس میں کوئی چیز نہ ہو۔ اور آگے ٹکڑی کی تفسیر ہے۔  
دابل کے معنی سخت بارش اور طل ترسی۔ شبنم۔ یہ موسم کے عمل کی مثال ہے کہ وہ بہر صورت مفید  
ہوتا ہے۔ یسنہ کے معنی تبدیل ہونے کے ہیں۔

حدیث نمبر ۷۰۰۰: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ  
بْنَ عُمَرَ كَانَ إِذَا سُئِلَ صَلَوةَ الْخَوْفِ قَالَ يَنْقَدُّمُ الْإِمَامُ وَطَائِفَةٌ مِّنَ  
النَّاسِ فَيُصَلِّي بِهٖ الْإِمَامُ رَكْعَةً وَتَكُونُ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْعَدُوِّ  
لَمْ يُصَلُّوا فَإِذَا صَلَّوْا الَّذِينَ مَعَهُ رَكْعَةً اسْتَخَرُوا مَكَانَ الَّذِينَ لَمْ  
يُصَلُّوا وَلَا يَسْلَمُونَ وَيَتَقَدَّمُ الَّذِينَ لَمْ يُصَلُّوا فَيُصَلُّونَ مَعَ رَكْعَةٍ ثَلَاثَةً  
يُنْصَرِفُ الْإِمَامُ وَتَذْصَلِّي رَكْعَتَيْنِ يَقُومُ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنَ الطَّائِفَتَيْنِ  
فَيُصَلِّي رَكْعَةً بَعْدَ أَنْ يَنْصَرِفَ الْإِمَامُ فَيَكُونُ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنَ  
الطَّائِفَتَيْنِ تَذْصَلِّي رَكْعَتَيْنِ فَإِنْ كَانَ خَوْفٌ هُوَ أَشَدُّ مِنْ ذَلِكَ صَلَّوْا  
رَجَا لَا قِيَامًا عَلَى أَقْدَامِهِمْ أَوْ رُكْبَانًا مُسْتَقْبِلِي الذِّبْلَةِ أَوْ غَيْرِ مُسْتَقْبِلِيهَا  
قَالَ مَالِكٌ قَالَ نَافِعٌ لَا أَرَى عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ ذَكَرَ ذَلِكَ إِلَّا عَنِ رَسُولِ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ: حضرت نافعؓ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے جب صلوة خوف کے بارے  
میں پوچھا جاتا تھا تو وہ فرماتے ہیں کہ امام آگے بڑھے اور لوگوں کا ایک گمردہ بھی اس کے ساتھ ہو جس  
کو امام ایک رکعت نماز پڑھائے۔ اور ایک گمردہ ان کے درمیان اور دشمن کے درمیان ہو۔  
ابھی نماز نہ پڑھیں نہ جب امام کے ہمراہ والے لوگ ایک رکعت پڑھ لیں۔ تو وہ ان لوگوں کی جگہ پر ہٹ  
کر آجائیں۔ جنہوں نے نماز نہیں پڑھی۔ اور یہ لوگ سلام نہ پھیریں۔ اور وہ لوگ آگے بڑھیں جنہوں  
نے ابھی تک نماز نہیں پڑھی وہ امام کے ہمراہ ایک رکعت نماز ادا کریں۔ پھر امام سلام پھیر کر ہٹ جائے۔

جب کہ وہ دو رکعت نماز مسافر پڑھ چکے ہیں۔ پھر ان دونوں گروہوں میں سے ہر ایک امام کی فراغت کے بعد اپنے طور پر ایک رکعت پڑھیں۔ اس طرح ان میں سے ہر گروہ دو رکعت نماز مسافر ادا کر لے گا۔ اگر خوف اس سے زیادہ سخت ہو۔ تو پھر پیدل اپنے پاؤں پر کھڑے کھڑے اور سوار ہو کر خواہ قبلہ کی طرف منہ کرنے والے ہوں یا قبلہ رُو نہ ہوں۔ وہ نماز ادا کریں۔ حضرت نافعؓ فرماتے ہیں۔ کہ یہ کیفیت صلوٰۃ خوف ابن عمرؓ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی ذکر کرتے تھے۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | اگر سیبہ علمہ <sup>۴۵</sup> کرسی کی تفسیر علم سے اس لئے کی گئی۔ کہ آیت میں مقصود اللہ تعالیٰ کے علم کی وسعت بیان کرنا ہے۔ کیونکہ کرسی تو بیٹھنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ جو احاطہ علمی کی مقتضی نہیں ہے۔ لہذا بیان کر دیا کرسی کے معنی مجازاً علم کے ہیں۔ اس لئے کہ جو شخص کسی چیز بیٹھنے والا ہو۔ وہ اسی پر سب سے زیادہ قدرت رکھنے والا اور دوسروں کی نسبت اس کے حال کو زیادہ جاننے والا ہوتا ہے۔ تو جس چیز کو کرسی گھیرے ہوئے ہے۔ وہ شخص اس پر قادر بھی ہوگا۔ اور اس کا جاننے والا بھی ہوگا۔

**تشریح از شیخ زکریا** | قسطلانیؒ فرماتے ہیں۔ کہ اگر سیبہ علمہ سے اس طرف اشارہ کر لیں۔ کہ یہاں درحقیقت نہ کوئی کرسی ہے۔ اور نہ ہی کوئی کرسی پر بیٹھنے والا ہے۔ بلکہ مجازاً اس سے علم مراد ہے۔ اور تفسیر جلالین میں ہے۔ کہ سیبہ ای احاطہ علمہ اور بعض نے کہا۔ ملکہ اور بعض نے نفس کرسی مراد لی جو عظمت پر مشتمل ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں ہے۔ ما فی السموات السبع فی الکرسی الاکبر لاہم سبعة القیث فی ترس النبیؐ ساتوں آسمان کرسی کے احاطہ میں اس طرح ہیں جس طرح سات درہم ایک ڈھال کے اندر ہوں۔ اور صاحب جمل فرماتے ہیں۔ کہ لغت کرسی بعض کا بعض کے اندر بڑ جانے کو کہتے ہیں۔ اور جس کرسی پر انسان بیٹھتا ہے اس کی کھڑیاں بھی ایک دوسرے سے جڑی ہوئی ہوتی ہیں۔ اور علامہ سندھیؒ فرماتے ہیں۔ کرسی سے علم اس لئے مراد لیا گیا۔ کیونکہ عادت ہے کہ اہل علم علم کی اشاعت کے لئے کرسی پر بیٹھتا ہے۔ تو گویا کہ یہ محل علم ہوگئی۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے۔ کہ بھت یہاں پر اپنے مشہور معنی میں نہیں ہے۔ کہ جس کی عقل چلی جائے بلکہ وہ شخص جس کے پاس کوئی دلیل نہ رہے۔

**تشریح از شیخ زکریا** | قطب گنگوہیؒ کی تفسیر کا خلاصہ یہ ہے کہ دراصل مبہوت تو اس شخص



کہتے ہیں جو حیرانی کی وجہ سے اس درجہ پر پہنچ جائے کہ اس کی عقل کام نہ کرے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ بَلْ تَأْتِيهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ جو حیران کر دے۔ لیکن اس جگہ وہ شخص مراد ہے جس کے پاس کوئی محبت نہ رہے۔ جلالین میں بھٹت بمعنی تحیر کے ہے۔ اور صاحبِ جمل فرماتے ہیں کہ فعل ان افعال میں سے ہے جو مجہول مستعمل ہوتے ہیں۔ لیکن ان کے معنی مبنی للفاعل بمعنی تحیر و دھش کے ہیں۔ تو اندی کفر فاعل ہوگا نائب فاعل نہیں ہوگا۔

عَرُوشُهَا ابنیستھا یعنی تسمیۃ الکل باسم الجزیر کے طور عرش ویسے تو چھت کو کہتے ہیں۔ لیکن مراد اس سے کل عمارت ہے۔ کیونکہ عروش دراصل چھت کو کہتے ہیں۔ اور چھت کے گرنے سے ساری عمارت کا تباہ ہونا لازم نہیں آتا۔ عروش بمعنی ابنیہ سے ساری عمارتوں کا تباہ و برباد ہونا مراد لیا گیا۔ تو اس طرح چھتوں کے گرنے سے دیرانی مراد ہوئی۔

یعنی عرش کے اصلی معنی چھت کے ہیں۔ خادیہ علی عروشھا کے معنی صاحبِ جمل اور بیضاوی نے یہ بیان کئے ہیں۔ کہ پہلے چھتیں گریں بعد ازاں باقی عمارت گر گئی۔

تَشْرِیْحُ اَرْشِخْ كُنْكَوْیْ | وَبَطَلَ النَّدَى وَهَذَا مِثْلُ عَمَلِ الْمُؤْمِنِ ص ۶۵ یعنی مؤمن کا مقوڑ اس عمل بھی نجات کے لئے کافی ہے۔ کیونکہ اس کے پاس اصل ایمان موجود ہے۔ بخلاف کافر کے کہ اس کی تمام مساعی رائیگاں ہیں۔ خواہ کتنے اعمال ہوں۔

تَشْرِیْحُ اَرْشِخْ زَكْرُیَا | جلالین میں ہے۔ طَلَّ مَطَرٌ خَفِيفٌ يَصِيبُهَا وَيُكْفِيهَا کیونکہ وہ اونچائی پر ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اس کے نقصانات کثیر ہوں یا قلیل۔ بہر صورت اس کو فائدہ دیں گے۔ جیسے ٹیلے پر کھیتی بہر صورت فائدہ مند ہے۔ خواہ بارش کثیر ہو یا قلیل ہو۔

**بَابُ قَوْلِهِ وَالَّذِينَ يَتَّقُونَ مِنْكُمْ وَيَذُرُونَ اَزْوَاجًا**  
 حدیث نمبر ۴۷۰۴ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ قَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ  
كُنْتُ لِعُثْمَانَ هَذِهِ الْآيَةُ الَّتِي فِي الْبَقَرَةِ وَالَّذِينَ يَتَّقُونَ مِنْكُمْ وَيَذُرُونَ  
اَزْوَاجًا اِلَى غَيْرِ اِخْرَاجٍ قَدْ نَسَخَهَا الْاُخْرَى فَلِمَ حَكَّتْهَا قَالَ تَذَرُهَا  
يَا ابْنَ أَخِي لَا أُغَيِّرُ شَيْئًا مِنْهُ مِنْ مَكَانِهِ قَالَ حُمَيْدٌ أَوْحَوْا هَذَا

ترجمہ۔ حضرت ابن الزبیرؓ نے حضرت عثمانؓ سے کہا۔ کہ یہ آیت جو سورۃ بقرہ میں ہے۔ الذین یؤفون الا کو تو دوسری آیت جس میں اربعۃ اشھر و عشرۃ کا ذکر ہے اس نے منسوخ کر دیا ہے۔ آپ نے اس آیت کو اس جگہ کیوں لکھ دیا۔ تو انہوں نے جواباً فرمایا۔ کہ بقیۃ! ہم نے اس کو اس لئے چھوڑ دیا۔ کہ ہم قرآن مجید کے کسی حصہ کو اس کی جگہ سے تبدیل نہیں کرتے۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | والذین یؤفون یہ باب آیت منسوخہ کی تفسیر کے لئے منعقد ہوا ہے۔ اور پہلا باب آیت ناسخہ کی تفسیر کے لئے تھا۔ تو اس طرح تکرار نہ ہو گا۔  
**تشریح از شیخ زکریا** | دونوں ترجموں کا مقصد الگ الگ ہے۔ پہلے ترجمہ سے مقصود چار ماہ دس دن کا بیان کرنا تھا۔ اور اس ترجمہ الباب سے مقصود مدۃ الجول کی منسوخی کا بیان کرنا ہے۔

## بَابُ قَوْلِهِ تَعَالَى وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ ارْنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَىٰ

حدیث نمبر ۴۰۷۷ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ أَحَقُّ بِالسَّلَامِ مِنْ إِبْرَاهِيمَ إِذْ قَالَ رَبِّ ارْنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَىٰ قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلَىٰ وَلَئِنْ لَيُطْمَأِنَّ قَلْبِي فَصَرَّهُنَّ قَطْعَهُنَّ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم ابراہیمؑ کی نسبت شک کرنے کے زیادہ حقدار ہیں۔ جب کہ انہوں نے کہا۔ اے میرے رب! مجھے دکھلا دے۔ کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرے گا۔ فرمایا کہ تمہارا اس پر ایمان نہیں ہے۔ انہوں نے فرمایا کیوں نہیں ایمان تو ہے۔ لیکن دیکھنا اس لئے چاہتا ہوں تاکہ میرے دل کو تسلی ہو جائے۔ صرھن کے معنی ٹکڑے ٹکڑے کر دینے کے ہیں۔

**تشریح از شیخ مدنی** | لوگوں نے حضرت ابراہیمؑ کے متعلق جب یہ کہا کہ حضرت ابراہیمؑ کو اچھا موٹی میں شک تھا۔ تو آپ اس کا ازالہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر ان کا شک تھا تو ہم زیادہ شک کرنے کے اہل ہیں کیونکہ الولد ستر لابیہ بیٹا باپ کا راز ہوتا ہے۔ نسی آدم نسی ذریتہ

محمد آدم محمد ذریتہ کے مطابق ہمیں بھی شک ہوتا۔ لیکن جب ہمیں شک نہیں ہے۔ تو ابراہیم علیہ السلام کو بھی شک نہیں ہوگا۔ اگر مشبہ ہو۔ کہ بسا اوقات باپ کا فرموتا ہے۔ بیٹا مسلمان۔ بیٹا کافر تو باپ مسلمان ہوتا ہے۔ جیسے ابراہیم کا مسلمان ہونا اور ان کے باپ آذر کا کافر ہونا مشہور ہے۔ پھر دوسری توجیہ یہ ہے۔ حضرت ابراہیم کے متعلق قرآن مجید میں ہے۔ انہی ابراہیم ملکوت السموات والارض تو ان کو ملکوت السموات والارضین کا علم دیا گیا۔ فلما جئ علیہ اللیل الا کے بعد جب انہوں نے لا احب الا فلیں کا نعرہ لگایا۔ کہ میں ڈوبنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ جس پر فرمایا گیا تلك محبتنا آتینا ہا ابراہیم الا کہ ملکوت السموات والارض کا علم ان کو ابتداء سے عطا کیا گیا۔ اور یہ چیزیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دکھلائی گئیں۔ تو جس کو نہیں دکھلائی گئیں وہ تو شک نہیں کرتا۔ جس کو ایسا علم اور تجربہ حاصل ہو وہ کیسے شک کر سکتا ہے۔

تیسری توجیہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے۔ اتبع ملتہ ابراہیم خنیفاً تو جب آپ ابراہیم علیہ السلام کی ملت میں متبوع ہوئے اور آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تابع ہوئے۔ اور یہ تابعت ایسے ہے۔ جیسے شہزادہ نقیب اور چوہدار کے تابع ہوتا ہے۔ تو اگر متبوع کے اندر شک ہوتا تو تابع میں بطریق اولیٰ شک ہوگا۔ لیکن جب تابع میں نہیں تو متبوع میں بھی نہیں۔ چوتھی توجیہ میں بعض نے کہا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کسر نفسی کے طور پر ہے۔ کہ هضمنا النفسہ بہر حال حضرت ابراہیم علیہ السلام شک کرنے والے نہیں ہو سکتے۔

پانچواں جواب یہ ہے۔ کہ آپ کا ارشاد اس وقت کا ہے جب کہ آپ کو اپنی سیادت اور سرداری کا علم نہیں تھا۔ بہر حال ابراہیم کا سوال نہ تو ایسا موتی کے بارے میں ہے۔ اور نہ شک کے طور پر ہے۔ بلکہ کیفیت ایثار مطلوب ہے۔ اور یہ ہو سکتا ہے کہ نفس شیئی کا علم ہو اور اس کی کیفیت معلوم نہ ہو۔

**بَابُ قَوْلِهِ تَعَالَى أَيُّدُ أَحَدِكُمْ أَنْ تَكُونَ لَهُ جَنَّةٌ**  
(إِلَى قَوْلِهِ) يَتَفَكَّرُونَ

حدیث نمبر ۴۰۷۸ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ قَالَ  
عُمَيْرُ يَوْمًا لِأَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَ تَدْرُونَ هَذِهِ الْآيَةُ

نَزَلَتْ آيَةٌ أَحَدُ كُؤَانٍ تَكُونُ لَهُ جَنَّةٌ قَالَُوا اللَّهُ أَعْلَمُ فَغَضِبَ عُمَرُ  
فَقَالَ قُولُوا نَعْلَمُوا وَلَا نَعْلَمُوا فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فِي نَفْسِي مِنْهَا شَيْءٌ يَا أَمِيرَ  
الْمُؤْمِنِينَ قَالَ عُمَرُ يَا ابْنَ أَخِي قُلْ وَلَا تَحْقِرْ نَفْسَكَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ  
صُرَيْتُ مَخْلًا لِعَمَلٍ قَالَ عُمَرُ أَتَى عَمَلٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لِعَمَلٍ قَالَ عُمَرُ  
لِرَجُلٍ عَنِّي يَفْعَلُ بِطَاعَةِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ تُقَرِّبُكَ اللَّهُ لَهُ الشَّيْطَانُ فَعَمِلَ  
بِالْمَعَاصِي حَتَّى أَغْرَقَ أَعْمَالَهُ۔

ترجمہ۔ حضرت عبید بن عمیرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ایک دن اصحاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
سے پوچھا۔ یہ آئندہ آیت کس کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ایودہ احدکم! تو انہوں نے جواب دیا۔  
کہ اللہ تعالیٰ بہتر جاننے والا ہے۔ جس پر حضرت عمرؓ ناراض ہوئے۔ یہ کہو کہ ہم جانتے ہیں یا نہیں  
جانتے۔ تو ابن عباسؓ نے فرمایا۔ اے امیر المؤمنین! میرے دل میں اس آیت کے بارے میں کچھ علم ہے۔  
تو حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ بھتیجے! کہو اور اپنے آپ کو چھوٹا ہونے کی وجہ سے حقیر نہ سمجھو۔ تو ابن عباسؓ نے  
فرمایا۔ اس آیت میں عمل کی مثال بیان کی گئی ہے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا۔ کون سے عمل کی تو ابن عباسؓ نے  
فرمایا۔ کسی نہ کسی عمل کی مثال ہے۔ تو حضرت عمرؓ نے خود فرمایا کہ یہ مثال ایسے مالدار آدمی کی ہے۔ جو  
اللہ تعالیٰ بلند و برتر کی فرمانبرداری کرتا رہا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس پر شیطان مسلط کر دیا۔ جس نے  
اس سے گناہوں کا ارتکاب کر لیا کہ اس کے سارے اعمال صالحہ کو ضائع کر دیا۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** [واللہ اعلم ص ۶۵۱] حضرت عمرؓ اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
کے درمیان واضح فرق تھا کہ جب صحابہ کرامؓ واللہ اعلم کا کلمہ آپ کے سامنے ذکر کرتے تو آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم ناراض نہیں ہوتے تھے کیونکہ آپ معلم تھے۔ تعلیم دینے کے لئے مبعوث تھے۔  
تو واقعی تعلیم کی صورت میں واللہ در سولہ اعلم نقصان دہ نہیں تھا۔ بخلاف اس مقام کے کہ حضرت عمرؓ  
توان کے ممتحن تھے۔ کہ دیکھیں یہ جانتے ہیں یا نہیں جانتے۔ تو جب اللہ اعلم سے جواب دیا۔ تو حضرت  
عمرؓ پر معاملہ رُل مل گیا۔ کیونکہ ایسا جواب تو عالم اور جاہل دونوں دے سکتے ہیں۔ حضرت عمرؓ پر واضح  
نہ ہو سکا کہ کون جانتا ہے اور کون نہیں جانتا۔

قال ابن عباس لعمَل ص ۶۵۱ لعمَل میں تنوین تکبیر کی ہے۔ کہ کوئی نہ کوئی عمل ضرور ہے جس کا مجھے علم نہیں۔

**تشریح از شیخ نہ کرنا** قسطاً فی نے بھی ہی ذکر کیا ہے۔ کہ حضرت عمرؓ اس لئے ناراض ہوئے کہ وہ تو ان حضرات کا امتحان لینا چاہتے تھے۔ کہ جس کو علم ہو وہ سامعین کو بتلا دے۔ لیکن انہوں نے ایسا جواب دیا۔ جس میں عالم جاہل برابر ہیں مقصود حاصل نہ ہوا۔ علامہ سیوطیؒ نے حضرت ابن عباسؓ کو جو جواب حضرت عمرؓ نے دیا ہے۔ اس کی تفصیل نقل کی ہے۔ کہ ابن آدم کا وہ عمل مراد ہے۔ جس کی جنت کے داخلہ کے لئے اس کو ضرورت ہے۔ مگر اس کو پیرانہ سالی نے آگھیرا۔ اہل و عیال بہت ہیں۔ اس حالت میں کچھ کم نہیں سکتا۔ حالانکہ قیامت کے دن ایسے عمل کا وہ زیادہ محتاج ہو گا۔ اے بھتیجے! تو نے سچ کہا۔

## بَابُ قَوْلِهِ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلَّا خَافًا يُقَالُ الْخَفَ عَلَى وَآلَحَ عَلَى وَآخَفَانِي بِالْمَسْئَلَةِ فَيُخَفُّكُمْ يُجَبِّدُكُمْ

ترجمہ۔ الخاف کے معنی الخاح اور چمٹ چمٹ کر سوال کرنا۔ سیکھم سیکھدکم کہ تمہیں مشقت میں ڈال دیا۔  
حدیث نمبر ۴۰۷۷ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْمُسْكِينُ الَّذِي تَرُدُّهُ الثَّمَرَةُ وَالْثَمَرَتَانِ وَلَا اللَّقْمَةُ وَلَا اللَّقْمَتَانِ إِنَّمَا الْمُسْكِينُ الَّذِي يَتَعَفَّفُ وَاقْرَأْ وَإِنْ شِئْتُمْ يَعْنِي قَوْلَهُ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلَّا خَافًا۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مسکین وہ نہیں ہے جس کو ایک دانہ کھجور یا دو دانے یا ایک لقمہ اور دو لقمے واپس کر دیں۔ مسکین تو وہ ہے جو سوال کرنے سے بچتا ہے۔ اگر تم چاہو تو قرآن مجید کی اس آیت کو پڑھ کر تائید حاصل کر سکتے ہو۔ ترجمہ۔ کہ وہ لوگ لوگوں سے چمٹ چمٹ کر سوال نہیں کرتے۔

## تشریح از قاسمیؒ

لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلَّا خَافًا ایک مقصد یہ ہے کہ وہ سوال تو کرتے ہیں۔ لیکن الخاح نہیں کرتے یا سرے سے سوال ہی نہیں کرتے۔ فیخفکم سے بتلا دیا کہ الخاف اور اخاف ایک ہیں۔ جس کے معنی جہد و مشقت ہے۔

## بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى وَاحِدَ اللَّهِ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا الْمَسَّ الْجُنُونُ.

حدیث نمبر ۴۰۸۰ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ الْأَعْمَرِيُّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا نَزَلَتْ الْآيَاتُ مِنْ آخِرِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ فِي الرِّبَا قَدَّاهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى النَّاسِ ثُمَّ حَرَّمَ التَّجَارَةَ فِي الْخَمْرِ.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب سورۃ بقرہ کی آخری آیات سود کے بارے میں نازل ہوئیں تو آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں لوگوں کو پڑھ کر سنایا پھر شراب کی خرید و فروخت کو حرام قرار دیا۔

**تشریح از قاسمی** | يتخبطنه الشيطان من المسس میں مس سے جنون مراد ہے۔ یعنی سود خوار ایسے گرتے پڑتے ہوں گے جیسے مجنون گرتا پڑتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سود خوار کے پیٹ میں اس کو بھر دے گا جس سے وہ بوجھل ہو جائے گا۔

حرم التجارة في الخمر اگرچہ حرمت خمر اور اس کی تجارت کی حرمت سود کی حرمت سے بہت پہلے نازل ہو چکی تھی۔ اس جگہ اس کا ذکر کیا تو اس وجہ سے ہے کہ حرمت خمر پہلے نازل ہوئی اور اس کی تجارت کی حرمت کا بعد میں نزول ہوا یا تاکید اور مبالغہ ذکر کیا گیا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مجلس میں کوئی ایسا آدمی موجود ہو جس کو تحریم تجارت خمر کا علم نہ ہو۔ تو آپ نے اس کی اطلاع کمنے یہ فرما دیا۔

## بَابُ قَوْلِهِ تَعَالَى يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيَذْهَبُ

حدیث نمبر ۴۰۸۱ حَدَّثَنَا إِسْرَافِيلُ بْنُ خَالِدٍ الْأَعْمَرِيُّ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ لَمَّا نَزَلَتْ الْآيَاتُ الْآخِرُ مِنْ سُورَةِ الْبَقَرَةِ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَلَاهُنَّ فِي الْمَسْجِدِ فَحَرَّمَ التَّجَارَةَ فِي الْخَمْرِ.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب سورۃ بقرہ کی آخری آیات نازل ہوئیں ان میں اهل اللہ البیع و حرم الربوا بھی ہے یحیی اللہ الربوا بھی ہے۔ تو آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر

تشریف لائے اور مسجد میں بیٹھے ہوئے لوگوں پر ان کو تلاوت کیا اور شراب کی خرید و فروخت کو حرام قرار دیا۔  
**تشریح از شیخ گنگوہی** یذہبہ اس تفسیر سے یہ بتلانا ہے کہ محق کے معنی مثلاً کے ہیں۔  
 تو اس کا اعلیٰ درجہ مراد ہے جو اصل کو بھی لے جاتے۔

**تشریح از شیخ زکریا** قلب گنگوہی نے اس تفسیر سے تنبیہ فرمادی کہ محق کے اصل معنی تو نقص کے ہیں۔ یذہبہ سے اس کی تفسیر سے اس کے کمال کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ چیز گھٹتے گھٹتے اس کا منقح یہ ہوتا ہے کہ وہ بالکل ختم ہو جاتی ہے۔ جیسے محق الکافرین صاحب جلالین فرماتے ہیں ای یھلکھم اور بیضادی میں ہے۔ الحق نقص الشیء قلیلاً قلیلاً اور امام سیوطی نے حضرت ضحاک سے نقل کیا ہے۔ لا یبقی منه الاھلہ شیئی کہ آخرت میں مال والوں کے لئے کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔

**بَابُ قَوْلِهِ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ  
 فَأَعْلَمُوا**

حدیث نمبر ۴۰۸۲ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا أُنْزِلَتْ  
 الْآيَاتُ مِنْ آخِرِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ قَرَأَتُ الْيُسُفَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ  
 وَحَتَمَ التِّجَارَةَ فِي الْخَمِيرِ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ جب سورۃ بقرہ کی آخر آیات نازل ہوئیں۔ جن میں یہ آیت بھی شامل ہے۔ کہ اگر تم سود سے باز نہ آئے تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ سن لو پھر تمہاری مرضی جو کچھ عمل کرتے رہو۔ تو آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آیات کو مسجد کے اندر جا کر ان کو پڑھ کر سنائیں اور شراب کی تجارت کو بھی حرام قرار دیا۔

**بَابُ قَوْلِهِ إِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ وَإِنْ  
 تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَّكُمْ مِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ۔**

ترجمہ۔ اگر کوئی تنگ دست ہو تو اس کو آسانی تک مہلت دے دو۔ اگر صدقہ کرو۔ اگر تمہیں اس کے ثواب کا علم ہو تو وہ تمہارے لئے بہتر ہے۔

حدیث نمبر ۴۰۸۳ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا أُنْزِلَتْ  
الْآيَاتُ مِنْ أُخْرِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَأَهُنَّ  
عَلَيْنَا ثُمَّ حَتَمَ التِّجَارَةَ فِي الْخَمْرِ.

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب سورۃ بقرہ کی آخری آیات نازل ہوئیں جن میں آیت بالا بھی  
ہے۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر یہ آیات ہمیں پڑھ کر سنائیں۔ پھر شراب کی  
تجارت کی حرمت کو بیان فرمایا۔

تشریح از شیخ مگنکوہی | وان كان ذو عسرة <sup>۱۵۱</sup> اس روایت کو اس باب میں لانے  
کی مناسبت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو حکم ہے۔ وہ تو قرضدار کو مہلت دینا اور اس پر صدقہ  
کرنا ہے۔ تو جو شخص اصل مال سے زیادہ وصول کرتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کتنا مبغوض ہوگا۔  
تشریح از شیخ زکریا | شیخ مگنکوہی نے جو حدیث کی مناسبت ترجمہ سے ثابت فرمائی ہے۔

وہ بھی بہترین توجیہ ہے۔ قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ مؤلف نے ایک ہی روایت پر کسی تراجم قائم کئے ہیں۔ اس سے  
بتلانا ہے آیات ربو اور آیات دین سب کی سب ان آیات آخر سورۃ بقرہ سے مراد ہیں۔ علامہ عینیؒ نے  
بھی یہی جواب ذکر کیا ہے کہ یہ آیت بھی آیات ربو سے متعلق ہے۔ اس لئے اس کو ان آیات کے ساتھ  
ذکر کر دیا۔ چنانچہ حافظؒ فرماتے ہیں کہ ان کان ذو عسرة اگرچہ خبر ہے۔ لیکن معنی میں امر کے ہے۔  
ای فانظر وہ الی میسرۃ اور غیر جاری میں ہے کہ ان آیات کے تراجم میں ان احادیث کو اس لئے  
لاتے ہیں۔ تاکہ ان آیات کی قرأت کا زمانہ مکان معلوم ہو جائے۔ اور تجارت الخمر کا حکم بھی بیان ہو جائے۔

بَابُ قَوْلِهِ وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ -

ترجمہ: اس دن سے ڈرو جس دن میں تم اللہ کی طرف لوٹو گے۔  
حدیث نمبر ۴۰۸۴ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ بْنُ عُقْبَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَخْبَرُ  
أَيَّةَ نَزَلَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آيَةُ الرَّبِّ بَارَ.

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آخری آیت جو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی  
وہ سود کی آیت ہے۔



**تشریح از قاسمی** | طرانی میں ابن عباس سے مروی ہے کہ آخری آیت اتَّقُوا يَوْمًا ترجموں فیہ الی اللہ ہے۔ اس جگہ آیت البرہہ کو فرمایا تو مؤلف ابن عباس کے دونوں قول کو جمع فرما رہے ہیں کہ آخری آیت آیت البرہہ ہے۔ جس کے بعد آپ صرف سات راتیں زندہ رہے ہیں۔

**بَابُ قَوْلِهِ إِنْ تُبْدُوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْتُخَفُّوهُ بِمَا سَبَّحَ بِهِ اللَّهُ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ**

ترجمہ۔ جو کچھ تمہارے دل میں ہے تم ظاہر کرتے ہو یا اس کو چھپاتے ہو۔ اللہ تعالیٰ تم سے ان کا حساب لے گا۔ پھر جس کو چاہے بخش دے اور جس کو چاہے عذاب دے۔ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت حاصل ہے۔

**حدیث نمبر ۴۰۸۵ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ عَنْ مُرْوَانَ الْأَصْفَرِيِّ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ عُمَرَ أَنَّهَا قَدْ نُسِخَتْ وَإِنْ تُبْدُوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْتُخَفُّوهُ**

ترجمہ۔ ابن عمرؓ جو اصحاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔ ان تبہدوا یہ آیت منسوخ ہے۔

**تشریح از شیخ مدنی** | یہ آیت اپنے مدلول ظاہری کے اعتبار سے دلالت کرتی ہے۔ کہ قلب کے جتنے غطور ہیں ان سب پر مواخذہ ہوگا۔ ہا جس وہ خطرہ جو دل میں کھٹکے اور گزر جائے۔ خاطر جس میں کچھ توقف ہو۔ حدیث النفس جس خطرہ میں نفس کو لذت محسوس ہو۔ ہم وہ ہے۔ کہ نفس نے اس کی خواہش کے بعد خفیف سا ارادہ کر لیا۔ عزم یہ ہے کہ ارادہ سچتہ ہو جائے۔ بفضلہ تعالیٰ صرف عزم پر مواخذہ ہے۔ باقی سب خطرات معاف ہیں۔

لایکلف اللہ الا کے نزول سے پہلے ہوا جس۔ خواطر۔ مہموم سب پر مواخذہ معلوم ہوتا تھا۔ جس سے صحابہ کرام کو پریشانی لاحق ہوئی کہ ایسا تو کوئی شخص نہیں جس کے قلب میں خلاف شریعت ہوا جس و خواطر نہ گزریں۔ اور ولله ملک السموات والارض سے بتلایا گیا کہ اللہ مالک ہے۔

اور مالک اپنی مملوک میں ہر قسم کے تصرفات کا حق رکھتا ہے۔ تو شاید ان خواطر اور ہوا جس پر بھی مؤاخذہ فرمالیں تو انہیں کون روک سکتا ہے۔ جب ہم اپنی ملکیت میں ہر قسم کا تصرف کر سکتے ہیں۔ تو باری تعالیٰ کی ملکیت کا تو کیا کہنا۔ تو صحابہ کرامؓ نے دربار نبوی میں اپنی پریشانی کا اظہار کیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ کیا تم بنی اسرائیل کی طرح سمعنا و عصینا کہتے ہو۔ تمہیں سمعنا و اطعنا کہنا چاہیے۔ یہ جواب باری تعالیٰ کو پسند آیا۔ تو آیت لَا يَكُفُّ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا نَزَلَ بِهَا تِلْكَ الذِّكْرُ فرمائی۔ کہ جو افعال عزم و ارادہ سے ہوں گے۔ ان پر مؤاخذہ ہوگا۔ خواہ وہ افعال قلبیہ ہوں یا جو جوارح سے ہوں۔ ہوا جس خواطر۔ حدیث النفس اور ہم ان اعمال میں داخل نہیں۔ ان پر مؤاخذہ نہ ہوگا۔ اب صرف عزم بالجزم کی صورت رہ گئی ہے۔ یا افعال جوارح پر ان کا مؤاخذہ ہوگا۔ اسی کو فرمایا گیا۔ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَالًا طَاقَةً لِّلنَّارِ اگر اشکال ہو کہ نسخ اخبارات میں نہیں ہوتا۔ بلکہ انشاءات اور احکام میں ہوتا ہے۔ کیونکہ نسخ کے معنی ہیں۔ رفع حکم شرعی الا تو اس جگہ قَدْ نَسَخْنَاهَا الایہ کہنا کیسے صحیح ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اخبار دو قسم ہیں۔ اخبار محضہ جیسے امم ماضیہ یا مستقبلہ کے اخبار (۲) بعض وہ اخبار ہیں۔ جو صورۃ خبریں۔ لیکن ان سے انشاءات منتزع ہوتے ہیں۔ جیسے کتب علیکم الصیام اس کا معنی ہے۔ صوموا شھر رمضان۔ ایسے لِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ یہ جملہ خبریہ مستلزم انشاء کو ہے۔ اس کے معنی حجوا کے ہوں گے۔ ایسے ہی لَا يَكُفُّ اللَّهُ نَفْسًا خبر ہے۔ مگر مستلزم انشاء کو ہے۔ تو نسخ باعتبار لازم کے ہوا۔ اور بعض فرماتے ہیں۔ کہ نسخ اس جگہ اپنے اصطلاحی معنی میں نہیں ہے۔ بلکہ متقدمین کے نزدیک نسخ بہ معنی تخصیص کے بھی آتے ہیں۔

ان تبد و اما فی انفسکم میں ما عموم کے لئے تھا۔ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ سب خطوط پر مؤاخذہ ہوگا۔ لیکن لَا يَكُفُّ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا دَسَّهَا سے خواطر۔ ہوا جس تکمل گئے۔ تو قصر تخصیص ہوا۔ محض دلالت کرتا ہے۔ کہ ارادہ پہلے ہی سے تمام کا نہ تھا۔ بلکہ بعض کا تھا۔ جس کی تعیین محض نے کر دی۔ کیونکہ تخصیص کے معنی ہیں۔ قصر حکم علی بعض افرادہ اور تخصیص تو اخبارات اور انشاءات دونوں پر ہوتی ہے۔ البتہ نسخ صرف انشاءات میں ہوتا ہے۔ تیسری توجیہ وہ ہے۔ جس کو امام سیوطیؒ اور شاہ ولی اللہؒ لیتے ہیں۔ کہ ما فی انفسکم سے اول مرتبہ ہی نیا ت فاسدہ اور اعمال قلبیہ مراد ہیں۔ کہ حسد۔ کبر۔ عجب وغیرہ پر مؤاخذہ ہوگا۔ صحابہ کرامؓ نے سمجھا نہیں کہ اس سے مراد کیل ہے۔ تو

بارگاہِ ایزدی سے اس کا بیان آگیا۔ تو اب نہ نسخ ہوا نہ تخصیص ہوئی۔ بلکہ ابتداء ہی سے افعالِ تبلیہ ارادیہ مراد ہوتے۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | قدسِ سرہ ان تبدلِ مالِ اس جگہ نسخ سے تخفیف مراد ہے کیونکہ نسخ تو احکام میں ہوتا ہے۔ اور یہاں ایسا نہیں۔ مقصود یہ ہوا کہ اس امت سے اللہ تعالیٰ نے تخفیف فرمائی۔

**تشریح از شیخ زکریا** | چنانچہ حافظ بھی فرما رہے ہیں کہ نسخ سے مراد تخفیف ہے۔ کہ اگرچہ محاسبہ ہوگا۔ لیکن مواخذہ نہیں ہوگا۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ حدیث میں نسخ سے تخصیص مراد ہو۔ کیونکہ متقدمین کثرت سے نسخ کا اطلاق تخصیص پر کرتے آئے ہیں۔ اور محاسبہ ان عزائم کا ہوگا۔ جن میں انسان شروع ہونے کا ارادہ رکھتا ہے۔ خطرات و صواب جس پر مواخذہ نہیں ہے۔ صحیح یہی ہے۔ کہ باری تعالیٰ کی اخبار میں نسخ نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس سے تو کذب لازم آتا ہے۔ البتہ جن اخبار کا امر و نہی سے تعلق ہے۔ ان میں نسخ جائز ہے۔

**بَابُ قَوْلِهِ اَمِنَ الرَّسُولُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اِصْرًا عَهْدًا اَوْ يُقَالُ غُفْرَانُكَ مَغْفِرَتُكَ فَاغْفِرْ لَنَا۔**  
**حدیث نمبر ۴۰۸۶** حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْحَاقَ عَنْ مَرْوَانَ الْأَصْفَرِيِّ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَحْسِبُهُ ابْنَ عُمَرَ لَأَنْ تَبْدُو مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخَفُّوهُ قَالَ كَسَخَتْهَا الْآيَةُ الَّتِي بَعْدَهَا۔

ترجمہ۔ ابن عباس نے اصر کے معنی عہد کے کئے ہیں۔ جو لازم المعنی ہیں۔ کیونکہ اصر کے اصلی معنی شئی ثقیل کے ہیں۔ کیونکہ وفار بالعہد سخت ہوتا ہے۔ اس لئے اسے بھی اصر کہا گیا۔ غفرانک کا مصدر ہے۔ کہ ہم تیری بخشش مانگتے ہیں۔



# سُورَةُ آلِ عِمْرَانَ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تَقَاةً وَتَقِيَّةً وَاحِدَةً، صَبْرٌ دُ، شَفَا حُفْرَةٍ مِثْلُ شَفَا الرَّحِيَّةِ،  
وَهُوَ حَرْفُهَا شَبَقِي تَتَّخِذُ مَعْسَكًا، الْمُسُومُ الَّذِي لَهُ سِيَمَاءُ  
بِعَلَامَةٍ أَوْ بِصُوفَةٍ أَوْ بِمَا كَانَ رِبِّيُّونَ الْجَمِيعُ وَالْوَاحِدُ رَبِّي  
تَحْسُونَهُ تَسْتَأْصِلُونَهُ قَتْلًا، غَزَا وَاحِدًا غَارًا سَنَكْتُبُ سَنَحْفَظُ  
نُزُلًا ثَوَابًا، وَيَجُوزُ وَمُنْزَلٌ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ كَقَوْلِكَ أَنْزَلْتُهُ وَقَالَ  
مُجَاهِدٌ وَالْخَيْلُ الْمَسُومَةُ الْمُطَهَّمَةُ، الْحِسَانُ وَقَالَ ابْنُ جَبْرِ  
وَحُصُورًا لَا يَأْتِي النِّسَاءَ وَقَالَ عِكْرَمَةُ مِّنْ قُورِهِمْ مِّنْ غَضَبِهِ  
يَوْمَ بَدْرٍ وَقَالَ مُجَاهِدٌ يُخْرِجُ الْحَيَّ النَّطْفَةَ تَخْرُجُ مَيْتَةً وَيَخْرُجُ  
مِنْهَا الْحَيُّ، الْإِبْكَارُ أَوَّلُ الْفَجْرِ وَالْعَشِيُّ مِثْلُ الشَّمْسِ أَرَاهُ إِلَى أَنْ تَغْرِبَ

ترجمہ۔ تقاة اور تقیہ دونوں مصدر ہیں۔ دونوں کے معنی بچنے کے ہیں۔ فیہما صبر یعنی صبر کے۔

کنتم علی شفا حفرة جیسے کنویں کا کنارہ ہوتا ہے۔ ایسے جہنم کے گڑھے کا کنارہ ہوگا۔ تبویٰ لشکر گاہ

میں ٹھکانا دے رہے تھے۔ المسوم وہ گھوڑا جو علامت زدہ ہو۔ وہ نشان خواہ کسی داغ کی صورت میں ہو۔

یا کسی اون یا کسی چیز سے ہو۔ ربیون یہ جمع ہے۔ ربی کی وہ عالم جو رب کی طرف منسوب ہو۔ تحسونه

قتل کر کے ان کی بیج کنی کرتے تھے۔ غزا جمع غار کی ہے۔ سنکتب عنقریب ہم اسے محفوظ کر دیں گے۔

نزلا کے معنی ثواب کے ہیں۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ نزلا منزل من عند اللہ جو اللہ کسی طرف سے اتاری

گئی ہو۔ جیسے انزلتہ اور مجاہد کی تفسیر میں ہے۔ الخیل المسومة وہ گھوڑے مراد ہیں جو لیے قد کے

اور خوب صورت عمدہ ہوں۔ آگے ابن جبیر کی تفسیر ہے۔ حصو وہ شخص جو عورتوں سے ہمستر نہ ہو۔ اگرچہ خواہش

رکھتا ہو۔ عکرمہ کی تفسیر میں ہے۔ من فور ہم کے معنی ان کے غضب ناک ہونے کے ہیں۔ آگے مجاہد کی تفسیر ہے۔ یخرج الحی یعنی لفظ جو مردہ حالت میں نکلتا ہے۔ اور اس سے زندہ پیدا ہوتا ہے۔ ابکار فجر کا اول وقت اور عشی کے معنی ہیں۔ سورج کا یہاں تک ڈھل جانا کہ غروب تک پہنچ جائے۔

**بَابُ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ وَقَالَ مُجَاهِدٌ الْحَلَالُ وَالْحَرَامُ وَأَخْرَجَ مُتَشَابِهَاتٍ يُصَدِّقُ بَعْضُهَُا كَقَوْلِهِ تَعَالَى وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ وَكَقَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ وَيَجْعَلُ الرَّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ وَكَقَوْلِهِ وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى زَيْغٌ شَكٌّ ابْتِغَاءُ الْفِتْنَةِ الْمُتَشَبِهَاتُ وَالزَّاسِخُونَ يَعْلَمُونَ يَقُولُونَ امْتَابِهِ۔**

ترجمہ۔ یہ سب متشابہات کی تفسیر ہیں۔ کیونکہ پہلی آیت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ فاسق گمراہ ہے۔ جس کی گمراہی بڑھتی رہتی ہے۔ اس کی تصدیق دوسری آیت نے کی۔ کہ جو بے عقل لوگ ہیں یہ شرک کی بنیاد ان پر ہوتی ہے۔ اس طرح ہدایت یافتہ کی ہدایت بڑھتی رہتی ہے۔ تو اس کی ضد ضلالت بھی بڑھتی رہے گی۔ اور مجاہد فرماتے ہیں۔ آیت محکمہ تو حلال حرام ہیں اور باقی سب متشابہ ہیں۔ جو ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں۔ زیغ بمعنی شک ابتغاء الفتنة سے متشابہات ہے۔ اور زاسخ فی العلم جانے ہیں اور کہتے ہیں۔ ہم اس پر ایمان لائے۔

**حدیث نمبر ۴۰۸ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ تَلَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذِهِ الْآيَةَ هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ سَاءَ اللَّهُ فَاخْذَرْهُمْ۔**

ترجمہ۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت ہوا الذی انزل الہ کو تلاوت کیا۔ اور فرمایا۔ جب تو ایسے لوگوں کو دیکھے۔ جو متشابہات کا پیچھا کرتے ہیں۔ تو یہ وہی لوگ ہیں۔ جن کا اللہ تعالیٰ نے نام لیا ہے۔ پس ان سے بچتے رہو۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | المستویۃ اتمی ۱۵۲ | عادت یہی ہے کہ نشانی ان گھوڑوں

کو لگائی جاتی ہے۔ جو خوب صورت اور لمبی قدر تپلی کمر والے ہوں۔ تو دونوں تفسیروں میں کوئی فرق نہ ہوا۔

**تشریح از شیخ زکریا** | یعنی مصادق کے اعتبار سے دونوں تفسیروں میں کوئی فرق نہیں۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | سنحفظ اشارہ ہے کہ یہاں کتابت کے حقیقی معنی مراد نہیں۔

بلکہ مجازاً اس سے حفظ مراد ہے۔ اور یہ تفسیر بلازم ہے۔

یخرج منها النجیٰ خروج سے اس جگہ حالات کی تبدیلی مراد ہے۔ کیونکہ نطفہ کی پیدائش کے بعد

مصنف سقط جنین وغیرہ یہ انقلابی حالات ہیں۔ جو اصل نطفہ بچہ دار دہوتے ہیں۔ گویا کہ یہ حالات مخرج ہونے نکالے ہوئے۔ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف۔

واخر متشابہات یہ صدق بعضہ کی ضمیر متشابہات جمع کی طرف راجع ہے۔ باعتبار قرآن

ہونے کے۔ دانی اعینہا بک و ذریعہا من الشیطان المریم۔

حدیث نمبر ۴۰۸۸ **حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ** عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ  
الْبُتِّيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مَوْلُودٍ يُوَلَّدُ إِلَّا وَالشَّيْطَانُ يَمْسُهُ  
حِينَ يُوَلَّدُ فَيَسْتَهْلِكُ صَارِخًا مِنْ مَسِّ الشَّيْطَانِ إِيَّاهُ إِلَّا مَرْيَمَ وَابْنَهَا  
شَقَّةٌ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ وَاقْرَأُوا إِنَّ شَيْئَكُمْ وَلَدَنِي أُعِيدَ هَابِكُ وَذَرَيْتَهُمَا مِنَ  
الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی

بچہ ایسا پیدا نہیں ہوتا۔ جسے پیدائش کے وقت شیطان نے چونکا نہ دیا ہو۔ پس وہ شیطان کے چوٹکے

سے چیخ مار کر روتا ہے۔ مگر بی بی مریم اور اس کا بیٹا عیسیٰ علیہ السلام محفوظ رہے۔ حضرت ابوہریرہؓ

تائید میں فرماتے ہیں کہ یہ ان کی ماں کی دعا کی برکت سے تھا۔ کہ اے اللہ! بی بی مریم اور اس کی اولاد کو

تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ کہ شیطان مردود کا ان پر اثر نہ ہو۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | متشابہات اور محکمات کے تقابل سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ

محکمات وہ ہوں گے جو ایک دوسرے پر صادق آتے ہیں۔ اس اعتبار سے وہ متشابہات میں داخل

ہو گئے۔ تو اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ مقابلہ کی وجہ سے آیات محکمات کی تعریف یہی ہوگی۔ کہ

وہ ایک دوسرے پر صادق نہ آئیں گے۔ لفظ اگرچہ عام ہے۔ مگر مراد اس سے خاص ہے۔ تو اب معنی ہوں گے۔ بعض آیات وہ ہیں۔ جو اپنے معانی میں متفرقہ ہیں۔ کہ دوسری آیات ان پر صادق نہیں آتیں۔ اور بعض وہ ہیں جو صادق آتی ہیں۔ تو پہلی محکمت اور دوسری متشابہات ہوں گی۔ اب یہاں پر ایک چیز باقی رہ گئی۔ وہ یہ کہ آیت مَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ۔ پہلی تقریر کے مطابق ہر اہل علم متشابہ کو جانتا ہے۔ کیونکہ اس تقسیم اور تفسیر کی رد سے وہ بھی محکمت میں داخل ہے۔ تو جواب یہ ہے۔ کہ ما تشابہ سے مراد غیر متشابہات ہیں۔ جن کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ علماء کو نہیں ہے۔ تو ما تشابہ منہ کو تو صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ اور متشابہات بمعنی یصدق بعضها علی بعض کو علماء بھی جانتے ہیں۔

**تشریح از شیخ زکریا** | کیونکہ علامہ سندھی فرماتے ہیں۔ کہ اس وقت متشابہات کے معنی متناسبات کے ہوں گے۔ جو ایک دوسرے پر صادق آتے ہیں۔ اور ما تشابہ منہ سے مراد وہ آیات ہوں گی۔ جن کے معانی غلط ملط ہو جائیں کہ وہ سمجھے نہیں جاتے۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | الفتنۃ المتشابہات اس بنا پر فتنہ کی تفسیر متشابہات سے کی گئی جس کے معنی ظاہر نہ ہوں غلط ملط ہو جائیں۔ تو مطلب یہ ہوا۔ کہ اصحاب زیغ قرآن مجید میں وہ آیات تلاش کرتے ہیں۔ جن کے معانی خفیہ ہیں ظاہر نہیں ہیں۔ تاکہ ان کے ذریعہ لوگوں کے اعتقادات خراب کریں۔ اور ایسے شبہات پیدا کریں جس سے عوام الناس گمراہ ہو جائیں۔

**تشریح از شیخ زکریا** | علامہ سیوطی نے تفسیر القان میں محکم اور متشابہ کی خوب بحث کی ہے۔ دراصل متشابہ دو قسم ہے۔ ایک تو وہ جس کے معنی محکم کی طرف لوٹ کر سمجھ میں آ جاتے ہیں۔ دوسرے وہ جو کسی صورت سمجھ میں نہیں آتے۔ انہیں کی طرف اہل زیغ کا میلان ہوتا ہے۔ جیسے نصاریٰ نے روح اللہ اور کلمۃ اللہ سے استدلال کیا۔ لیکن آیت محکمہ ان هو الا عبد العمد علیہ کو چھوڑ دیا۔ محکم میں یہ احتمالات نہیں ہوتے۔

**بَابُ قَوْلِهِ إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَدَالَةِ اللَّهِ وَأَيِّ مَا يَمُنُّونَ**  
**أَلَيْسَ مُؤَلَّجًا مِّنَ الْآلَةِ وَهُوَ فِي مَوْضِعٍ مُّفْعِلٍ**  
 حدیث نمبر ۴۰۸۹ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ يَمِينًا صَبْرًا لِيَقْتَطَعَ بِهَا مَالٌ أَمْرِي مُسْلِمٌ لِقَى اللَّهَ وَهُوَ عَلَيْهِ قَضِيَانٌ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَصْدِيقِي ذَلِكَ إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ قَالَ فَذَخَلَ الْأَشْعَثُ بْنُ قَيْسٍ وَقَالَ مَا يُحَدِّثُكُمْ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ قُلْنَا كَذًا أَوْ كَذَا قَالَ فِي أَنْزَلَتْ كَأَنَّ لِي بِمُرِّي أَرْضِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيِّنْتُكَ أَوْ يَمِينُهُ فَقُلْتُ إِذَا يُحْلِفُ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ صَبْرًا لِيَقْتَطَعَ بِهَا مَالٌ أَمْرِي مُسْلِمٌ وَهُوَ فِيهَا فَاجِرٌ لِقَى اللَّهَ وَهُوَ عَلَيْهِ قَضِيَانٌ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے مال روکنے والی قسم کھائی جس سے وہ کسی مسلمان آدمی کو کاٹنا چاہتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ وہ اس پر ناراض ہوں گے۔ اس کی تصدیق میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ترجمہ آیت۔ بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عہد اور اپنی قسموں سے دنیا کا قلیل مال خرید کر بچا رہتے ہیں۔ ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت اشعث بن قیس داخل ہونے پر پوچھنے لگے کہ ابو عبدالرحمنؓ نے تمہیں کون سی حدیث سنائی۔ ہم نے کہا کہ فلاں فلاں حدیث بیان کی۔ انہوں نے فرمایا وہ تو میرے بارے میں نازل ہوئی۔ واقعہ یہ ہے کہ میرے چچا زاد بھائی کی زمین میں میرا کنواں تھا۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یا تو تم گواہ پیش کرو۔ یا اس کی قسم کا اعتبار کرو۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! وہ تو اس وقت قسم اٹھالے گا۔ وہ تو بے پرواہ آدمی ہے۔ جس پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ چور روکاؤ کی قسم اس لئے اٹھاتا ہے۔ تاکہ کسی مسلمان کا مال دبلے۔ تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ وہ اس پر غضب ناک ہوں گے۔

حدیث نمبر ۴۰۹۰ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى أَنَّ رَجُلًا أَقَامَ سَلْعَةً فِي السُّوقِ فَحَلَفَ فِيهَا لَقَدْ أُعْطِيَ بِهَا مَالٌ يُعْطَى لِمَوْقِعِ فِيهَا رَجُلًا مِّنَ الْمُسْلِمِينَ فَخَزَلَتْ إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا



ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن اوفیؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی جو اپنا اسباب بازار میں چالو کرتے  
کے لئے قسم اٹھاتا ہے کہ اسے یہ مال اسے اتنے میں ملا ہے۔ جتنے میں اسے نہیں ملا تھا۔ وہ اس قسم سے  
کسی مسلمان کو دھوکے میں ڈالنا چاہتا ہے۔ تو اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اِنَّ الَّذِیْنَ  
یَشْتَرُوْنَ ۙ

حدیث نمبر ۴۰۹۱ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ اَنَّ اُمَرَاتَيْنِ  
كَانَتَا تَخْرِزَانِ فِي بَيْتٍ اَوْ فِي الْحُجْرَةِ فَخَرَجَتْ اِحْدَاهُمَا وَقَدْ اُنْفَذَ  
بِاسْتِقَانِي كُفَّهَا فَادَّعَتْ عَلِيَّ الْاُخْرَى فَرَفَعَ اِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ  
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ يُعْطَى النَّاسُ بِدَعْوَاهُمْ  
لَذَهَبَ دِمَاءُ قَوْمٍ وَاَمْوَالُهُمْ ذِكْرُهَا بِاللّٰهِ وَاَقْرَبُ وَاَعْلَمُ اِنَّ الَّذِیْنَ  
یَشْتَرُوْنَ بِهَدِ اللّٰهِ فَذَكَرُوا هَا فَاَعْلَمْتُ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ الْبَیْتُ صَلَّى اللّٰهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلِیْمِیْنِ عَلٰی الْمَدْعٰی عَلَیْهِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن ابی ملیکہؓ سے مروی ہے کہ دو عورتیں اپنے گھریا حجرے کے اندر جوتے بنانے کا  
کام کرتی تھیں۔ ان میں سے ایک اس حال میں باہر نکلی تو اس کی ہتھیلی میں بوچی کی آہ آ رہا ہوئی تھی  
اس کا مقدمہ حضرت ابن عباسؓ کے پیش کیا گیا۔ جس پر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا۔ جناب رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اگر لوگوں کو ان کے دعوے کی بنا پر دیا جائے۔ تو وہ لوگوں کے  
غون اور مال کو وہ دعویٰ لے جائے گا۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اس مدعیہ کو اللہ کے نام سے نصیحت  
کر دو اور اس پر یہ آیت کہ یہ تلووت کر دو۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ ۙ تو اس نے اقرار کر لیا۔ جس پر  
ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اگر گواہ نہ ہوں تو مدعی علیہ  
پر قسم ہے۔

بَابُ قَدْ يَأْهَلُ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ  
سَوَاءٍ قَصْدٍ۔

حَدَّثَنِي اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوسَى اَنَّ حَدَّثَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنِي

أَبُو سَفْيَانَ مِنْ فِيهِ إِلَى قِيٍّ قَالَ أَنْطَلَقْتُ فِي الْمُدَّةِ الَّتِي كَانَتْ بَيْنِي  
وَبَيْنَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَبَيْنَا أَنَا بِالشَّامِ إِذْ جِئْتُ  
بِكِتَابٍ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى هِرَقْلَ قَالَ وَكَانَ دُخِيَّةُ الْكَلْبِيِّ  
جَاءَ بِهِ فَدَفَعَهُ إِلَى عَظِيمٍ بَصْرِي فَدَفَعَهُ إِلَى هِرَقْلَ قَالَ فَقَالَ هِرَقْلُ  
هَذَا مِنْ أَحَدِ مَنْ قَوْمِ هَذَا الرَّجُلِ الَّذِي يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ فَقَالُوا  
نَعَمْ قَالَ فَدُعِيْتُ فِي نَفَرٍ مِنْ قُرَيْشٍ فَدَخَلْنَا عَلَى هِرَقْلَ فَأَجْلَسْنَا  
بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ أَيْكُمْ أَقْرَبُ نَسَبًا مِنْ هَذَا الرَّجُلِ الَّذِي يَزْعُمُ  
أَنَّهُ نَبِيٌّ فَقَالَ أَبُو سَفْيَانَ فَقُلْتُ أَنَا فَأَجْلَسُونِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَاجْلِسُوا  
أَصْحَابِي خَلْفِي ثُمَّ دَعَا بِتَرْجُمَانِهِ فَقَالَ قُلْ لَهُمْ إِنِّي سَأَيْلُ هَذَا عَنْ  
هَذَا الرَّجُلِ الَّذِي يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ فَإِنْ كَذَبَنِي فَكَذِّبُوهُ قَالَ  
أَبُو سَفْيَانَ وَآيَمُ اللَّهِ لَوْ لَا أَنْ يُؤْتِرُوا عَلَيَّ الْكَذِبَ لَكَذَبْتُ ثُمَّ قَالَ  
لِتَرْجُمَانِهِ سَلْهُ كَيْفَ حَسِبُهُ فَيَكُمُ قَالَ قُلْتُ هُوَ فِينَا ذُو حَسَبٍ قَالَ  
فَهَلْ كَانَ مِنْ آبَائِهِمْ مَلِكٌ قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ فَهَلْ كُنْتُمْ تَتَّبِعُونَهُ  
بِالْكَذِبِ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ مَا قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ أَيْتَبِعُهُ أَشْرَافُ النَّاسِ أَمْ  
ضُعَفَاءُ هُمْ قَالَ قُلْتُ بَلْ ضُعَفَاءُ هُمْ قَالَ يَزِيدُ وَنَ أَوْ يَنْقُصُونَ قَالَ  
قُلْتُ لَا بَلْ يَزِيدُونَ قَالَ هَلْ يَرْتَدُّ أَحَدٌ مِنْهُمْ عَنْ دِينِهِ بَعْدَ أَنْ  
يَدْخُلَ فِيهِ سَخَطَةٌ لَهُ قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ فَهَلْ قَاتَلْتُمُوهُ قَالَ  
قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَكَيْفَ كَانَ قِتَالُكُمْ إِيَّاهُ قَالَ قُلْتُ تَكُونُ الْحَرْبُ بَيْنَنَا  
وَبَيْنَهُ سَجًّا لَا يُصِيبُ مِنَّا وَنُصِيبُ مِنْهُ قَالَ فَهَلْ يُغْدِرُ قَالَ قُلْتُ  
لَا وَتَحْنُ مِنْهُ فِي هَذِهِ الْمُدَّةِ لَا تَذِرُنِي مَا هُوَ صَانِعٌ فِيهَا قَالَ وَاللَّهِ مَا أَمَلَنِي  
مِنْ كَلِمَةٍ أَدْخَلَ فِيهَا شَيْئًا غَيْرَ هَذِهِ قَالَ فَهَلْ قَالَ هَذَا الْقَوْلَ أَحَدٌ  
قَبْلَكَ قُلْتُ لَا ثُمَّ قَالَ لِتَرْجُمَانِهِ قُلْ لَهُ إِنِّي سَأَلْتُكَ عَنْ حَسْبِهِ فَيَكُمُ  
فَزَعَمْتُ أَنَّهُ فَيَكُمُ ذُو حَسَبٍ وَكَذَلِكَ الرَّسُلُ تُبْعَثُ فِي أَحْسَابِ قَوْمِهَا

وَسَأَلْتُكَ هَلْ كَانَ فِي آبَائِهِ مَلِكٌ فَرَعَمْتَ أَنْ لَا فَقُلْتُ لَوْ كَانَ مِنْ  
 آبَائِهِ مَلِكٌ قُلْتُ رَجُلٌ يَطْلُبُ مُلْكَ آبَائِهِ وَسَأَلْتُكَ عَنْ اتِّبَاعِهِ  
 أَضَعَفَاءُ وَهَذَا أَمْرٌ أَشْرَأُهُ فَقُلْتُ بَلْ ضَعَفَاءُ هُمْ وَهُمْ اتِّبَاعُ الرُّسُلِ  
 وَسَأَلْتُكَ هَلْ كُنْتُمْ تَتَّبِعُونَهُ بِالْكَذِبِ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ مَا قَالَ  
 فَرَعَمْتَ أَنْ لَا فَعَرَفْتُ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ لِيَدْعِ الْكَذِبَ عَلَى النَّاسِ ثُمَّ  
 يَذْهَبُ فَيَكْذِبُ عَلَى اللَّهِ وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَرْتَدُّ أَحَدٌ مِنْهُمْ عَنْ  
 دِينِهِ بَعْدَ أَنْ يَذْخُلَ فِيهِ سَخَطَةٌ لَهُ فَرَعَمْتَ أَنْ لَا وَكَذَلِكَ  
 الْإِيمَانُ إِذَا خَالَطَ بِشَاشَةِ الْقُلُوبِ وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَزِيدُونَ أَمْ يَنْقُصُونَ  
 فَرَعَمْتَ أَنَّهُ يَزِيدُونَ وَكَذَلِكَ الْإِيمَانُ حَتَّى يَتِمَّ وَسَأَلْتُكَ هَلْ  
 قَاتَلْتُمُوهُ فَرَعَمْتَ أَنَّكُمْ قَاتَلْتُمُوهُ فَتَكُونُ الْحَرْبُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ  
 سِبْجًا لَا يَنَالُ مِنْكُمْ وَتَنَالُونَ مِنْهُ وَكَذَلِكَ الرُّسُلُ تُبْتَلَى ثُمَّ تَكُونُ  
 لَهُمُ الْعَاقِبَةُ وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَغْدِرُ فَرَعَمْتَ أَنَّهُ لَا يَغْدِرُ وَكَذَلِكَ الرُّسُلُ  
 لَا تَغْدِرُ وَسَأَلْتُكَ هَلْ قَالَ أَحَدٌ هَذَا الْقَوْلُ قَبْلَهُ فَرَعَمْتَ أَنْ لَا  
 فَقُلْتُ لَوْ كَانَ قَالَ هَذَا الْقَوْلُ أَحَدٌ قَبْلَهُ قُلْتُ رَجُلٌ اِشْتَرَقَ يَقُولُ قِيلَ  
 قَبْلَهُ قَالَ ثُمَّ قَالَ يَا مُرْكُ قَالَ قُلْتُ يَا مَرْنَا يَا صَلَوةَ وَالزُّكُوةَ  
 وَالصَّلَاةَ وَالْعَفَافِ قَالَ إِنْ يَكُ مَا تَقُولُ فِيهِ حَقًّا فَإِنَّهُ نَبِيٌّ وَقَدْ كُنْتُ  
 أَهْلَمُ أَنَّهُ خَارِجٌ وَلَمْ أَكُ أَظُنُّهُ مِنْكُمْ وَلَوْ آتَى أَعْلَمُ آتَى أَخْلَصُ إِلَيْهِ  
 لِأَحْبَبْتُ لِقَاءَهُ وَلَوْ كُنْتُ عِنْدَهُ لَفَسَلْتُ عَنْ قَدَمَيْهِ وَلَيَبْلُغَنَّ مُلْكُهُ  
 مَا تَحْتَ قَدَمَيْ قَالِ ثُمَّ دَعَا بِكِتَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 فَقَرَأَهُ فَرَأَى فِيهِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ إِلَى هَرَقُلَ  
 عَظِيمِ الرُّومِ سَلَامٌ عَلَى مَنْ اشْتَبَعَ الْهُدَى أَمَا بَعْدُ فَإِنِّي أَدْعُوكَ بِدَعَايَةِ  
 الْإِسْلَامِ أَسْلِمْ أَسْلِمْ أَسْلِمْ يُؤْتِيكَ اللَّهُ أَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ فَإِنْ تَوَلَّيْتَ فَإِنَّ  
 عَلَيْكَ إِشْرَ الْأَرِيسِيِّينَ وَيَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ

أَنْ لَا تَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ إِلَى قَوْلِهِ اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ  
الْكِتَابِ ارْتَفَعَتِ الْأَصْوَاتُ عِنْدَهُ وَكَثُرَ اللَّفْظُ وَأَمِيرُنَا فَأُخْرِجُنَا قَالَ  
فَقُلْتُ لِأَصْحَابِي حِينَ خَرَجْنَا لَقَدْ أَمَرَ ابْنُ أَبِي كَبْشَةَ أَنَّهُ لِيُخَافَهُ مَلِكُ  
بَنِي الْأَصْفَرِ فَمَا زِلْتُ مُوقِنًا بِأَمْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ  
سَيُظْهِرُنِي حَتَّى أَدْخُلَ اللَّهُ عَلَيَّ الْإِسْلَامَ قَالَ الزُّهْرِيُّ فَدَعَا هِرَقْلُ عَظَمَاءَ  
الرُّومِ هَلْ لَكُمْ فِي الْفَلَاحِ وَالرُّشْدِ آخِرًا لَا بَدَ وَأَنْ يَثْبُتَ لَكُمْ مُلْكُكُمْ  
قَالَ فَحَاصُوا حَيْصَتَهُ حُمُرُ الْوَحْشِ إِلَى الْأَبْوَابِ فَوَجَدُوا هَاقْدُ غُلِقَتْ  
فَقَالَ عَلَى بَيْتِهِ فَدَعَا بِهِمْ فَقَالَ إِنَّمَا اخْتَبَرْتُ شِدَّتَكُمْ عَلَى دِينِكُمْ فَقَدْ  
رَأَيْتُمْ مِنْكُمْ الَّذِي أَحْبَبْتُ فَسَجَدُوا لَهُ وَرَضُوا عَنْهُ

ترجمہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوسفیانؓ نے دو بار مجھ سے یہ بات کہی کہ اس مدت  
میں جس میں ہمارے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صلح تھی۔ میں چلا۔ دین اٹھا کے میں  
شام میں تھا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک والا نامہ ہرقل قیصر روم کی طرف لایا گیا۔  
جس کو حضرت دجیہ کلثی لائے تھے۔ جنہوں نے پہلے وہ خط بصری کے حاکم کو دیا۔ بصری کے حاکم نے وہ خط  
ہرقل تک پہنچایا۔ ہرقل نے پوچھا کہ یہ آدمی جو اپنے آپ کو نبی کہتا ہے۔ یہاں پر اس کی قوم کا کوئی آدمی موجود  
ہے۔ لوگوں نے بتلایا کہ موجود ہے۔ تو قریش کی ایک جماعت کے ساتھ مجھے بلوایا گیا۔ ہم ہرقل کے پاس  
پہنچے جس نے ہم سب کو اپنے سامنے بٹھلادیا۔ اور پوچھا کہ تم میں سے کون شخص نسب کے اعتبار سے اس نبی  
کے زیادہ قریب ہے۔ ابوسفیان کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ میں ان کا قریبی ہوں۔ تو مجھے بادشاہ کے سامنے بٹھلادیا  
اور میرے ساتھیوں کو میرے پیچھے بٹھلادیا۔ پھر ترجمان کو بلا کر کہا۔ ان لوگوں سے کہو کہ میں اس ابوسفیان سے  
اس نبی کے متعلق حالات پوچھتا ہوں۔ اگر مجھے یہ جھوٹ بتلائے تو تم اسے جٹھا دینا۔ ابوسفیانؓ کہتے ہیں کہ واللہ  
اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ یہ لوگ میری طرف سے جھوٹ نقل کرنے پھرتے رہیں گے۔ تو میں جھوٹ بول لیتا۔ پھر اس  
نے ترجمان سے کہا کہ اس سے پوچھو۔ اس شخص کا تمہارے اندر حسب و نسب کیسا ہے۔ میں نے کہا۔ وہ  
ہمارے اندر شریف خاندان والے ہیں۔ اس نے پوچھا آپ کے باپ دادا میں سے کوئی بادشاہ گزرا ہے۔  
میں نے کہا نہیں۔ پھر اس نے پوچھا کیا تم لوگوں نے اس دعویٰ نبوت سے پہلے کبھی جھوٹ بولتے سنا ہے۔

میں نے کہا نہیں۔ پوچھا کیا ان کی پیروی کا ری بڑے لوگ کرتے ہیں یا کمزور لوگ کرتے ہیں۔ میں نے کہا نہیں۔ بلکہ کمزور لوگ کرتے ہیں۔ پھر کہا کیا وہ بڑھ رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ وہ تو بڑھ رہے ہیں۔ پھر پوچھا کیا ان میں سے کوئی ایک دین میں داخل ہو جانے کے بعد ناراض ہو کر پھر جاتا ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ پھر اس نے پوچھا کیا تمہاری ان سے لڑائی بھی ہوتی ہے۔ میں نے کہا ہوتی ہے۔ پوچھا پھر تمہاری ان سے کیسے رہتی ہے۔ میں نے کہا لڑائی ہمارے اور ان کے درمیان ڈول کی طرح ہے۔ کبھی وہ ہمیں رک پہنچاتے ہیں اور کبھی ہم انہیں مصائب کا نشانہ بناتے ہیں۔ پھر پوچھا کیا اس نے کبھی تم سے بدعہدی بھی کی ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ حالانکہ ہم صلح کی مدت میں تھے۔ جس کا ہمیں علم نہیں تھا۔ کہ وہ اس مدت میں ہمارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہے۔ واللہ! یہی ایک موقع تھا۔ جس میں میں ان کی تنقیص کر سکتا تھا۔ مگر مجھے برأت نہ ہوئی۔ پھر اس نے پوچھا کہ ان سے پہلے بھی کسی نے یہ دعویٰ بتوت کیا ہے میں نے کہا نہیں۔ تو اس نے اپنے ترجمان سے کہا۔ ان سے کہو کہ میں نے تم سے آپ کا حسب و نسب پوچھا تو تم نے کہا کہ وہ ہمارے اندر شریف خاندان سے متعلق ہیں۔ اللہ کے رسول بھی اسی طرح شرفا گھرنے سے بچھے جلتے ہیں۔ میں نے تم سے پوچھا کہ کیا ان کے آباء و اجداد میں کوئی بادشاہ گذرا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو میں کہہ سکتا تھا۔ کہ وہ اپنے آباء و اجداد کی حکومت طلب کرتا ہے۔ پھر میں نے تم سے ان کے پیروکاروں کے متعلق پوچھا کہ وہ کمزور قسم کے لوگ ہیں یا بڑے بڑے چوہدری ہیں۔ تم نے کہا کہ وہ کمزور درجہ کے موچی۔ تیلی۔ جولاہے ہیں۔ اور انبیاء و رسل کے پیروکار ہوا کرتے ہیں۔ پھر میں نے تم سے پوچھا کہ اس دعویٰ سے پہلے کبھی جھوٹی بات تم نے سنی ہے۔ تو تو نے بتلایا کہ نہیں۔ تو میں جان گیا کہ جو شخص بندوں پر جھوٹ بولنے کا روادار نہیں ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کیسے بولنے لگا۔ پھر میں نے تم سے پوچھا کہ کیا ان کے دین میں داخل ہو جانے کے بعد کوئی شخص دین پر ناراض ہو کر اس سے پھر گیا ہے۔ تم نے کہا۔ نہیں۔ اور اسی طرح ایمان دلوں کی وضاحت میں داخل ہو جائے۔ تو وہ نہیں نکلتا۔ پھر میں نے پوچھا کہ یہ پیروکار بڑھ رہے ہیں یا گھٹ رہے ہیں۔ تو تم نے کہا۔ وہ تو بڑھ رہے ہیں۔ اسی طرح ایمان ہمیشہ بڑھتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ تمام ہو جائے۔ پھر میں نے پوچھا کہ تمہاری ان سے لڑائی بھی ہوتی ہے۔ تم نے بتلایا کہ تم ان سے جنگ آزمائی کرتے رہتے ہو۔ اور تمہارے اور ان کے درمیان ڈول کی طرح برابر رہتی ہے۔ کہ کبھی وہ تمہیں نقصان پہنچاتے ہیں اور کبھی تم ان کو نقصان پہنچاتے ہو۔ تو انبیاء اور رسل اسی طرح ان کا

امتحان لیا جاتا ہے۔ یکسی انجام کار انہیں کا ہوتا ہے۔ پھر میں نے پوچھا کہ کبھی وہ بد عہدی بھی کرتا ہے، تم نے کہا۔ بد عہدی نہیں کرتا۔ اسی طرح رسول و انبیاء بد عہدی نہیں کیا کرتے۔ پھر میں نے پوچھا۔ کہ یہ دعویٰ ان سے پہلے بھی کسی نے کیا ہے۔ تو نے کہا نہیں۔ تو میں کہتا ہوں کہ اگر کسی نے ان سے پہلے یہ دعویٰ کیا ہوتا۔ تو میں کہتا کہ یہ آدمی ہے۔ جو اس بات کی اقتدا کر رہا ہے جو پہلے ہی جا چکی ہے۔ پھر اس نے پوچھا کہ کن چیزوں کا حکم دیتا ہے۔ تو میں نے کہا۔ کہ وہ ہمیں نماز۔ زکوٰۃ۔ صلہ رحمی اور پاکدامنی کا حکم دیتا ہے۔ اس نے کہا کہ جو کچھ تو نے ان کے بارے میں بتلایا ہے۔ وہ حق ہے۔ تو وہ یقیناً نبی ہے۔ اور مجھے علم تھا کہ ابھی ان کا ظہور ہونے والا ہے۔ اور مجھے گمان نہیں تھا کہ وہ تم میں سے ہو گا۔ اگر میں ان کی طرف پہنچ سکتا۔ تو میں ان کی زیارت کرنے کو پسند کرتا ہوں۔ اگر میں اس کے پاس ہوتا تو ان کے پاؤں دھوتا۔ اور یقینی بات ہے۔ کہ اس کی سلطنت میرے قدموں تک پہنچے گی۔ پھر اس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا والا نامہ منگایا اور اس کو پڑھا۔ تو اس کا مضمون یہ تھا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم محمد رسول اللہ کی طرف سے۔ روم کے بادشاہ ہرقل کی طرف۔ ہے جو ہدایت کی پیر دی کہے اس پر سلامتی ہو۔ اما بعد۔ میں تمہیں اسلام کی توحید کی دعوت دیتا ہوں۔ مسلمان ہو جاؤ۔ سچ جاؤ گے۔ اگر اسلام لے آئے تو تمہیں اللہ تعالیٰ دو ہزار ثواب عطا فرمائے گا۔ اگر تم نے روگردانی کی تو ان کسانوں کا جو تمہاری رعایا ہیں ان کا گناہ بھی تم پر ہو گا۔ ترجمہ آیت۔ اے کتاب والو! اس درمیانہ بات کی طرف آؤ۔ جو ہمارے تمہارے درمیان برابر ہے۔ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔ اشمعد و ابانا مسلمون تک پڑھا۔ جب والا نامہ کی پڑھائی سے فارغ ہوا۔ تو اس کے پاس سے آدازیں اٹھنے لگیں۔ اور شور و غل بہت ہونے لگا۔ ہمارے متعلق حکم ہوا۔ چنانچہ ہم تو نکال دیئے گئے۔ جب ہم نکل رہے تھے۔ تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ابو کبشہ کے بیٹے کا کام تو بن گیا۔ کہ بنو الاصفہ یعنی رومیوں کا بادشاہ بھی اس سے ڈر رہا ہے۔ پس مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے غلبہ کا یقین ہو گیا۔ بنیاد دہاں سے پڑی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام میں داخل کر لیا۔ امام زہریؒ فرماتے ہیں۔ کہ ہرقل نے روم کے بڑے بڑے لوگوں کو بلایا اور انہیں ایک مکان میں اکٹھا کر لیا۔ اور ان سے کہنے لگا۔ کہ اے روم کے لوگو! کہ کیا تمہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کامیابی اور ہدایت کی ضرورت ہے۔ اور یہ کہ تمہارا ملک بھی باقی رہے۔ وہ کہتے ہیں کہ لوگ وحشی گدھوں کی طرح نفرت کا اظہار کر کے دروازوں

کی طرف بھلے۔ وہ بندہ کر دیئے گئے تھے۔ کہنے لگا ان کو میرے پاس واپس بلاؤ۔ جب آئے تو کہنے لگا۔ کہ میں نے تو تمہارا امتحان لیا تھا۔ کہ تم اپنے دین پر کتنا پختہ ہو۔ پس جو چیز میں چاہتا تھا۔ وہ میں نے دیکھ لی۔ تو عادت کے مطابق سب نے اسے سجدہ کیا اور اس سے راضی ہو گئے۔ تشریح گزر چکی ہے۔

**بَابُ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ ۖ**  
 حدیث نمبر ۴۰۹۳ **حَدَّثَنَا اسْمَعِيلُ ۙ أَنَّهُ سَمِعَ النَّسَّ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ**  
 كَانَ أَبُو طَلْحَةَ أَكْثَرَ أَنْصَارِيٍّ بِالْمَدِينَةِ تَخْلَاقًا كَانَ أَحَبَّ أَمْوَالِهِ  
 إِلَيْهِ بَيْتُ حَاءٍ وَكَانَتْ مُسْتَقْبَلَةَ الْمَسْجِدِ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَاءٍ فِيهَا طَيِّبٍ فَلَمَّا أُنْزِلَتْ  
 لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ قَامَ أَبُو طَلْحَةَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ  
 إِنَّ اللَّهَ يَقُولُ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ وَلَنْ أَحَبَّ أَمْوَالِي  
 إِلَيَّ بِبَيْتِ حَاءٍ وَلَا لَهَا صَدَقَةٌ لِلَّهِ أَرْجُو بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللَّهِ فَضَعُهَا  
 يَا رَسُولَ اللَّهِ حَيْثُ أَرَاكَ اللَّهُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَخْ  
 ذَلِكَ مَالٌ رَاحٍ ذَلِكَ مَالٌ رَاحٍ وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ وَإِنِّي أَرَى أَنَّ  
 تَجْعَلُهَا فِي الْأَقْرَبِينَ قَالَ أَبُو طَلْحَةَ أَفْعَلْ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَسَمَ أَبُو طَلْحَةَ  
 فِي أَقَارِبِهِ وَبَنِي عَمِّهِ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ وَرُوحُ بْنُ عَبَادَةَ ذَلِكَ  
 مَالٌ رَاحٍ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ مَالٌ رَاحٍ

ترجمہ۔ انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہؓ مدینہ میں سب انصار سے زیادہ کھجوروں  
 کے باغ والے تھے۔ اور سب سے زیادہ عمدہ اور محبوب مال ان کے نزدیک بیرھا تھا۔ جو مسجد نبوی  
 کے بالکل سامنے تھا۔ جس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لایا کرتے تھے اور اس  
 میں اچھا عمدہ پانی پیتے تھے۔ پس جب آیت لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ اِلَّا بِمَا تُنْفِقُوا اِلَّا مِمَّا تُحِبُّونَ نازل ہوئی۔ تو حضرت ابو طلحہؓ کھڑے  
 ہو کر کہنے لگے۔ یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ تم میں سے اس وقت تک کوئی نیکی نہیں حاصل

کہہ سکتا۔ جب تک اپنی محبوب چیز کو خرچ نہ کر دے۔ اور میرے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ مال  
بیر جا رہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے خیرات ہے۔ اور میں اس نیکی اور ذخیرہ کی اللہ تعالیٰ کے یہاں  
امید کرتا ہوں۔ پس اے اللہ کے رسول! جہاں اللہ تعالیٰ آپ کو سمجھائے آپ وہاں سے خرچ کریں۔  
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مبارک ہو یہ مال تو آنے جلنے والی چیز ہے یہ مال تو آنے  
جلنے والی چیز ہے۔ آپ نے فرمایا۔ جو کچھ تم نے کہا۔ وہ سب کچھ میں نے سُن لیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ  
اسے اپنے قریبی رشتہ داروں میں خرچ کریں۔ تو حضرت ابو طلحہؓ نے فرمایا۔ یا رسول اللہ! میں ایسا ہی  
کروں گا۔ تو حضرت ابو طلحہؓ نے اسے اپنے قریبی رشتہ داروں میں تقسیم کر دیا۔ اور اپنے چچا کی اولاد کو  
بھی حصہ دیا۔ عبد اللہ بن یوسف فرماتے ہیں کہ ایک روایت مال رائج ہے۔ یعنی یہ مال نفع دینے والا  
ہے۔ لیکن یحییٰ بن یحییٰ نے امام مالکؒ پر اسے مال رائج پڑھا ہے۔

حدیث نمبر ۴۰۹۴ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ فَجَعَلَهَا  
لِحَسَنِ وَأَبِي وَأَنَا أَقْرَبُ إِلَيْهِ وَلَمْ يَجْعَلْ لِي مِنْهَا شَيْئًا۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت ابو طلحہؓ نے حضرت حسان اور حضرت ابی کو تو حصہ دیا۔  
حالانکہ میں ان کا زیادہ قریبی تھا۔ مجھے اس میں سے کچھ نہ دیا کیونکہ حضرت انسؓ ان کے عیال میں داخل تھے۔  
اسبب ہونے کی وجہ سے محروم رہے۔ ان کی والدہ اُم سلیمؓ نے حضرت ابو طلحہؓ سے نکاح کر لیا تھا۔

بَابُ قَوْلِهِ قُلْ فَأَتُوا بِالتَّوْرَةِ فَاتْلُوهَا إِنْ كُنْتُمْ  
صَادِقِينَ۔

ترجمہ۔ فرمادیجئے تورات لے آؤ۔ پس اس کو پڑھو۔ اگر تم سچے ہو۔

حدیث نمبر ۴۰۹۵ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ  
أَنَّ الْيَهُودَ جَاءُوا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ مِنْهُمْ وَأَمْرًا  
قَدْ زَنِيًا فَقَالَ لَهُمْ كَيْفَ تَفْعَلُونَ يَمَنْ زَنَا مِنْكُمْ قَالُوا نَحْنُ نَحْمُهَا  
وَنُضْرِبُهَا فَقَالَ لَا تَجِدُون فِي التَّوْرَةِ التَّجْمَ فَقَالُوا لَا نَجِدُ فِيهَا شَيْئًا  
فَقَالَ لَهُمْ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلَامٍ كَذَبْتُمْ فَأَتُوا بِالتَّوْرَةِ فَاتْلُوهَا إِنْ



كُنْتُمْ صِدِّقِينَ قَوْضَعٍ مَذْرَأَتُهَا الَّذِي يَدْرُسُهَا مِنْهُمْ كَفَّهُ عَلَى آيَةِ  
الرَّجْمِ فَطَفِقَ يَقْرَأُ مَا دُونَ يَدِهِ وَمَا وَرَآئَهَا وَلَا يَقْرَأُ آيَةَ الرَّجْمِ  
فَنَزَعَ يَدَهُ عَنْ آيَةِ الرَّجْمِ فَقَالَ مَا هَذِهِ فَلَمَّادَ أَوَاذُكَ قَالَ هِيَ  
آيَةُ الرَّجْمِ فَأَمَرَ بِهَا قُرُوجًا قَرِيبًا مِنْ حَيْثُ مَوْضِعُ الْجَنَائِزِ عِنْدَ  
الْمَسْجِدِ فَرَأَيْتُ صَاحِبَهَا يُحْنَأُ عَلَيْهَا يَقِيئُهَا الْحِجَارَةَ .

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ یہودی لوگ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک زانی مرد اور عورت کو لے آئے۔ آپؐ نے ان سے پوچھا۔ تم لوگ اپنے زنا کر کے والے شخص کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو۔ انہوں نے کہا۔ کہ ہم تو ان کا منہ کالا کر لیتے ہیں اور انہیں کوٹے مارتے ہیں۔ آپؐ نے پوچھا۔ کیا تمہاری تورات میں سنگسار کرنے کا حکم نہیں ہے۔ انہوں نے کہا۔ ہم تو اس میں کوئی ایسی چیز نہیں پاتے۔ تو حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے فرمایا۔ تم جھوٹ کہتے ہو۔ تورات لادو اگر تم سچے ہو تو اسے پڑھ لو۔ تو ان کے مدرس عبداللہ بن صوری نے جو انہیں تورات کا درس دیتا تھا۔ اپنی ہتھیلی آیت رجم پر رکھ دی۔ تو اس نے اپنے ہاتھ سے ذرے اور اس کے بعد والے کو تو پڑھا۔ آیت رجم کو نہیں پڑھتا تھا۔ تو حضرت عبداللہؓ نے اس کا ہاتھ آیت رجم سے کھینچا۔ پس فرمایا کہ یہ کیل ہے۔ جب یہود نے اس کو دیکھا تو کہنے لگے واقعی یہ تو آیت رجم ہے۔ تو ان دوزانیوں کے متعلق حکم ہوا کہ مسجد نبوی کے قریب جہاں جنازہ گاہ ہے وہاں انہیں سنگسار کیا گیا۔ میں نے عورت کے آشنا کو دیکھا کہ وہ اس عورت پر جھکتا تھا۔ پتھروں سے اس کو بجاتا تھا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | فجعلھا فی حسانہ وانی وانا اقرب الیہ <sup>۶۵۲</sup> یعنی میں پرورش

کے اعتبار سے ابو طلحہؓ کے قریب تھا۔ اور وہ دونوں نسب کے اعتبار سے قریب تھے۔ اس میں شکایت نہیں بلکہ وجہ ترجیح کو بیان کر رہا ہے۔ کہ اگرچہ میں تربیت اور معاشرہ کے اعتبار سے قریب تھا۔ لیکن چونکہ وہ لوگ نسب کے اعتبار سے قریب تھے۔ اس لئے ان کو اختیار کیا گیا۔ کتاب الوصایا میں ان چاروں حضرات کا سلسلہ نسب بیان ہو چکا ہے۔

## بَابُ قَوْلِهِ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ۝

حدیث نمبر ۴۰۹۶ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ قَالَ خَيْرَ النَّاسِ لِلنَّاسِ تَأْتُونَ بِرِسْمٍ فِي السَّلَاسِيلِ بَنِي آفَنَّا قَلْبِهِ حَتَّى يَدْخُلُوا فِي الْإِسْلَامِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ تم بہتر امت ہو۔ تو لوگوں کی بھلائی کے لئے بھیجی گئی ہے۔ فرمایا بہتر لوگوں میں سے لوگوں کے لئے وہ ہیں جو ان کی گردنوں میں زنجیریں ڈال کر لائیں۔ یہاں تک کہ وہ انہیں اسلام میں داخل کریں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | خیر الناس للناس ص ۶۴ اس میں اس طرف اشارہ ہے۔

کہ للناس جار مجرور کا تعلق خیر سے ہے اخراجت سے نہیں ہے۔ معنی یہ ہوں گے کہ تم خیر الامم لوگوں کی بھلائی کی وجہ سے ہو۔ یہ نہیں کہ تم جتنی امتیں لوگوں کے لئے بھیجی گئی ہیں ان میں سے بہتر امت ہو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | کُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ کی تفسیر میں ائمہ تفسیر کا اختلاف ہے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اخراجت للناس میں لام صلہ خیر امت کا ہے۔ جیسا ابو ہریرہؓ فرما رہے ہیں کہ لوگوں کی بھلائی کی وجہ سے بہتر ہو۔ اور بعض نے اسے اخراجت کا صلہ قرار دیا۔ معنی ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لئے کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے بہتر نہیں بھیجی۔ چنانچہ امام رازنجیؒ فرماتے ہیں۔

کُنْتُمْ لِلنَّاسِ خَيْرَ أُمَّةٍ اور حافظؒ فرماتے ہیں۔ خیر بعض الناس لبعضہم ای الفہم لہم۔ یعنی جو

لوگوں کے اسلام لانے کا سبب بنیں۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ تو فرماتے۔ انتم خیر اُمَّةٍ

پھر تو ہم سب خیر امت تھے۔ لیکن ارشاد ہے۔ کُنْتُمْ يَهَا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

متعلق ہے۔ یا جو لوگ ان جیسے کام کریں گے۔ کیونکہ تمہارے اندر احمد واسود سرخ سیاہ سب ایمان لاتے ہیں۔

## بَابُ قَوْلِهِ إِذْ هَمَّتْ طَائِفَتَانِ ۝

حدیث نمبر ۴۰۹۷ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ السَّمْعَتِيُّ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ فِينَا نَزَلَتْ إِذْ هَمَّتْ طَائِفَتَانِ مِنْكُمْ أَنْ تَفْسَلَا وَاللَّهُ وَلِيُّ مَا قَالَا لَمْ يَخُنْ

طَائِفَتَانِ بَنُو حَارِثَةَ وَبَنُو سَلَمَةَ وَمَا نُحِبُّ وَقَالَ سَفِيَانُ مَرَّةً وَمَا  
يَسُرُّنِي أَكْثَرَ مَقُولَ لِقَوْلِ اللَّهِ وَاللَّهُ وَلِيُّهُمَا۔

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ ہمارے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی جب کہ  
تم میں سے دو گروہوں نے بزدلی ظاہر کرنے کا قصد کیا، حالانکہ اللہ تعالیٰ تمہارا مددگار تھا۔ فرماتے  
ہیں۔ وہ دو گروہ بنو حارثہ اور بنو سلمہ تھے۔ ہم پسند نہیں کرتے تھے یہاں مجھے اچھا نہیں لگتا تھا کہ  
یہ بزدلی۔ مگر اللہ تعالیٰ کے اس قول سے کہ اللہ تعالیٰ ان کا ناصر ہے کہ اس نے بزدلی سے بچالیا۔

## بَابُ قَوْلِهِ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ

ترجمہ۔ یعنی آپ کو کوئی اختیار نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۴۰۹۸ حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ مُوسَى الْإِنْعَنِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ  
أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ  
فِي الرُّكْعَةِ الْآخِرَةِ مِنَ الْفَجْرِ يَقُولُ اللَّهُمَّ الْعَنْ فُلَانًا وَفُلَانًا وَفُلَانًا  
بَعْدَ مَا يَقُولُ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ فَاَنْزَلَ اللَّهُ لَيْسَ  
لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ إِلَى قَوْلِهِ فَإِنَّهُمْ ظَلِمُوا رَوَاهُ إِسْحَاقُ بْنُ رَاشِدٍ  
عَنِ الثَّوْرِيِّ۔

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
سے فجر کی دوسری رکعت میں سمع اللہ لمن حمدہ در بناؤ لک الحمد کے بعد سنا۔ فرماتے تھے۔ اے اللہ!  
فلاں۔ فلاں۔ فلاں پر لعنت فرما۔ اس کو اپنی رحمت سے دور کر دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت  
اتاری۔ ترجمہ۔ آپ کو کسی معاملہ کا اختیار نہیں ہے۔ اس کو اسحاق نے زہری سے روایت کیا۔

حدیث نمبر ۴۰۹۹ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْإِنْعَنِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ  
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَذْعُوَ عَلَى أَحَدٍ  
أَوْ يَذْعُوَ لِأَحَدٍ قَنَتَ بَعْدَ الرُّكُوعِ فَبِمَا قَالَ إِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ  
حَمِدَهُ اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ اللَّهُمَّ أَنْجِ الْوَلِيدَ بْنَ الْوَلِيدِ وَ

سَلَّمَ بَنِي هَشَامٍ وَعِيَّاشَ بْنَ أَبِي رَبِيعَةَ اللَّهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلَى مُضَرٍّ  
وَأَجْعَلْهَا سِينِينَ كَسَنِي يُوسُفَ يَجْهَرُ بِذَلِكَ وَكَانَ يَقُولُ فِي بَعْضِ  
صَلَاتِهِ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ اللَّهُمَّ الْعَنْ قُلَانَا وَقُلَانَا لِأَحْيَاءٍ مِمَّنِ الْعَرَبُ  
حَتَّى أَنْزَلَ اللَّهُ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کے لئے  
بد دعا کرنے یا دعا کرنے کا ارادہ فرماتے۔ تو رکوع کے بعد قنوت نازلہ پڑھتے۔ پس بسا اوقات جب  
سمع اللہ لمن حمد و ربنا لک الحمد کہتے۔ تو فرماتے اے اللہ! ولید بن ولید۔ سلمہ بن ہشام اور عیاش  
بن ابی ربیعہ کو نجات دے۔ اور اے اللہ! اپنی پکڑ قبیلہ مضر پر سخت کر دے۔ اور وہ پکڑ حضرت  
یوسف علیہ السلام کے سات سال کی قحط سالی کی صورت میں ہو۔ یہ بلند آواز سے فرماتے تھے۔ اور  
اپنی بعض نمازوں میں یعنی فجر کی نمازیں فرماتے۔ عرب کے چند قبائل کے بارے میں فرماتے۔ اے اللہ!  
فلاں فلاں پر لعنت نازل فرما۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے لیس لک من الامر شیئی نازل فرمایا۔

بَابُ قَوْلِهِ وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ فِي آخِرِكُمْ  
وَهُوَ تَانِيثٌ أَخِيكُمْ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ إِحْدَى الْحُسَيْنَيْنِ فَتَحًا  
أَوْ شَهَادَةً

ترجمہ۔ اور اللہ کا رسول تمہارے آخر میں پکارتا تھا۔ آخری آخر کی تانیث ہے اور احدی الحسینین  
سے فتح اور شہادت مراد ہے۔

حدیث نمبر ۴۱۰۰ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ السَّمْعَتِيُّ الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ  
قَالَ جَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الرِّجَالِ يَوْمَ أُحُدٍ عَبْدَ اللَّهِ بْنُ  
جُبَيْرٍ وَأَقْبَلُوا مِنْهُمْ لَزِمِينَ فَبَدَأَ لَكَ إِذْ يَدْعُوهُمْ الرَّسُولُ فِي آخِرِهِمْ  
وَلَفِيَّتُكَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ ثَلَاثِي عَشَرَ رَجُلًا

ترجمہ۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ اُحد کی لڑائی میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
نے پیدل دستے، تیر اندازوں پر حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کو افسر مقرر فرمایا تھا۔ پس وہ شکست کھا کر بھاگے۔

تو یہی اللہ کا قول ہے کہ جب کہ اللہ کا رسول انہیں پہنچے سے بلا رہا تھا اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سوائے بارہ آدمیوں کے اور کوئی باقی نہیں رہا تھا۔

**تشریح از شیخ مدنی** "سورۃ آل عمران" اللہ تعالیٰ کا معنی پکاؤ۔ میں دیر صبر والا کی ہوئی ہو یا رزق

کفار کے اعمال کی مثال بیان کی گئی کہ جس گھنٹی سے وہ بادمصر گزرتی ہے اس کو ہلاک کر دیتا ہے۔  
**متشابهات** متشابہ قرآن مجید کو اس اعتبار سے کہا جاتا ہے کہ اس کی آیات مضامین میں دوسری آیات کے مشابہ ہوتی ہیں۔ کتاباً متشابہ جہاں اس اعتبار سے ہے۔ اور کبھی اس حیثیت سے کہا جاتا ہے کہ کچھ معانی قریب اور مشابہ ان معانی کے ہیں۔ جو ناجائز ہیں۔ تو رد مل گئے۔ جیسے ید۔ وجہ۔ قدم وغیرہ باری تعالیٰ کے لئے ثابت کرنا۔ جن سے شبہ ہوتا ہے کہ شاید یہ ہاتھ پاؤں پہرہ انسان کی طرح ہوں گے۔ مؤلف اس جگہ کچھ غلطی کر رہا ہے۔ کیونکہ اس جگہ متشابہ کے وہ معنی نہیں جو ایک دوسرے پر صادق آتے ہوں۔ یہ صدق بعضہ ببعضاً بلکہ لیشبہ الحق بالباطل ہے۔ اور اما الذین فی قلوبہم زہیغۃ اس کی تائید کرتا ہے۔ تو یصدق بعضہ ببعضاً نہ ہوا۔ البتہ ان دونوں معنی میں متشابہ کا استعمال ہوتا ہے۔ محکمات فقہاء کے نزدیک وہ آیات جن کے معانی واضح اور ظاہر ہوں نسخ کا احتمال نہ رکھتی ہوں۔ یا وہ اصول مذاہب ہیں جن میں تغیر و تبدل نہیں ہوتا۔ مجاہد نے محکمات کی تفسیر حلال و حرام سے کی ہے۔

**باب انی اعینذہا بابل و ذریعہا** ص ۶۵۲۔ یہ حضرت عمران کی بیوی کی دعا ہے۔ الزامیر

و ابغھا اس سے تخصیص معلوم ہوتی ہے جس پر زخم شری نے اعتراض کیا ہے۔ کہ یہی ظاہر معنی مراد لئے جائیں۔ تو پھر ان دو کے سوا جس قدر انبیاء اور صلحا ہیں۔ سب مس شیطان سے محفوظ نہ ہوں۔ حالانکہ شیطان کے تاثرات سے الاعبادک المخلصین کا ارشاد موجود ہے۔ تو صاحب کشاف نے ظاہر معنی ترک کر دیئے۔ امام رازی نے اس اعتراض کو نقل کر کے جوابات دیئے ہیں جو چل نہیں سکتے۔ ایک یہ بھی ہے کہ امام رازی نے روایت کا انکار کر دیا کہ خبر واحد نص قطعی کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ لیکن محققین حضرات فرماتے ہیں کہ واقعی تخصیص ان دونوں کی ہے۔ لیکن مس کے شر سے مخلصین کو بچا لیا۔ مس ان دونوں کے سوا سب کو ہوا۔ تو یہ فضیلت جزئیہ ہوگی۔ اس سے انبیاء علیہم السلام پر فضیلت کلیہ لازم نہیں آتی۔ اس توجیہ پر صبر حقیقی ہوا۔ چنانچہ دوسری روایت میں ہے کہ ان کو

شیطان نے مس کرنا چاہا۔ لیکن اس کا اثر جھٹی ٹھک ہوا۔ جسم تک اثر نہیں پہنچا۔ صاحب کشف فرماتے ہیں کہ مس شیطان سے ممکن علی الاغوار مراد ہے۔ اور وہ سوائے ان دو کے باقی سب کے لئے ہے۔ اس وقت بھی حصر حقیقی ہو گا۔ اگر مشبہ ہو کہ شیطان کا اغوار تو اس وقت ہو گا جب ممسوس کسی فعل پر قادر ہو۔ بچہ تو کسی فعل پر قادر نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ ذوا اختیار نہیں ہے۔ یہ حشو یہ کا اعتراض ہے۔ جس پر صاحب کشف نے کہا کہ مس بالفعل مراد نہیں بلکہ مس بالقوة مراد ہے۔ کہ جب بچہ بڑا ہو گا۔ تو اس وقت شیطان کو اغوار کی قدرت حاصل ہوگی۔ لیکن اہل سنت والجماعت کہتے ہیں کہ چونکہ بچہ میں انفعالی قوت زیادہ ہوتی ہے۔ اس لئے شیطان اسی وقت سے اغوار کی صلاحیت پیدا کرنا چاہتا ہے۔ تاکہ آئندہ یہ صلاحیت کام آ سکے۔ اور چونکہ اسے حقیقی مراد ہے۔ کہ ان دونوں ماں بیٹے کے علاوہ نزع شیطان سے کوئی محفوظ نہیں رہا۔

دوسری توجیہ یہ ہے کہ مس سے نزع شیطان حقیقی مراد ہے۔ البتہ زمانہ خاص حضرت نبی مریمؑ اور عیسیٰؑ کا مراد ہے۔ اس زمانہ میں ان دونوں کے سوا کوئی محفوظ نہیں تھا۔ جیسے فضلتکم علی العلمین میں مفسرین حضرات فرماتے ہیں کہ العلمین فی زمانہم مراد ہے۔ نہ وہ جمیع انبیاء سے افضل تھے نہ خاتم الانبیاء سے اور نہ ہی خیر القرون سے افضل تھے۔ اپنے زمانہ کے لوگوں سے افضل تھے۔ تو ایسے یہاں بھی فی زمانہم مراد ہو گا۔ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ حضرت فاطمہؑ کا نکاح جب حضرت علیؑ سے ہوا۔ تو آپؐ نے یہی دعا مانگی۔ اللھم اقی اعینہا بک وذریتھماؑ ایسے حضرت علیؑ کے لئے بھی دعا فرمائی۔ تو وہاں بھی استخراق حقیقی نہیں ہے بلکہ استخراق عرفی ہے لہذا صاحب کشف اور امام رازنیؒ کی توجیہات صحیح نہ ہوں گی۔ اس مس کی وجہ سے سچہ روتا ہے۔

باب قولہ ان الذین یشترکون الایمیں مبر۔ مبر کے معنی حبس کے ہیں۔ تو یمن مبر وہ ہے۔ جس پر کسی کو روکا جائے۔ مدعی جب گواہ پیش نہ کر سکے تو مدعی علیہ سے قسم لی جاتی ہے۔ تو یمن مبر وہ ہونی جو مدعی کے دعویٰ کے بعد متحقق ہو۔ اسی علی محکوف یمن مبر۔

حد ثنا علی اقام سلعۃ یعنی اپنے اسباب کو رواج دینا چاہتا ہے۔ جیسے اقامت غزالۃ سوق الضراب انیں ہے۔

حد ثنا عمر بن علیؑ الخرز ان جو تایا موزے کا سینا۔ اشفی وہ سوئی (آدم) جس سے چمڑے

کو سیما جلتے۔ اور ابرہہ کپڑا سینے کی سوئی کو کہتے ہیں۔

بدعواہم اسی ہجرت دعاواہم بخیرہ یئینہ و بخیرہ یئین۔ بہر حال آیت پر شبہ ہوتا ہے۔ کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت بڑے کے بارے میں ہے یا بیع کے بارے میں ہے یا صلح کی روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہود کے بارے میں ہے۔ لیکن کہا جائے گا۔ اسباب نزول میں منازعت نہیں ہوتی۔ بلکہ ایک آیت مختلف اسباب کے بارے میں نازل ہوتی ہے۔ اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے۔ کہ ہر سبب کو سبب نزول سمجھنا ضروری نہیں۔ بلکہ انزلت فی کذا بسا اوقات نزول کے بعد بھی ہوتا ہے۔ تو مفسرین حضرات فرماتے ہیں۔ کہ صحابہ کرام کی عادت یہ ہے۔ کہ وہ ہر اس چیز کو شان نزول یا سبب نزول بتلاتے ہیں۔ کہ جس کا آیت کے مضمون یا حکم سے کوئی تعلق ہو۔ تفسیر اتقان میں یہی کہا گیا ہے۔

باب قل یا اهل الکتاب تعالوا الی فیہ الی فی سے مراد بالمشافہ گفتگو کرنا مراد ہے۔ جب کہ درمیان میں کوئی واسطہ نہ ہو۔ بصورتی شہر اب موجود نہیں ہے۔ بلکہ اب اس کی جگہ حوران اور شرق اردن آباد ہیں۔

باب لن تنالوا البر الا ببیرحاء ایک شخص کا نام تھا۔ جس کی طرف یہ کنواں منسوب تھا اور یہ کنواں ایک باغ میں واقع تھا۔ اگر بیرحاء ہو تو پھر یہ اس باغ کا نام ہے۔ یہ باغ بہت سرسبز تھا۔ جس کے درخت بہت گنجان تھے۔ ایک مرتبہ حضرت ابو طلحہؓ نماز پڑھ رہے تھے کہ پتیرا اس کی ٹہنیوں میں پھنس گئی۔ جسے باہر نکلنے کی جگہ نہ مل سکی۔ جس پر انہوں نے فرمایا۔ کہ اس مال نے مجھے اپنی طرف مائل کیا۔ جس کو میں صدقہ کرنا چاہتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے پر انہوں نے اپنے قریبی رشتہ داروں میں بانٹ دیا۔ جس پر لن تنالوا البر نازل ہوئی۔

باب قل فأتوا بالتورۃ تصحیہا ۶۵۴ تصحیہا ہم بمعنی کو نکلے سے ماخوذ ہے۔ تحمیم اسی تسوید الوجہ بالحمیم چونکہ تورات میں زانی کا حکم قرآن مجید کے حکم کے مطابق تھا۔ اس لئے آپ نے بطور الزام کے ان سے پوچھا۔ عبداللہ بن مسعودؓ ان کا مدرس تھا۔ جس نے چالاکی سے آیت رحیم پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا۔ تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اسے بھانپ گئے۔ ہاتھ کو کھینچا اور آیت رحیم پڑھی۔

باب قولہ کنتم خیر امت۔ لاناں جار مجرور کا تعلق خیر سے ہے۔ کہ ناس جو اشراف المخلوقات ہے۔ اس کی خیریت طلب کی جائے۔ ایک خیریت طلبی یہ ہے کہ مصائب دنیا سے نجات مل جائے۔

اور دوسری صورت یہ ہے کہ آخرت کی بہتری کو طلب کیا جائے۔ یہ سب سے بہتر ہے۔ اور یہ تیز  
 اہم سائل میں نہیں پائی جاتی۔ پھر وہ عام ہے۔ کہ وہ خیریت طلبی ایک قوم کی ہو۔ شہر کی ہو یا ملک کی  
 ہو۔ سب سے بہتر یہی ہے۔ کہ خیریت طلبی آخرت کے اعتبار سے تمام لوگوں کے لئے ہو۔ بنابرین مذہب  
 اسلام کی اشاعت اور ترویج زیادہ ہوئی۔ اسی وجہ سے لوگوں نے اسے پسندیدگی کی نگاہ سے  
 دیکھا۔ کیونکہ ہمارے پیغمبر ساری دنیا کی طرف بھیجے گئے تھے۔ ہمیں بھی تمام دنیا کی خیریت طلبی کرنی چاہیے  
 فرقہ دارانہ جذبات سے غیر مسلم اقوام کی خیریت طلبی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ فرقہ داریت سے نفرت زیادہ  
 بڑھتی ہے۔ آج ہم اس کے اندر کوتاہی زیادہ کر رہے ہیں۔ حالانکہ فرمایا گیا۔ یأتون بھم فی السلاسل  
فی اعناقہم ۱۰ وہ سلاسل خواہ ظاہر ہوں یا باطنہ ہوں۔ کہ اخلاق اور احسان کی تلوار سے ان کو اسلام  
 میں داخل کرنا چاہیے۔ چنانچہ ہمارے ہمایوں کو یہی لکھا تھا۔ کہ اسلام میں قتل عام کی اجازت نہیں دی  
 گئی۔ کیونکہ مقصود انسانیت کا ختم کرنا نہیں ہے۔ بلکہ مدافعت کی صورت میں قید کرنا۔ اور پھر ان کو  
 آزاد کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ الحاصل اس طرح کی ہمدردی اور کسی امت میں نہیں پائی جاتی۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | **احمدی الحسینین** فتحیاد شہادہ ص ۶۵ | **امام بخاری** اس آیت کو  
 اس جگہ تفسیر کے لئے نہیں لائے۔ بلکہ یہ بیان کرنا ہے۔ کہ جیسے بیان فرمایا۔ کہ آخری آخر کی تائید ہے۔  
 آخر بفتح الخاء کی نہیں۔ تاکہ افعل تفضیل نہ بن جائے۔ کیونکہ اسم تفضیل کو تفضیل علیہ کو تقاضا کرتا ہے۔ اور۔  
 اس جگہ اس کو کسی دوسری چیز پر تفضیل دینا مقصود نہیں ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی  
 دوسرے کے آخر میں نہیں تھے۔ کہ اس پر اسم تفضیل صادق آئے۔ اس طرح الحسین کے اندر فی ذاتہ  
 حسن شہادت اور حسن فتح بیان کرنا مقصود ہے۔ یہ نہیں کہ ان کو کسی دوسرے پر تفضیل حاصل ہے۔ تو  
 احمدی الحسینین کا ذکر فی غیر محلہ نہ ہوا۔

**تشریح از شیخ زکریا** | **امام بخاری** پر شرح نے اعتراض کیا۔ کہ (ھل) تریبہ یون بنا آلہ  
 احمدی الحسینین تو سورۃ براءۃ کی آیت ہے۔ اس کی تفسیر تو دہرا ہونی چاہیے کئی۔ اس جگہ اس کو غیر محل  
 میں لایا گیا۔ تو قلب گنگوہی نے ان کے اس شبہ کا دفع کیا۔ کہ اس جگہ مقصود تفسیر نہیں۔ بلکہ نظیر بیان  
 کرنا ہے۔ کہ جیسے آخری آخر کی تائید ہے۔ ایسے حسین حسنی کا تائید ہے۔ اور وہ حسنی شہادت ہے۔  
 والوجہ فی ذلک امام بخاری کی نظر بہت دقیق ہے۔ کیونکہ اگر آخری آخر بفتح الخاء کی تائید ہو۔



تو اس سے تاخر وجودی پر دلالت نہ ہو سکے گی۔ البتہ آخری مؤنث ہے۔ لیکن اس میں تفضیل مطلوب نہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت پیچھے نہیں تھے۔ کچھ تاخر تھا۔ جیسے حنی اسم تفضیل ہے۔ لیکن اس سے تفضیل کے معنی مقصود نہیں ہیں۔ اور یہ شہادت غزوہ احد کی ہے۔

## بَابُ قَوْلِهِ اَمَنَةً نُّعَاسًا

حدیث نمبر ۴۱۰ حَدَّثَنَا اسْحَقُ حَدَّثَنَا اَنَسُ اَنَّ اَبَا طَلْحَةَ قَالَ غَشَيْنَا النُّعَاسَ وَلَحْنُ فِي مَصَافِنَا يَوْمَ اُحُدٍ قَالَ فَجَعَلَ سَيْفِي يَسْقُطُ مِنْ يَدِي وَاَخَذَهُ وَيَسْقُطُ وَاَخَذَهُ

ترجمہ حضرت انس حدیث بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہ نے فرمایا کہ اُحد کی لڑائی میں جب ہم میدان جنگ میں تھے تو ہمیں اذنگھ نے ڈھانپ لیا۔ پس میری تلوار میرے ہاتھ سے گرتی تھی۔ میں اسے پکڑتا تھا۔ پھر گرتی تھی اور میں اسے پکڑتا تھا۔

## بَابُ قَوْلِهِ الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِنْ بَعْدِ مَا اَصَابَهُ الْقَرْحُ

الْقَرْحُ الْجِرَاحُ اسْتَجَابُوا اجابوا يَسْتَجِيبُ يَجِيبُ

ترجمہ۔ قرح کے معنی زخم کے ہیں۔ استجابوا بمعنی اجابوا کے ہے۔ يستجيب يجيب کے معنی میں ہے۔ اور سین طلب کے لئے نہیں ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہی استجابوا اجابوا ۴۵۵ یعنی سین طلب کے لئے نہیں ہے لیکن

اس کو اختیار اس لئے کیا گیا ہے تاکہ دلالت کرے کہ ان لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کا حکم ماننے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ گویا کہ یہ ان کے دل کی بات تھی۔ اور دل سے ہی پیدا ہونے والی تھی۔ کسی کے کہنے سننے کا اس میں دخل نہیں تھا۔

تشریح از شیخ زکریا عامہ بشرح نے اس نکتہ سے خاموشی اختیار کی۔ صرف اتنا کہا کہ

استجاب بمعنی اجاب کے ہے۔ چنانچہ ملا علی قاریؒ نے فقہ استکمال الایمان کے معنی اکملہ کے لئے ہیں اور سین کی زیادہ کو مبالغہ کے لئے قرار دیا ہے۔ یعنی اپنے آپ کو الگ کر کے اس سے اکمال دین طلب کیا۔ تو اس کا ذاتی تقاضا ہوا۔

## بَابُ أَنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ

حدیث نمبر ۴۱۰۲ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ الْعَمِينُ ابْنُ عَبَّاسٍ حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ قَالَا اِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ حِينَ أُلْقِيَ فِي النَّارِ قَالَ اللَّهُ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ قَالُوا إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ جبنا اللہ ونعم الوکیل۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس وقت کہا جب ان کو آگ میں ڈالا گیا۔ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا جب آپ سے کہا گیا۔ کہ تمہارے لئے لوگ جمع ہو چکے ہیں۔ پس ان سے بچو۔ تو اس بات نے بجائے خوف کے ان کے ایمان میں زیادتی کر دی۔ اور کہنے لگے ہمیں تو اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔

حدیث نمبر ۴۱۰۳ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْعَمِينُ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ أَخِرُ قَوْلِ اِبْرَاهِيمَ حِينَ أُلْقِيَ فِي النَّارِ حَسْبِيَ اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا۔ تو ان کا آخری قول یہ تھا۔ اللہ مجھے کافی ہے اور وہ میرا بہترین کارساز ہے۔

## بَابُ قَوْلِهِ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخُلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ

مِنْ فَضْلِهِ (إِلَى آخِرِ الْآيَةِ) سَيُطَوَّقُونَ كَقَوْلِكَ طَوَّقَتْهُ بِطَوَّقٍ

ترجمہ۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے فضل سے بخل اور کجی کرتے ہیں۔ عنقریب یہ مال ان کے گلے کا ہار بنے گا۔ طوق سے بطوق کہ میں نے اس کو ہار پہنایا۔

حدیث نمبر ۴۱۰۴ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسِيرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ آتَاهُ اللَّهُ مَا لَا فَلَهِ يُؤَدِّي زَكَاةً مُثْلَ لَهُ مَا لَهُ شُجَاعًا أَقْرَعَ لَهُ رَبِيبَتَانِ يَطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَا خُذْ بِلِزِمَتَيْهِ يَعْنِي بِشَدْقَيْهِ يَقُولُ أَنَا مَالِكُ أَنَا كُنْزُكَ لَعَنَ تِلَا هَذِهِ الْآيَةَ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْغُلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ إِلَىٰ آخِرِ الْآيَةِ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے۔ پھر وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا۔ تو اس کا مال ایک گنجنے والی سانپ کی شکل بنایا جائے گا۔ جس کی آنکھوں پر دو سیاہ نقطے ہوں گے۔ جو اجنبی شیطان کی نشانی ہے۔ قیامت کے دن اس کے گلے کا ڈر بنایا جائے گا۔ جو اس کے دونوں جبڑوں کو پکڑ کر کھینچے گا۔ میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں پھر اس آیت کو تلاوت فرمایا۔ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْغُلُونَ الْ-

بَابُ قَوْلِهِ وَلِتَسْمَعَنَّ مِنَ الَّذِينَ آوَتْهُ الْكُتُبُ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَذًى كَثِيرًا.

ترجمہ: اے مسلمانو! تم اہل کتاب اور مشرکوں کی طرف سے بہت تکلیف دہ باتیں سناؤ گے۔  
حدیث نمبر ۴۱۰۵ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ عَلَى حِمَارٍ عَلَى قُطَيْفَةٍ فَذَكَّيْتُهُ وَأَرْدَقَ أَسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَرَأَاهُ يَعُودُ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ فِي بَنِي الْحَارِثِ بْنِ الْخَزَرَجِ قَبْلَ وَقْعَةِ بَدْرٍ قَالَ حَتَّى مَتَرْتُ بِمَجْلِسٍ فِيهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي اِبْنٍ سَلُولٍ وَذَلِكَ قَبْلَ أَنْ يُسَلِمَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي قِيَازٍ فِي الْمَجْلِسِ أَخْلَاطُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُشْرِكِينَ وَعَبْدَةُ الْأَوْشَانِ وَالْيَهُودُ وَالْمُسْلِمِينَ وَفِي الْمَجْلِسِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَوَاحَةَ فَلَمَّا غَشِيَتِ الْمَجْلِسَ عَجَاجَةُ الدَّابَّةِ خَمَرَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي آفَةَ بِرَدَائِشِهِ ثُمَّ قَالَ لَا تَغَيِّرُوا عَلَيْنَا فَسَلَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ ثُمَّ وَقَفَ فَنَزَلَ فَدَعَاهُمْ

إِلَى اللَّهِ وَقَرَأَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنَ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي بَرْزَةَ سَلُّوا أَيْهَا الْمَرْءُ إِنَّهُ  
لَا أَحْسَنَ مِنَّا قَوْلًا إِنْ كَانَ حَقًّا فَلَا تُؤَدُّ يَنَابِهِ فِي مَجْلِسِنَا رُجْعًا إِلَى  
رَحْلِكَ فَمَنْ جَاءَكَ فَاقْصُصْ عَلَيْهِ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَوَاحَةَ بَلَى يَا رَسُولَ  
اللَّهِ فَأَعْتَسَنَابِهِ فِي مَجَالِسِنَا فَإِنَّا نَحِبُ ذَلِكَ فَاسْتَبَتِ الْمُسْلِمُونَ وَالْمُشْرِكُونَ  
وَالْيَهُودُ حَتَّى كَادُوا يَتَنَازَرُونَ فَلَمْ يَزَلِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يُخَيِّضُهُمْ حَتَّى سَكَنُوا اشْتَرَكِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَابَّتَهُ  
فَسَارَ حَتَّى دَخَلَ عَلَى سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يَا سَعْدُ أَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالَ أَبُو حُبَابٍ يُرِيدُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي قَالٍ كَذَا  
وَكَذَا قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَعَفُ عَنْهُ وَاصْفَحْ عَنْهُ فَوَالَّذِي  
أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ لَقَدْ جَاءَ اللَّهُ بِالْحَقِّ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ لَقَدْ اصْطَلَحَ  
أَهْلُ هَذِهِ الْبَحِيرَةِ عَلَى أَنْ يَتَوَجَّهُوا فَيُعَصِبُونَهُ بِالْحَصَابَةِ فَلَمَّا أَبَى اللَّهُ  
ذَلِكَ بِالْحَقِّ الَّذِي أَعْطَاكَ اللَّهُ شَرِّقَ بِذَلِكَ فَذَلِكَ فَعَلَّ بِهِ مَا رَأَيْتَ  
فَعَفَا عَنْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
وَأَصْحَابُهُ يَعْفُونَ عَنِ الْمُشْرِكِينَ وَأَهْلِ الْكِتَابِ لَمَّا أَمَرَهُمُ اللَّهُ وَيَصْبِرُونَ  
عَلَى الْأَذَى قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَلَتَسْمَعَنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ  
قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَذًى كَثِيرًا الْآيَةُ قَالَ اللَّهُ وَكَثِيرٌ مِنْ  
أَهْلِ الْكِتَابِ لَوِيزَةٌ وَنَكُمْ مِنْ بَعْدِ أَيْمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِمَّنْ عِنْدَ  
أَنْفُسِهِمْ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَأَوَّلُ الْعَفْوَ  
مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ حَتَّى أَذِنَ اللَّهُ فِيهِمْ فَلَمَّا غَدَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ بَدْرًا فَقَتَلَ اللَّهُ بِهِ صِنَادَ يَدِ كُفَّارٍ قُرَيْشٍ قَالَ ابْنُ أَبِي سَلُولٍ  
وَمَنْ مَعَهُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَعَبْدَةِ الْأَوْشَانِ هَذَا أَمْرٌ قَدْ تَوَجَّهَ فَبَايَعُوا  
الرَّسُولَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْإِسْلَامِ فَاسْلَمُوا

ترجمہ: حضرت اسامہ بن زیدؓ خبر دیتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے

گدھے پر سوار ہوتے جس کے اوپر فدک والی کملی پڑی ہوئی تھی۔ اور آپؐ نے حضرت اسامہ بن زیدؓ کو اپنے پیچھے بٹھایا ہوا تھا۔ واقعہ بدر سے پہلے آپؐ بنو الحارث بن الخزرج میں حضرت سعد بن عبادہؓ مزار خنزرج کی بیماری پڑی کے لئے جا رہے تھے۔ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گزرا ایک ایسی محفل سے ہوا۔ جس میں عبداللہ بن ابی بن سلول رئیس المنافقین بھی تھا۔ اور یہ واقعہ اس کے مسلمان ہونے سے پہلے کا ہے۔ پس مجلس میں ملے جلے لوگ تھے۔ مسلمان۔ مشرکین۔ بت پرست اور یہود اور مسلمان تھے اور اس مجلس میں حضرت عبداللہ بن رواحہؓ بھی موجود تھے۔ پس جس وقت محفل کو گدھے کے پاؤں سے اڑی غبار نے ڈھانپ لیا۔ تو عبداللہ بن ابی نے اپنی چادر سے اپنی ناک کو ڈھانک لیا۔ پھر کہنے لگا۔ کہ ہم پر غبار نہ اڑاؤ۔ بہر حال جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجلس والوں پر سلام کیا۔ پھر در اٹھ کر سواری سے اترے۔ اور ان لوگوں کو اللہ کی توحید کی دعوت دی۔ اور قرآن مجید بھی پڑھا۔ جس پر عبداللہ بن ابی بولا۔ کہ جو کچھ آپؐ کہہ رہے ہیں۔ اگر حق ہے تو اس سے اچھا اور کوئی کلام نہیں ہو سکتا۔ لیکن آپؐ ہمیں ہماری مجلسوں میں تنگ نہ کریں۔ اپنے ٹھکانے پر واپس جائیں جو شخص آپؐ کے پاس آئے۔ اس پر بیان کریں۔ جس پر حضرت عبداللہ بن رواحہؓ بولے۔ یا رسول اللہ! کیوں نہیں ضرور آپؐ ہماری مجلسوں میں آیا کریں ہم اس کو پسند کرتے ہیں۔ کہ آپؐ ہر جگہ ہمیں قرآن سنائیں۔ جس پر مسلمان مشرکوں اور یہود آپس میں گالی گلوچ پر اتر آئے۔ قریب تھا کہ لڑائی بھڑک اٹھتی۔ پس آپؐ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو چپ کراتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ لوگ چپ ہو کر ٹھنڈے ہو گئے۔ پھر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر سوار ہو کر چل پڑے۔ یہاں تک کہ حضرت سعد بن عبادہؓ کے پاس تشریف لے آئے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا کہ اے سعد! تمہیں معلوم نہیں جو کچھ ابوجباب عبداللہ بن ابی نے کہا۔ وہ اس طرح کہتا تھا۔ تو حضرت سعد بن عبادہؓ نے کہا یا رسول اللہ! آپؐ اس کو معاف کر دیں اور اس سے درگزر کریں۔ وہ بیچارہ حسد کے مارے مجبور ہے۔ کیونکہ قسم ہے اس اللہ کی جس نے آپؐ پر کتاب کو اتارا اب تو اللہ تعالیٰ اس حق کو لے آیا۔ جس کو اس نے آپؐ پر اتارا ہے۔ ورنہ اس سے پہلے اس شہر والوں نے اتفاق کر لیا تھا کہ اس کو تاج پہنائیں گے۔ اور سرداری کی دستار باندھیں گے۔ پس اس حق کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو عطا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے سے روک دیا۔ جس کی وجہ سے اس کو

اُچھو لگ گیا۔ کہ وہ حسد میں مبتلا ہو گیا۔ پس اس حق نے اس کے ساتھ وہ سلوک کیا جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو معاف کر دیا۔ بلکہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کرام برابر اہل کتاب اور مشرکین سے درگزر کرتے رہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے خلاف لڑائی کرنے کی اجازت دے دی۔ اور برابر ان کی ایذا رسانی پر صبر کرتے رہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ آپ لوگ اہل کتاب اور مشرکوں کی طرف سے بہت تکلیف دہ باتیں سنیں گے۔ اور دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کہ بہت سے اہل کتاب تو یہ چاہتے ہیں کہ وہ تمہارے ایمان لانے کے بعد تمہیں پھر کفر کی طرف لوٹا دیں۔ یہ ان کی طرف سے حسد کی وجہ سے ہے۔ اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے معافی کرنے کے بارے میں اس حکم کے مطابق عمل کرتے تھے۔ جو عفو و ادوا صغوا کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دیا تھا۔ اس پر اس وقت تک عمل ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ ان سے قتال کی اجازت ملی۔ چنانچہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کی لڑائی لڑی۔ اور اس میں اللہ تعالیٰ نے قریش کے سردار کفار کو قتل کر دیا۔ تو ابن ابی اسلول اور ان کے ساتھیوں نے کہا۔ جو مشرکین اور بت پرستوں میں سے تھے۔ کہ اس دین کا معاملہ تو اب واضح ہو گیا۔ تو اسلام پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کر لو۔ چنانچہ یہ لوگ مسلمان ہو گئے۔

تشریح از شیخ مدنی | فذکیہ فہک مدینہ منورہ کے قریب ایک مقام ہے۔

قطیفہ بمعنی گرم چادر یعنی حمار کا چادر جامہ۔

اہل هذه البھیة ای اهل هذه البلدة اور بعض نے کہا۔ کہ مدینہ کو بحیرہ اس خصوصیت کی بنا پر کہا گیا۔ کہ اس میں تین نہریں بہتی ہیں۔ شرق پھندا لگ گیا۔

بَابُ قَوْلِهِ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا آتَوَاهُمْ

حدیث نمبر ۶۰۶۱ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَجُلًا لَقِيَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِي الْغَزْوِ

وَتَخْلَفُوا عَنْهُ وَفَرِحُوا بِمَقْعَدِهِمْ خِلَافَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْتَدَرُوا إِلَيْهِ وَحَلَفُوا وَأَحَبُّوا أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يُفْعَلُوا فَانْزَلَتْ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ -

ترجمہ۔ حضرت ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کچھ منافق لوگوں کا یہ حال تھا جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی جہاد کے لئے تشریف لے جاتے۔ اور یہ لوگ آپ سے پیچھے رہ جاتے۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بیٹھ جاتے پر خوش ہوتے۔ پس جب آپ غزوہ سے واپس تشریف لے آتے تو یہ لوگ عذر بہانے پیش کرتے قسمیں اٹھاتے۔ بایں ہمہ جو کچھ انہوں نے نہیں کیا تھا۔ اس پر یہ چاہتے تھے۔ کہ ان کی تعریف و ثنا کی جائے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ کہ یہ لوگ خوش نہ ہوں۔

حدیث نمبر ۱۰۰۴۱۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَبَّيْكَ إِذَا رَأَى ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ لَبَّيْكَ كَانَ كُنْ أَمْرِي فَرِحَ بِمَا أُوتِيَ وَأَحَبَّ أَنْ يُحْمَدَ بِمَا لَمْ يُفْعَلْ مُعَذِّبًا لِنَعْدِ بْنِ أَجْمَعُونَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَمَا لَكُمْ وَلِهَذَا إِنَّمَا دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهُودَ فَسَاءَ لَهُمْ عَنْ شَيْءٍ فَكْتَمُوهُ إِيَّاهُ وَأَخْبَرُوهُ بِغَيْرِهِمْ فَأَرَوْهُ أَنْ قَدْ اسْتَحْمَدُوا إِلَيْهِ بِمَا أَخْبَرُوهُ عَنْهُ فِيمَا سَأَلَهُمْ وَفَرِحُوا بِمَا أُوتُوا مِنْ كِتَابِهِمْ ثُمَّ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَدْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِتَابَ كَذَلِكَ حَتَّى قَوْلِهِمْ يَفْرَحُونَ بِمَا أُوتُوا وَيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يُفْعَلُوا تَابَعَهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ -

ترجمہ۔ مروان بن حکم حاکم مدینہ نے اپنے دربان سے کہا کہ اے رافع! حضرت ابن عباس کے پاس جاؤ۔ اور ان سے پوچھو کہ اگر کوئی شخص اس انعام پر خوش ہو جو اسے دیا گیا ہے۔ اور پسند کرے جو کچھ اس نے نہیں کیا۔ اس پر اس کی تعریف کی جائے۔ تو کیا اس کو بھی عذاب دیا جائے گا۔ اس وقت تو ہم سب کے سب عذاب کے مستحق ہوں گے۔ جس پر ابن عباس نے فرمایا کہ تمہیں

کیا ہو گیا۔ کہ تم عام معنیٰ مراد لیتے ہو یہ تو ایک خاص واقعہ کا ذکر ہے۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو بلوایا اور ان سے کسی چیز کے متعلق پوچھا اس کو تو انہوں نے چھپایا۔ اور اس کے علاوہ دوسری بات کی خبر کر دی۔ اور سمجھنے لگے جو کچھ آپ نے ان سے پوچھا اور انہوں نے اس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی۔ اس پر وہ آپ سے تعریف و ثنا کا مطالبہ کرنے لگے۔ اور جو کچھ انہوں نے چھپایا تھا۔ اس پر خوش ہونے لگے۔ اس پر یہ آیت اتر سی۔ پھر ابن عباسؓ نے یہ آیت پڑھی۔ واخذ اللہ میثاق الذین اتوا الکتاب الا اس طرح اللہ تعالیٰ کا یہ قول یفرہون بما اوتوا الا عبد المذاق نے ابن جریر سے اس کی متابعت کی۔

حدیث نمبر ۴۱۰۸ حَدَّثَنَا ابْنُ مَقَاتِلٍ اَخْبَرَنَا اَنَّ مَرْوَانَ بْنَ هِشَامٍ  
تَشْرِيحُ اَنْ شَيْخُ مَدَنِي | غزوہ تبوک میں منافقین نے ایسا کیا تھا۔ اور دیگر غزوات میں  
بھی وہ ایسے ہی کہا کرتے تھے۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ یہود کا  
فعل تھا۔ جس پر آیت نازل ہوئی۔ تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ ایک آیت کے متعدد شان نزول  
ہو سکتے ہیں۔ لیکن اس پر اشکال ہے۔ کہ ابن عباسؓ کا یہ قول مسلکِ جہود کے خلاف ہے۔ کیونکہ حکم عام  
ہوتا ہے۔ اور مورد خاص ہوا کرتا ہے۔ اہل کتاب جو عمل کر رہے ہیں۔ اگر وہ فرائض کا ترک ہے۔ تو  
یہود وغیرہ سب معذب ہوں گے۔ اگر وہ مستحبات کو ترک کر رہے ہیں۔ پھر وہ شہرت کے خواہاں ہیں۔  
تو پھر عذاب تو نہ ہوگا۔ البتہ مستحقِ ملامت ہوں گے۔ یہ جہود کا مسلک ہے۔ اور ابن عباسؓ کا صرف  
اہل کتاب کے لئے کہنا یہ محض ان کا مسلک ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ اِذَا خَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ الدّٰثِرِ  
یہ آیت بالاتفاق یہود کے بارے میں ہے۔ لیکن اس پر کہا جائے گا کہ واقعی یہ آیت یہود کے بارے  
میں ہے۔ مگر اگر امت محمدیہ ایسے اعمال کرے اور اس پر مواخذہ نہ ہو۔ تو امت محمدیہ مستغنیٰ نہیں  
ہے۔ ممکن ہے ابن عباسؓ کا مقصد یہ ہو کہ شان نزول میں تم شریک ہو۔ یا یہ حکم زیادہ تقبیح کے لئے ہو۔  
تَشْرِيحُ اَنْ شَيْخُ گنگوہی | فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَا لَكُمْ دِمَجْدَهٗ ۚ ابْنُ عَبَّاسٍ کے  
کلام کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ یہ آیت اپنے عموم پر نہیں ہے۔ جیسے سائل نے سمجھ رکھا ہے۔ بلکہ آیت  
کا مصداق وہ شخص ہے جو اپنے گمان کے مطابق کہتا ہے۔ کہ نہ کچی کر دوں گا نہ زیادتی کر دوں گا۔  
تو کسی مسلمان کا اپنی نیکی پر خوش ہونا اور نہ کہنے ہوئے یہ تعریف کے طلب گار ہونا یہود کے معاملہ



کے برابر نہیں ہے۔ کیونکہ وہ تو کتمان حق پر حمد و ثنا کے خواہاں تھے۔ جو فعل حرام ہے۔ اسی طرح مسلمان کا کسی انعام پر خوش ہونا وہ بھی یہود کے خبر دینے کے مماثل نہیں ہے۔ جو وہ اپنی کتاب کی خبر بتا کر دیتے ہیں۔ پھر وہ اس پر بغلیں بجاتے ہیں۔ پس اگر کوئی مسلمان یہود کی طرح کسی فعلی حرام کا ارتکاب کرے گا۔ پھر وہ چاہتا ہے کہ اس پر میری تعریف بھی کی جائے۔ یا کوئی افرا پر داندی کر تلے پھر اپنے کئے پر خوش ہو تلے تو بلا شک اس کی ان کمر تو توں پر ضرور مواخذہ ہو گا۔ تو ابن عباس کے کلام کا حاصل یہ ہوا کہ جس نے یہود جیسا کام کیا وہ آیت کے مطابق یہود کی طرح معذب ہو گا تو ان دونوں افعال میں جو ساثل نے ذکر کیا اور جس کے بارے میں آیت نازل ہوئی بہت بٹا فرق ہے تو نہ تو نص مورد کے ساتھ مختص ہوئی نہ ہی ہر شخص مواخذہ سے بری ہوا جیسا کہ مروان نے سمجھا تھا۔

**تشریح از شیخ زکریا** | ابن کثیر فرماتے ہیں کہ اذ اخذ اللہ میثاق النبیہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تو بیخ اور اہل کتاب کو ڈانٹا ہے۔ جنہوں نے سابق انبیاء علیہم السلام کی زبانی عہد کیا تھا۔ کہ وہ نبی آخر الزمان پر ایمان لائیں گے۔ اور ان کی مدد کریں گے۔ لیکن اس کے برعکس انہوں نے کتمان کیا۔ اور اس کے عوض حقیر دنیا کا مال لیا۔ تو اس سے اُمت محمدیہ علیہا الصلوٰۃ والسلام کو تنبیہ ہے۔ اگر انہوں نے یہی اہل کتاب کا طریقہ اختیار کیا۔ تو ان کو بھی وہی سزا ملے گی جو اہل کتاب کو ملی۔ علماء کا فرض ہے کہ جو کچھ علم نافع ان کے پاس ہے اسے صرف کریں۔ اور اس میں سے کچھ بھی نہ چھپائیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے۔ من سئل عن علم ذمّمہ الجہ یوم القیامۃ بلجام من نار۔ یعنی جس شخص سے کوئی علمی مسئلہ پوچھا جائے پس وہ اسے چھپاتے گا تو اسے قیامت کے دن جہنم کی لگام ڈالی جائے گی۔ اور یفرحون بما اوتوا الا سے وہ ریاکار مراد ہیں جو جھوٹے دعوے کرتے ہیں۔ تاکہ اس سے مال کثیر جمع ہو۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی برکت مٹا دیں گے اور وہ برابر قلت کا شکار ہو گا۔

## بَابُ قَوْلِهِ إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

حدیث نمبر ۱۰۰۱۱ | حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ  
بِئْسَ عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُونَةٌ فَتَحَدَّثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مَعَ أَهْلِهِ سَاعَةً ثُمَّ رَقَدَ فَلَمَّا كَانَ ثُلُثُ اللَّيْلِ الْأَخِيرِ قَعَدَ فَنَظَرَ إِلَى السَّمَاءِ فَقَالَ إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ثُمَّ قَامَ فَتَوَضَّأَ وَاسْتَنْقَضَ فَصَلَّى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ أَذَانَ بِأَلَّالٍ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ -

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی خالہ میمونہؓ کے پاس رات گزاری۔ تو کچھ دیر آپؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر والوں سے بات چیت کی۔ جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہا تو اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اور آسمان کی طرف دیکھا۔ اور ان فی خلق السموات والارض الا اس آیت کو پڑھا۔ پھر کھڑے ہوئے وضو کیا۔ مسواک کی۔ گیارہ رکعت تہجد کی نماز پڑھی۔ پھر حضرت بلالؓ نے اذان کہی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت سنت فجر پڑھی۔ پھر باہر تشریف لائے اور صبح کی نماز پڑھائی۔

**تشریح از شیخ مدنی** | فقہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع اہلہ ساعۃ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کے بعد بات چیت فرمائی ہے۔ تو سمر بعد العشاء ثابت ہوا۔ امام بخاریؒ اس روایت کو جلد اول میں نہیں لائے۔ جس سے بعض شراح کو اشکال پیش آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سمر بعد العشاء کی کوئی روایت ثابت نہیں تو انہوں نے انام علیہ سے اس کا اثبات کیا تھا۔

## بَابُ قَوْلِهِ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ

حدیث نمبر ۴۱۰۹ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بَشُرْتُ عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُونَةَ فَقُلْتُ لَا نَظَرَنَّا إِلَى صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطُرِحَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَادَةٌ فَنَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي طَوْلِهَا فَجَعَلَ يَمْسَحُ التُّوْمَ عَنْ وَجْهِهِ ثُمَّ قَرَأَ الْآيَاتِ الْعَشْرَةَ لِأَخْرَمٍ مِنَ ابْنِ عِمْرَانَ حَتَّى خَتَمَ

ثُمَّ أَتَى شَيْئًا مُعَلَّقًا فَآخَذَهُ فَنَوَّضَا ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي فَقُمْتُ فَصَنَعْتُ مِثْلَ  
مَا صَنَعَ ثُمَّ جِئْتُ فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى رَأْسِي ثُمَّ آخَذَ  
بِأُذُنِي فَجَعَلَ يَقِفُهَا ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ صَلَّى  
رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ أَوْتَرَ.

ترجمہ - حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی خالہ اُمّ المؤمنین حضرت میمونہؓ کے پاس رات بسر کی۔ میں نے دل میں کہا کہ آج میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ضرور دیکھوں گا۔ چنانچہ آپؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بستر بچھایا گیا۔ آپؐ تو اس کی لمبائی میں سو گئے۔ پھر رات کو اٹھے تو اپنے چہرہ سے نیند کے آثار مٹانے لگے۔ پھر سورہ آل عمران کی آخری دس آیات پڑھیں۔ یہاں تک کہ اسے ختم کیا۔ پھر ایک پرانے لٹکے ہوئے مشکیزے کی طرف تشریف لائے اس سے پانی لیا وضو بنائی۔ پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ میں نے بھی کھڑے ہو کر اسی طرح کیا جس طرح آپؐ نے کیا تھا۔ کہ میں آکر آپؐ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا۔ آپؐ نے اپنا ہاتھ مبارک میرے سر پر رکھا۔ پھر میرے کان کو کپکپا کر سننے لگے۔ ثم ایک دو گانہ۔ دو دو گانے۔ حتیٰ کہ چھ دو گانے نماز پڑھی پھر وتر ادا کئے۔

بَابُ قَوْلِهِ رَبَّنَا إِنَّكَ مَن تَدْخُلُ الثَّارِفَقَدْ أَخْرَيْتَهُ  
وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ

حديث نمبر ۴۱۱ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْإِسْكَانِيُّ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ أَبِي جَرْدَةَ  
أَنَّهُ بَاتَ عِنْدَ مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ  
خَالَتُهُ قَالَ فَاضْطَجَعْتُ فِي عَرْضِ الْوَسَادَةِ وَاضْطَجَعَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَهْلُهُ فِي طَوْلِهَا فَنَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ حَتَّى انْتَصَفَ اللَّيْلُ أَوْ قَبْلَهُ بِقَلِيلٍ أَوْ بَعْدَهُ بِقَلِيلٍ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يَمْسَحُ التُّومَ عَنْ وَجْهِهِ بِيَدِهِ  
ثُمَّ قَرَأَ الْعَشْرَ الْآيَاتِ الْخَوَاتِمَ مِنْ سُورَةِ آلِ عِمْرَانَ ثُمَّ قَامَ إِلَى شَتَّى

مُعَلَّقَةٍ فَتَوَضَّأَ مِنْهَا فَأَحْسَنَ وُضُوْعَهُ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّيُ فَصَنَعَتْ مِثْلَ مَا صَنَعَ ثُمَّ  
ذَهَبَتْ فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ فَوَضَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ الْيُمْنَى  
عَلَى رَأْسِي وَأَخَذَ بِأُذُنِي بِيَدِهِ الْيُمْنَى يَفْتِلُهَا فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ  
رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ  
حَتَّى جَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت میمونہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
کے پاس رات گزار دی جو ان کی خالہ لگتی تھیں۔ تو وہ فرماتے ہیں۔ میں تو بستر کی چوڑائی میں سو گیا اور جناب  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے گھر والے بستر کی لمبائی میں سو گئے۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم سوئے رہے۔ یہاں تک کہ آدمی رات ہو گئی یا اس سے تھوڑا سا پہلے یا اس سے تھوڑا سا بعد  
میں۔ پس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیدار ہوئے تو اپنے دونوں ہاتھوں سے چہرے سے نیند  
کو ملنے لگے پھر سورہ آل عمران کی خاتمہ والی دس آیات پڑھیں۔ پھر ایک لکھ ہوئے مشکیزہ کی طرف  
گئے۔ اس سے وضو کیا۔ جس کو آپ نے اچھی طرح سے بنایا۔ پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنی شروع کی۔ میں  
نے بھی ایسے کیا۔ جیسے آپ نے کیا تھا۔ پھر میں چل کر آپ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ میرے سر پر رکھا۔ اور میرے دائیں کان کو طار پس آپ نے چھ دو گانے  
نماز پڑھی۔ پھر ترداد کئے۔ پھر لیٹ گئے۔ یہاں تک کہ مؤذن نے آکر اطلاع کی۔ تو آپ نے دو ہلکی پھلکی  
رکعتیں سنت فجر پڑھی پھر باہر تشریف لائے اور صبح کی نماز پڑھائی۔

بَابُ قَوْلِهِ رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ

حدیث نمبر ۴۱۱۱ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ

بَاتَ عِنْدَ مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ خَالَتُهُ قَالَ  
ذَا ضُطَّجَعْتُ فِي عَرْضِ التَّوَسَّادَةِ وَاضْطَجَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
وَأَهْلُهُ فِي طَوْلِهَا فَتَنَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى إِذَا انْتَصَفَ  
الَلَّيْلُ أَوْ قَبْلَهُ بِقَلِيلٍ أَوْ بَعْدَهُ بِقَلِيلٍ اسْتَيْقَظَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَجَلَسَ يَمْسَحُ التُّومَ عَنْ وَجْهِهِ يَدُهُ ثُمَّ قَرَأَ الْعَشْرَ الْآيَاتِ الْخَوَاتِمَ  
 مِنْ سُورَةِ آلِ عِمْرَانَ ثُمَّ قَامَ إِلَى شَيْءٍ مُعَلَّقَةٍ فَتَوَضَّأَ مِنْهَا فَحَسَنَ وَضُوئُهُ  
 ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقُمْتُ فَصَنَعْتُ مِثْلَ مَا صَنَعَ ثُمَّ ذَهَبْتُ  
 فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ فَوَضَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى  
 رَأْسِي وَآخِذًا بِي الْيُمْنَى يَفْتِلُهَا فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ  
 ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ أَوْتَرْتُ ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتَّى جَاءَهُ  
 الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ .

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ خبر دیتے ہیں کہ انہوں نے ایک رات حضرت میمونہؓ زوجہ النبی صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے پاس گزار دی جو ان کی خالہ لگتی تھیں۔ فرماتے ہیں کہ میں تو بستر کی چوڑائی میں لیٹ گیا۔ اور جناب  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے گھر والے بستر کی لمبائی میں لیٹ گئے۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم اس وقت تک سوتے رہے۔ یہاں تک کہ جب آدمی رات ہو گئی یا اس سے تھوڑا پہلے یا اس  
 سے تھوڑا بعد۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نیند سے بیدار ہوئے۔ اٹھ کر بیٹھ گئے اور  
 اپنے چہرہ انور سے اپنے ہاتھ کے ساتھ نیند کو پونچھنے لگے۔ یعنی اس کے آثار زائل کئے۔ پھر سورہ آل عمران  
 کی خاتمہ کی دس آیات پڑھیں۔ پھر ایک لکھے ہوئے مشکیزہ کی طرف کھڑے ہوئے۔ وہاں سے پانی لے کر  
 وضو بنانی شروع کی تو اپنے وضو کو اچھی طرح بنایا پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں  
 بھی اٹھا اور اس طرح کیا جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ پھر میں چل کر آپ کے پہلو  
 میں کھڑا ہو گیا۔ تو آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ میرے سر پر رکھا اور میرے  
 دائیں کان کو ملنے لگے۔ پھر دو رکعتیں چھ مرتبہ پڑھیں۔ پھر وتر پڑھ کر لیٹ گئے۔ یہاں تک کہ مؤذن نے  
 آکر اطلاع کی تو آپ نے کھڑے ہو کر دو ہلکی سی رکعتیں سنت فجر ادا کی۔ پھر باہر تشریف لے گئے اور لوگوں  
 کو صبح کی نماز پڑھائی۔

تشریح از شیخ مدنی | نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والہ فی طویلھا وسادۃ

کے معنی تکلیف کے ہیں۔ اگر اشکال ہو۔ کہ وسادۃ پر کیسے سویا جاسکتا ہے۔ تو کہا جائے گا کہ وسادۃ پر سر  
 رکھنا مراد ہے۔ اور حضرت میمونہؓ نے تکلیف کی لمبائی میں سر رکھا۔ اور ابن عباسؓ نے عرض وسادہ میں سر رکھا۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وسادہ کے معنی فراش یعنی بستر کے بھی آتے ہیں۔ اس صورت میں کوئی اشکال وارد نہ ہوگا۔ یفتلھا قتل کے معنی ملنے کے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ بچوں کے کان پکڑنا اور ان کو ملنا اس سے حافظہ میں زیادتی ہوتی ہے۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | اضطرار فی طویلھا ۶۵۹ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ

کسی مراحق لڑکے کی موجودگی میں اپنی اہلیہ کے ساتھ لیٹنا جائز ہے۔ البتہ ذو شعور سویا ہوا ہو تو ان کی موجودگی میں ہمبستری نہیں کرنا چاہیے۔

**تشریح از شیخ زکریا** | جمع الوسائل میں طاعلی قارئی نے لکھا ہے کہ کسی محرم باشعور

کی موجودگی میں بغیر ہمبستری کرنے کے اپنی بیوی کے ساتھ سو جانا جائز ثابت ہوا۔ اگرچہ بعض روایات میں وارد ہے کہ حضرت میمونہؓ اس رات حائفہ بقیں۔ اور ابن عباسؓ صرف آپؐ کی رات کی عبادت کو دیکھنے آئے تھے۔ شاید وہ نہ سوتے ہوں۔ یا بہت تھوڑی نیند کی ہو۔ اور اجر کے اندر بھی بتلایا ہے کہ وسادہ سے بستر مراد ہے۔ لیکن میرے اور میرے مشائخ کے نزدیک راجح یہ ہے کہ اس سے تکیہ مراد ہے۔ کیونکہ ابو زرعہ کی روایت میں ہے کہ ابن عباسؓ نے اپنی خالہ سے کہا کہ مجھے بستر کی ضرورت نہیں ہے۔ اپنی چادر بچھا کر لیٹ جاؤں گا اور اپنا سر تمہارے تکیہ کے عرض میں رکھ لوں گا۔ تو اس سے ثابت ہوا کہ وسادہ سے بستر مراد لینا ضعیف ہے۔



## سُورَةُ النِّسَاءِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
 قَالَ بَنُ عَبَّاسٍ يَسْتَنْكِفُ قِيَامًا قِيَامًا مَكْرُومًا مَعَايِشُكُمْ  
 لَمْ تَنْ سَبِيلًا يَعْنِي الرَّجْمَ لِلثَّقِيبِ وَالْجَلْدَ لِلْبَكْرِ وَقَالَ غَيْرُهُ مَثْنَى  
 وَثَلَاثَ يَعْنِي ثِنْتَيْنِ وَثَلَاثًا وَأَرْبَعًا وَلَا تُجَاوِزُ الْعَرَبُ رُبَاعَ -

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر ہے۔ یستکف کے معنی غرور اور گمن کرنے کے ہیں۔ قواماً  
 یعنی تمہاری زندگی کو قائم رکھنے والا ہے۔ لم تن سبیل الا شادی شدہ کے لئے رجم ہے اور کنوارے  
 کے لئے کوڑے ہیں۔ ابن عباسؓ کے غیر کی تفسیر ہے۔ مثنیٰ دو دو۔ تین تین اور چار چار کے معنی  
 میں ہے۔ اہل عرب چار سے آگے نہیں بڑھتے۔

### بَابُ وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ

حدیث نمبر ۴۱۱۲ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَىٰ عَنْ عَلِيشَةَ أَنَّ  
 رَجُلًا كَانَتْ لَهُ يَتِيمَةٌ فَكَفَّهَا وَكَانَ لَهَا غَدَقٌ وَكَانَ يُعْمِلُهَا  
 عَلَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ لَهَا مِنْ نَفْسِهِ شَيْءٌ فَانْزَلَتْ فِيهِ وَإِنْ خِفْتُمْ  
 أَنْ لَا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ أَحْسِبُهُ قَالَ كَانَتْ شَرِيكَتُهُ فِي ذَلِكَ  
 الْغَدَقِ وَفِي مَالِهِ -

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آدمی کی پرورش میں ایک یتیم لڑکی تھی جس سے  
 اس نے نکاح کر لیا۔ اور اس یتیمہ کا کھجور کا باغ تھا۔ اس یتیمہ کو محض اس باغ کے خوف کی وجہ سے  
 روک رکھا تھا۔ اپنی طرف سے اس نے کوئی بہرہ وغیرہ نہیں دیا۔ تو آیت نازل ہوئی مگر تمہیں حدیث ہے۔

کہ یتامی کے بارے میں ان کی حق رسی میں انصاف نہیں کر سکو گے۔ تو ان کے علاوہ دوسری دودو تین تین۔ چار چار سے نکاح کر سکتے ہو۔ ان کا مہر دبا کر ان پر ظلم نہ کرو۔

**حدیث نمبر ۴۱۱۳** حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ عُرَّةَ ابْنَ الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ عَنْ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى وَإِنْ خِفْتُمْ أَنْ لَا تَقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَقَالَتْ يَا ابْنَ أَخْتِي هَذِهِ الْيَتِيمَةُ تَكُونُ فِي حَجَرٍ وَلِهَا تَشْرِكُهُ فِي مَالِهِ وَيُعْجِبُهُ مَالُهَا وَجَمَالُهَا فَيُرِيدُ وَلِهَا أَنْ يَتَزَوَّجَهَا بغيرِ أَنْ يُقْسِطَ فِي صَدَاقِهَا فَيُعْطِيَهَا مِثْلَ مَا يُعْطِيَهَا غَيْرُهُ فَهُمْ وَاعْنِ أَنْ يَنْكِحُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يُقْسِطُوا لَهُنَّ وَيَبْلُغُوا لَهُنَّ أَعْلَى سُنَّتِهِنَّ فِي الصَّدَاقِ فَأَمَرُوا أَنْ يَنْكِحُوا مَا طَابَ لَهُمْ مِنَ النِّسَاءِ سِوَاهُنَّ قَالَ عُرَّةٌ قَالَ عَائِشَةُ وَإِنَّ النَّاسَ اسْتَفْتَوْا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ هَذِهِ الْآيَةِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ قَالَتْ عَائِشَةُ وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى فِي آيَةٍ أُخْرَى وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ رَغْبَةً أَحَدِكُمْ عَنْ يَتِيمَةٍ حِينَ تَكُونُ قَلِيلًا مِنَ الْمَالِ وَالْجَمَالِ قَالَتْ فَهُمْ وَأَنْ يَنْكِحُوا عَنْ مَنْ رَغِبُوا فِي مَالِهِ وَجَمَالِهِ فِي يَتَامَى النِّسَاءِ إِلَّا بِالْقِسْطِ مِنْ أَجْلِ رَغْبَتِهِمْ عَنْهُنَّ إِذَا كُنَّ قَلِيلًا مِنَ الْمَالِ وَالْجَمَالِ۔

ترجمہ۔ حضرت عرۃ بن الزبیر نے اپنی خالہ حضرت عائشہؓ سے ان خفتم الا تقسطوا فی

الیتامی کے بارے میں پوچھا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ اے میرے بھانجے! یتیم لڑکی جو کسی اپنے وارث کی پرورش میں ہوتی تھی۔ اور وہ اس کے مال میں شریک ہوتی جس کو اس کا مال اور جس کو پسند ہوتا۔ وہ دلی اس سے نکاح اس طریقہ پر کرنا چاہتا کہ اس کے مہر میں انصاف نہ ہو کہ اس کو اس قدر مہر دے۔ جو اس کو دوسرا دیتا ہے۔ تو ان کو ایسی یتیم لڑکیوں کے نکاح کرنے سے روک دیا گیا البتہ اگر وہ ان سے انصاف کریں اور ان تک وہ مہر مثل ان کے طریقہ پر پہنچائیں۔ تو پھر نکاح کر سکتے ہیں۔ ورنہ ان کے علاوہ دوسری عورتوں سے نکاح کریں۔ ان کی حق تلفی نہ کریں۔ حضرت عرۃؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عائشہؓ نے یہ بھی فرمایا۔ کہ اس آیت کے نزول کے بعد لوگوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم



سے حکم دریافت کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ یہ لوگ عورتوں کے بارے میں آپ سے حکم طلب کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد دوسری آیت میں یہ ہے کہ تم ان کے نکاح کرنے سے بے رغبتی کرتے ہو۔ جیسا کہ وہ یتیمہ محرومے مال اور کم حسن والی ہو۔ تو حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جن یتیم بچیوں کے مال اور جمال میں رغبت رکھنے کی وجہ سے نکاح کرنا چاہتے ہوں۔ ان سے روک دیا گیا۔ مگر اگر قلیل المال والجمال سے انصاف کریں۔ تو پھر اجازت ہے۔

**تشریح از شیخ مدنی** [مثنیٰ و ثلاث در بارع۔ امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے۔ فعال کا وزن بارع سے زائد نہیں آتا۔ حالانکہ لغت میں بارع سے زائد بھی موجود ہے۔ اب گفتگو عدول میں ہے۔ کہ ثنتین ثنتین کی جگہ پر مثنیٰ لایا گیا ہے۔ اور ثلاث ثلاثہ ثلاثہ مکرر کا قائم مقام ہے۔ جہوہ علماء تو اسی پر چل کرتے ہیں۔ کہ تین تین چار چار عورتوں سے نکاح کی اجازت مقابلۃ الجمع بالجمع کے طور پر ہے۔ جس کا ہر ایک کو حق ہے۔ ایک آدمی کو چار سے زائد عورتوں سے نکاح میں رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ تو خوارج اور ملاحدہ اور روافض کا یہ کہنا کہ اٹھارہ کی اجازت ہے۔ غلط ہوگا۔ کیونکہ یہاں مقابلۃ الجمع بالجمع ہے جو تقسیم پر دال ہے۔ بعض اہل بدع ٹوٹک کی اجازت ثابت کرتے ہیں۔ اہلسنت والجماعہ نے تقسیم اور توزیع پر محمول کیا۔ مجموعہ کی اجازت نہیں۔

ان غفتم الا اس آیت کے بارے میں حضرت عائشہؓ کی روایات مختلف ہیں۔ بعض محقرہ اور بعض طویلہ۔ بسا اوقات محقرہ کو دیکھ کر طویلہ سے تعارض معلوم ہوتا ہے۔ حالانکہ ایسا درست نہیں ہے۔ عرب کی عادت تھی کہ چچا کی بیٹی اگر حسین مالدار ہو۔ تو اس سے نکاح کر لیتے۔ دلی ہونے کی وجہ سے مہر ادا نہ کرتے۔ اگر حسین نہ ہوتی یا مال نہ ہوتا۔ تو نہ کسی اور سے نکاح کر دیتا اور نہ ہی خود نکاح کرتا تھا۔ تاکہ مال میں کوئی دوسرا شریک نہ ہو۔ اگر نکاح کرتا تو اس کے حقوق ادا نہ کرتا۔ اور گزر گزران بھی اچھی طرح نہ کرتا تھا۔ اگر حسینہ جمیلہ ہے۔ نکاح تو کرتا ہے۔ مگر مہر محقر ادا دیتا ہے۔ یا معاشرت اچھی نہیں کرتا۔ تو حکم ہوا کہ اگر تم اس بد صورت اور قلیل المال کے حقوق ادا نہیں کر سکتے۔ تو کسی اور سے نکاح کر دو۔ اور خود اس کے پرسان حال بن جاؤ۔ اور خوب صورت لڑکی کے بارے میں یہ تھا کہ اگر کسی دوسرے کے پاس چلی گئی تو دوسرا ان کی خبر گیری نہیں کرے گا۔ میں اس سے نکاح کر کے اس کی خوب خبر گیری کروں گا۔ بہر حال یتامی کے بارے میں اصلاح احوال کا حکم ہوا کہ بہر صورت

ان کے حقوق کی ادائیگی کی جائے۔

استفتوا رسول اللہ ﷺ دوسری صورت یہ ہے کہ جب خود پورا مہر نہیں دے سکتے اور دوسرے کو دینے سے مال میں شریک ہونے کا خوف ہے۔ تو حکم نازل ہوا کہ اگرچہ تم ولی ہو، عورت خواہ قلیلۃ المال والجمال ہو یا کثیر المال والجمال۔ دونوں صورتوں میں اگر تم حقوق کی ادائیگی کر سکتے ہو۔ تو خود نکاح میں رکھو۔ ورنہ دوسرے سے نکاح کر دو۔ روکو نہیں۔

**بَابُ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ**  
وَبَدَارُ الْأَمْرِ مَبَادِرَهُ أَعْتَدْنَا أَعْدَدُنَا أَفْعَلْنَا مِنَ الْعِتَادِ

ترجمہ۔ بداراً مبادرۃ کا اسم مصدر ہے۔ جلدی کرنا۔ اعتدنا افعال کی ماضی ہے۔ عتاد سے مشتق ہے جس کے معنی گننے کے ہیں۔

حدیث نمبر ۴۱۱۴ حَدَّثَنِي اسْحَقُ بْنُ عَاقِبَةَ عَنْ تَوَالِيهِ تَعَالَى وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ أَلَمْ أَنْزِلَتْ فِي مَالِ الْيَتِيمِ إِذَا كَانَ فَقِيرًا إِنَّهُ يَأْكُلُ مِنْهُ مَكَانَ قِيَامِهِ عَلَيْهِ بِالْمَعْرُوفِ  
ترجمہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس قول کے بارے میں فرماتی ہیں کہ جو شخص مالدار ہو وہ تو یتیم کے مال کھانے سے بچتا ہے۔ اور جو محتاج ہو وہ دستور کے مطابق کھا سکتا ہے۔ فرماتی ہیں کہ یہ یتیم کے مال کے بارے میں نازل ہوئی۔ جب کہ کوئی محتاج ہو۔ تو جو کچھ وہ خدمت مال یتیم کے بارے میں انجام دیتا ہے۔ اس کے بدلہ دستور کے مطابق یتیم کے مال سے کھا سکتا ہے۔

**تشریح از شیخ مدنی** | اعتدنا بمعنی اعدنا مصنف بتلار ہے ہیں۔ اعتدنا میں تا اصل

ہے۔ یا تا دال سے بدلی ہوئی ہے۔ اصل میں اعدنا تھا۔ اس آیت کریمہ سے مال یتامی کا حکم بیان ہوا۔ کہ یتیم جب بالغ ہو جائے تو اس کا مال اس کو واپس کر دیا جائے۔ دوران حفاظت اگر نگران فقیر ہو۔ تو اسراف نہ کرے۔ مشہور طریقہ سے اپنی ضروریات پوری کر سکتا ہے۔

مکان قیامہ علیہ اسی مقدار قیامہ۔ یعنی جتنی اس نے خدمت کی ہے۔ اس کے مطابق

مال لے اس سے زیادہ نہ لے۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | قواکم من معایشکم ۶۶ یہ اس قواما کی تفسیر ہے جو سورۃ فرقان میں وارد ہے۔ جس کے معنی اقتصادی میانہ روی کے ہیں۔ کہ جس سے گذر بسر اچھی ہو سکے۔ اس مقام پر مصنف نے قیام کی تفسیر نہیں بیان کی۔ بلکہ قواما کی تفسیر کی ہے۔ اشارہ ہے کہ دونوں کے معنی ایک ہیں۔

**تشریح از شیخ زکریا** | سورۃ فرقان میں ہے۔ دکان بین ذلک قواما۔ جلالین میں اس کے معنی وسط کے بیان کئے گئے ہیں۔ قلب گنگوہی نے جو معنی بیان کئے ہیں۔ کلام اس کا بھی محتمل ہے لیکن اکثر شراح فرماتے ہیں کہ اس کا تعلق آیت نسا سے ہے کہ ابن عباسؓ نے قیام کی تفسیر قوام سے کی ہے۔ مشہور قرآن قیام ہے۔ اور ایک قرأت میں بکسر القاف اور واؤ کے ساتھ قوام بھی وارد ہے جو ابن عمرؓ کی قرأت ہے۔ چنانچہ امام راغبؒ فرماتے ہیں۔ اقیام والقوام اسم لما یقوم بہ الشیء یقوم بمعنی بیعت کے ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اموال سے تمہاری زندگی کی ضروریات وابستہ ہیں۔ بے وقوف لوگوں یعنی عورتوں اور بچوں کو مال دے کہ ضائع نہ کرو۔ ورنہ معیشت تنگ ہو جائے گی۔

## بَابُ قَوْلِهِ وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينُ

حدیث نمبر ۴۱۱۵ | حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَمِيدٍ الْهَمْدِيُّ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينُ قَالَ هِيَ مُحْكَمَةٌ وَلَيْسَتْ بِمَنْسُوخَةٍ تَابِعَهُ سَعِيدٌ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اذا حضر القسمة والی آیت محکمہ ہے منسوخ نہیں ہے۔

**تشریح از شیخ مدنی** | اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر تقسیم وراثت کے وقت اولو القربی حاضر ہوں تو ان کو بھی میراث میں سے دیا جائے۔ حالانکہ جب آیت میراث سے درملکے حصص مقرر کر دیئے گئے۔ کہ جو کچھ مال ہے وہ وراثت میں تقسیم کیا جائے تو پھر اولی القربی وغیرہم کو کیا دیا جائے گا۔ جب کہ کچھ بچا ہی نہیں۔ اس لئے جمہور علماء فرماتے ہیں کہ یہ حکم اتار دی القربی کا حکم آیت میراث نازل ہونے سے پہلے تھا۔ بعد میں منسوخ ہو گیا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت محکمہ ہے منسوخہ نہیں۔ بطور مروت کے وراثت سے کہا گیا۔ کہ میراث تقسیم کرتے وقت تم اپنی طرف سے کچھ نہ کچھ ان کو دے دو۔

اور قولوا لھم قولاً معروفاً بھی اس پر دال ہے۔ چنانچہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ آیت منسوخ نہیں البتہ لوگوں نے اس پر عمل کرنا ترک کر دیا۔ کیونکہ وراثہ دو قسم کے ہیں۔ ایک تو وہ جو در ثار میراث کے مستحق ہیں۔ دوسرے اولوالارحام اور مساکین ہیں۔ جو میراث سے محروم ہیں۔ لیکن تقسیم کے وقت آگئے۔ تو اگر یہ حکم ایجابی ہے اور اگر استجابی ہے تو منسوخ نہیں ہے۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | وہی حکمہ ص ۶۵۸ | اگر امر استجابی ہے تو پھر منسوخ نہیں آیت حکمہ ہے ایجابی ہے تو منسوخ ہے۔

## بَابُ قَوْلِهِ يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ

حدیث نمبر ۴۱۱۶ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوسَى عَنْ جَابِرٍ قَالَ عَادَ فِي النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ فِي بَنِي سَلَمَةَ مَا شِئْنَا فَوَجَدَ فِي النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا أَفْعَلَ فَدَعَا بِنَاءً فَتَوَضَّأَ مِنْهُ ثُمَّ رَمَى عَلَيَّ فَأَقْبَتُ فَقُلْتُ مَا تَأْمُرُنِي أَنْ أَصْنَعَ فِي مَا لِي يَا رَسُولَ اللَّهِ فَنَزَلَتْ يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں۔ کہ قبیلہ بنی سلمہ میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ پیدل چل کر میری بیماری پر سی کے لئے تشریف لائے۔ میرا حال یہ تھا۔ کہ مجھے آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بے ہوش یا یہ کہ میں کچھ نہیں سمجھتا تھا۔ پس آپ نے پانی منگایا جس سے آپ نے وضو کر کے مجھ پر پھینکے مارے تو بے ہوشی سے مجھے آرام آگیا۔ میں نے عرض کی کہ آپ یا رسول اللہ میرے مال کے بارے میں کیا حکم دیتے ہیں کہ میں اس میں کیسے کروں۔ تو آیت یوصیکم اللہ انزل ہوئی۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | یوصیکم اللہ ص ۶۵۸ | اس سے مراد آیت میراث ہے۔ تاکہ وہ آیت کالہ کو بھی شامل ہو جائے۔ جو آخرہ نسا میں ہے۔ کیونکہ کالہ کا مسئلہ بھی حضرت جابرؓ کے متعلق ہے۔

**تشریح از شیخ زکریا** | اس تقریر سے شیخ گنگوہی نے حدیث پر اشکال کا دفیہہ کیا ہے۔ کہ حضرت جابرؓ کے بارے میں تو سورۃ نسا کی آخری آیت کالہ ہے۔ جن کے اصول و فروع نہیں تھے۔

جواب یہ ہے کہ اس جگہ آیت میراث مراد ہے۔ اور کلامہ دالمی آیت کے حضرت جابرؓ کے بارے میں نازل ہونا کوئی معارض نہیں، نزول کے کئی اسباب ہو سکتے ہیں۔ لیکن یہ جواب اس لئے صحیح نہیں کہ کلامہ کے معنی میں بڑا اختلاف ہے۔ بعض نے کہا مال موروث ہے۔ بعض نے کہا۔ میت کا نام ہے۔ بعض نے کہا۔ نو وارث کا نام ہے۔ تو استدلال صحیح نہ ہوا کیونکہ یستفتونک آخر الامر میں نازل ہوئی اور آیت میراث بہت مدت پہلے سعد بن ربیع کے ورثہ کے بارے میں نازل ہو چکی ہے۔ جو غزوہ اُحد میں شہید ہو چکے تھے۔ جنہوں نے اپنے پیچھے دو بیٹیاں ان کی والدہ اور ایک بھائی پیچھے چھوڑا تھا۔ جس کا سارا مال بھائی نے لے لیا تھا۔ اس پر آیت میراث نازل ہوئی۔ لیکن اس میں بھی کوئی منافات نہیں ہو سکتا ہے۔ دونوں کے بارے میں نازل ہوئی ہو۔

## بَابُ قَوْلِهِ وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ

حدیث نمبر ۴۱۱۱ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ الْعَيْنِيُّ قَالَ كَانَ الْعَمَلُ لِلْوَلَدِ وَكَانَتِ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ فَنَسَخَ اللَّهُ مِنْ ذَلِكَ مَا أَحَبَّ فَجَعَلَ لِلذَّكَرِ مِثْلَ حَظِّ الْأُنثِيَيْنِ وَجَعَلَ لِلْأَبَوَيْنِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا الشُّدُسُ وَالثُلُثُ وَجَعَلَ لِلْمَرْأَةِ الشُّعْنَ وَالرُّبْعَ وَلِلزَّوْجِ الشُّطْرُ وَالرُّبْعُ

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں مال صرف لڑکے کے لئے اور وصیت ماں باپ کے لئے ہوتی تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس میں سے جس کو چاہا منسوخ کر دیا۔ چنانچہ نہ کا حقہ دو عورتوں کے حقہ کے برابر رکھا۔ ماں باپ میں سے ہر ایک کے لئے چٹھا حقہ۔ جب کہ اولاد ہو۔ اگر نہ ہو تو تیسرا حقہ ہے۔ اور بیوی کے لئے آٹھواں حقہ ہے۔ جب کہ اولاد ہو۔ اگر میت کی اولاد نہ ہو تو بیوی کو چوتھا حقہ ملے گا۔ اور خاندن کو اولاد کی عدم موجودگی میں آدمی جائیداد اور اولاد کی موجودگی میں چوتھا حقہ ملے گا۔

تشریح از شیخ مدنی | ابتداء اسلام بلکہ زمانہ جاہلیت میں یہ طریقہ تھا کہ میت کی ساری جائیداد اولاد کو ملتی تھی۔ والدین کے لئے وصیت کر جاتا تو وہ مستحق ہوتے تھے ورنہ نہیں۔

عورتوں کو تو بالکل نہیں دیتے تھے۔ ان کا خیال تھا جو جنگ میں امداد نہیں کر سکتے۔ وہ میراث کے حقدار نہیں ہو سکتے۔ حالانکہ یہ وراثت تو قرابت کی بنا پر ہے۔ آج کل بھی لوگوں پر یہی غلط سوار ہے۔ کہ عورتیں محروم الارث ہوں۔ شریعت نے اس کی تحدید کر دی۔

**بَابُ قَوْلِهِ لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ عَكَرَهَا**  
وَيَذْكُرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ لَا تَعْضُلُوهُنَّ لَا تَقْهَرُوهُنَّ حُوبًا إِثْمًا،  
تَعُولُوا، تَعْمِلُوا، نَحْلَةُ النِّحْلَةِ الْمَهْرُ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے ذکر کیا جاتا ہے کہ لا تعضلوھن کے معنی ان پر قہر و ظلم نہ کرو۔ روکو نہیں۔ حوب کے معنی گناہ کے۔ تعولوا کے معنی جھکاؤ۔ نحلہ غوشدلی سے مہر ادا کر دو۔

حدیث نمبر ۴۱۱۸ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ الْأَعْمِيُّ قَالَ قَالَ الشَّيْبَانِيُّ وَذَكَرَهُ أَبُو الْحَسَنِ السَّوَّائِيُّ وَلَا أَظُنُّهُ ذَكَرَهُ إِلَّا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ عَكَرَهَا وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا كَتَبَتْهُنَّ قَالَ كَأَنَّهُ إِذَا مَاتَ الرَّجُلُ كَانَ أَوْلِيَاءُ أَخَقُّ بِأَمْرٍ أَيْ شَاءَ بَعْضُهُمْ تَزَوَّجَهَا وَإِنْ شَاءَ وَالْمَرْيُورُ جُوهَا فَمِنْ أَحَقِّ بِهَا مِنْ أَهْلِهَا فَتَزَلَّتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِي ذَلِكَ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ اہل عرب کا یہ حال تھا۔ جب ان کا کوئی آدمی مر جاتا تو اس کے وارث اس کی بیوی کے زیادہ حقدار ہوتے۔ اگر ان میں سے کوئی چاہتا تو اس سے نکاح کر لیتا۔ چاہتے تو کسی اور سے اس کا نکاح کر دیتے۔ اگر چاہتے تو سرے سے اس کی شادی نہ کرتے۔ گویا کہ وہ اس کے خاندان والوں کی بنسبت عورت کے زیادہ حقدار تھے۔ جن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ترجمہ۔ اے ایمان والو! تمہارے لئے عورتوں کا زبردستی وارث بننا حلال نہیں۔ اور ان پر قہر نہ کرو۔ تاکہ تم ان سے کچھ مہر کا حصہ وصول کرو جو تم نے اس کو دیا ہے۔

تشریح از شیخ مدنی | عرب کی عادت یہ تھی۔ کہ جب کوئی آدمی مر جاتا تو اس کی

بیوہ کا وارث بھی میت کا وارث ہوتا تھا۔ پھر چاہے اپنے نکاح میں رکھے۔ چاہے کسی دوسرے سے نکاح لگے۔ حق مہر خود وصول کر لے۔ چاہے نکاح ہی نہ کرے۔ تو شریعت نے اس جبر کو اٹھا دیا کہ اگر وہ بیوہ میت کے بھائی سے بطیب خاطر نکاح کرنا چاہے۔ تو اسے کرنے دو۔ ورنہ مجبور نہ کر دو۔ اور جو حق مہر اس کو دیا گیا ہے اس کا کچھ حصہ بھی واپس نہ لو۔ خلعہ کے معنی عطیہ کے ہیں۔ مہر بھی بطور عطیہ کے دیا جاتا ہے۔ کسی عضو کا عوض نہیں ہوتا۔ ان شاء اللہ سبحانہ اسی علی صبرا تھا اور بدر بختا در دجواھا واخذوا صبرا تھا۔

**بَابُ قَوْلِهِ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ**  
**مَوَالِيَ أَوْلِيَاءَ وَرَثَةٍ عَاقَدَتْ هُوَ مَوْلَى الْيَمِينِ وَهُوَ الْحَلِيفُ وَالْمَوْلَى**  
**أَيْضًا ابْنُ الْعَمِّ وَالْمَوْلَى الْمُنْعَبُ الْمُعْتَقُ وَالْمَوْلَى**  
**الْمَلِيكَ وَالْمَوْلَى مَوْلَى فِي الدِّينِ۔**

ترجمہ۔ ہر ایک کے لئے ہم نے وارث بنائے ہیں۔ اس مال کے جو ان کے والدین یا قریبی رشتہ دار چھوڑ کر جاتیں۔ موالی اولیا بمعنی وارث کے ہے۔ ایک موالی معاہدہ کا ہوتا ہے۔ جس کو موالی الیمین اور حلیف کہتے ہیں۔ چچا زاد بھائی کو بھی موالی کہا جاتا ہے۔ موالی انعام کرنے والا۔ آزاد کرنے والا آزاد کیا ہوا۔ اور موالی بادشاہ کو بھی کہتے ہیں۔ اور موالی دین کے ساتھی کو کہتے ہیں۔

حدیث نمبر ۴۱۱۹ حَدَّثَنَا ابْنُ مُحَمَّدٍ ابْنُ عَيْنٍ ابْنُ عَبَّاسٍ  
**وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ قَالَ وَرَثَةً وَالَّذِينَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ كَانُوا**  
**الْمُهَاجِرُونَ لِمَا قَدِمُوا الْمَدِينَةَ يَرِثُ الْمُهَاجِرُ الْأَنْصَارَ مِثْرَ**  
**دُونِ ذَوِي رَحِمِهِ لِلْأَخْوَةِ الَّتِي أَخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمْ**  
**فَلَمَّا نَزَلَتْ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ لُصِخَتْ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِينَ عَاقَدَتْ**  
**أَيْمَانُكُمْ مِنَ النَّصْرِ وَالرِّفَادَةِ وَالنَّصِيحَةِ وَقَدْ ذَهَبَ الْوِثَرَاتُ**  
**وَيُوصِي لَهُ سَمِيعُ أَبَوَيْ سَامَةَ إِدْرِيسَ وَسَمِيعُ إِدْرِيسَ طَلْحَةَ۔**

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ولکل جعلنا موالی میں موالی بمعنی ورثہ کے ہے۔ اور وہ لوگ جن کے ساتھ تمہاری قسمیں بندھ چکی ہیں۔ جب مہاجرین حضرات مدینہ میں آئے۔ تو

مہاجر انصاری کا وارث ہوتا اس کا قریبی رشتہ نہیں ہوتا تھا۔ اس بھائی چارہ کی وجہ سے جو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے درمیان قائم کیا تھا۔ جب آیت وَلِكُلِّ جَعَلْنَا الْاَزْلَ ہوتی تو وہ وراثت منسوخ ہو گئی۔ اب مولیٰ الیمین وہ ہیں۔ جو مدد اور نصرت اور ایک دوسرے کی غیر خواہی کریں۔ میراث ختم ہو گئی۔ اب اس کے لئے وصیت کی جاتی ہے۔ موالی جمع مولیٰ کے جس کے متعدد معانی آتے ہیں۔ مولیٰ بمعنی وارث جن سے عقد ایمان ہوا۔ اس حلیف کو بھی مولیٰ کہا جاتا ہے۔ چچا زاد بھائی۔ آزاد کرنے والا آزاد ہونے والا اور بادشاہ کو بھی اور جس سے دینی دوستی ہو اس کو بھی مولیٰ کہتے ہیں۔ تو رافضیوں کا من کنت مولاه فعلی مولاه میں ایک معنی کو متعین کر کے حضرت علیؓ کو اس حق بالخلافہ ثابت کرنا غلط ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے مولیٰ کی تفسیر وارثوں سے کی ہے۔

لکل جعلنا موالی سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہر شخص کے جو ورثا موجود ہوں۔ وہ سب وارث ہوں گے۔ حالانکہ حلفاء کو اس میراث میں سے کچھ حصہ نہیں ملتا۔

والذین عاقبت ایمانکم اس کے خلاف ہے۔ کیونکہ جب ورثا مال لے گئے۔ تو مولیٰ الموالات کو کیا ملے گا۔ تو بعض لوگوں نے کہا۔ کہ الذین عاقبت ایمانکم پہلی آیت وَلِكُلِّ جَعَلْنَا موالی سے منسوخ ہے۔ البتہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ مال تو ان کو ملے گا نہیں۔ ہاں نصیحت۔ غیر خواہی۔ نصرت اور معاونت کے اعتبار سے یہ آیت منسوخ نہیں۔ تو سوائے میراث کے باقی امور میں اپنے معنی پر ہے۔ لیکن اگر حلیف کے لئے وصیت کر گیا ہے تو ثلث مال میں سے اس کو دیا جائے گا۔

**تشریح از شیخ گنگوہیؒ** | اولیاء ورثہ ۶۵۸ مولیٰ کے کئی معانی ہیں۔ ان میں سے وارث بھی ہے۔ اور مولیٰ الیمین بھی ہے۔

**تشریح از شیخ زکریاؒ** | امام بخاریؒ نے چند معانی ذکر کئے ہیں۔ اہل لغت نے اور معانی بھی بتائے ہیں۔ محبت پڑوسی مددگار شمسہ تابع متوتی۔ مساوی۔ عبد۔ ابن الاخ۔ شریک ندیم اور محکم القرآن بھی حدیث میں آیا ہے۔ کہ جس نے کسی کو کتاب اللہ کی ایک آیت سکھلا دی وہ مولیٰ ہے۔



بَابُ قَوْلِهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ يَعْنِي زَنَةَ ذَرَّةٍ -

حديث نمبر ۴۱۲۱ حَدَّثَنَا شَيْخُ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ  
الْخُدْرِيِّ أَنَّهُ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْوَايَا رَسُولُ  
اللَّهِ هَلْ نَرَى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ  
هَلْ تَضَارُّونَ فِي رُؤْيَا الشَّمْسِ بِالظُّلُمَةِ ضَوْءُ لَيْسَ فِيهَا سَحَابٌ  
قَالُوا لَا قَالَ وَهَلْ تَضَارُّونَ فِي رُؤْيَا الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ ضَوْءُ لَيْسَ  
فِيهَا سَحَابٌ قَالُوا لَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَضَارُّونَ  
فِي رُؤْيَا اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا كَمَا تَضَارُّونَ فِي رُؤْيَا أَحَدِهِمَا  
إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ أَذَّنُ مُؤَذِّنٌ يَتَّبِعُ كُلَّ أُمَّةٍ مَا كَانَتْ تَعْبُدُ  
فَلَا يَبْقَى مَنْ كَانَ يَعْبُدُ غَيْرَ اللَّهِ مِنْ الْأَصْنَامِ وَالْأَنْصَابِ إِلَّا تَسَاقَطُوا  
فِي النَّارِ حَتَّى إِذَا الْمَرْبُوبُ إِلَّا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللَّهَ بَرًّا أَوْ فَاجِرًا وَغُيَّرَاتُ  
أَهْلِ الْكِتَابِ فَيُدْعَى الْيَهُودُ فَيُقَالُ لَهُمْ مَنْ كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ قَالُوا كُنَّا  
تَعْبُدُ عَزِيرَ بْنِ اللَّهِ فَيُقَالُ لَهُمْ كَذِبُكُمْ مَا اتَّخَذَ اللَّهُ مِنْ صَاحِبَةٍ  
وَلَا وَلَدٍ فَمَاذَا اتَّبَعْتُمْ فَقَالُوا عَطِشْنَا رَبَّنَا فَاسْقِنَا فَيُسَارُّوْنَ لَا تَرُدُّونَ  
فَيُحْشَرُونَ إِلَى النَّارِ كَمَا تَهَاسَرَابٌ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بِبَعْضٍ فَيَتَسَاقَطُونَ  
فِي النَّارِ ثُمَّ يُدْعَى النَّصَارَى فَيُقَالُ لَهُمْ مَنْ كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ قَالُوا كُنَّا  
تَعْبُدُ الْمَسِيحَ ابْنَ اللَّهِ فَيُقَالُ لَهُمْ كَذِبُكُمْ مَا اتَّخَذَ اللَّهُ مِنْ صَاحِبَةٍ  
وَلَا وَلَدٍ فَيُقَالُ لَهُمْ فَمَاذَا اتَّبَعْتُمْ كَذَلِكَ مِثْلُ الْأَوَّلِ حَتَّى إِذَا لَمْ  
يَبْقَ إِلَّا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللَّهَ مِنْ بَرٍّ أَوْ فَاجِرٍ تَاهَرَّتْ الْعَالَمِينَ  
فِي أَدْنَى صُورَةٍ مِنَ الْخَيْرِ رَأَوْهُ فِيهَا فَيُقَالُ مَاذَا أَنْتُمْ تَنْتَظِرُونَ تَتَّبِعُ كُلُّ  
أُمَّةٍ مَا كَانَتْ تَعْبُدُ قَالُوا خَارَقْنَا النَّاسَ فِي الدُّنْيَا عَلَى أَفْقَرِ  
مَا كُنَّا إِلَيْهِمْ وَلَمْ نُصَاحِبْهُمْ وَهُمْ نَنْتَظِرُ رَبَّنَا الَّذِي كُنَّا تَعْبُدُ

فَيَقُولُ اَنَارَ بُكْمٍ فَيَقُولُونَ لَا شُرَكَ بِاللّٰهِ شَيْءٌ اَمَرْتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا۔  
ترجمہ۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ کچھ لوگ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کہتے تھے۔ یا رسول اللہ! کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھ سکیں گے تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا دوپہر کے وقت اس روشنی میں جس میں کوئی بادل نہ ہو۔ تمہیں سورج کے دیکھنے میں کوئی تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ انہوں نے جواب دیا نہیں تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس طرح قیامت کے دن تمہیں اللہ تعالیٰ کے دیکھنے میں کوئی تکلیف نہیں۔ مگر جیسے سورج اور چاند میں سے کسی ایک کے دیکھنے میں جب قیامت کا دن ہوگا۔ تو ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا۔ کہ ہر امت جس جس کی عبادت کرتی تھی اس کے پیچھے جائے۔ پس جو لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں اور مورتیوں کی پوجا کرتے تھے۔ وہ ان سب کے ہمراہ جہنم میں جا کر گمراہ گئے۔ یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ کے عبادت گزاروں کے علاوہ کوئی باقی نہیں رہے گا۔ خواہ وہ نیکو کار ہو یا بدکار یا یہ اہل کتاب کے بقایا ہوں۔ تو یہود کو بلوایا جائے گا۔ تو ان سے پوچھا جائے گا تم کس کی عبادت کرتے تھے۔ وہ کہیں گے کہ ہم تو عزیرؑ اللہ کے بیٹے کی عبادت کرتے تھے۔ تو ان سے کہا جائے گا کہ تم نے جھوٹ کہا۔ اللہ تعالیٰ کی نہ تو کوئی بیوی ہے اور نہ ہی اس کا بیٹا ہے۔ پس بتاؤ اب تمہیں کیا چاہیے۔ کہیں گے۔ اے ہمارے رب ہم تو پیاسے ہیں۔ ہمیں پانی پلایا جائے۔ تو اشارہ کیا جائے گا۔ کہ پانی پینے کے لئے کیوں نہیں اترتے۔ تو ان کو جہنم کی طرف اکٹھا کیا جائے گا۔ گویا کہ وہ ریتا ہے جو دور سے پانی معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کا ایک حصہ دوسرے کو توڑ رہا ہوگا۔ پس وہ سب جہنم میں زبردستی گمراہ پڑیں گے۔ پھر نصاریٰ کو بلوایا جائے گا۔ ان سے بھی پوچھا جائے گا۔ تم کس کی عبادت کرتے رہے۔ کہیں گے ہم تو اللہ کے بیٹے مسیحؑ کی عبادت کرتے رہے۔ تو ان سے کہا جائے گا تم نے جھوٹ کہا۔ اللہ تعالیٰ کی نہ تو کوئی بیوی ہے اور نہ ہی کوئی بیٹا ہے۔ پھر ان سے پوچھا جائے گا تم کیا چاہتے ہو۔ پس وہ اسی طرح پہلوں کی طرح جواب دیں گے۔ اور ان کے ساتھ وہی سلوک ہوگا۔ کہ وہ جہنم میں ایک دوسرے کے بعد گمراہ رہیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ کے عبادت گزار باقی بچ جائیں گے۔ جن میں نیکو کار اور بدکار سب ہوں گے۔ تو رب العالمین ان کے پاس ایسی قریبی

شکل میں آئیں گے۔ جس کے اندر انہوں نے رب کو دیکھا تھا۔ تو ان سے کہا جائے گا۔ کہ تم کس کا انتظار کرتے ہو۔ ہر امت تو اپنے معبود کے ساتھ چلی گئی۔ تو وہ کہیں گے۔ کہ سخت احتیاجی کے حالات میں بھی دنیا میں ہم ان لوگوں سے الگ تھلگ رہے۔ ہم نے ان کا ساتھ نہیں دیا۔ اب ہم اپنے اس رب کا انتظار کر رہے ہیں۔ جس کی ہم عبادت کرتے تھے۔ تو فرمائیے گے۔ میں تمہارا رب ہوں۔ تو کہیں گے ہم تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہیں مانتے۔ دو مرتبہ یاتین مرتبہ کہیں گے۔

**تشریح از شیخ مدنی** | اب دریافت طلب امر یہ ہے۔ کہ ان لوگوں کو اپنے رب

میں شبہ کس بنا پر تھا۔ آیا اس وجہ سے کہ باری تعالیٰ مکان اور جہت سے منزہ ہیں۔ آنکھ کا نور ان چیزوں کو دیکھتا ہے۔ جو نہ تو بہت قریب ہوں اور نہ ہی بہت بعید ہوں۔ اور مکان سے بھی محدود ہو۔ تو باری تعالیٰ کی رویت میں انہیں شبہ تھا۔ کیونکہ قریب بعید کے لئے حجاب ہوتا ہے۔ قائم قاعد کے لئے حجاب ہوتا ہے۔ تو جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو شبہ تیسری وجہ کی بنا پر تھا۔ کہ امم سابقہ کے لوگ بڑی بڑی قامت والے تھے۔ ہم چھوٹے قد والے ہیں۔ بڑے قد والے حاجب بن جاتیں گے۔ تو ہم باری تعالیٰ کو کیسے دیکھ سکیں گے۔ وہ شبہات نہیں جو معتزلہ کو پیش آتے ہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب سے اس کی وضاحت ہوتی ہے۔ ضرور اور سحاب کے معنی صحو کے ہیں۔ اور صحو صفائی کو کہتے ہیں۔ کہ آسمان بالکل صاف و شفاف ہو۔ اور آفتاب میں شانِ جلدی ہے۔ اور بدر میں شانِ حجابی ہے۔ جو آنکھ اس کو دیکھتی ہے وہ اسے ٹھنڈک پہنچاتا ہے۔ چنانچہ اطباء کہتے ہیں کہ چودھویں کے چاند کی طرف ٹکلی باندھ کر دیکھنا بصارت کو بڑھاتا ہے۔ یہاں تک ماہتاب اور آفتاب کی دو حالتیں ذکر کی گئی ہیں۔ بدر کسی ایک قوی اور دوسری کمزور حالت ہے۔ سورج کی دو پہر کے وقت حالت قویہ ہے۔ کہ سورج اس وقت شبابِ حرارت پر ہوتا ہے۔ فلا یبقی من کان یعبد غیر اللہ الخ یہ روایت مخفوقہ ہے۔ روایت طریہ میں ہے۔ کہ ہر ایک معبود باطل کی صورت سامنے آجائے گی۔ تو دونوں عابد اور معبود جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ سوائے اللہ تعالیٰ کے عباد کے اور یہ ظلم نہیں اس لئے کہ ایک ظلم بمعنی اعم ہے۔ کہ تصرف فی ملک الغیر ہو۔ تمام دنیا اور آخرت اللہ تعالیٰ

کا ملک ہے۔ لله ملک السموات والارض یخفر من یشاء دیعذب من یشاء یہ ظلم تو اللہ تعالیٰ کے لئے محال ہے۔ البتہ وضع الیشی فی محلہ اس کو عدل کہتے ہیں۔ اہلسنت والجماعت کا اتفاق ہے۔ کہ عدل باری تعالیٰ پر واجب نہیں۔ اگر ظلم اللہ تعالیٰ سے ہو جائے تو کوئی محال نہیں بلکہ جائز ہے۔ کہ کسی حکمت کی بنا پر ہو۔ جس سے مقصد عابد کو بتلانا ہو۔ کہ تیرا معبود اتنا عاجز نہیں کہ جہاں بھیجے چلے۔ اور جو کچھ اس سے کہنا چلے۔ وہ سب اس کے اختیار میں ہے۔ تو یہ عدل کے خلاف نہ ہوگا۔

کنا لعبد عزیر بن اللہ۔ انکم وما تعبدون من دون اللہ مہصب مجہنم کے مطابق چاہیے تھا۔ کہ عزیر اور مسیح بھی اپنے عابدین کے ہمراہ جہنم میں جاتے۔ لیکن ارشاد ربانی ہے۔ الذین سبقت لهم منا الحسنى اولئک عنہا معبدون تو ان حضرات کو جہنم سے دور رکھا جائے گا۔ کیونکہ وہ مہاکام صدق نہیں ہیں۔ آج عراق میں ایک ایسی قوم ہے۔ جو ابلیس کو خدا مانتی ہے۔ بلکہ عراق کے ہر گاؤں کا الگ مذہب ہے۔ غرضیکہ انسانوں میں سے جو غیر اللہ معبود ہیں۔ اگر وہ کافر ہیں۔ تو عابدین کے ساتھ وہ بھی جہنم میں جائیں گے۔ اگر موحد ہیں تو پھر الذین سبقت لهم منا الحسنى کے مطابق وہ جہنم سے دور رکھے جائیں گے۔

فی ادنی صورۃ ای اقرب صورۃ یا ادنی دون سے ماخوذ ہے کہ سابقہ صورت کے مغایر صورت میں آئیں گے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ انہوں نے باری تعالیٰ کو کسی صورت میں دیکھا ہوگا اس وقت ظہور سابقہ صورت میں نہیں بلکہ اس کے اقرب پر ظہور ہوگا۔ یا مغایر ہوگی۔ یہ دوسرے معنی دوسری روایت کے مطابق ہیں۔ جس میں غیر صورت کے الفاظ ہیں۔ لیکن عرب کے لوگ صورت جسم اس کو کہتے ہیں جو ہیئت سطح اور جسم کے احاطہ سے پیدا ہوتی ہے۔ باری تعالیٰ اس مادیت سے منزہ ہیں۔ تو اس اشکال کا جواب یہ ہے۔ کہ صورت اس معنی میں منحصر نہیں۔ بلکہ صفت کے معنی بھی آتے ہیں۔ جیسے کہتے ہیں۔ صورت مسئلہ یہ ہے۔ یعنی صفت المسئلہ کذا ہے۔ اور کبھی حقیقی معنی پر بھی اطلاق ہوتا ہے یہاں صورت بمعنی صفت کہ ہے۔ اور روایت سے روایت قلبیہ مراد ہے۔

فی صفتہ اعتقموہا ای علقموہا محدثین کی ایک جماعت کا کہنا ہے۔ کہ دراصل باری تعالیٰ ظاہر نہیں ہوں گے۔ بلکہ امتحاناً باری تعالیٰ کسی فرشتہ کو ظاہر کریں گے۔

اتاہم رہنا میں اتیان بمعنی ظہور کے ہے۔ اتیان کی نسبت باری تعالیٰ کی طرف نقل مکانی

کے لئے نہیں۔ کیونکہ باری تعالیٰ مکائمت سے منزہ ہیں۔ چونکہ یہ فرشتہ دعویٰ کرنے کے اعتبار سے اب سمجھا جا رہا ہے۔ اس لئے انا لہم ربنا بمعنی ظہور ربنا کے معنی ہوں گے۔ تو بامر اللہ کسی خلق کا ظہور ہوا۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ خود باری تعالیٰ متصف بصفۃ آخری ہو کر ظاہر ہوں گے۔ تو اب مجازی معنی نہ لینے پڑیں گے۔

تیسری توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے۔ کہ صورت کے معنی صفت کے اور رویت کے معنی تصرف کے لئے جائیں۔ کیونکہ ہر ایک سے باری تعالیٰ کی مخاطبت ہو چکی ہے۔ الست ہر یکم فرمایا گیا۔ تو قیامت کے دن باری تعالیٰ اس کو چادر دلائیں گے۔ کہ ایک مرتبہ باری تعالیٰ سے مکالمہ ہو چکا ہے۔ ممکن ہے اس وقت رویت باری تعالیٰ بھی ہوتی ہو۔ جسے دنیا میں آکر ہم نے بھلا دیا۔ قیامت میں جمیع ملاقہ مت و آخرت یاد آجائیں گی۔ اس طرح صورت باری تعالیٰ ابھی یاد آجائے گی۔ جو یوم الست میں دیکھی تھی۔ اب جب یاد آ جانے کے بعد ظہور ہو گا۔ تو وہ اس صورت کے مغایر صورت میں ظہور ہو گا۔ تیسری توجیہ اہل تصوف کہتے ہیں۔ کہ باری تعالیٰ کی صورت کا ظہور اس طرح پر نہ ہو گا۔ جو کہ دنیا میں تنزیہات کو مقتضی ہے۔ بلکہ تجلیات کی صورت میں ہو گا۔ یعنی لیس مکشائے شئی کے مطابق ہو گا جس کا ادراک ہمارے شاعر نہیں کر سکتے۔ اور محققین حضرات نے فرمایا۔ کہ باری تعالیٰ درحقیقت ان سب امور سے منزہ ہیں۔ البتہ لوگوں کی مخاطبت کے لئے نور و نار کی شکل میں ظہور ہو گا۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام کے لئے نار میں تجلی ہوئی۔ تو اگر نور و نار کی شکل مادی ہو۔ تو اس سے باری تعالیٰ کا مادی ہونا لازم نہیں آتا۔ کیونکہ یہ تجلی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر پڑی تھی۔ ختم موسیٰ صدقاً اور اللہ نور السموات و الارض فرمایا گیا ہے۔ حالانکہ نور باری تعالیٰ سے نہایت کم درجہ کی چیز ہے۔

الغرض ہمارے سمجھانے کے لئے ان تجلیات میں اور کیفیات میں ظہور ہوا۔ تو اب صورت اپنے حقیقی معنی پر ہو گی۔ اور ایک توجیہ یہ بھی کی جاتی ہے۔ کہ عام زمر میں یہ خطاب ہوا۔ جس میں سب بنی آدم بصورت زر ظاہر ہوئے۔ اور باری کو دیکھا۔ اور زمر کے معنی چھوٹی چھوٹی چیزوں کے ہیں۔ تو وہ ذات تجلیہ جو عالم زمر میں نظر آئی تھی۔ یاد آگئی جس کے دیکھنے کا آج بھی شوق موجود ہے۔ مومنوں کو یہ صورت تجلیہ نظر آئے گی۔ تو وہ مطمئن ہوں گے۔ کافر جو رویت سے محروم ہوں گے۔ وہ بے چین دے قرار ہوں گے۔ چونکہ توجیہ صوفیہ کرام کی یہ ہے۔ کہ جب انسان نماز شروع کرتا ہے۔ تو ناجی رب اپنے رب

سے سرگوشی کرتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ تمہارا رب تمہارے آگے ہوتا ہے۔ تو محققین فرماتے ہیں کہ نمازی کے سامنے باری تعالیٰ کی تجلی ہوتی ہے۔ جب داصل الی اللہ پر اس تجلی کا ظہور ہوتا ہے تو وہ ایسا مستغرق ہوتا ہے کہ اگر سر پر کوئی مصیبت آپڑے تو اس کا احساس تک نہیں ہوتا۔ چنانچہ بغداد میں ایک عاشق اپنی معشوقہ کو دیکھتے ہوئے برف کی سردی کو برداشت کرتا رہا۔ اور ایسے کلکتہ میں ایک شخص نے میم کی لڑکی کے سامنے انگارا اٹھالیا۔ جس کا اسے احساس بھی نہ ہوا۔ تو وہ جو حضرت علیؓ کے بارے میں آتا ہے کہ نماز کی حالت میں ان کے بدن سے تیر نکلا لایا۔ جس کا ان کو پتہ نہ چل سکا۔ یہ حالت استغراق تھی۔ تو جب عشق مجازی میں انسان سردی، گرمی اور اثرات سے غافل ہو جاتا ہے۔ تو معشوق حقیقی کے عشق میں مصائب کا متحمل کیوں نہ ہوگا۔ چونکہ نماز کی حالت مؤمنین کو تجلی باری تعالیٰ سے مناسبت ہو چکی تھی۔ اب جب قیامت میں اس کا ظہور ہوگا تو نماز کی حالت کے مغایر ہوگا۔ اسی کو راوا فیہا سے تعبیر کیا گیا۔ تو اس وقت یہ لوگ نہ سجدہ کریں گے اور نہ ہی اتباع کریں گے۔

کنا نجد چوتھی توجیہ کا زیادہ قرینہ ہے۔

فیقولون لا نشکرک باللہ یہ روایت مخقر ہے۔ طویلہ روایت میں ہے کہ پھر باری تعالیٰ دوسری صورت میں ظہور فرمائیں گے۔ جس کو دیکھ کر سب مؤمنین سجدہ میں گر جائیں گے۔ منافقین جو پہلی حالت میں مؤمنین کے شریک تھے۔ اب ان کی پشت تختہ بن جائے گی۔ سجدہ نہیں کر سکیں گے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | ان اللہ لایظلم احد ۶۵۹ ترجمہ الباب میں روایت کا یہ لفظ بمر و فاجر دلائل کرتا ہے۔ کیونکہ اگر ایمان قلیل کا اعتبار نہ ہو۔ تو یہ ظلم ہوگا۔ نیز بمر و فاجر واقع ہوا ہے۔ اور ادنیٰ مؤمن بھی بار یعنی نیکو کار ہوتا ہے۔ تو اس کو بھی من جملہ ابرار کے شمار کیا جائے گا۔ کیونکہ اگر یہ ان میں داخل نہ ہو تو پھر لازم آئے گا کہ بمر کے بعض افراد کو اس کے عمل کا بدلہ نہ ملے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتے۔

یعنی ذرہ ۶۵۹ اس تشریح سے ایک دہم کا دفیہہ کر دیا۔ جو متقال کے لفظ مشترک سے پیدا ہوتا تھا۔ کہ متقال مطلق وزن کے معنی میں اور مقدار کے معنی میں آتا ہے۔ اور وزن اور مقدار مخصوص۔ غیر اہل الکتاب حالانکہ یہ کفر میں دوسرے کفار کے ہمراہ تھے۔ مگر ظاہری طور پر

وہ دعویٰ کرتے تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام اور عزیر علیہ السلام کی عبادت نہیں کرتے۔ لیکن چونکہ ان کا اعتقاد تھا کہ یہ دونوں ابن اللہ ہیں تو ان کی عبادت ان کے اعتقاد فاسد کے مطابق اللہ کی عبادت ہو گئی۔ تو یہ اشتراک باللہ ہوا۔ جس پر ان کو منراٹے گی۔ ظاہری دعویٰ کے اعتبار سے باقی رہ گئے تھے۔

**تشریح از شیخ زکریا** | علامہ عینی نے حدیث کی ترجمہ مناسبت اس طرح ثابت کی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مومنین اور کافروں کے درمیان اپنے عدل عظیم سے فیصلہ فرمائیں گے۔ کسی پر ذرہ برابر ظلم نہیں ہوگا۔

**مشقال** دراصل مقدار وزن کو کہتے ہیں۔ اور عرف میں سونے کے دینار کو کہا جانے لگا اور عرف فقہاریں ہی دوسرے معنی مشہور ہیں۔ اور عینی میں ہے کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ مشقال وزن دینار کو کہتے ہیں۔ اور بس۔ حالانکہ ایسا نہیں بلکہ ہر وزن کو مشقال کہا جاتا ہے۔

ذرة کی مقدار کے بارے میں قسطلانی نے فرمایا کہ دراصل بہت چھوٹی چینی ٹی کو کہا جاتا ہے۔ جس کا کوئی وزن نہیں ہوتا۔ اور مٹی کے ذرے کو جسے ہوا اڑا کر لاتی ہے۔

غیبرات حافظ فرماتے ہیں کہ غبرات جمع غبر کی جو غابہ کی جمع ہے۔ اور غابہ باقی کو کہتے ہیں اس جگہ اہل کتاب کے توحید پرست مراد ہیں۔ اگرچہ حدیث میں ان اہل کتاب موحدین کا انجام ذکر نہیں کیا گیا۔ لیکن جب طواغیت جہنم میں ہیں تو معلوم یہ عباد بھی ان کے ہمراہ جہنم میں ہوں گے۔

فاور دھم النار ان الذین کفروا من اهل الکتاب والمشرکین فی نار جہنم خلدین فیہا بھی ان کے انجام پر دلالت کرتا ہے۔

**بَابُ قَوْلِهِ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا الْمُخْتَالُ وَالْخِتَالُ وَاحِدٌ نَطْمَسُ نُسُوْنَهَا حَتَّى تَعُوْدَكَ أَقْفَالُهَا طَمَسَ الْكِتَابَ مَحَاهُ سَجِئٌ وَقُوْدًا۔**  
ترجمہ کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے گواہ لائیں گے۔ اور ان سب پر آپ کو گواہ بنا کر لائیں گے۔ مختال اور ختال کے ایک ہی معنی ہیں۔ متکبر۔ نطمس ان کے چہروں کو برابر کر دیں گے۔ یہاں تک کہ

ان کی گدیوں کی طرح ہو جائیں گے اور طمس کا مفعول کتاب ہو تو مٹانے کے معنی ہیں۔ سعید دیکھنے والی۔  
 حدیث نمبر ۷۱۲۱ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ قَالَ  
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْرَأَ عَلَيَّ قُلْتَ أَقْرَأُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ أَنْزَلَ  
 قَالَ فَإِنِّي أَحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِي فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ سُورَةَ النَّسَاءِ حَتَّى  
 بَلَغْتُ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا  
 قَالَ آمْسِكْ فَإِذَا عَيْنَاهُ تَذَرُفَانِ۔

ترجمہ۔ حضرت عمرو بن مرہؓ فرماتے ہیں۔ مجھے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائش کی کہ  
 آپ پر قرآن پڑھوں۔ میں نے کہا حضرت! آپ پر میں قرآن پڑھوں۔ حالانکہ قرآن تو آپ پر اتارا گیا ہے۔  
 آپ نے فرمایا۔ میں پسند کرتا ہوں کہ اپنے علاوہ کسی اور سے بھی قرآن مجید سنوں۔ میں نے آپ پر  
 سورۃ نساء تلاوت کی۔ یہاں تک کہ میں جب اس آیت تک پہنچا۔ فکیف اذا جئنا اذ اجئنا اذ تو آپ نے  
 فرمایا۔ رک جاؤ۔ میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ آپ کی دونوں آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں۔

تشریح از شیخ مدنی | غفل بمعنی دھوکہ دینا۔ غفل کثیر الغفل مختال بھی اسی کو کہتے ہیں۔

اور جن لوگوں نے مختال کو خیلا سے لیا ہے۔ وہ اس کے معنی متکبر کے لیتے ہیں۔ طمس کے اصلی معنی  
 مٹانے کے ہیں۔ نطمس یعنی ناک۔ رخسارے جو ایک خاص طریقہ سے اٹھے ہوتے ہیں۔ ان کو مٹا  
 دیں۔ فاذا عیناه تذر فان آپ کا رونا کس بنا پر تھا۔ بعض نے سرور کی وجہ سے کہہ ہے کہ آپ  
 کو اس پر خوشی ہوئی۔ کہ اپنی امت کے خود شاہد ہوں گے۔ کیونکہ شہادت میں جب اپنا کوئی  
 عزیز اور قریب ہو۔ تو مشہود علیہ بے فکر ہوتا ہے۔ کہ یہ شاہد ایسی کوئی بات نہیں کہ لے گا۔ جس سے  
 مشہود علیہ کو ضرر پہنچے۔ بلکہ ادائیگی شہادت میں خاص خیال رکھتا ہے۔ جیسے حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا۔  
 ان تعذبهم فانهم عبادک۔ غرضیکہ جب آپ اپنی امت پر شاہد ہوں گے۔ تو ہمدردی کی وجہ  
 سے امت کو سچا لیں گے۔ اگر کوئی دوسرا ہوتا تو ہمدردی نہ کرتا۔ اس سے آپ کو خوشی ہوئی۔  
 جس سے آنسو بھی بہہ نکلے۔ اور یہ خوشی کا آنسو ٹھنڈا ہوتا ہے۔ اس لئے بیٹے کو قرۃ العین آنکھ کی  
 ٹھنڈک کہا جاتا ہے۔

دوسری توجیہ یہ ہے۔ کہ آپ رنج و فکر کی وجہ سے رورہے ہیں۔ قیامت کی ہولناکیاں۔ امت



کسی نزاکت اور انسانوں کی کمزوریاں آپ کے پیش نظر تھیں۔ جس سے آپ کو خیال ہوا کہ امت کو کس طرح بچایا جاسکتا ہے۔

**بَابُ قَوْلِهِ وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنْكُم مِّنَ الْمَاءِ صَعِيدًا ۖ وَجْهَ الْأَرْضِ ۚ وَقَالَ جَابِرٌ كَأَنْتِ الطَّوَاعِيَةُ الَّتِي يَتَحَاكَمُونَ إِلَيْهَا فِي جُهَيْنَةَ وَاحِدٌ وَفِي أُسْلَمَ وَاحِدٌ وَفِي كُلِّ وَاحِدٍ كَهَاتَانِ يَنْزِلُ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ ۚ وَقَالَ عُمَرُ الْجِبْتُ السَّحَرُ وَالطَّاعُوتُ الشَّيْطَانُ ۚ وَقَالَ عِكْرَمَةُ الْجِبْتُ بِلِسَانِ الْحَبَشَةِ شَيْطَانٌ ۚ وَالطَّاعُوتُ الْكَاهِنُ**  
ترجمہ۔ صعید کے معنی روئے زمین۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں۔ کہ طواغیت وہ سرداران تھے۔ جن کے پاس لوگ فیصلے کرانے جاتے تھے۔ جہینہ میں ایک تھا۔ ایک قبیلہ اسلم میں تھا۔ اس طرح ہر قبیلہ میں ایک ہوتا۔ کھان جن پر شیطان نازل ہوتے تھے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ جبت کے معنی جادو کے ہیں۔ اور طاعوت شیطان ہے۔ اور عکرمہؓ فرماتے ہیں۔ کہ حبشہ کی زبان میں جبت شیطان کو اور طاعوت نجومی کو کہتے ہیں۔

**حدیث نمبر ۴۱۲۲ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ بْنُ عَائِشَةَ قَالَتْ هَلَكْتَ قِلَادَةً لِاسْمَاءَ قَبِيعَتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي طَلَبِهَا رَجَا لَا فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ وَلَيْسُوا عَلَىٰ وَضُوءٍ فَأَنْزَلَ اللَّهُ يَعْنِي آيَةَ التَّيَمُّمِ**

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ حضرت اسماءؓ کا ہار میرے سے گم ہو گیا۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تلاش کے لئے کچھ آدمی بھیجے۔ پس نماز کا وقت آ گیا۔ تو نہ تو ان لوگوں کے پاس پانی تھا۔ اور نہ ہی تلاش کرنے سے انہیں ملا۔ پس انہوں نے بے وضو نماز پڑھ لی۔ تو اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرمائی۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** اكانت الطواغيت ص ۶۹۹ یہ بتوں کے نجومی تھے۔ کیونکہ خود بتوں

کی طرف فیصلہ لے جانا ممکن نہیں ہے۔

وقال عمر الجبت دونوں قولوں میں تعبیر کا فرق ہے۔ ورنہ مدعی تو ایک ہی ہے کیونکہ دونوں

لفظوں میں سے ہر ایک کا اطلاق جادو اور شیطان پر صحیح ہے۔

**تشریح از شیخ زکریا** حافظ فرماتے ہیں۔ طواغیت طاغوت کی جمع ہے۔ شیطان اور بت دونوں کو جمع اور لفظ مذکر اور مؤنث سب صورتوں میں اطلاق آتا ہے۔ طبری فرماتے ہیں۔ کہ میرے نزدیک طاغوت کے اصلی معنی تو سرکش جو بعید من اللہ ہو۔ یا کسی انسان کی عبادت کر کے یا کسی شیطان کی۔ یا کسی حیوان یا پتھر کی۔ تو ان کی اتباع ہمیشہ ان کے متعلق یہی اتباع کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ یا یہ کہ ان کے اتباع قہر جہنم کی طرف دھکیلے جائیں گے۔ اور طبری کی تحقیق کے مطابق ہے۔ جو اور کامن بھی اس میں داخل ہو جائیں گے۔ اور جلالین میں ہے کہ جبیت اور طاغوت قریش کے دو بت تھے۔ اور صاحب جمل نے اس بارے میں علماء کا اختلاف نقل کیا ہے۔ اور مزید برآں کہ انسان کی شکل میں شیطان ہوتا تھا جس کے پاس فیصلے جاتے تھے اس کو طاغوت کہا جاتا تھا۔

## بَابُ قَوْلِهِ أُولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ ذَوِي الْأَمْرِ

حدیث نمبر ۴۱۲۳ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ ابْنِ عَبَّاسٍ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ قَالَ نَزَلَتْ فِي عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حُذَافَةَ بْنِ تَيْسٍ بْنِ عَدِيٍّ إِذْ بَعَثَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَرِيَّةٍ

ترجمہ۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں۔ کہ یہ آیت اطیعوا اللہ حضرت عبد اللہ بن حذافہ کے بارے میں اتری۔ جب کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک لشکر کا سردار بنا کر بھیجا۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** ادلی امر کی تفسیر ذوی الامر سے کرتے ہوئے اشتراک کے وہمہ کا دفع کیا ہے۔ کیونکہ کلمہ ادلی جس طرح لفظ ذاک کی جمع کے لئے آتا ہے۔ اس طرح وہ مستقل جمع کے لئے بھی آتا ہے۔ جیسے شاعر کہتا ہے۔ الست بابن الادلی سعد وادسا دوا۔ کیا میں ان لوگوں کا بیٹا نہیں ہوں جو نیک بخت اور سردار تھے

**تشریح از شیخ زکریا** امام بخاریؒ کو ادلی الامر کی تفسیر ذوی الامر سے کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی۔ کہ ادلی کا لفظ دونوں میں مشترک ہے۔ جمع ذو کے معنی بھی اور الذی موصول کی جمع بھی ہے۔ اور شاعر کے کلام میں ادلی سعد وادسا دوا بمعنی الذین سعد وادسا دوا کے ہے۔

اور رضی شرح کا فیہ میں ہے۔ کہ اذی کی جمع من غیر لفظ الاولیٰ بہ وزن العلیٰ ہے۔

## بَابُ قَوْلِهِ فَلَا وَرِيكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِي مَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ

حدیث نمبر ۴۱۲۴ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عُرْوَةَ قَالَ خَاصَمَ الزُّبَيْرُ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ فِي شَرِيحٍ مِنَ الْحِجَرَةِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْقِ يَا زُبَيْرُ شَعْرًا سِيلَ الْمَاءِ إِلَى جَارِكَ فَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنْ كَانَ ابْنُ عَمَّتِكَ فَتَلَوْنَا وَجْهَهُ شَعْرًا قَالَ اسْقِ يَا زُبَيْرُ شَعْرًا خَبَسَ الْمَاءَ حَتَّىٰ يَرْجِعَ إِلَى الْجُدْرِ شَعْرًا سِيلَ الْمَاءِ إِلَى جَارِكَ وَاسْتَوْعَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلزُّبَيْرِ حَقَّهُ فِي صَرِيحِ الْحُكْمِ حِينَ أَحْفَظَهُ الْأَنْصَارِيُّ كَانَ أَشَارَ عَلَيْهِمَا بِأَمْرٍ لَهَا عَافِيَةٌ سَعَةً قَالَ الزُّبَيْرُ فَمَا أَحْسَبُ هَذِهِ الْآيَاتِ إِلَّا أَنْزَلَتْ فِي ذَٰلِكَ فَلَا وَرِيكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِي مَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ

ترجمہ۔ حضرت عروہؓ فرماتے ہیں۔ کہ حوۃ کے ایک غول کے بارے میں حضرت زبیرؓ کا ایک انصاری سے جھگڑا ہو گیا۔ جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے زبیر! تم اپنی زمین کو پانی پلا کے پھر اپنے ہمسائے کے لئے چھوڑ دو۔ انصاری بولا یا رسول اللہ! یہ فیصلہ آپ نے اس لئے دیا ہے کہ زبیرؓ آپ کی پھوپھی کے بیٹے ہیں۔ جس پر آپ کا چہرہ انور متغیر ہو گیا۔ آپ نے فرمایا اے زبیر! پانی پلاؤ۔ پھر اس وقت تک پانی کو روکے رکھو جب تک وہ دیوار کی طرف نہ لوٹے پھر اپنے پیروں کے لئے چھوڑ دو۔ اور آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیرؓ کا حق اپنے صریح حکم پر پورا کر دیا۔ جب کہ انصاری نے آپ کو ناراض کر دیا۔ حالانکہ آپ نے پہلے اپنے حکم سے ایسا اشارہ فرمایا تھا۔ جس میں دونوں کے لئے گنجائش تھی۔ حضرت زبیرؓ فرماتے ہیں کہ میرا گمان ہے۔ کہ یہ آیات اسی بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ تیرے رب کی قسم یہ لوگ اس وقت تک مؤمن ہو نہیں سکتے۔ جب تک اپنے باہمی جھگڑوں کا فیصلہ کنندہ آپ کو نہ مانیں۔

## تشریح از شیخ مدنی

شریح مسیل الماء وہ غول جہاں پانی بہتا ہے۔ پہاڑوں میں پانی جذب نہیں ہوتا بلکہ بہتا ہے۔ اس کے بہنے کی جگہ کو شریح کہتے ہیں۔ حرہ پہاڑی حصہ ہے جس کے زمین دو پہاڑ ہیں۔ کہیں اونچا کہیں نیچا۔ اس پہاڑی حصہ کے اندر جہاں زمین ہے وہاں باغات لگے ہوتے ہیں۔ اس میں بعض باغات ایسے ہیں۔ جہاں پانی پہاڑ کھود کر بڑی تکلیف کے بعد پہنچایا جاتا ہے۔ اور بعض باغات کو ان شریح کے ذریعہ پانی آتا تھا۔ حضرت زبیرؓ کا باغ اونچائی پر تھا۔ اور انصاری کا نیچے تھا۔ ان دونوں میں پانی کے بارے میں جھگڑا ہوا۔ انصاری کہتا تھا کہ پانی چھوڑ دیا کرو۔ پہلے میں اپنے باغ کو پانی پلاؤں۔ پھر آپ پلانا۔ حضرت زبیرؓ نہیں مانتے تھے۔ آپ نے اقرب فالاقرب کا لحاظ کرتے ہوئے حضرت زبیرؓ کو اجازت دے دی کہ وہ پہلے اپنے باغ کو پانی پالیا کریں۔ تھوڑا سا پانی اپنے درختوں کو پلا کر پھر چھوڑ دیا کریں۔ یہ صلح کی بنا پر آپؐ نے ارشاد فرمایا تھا۔ ورنہ حق یہ تھا۔ کہ جب اقرب کی ضروریات سے فارغ ہو جائے۔ تو پھر چھوڑ دے۔ اس پر انصاری کو غصہ آیا۔ جس پر آپؐ نے حضرت زبیرؓ کو ان کا پورا حق بتلایا۔ یہ حکم عدل کا تھا۔ اور پہلا حکم صلح کی بنا پر تھا۔

احفظہ اغضبہ اب گفتگو یہ ہے کہ انصاری نے آپؐ پر بڑا سنگین الزام لگایا۔ کہ اس کے عقیدہ کے مطابق آپؐ مروت کی بنا پر کبھی عدل نہیں کرتے۔ بنا بریں بعض شراح نے کہا کہ یہ انصاری منافق تھا۔ جس نے زبانی کلامی کلمہ شہادت پڑھا تھا۔ لیکن اس پر اشکال یہ ہے۔ کہ منافقین کو انصار نہیں کہا جاتا تھا۔ اس لئے کہ انصار تو مخلصین کا نام ہے۔ اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جھگڑا حضرت سعد بن عبادہؓ اور حضرت زبیرؓ کے درمیان ہوا۔ تو پھر اس کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ انصاری مخلص تھا۔ مگر اس کو یہ حکم معلوم نہیں تھا۔ کہ ہمارے ادھر ہر چھوٹے بڑے جلیل اور فقیر سب میں اطاعت رسول واجب ہے۔ اور آپؐ کی معصومیت کا بھی علم نہیں تھا۔ اس پر فلاں و بک ان سے تنبیہ کر دی گئی۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ بتقاضی بشریت یہ کلام ان سے صادر ہوا۔ جیسے حضرت ماعز اسلمیؓ سے زنا سرزد ہوا۔ اور بعض سے سرقت بتقاضی بشریت سے انبیاء علیہم السلام محفوظ ہوتے ہیں۔ دوسرا کوئی معصوم نہیں ہوتا۔ یہ جواب زیادہ قابل اعتماد ہے۔

**بَابُ قَوْلِهِ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ**  
 حدیث نمبر ۴۱۲۵ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَعْمَشِيُّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ  
 سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنْ نَبِيٍّ يَمْرُضُ  
 إِلَّا خُيِّرَ بَيْنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَكَانَ فِي شُكْوَاهُ الَّذِي يُبْضُ فِيهِ  
 أَخَذَتْهُ بُحَّةٌ شَدِيدَةٌ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ  
 مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ فَعَلِمْتُ أَنَّ خَيْرَ  
 ترجمہ۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے  
 سنا کہ کوئی نبی ایسا نہیں گزرا۔ مگر اس کو دنیا اور آخرت میں سے کسی ایک کے اندر اختیار دیا  
 جاتا ہے۔ اور آنحضرت کی جس بیماری میں وفات ہوئی ہے۔ تو آپ کو سخت پکڑنے آدبایا۔ پس میں نے  
 آپ کو فرماتے سنا۔ ترجمہ۔ میں ان لوگوں کے ساتھ ہوں جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیلئے ہے۔ وہ  
 انبیاء ہیں۔ صدیقین ہیں۔ شہداء ہیں۔ اور نیک بخت لوگ ہیں۔ مجھے محسوس ہوا کہ بس اب آپ  
 کو اختیار دے دیا گیا ہے۔

**تشریح از شیخ مدنی** | بحۃ آواز کا سخت ہو جانا۔ وہ خمر خراہٹ جو خلق میں پیدا ہو  
 جاتی ہے۔ جب کہ بلغم خلق میں آجائے۔

**بَابُ قَوْلِهِ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ إِلَى  
 الظَّالِمِ أَهْلًا**

حدیث نمبر ۴۱۲۶ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْأَعْمَشِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ  
 قَالَ سَمِعْتُ بَنِي عَبَّاسٍ قَالُوا كُنْتُ أَنَا وَأُمِّي مِنَ الْمُسْتَضْعَفِينَ  
 ترجمہ۔ حضرت عبید اللہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس سے سنا۔  
 فرماتے تھے کہ میں اور میری والدہ ان لوگوں میں تھے جو کمزور سمجھے جاتے ہیں۔  
**تشریح از شیخ مدنی** | یہ آیت پہلے رکوع میں ہے جس میں قتال کی دو وجہ

بیان کی گئی ہیں۔ ایک تو اللہ کے راستہ میں جہاد کرو۔ دوسرے ان کمزور لوگوں کی حفاظت کیلئے جو ہجرت کی طاقت نہیں رکھتے۔ اس کے چند رکوع بعد میں ہے۔ كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ لِقَالِ الْاُمِّيَّةِ اَرْضُ اللَّهِ وَاَسْعَةُ فَتَمَاجِدُ وَاَفِيْهَا۔ یعنی جو لوگ دارالحرب مرے یا مارے گئے۔ ان سے محاسبہ ہوتا ہے کہ تم نے کفار کا ساتھ کیوں دیا۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ ہم کمزور تھے۔ تو کہا گیا کیا اللہ کی زمین فراخ نہیں تھی کہ تم اس کی طرف ہجرت کر جاتے۔ اس کے بعد آتا ہے۔ اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ۔ ان کے لئے عفو کا حکم ہے۔ مولف نے پہلی آیت میں داخل کر دیا۔ مہم عذرہ اللہ حالانکہ معذور تو دوسری آیت میں داخل ہیں۔ تو اشکال ہوا کہ مصنف اس حدیث کو اس جگہ ذکر نہ کرتے۔ بلکہ دوسری آیت میں لے آتے۔ جواب یہ ہے کہ اس جگہ بھی اللہ تعالیٰ نے انہیں معذور قرار دیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اس جگہ بھی ان کی مدد کو ضروری فرما رہے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ اور ان کی والدہ انہیں مستضعفین میں سے تھے۔ ان کی مدد کرنے کا حکم فرمایا گیا۔ تو اس حدیث کے متعلق یہ کہنا کہ صرف اس کا تعلق دوسری آیت سے ہے۔ صحیح نہ ہوا۔ بلکہ دونوں آیات کے متعلق ہے۔ اگرچہ ابن عباسؓ اپنے آپ کو دوسری آیت کا مصداق قرار دیتے ہیں۔ لیکن اس جگہ انہیں قابل امداد بتلانا ہے۔

**حدیث نمبر ۴۱۲۷** حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ تِلَا لَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ قَالَ كُنْتُ اَنَا وَاُمِّي مِمَّنْ عَذَّبَ اللَّهُ وَيَذْكُرُهُنَّ ابْنُ عَبَّاسٍ حَصْرَتْ ضَا قَتْ تَلَوْوُا اَلَيْسَنَّا بِالشَّهَادَةِ وَقَالَ غَيْرُهُ الْمُرَاغِمَةُ هَاجَرُوا غَمَّتْ هَاجَرْتُ قَوْمِي مَوْقُوتًا مَوْقُوتًا وَقَتُّهُ عَلَيْهِمُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ نے اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ آیت تلاوت کرنے کے بعد فرمایا کہ میں اور میری والدہ ان لوگوں میں سے تھے۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے معذور قرار دیا ہے۔ اور ابن عباسؓ سے اگلی تفسیر منقول ہے۔ حصرت کے معنی تنگ ہونے کے۔ تلوووا السننکم کہ کلمہ شہادت پڑھنے میں تم اپنی زبانوں کو مردھ لیتے ہو۔ ابن عباسؓ کے غیر کی تفسیر ہے۔ المر اغمہ کے معنی مہاجر ہوئے ہیں۔

را غمت یعنی میں نے اپنی قوم کو چھوڑ دیا۔ موقوف تا مقرر شدہ وقتہ علیہم ان پر وقت مقرر کر دیا۔

**بَابُ قَوْلِهِ فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِتْنَةٍ وَاللَّهُ  
أَرْكَسُهُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ بَدَّ لَهُمْ فِتْنَةُ جَمَاعَةٍ**

بدد بمعنی متفرق کر دیا۔ اور فتنہ کے معنی جماعت کے ہیں۔

حدیث نمبر ۴۱۲۸ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ شَابِثٍ  
فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِتْنَتَيْنِ رَجَعَ نَاسٌ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَحَدٍ وَكَانَ النَّاسُ فِيهِمْ فِرْقَتَيْنِ فَرِيقٌ يَقُولُ  
اقتلهم وفريقٌ يَقُولُ لَا تَزَلْهُمْ فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِتْنَتَيْنِ  
وَقَالَ إِبْنُ أَبِي طَيْبَةَ تَنَبَّأَ الْخَبَثُ كَمَا تَنَبَّأَ النَّارُ خَبَثُ الْفِطْرَةِ

ترجمہ۔ حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ اصحاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ  
احد سے واپس آئے تو لوگوں کے ان منافقین کے بارے میں دو گروہ ہو گئے۔ ایک کہتا تھا۔  
ان کو قتل کر دو۔ دوسرا کہتا قتل نہ کرو۔ تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ منافقین کے بارے میں  
تمہارے دو گروہ کیوں ہو گئے۔ ان کو تو قتل کر دینا چاہیے تھا۔ فرمایا کہ مدینہ پاک ہے وہ کھوٹ  
کو ایسے دور کرتا ہے۔ جیسے آگ چاندی کے کھوٹ کو دور کرتی ہے۔

**تشریح از شیخ مدنی** انفق غیبت کی کمی صورتیں ہیں کہ میل و کجیل کو دفع کر دیا جائے یا خود

وہ میلی کجیلی پر پز چلی جائے۔ جیسے بخار والا اعرابی چلا گیا۔ اور ایک صورت یہ بھی کہ کوئی نعتی دماغ سے  
نکال لی جائے۔ زمین قبول نہ کرے۔ تاریخ شاہد ہے کہ بقیع غرقہ میں سے منافقین کی نعشوں کو نکالا گیا  
اور عارفین کو ان کی قبروں میں دفن کر دیا گیا۔ حالانکہ آپ کا حکم ہے کہ کسی میت کو قبر سے نہ نکالا جائے۔  
لیکن منافقین کو بقیع غرقہ میں دفن کرنے کی کوشش کی گئی۔ لیکن زمین نے ان کو قبول نہ کیا۔

## بَابُ قَوْلِهِ وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ وَالْخَوْفِ إِذَا عُلُوْبِهِ -

أَفْشَوْهُ يُسْتَنْبِطُونَهُ يُسْتَخْرِجُونَهُ حَسِيْبًا كَإِنِّيَا إِلَّا نِثْلًا الْمَوَاتِ  
حِجْرًا أَوْ مَدَارًا أَوْ مَا أَشْبَهَهُ مَرِيدًا مُتَمَرِّدًا فَلْيَبْتَكُنْ بِتَكْلِهِ قَطْعَهُ  
قِيلًا وَقَوْلًا وَاحِدٌ طَبَعَ خُتِمَ -

ترجمہ۔ جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر آتی ہے۔ تو اس کو خوب پھیلاتے ہیں۔  
اذا عتہ کے معنی افشا کے ہیں۔ استنباط کے معنی نکالنے کے۔ حسیباً بمعنی کافی۔ انا نثلاً مردہ چیز میں جن  
میں روح نہ ہو۔ خواہ وہ پتھر ہوں یا کوئی مٹی کا ڈھیللا یا اس سے مشابہ اور مرید کے معنی سرکش کے ہیں۔  
بتکہ قطع کرنا۔ کاٹنا۔ قیل اور قول کے ایک معنی ہیں۔ طبع بمعنی ختم مہر لگا دی گئی۔

## بَابُ قَوْلِهِ وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءُ جَهَنَّمَ ترجمہ۔ جو کسی مسلمان کو جان بوجہ کر قتل کرتا ہے۔ اس کی سزا جہنم ہے۔

حدیث نمبر ۴۱۲۹ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ التَّمِيمِيُّ سَعِيدُ بْنُ جَبْرِ  
قَالَ اُخْتَلَفَ فِيهَا أَهْلُ الْكُوفَةِ فَرَحَلَتْ فِيهَا إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَسَأَلَتْهُ عَنْهَا  
فَقَالَ نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءُ جَهَنَّمَ  
هِيَ أَخْذُ مَا نَزَلَ وَمَا نَسَخَهَا شَيْءٌ -

ترجمہ۔ حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ کوفہ والوں کا اس آیت کے بارے میں اختلاف ہوا۔  
تو میں اس کے بارے میں پوچھنے کے لئے حضرت ابن عباسؓ کے پاس کوچ کیا۔ میں نے ان سے پوچھا۔  
تو انہوں نے فرمایا کہ یہ آیت من یقتل مؤمناً متعمداً فیہ نازل شدہ آیت ہے۔ جس کو کسی چیز  
نے منسوخ نہیں کیا۔

تشریح از شیخ مدنی | اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قاتل عمد ہمیشہ جہنم میں  
رہے گا۔ اس آیت کو ابن عباسؓ فرما رہے ہیں کہ یہ آخر ما نزل ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں۔



کہ جمیع آیات قرآنیہ میں سے آخری آیت ہے۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ قتل کے بارے میں جس قدر آیات نازل ہوئی ہیں۔ ان میں سے یہ آخری آیت ہے۔ جس کو کسی نے نسخ نہیں کیا۔ اس کے مقابل میں سورۃ فرقان کی آیت ہے۔ الْأَمْنُ تَابَ وَآمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ کہ جو شخص توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول کر لیتے ہیں۔ بلکہ اس کی برائیوں کو مٹا دیتے ہیں۔ ابن عباسؓ والی آیت سورۃ نساہر جہزی ہے اور سورۃ فرقان کی آیت مکتی ہے۔ اور مدنی آیت مکتی آیت کے لئے نسخ ہوتی ہے۔ ان روایات ابن عباسؓ کو سورۃ فرقان میں بھی لایا گیا ہے۔ ان میں ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ ذرہ یکتہ نسخ تھا آیتہ المدینۃ الّتی فی سورۃ النساء تو اس سے معلوم ہوا کہ قاتل مؤمن کے لئے توبہ نہیں ہے۔ اور اختلاف اہل الکوفہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جمیع اہل سنت کا مسلک یہ ہے۔ کہ اس کی توبہ قبول ہے۔ ابن عباسؓ نے جو جواب سعید بن جبیر کو دیا اس میں دونوں کو جمع کر دیا ہے۔ کہ سورۃ فرقان والی آیت مشرک کے بارے میں ہے۔ اور سورۃ نسا کی آیت قاتل مؤمن کے بارے میں ہے۔ کہ اس کے لئے توبہ نہیں ہے۔ تو دونوں آیات کا محمل الگ الگ بتلایا گیا۔ تو نسخ نہ ہوا۔ الحاصل ابن عباسؓ کی روایات مختلفہ ہیں۔ نفس مسئلہ میں جہود کا مسلک یہ ہے۔ کہ توبہ سے ہر جرم معاف ہو جاتا ہے۔ خواہ کفر و شرک ہو یا قتل نفس ہو۔ جس پر واقعات حدیث شاہد ہیں کہ بنی اسرائیل کے ایک آدمی نے ننانوے آدمی قتل کئے تھے۔ جس کے پاس توبہ کے لئے جاتا وہی دیکھا مالک توبہ۔ بالآخر وہ بیت المقدس کی طرف چلتا ہے۔ ملک الموت نے چلنے کی طاقت سلب کر لی۔ توبہ کر رہا تھا۔ جب بیٹھ کر چلنے اور ریگنے کی طاقت نہ رہی۔ اس کے مرجانے کے بعد ملائکہ ہاب اور ملائکہ رحمت میں اختلاف ہوا۔ باری تعالیٰ نے زمین کو تنگ ہو جانے کا حکم دیا۔ تو بیت المقدس کی طرف قرب پر ملائکہ رحمت لے گئے۔ توجیب ائم سابقہ میں قتل نفس کی توبہ قبول ہے۔ تو اتم محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم تو زیادہ مستحق ہوگی۔ دوسرے یغفر لمن یشاء ویحذف من یشاء والی آیت کو قتل سے پہلے اور اس کے بعد لایا گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مغفرت ہوگی۔ تیسرے اللہ یغفر الذنوب جمیعاً میں قتل مؤمن بھی داخل ہے۔ لاقضوا من رحمت اللہ بھی ہے۔ ان آیات کی بنا پر اہل سنت والجماعت کہتے ہیں کہ توبہ سے ہر گناہ معاف ہو جاتا ہے۔ قتل نفس بھی معاف ہو جائے گا۔ معتزلہ اور خوارج کہتے ہیں کہ مرتکب کبیرہ کا فر ہو جاتا ہے۔ وہ محفل فی النار ہوگا۔ جہود کے مسلک پر کہ قاتل نفس کی

توبہ قبول ہے۔ نفس آیت اور ابن عباسؓ کی روایت سے اشکال ہوتا ہے۔ ایک جماعت اس کا جواب یہ دیتی ہے۔

کہ غلود کے معنی تابید اور دوام کے نہیں بلکہ کبھی غلود مکث طویل کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے تعلقات میں پٹانوں کو خوالہ کہا گیا ہے۔ تو آیت میں غلود مکث طویل کے لئے ہوگا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حکم مستحل کے لئے ہے۔ یعنی جو قتل مؤمن کو حلال سمجھتا ہے۔ وہ مظلہ فی النار ہوگا۔ اگر مستحل نہ ہو تو توبہ قبول ہوگی۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ فجر اٹھ جہنم ان جو نہی کہ باری تعالیٰ کے یہاں ہر فعل کی جزا متعین ہے۔ لیکن قیامت کے دن مجموعہ اعمال پر سزا ہوگی۔ قتل نفس مؤمنہ کی سزا غلود جہنم ہے۔ تو قاتل کے عمل مفرد کا یہ اثر ہوا۔ مجموعہ اور مرکب اعمال کا اثر اور ہوگا۔ کہ نہ غلود جہنم اور نہ غلود جنت ہوگا۔ جہور کا مسلک یہی ہے۔ کہ صدق دل سے توبہ کرنے والے کی توبہ انشاء اللہ قبول ہوگی۔

اگر وہ عاصی بلا توبہ مر گیا۔ تو وہ باقی اہل معاصی کی طرح ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو معاف کر دے۔ چاہے عذاب میں مبتلا کریں۔ گویا اگر کوئی موحد بلا توبہ کے مر گیا۔ تو کسی نہ کسی وقت جنت میں ضرور داخل ہوگا۔ موبد فی النار نہ ہوگا۔ تو فجر اٹھ جہنم میں مفرد عمل کا اثر بیان کیا گیا ہے۔ تو اس صورت میں خالد بن فیصل سے تابید مراد ہوگی۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اہل سنت والجماعت اور معتزلہ

خوارج کے درمیان بہت بڑا فرق ہے۔ اس پر تو سب کا اتفاق ہے۔ کہ توبہ ضرور قبول ہوگی۔ لیکن اس میں اختلاف رہا۔ کہ جو موحد بغیر توبہ کے مر گیا۔ معتزلہ اور خوارج کہتے ہیں کہ وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔ جہنم کی سزا اگر نہ ملے تو یہ عدل کے خلاف ہے۔ اہل سنت والجماعت فرماتے ہیں کہ اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ یغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء اس میں توبہ کا کوئی ذکر نہیں۔ توبہ سے تو شرک بھی معاف ہو جاتا ہے۔ تو قاتل کی توبہ کیوں مقبول نہ ہوگی۔ ابن عباسؓ کی طرح حضرت حسن بصریؒ بھی اس قبولیت توبہ کے قائل نہیں ہیں۔ جہور کی طرف سے کہا جاتا ہے۔ کہ جب ایک اسرائیلی ستو کے قاتل کی توبہ قبول ہے تو محمدیؐ نے کیا گناہ کیلئے ہے۔ کہ اس کی توبہ قبول نہ ہو۔ جبکہ شرک بھی توبہ سے معاف ہے۔ تو باقی معاصی کی معافی بھی ہو سکتی ہے۔ بہر حال یہ مشیت ایزدی پر موقوف ہے۔ توبہ کی قبولیت پر بہت سی آیات دلالت کرتی ہیں۔ لا تقنطوا من رحمۃ اللہ اس بحث میں ابن عباسؓ اور ان کے موافقین کو بالکل مد مقابل کہنا پڑے گا۔ لیکن اس کا ایک جواب یہ بھی دیا

جانتا ہے کہ ابن عباسؓ کا ارشاد لا توبۃ لہ دانی لہ توبۃ یہ تغلیظاً تھا۔ کیونکہ اس زمانہ میں مسلمانوں میں خونریزی بہت ہو رہی تھی۔ خوارج اور وادف سے مقاتلہ ہوا۔ اور خود اہل سنت میں اختلاف رونما ہوا۔ جنگ جمل میں دس ہزار مسلمانوں کا خون بہایا گیا۔ تو انہوں نے مصلحت کی بنا پر سفک دمار سے رد کا۔ حقیقی معنی مراد نہیں ہیں۔

دوسری توجیہ یہ ہے کہ ابن عباسؓ نے لا توبۃ لہ نہیں فرمایا۔ بلکہ انی لہ توبۃ فرمایا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کو توبہ کی توفیق کہاں مل سکتی ہے۔ اگر توفیق مل گئی تو اس سے سکوت ہے تو اس وقت قول ابن عباسؓ جہور کے خلاف نہ ہوگا۔ لا توبۃ لہ روایت بالمعنی ہوگی۔ اب دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ سورۃ ناس کی آیت کو آیت فرقان کے لئے فاسخ کہا گیا ہے۔ اور دوسری جگہ یہ ہے کہ یہ دونوں نسخ منسوخ نہیں ہیں۔ بلکہ دونوں مطابق اور محکم ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب ابن عباسؓ کا مسلک جہور کے مسلک کے موافق تھا۔ جب ان پر اعتراضات کی بوچھاڑ ہوئی تو کبھی کسی صورت کو ذکر کر دیتے۔ کبھی دفع الوقتی کے لئے دوسری صورت کو ذکر کر دیا۔ ان کا اصلی مقصد خونریزی کی کور دکانا تھا۔ کیونکہ آپؐ کا ارشاد ہے۔ ان اموالکم و دماءکم و اعراضکم حرام علیکم کحرمة بلدکم هذا و شہرکم هذا الحدیث توبہ سب تغلیظاً تھا کہ تمہارے اموال۔ خون اور عزتیں تم پر ایسے حرام ہیں جیسے اس شہر کی اس ماہ کی اور اس دن کی حرمت ہے۔ یہ ہم اس لئے کہتے ہیں کہ نسخ ہمیشہ اشارات میں ہوتا ہے۔ یہاں تو دونوں جملے اخبارات میں سے ہیں۔ من یقتل مؤمناً اور الامن تائب دامن تو اخبارات میں نسخ نہ ہوگا۔

دوسری توجیہ یہ ہے کہ ایک نسخ کے معنی دفع حکم شرعی الی حکم آخر مثلاً اور دوسرے

نسخ کے معنی تخصیص کے ہیں۔ یہاں بھی معنی ہیں۔ جیسے ان الذین یدعون مع اللہ الہا آخر اس کے افراد اہل جاہلیت اور اہل اسلام وغیرہ سب ہو سکتے تھے۔ تو ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ اہل جاہلیت کے لئے ہے۔ اور سورۃ ناس رد الی مسلمانوں پر محمول ہے۔ تو منسوخ کے معنی مخصوص کے ہوتے۔ اس کو کسی دوسری آیت سے منسوخ نہیں کیا۔ تو اب لم یفسخ شیئاً کہنا صحیح ہوگا۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | الا اننا ثانی موات پتھروں پر اناث کا اطلاق اس وجہ سے ہے کہ تشبیہ دی گئی ہے کہ تکلیف زیادہ نفع بالکل نہیں۔ دوسرے ان بتوں کے ناموں

میں تانیث کا لحاظ کیا گیا ہے۔ لات۔ منات۔ عزہ وغیرہ۔

**تشریح از شیخ زکریا** | حضرت حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ عرب کا کوئی قبیلہ ایسا نہیں گذر جس کے لئے کوئی نہ کوئی بت نہ ہو۔ جس کی وہ عبادت کرتے تھے اور اس کا نام انشی بنی فلان رکھتے تھے۔ جیسے ہندوؤں کے ہاں کشمی دیوی سیتا وغیرہ بتوں کے نام ہیں۔ اور قسطلانیؒ نے فرمایا کہ ہر وہ چیز جس میں روح نہ ہو۔ جیسے پتھر لکڑی وغیرہ وہ اثاثہ ہے۔ اور وہ اپنے بتوں کے نام بھی اثاثہ کے نام پر رکھتے تھے۔

طبیع بمعنی ختم۔ طبع اللہ علیٰ قلوبہم میں طبع بمعنی مھر کر دینے کے ہیں۔ چونکہ طبع کثیر المعانی تھا۔ اس لئے دفع دہم کے لئے ختم بمعنی متعین کر دیئے۔ لغت میں اس کے معنی ڈھالنے کے بھرنے کے وغیرہ کے آتے ہیں۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** | **فجر آہ جہنم** شاید اس سے قاتل نفس کے عذاب کی تخفیف کی طرف اشارہ ہو کیونکہ کفر تو اعظم الجنایات ہے۔ تو اس کی عظمت پر داعد لہم عذاباً عظیماً دلالت کرتا ہے۔ تو فی ذاتہ عذاب میں عظمت ہوئی۔ دوسرے کی نسبت کا لحاظ نہیں کیا گیا یا اس میں عظمت فساق مومنین جہنم میں داخل ہونے والوں کے اعتبار سے ہے کہ وہ لوگ تو خالدین نہ ہوں گے۔ یہ اس میں خالد ہوگا۔

**تشریح از شیخ زکریا** | شیخ گنگوہیؒ نے اس سے تنبیہ فرمائی کہ آخر آیت میں جو داعد لہم عذاباً عظیماً ہے کہ اس قاتل کی سزا کافروں کی سزا سے بھی بڑھ جائے گی۔ کیونکہ خلود کافر کی سزا ہے۔ تو خالد اسے معلوم ہوا اس کے لئے بھی خلود ہے۔ تو برابر ہو گئے۔ تو آخر آیت سے اس دہم کا دفعیہ کر دیا کہ عذاباً عظیماً میں عظمت یا تو فی نفسہ مراد ہے۔ یا یہ کہ یہ عظمت دوسرے فساق مسلمانوں کے اعتبار سے ہے۔

**بَابُ قَوْلِهِ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَى إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا سَلَامٌ وَسَلَامٌ وَوَسَلَامٌ وَاحِدٌ**

حدیث نمبر ۴۱۲۳ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَلَا تَقُولُوا

لَمَنْ أَلْفَىٰ إِلَيْكَ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَانَ رَجُلٌ  
فِي غَنِيمَةٍ لَهُ فَلَحِقَهُ الْمُسْلِمُونَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْهِمْ فَقَتَلُوهُ وَآخِذُوا  
غَنِيمَتَهُ فَأَنْزَلَ اللَّهُ فِي ذَلِكَ إِلَيْنَا قَوْلِهِ عَرَضَ الْحَيَوةِ الدُّنْيَا تِلْكَ الْغَنِيمَةُ  
قَالَ قَرَأَ ابْنُ عَبَّاسٍ السَّلَامَ -

ترجمہ۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں۔ کہ یہ آیت کہ جو شخص تم پر سلام ڈالے اس کو یہ نہ کہو۔ کہ  
تو تو من نہیں ہے۔ ابن عباس اس کا شان نزول بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک شخص اپنی بکریوں میں تھا۔ کہ  
مسلمان وہاں پہنچ گئے۔ اس نے کہا السلام علیکم۔ انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ اور اس کی بکریاں پکڑ کر  
لے آئے۔ انہیں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ عرض الحیوة الدنیا سے وہی بکریاں مراد ہیں۔  
اور ابن عباس نے الف کے ساتھ السلام بھی قرأت کی ہے۔

**تشریح از شیخ مدنی** قرآن مجید میں السلام۔ السلم والسلام تینوں قرأت ہیں۔ سلم  
کے معنی صلح اور تابعداری کے ہیں۔ مسئلہ یہی ہے۔ کہ جب وہ شخص تابعداری کا اظہار کر رہا ہے۔  
تو ہمیں ظاہر پر عمل کرنا چاہیئے۔ خواہ وہ دل سے کہے یا نہ کہے۔ سلام کے یہی معنی ہیں۔ اور ایک سلام کے  
معنی تحیمہ کے بھی آتے ہیں۔ اکثر لغت میں یہی مستعمل ہے۔ البتہ القیاد تابعداری کے معنی بھی آتے  
ہیں۔ جیسے کہ سلم اور سلم کے معنی ہیں۔ اگر سلام کے معنی تحیمہ کے ہوں۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ جب وہ  
تم پر سلام و تحیمہ کر رہا ہے۔ تو اس سے یہ نہ کہنا چاہیئے۔ کہ تو تو من نہیں ہے۔ مقصد یہ ہے۔ کہ  
جہاد میں پوری وضاحت کے بعد معاملہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ شریعت کا مدار ظاہر پر ہے باطن پر نہیں ہے۔  
جیسے آپ نے حضرت اسامہ کو بے احتیاطی پر ڈانٹا تھا۔ یاد رہے کہ یہ حکم جہاد کا ہے۔ ہر جگہ کا یہ حکم  
نہیں ہے۔ دار الحرب میں اگر کوئی کافر اسلام علیکم کہے جو اس کی حقیقت کو نہیں جانتا تو اس کا کوئی  
اعتبار نہیں۔

**بَابُ لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُجَاهِدُونَ  
فِي سَبِيلِ اللَّهِ -**

حدیث نمبر ۴۱۳۱ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ سَعْدٍ السَّامِعِيَّ

أَنَّهُ رَأَى مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ فِي الْمَسْجِدِ فَأَقْبَلَتْ حَتَّى جَلَسَتْ إِلَى جَنْبِهِ  
فَاخْتَبَرَنَا أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
أَمَلَى عَلَيْهِ لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي  
سَبِيلِ اللَّهِ فَجَاءَهُ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ وَهُوَ يَمْلَأُ عَلَى قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ  
وَاللَّهِ لَوْ اسْتَطِيعَ الْجِهَادُ لَجَاهَدْتُ وَكَانَ أَعْمَى فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفَخِذَهُ عَلَى فَخِذِي فَتَقَلَّتْ عَلَيَّ حَتَّى خِفْتُ أَنْ  
تُرْمَ صَ فَخِذِي ثُمَّ سَرَرِي مِنْهُ فَأَنْزَلَ اللَّهُ غَيْرُ أُولَى الضَّرَبِ -

ترجمہ - حضرت زید بن ثابتؓ خبر دیتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں یہ آیت  
الایستوی القاعدون الا لکھوا رہے تھے کہ اسی لکھوانے کے دوران حضرت ابن ام مکتومؓ تشریف  
لے آئے کہہنے لگے یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! اگر میں جہاد کی طاقت رکھتا تو میں ضرور جہاد میں حصہ  
لیتا اور وہ نابینا صحابی تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر یہ آیت نازل فرمائی جب کہ آپؐ کی  
ران میری ران پر تھی۔ جو مجھ پر نقل وحی کی وجہ سے اتنا گراں گذری کہ مجھے گمان ہوا کہ میری ران  
پاش پاش نہ ہو جائے۔ پس وہ حالت وحی کی آپؐ سے جدا ہوئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے غیر اولی الضرب  
نازل فرمائی کہ تکلیف والے آدمی معذور ہیں۔

**تشریح از شیخ مدنی** | یہ آیت مجاہدین کی فضیلت اور قاعدین عن الجہاد کی تنقیص  
کے لئے نازل ہوئی جس پر حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ کو شبہ ہوا کہ اگر میں اعمیٰ نہ ہوتا تو ضرور  
جہاد کرتا۔ جس پر غیر اولی الضرب نازل ہوا۔ اب یہاں اشکال ہے کہ ایک روایت میں ہے کہ آپؐ  
اولاً اور القار کر رہے تھے۔ اسی حال میں حضرت بن ام مکتومؓ تشریف لائے۔ باب کی تیسری روایت میں  
ہے کہ وہ آپؐ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ تو کہا جائے گا کہ ان میں تنافی نہیں کہ پہلے ابن ام مکتومؓ پیچھے  
بیٹھے ہوئے تھے جب آپؐ نے حضرت زید بن ثابتؓ کا تب وحی کو بلوایا تو یہ سامنے آگئے۔ اور کہا  
انا ضری میں تو نابینا ہوں جس پر غیر اولی الضرب نازل ہوا۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ لا یستوی  
القاعدون الخ میں الفاظ عام ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مجاہدین اور قاعدین کسی جگہ بھی بلایا نہیں  
ہو سکتے۔ لیکن حضرت ابن عباسؓ اس کو مخصوص کر رہے ہیں۔ ممکن ہے یہی مخصوص وصف ہو۔

جس کی وجہ سے بدرہین کو فضیلت حاصل ہوئی۔ جس سے وہ تمام صحابہ کرام میں افضل شمار ہونے لگے۔ یہ تفصیل تو مسلم ہے۔ لیکن آیت کا کیا مطلب ہے۔ جہور فرماتے ہیں۔ کہ شان نزول خاص ہوتا ہے۔ حکم عام ہوا کرتا ہے۔ یہاں ابن عباسؓ کا مقصد شان نزول کی خصوصیت بیان کرنا ہے۔ حکم بیان کرنا نہیں ہے۔ حکم یہ ہے کہ مجاہدین اور قاعدین دیگر معاملات میں برابر ہیں۔ تو یہ صرف ان کی رائے ہوگی۔

**حدیث نمبر ۴۱۳۲** حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غَسَّالٍ عَنْ الْبَرَاءِ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ دَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْدَ أَفْكَبَةَ فَأَجَاءَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ فَشَكَاهُ رَأَتْهُ فَأَنْزَلَ اللَّهُ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ۔

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں۔ جب آیت لَا يَسْتَوِي الْاَنَازِلُ ہوئی۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیدؓ کو بلوایا۔ تو انہوں نے اس آیت کو لکھ لیا۔ تو ابن ام مکتومؓ تشریف لائے۔ اور اپنی بے بصارتی کا شکوہ کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے غیر اولی الضرہ نازل فرمایا۔

**حدیث نمبر ۴۱۳۳** حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ الْزَّعْبِيُّ الْبَرَاءِ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَدْعُوا فَلَمَّا أَجَاءَهُ وَمَعَهُ الدَّوَاهُ وَاللُّوْحُ وَالْكَحْفُ فَقَالَ أَكْتُبْ لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَخَلَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنَا ضَرِيرٌ فَتَذَلَّتْ مَكَانَهَا لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ۔

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں۔ کہ جب آیت لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ الْاَنَازِلُ ہوئی۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ فلاں شخص کو بلاؤ۔ پس وہ تشریف لائے تو ان کے ساتھ دوا ت بھی تھی۔ تختی اور پٹھا بھی تھا۔ آپؐ نے فرمایا لکھو۔ لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ الْاَنَازِلُ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے حضرت ابن ام مکتومؓ بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا۔

یا رسول اللہ! میں تو نابینا ہوں۔ پس اسی جگہ یہ آیت نازل ہوئی۔ جس میں غیر ادلی الضرر بھی تھا۔  
**حدیث نمبر ۴۱۳۴** حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوسَى الْاَنْ اَبْنُ عَبَّاسٍ  
 اَخْبَرَهُ لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ عَنْ بَذْرِ وَالْخَارِجُونَ  
 اِلَى بَذْرِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ خبر دیتے ہیں۔ کہ لا یستوی القاعدون البذر سے بیٹھ جانے والے اور بذر کی طرف کوچ کرنے والے مراد ہیں۔

**تشریح از شیخ مدنیؒ** | حضرت برادرؓ کی روایت میں پہلے غیر ادلی الضرر کو روایت نہیں کیا۔ دوسری مرتبہ زیادتی کو بھی ساتھ پڑھ دیا۔ اور بعض نے کہا۔ کہ دوسری بار اسی طرح مکمل نازل ہوا۔ جس میں غیر ادلی الضرر موجود تھا۔

**بَابُ قَوْلِهِ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفَّيْتُمُ الْمَلَائِكَةَ ظَالِمِيْ اَنْفُسِهِمْ**  
**حدیث نمبر ۴۱۳۵** حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ الْاَنْ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ  
 بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنُ الْأَسْوَدِ قَالَ قَطَعَ عَلَى أَهْلِ الْمَدِينَةِ بَعْثُ فَاكْتَتَبْتُ  
 فِيهِ فَلَقِيتُ عِكْرِمَةَ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَأَخْبَرْتُهُ فَهَمَانِي عَنْ ذَلِكَ  
 أَشَدَّ التَّهْمِي شَقَّ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ اَنَّ نَاسًا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ كَانُوا  
 مَعَ الْمُشْرِكِيْنَ يُكَتِّرُونَ سَوَادَ الْمُشْرِكِيْنَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى  
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِي السَّهْمُ فَيُرْمَى بِهِ فَيُصِيبُ أَحَدَهُمْ فَيَقْتُلُهُ  
 أَوْ يُضْرِبُ فَيَقْتُلُ فَاَنْزَلَ اللَّهُ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفَّيْتُمُ الْمَلَائِكَةَ ظَالِمِيْ  
 اَنْفُسِهِمْ اِنَّ رَوَاهُ اللَّيْثُ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوالاسود فرماتے ہیں۔ کہ اہل مدینہ کے خلاف عبد اللہ بن زبیر کے زمانہ میں ایک لشکر ترتیب دیا گیا۔ جس میں میرا نام بھی لکھ دیا گیا۔ تو میری ملاقات حضرت عکرمہؓ ابن عباسؓ کے غلام سے ہوئی۔ جن کو میں نے اس واقعہ سے مطلع کیا۔ تو انہوں نے مجھے اس سے سختی سے منع کیا۔ پھر فرمایا حضرت ابن عباسؓ نے مجھے خبر دی۔ کہ مسلمانوں کے کچھ لوگ مشرکین کے



ہمراہ تھے کہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مشرکین کی جماعت کو بڑھا دیتے تھے۔ غالباً یہ بدر کا واقعہ ہے۔ جب کہ مسلمانوں کی تعداد تھوڑی سی تھی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تیر پھیکا جاتا تھا۔ جو ان میں سے کسی ایک کو لگ جاتا۔ پس وہ قتل ہو جاتا یا تلوار مار دی جاتی تو وہ مقتول ہو جاتا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ترجمہ کہ جن لوگوں نے کفر کا ساتھ دے کر اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ جب فرشتے ان کو وفات دیں گے۔ تو انہوں نے پوچھا تم کس گروہ میں تھے۔ کہ ہم تو زمین پر کمزور سمجھے جاتے تھے۔ تو فرشتوں نے ان سے کیا کہا۔ اللہ کی زمین فراخ نہیں تھی۔ کہ تم اس کی طرف ہجرت کر کے چلے جاتے۔ غرضیکہ ان کو ہجرت پر قدرت تھی ہجرت نہ کی۔ اس کے برعکس کفار مکہ کا ساتھ دیا۔ البتہ مستضعفین مستثنیٰ ہیں۔

**تشریح از شیخ مدنی** | اس جگہ توفی کا فاعل ملائکہ جمع لایا گیا ہے اور کسی جگہ تو ظاہر ملک الموت الذی اکل لحم اور کسی جگہ توفیہ و سئلنا کے الفاظ ہیں۔ تو جمع کی صورت یہ ہوگی کہ سردار تو ان فرشتوں کا صرف عزرائیل علیہ السلام ایک فرشتہ ہے۔ پھر اس کے تحت معادنین اور پیشوے ہیں۔ پھر ان کے بھی مراتب ہیں۔ کہ ان کے تحت چھ ملائکہ ہیں تین مؤمنین کے لئے اور تین کفار کے لئے۔ پھر ان کے تحت پیشوے ہیں۔ تو کبھی فعل کی نسبت ملک اعظم کی طرف کی جاتی ہے۔ اور کبھی نیچے والے ملائکہ کی طرف نسبت کر دی ہے۔

**فیما کنتم ما غیر ذوالعقول کے لئے ہے۔ کہ فی ای عمل کنتم اگر ذوی العقول کے لئے** ہو تو معنی ہوں گے فی اتی فریق کنتم اور یہ سوال تو بیضا اور زجرا ہے۔ جو عیش حضرت ابن زبیر کے مقابلہ میں مکہ معظمہ بھیجا گیا تھا۔ عبد الملک بن مردان یا زید کے زمانہ میں یہ لشکر روانہ ہوا۔ تو اس میں عبد الرحمن بن نوفل ابوالاسود کا نام بھی لکھا گیا۔ اور یہ حضرت زبیر کی پرورش میں رہ چکے تھے۔ اب جب یہ لشکر میں جانے لگے۔ تو حضرت عکرمہ نے انہیں ملامت کی کہ تم ابن زبیر کے مقابل میں جا رہے ہو۔ انہوں نے کہا کہ میں قتال کے لئے نہیں جا رہا۔ بلکہ ایسے ہی جا رہا ہوں۔ جس پر حضرت عکرمہ نے ابن عباس سے روایت نقل کر کے پڑھی۔ کہ مشرکین کی جماعت کو بڑھا دے کہ انہیں تو ظاہر ان نازل ہوئی۔ تو تم چونکہ ابن زبیر کے مقابلہ میں فتنہ پردازان اسلام کی تعداد بڑھانے کے لئے جا رہے ہو۔ تو ان کثر سواد قوم فہو منہم

جو کسی جماعت کی تعداد بڑھاتے گا۔ خواہ جنگ نہ بھی کرے تو وہ انہیں میں شمار ہوگا۔ لہذا تم بھی عذاب کے مستحق ہو گے۔ شام میں بنو امیہ کی حکومت تھی۔ تو ابن الزبیرؓ کے مقابلہ کے لئے اہل مدینہ سے بھی ایک لشکر تیار ہوا۔ جن کا سردار حسینؓ تھیں۔ اس نے اکبر مکہ کا حصار کیا۔ دریں اثنا یزیدؓ کی موت کی خبر پہنچی۔ تو اس نے حصار کو ترک کر دیا۔ اور حضرت ابن الزبیرؓ کا تابعدار بن گیا۔ جس کے بعد ابن الزبیرؓ کا تسلط اور بڑھ گیا۔ بنو امیہ نے شام میں یزیدؓ کی موت کے بعد اس کے بیٹے معاویہ بن یزیدؓ کو تخت پر بٹھلایا۔ اس نے اپنے پہلے خطبہ میں کہہ دیا کہ یہ ملک میرے دادا نے غصب کیا ہے۔ خلافت بنو ہاشم کا حق ہے۔ اس پر بنو امیہ نے انہیں زہر دے کر کام تمام کر دیا۔ اس کی خلافت چالیس دن تک بتلائی جاتی ہے۔ چھ ماہ مروان بن الحکم خلیفہ رہا۔ پھر خلافت بنو امیہ سے ضعف شروع ہو گیا۔ اور ابن الزبیرؓ نے خلافت کا دعویٰ کر دیا۔ ادھر مروان کے بعد عبدالملک بن مروان تخت پر بٹھلایا گیا۔ جو مسجد ارہونے کے علاوہ سخی بھی تھا۔ اس نے تخت پر بیٹھے ہی خزانے کے منہ کھول دیئے۔ اس میں ذاتی قابلیت اتنی نہ تھی مگر سخاوت کی وجہ سے مقبول عام ہو گیا۔ ادھر ابن الزبیرؓ کفایت شعار تھے۔ جو تھوڑا خرچ کرتے تھے۔ ایک تو ان میں بخل کا مادہ تھا۔ دوسرے ان میں خاندان پرستی بھی تھی۔ جس کی وجہ سے ابن عباسؓ نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا۔ محمد بن حنفیہ نے حضرت ابی عباسؓ کے جلا دینے کا حکم دیا۔ حالانکہ یہ مقبول عام تھے۔ عبدالملک نے موقع غنیمت سمجھ کر فوج بھیج دی۔ جس نے ابن عباسؓ کو بچا لیا۔ اس وجہ سے بھی وہ عبدالملک مقبول عام ہو گیا۔ ابن عباسؓ نے پھر بھی ان کا ساتھ نہ دیا۔ بلکہ کسی اور جگہ چلے گئے۔ ان امور کی وجہ سے ابن الزبیرؓ کی حکومت زوال پذیر ہوئی۔

الغرض حضرت عمرؓ کا مقصد یہ تھا۔ کہ مشرکین کی تکثیر سواد کر کے تم بھی مستحق عذاب خواہ تمہاری نیت لڑنے کی نہ ہو۔ جیسے بدر میں کچھ مسلمان شہرکوں کے ساتھ مل کر مارے گئے۔ اور عذاب کے مستحق ہوئے۔

بَابُ قَوْلِهِ إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ  
حدیث نمبر ۴۱۳۶ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ

إِلَّا الْمُسْتَضْعِفِينَ قَالَ كَأَنْتَ أُمِّي وَمَنْ عَذَرَ اللَّهُ -

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میری ماں بھی ان لوگوں میں تھی۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے معذور قرار دیا۔

## بَابُ قَوْلِهِ فَعَسَى اللَّهُ أَنْ يَغْفُوَهُمْ

حدیث نمبر ۴۱۳۷ حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ الْأَعْمِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ بَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيُ الْعِشَاءَ إِذْ قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ شَعْرَةً قَالَ قَبْلَ أَنْ يُسْجِدَ اللَّهُمَّ أَنْجِ عِيَّاشَ بْنَ أَبِي رَبِيعَةَ اللَّهُمَّ أَنْجِ سَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ اللَّهُمَّ أَنْجِ الْوَلِيدَ بْنَ الْوَلِيدِ اللَّهُمَّ أَنْجِ الْمُسْتَضْعِفِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اللَّهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلَى مُضَرَ اللَّهُمَّ اجْعَلْهَا سِنِينَ كَسَنِي يُوسُفَ -

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ دریں اثنا جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز پڑھا رہے تھے۔ جب سمع اللہ انہی کا کہا۔ تو سجدہ کرنے سے پہلے کھڑے کھڑے یہ دعا مانگی۔ اے اللہ! عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات عطا فرما۔ سلمہ بن ہشام کو نجات دے۔ اور ولید بن ولید کو بھی بچالے۔ اور جو کمزور مسلمان ہیں ان کی نجات کا سامان فرما۔ اے اللہ! اپنی پکڑ قبیلہ مضر پر سخت کر دے۔ ان کی پکڑ یوسف علیہ السلام کے سات سال کی قحط کی صورت میں ہو۔

تشریح از شیخ مدنی | عیاش بن ابی ربیعہ ابو جہل کا انیائی بھائی تھا۔ اور سلمہ

بن ہشام حقیقی بھائی تھا۔ دونوں قریش کے صنادید میں سے تھے۔ ان کے لئے رمضان شریف میں دعا کی گئی۔ تو وہ عید الفطر کے موقعہ پر رہا ہو کر مدینہ پہنچ گئے۔ ان کے مسلمان ہو جانے کی وجہ سے قریش اور بھی حسد کی آگ میں جلتے تھے۔ آپ نے قبیلہ مضر پر بد دعا فرمائی۔ تو اتنا زبردست قحط پڑا کہ انہوں نے اکم آپ سے دعا کرائی۔ تب کہیں قحط دور ہوا۔

**بَابُ قَوْلِهِ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ كَانَ بِكُمْ أَذًى مِنْ مَطَرٍ أَوْ كُنْتُمْ مَرَضَى أَنْ تَضَعُوا أَسْلِحَتَكُمْ**  
 حدیث نمبر ۴۱۳۸ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِقَاتٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ  
 إِنْ كَانَ بِكُمْ أَذًى مِنْ مَطَرٍ أَوْ كُنْتُمْ مَرَضَى قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ  
 عَوْفٍ كَانَ جَرِيحًا

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ اگر تمہیں بارش کی تکلیف ہو۔ یا تم بیمار ہو تو ہتھیار اتار رکھنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ زخمی تھے۔  
**تشریح از شیخ مدنیؒ** چونکہ ہتھیار اتار دینا۔ یہ اعداء والہم ما استطعتم کے خلاف تھا۔ جس پر لوگوں نے ان کو ملامت کی۔ تو آیت نازل ہوئی کہ وہ زخمی ہیں ان کو اجازت ہے۔ لیکن اجازت کے ساتھ یہ بھی حکم ہے۔ کہ دشمنوں سے غافل نہ رہو۔

**بَابُ قَوْلِهِ وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ**

حدیث نمبر ۴۱۳۹ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ عَائِشَةَ وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ قَالَتْ عَائِشَةُ هُوَ الرَّجُلُ تَكُونُ عِنْدَهُ الْيَتِيمَةُ هُوَ وَلِيُّهَا وَارْثُهَا فَاشْرِكْتُهُ فِي مَالِهِ حَتَّى فِي الْغَدَقِ فَلِرَّغْبٍ أَنْ يَنْكِحَهَا وَيَكْفُرَهُ أَنْ يُزَوَّجَهَا رَجُلًا فَيَشْرِكُهُ فِي مَالِهِ بِمَا شَرِكْتُهُ فَيَعْضُلُهَا فَانْزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ کسی آدمی کے پاس یتیم لڑکی ہوتی تھی۔ جو اس کا متولی بھی ہوتا اور اس کا وارث بھی ہوتا تھا۔ پس وہ لڑکی شریک ہو جاتی۔ حتیٰ کہ کھجور کے خوشہ میں تو وہ مال کی خاطر اس سے نکاح کرنا پسند کرتا۔ لیکن کسی دوسرے سے اس لئے نکاح نہیں کر دیتا تھا۔ کہ کہیں وہ اس کے مال میں لڑکی کی شراکت کی وجہ سے شریک نہ ہو جائے۔ پس وہ اسے نکاح کرنے سے روک دیتا۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ کہ یہ لوگ آپؐ سے عورتوں کے بارے

میں حکم پوچھتے ہیں۔<sup>۱۱</sup> **تشریح از شیخ مدنی** | حضرت عائشہؓ کی یہ روایت کہیں مجمل آئی ہے۔ اور کہیں مفصل وارد ہوئی ہے۔ ایک آیت صیفِ گرمی کے موسم میں اتری اور ایک شتاء یعنی سردی کے موسم میں اتری۔ یہ آیت پہلے گزر چکی ہے۔ کہ اگر تمہیں انصاف نہ کرنے کا خوف ہو تو ان سے نکاح نہ کرو۔ اور یہ آیت شتاءِ سردی میں اتری ہے۔ جس سے حکم نکاح معلوم ہوتا ہے۔ اس میں بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ جھگڑا میراث میں واقع ہوا ہے۔ عرب کی عادت تھی۔ کہ ترکہ لڑکیوں اور چھوٹے بچوں کو نہیں دیتے تھے۔ جو لوگ میدانِ جنگ میں دستِ دبا زوینیں وہی میراث کے حقدار ہیں۔ حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہونا چاہیے تھا۔ کہ عورتوں اور چھوٹے بچوں کو میراث ملتی وہ تو کما نہیں سکتے۔ بڑی اولاد تو کما سکتی ہے۔ اور عورتیں تربیت کرتی ہیں۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ کہ چھوٹے بچوں اور عورتوں کو بھی میراث دو۔ اب صحابہ کرامؓ کو بڑی مشکل پیش آئی۔ کیونکہ یہ میراث دینا ان کی عادت کے خلاف تھا۔ رسومِ مروجہ کو بدلنا پڑتا تھا۔ تو بار بار آپؐ سے سوال کرتے تھے۔ خواہش یہی تھی کہ کہیں یہ حکم بدل جائے۔ تو دیگر مفسرین فرماتے ہیں کہ یستفتونک فی النساء ای فی یتامی النساء التی لا توتونہن<sup>۱۲</sup> یعنی تم ان کے نکاح میں رغبت رکھتے ہو۔ لیکن انہیں میراث نہیں دیتے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر ایک کو اس کا حق دیا جائے۔ کسی پر ظلم نہ کیا جائے۔ تو اس آیت سے تاکید ہو گئی۔ تو حضرت عائشہؓ کا مقصد یہ ہے کہ یہ آیت میراث کے بارے میں ہے۔ امام مسلمؒ نے اسے زیادہ تفصیل سے بیان کیا ہے۔

یتامی النساء کی صورت یہ ہوتی تھی۔ کہ ایک آدمی مر گیا۔ تو چچا اور بھتیجے کو دلی بنا گیا۔ اب چچا کی لڑکی اس لئے حلال ہے کہ وہ داد کی میراث میں شریک تھے۔ اور لڑکیاں دو طرح کی تھیں۔ مرغوبہ فیہا پسندیدہ۔ جب کہ کثیرۃ المال و الجمال ہو۔ تو اب خطرہ یہ تھا۔ کہ اگر کہیں باہر اس کا نکاح کر دیا۔ تو خاوند مال میں شریک ہو جائے گا۔ بنا بریں اس لڑکی کو اپنے نکاح میں رکھنا چاہتا۔ لیکن نکاح کے بعد اس کا مہر پورا ادا نہیں کرتا۔ گذر بسر صحیح نہیں ہوتی۔ کیونکہ مہر کا مطالبہ کرنے والی صرف یہی ہے۔ دوسری وہ یتیمہ تھی۔ کہ مال کی وجہ سے تو پسندیدہ ہے۔ مگر

قلیلہ الجمال والمال ہونے کی وجہ سے نکاح تو کر لیا۔ لیکن حقوق معاشرت پورے ادا نہیں کرتا۔ کثیر المال اس وقت ہوتی تھی جب کہ میت کا کوئی بیٹا وارث نہ ہو۔ یا باپ اس کے لئے کوئی وصیت نہ کر جائے۔ اگر مرغوب عنہا ہے۔ تو پھر اجنبی سے نکاح کر دیتے۔ تو باری تعالیٰ نے ہر ظلم کی حالت سے منع کر دیا۔ کہ اگر تم عدل نہیں کر سکتے۔ مہر اور حقوق معاشرت پورے ادا نہیں کرتے تو اس سے نکاح مت کرو۔ جب یہ آیت اتری ہے۔ تو لوگوں میں کھلمی کھچ گئی اور لڑکیوں کی پرورش میں حیل و حجت کرنے لگے۔ تو باری تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے جو آیت صیغہ میں فرمایا۔ کہ اگر تمہیں رشتہ داری اور ولایت کا لحاظ تھا۔ تو مرغوبہ عنہا بھی تمہاری رشتہ دار ہے۔ اس صورت میں اس کا لحاظ کیوں نہیں کرتے۔ اس لئے ہم نے حکم دیا کہ مرغوبہ فیہا سے بھی نکاح نہ کرو۔ جیسے مرغوبہ عنہا سے نکاح نہیں کرتے۔ رشتہ داری اور ہمدردی کا لحاظ ہر موقع پر ہونا چاہیئے۔ اب تم مرغوبہ فیہا یا مرغوبہ عنہا سے تب نکاح کر سکتے ہو۔ جب کہ عدل کرو۔ حضرت عائشہؓ کی روایت کا مطلب یہ ہے۔ کہ ہم مرغوبہ فیہا سے نکاح بلا عدل کی اجازت نہیں دی۔ کیونکہ تم مرغوبہ عنہا سے نکاح نہیں کرتے ہو۔ تو یہ روایت مجملہ ہے۔ جس پر اشکال پیدا ہوتا ہے۔ اور مطلب واضح نہیں ہوتا۔ چنانچہ اس مطلب کو ۶۵۸ پر حضرت عائشہؓ کی روایت مفصلہ واضح کرتی ہے۔ فی النساء ای فی اعطاء

میراث النساء۔

وما یتلٰ علیکم یہ اعجنی زید وکرم کے موافق ہے۔ یہ حکم خداوندی ہے۔ مالک تب لھرض

دترغبون ان تنکحوھن اس سے حق مہر اور حقوق معاشرت مراد ہیں۔

والمستضعفین یہ بھی حکم کرتا ہے۔ کہ لا تأکلوا اموال الیسا علی ظلمایہ حکم ہے۔ اس کے بعد

فرمایا گیا۔ ان تنکحوھن بالقسط۔ بنا بریں جہور ہی معنی لیتے ہیں۔ کہ ان سب امور کے لئے یہ آیت نازل ہوئی۔ اور یہ آیت میراث کے لئے بھی ہو سکتی ہے۔

بَابُ قَوْلِهِ وَإِنْ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا

أَوْ اِعْرَاضًا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ شِقَاقٌ تَفَاسُدُ وَأُحْضِرَتِ الْأَنْفُسُ الشُّحَّ  
هَوَاهُ فِي الشَّيْءِ يَحْرِصُ عَلَيْهِ كَالْمُعَلَّقَةِ لَا هِيَ آيَةٌ وَلَا ذَاتُ رُوحٍ نُشُوزًا بَعْضُنَا

حدیث نمبر ۴۱۴۰ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَقَاتِلٍ <sup>۱</sup>عَنْ عَائِشَةَ رَأَتْ امْرَأَةً خَافَتْ مِنْ بَيْعَانِ الشُّوْزِ <sup>۲</sup>أَوْ اِعْدَا ضَا قَالَتْ الرَّجُلُ تَكُونُ عِنْدَهُ الْمَرْأَةُ لَيْسَ بِمُسْتَكْثَرٍ مِنْهَا يَرِيدُ أَنْ يُفَارِقَهَا فَنَقُولُ أَجْعَلُكَ مِنْ شَأْنِي فِي حَدِّ نَكَزَتِ هَذِهِ الْآيَةُ فِي ذَلِكَ -

ترجمہ۔ شقاق کے معنی ہما بھی فساد۔ شح کے معنی حریر یا نہ خواہش۔ معلقہ جو نہ رانڈ ہو اور نہ خاوند والی ہو۔ نشوز کے معنی بغض کے ہیں۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ اگر کوئی عورت اپنے خاوند سے بغض یا روگردانی محسوس کرے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آدمی کے پاس کوئی عورت ہوتی جس سے وہ معاشرت ٹھیک نہیں رکھنا چاہتا ہے۔ کہ اسے جدا کر دے۔ تو عورت کہتی کہ میں تجھے اپنے حالات معاشرت میں حلال کرتی ہوں۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

تشریح الشیخ مدنی <sup>۳</sup> | یعنی ہم کو میت کے عدل میں تکلیف دی گئی۔ مجامعتہ میں تکلیف نہیں دی گئی۔ کیونکہ وہ تو رغبت پر منحصر ہے۔ دلائل احوال المیل بھی نہ کر دے کہ اسے نکلی ہوئی بنا دے کہ نہ اس کو مال دو اور نہ اس کے حقوق ادا کر دے۔ تو یہ تو نہ اتم ہوئی رانڈ ہوئی کیونکہ اس کا خاوند ہے اور نہ ذات زوج ہوئی۔ کہ اس کے حقوق ادا نہیں ہوتے۔  
تقول اجعلک یہ صلح کی تفسیر ہے۔

بَابُ قَوْلِهِ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ  
وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ <sup>۴</sup>أَسْفَلَ النَّارِ نَفَقًا سَرَبًا -

حدیث نمبر ۴۱۴۱ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حَفْصٍ <sup>۵</sup>عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ كُنَّا فِي حَلَقَةِ عَبْدِ اللَّهِ فَجَاءَ حَدِيفَةُ حَتَّى قَامَ عَلَيْنَا فَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ لَقَدْ أَتَيْنَا التَّقَاتِ عَلَى قَوْمٍ خَيْرٍ مِنْكُمْ قَالَ الْأَسْوَدُ سُبْحَانَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَقُولُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ فَتَبَسَّمَ عَبْدُ اللَّهِ وَجَلَسَ حَدِيفَةُ فِي تَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ فَقَامَ عَبْدُ اللَّهِ

فَتَفَتَّقَ اصْحَابُهُ فَمَآ نِي بِالْجِصَافِ اَتَيْتُهُ فَقَالَ حَدِيفَةُ عَجِبْتُ  
مِنْ ضَحِكِهِ وَقَدْ عَرَفْتَ مَا قُلْتُ لَقَدْ اُنْزِلَ الْاِنْفَاقُ عَلٰى قَوْمٍ كَالْمَوَا  
خِلِرَا اَمْنُكُمْ شَرَّتْ بُؤَافَتَابُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ۔

ترجمہ: حضرت اسودؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہؓ کے حلقہ درس میں تھے کہ حضرت حذیفہؓ تشریف لائے یہاں تک کہ ہمارے پاس کھڑے ہو کر سلام کیا۔ پھر فرمایا کہ لفاق ان لوگوں پر اتار اگیا۔ جو تم سے بہتر تھے۔ اسودؓ نے کہا۔ سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں کہ منافقین کا ٹھکانا جہنم کے نیچے طبقہ میں ہے۔ تو حضرت عبداللہؓ مسکرا دیئے۔ اور حضرت حذیفہؓ مسجد کے ایک کنگڑے میں جا کر بیٹھ گئے۔ پس حضرت عبداللہؓ اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کے شاگرد تتر بتر ہو گئے۔ تو حضرت حذیفہؓ نے میری طرف کنکری پھینکی۔ میں ان کے پاس پہنچا۔ تو حضرت حذیفہؓ نے فرمایا۔ مجھے حضرت عبداللہؓ کی ہنسی سے تعجب ہوا۔ حالانکہ جو کچھ میں نے کہا۔ وہ خوب جانتے ہیں کہ بیشک لفاق ان لوگوں پر اتار اگیا۔ جو لوگ تم سے بہتر تھے۔ پھر انہوں نے توبہ کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی۔

**تشریح از شیخ مدنیؒ** | لفاق دو قسم ہے۔ ایک لفاق فی العقیدہ اس کی سزا

درک اسفل ہے۔ اور دوسرا لفاق فی العمل ہے۔ کہ عقیدہ تو اور ہے۔ لیکن اس کے اعضاء اس عقیدہ کے موافق عمل نہیں کرتے۔ اس کے متفادات درجات ہیں۔ اس جگہ حضرت حذیفہؓ کی مراد لفاق فی العمل ہے۔

**تشریح از شیخ گنگوہیؒ** | اسفل النار ص ۶۶ حضرت ابن عباسؓ نے اس سے ایک

دہم کا دفیعہ کیا ہے۔ جو کلمہ من سے پیدا ہوتا تھا۔ کہ شاید منافقین کا مقام جہنم سے کہیں باہر ہوگا۔ جیسے کہتے ہیں۔ لہذا اسفل منہ تو اس تفسیر سے بیان فرمایا کہ من اسم تفصیل کا صللہ نہیں ہے۔ بلکہ من بیانیہ ہے۔ تو اب درک اسفل کا جہنم کے علاوہ کوئی اور مقام نہ ہوا۔ جو اس جہنم سے کم ہو۔ اور آیت کرمیہ میں بھی اسی کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ الاسفل کو معرف باللام لایا گیا ہے۔ اور اسم تفصیل تعریف باللام کے بعد صلہ کا محتاج نہیں ہوتا۔ پس منافقین کا مقام نہ تو جہنم سے گھٹیا ہوا اور نہ ہی اس سے خارج ہوا۔



**تشریح از شیخ زکریا** حضرت شیخ گنگوہی نے بہترین تفسیر فرمائی۔ کیونکہ قسطلانی بھی فرماتے ہیں کہ جہنم کے سات طبقات ہیں۔ منافق اس کے نچلے طبقہ میں ہوگا۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ درک اسفل کچھ گھر ہیں۔ جن کے دروازے ہیں۔ جن سے جہنم کو ڈھکا جاتا ہے اور اور نیچے ادھر سے ان پر آگ دھکائی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسانیت کے درجات میں اسفل السافلین میں اس کا مقام ہے۔ کیونکہ کفر کے ساتھ اسلام اور مسلمانوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اسلام کو ظاہر کیا اور کفر کو چھپایا۔ اس لئے کفار سے اس کا عذاب زیادہ سخت ہوا۔ اور احادیث میں جو تین خصائل والے کو منافق کہا گیا ہے وہ تغلیظ ہے۔

**لا یتحتاج الی صفة** کیونکہ ابن حاجب نے لکھا ہے کہ اسم تفصیل کی استعمال تین طرح سے ہوتی ہے۔ مضاف۔ کلمہ من اللہ معروف باللام تو اب ان میں سے دو کو کیسے جمع کیا جاسکتا ہے۔ **ادون من النار** جلالین میں ہے۔ منافقین درک اسفل من النار دھوقرھا اور جہل میں ہے۔ **والقعر الاخیر درک**۔ جہنم کے سات طبقات ہیں۔ طبقہ علیا میں مومن گناہگار ہوں گے۔ جس کو جہنم کہا جاتا ہے۔ دوسرا طبقہ نفلی ہے جو نصاریٰ کے لئے۔ تیسرا حطمتہ ہے جو یہود کے لئے۔ چوتھا سعیر ہے جو صائبین کے لئے۔ پانچواں سقر ہے مجوس کے لئے۔ چھٹا جحیم ہے اہل شرک کے لئے اور ساتواں ہاویہ ہے جو منافقین کے لئے ہے۔

**تشریح از شیخ گنگوہی** نفقا مر با مرنگ۔ اس سے وجہ اشتقاق کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جس طرح مرنگ کا ظاہر تو زمین کے برابر ہوتا ہے۔ لیکن باطن اس کا غیر ہوتا ہے۔ اس طرح منافق چھپاتا کچھ ہے ظاہر کچھ کرتا ہے۔ اور نیز! اس وجہ سے بھی منافق کہتے ہیں کہ اس میں بھی منفق یعنی مذہب اور مسلک ہے۔

**تشریح از شیخ زکریا** حافظ فرماتے ہیں کہ نفقا کا لفظ سورۃ ناس کا نہیں۔ یہ تو سورۃ انعام کا لفظ ہے۔ اس جگہ اس کا ذکر اس مناسبت سے ہے کہ منافق اسی سے مشتق ہے۔ کیونکہ نفاق اظہار غیر مایطین کو کہتے ہیں۔ تو وجہ اشتقاق بتلانا مقصود ہوا۔

**عجبت من ضحک** تعجب اس لئے ہوا کہ انہوں نے ضحک پر اکتفا کیا اور جاننے سمجھنے کے باوجود میرے کلام کی وضاحت نہیں کی۔ میرا مقصد لوگوں کو ڈرانا تھا کہ جب غیر القرون نفاق سے

محفوظ نہیں تھے۔ اگرچہ وہ مدت نفاق میں خیال نہیں رہے تھے۔ توجب ان میں نفاق مرایت کر گیا۔ جس سے بعد میں انہوں نے توبہ کی۔ تو تمہارے زمانہ میں اس کا وقوع اولیٰ ہے۔ لہذا تم لوگ نفاق سے ڈرتے رہو۔ بے خوف نہ رہو۔ توبہ اور استغفار میں مشغول رہو۔

**تشریح از شیخ زکریا** حافظ فرماتے ہیں کہ طبقہ صحابہ طبقہ تابعین سے بہتر تھا۔ لیکن

وہ نفاق میں مبتلا ہوئے اور بعض مرتد ہو گئے۔ تو ان سے خیریت چلی گئی۔ اور بعض ان میں سے تائب ہوئے تو خیریت واپس آ گئی۔ حضرت حذیفہؓ کا مقصد یہ تھا کہ تم لوگ تو خیر القرون نہیں ہو۔ تمہیں بطریق اولیٰ ڈرنا چاہیے۔ کیونکہ اعمال کا اعتبار خاتمہ سے ہوتا ہے۔ کہیں اپنے ایمان پر وثوق کر کے نہ بیٹھ جاؤ۔ ایمان خارج بھی ہو سکتا ہے۔

مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ نفاق سے نفاق عملی مراد ہے۔ اور حضرت حذیفہؓ کی مراد بھی یہی نفاق عملی تھا۔ جس سے وہ لوگوں کو بچانا چاہتے تھے کہ تم لوگ یہ نہ سمجھو کہ ہم ایسے بڑے عالم سے علم حاصل کر رہے ہیں۔ اور لوگ ہمارے مثل کیسے ہو سکتے ہیں۔ یہ بھی نفاق فی العمل ہے اور مجھے حضرت عبداللہؓ کے صُحُک پر تعجب ہے کہ میری مراد کو جاننے کے باوجود انہوں نے آپ لوگوں کو نہیں سمجھایا۔ اور منہس کہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

**بَابُ قَوْلِهِ اِنَّا اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ اِلٰى قَوْلِهِ وَيُونُسَ وَهَارُونَ وَسَلِّمَانَ**

حدیث نمبر ۴۱۲۲ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ أَنْ يَقُولَ أَنَا خَيْرٌ مِنْ يُونُسَ بْنِ مَتَّى۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کسی کو لائق نہیں ہے کہ وہ یہ کہے کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں۔ حدیث نمبر ۴۱۲۳ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَنَانَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِنْ يُونُسَ بْنِ مَتَّى

## فَقَدْ كَذَبَ -

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔ جس نے کہا کہ میں یونس بنی مثنیٰ سے بہتر ہوں۔ اس نے جھوٹ کہا۔

**تشریح از شیخ مدنی** | قرآن مجید کی آیات میں جس قدر عتاب حضرت یونسؑ پر

ہوا ہے۔ اور کسی نبی پر نہیں ہوا۔ اذ ذہب مغاضباً۔ وظن ان لن نقدر علیہ اور دوسری جگہ فرمایا۔ اذ ابی الی الفلک المشعور یہ نہایت عتاب کے الفاظ ہیں۔ فاصبر حکم ربک ولا تکن کصاحب الحوت۔ یہ ملامت کے الفاظ ہیں۔ اذ نادى دھو مظلوم۔ الا ان قدر کہ یہ بھی ملامت کی چیز ہے۔

الغرض بہت سخت الفاظ ان کے بارے میں ذکر کئے گئے ہیں۔ اس سے اشتباہ کا خطرہ تھا۔ کہ کہیں عہد نبوی یا اس کے بعد لوگ یہ نہ سمجھنے لگ جائیں کہ یونس بنی مثنیٰ نبی نہیں تھے۔ یا ہم اس سے بہتر ہیں یا ہمارا پیغمبر ان سے بہتر ہے۔ کیونکہ کوئی ادنیٰ مومن یہ نہیں کہہ سکتا۔ لن نقدر علیہ۔ اور ان کی جلد بازی یہ ہے کہ چالیس دن کے بعد عذاب الہی کا وعدہ تھا۔ جب عذاب نہ آیا۔ تو حکم الہی کا انتظار کئے بغیر بال بچے لے کر بھاگ پڑے۔ بیوی ایک بادشاہ لے گیا۔ بچے دریا میں ڈوبے۔ خود تنہا رہ گئے۔ کشتی میں سوار ہوئے۔ کشتی بھنور میں پھنس گئی۔ قرعہ اندازی میں تینوں مرتبہ ان کا نام نکلا۔ سمندر میں پھینک گئے۔ چالیس دن تک مچھلی کے پیٹ میں رہے۔ آیت کریمہ کے ورد سے نجات ملی۔ ان واقعات کی بنا پر اگر کوئی کہے کہ میں یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر یہی ہے۔ تو آپ فرماتے ہیں۔ فقہ کذب اگر انا سے قائل مراد ہو تو پھر فقہ کذب ظاہر ہی ہے۔ کیونکہ ان یونس بنی مثنیٰ فرمایا گیا ہے۔ اس حدیث کے متعلق دونوں قول ہیں کہ انا سے کثایہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یا قائل مراد ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جس نے مجھے یونس سے بہتر کہا اس نے جھوٹ کہا۔ اگر اشکال ہو کہ آپ تو افضل الانبیاء ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔ انا سید ولد آدم لا فخر انا اول شافع واول مشفع یوم القیامۃ وانا اول من ینشق الارض ایدہ اپنے لئے مقام محمود ثابت فرماتے ہیں۔ تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب کے سردار ہوتے۔ تو پھر فقہ کذب کہنا کیسے صحیح ہوگا۔ ایک جواب یہ ہے کہ آپ کا یہ فرمان اس

وقت کہ ہے۔ جب آپ کو اپنی انصافیت کا علم نہیں تھا۔ یہ افضل الانبیاء کا علم نہ تھا اور نہ افضل المخلوق کا علم تھا۔ تو جب علم ہو گیا تو اعلیٰ نعمتہ ربک نعمت کے مطابق فرما دیا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ کا یہ ارشاد مَهْضًا لِنَفْسِهِ ہے۔ تواضع اور انکساری کی بنا پر فرمایا۔ مَنْ تَوَاضَعَ لِلَّهِ رَفَعَهُ اللَّهُ اگر صاحب کمال اپنے کمالات کی نفی کرے گا۔ تو چونکہ انسان میں کوئی ذاتی کمال نہیں۔ سب اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ کمالات ہیں۔ تو ان قسم میں حانت نہ ہوگا۔ یہ تصوف کا باب اول ہے۔ کہ اپنے کمالات سے غافل ہو جائے۔ دوسرے کے کمالات کے گن گلتے۔ اسی لئے مَجْدُ الْفِثَانِ فُزِمَتْ ہیں۔

معرفت باری برا نکس حرام است۔ کہ ہر کہ خود را از کافر فرنگی بہتر داند۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ آپ باعتبار نفس رسالت کے فرما رہے ہیں۔ کیونکہ نفس رسالت میں تو سب برابر ہیں۔ جیسے کلی مشکک میں نفس ماہیت کے اندر سب افراد مشترک ہوتے ہیں۔ پھر اشدیہ اور ضعف میں تفاوت ہو جاتا ہے۔ ایسے نفس رسالت میں سب شریک البتہ مراتب میں تفاوت ہوگا۔ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت یونس کے دامن تقدس کو منزہ

کرنا چاہتے ہیں۔

لکل مکان مقال چونکہ آیات بالا کو دیکھنے کے بعد شاید لوگ ان کے تقدس میں شک کرتے۔ اور آپ کی تنقیص کرتے۔ تو یہاں یونس کے دامن تقدس کو سنبھالنا ہے اور لوگوں کی غلط فہمی کو دور کرنا ہے اور جب تحدیث نعمت کا وقت آئے گا تو اپنے کمالات بیان کئے جائیں گے۔ بہر حال کسی نبی کی تنقیص ناقابل برداشت ہے۔

**بَابُ قَوْلِهِ يَسْتَفْتُونَكَ قُلْ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ ۖ وَالْكَلَالَةُ مَنْ لَمْ يُبْرِثْ أَبًا وَابْنًا وَهُوَ مُصْلِحٌ مِمَّنْ تَكَلَّلَهُ النَّسَبُ ۖ**

ترجمہ۔ کلالہ وہ شخص ہے جس کا وارث نہ تو باپ ہو اور نہ بیٹا ہو۔ تکللہ النسب جسے نسب

نے ایک طرف کر دیا ہو۔

حدیث نمبر ۴۱۴۴ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ السَّعْتِيُّ الْبَرَاءُ  
قَالَ أَخْبَرُ سُوْرَةَ نَزَلَتْ بِرَأْسَاءٍ وَأَخْبَرَايَةَ نَزَلَتْ يُسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ  
يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ۔

ترجمہ: حضرت برائہ فرماتے ہیں کہ آخری سورہ جو نازل ہوئی وہ سورہ برآء اور آخری آیت

نازل ہونے والی یہ آیت کلامہ ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | تکلمہ النسب ۶۶۲ یعنی جس نسب نے تمکا دیا ہو۔ عاجز

کہ دیا ہو۔ کہ نہ اس کا بیٹا رہا ہے اور نہ باپ رہا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | قسطانیؒ نے فرمایا کہ کتب لغت میں کلامہ مصدر بمعنی کلام ہے۔

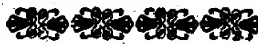
قوت کا چلے جانا۔ عاجز ہو جانا۔ ازہریؒ فرماتے ہیں کہ وہ میت جس کا والد اور ولد نہ ہو۔ وہ

کلامہ ہے۔ وارث کو بھی کلامہ کہتے ہیں۔ اور وارث کو بھی کلامہ کہا جاتا ہے۔ عصبات کو بھی کلامہ

کہا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ لَمْ أَقْلُ فِي الْكَلَالَةِ شَيْئًا۔ کہ کلامہ کے

بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔

ولد والد لیس نہ اب ادا بن یہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا قول ہے۔



سورہ نبر پر جلد ہشتم اختتام پذیر ہوئی۔ انشا اللہ العزیز سورہ مائدہ سے  
جلد ہفتم شروع ہوگی۔



کتابت: محمد عبد السلام قاسمی غفرلہ۔ "القاسمی" ۲۹۴۔ بی۔ شاہ رکن عالم کالونی ملتان شہر

فون: ۵۶۱۵۵۳ (۶۱)

۲۴/۱۹۹۹ء بروز اتوار

